شرحِ انتخابِ احادیث

صحیح بخاری شریف

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

شرحِ انتخابِ احادیث

صحیح بخاری شریف

1

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز ®
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

نام کتاب ______ شرح انتخاب احادیث

مترجم ______ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

کمپوزنگ ______ ورڈز میکر

باہتمام ______ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ______ مارچ 2016ء

سرورق ______ اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور

طباعت ______ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ______ -/900 روپے

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

مناقب کا بیان

محدثین کے پیشوا

نام ونسب: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد تھا' آپ کے والد کا نام اسماعیل بن ابراہیم تھا' آپ ماوراء النہر کے مشہور شہر بخارا میں پیدا ہوئے اسی شہر کی نسبت کی وجہ سے آپ کو ''بخاری'' کہا جاتا ہے۔

خاندانی پسِ منظر: کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اس خطے سے ہے جہاں آتش پرستی یعنی مجوسیت کا دور دورہ تھا اس لیے آپ کے آباؤ اجداد بھی اسی مذہب کے پیروکار تھے' آپ کے اجداد میں سے مغیرہ بن بردز نے اسلام قبول کیا اس زمانے میں رواج یہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا تھا تو خود کو اس شخص کے قبیلے سے منسوب کر لیتا تھا جس وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ جدامجد نے اسلام قبول کیا اس وقت بخارا کا گورنر یمان جعفی نامی شخص تھا اور اسی کی نسبت کی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے افراد اپنے نام کے ساتھ ''جعفی'' کی نسبت استعمال کرتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد اسماعیل بن ابراہیم صاحب ثروت آدمی تھے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حصولِ تعلیم کے دوران معاشی پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا اس کے علاوہ مؤرخین نے یہ بات نقل کی ہے کہ آپ کے والد علم حدیث میں بھی درک رکھتے تھے' انہیں امام مالک' عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید جیسے چوٹی کے ماہرین سے علم حدیث حاصل کرنے کا شرف حاصل تھا۔

پیدائش و بچپن: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ 13 شوال 194 ہجری میں پیدا ہوئے' بچپن میں آپ کی بینائی رخصت ہوگئی' آپ کی والدہ جو نہایت نیک خاتون تھیں' انہوں نے بارگاہِ رب العزت میں اپنے بیٹے کی بصارت کی واپسی کی دعا کی' یہ ان کی دعا کی برکت تھی کہ انہیں خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی جنہوں نے اس نیک خاتون کو یہ خوش خبری دی کہ اب تمہارے بیٹے کی بینائی واپس آجائے گی' اگلے دن جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو ان کی بینائی واپس آچکی تھی۔

حصولِ تعلیم: جیسا کہ سابقہ سطور میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد اسماعیل بن ابراہیم علم حدیث میں درک رکھتے تھے اور انہیں اس فن کے اکابر اساتذہ سے اخذ فیض کا شرف حاصل ہوا تھا اس لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی' وہ علم حدیث کا مرکز تھا۔ اگرچہ بخاری کے والدان کے بچپن میں انتقال کر گئے تھے لیکن اپنے خاندان کے رسم و رواج کے مطابق بخاری نے علم حدیث کے حصول کا آغاز کیا۔

جس زمانے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ حدیث کے حصول کا آغاز کیا اس وقت اگرچہ بعض محدثین نے علم حدیث

جس زمانے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ حدیث کے حصول کا آغاز کیا اس وقت اگرچہ بعض محدثین نے علم حدیث سے متعلق کتابیں تحریر کی تھیں لیکن عام رواج یہی تھا کہ کوئی استاد اپنے اساتذہ سے سُنی ہوئی حدیث کو طلباء کے سامنے بیان کر دیتا تھ جسے طلباء نوٹ کرلیا کرتے تھے اس بیان کو روایتِ حدیث کہا جاتا تھا۔

کیونکہ اس زمانے میں درسی کتابوں کے ذریعے تعلیم وتدریس کا رواج نہیں تھا اس لیے استاد حدیث سے متعلق جملہ پہلو اپنے لیکچر کے دوران واضح کر دیا کرتا تھا اس لیکچر میں حدیث سے متعلق درج ذیل امور کی وضاحت کی جاتی تھی۔

(i) حدیث کے الفاظ کیا ہیں؟ اور مختلف راویوں نے کون سے جملے یا ترکیب کو کس طرح نقل کیا ہے؟

(ii) حدیث نقل کرنے والا راوی اپنے استاد کے حوالے سے کن الفاظ کے ذریعے روایت کو نقل کرتا ہے اور ان الفاظ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

(iii) جو راوی اپنے کسی استاد کے حوالے سے روایت نقل کر رہا ہے کیا اسے استاد سے استفادے کا شرف حاصل ہے یا وہ اپنی طرف سے کوئی بات بیان کر رہا ہے۔

(iv) راوی کا حافظہ کمزور تو نہیں ہے؟ ایسا تو نہیں ہوتا کہ روایت نقل کرتے وقت وہ کسی وہم یا غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہو؟

(v) جو راوی اپنے استاد کے حوالے سے جو روایت نقل کر رہا ہے اس استاد کے دیگر شاگردوں نے اسی روایت کو کن الفاظ میں نقل کیا ہے؟

(vi) نقل شدہ روایت کے الفاظ کسی اور مستند روایت کے الفاظ یا مضمون کے خلاف تو نہیں ہیں؟

(vii) راوی کو اپنے اساتذہ کے اسماء کی لڑی کا ذکر کرتے وقت کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟

(viii) جو روایت نقل کی جارہی ہے وہ صحابی کا اپنا بیان ہے یا اسے نبی اکرم ﷺ کے قول یا فعل کے طور پر نقل کیا گیا ہے؟

(ix) جو روایت نقل کی جارہی ہے اس کی سند کے دوران کسی راوی کا نام رہ تو نہیں گیا؟

(x) روایت اور اس کے راویوں کے اندر کوئی ایسی خامی تو موجود نہیں جو فوراً سمجھ میں نہیں آسکتی ہے؟

یہ اور اس جیسی دیگر بہت سی جزئیات کا خیال رکھنا ضروری ہوتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شہر کے علمِ حدیث کے ماہرین سے اسی نوعیت کے علوم حاصل کیے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن کو سیکھنے میں کتنی دلچسپی کا مظاہرہ کیا؟ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

ایک مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد نے ایک حدیث کی سند یوں بیان کی اس روایت کو سفیان نے ابوزبیر کے حوالے سے ابراہیم سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استاد کی خدمت میں عرض کی ابوزبیر نے تو ابراہیم سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔ استاد کو یہ جرأت ناگوار گزری۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی اگر آپ نے ان اسناد کے نوٹس تحریر کیے ہوئے ہیں تو آپ ان کی طرف رجوع کر کے دیکھ لیں۔ استاد نے اپنے نوٹس کھنگالے اور پھر اپنے شاگرد سے پوچھا تمہارے خیال میں یہ روایت کس طرح ہونی چاہیے؟ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اس رُوایت کو سفیان نے (ابوزبیر کی بجائے) زبیر بن عدی کے حوالے سے

براہیم سے نقل کیا ہوگا۔ استاد اپنے شاگرد کی اس مہارت کو دیکھ کر بہت حیران ہوا۔

اٹھارہ برس کی عمر میں بخاری کو اپنے والدہ اور بڑے بھائی احمد بن اسماعیل کے ہمراہ حج کی سعادت کے حصول کے لیے حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ یہ 212 ہجری کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔ بخاری کے بڑے بھائی احمد بن اسماعیل فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد والدہ کے ہمراہ وطن واپس چلے گئے لیکن بخاری مزید تعلیم کے حصول کے لیے وہیں ٹھہر گئے۔

اگرچہ تاریخ میں اس بات کی صراحت نہیں ملتی کہ بخاری کا یہ قیام کتنے عرصے پر محیط ہے؟ لیکن ان کے اساتذہ کا تعارف دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے علمِ حدیث کے حصول کے لیے صرف حرمین میں قیام پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مختلف بلاد وامصار کا سفر کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن حضرات سے احادیث نقل کی ہیں ان میں بخارا، بلخ، مرو، نیشاپور، رے، بصرہ، بغداد، کوفہ، واسط، مصر، دمشق، حمص وغیرہ جیسے مشہور شہروں کے محدثین شامل ہیں جس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے علم حدیث کے حصول کے لیے دُور دراز کے علاقوں کا سفر کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس محنت کا اندازہ لگانے کے لیے دو پہلوؤں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

(i) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ذرائع آمدورفت کیا تھے؟ انہوں نے جن علاقوں اور خطوں کا سفر کیا ہے ان کی جغرافیائی حدود کیا ہیں؟ آج جب دنیا کے تمام ممالک کی جغرافیائی حدود کے بارے میں آسانی سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ بخاری نے جن علاقوں کا سفر کیا ہے ان میں سے بیشتر سخت گرم خطے ہیں جہاں تک پہنچنے کے لیے دشوار گزار صحراؤں سے گزرنا پڑتا ہے۔

(ii) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ذرائع ابلاغ کیا تھے؟ ظاہر ہے کہ ان کے زمانے میں اخبارات ورسائل شائع نہیں ہوتے تھے جن میں علمائے کرام کا تعارف ان کا پتہ، علمی حیثیت، ٹیلی فون نمبر، ای میل ایڈریس وغیرہ موجود ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کے زمانے میں یہ صورتِ حال نہیں تھی کہ بس سٹینڈ سے تمام شہروں کی طرف جانے کے لیے بسیں دستیاب ہوتی تھیں جو آپ کو مطلوبہ مقام تک پہنچا دیتی تھیں جہاں پہنچ کر آپ رکشہ میں بیٹھ کر آسانی سے اپنے مطلوبہ مقام تک پہنچ جاتے۔

بخاری نے جو اتنے طویل اسفار کیے وہ مضبوط لگن، انتہائی صبر، غیر معمولی برداشت اور دنیا کی تمام تر رنگینیوں اور آسائشوں سے صرفِ نظر کیے بغیر کرنا ممکن نہیں ہے۔

ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ حدیث کی جستجو اور تلاش بخاری کی زندگی کا مطمع نظر تھی وہ جہاں بھی گئے انہوں نے سب سے پہلے یہی جاننے کی کوشش کی کہ علمِ حدیث کا کون سا استاد کہاں قیام پذیر ہے؟ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں اساتذہ کی تلاش اور ان تک رسائی کے لیے کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا؟ کیونکہ عین ممکن ہے کہ انہیں کوفہ میں کسی ایسے استاد کا پتہ چلا ہو جو مصر میں قیام پذیر ہو تو یقیناً انہیں ایسے راستے کا انتخاب کرنا ہوگا جہاں قافلے دستیاب ہوسکیں پھر یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے۔ لازمی نہیں کہ ان کے استاد کسی بڑے شہر میں قیام پذیر ہوں جبکہ قافلے عام طور پر بڑے شہروں کے درمیان سفر کرتے ہیں۔ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بڑے شہروں کے درمیان کیا جانے والا سفر ہفتوں اور مہینوں پر محیط ہوتا تھا اس کے لیے زادِ راہ ساتھ رکھنا بھی ضروری ہوتا تھا اپنی سواری کا انتظام کرنا یا کسی سے کرائے پر سواری لینا وغیرہ جیسے بہت سے بنیادی معاملات طے کرنا خاصا مشکل کام تھا اور اس سے بھی زیادہ بڑی اور اہم

بات یہ کہ ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد استاد سے حاصل ہونے والی حدیث کے الفاظ اور اس کی سند کو مکمل ضبط اور اتقان کے ساتھ محفوظ رکھنا اور حدیث کے دوسرے ذخیرے کے ساتھ اس کا تقابل کرنا اور ان تمام چیزوں میں ان بنیادی اصولوں کا خیال رکھنا جن کا ذکر ہم سابقہ صفحات میں کر چکے ہیں یعنی راوی کی کسی امکانی غلطی' روایت کے الفاظ کے فرق وغیرہ کا خیال رکھنا۔

تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ بخاری کی محنت رنگ لائی اور وہ بہت جلد اپنے زمانے کے علمِ حدیث کے جید ماہرین میں سے ایک شمار ہونے لگے۔ یوسف بن موسیٰ نامی ایک صاحب بیان کرتے ہیں' ایک دن میں بصرہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اعلان ہوا' محمد بن اسماعیل بخاری یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں جس شخص نے ان سے احادیث روایت کرنی ہوں' وہ یہاں آ جائے۔ میں نے دیکھا کہ ایک دُبلا پتلا نوجوان مسجد کے کونے میں نہایت خشوع وخضوع سے نماز ادا کر رہا ہے اس کا ظاہری حلیہ نہایت سادہ تھا' بعد میں پتہ چلا کہ یہی صاحب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں' بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اگلے دن درسِ حدیث دینے کا وعدہ کیا' اگلے دن درسِ حدیث دینے سے پہلے آپ نے اعلان کیا کہ آج میں وہی احادیث بیان کروں گا جو آپ کے شہر کے محدثین بیان کرتے ہیں تاہم ان کی اسناد بالکل مختلف ہوں گی اسی طرح آپ نے ہر حدیث بیان کرنے سے پہلے یہ بتایا کہ یہاں کے محدثین اسے' اس سند کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' جبکہ اس کی ایک سند یہ بھی ہے۔

شیخ احمد بن حمدون بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مشہور محدث محمد بن یحییٰ ذھلی کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں سوالات کرتے ہوئے دیکھا' بخاری اتنی تیزی سے انہیں جوابات دے رہے تھے کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تیر کمان میں سے نکل رہے ہوں۔

ایک مرتبہ امام مسلم' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے آئے' مجلس میں کسی صاحب نے ایک حدیث کی سند بیان کی جسے سُن کر امام مسلم نے اس کی بہت تعریف کی جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس سند کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سند میں ایک خامی موجود ہے۔ امام مسلم کے بے حد اصرار پر آپ نے اس خامی کی نشاندہی کی تو امام مسلم نے فرمایا' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں (کہ علم حدیث میں مہارت کے اعتبار سے) کوئی بھی شخص آپ کی مانند نہیں ہے۔ (یقیناً ہر شخص اس بات کا اعتراف کرے گا) سوائے اس شخص کے جو حاسد ہو کیونکہ وہ آپ سے بغض رکھے گا۔

احمد بن عدی بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ بغداد میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ بخاری بغداد تشریف لا رہے ہیں وہاں کے محدثین نے آپ کا امتحان لینے کے لیے ایک سو احادیث اور ان کی اسناد کو باہم خلط ملط کر دیا یعنی کسی ایک حدیث کی سند کو کسی دوسری حدیث کے ساتھ ملا دیا اور دوسری کی سند کو کسی اور حدیث کے ساتھ ملا دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دس طلباء تیار کیے جن میں سے ہر ایک نے دس احادیث کو غلط اسناد کے ہمراہ یاد کر لیا۔

جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے تو ایک بڑے مجمع کے سامنے ان کا امتحان لیا گیا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر غلط سند کے ہمراہ حدیث پڑھی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا' کیا آپ اس حدیث کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا' نہیں! تو اس نے غلط سند کے ہمراہ دوسری حدیث پڑھی اور پھر دریافت کیا' کیا آپ اس حدیث

سے واقف ہیں؟ آپ نے پھرنفی میں جواب دیا اسی طرح اس نے دس احادیث غلط سند کے ہمراہ پڑھیں اور ہر مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی جواب دیا کہ وہ ایسی کسی روایت سے واقف نہیں ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا شخص کھڑا ہوا دوسرے کے بعد تیسرا غرضیکہ جب دس افراد غلط سند کے ہمراہ دس دس احادیث بیان کر کے فارغ ہو گئے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک کو یہی جواب دیا کہ میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوں تو جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اب مزید اور کوئی شخص سوال کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہو رہا' تو آپ نے پہلے شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' تم نے سب سے پہلے یہ حدیث بیان کی اور اس کی یہ سند بیان کی تھی حالانکہ اس کی درست سند یہ ہے پھر تم نے یہ دوسری حدیث اس سند کے ہمراہ بیان کی' حالانکہ اس کی اصل سند یہ ہے اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دس افراد کی بیان کردہ سوا حادیث اور ان کی اسناد کو پہلے بیان کیا اور پھر ان احادیث کی صحیح سند بیان کی۔ یہ دیکھ کر حاضرین بہت حیران ہوئے اور انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کا برملا اعتراف کیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سمرقند میں پیش آیا جہاں چار سو محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مغالطہ دینے کے لیے عراق کی اسناد کو شامی' شامی اسناد کو حجازی اور حجازی اسناد کو یمنی اسناد میں خلط ملط کر دیا اسی طرح احادیث کے متون کے الفاظ کو ایک دوسرے میں گڈمڈ کر دیا لیکن وہ کسی ایک روایت کے الفاظ یا اس کی سند کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مغالطہ نہیں دے سکے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام احادیث کے متون اور ان کی اسناد کو صحیح طرح سے بیان کر دیا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بخاری نے اپنی زندگی کی ان گونا گوں مصروفیات میں سے تصنیف و تالیف کے لیے ایک بڑا وقت نکالا' آپ کی عمر 62 برس کے لگ بھگ تھی' عمر عزیز کے ابتدائی اٹھارہ سال آپ نے بخارا میں بسر کیے یوں آپ کی زندگی کے 44 سال علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوئے۔

مؤرخین نے آپ کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

(1) الجامع الصحیح: یہ کتاب علم حدیث کے بارے میں ہے جو عرف عام میں صحیح بخاری کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

(2) الادب المفرد: یہ کتاب بھی احادیث کا مجموعہ ہے تاہم اس کا حجم مختصر ہے اور اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عام اخلاقیات و معمولات سے متعلق احادیث روایت کی ہیں۔ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

(3) جزء رفع یدین: کتاب کے نام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب رفع یدین سے متعلق احادیث کو ایک ہی جگہ اکٹھا کرنے کے لیے مرتب کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رفع یدین کے بارے میں فقہاء کے درمیان یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا ایسا کرنا مسنون ہے یا نہیں؟ بخاری کے بیشتر اساتذہ عراق کے مختلف شہروں کے رہنے والے تھے جہاں عباسی سلطنت کی حکومت تھی۔ مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے امام ابوحنیفہ کے شاگرد قاضی ابو یوسف کو تمام عالمِ اسلام کا چیف جسٹس مقرر کیا تھا جس کے نتیجے میں سلطنت کے بیشتر شہروں کے سرکاری قاضی حنفی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور احناف کے نزدیک نماز میں رفع یدین کرنا منسوخ ہو چکا ہے۔ احناف کے ریاستی اثر و رسوخ کی وجہ سے عباسی سلطنت کے بیشتر حصوں میں فقہ حنفی کے مطابق معاملات سرانجام دیے جاتے تھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ فقہ حنفی کی تعلیمات اور تعبیرات کتاب و سنت کی نصوص کے عین

مطابق ہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بالغ نظر محقق کی حیثیت سے احناف کے بعض افکار سے اختلاف کیا اور ان کی تردید میں کتابیں مرتب کیں جن میں سے ایک مذکورہ بالا کتاب ہے۔

(4) جزء قرأت خلف الامام: فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ بھی متنازعہ ہے کہ اگر کوئی شخص باجماعت نماز ادا کر رہا ہو تو کیا امام کی اقتداء میں وہ قیام کے دوران سورۃ فاتحہ یا قرآن کی کسی اور سورۃ کی تلاوت کر سکتا ہے یا نہیں؟ احناف اس بات کے قائل ہیں کہ ایسی صورت میں مقتدی کے لیے قرأت کرنا درست نہیں ہے جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقتدی کے لیے قرأت کرنا ضروری ہے۔ اپنے اسی مؤقف کی تائید میں انہوں نے یہ کتاب مرتب کی ہے۔

بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے زمانے کے غیر مقلدین کی طرح اس زمانے کے افراد بھی ان دو مسائل میں احناف کی مخالفت میں خاص شدت اختیار کرتے تھے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر تمام تر اختلافی موضوعات کو چھوڑ کر خاص ان دو موضوعات پر کتابیں مرتب کی ہیں۔

(5) التاریخ الکبیر: اگرچہ کتاب کا نام مطلق تاریخ ہے لیکن یہ صرف علماء وصلحاء فقہاء اور محدثین کی تاریخ ہے اس میں ان حضرات کے احوال وواقعات ان کے اساتذہ وتلامذہ کا تذکرہ ان کے علم وفضل یا خامی وکمزوری کے بارے میں دیگر ماہرین کی آراء وغیرہ جیسے موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے۔

(6) التاریخ الصغیر: غالباً یہ التاریخ الکبیر کی تلخیص ہے اور دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(7) قضایا الصحابہ والتابعین: یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عہد جوانی کی تصنیف ہے جب آپ اپنی والدہ اور بھائی کے ہمراہ حج کے لیے مکہ آئے تھے اور پھر وہیں قیام پذیر ہو گئے تو اسی دوران آپ نے یہ کتاب تصنیف کی اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام کے فتاویٰ اور فیصلوں کا ریکارڈ محفوظ کیا لیکن یہ کتاب آج تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگاروں نے ان کی مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ چند دیگر تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے ان کے بارے میں ان کے نام کے ذریعے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا موضوع کیا ہوگا؟ ان کے حجم یا تعارف کے بارے میں ہمیں کوئی معلومات دستیاب نہیں ہو سکی ہیں۔

☆☆☆

بَابُ الْوَحْیِ

یہ باب وحی کے بیان میں ہے

وحی کے لغوی اور اصطلاحی معنی کا بیان

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:۔حدیث میں وحی کا بہ کثرت ذکر ہے، لکھنے، اشارہ کرنے، کسی کو بھیجنے، الہام اور کلامِ خفی پر وحی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔(نہایہ ج4 ص163 مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:۔اشارہ، لکھنا، مکتوب، رسالۃ، الہام، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم غیر کی طرف القاء کرو اسے اور آواز کو وحی کہتے ہیں۔(قاموس جلد4 ص579 مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:۔وحی اس کلام کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرف نازل فرماتا ہے۔ابن الانباری نے کہا اس کو وحی اس لیئے کہتے ہیں کہ فرشتہ اس کلام کو لوگوں سے مخفی رکھتا ہے، اور وحی نبی کے ساتھ مخصوص ہے جس کو لوگوں کی طرف بھیجا جاتا ہے، لوگ ایک دوسرے سے جو خفیہ بات کرتے ہیں وہ وحی کا اصل معنی ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (سورۃ الانعام112)

ترجمہ:اور اس طرح ہم نے سرکش انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنادیا جو خفیہ طور سے ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) دھوکا دینے کے لیئے ایک دوسرے کو پہنچاتے ہیں۔

اور ابواسحٰق نے کہا ہے کہ وحی کا لغت میں معنی ہے خفیہ طریقہ سے خبر دینا، اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں، ازہری نے کہا ہے اسی طرح سے اشارہ کرنے اور لکھنے کو بھی وحی کہتے ہیں۔اشارہ کے متعلق یہ آیت ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (سورہ مریم آیت 11)

ترجمہ:سو زکریا اپنی قوم کے سامنے (عبادت کے) حجرہ سے باہر نکلے، پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم صبح اور شام (اللہ کی) تسبیح کیا کرو۔

اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو خفیہ طریقہ سے کلام کیا گیا اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۔ (سورہ الشوریٰ:51)

ترجمہ: اور کوئی بشر اس لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے، مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے، یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ پہنچائے جو اللہ چاہے۔

بشر کی طرف وحی کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بشر کو خفیہ طور سے کسی چیز کی خبر کردے، یا الہام کے ذریعہ، یا خواب کے ذریعہ، یا اس پر کوئی کتاب نازل فرمائے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی تھی، یا جس طرح سیدنا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا، اور یہ سب اعلام (خبر دینا) ہیں، اگرچہ ان کے اسباب مختلف ہیں۔

(تاج العروس ج10 ص385 مطبوعہ الخیریۃ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: وحی کا اصل معنی سرعت کے ساتھ اشارہ کرنا ہے، یہ اشارہ کبھی رمز اور تعریض کے ساتھ کلام میں ہوتا ہے، اور کبھی محض آواز سے ہوتا ہے، کبھی اعضاء اور جوارح سے ہوتا ہے اور کبھی لکھنے سے ہوتا ہے، جو کلمات انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء کیئے جاتے ہیں ان کو بھی وحی کہا جاتا ہے، یہ القاء کبھی فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے، جو دکھائی دیتا ہے اور اس کا کلام سنائی دیتا ہے، جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی خاص شکل میں آتے تھے۔ اور کبھی کسی کے دکھائی بغیر کلام سنا جاتا ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، اور کبھی دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے۔ جیسے حدیث میں ہے جبریل نے میرے دل میں بات ڈال دی، اس کو نفث فی الروع کہتے ہیں اور کبھی یہ القاء اور الہام کے ذریعہ ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۔ (سورہ القصص 7)

ترجمہ؛ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔

اور کبھی یہ القاء تسخیر ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۔ (سورہ النحل 68)

ترجمہ: اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ ڈالا کہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور ان چھپریوں میں گھر بنا جنہیں لوگ اونچا بناتے ہیں۔

اور کبھی خواب میں القاء کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے نبوت منقطع ہوگئی ہے اور سچے خواب باقی رہ گئے ہیں۔

(المفردات ص515/516 مطبوعہ ایران)

علامہ ابن منظور افریقی نے بھی وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے کم وبیش یہی لکھا ہے۔ بحوالہ لسان العرب

علامہ بدرالدین عینی نے وحی کا اصطلاحی معنی یہ لکھا ہے؛ اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی پر جو کلام نازل کیا جاتا ہے وہ وحی ہے۔

(عمدۃ القاری ج1 ص14 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

اور علامہ تفتازانی نے الہام کا معنی یہ بیان کیا ہے: دل میں بہ طریق فیضان کسی معنی کو ڈالنا یہ الہام ہے۔ (شرح عقائد نسفی)

ضرورت وحی اور ثبوت وحی کا بیان

انسان مدنی الطبع ہے اور مل جل کر رہتا ہے اور ہر انسان کو اپنی زندگی گزارنے کے لیئے خوراک، کپڑوں اور مکان کی ضرورت ہوتی ہے اور افزائش نسل کے لیئے نکاح کی ضرورت ہے۔ ان چار چیزوں کے حصول کے لیئے اگر کوئی قانون اور ضابطہ نہ ہوتو

ہر زور آور اپنی ضرورت کی چیزیں طاقت کے ذریعہ کمزور سے حاصل کرلے گا۔اس لیئے عدل وانصاف کو قائم کرنے کی غرض سے کسی قانون کی ضرورت ہے، اور یہ قانون اگر کسی انسان نے بنایا تو وہ اس قانون میں اپنے تحفظات اور اپنے مفادات شامل کرے گا، اسلیئے یہ قانون مافوق الانسان کا بنایا ہوا ہونا چاہیئے تا کہ اس میں کسی جانب داری کا شائبہ اور وہم وگمان نہ ہو، اور ایسا قانون صرف خدا کا بنایا ہوا قانون ہوسکتا ہے۔جس کا علم خدا کے بتلانے اور اس کے خبر دینے سے ہی ہوسکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

انسان عقل سے خدا کے وجود کو معلوم کرسکتا ہے، عقل سے خدا کی وحدانیت کو بھی جان سکتا ہے، قیامت کے قائم ہونے ،حشر ونشر اور جزا وسزا کو بھی عقل سے معلوم کرسکتا ہے۔لیکن وہ عقل سے اللہ تعالیٰ کے مفصل احکام کو معلوم نہیں کرسکتا، وہ عقل سے یہ جان سکتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرنا اچھی بات ہے اور ناشکری بری بات ہے لیکن وہ عقل سے یہ نہیں جان سکتا کہ اس کا شکر کس طرح ادا کیا جائے ،اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے ہی ہوگا اور اسی کا نام وحی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں عبث اور بے مقصد نہیں بھیجا بلکہ اس لیئے بھیجا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور حقوق اور فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اسکی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے۔ برے کاموں اور بری خصلتوں سے بچے اور اچھے کام اور نیک خصلتیں اپنائے ،اور اللہ تعالیٰ کی عبادات کیا کیا ہیں؟ اور وہ کس طرح ادا کی جائیں۔ وہ کون سے کام ہیں جن سے بچا جائے اور وہ کون سے کام ہیں جن کو کیا جائے۔اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور خبر دینے سے ہی ہوسکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

انسان کو بنیادی طور پر کھانے پینے کی اشیاء، کپڑوں اور مکان کی حاجت ہے اور اپنی نسل بڑھانے کے لیئے ازدواج کی ضرورت ہے، لیکن اگر کسی قاعدہ اور ضابطہ کے بغیر ان چیزوں کو حاصل کیا جائے تو یہ نری حیوانیت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ سے ان کو حاصل کیا جائے تو یہ محض عبادت ہے اور اس قاعدہ اور ضابطہ کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور اسکی خبر دینے سے ہی ہوسکتا ہے اور اسی کا نام وحی ہے۔

بعض چیزوں کو ہم حواس کے ذریعہ جان لیتے ہیں جیسے رنگ، آواز اور ذائقہ کو، اور بعض چیزوں کو عقل سے جان لیتے ہیں جیسے دو اور دو کا مجموعہ چار ہے یا مصنوع کے وجود سے صانع کے وجود کو جان لیتے ہیں، لیکن کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کو حواس سے جانا جاسکتا ہے نہ عقل سے مثلاً نماز کا طریقہ کیا ہے، کتنے ایام کے روزے فرض ہیں، زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے، اور کس چیز کا کھانا حلال ہے اور کس چیز کا کھانا حرام ہے۔غرض عبادات اور معاملات کے کسی شعبہ کو ہم حواس خمسہ اور عقل کے ذریعہ نہیں جان سکتے ،اس کو جاننے کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے وحی!۔

بعض اوقات حواس غلطی کرتے ہیں مثلاً ریل میں بیٹھے ہوئے شخص کو درخت دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بخار زدہ شخص کو میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہے اور حواس کی غلطیوں پر عقل تنبیہ کرتی ہے۔اسی طرح بعض اوقات عقل بھی غلطی کرتی ہے مثلاً عقل یہ کہتی ہے کہ کسی ضرورت مند کو مال نہ دیا جائے ، مال کو صرف اپنے مستقبل کے لیئے بچا کے رکھا جائے اور جس طرح حواس کی غلطیوں پر متنبہ کرنے کے لیئے عقل کی ضرورت ہے، اسی طرح عقل کی غلطیوں پر متنبہ کرنے کے لیئے وحی کی ضرورت ہے۔

وحی کی تعریف میں ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ، نبی کو جو چیز بتاتا ہے وہ وحی ہے، اور نبوت کا ثبوت معجزات سے ہوتا ہے، اب یہ بات بحث طلب ہے کہ وحی کے ثبوت کے لیئے نبوت کیوں ضروری ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر نبوت کے بغیر وحی کا ثبوت

ممکن ہوتا تو اس دنیا کا نظام فاسد ہو جاتا، مثلاً ایک شخص کسی کو قتل کر دیتا اور کہتا مجھ پر وحی اتری تھی کہ اس شخص وک قتل کر دو۔ ایک شخص بہ زور کسی کا مال اپنے قبضہ میں کر لیتا اور کہتا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی تھی کہ اس کے مال پر قبضہ کر لو، اس لیئے ہر کس و نا کس کے لیئے یہ جائز نہیں کہ وہ وحی کا دعویٰ کرے۔ وحی کا دعویٰ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا ہو۔ لہٰذا وحی کا دعویٰ صرف نبی ہی کر سکتا ہے اور نبوت کا دعویٰ تب ثابت ہوگا جب وہ اس کے ثبوت میں معجزات پیش کرے گا۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب نبی کے پاس فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو نبی کو کیسے یقین ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے اور یہ اللہ کا کلام لے کر آیا ہے، امام رازی نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ فرشتہ نبی کے سامنے اپنے فرشتہ ہونے اور حامل وحی الٰہی ہونے پر معجزہ پیش کرتا ہے، اور امام غزالی کی بعض عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو ایسی صفت عطا فرماتا ہے جس سے وہ جن، فرشتہ اور شیطان کو الگ الگ پہچانتا ہے جیسے ہم انسانوں، جانوروں اور نباتات و جمادات کو الگ الگ پہچانتے ہیں کیونکہ ہماری رسائی صرف عالمِ شہادت تک ہے اور نبی کی پہنچ عالم شہادت میں بھی ہے اور عالمِ غیب میں بھی ہے۔

وحی کی اقسام کا بیان

بنیادی طور پر وحی کی دو قسمیں ہیں وحی متلو اور وحی غیر متلو۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الفاظ اور معانی کا نزول ہو تو یہ وحی متلو ہے اور یہی قرآن مجید ہے، اور اگر آپ پر صرف معانی نازل کیئے جائیں اور آپ ان معانی کو اپنے الفاظ سے تعبیر کریں تو یہی وحیء غیر متلو ہے اور اس کو حدیثِ نبوی کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کی متعدد صورتیں ہیں جن کا احادیثِ صحیحہ میں بیان کیا گیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور کہا یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کبھی وحی گھنٹی کی آواز کی طرح (مسلسل) آتی ہے۔ اور یہ مجھ پر بہت شدید ہوتی ہے۔ یہ وحی (جب) منقطع ہوتی ہے تو میں اس کو یاد کر چکا ہوتا ہوں، اور کبھی میرے پاس فرشتہ انسانی شکل میں آتا ہے، وہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا جاتا ہے میں اس کو یاد کرتا جاتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے کہا میں نے دیکھا کہ سخت سردی کے دنوں میں آپ پر وحی نازل ہوتی اور جس وقت وحی ختم ہوتی تھی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔ (صحیح بخاری جلد 1 ص 2 مطبوعہ کراچی)

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ وحی کی صرف دو صورتیں بیان کی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادتِ جاریہ یہ ہے کہ قائل اور سامع میں کوئی مناسبت ہونی چاہیئے تا کہ ان میں تعلیم اور تعلم، افادہ اور استفادہ متحقق ہو سکے اور یہ اتصاف یا تو اس طرح ہوگا کہ سامع پر قائل کی صفت کا غلبہ ہو اور وہ قائل کی صفت کے ساتھ متصف ہو جائے اور صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی آواز) سے یہی پہلی قسم مراد ہے، اور یا قائل سامع کی صفت کے ساتھ متصف ہو جائے اور یہ دوسری قسم ہے جس میں فرشتہ انسانی شکل میں متشکل ہو کر آپ سے کلام کرتا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی پہلی قسم کی تشبیہ گھنٹی کی آواز کے ساتھ دی ہے، جس کی آواز مسلسل سنائی دیتی ہے اور اس کا

مفہوم سمجھ میں نہیں آتا، اس میں آپ نے یہ متنبہ کیا ہے کہ جس وقت یہ وحی قلب پر نازل ہوتی ہے تو آپ کے قلب پر خطاب کی ہیبت طاری ہوتی ہے اور وہ قول آپ کو حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس قول کے ثقل کی وجہ سے اس وقت آپ کو اس کا پتا نہیں چلتا اور جب اس کے جلال کی ہیبت زائل ہو جاتی ہے تو پھر آپ کو اس کا علم ہوتا ہے، اور وحی کی یہ قسم ایسی ہے جیسے ملائکہ پر وحی نازل ہوتی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پروں کو جھڑ جھڑاتے ہیں جیسے پتھر پر زنجیر ماری جائے اور جب ان کے دلوں سے وہ ہیبت زائل ہوتی ہے تو وہ آپس میں کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں حق فرمایا اور وہ عظیم اور کبیر ہے، اور اس حدیث میں ہم پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ وحی کی پہلی قسم دوسری سے شدید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت بشری سے فرشتہ کی حالت کی طرف منتقل ہوتے تھے پھر آپ پر اس طرح وحی کی جاتی تھی جس طرح فرشتوں پر وحی کی جاتی ہے، اور یہ آپ کے لیئے مشکل تھا اور دوسری قسم میں فرشتہ انسانی شکل میں آتا تھا اور یہ قسم آپ کے لیئے آسان تھی۔ (عمدۃ القاری جلد 1 ص 44۔ مطبوعہ مصر)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ گھنٹی کی آواز میں ہر چند کہ عام لوگوں کے لیئے کوئی معنی اور پیغام نہیں ہوتا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس آواز میں کوئی معنی اور پیغام ہوتا تھا جیسا کہ اس ترقی یافتہ دور میں ہم دیکھتے ہیں جب ٹیلی گرام دینے کا عمل کیا جاتا ہے تو ایک طرف سے صرف ٹک ٹک کی آواز ہوتی ہے اور دوسری طرف اس سے پورے پورے جملے بنا لیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ ہو سکتا ہے کہ وحی کی یہ آواز بہ ظاہر صرف گھنٹی کی مسلسل ٹن ٹن کی طرح ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے اس میں پورے پورے فصیح و بلیغ جملے موجود ہوں۔

علامہ بدر الدین عینی نے نزول وحی کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں:

۱- کلام قدیم کو سننا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، جس کا ذکر آثار صحیحہ میں ہے۔

۲- فرشتہ کی رسالت کے واسطہ سے وحی کا موصول ہونا۔

۳- وحی کو دل میں القاء کیا جائے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، روح القدس نے میرے دل میں القاء کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اسی طرح وحی کی جاتی تھی، اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیئے جو وحی کا لفظ بولا جاتا ہے وہ الہام یا تسخیر کے معنی میں ہوتا ہے۔

علامہ سہیلی نے الروض الانف میں نزول وحی کی یہ سات صورتیں بیان کی ہیں

۱- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں کوئی واقعہ دکھایا جائے۔

۲- گھنٹی کی آواز کی شکل میں آپ کے پاس وحی آئے۔

۳- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں کوئی معنی القاء کیا جائے۔

۴- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ انسانی شکل میں آئے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئیں، حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ حسین ترین شخص تھے، حتیٰ کہ وہ اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر چلا کرتے تھے، مبادا عورتیں ان کو دیکھ کر فتنہ میں مبتلا ہوں۔

۵-حضرت جبریل آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئیں اس صورت میں ان کے چھ سو پر تھے جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے تھے۔

۶-اللہ تعالیٰ آپ سے یا تو بیداری میں پردہ کی اوٹ میں ہم کلام ہو جیسا کہ معراج کی شب ہوا، یا نیند میں ہم کلام ہو، جیسے جامع ترمذی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے پاس حسین صورت میں آیا اور فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

۷-اسرافیل علیہ السلام کی وحی، کیونکہ شعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسرافیل کے سپرد کیا گیا تھا اور وہ تین سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہے، اور وہ آپ کے پاس وحی لاتے تھے، پھر آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا، اور مسند احمد میں سند صحیح کے ساتھ شعبی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور تین سال تک آپ کی نبوت کے ساتھ حضرت اسرافیل علیہ السلام رہے اور وہ آپ کو بعض کلمات اور بعض چیزوں کی خبر دیتے تھے، اس وقت تک آپ پر قرآن مجید نازل نہیں ہوا تھا اور جب تین سال گزر گئے تو پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس رہے پھر بیس سال آپ پر آپ کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا، دس سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ البتہ واقدی وغیرہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے علاوہ آپ کو اور کسی فرشتہ کے سپرد نہیں کیا گیا۔ (عمدۃ القاری، مصر)

معجم مقاییس اللغۃ، امام ابی الحسین احمد بن فارس بن زکریا، جو کہ لغات کے مشہور ترین اماموں میں سے سمجھے جاتے ہیں، نے بھی وحی کے بعینہ وہی معنی درج کیے ہیں جو کہ اوپر بیان ہو چکے ہیں تفصیل کے ساتھ۔ مقاییس اللغۃ، لابی الحسین احمد بن فارس بن زکریا۔ (ج سادس، دار الفکر بیروت)

وحی قرآن میں:

قرآن میں لفظ وحی اور اس کے مشتقات متعدد بار استعمال ہوئے ہیں یہ لفظ اسم اور فعل دونوں میں آیا ہے، اسم (وحی) مرتبہ استعمال ہوا ہے اور فعل (اُوحی، اوْحینا، اُوحی، یُوحی) مرتبہ آیا ہے قرآن مجید میں یہ لفظ صرف اصطلاحی مفہوم تک محدود نہیں ہے بلکہ لغت کے اعتبار سے وسیع معنی میں بروئے کار لایا گیا ہے اصطلاحی مفہوم میں یہ لفظ سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے اپنے موارد استعمال میں سے مقامات پر یہ لفظ اپنے شرعی اور اصطلاحی معنی میں آیا ہے اس کے علاوہ یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے ذیل میں اس امر کا جائزہ لیا جاتا ہے

جیش تفلیسی نے لکھا ہے کہ قرآن میں وحی دس معنوں میں آیا ہے:۔ خفیہ بات کرنا۔ نیچے بھیجنا ۔ پیغام دینا ۔ خط لکھنا ۔ اشارہ کرنا۔ آگاہ کرنا ۔ الہام ۔ فرمانبردار بنانا۔ امر کرنا وسوسہ شیطان

فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے: واما الایحاء فقد ورد الکتاب بہ علی معان مختلفۃ تجمعہا تعریف الموحی الیہ بامر خفی من اشارۃ او کتابۃ او غیرھما وبھذا التفسیر یعد الالھام وحیا۔

معاصر محققین میں سے جعفر سبحانی نے قرآن میں وحی کے پانچ معانی ذکر کیے ہیں اور ہر ایک کے لیے آیات قرآنی پیش کی ہیں انہوں نے ان معانی کا ذکر کیا ہے:

۱- ہدایت تکوینی (فصلت زلزلۃ)
۲- ادراک غریزی (نحل)
۳- القاء برروح (قصص، مائدہ، یوسف، انفال، انعام، انعام
۴- امداد ھای غیبی (انبیاء)
۵- وحی تشریعی جو انبیاء اور رسولوں سے مخصوص ہے (یونس، رعد، انعام، انعام، اسراء،،، طٰہٰ، انبیاء اور دیگر بہت سی آیات)

ہادی معرفت کے بقول قرآن نے اس لفظ کو چار معنوں میں استعمال کیا ہے:

۱- نفس المعنی اللغوی: الایماءۃ الخفیہ یعنی خود لغوی معنی جو کہ خفیہ اشارہ ہے
۲- ترکیز غریزی فطر یعنی جبلت کو ودیعت کرنا
۳- الہام نفسی: دل میں بات ڈالنا
۴- انبیاء اور رسل کی طرف اللہ تعالیٰ کا القاء

ڈاکٹر محمود رامیار لکھتے ہیں: قرآن مجید میں وحی اور ایحاء مختلف طریقوں سے آیا ہے کہ بعض موقعوں پر لغوی معنی سے بہت فرق نظر آتا ہے قرآن میں اس کے لغوی معنی مخفی اشارہ کا ذکر ہے جیسے سورہ مریم کی آیت خدا اور انسان کے درمیان رابطے کے تین طریقوں کے لیے لفظ وحی کا استعمال ہوا ہے کبھی وحی جبلت اور فطری شعور باطنی ہوتی ہے جیسے سورہ نحل کی آیت میں شہد کی مکھی کو وحی کی گئی ہے

کبھی وحی جبلت وآسمانوں کے امر میں استعمال ہوا ہے مثلاً سورہ فصلت آیت اس کو تسخیر بھی کہتے ہیں خدا اور فرشتوں کے رابطے کو بھی وحی کہا جاتا ہے جیسے سورہ انفال آیت

شیطان کے وسوسے کو بھی بطور خاص وحی کہا گیا ہے سورہ انعام آیت، اور آگے بڑھیں تو برگزیدہ افراد کو بھی وحی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی ہوئی سورہ قصص، آیت اور حضرت عیسیٰ کے حواریوں کو بھی حضرت عیسیٰ کے واسطے سے وحی کا اعلان ہوا۔

ان آراء کے بارے میں تجزیے کے طور پر یہ نکات سامنے آتے ہیں

۱- تفلیسی نے وحی کے مفہوم اور اس کے مصداق میں فرق نہیں کیا بلکہ مصادیق کو بھی وحی کے مفہوم میں شامل کر دیا ہے جیسے نیچے بھیجنا، فرمانبردار بنانا اور وسوسہ شیطان

۲- فخر الدین رازی نے صرف اشارے اور کتابت کو بیان کیا ہے باقی طرق وحی کو ذکر نہیں کیا البتہ الہام کو بھی وحی شمار کیا ہے

۳- سبحانی نے بھی زیادہ تر مصادیق وحی کو بیان کیا ہے اور انہیں مفہوم وحی میں شامل کیا ہے جیسے ہدایت، تکونی، ادراک غریزی، امداد ھای غیبی

۴- ہادی معرفت نے لغوی معانی کے استعمالات کو اچھے طریقے سے بیان کیا ہے

۵- ڈاکٹر محمود رامیار کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ قرآن میں بعض موقعوں پر لغوی معنی سے بہت فرق نظر آتا ہے کیونکہ فصل میں وحی کا جو مفہوم متعین ہوا ہے اس کی قدر مشترک ان تمام موارد میں موجود ہے اور لفظ وحی اپنے استعمالات کے تمام موارد میں اپنے

لغوی مفہوم سے ہم آہنگ ہے

مزید یہ کہ انہوں نے بھی زیادہ تر وحی کے مصادیق بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے

جب ہم قرآن میں وحی کے استعمال کا تجزیہ کرتے ہیں تو سب سے زیادہ یہ اپنے اصطلاحی مفہوم میں بروئے کار لایا گیا ہے ان موارد کی تعداد ہے ایک محقق کے مطابق ان موارد کی تعداد ۰ اسے بھی زیادہ بتائی ہے

۱- شرعی اور اصطلاحی مفہوم میں وحی کا استعمال تمام انبیاء کے لیے ہوا ہے لیکن ان میں اکثریت ایسے مقامات کی ہے جہاں یہ لفظ آنحضرت محمد اور قرآن کے لیے استعمال ہوا ہے

۲- قرآن کی وہ آیات جن میں یہ لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں ہوا مجموعی طور پر ان کی تعداد ہے ذیل میں ہم ان آیات کا جدا جائزہ لیتے ہیں

فخرج علی قومہ من المحراب فاوحی الیہم ان سبحوا بکرۃ وعشیا

۳- پس وہ اپنی محراب سے لوگوں کی طرف نکلا اور انہیں اشارے سے کہا صبح وشام خدا کی تسبیح کیا کرو اس آیت میں اوحی کا کیا مفہوم ہے اس بارے میں دو آراء پائی جاتی ہیں:

۴- بمعنی اشارہ کیا

۵- بمعنی لکھا

راغب اصفہانی نے اس آیت میں اوحی کا مفہوم اشادہ کرنا بیان کیا ہے

۱- علامہ طبرسی نے بھی اشارہ کرنا معنی کیا ہے البتہ انہوں نے قیل کے لفظ کے ساتھ دوسرے معنی کو بھی بیان کیا ہے

۲- ایک اور مقام پر انہوں نے صرف پہلا معنی ہی ذکر کیا ہے

۳- پس ان کی رائے میں یہاں اشارہ کرنا ہی اوحی کا معنی ہے زمخشری نے الکشاف میں دو مقامات پر اس آیت کا ذکر کرتے ہوئے وحی کے معنی کو بیان کیا ہے۔ اوحی: **اشار عن مجاھد ویشھدلہ الارمزا وعن ابن عباس کتب لھم علی الارض**

۴- اس مقام پر انہوں نے دونوں معنی ذکر کیے ہیں جبکہ دوسرے مقام پر انہوں نے صرف پہلا معنی ہی ذکر کیا

۵- اور اول الذکر مقام پر انہوں نے اشارہ کرنا کے حق میں رائے بھی دی ہے اور اس کی دلیل آیت کا سیاق بیان کیا ہے شیخ طوسی نے بھی اوحی کا معنی اشارہ کرنا متعین کیا ہے

۱- صحیح البخاری بشرح الکرمانی میں امام عبداللہ الیتمی الاصفہانی کا قول نقل کیا گیا ہے اس کے مطابق یہاں اوحی بمعنی لکھنے کے آیا ہے

۲- علامہ طبری نے اپنی تفسیر میں کہا ہے: **(فاوحی الیھم ان سبحو) بمعنی فالقی ذلك الیھم ایماء والاصل فیہ ماوصفت من القاء ذلك الیھم وقدیکون القاؤہ ذلك الیھم ایماء ویکون بکتاب**

۳- یعنی انہوں نے بھی پہلے معنی کو ہی اوحی کا مفہوم بیان کیا ہے

معاصر محققین میں سے تفسیر المنار اور تفسیر المیز ان کے مصنفین نے مذکورہ آیت میں اوحی کا معنی اشارہ کرنا ہی بیان کیا ہے

۱- ہماری تحقیق کے مطابق اس آیت میں لفظ وحی اپنے لغوی معنی اشارہ کرنا میں استعمال ہوا ہے اور اپنے لغوی معنی سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے اس کی دلیل آیت کا یہ سباق ہے:

حضرت زکریا نے کہا: میرے پروردگار میرے لیے کوئی نشانی قرار دے فرمایا: تو صحیح وسالم ہوتے ہوئے تین رات (دن) لوگوں سے بات نہیں کر پائے گا

۲- بالکل اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا: زکریا نے عرض کیا پروردگار! میرے لیے کوئی نشانی قرار دے فرمایا الا تکلم الناس ثلاثة ایام الا رمزا تو رمز کے علاوہ تینوں لوگوں سے تین دن تک بات نہیں کر سکے گا

۳- یہ لفظ رمز دلالت کرتا ہے کہ حضرت زکریا نے اپنی قوم کو اشارہ کر کے اپنا مقصد بیان کیا۔

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا و من الشجرو مما یعرشون ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربك ذللا

۴- تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں، درختوں میں اور جو عرشے لوگ بناتے ہیں ان میں گھر بنائے پھر تمام پھلوں میں سے کھائے اور جو راستے تیرے پروردگار نے معین کیے ہیں ان میں راحت سے چلے پھرے

اس آیت میں شہد کی مکھی کو کی جانے والی وحی اپنے کس مفہوم میں ہے اس بارے میں علامہ طبری کا قول ہے:

(واوحی ربك الی النحل) بمعنی القی ذالك الیها فا لهمها

یعنی آیت میں مذکور پیغام اس کی طرف القاء کیا گیا پس اسے الہام کیا گیا

صاحب الکشاف نے بیان کیا ہے

الایحاء الی النحل: الهاماً والقذف فی قلوبهاو تعلیمها علیٰ وجه هواعلم به لاسبیل لاحدالی الوقوف علیه

شہد کی مکھی کی طرف وحی کا معنی الہام، اس کے دل میں ڈالنا اسے ایسے طریقے سے تعلیم دینا ہے جو صرف وہی جانتا ہے

علامہ طبرسی نے کہا

اوحی ربك الی النحل،ای الهمها الهاما عن الحسن وابن عباس و مجاهد و قیل جعل ذالك فی غرائز ها بما یخفی مثله عن غیرها

انہوں نے حسن ابن عباس اور مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اوحی کا معنی الہام ہے جبکہ ایک اور قول کا بھی ذکر کیا ہے

ایک اور مقام پر انہوں نے اس معنی الہام متعین کر دیا ہے

اسی طرح قدماء میں سے ابن قیم جوزی صحیح بخاریا و رفخر الدین رازینے مذکورہ آیت میں وحی کا معنی الہام بیان کیا ہے

المنار کے مصنف مذکورہ آیت میں وحی کا معنی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الوحی فی اللغة یطلقوعلیٰ مایکون غریزة دائمة و منه قوله تعالیٰ

لغت میں وحی کا اطلاق دائمی عزیزہ پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے

علامہ طباطبائی اسے یوں بیان کرتے ہیں

واوحی ربك الی النحل ای الهمه من طریق غریزته التی اودعهافی بینة

اوحی بمعنی الہام ہے جبلت کے ذریعے سے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی سرشت میں ودیعت کیا ہے

ایک اور مقام پر وہ اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فالالهام بالقاء المعنی فی فهم الحیوان من طریق الغریزة من الوحی

پس الہام یعنی حیوان کی سمجھ میں جبلی طور پر کسی معنی کا ڈالنا یا القاء کرنا وحی ہے ہادی معرفت قرآن میں وحی کے معانی بیان کرتے ہوئے دوسرا معنی یہ ذکر کرتے ہیں

ترکیز غریزی فطری و هو تکوین طبیعی مجعول فی جبلة الاشیاء استعاره من اعلام قولی لا علام ذاتی بجامع الخفاء فی کیفیة الالقاء والتلقی فبما ان الوحی اعلام سری ناسب استعارته لك شعور باطنی فطری و منه قوله تعالیٰ (النحل)

ان کے مطابق یہاں اوحی شہد کی مکھی کی جبلت میں ان امور کو قرار دینے کے معنی میں آیا ہے جن کا آیت میں ذکر ہے چونکہ وحی کا لغوی معنی بات کا پہنچانا ہے یہاں ذاتی خصوصیت کا پہنچانا ہے البتہ ان دونوں میں قدر مشترک القاء کا مخفی ہونا موجود ہے اس لیے یہاں لفظ وحی بطور استعارہ استعمال ہوا ہے یعنی اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوا۔

پیر محمد کرم شاہ نے یہاں وحی کا معنی تسخیر بتایا ہے پھر تسخیر کا یہ معنی کیا ہے: وحی بذریعہ تسخیر یعنی اس چیز کی فطرت اور طبیعت میں کوئی بات ڈال دی گئی ہے جس کی بجا آوری پر وہ چیز طبعاً مجبور ہے جیسے شہد کی مکھی۔

محمود حجازی (من علماء الازھر) اور محمد عزة دروزة۔ نے مذکورہ آیت میں وحی بمعنی الہام بیان کیا ہے سید شمس الحسن افغانی نے اسے وحی فطری قرار دیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر رمیار۔ اور جعفر سبحانی۔ نے یہاں وحی کا معنی بالترتیب جبلت فطری شعور باطنی اور ادراک غریزی قرار دیا ہے۔

ایک اور معاصر محقق سعیدی روشن نے اسے حیوان کی جبلت کی تدبیر کا نام دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی کے تمام کام تفہیم خاص الٰہی ہیں جو اس ذات میں ودیعت کردیئے گئے ہیں اور چونکہ یہ جبلت کا القاء ایک طرح سے اللہ کی طرف سے خفیہ پیام رسانی ہے اس لیے اس پر وحی کے عنوان کا اطلاق ہوا ہے۔ مذکورہ بالا اقوال سے یہ نتیجہ حاصل ہوا ہے کہ اس آیت میں وحی کے دو معنی ہیں۔

جبلت اور فطرت کا قرار دینا۔ شہد کی مکھی کے شعور اور فہم میں بات ڈالنا۔

پہلے معنی کے لحاظ سے اس لفظ کا استعمال مجازی ہے اور دوسرے معنی کی بناء پر وحی اپنے حقیقی اور لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اور زیادہ تر محققین نے اسی کو انتخاب کیا ہے اور حقیقت مجاز سے اولی ہے کے اصول کی بناء پر اس آیت میں وحی کا حقیقی معنی القاء اور الہام ہے۔

اذاوحینا الی امك مایوحیان قذفیه فی التابوت فاقذ فیه فی الیم

اس وقت جب ہم نے تیری ماں کو وہ وحی کی تھی جس کی اسے ضرورت تھی کہ تم اسے صندوق میں ڈال دو اور اس صندوق کو دریا

میں بہادو

واوحینا الی ام موسیٰ ان ضعیه فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم و لا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیك و جاعلوه من المرسلین

ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلائے جب تجھے اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہوتو اسے دریا میں ڈال دینا اور ڈرنا نہیں، نہ ہی غمگین ہونا کیونکہ ہم اسے تیرے پاس لوٹا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے قرار دیں گے

مذکورہ دو آیات میں لفظ وحی اپنے حقیقی اور لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے البتہ اس کے لیے محققین نے تعابیر مختلف استعمال کی ہیں اس بارے میں ہادی معرفت بیان کرتے ہیں:

قرآن میں وحی کا تیسرا معنی الہام نفسی استعمال ہوا یہ الہام نفسی وہ باطنی شعور ہے جسے انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن اس کا سرچشمے اور منبع سے وہ بے خبر ہوتا ہے کبھی یہ الہام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے اور کبھی غیر اللہ کی طرف سے اور رحمانی الہام کی مثال حضرت موسیٰ کی والدہ کو ہونے والی وحی ہے۔ (قصص آیت)

الکشاف میں آیا ہے کہ

اما علی طریق الوحی و هو الالهام و القذف فی القلب او المنام کما اوحی الی ام موسی

اس میں تین تعابیر استعمال ہوئی ہیں جن میں پہلی دو ایک معنی کو واضح کرتی ہیں جبکہ تیسری تعبیر بھی اس کے لغوی معنی سے سازگار ہے

ابن قیم جوزی نے بیان کیا ہے

فالتحدیث الهام خاص وهو الوحی الی غیر الانبیاء اما من المکلفین کقوله تعالیٰ (واو حینا الی ام موسی)

انہوں نے بھی وحی کا معنی الہام ذکر کیا ہے البتہ اس کے لیے ان کی اپنی اصلاح تحدیث ہے محمد رشید رضا نے اس آیت میں وحی کا مفہوم الاعلام فی الخفاء یعنی مخفی طور پر آگاہ کرنا بیان کیا ہے

پیر کرم شاہ نے اسے الہام قرار دیا ہے

جعفر سبحانی نے مورد نظر آیت میں وحی کا معنی القاء بر روح کر کے اس کی دو اقسام بتائی ہیں جس میں الہام کے ضمن میں مذکورہ آیت (قصص) کا ذکر کیا ہے

ڈاکٹر رامیار نے تمام احتمالات کا ذکر کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں: (قصص) (ایسی وحی کو الہام، قلب میں القاء یا دل میں ڈالنا، آگاہ کرنا رویاء یا وہ کلام جو سنایا گیا کہا گیا ہے

ان تمام معانی میں جو ان اقوال میں مذکور ہوئے ہیں کوئی ایسا معنی نہیں ہے جو وحی کے لغوی معانی سے ہم آہنگ نہ ہو پس تعبیر کوئی بھی ہو اصلی مفہوم ایک ہے اور اس کے لیے جامع تعبیر الہام ہی ہے۔ **واذاو حیت الی الحوار یین ان آمنوابی و برسولی قالوا آمنا و اشهد باننا مسلمون**

اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے بھیجے ہوئے پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں اس آیت میں ابن فارس نے اذا اوحیت الی الحواریین میں وحی کے معنی لکھے ہوئے حکم کے بیان کیے ہیں

صاحب التاج نے اس آیت میں حواریوں کی طرف وحی کرنے کے معنی امر اور حکم دینے کے کیے ہیں

راغب نے کہا ہے کہ یہ وحی حضرت عیسیٰ کی وساطت سے حواریوں کو ملی تھی۔ امام طبری نے قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے اہل تفسیر اذ اوحیت کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اگرچہ اس کا معنی متفق علیہ ہے بعض نے کہا ہے مجھے محمد حسین نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ سدی نے کہا ہے کہ اذ اوحیت یعنی قذومت فی قلوبھم جبکہ بعض دوسروں نے اس کا معنی: الھمتھم کیا ہے

امام طبری نے اس وحی کے دو معنی بتائے ہیں صاحب الکشاف نیا س وحی کا معنی رسولوں کی زبانی انہیں حکم دینا کیا ہے۔ ابن قیم جوزی۔ جعفر سبحانی۔ اور محمود حجازی۔ نے مذکورہ آیت میں وحی ے معنی الہام بیان کیے ہیں ڈاکٹر رامیار نے اسے حضرت عیسیٰ کے واسطے سے آگاہ کرنا کے معنی متعین کیا ہے۔ امین احسن اصلاحی نے کہا ہے: وحی کا لفظ یہاں اصطلاحی معنی میں نہیں بلکہ لغوی معنی میں ہے یعنی دل میں کوئی ارادہ ڈالنا۔ سعیدی روشن نے بھی اس کا مفہوم الہام اور دل میں القاء بیان کیا ہے۔ امر کرنا، مکتوب کے ذریعے بات پہنچانا، دل میں بات یا ارادہ ڈالنا اور آگاہ کرنا سب وحی کے لغوی مفاہیم ہیں پس اس آیت میں بھی وحی اپنے حقیقی اور لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم اور شیاطین اپنے دوستوں کو مخفی طور پر کچھ مطالب القاء کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ آپ سے مجادلہ اور جھگڑے کے لیے کھڑے ہو جائیں

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے مقابلے میں شیاطین جن وانس میں کچھ دشمن قرار دیے ہیں کہ جو پر فریب اور بے بنیاد باتیں مخفی طور پر ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان دو۔ آیات میں شیطانی وسوسوں کے لیے وحی کی تعبیر استعمال کی گئی ہے جیسا کہ طبری نے کہا ہے:

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم یلقون الیھم ذلک وسوسۃ یعنی شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں باتیں بطور وسوسہ ڈالتے ہیں۔ طبرسی نے اس وحی کی تفسیر اشارے کرنا سے کی ہے اس کے بعد انہوں انے ابن کا قول نقل کیا یہ کہ شیاطین انسانوں میں سے اپنے اولیاء کو وحی کرتے ہیں اور وحی کسی نفس میں معنی مخفی طریقے سے ڈالنا ہے اور شیاطین اہل شرک کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر انہوں نے خود ابن کا قول اختیار کیا ہے۔ زمخشری نے بھی اس کا معنی وسوسے ڈالنا کیا ہے۔ فخر الدین رازی نے اسے الہام سے تعبیر کیا ہے۔ جسے جعفر سبحانی نے وسواس شیطانی سے تعبیر کیا ہے اور کلی طور پر اسے القاء بر ورح کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ طباطبائی۔ ہادی معرفت۔ اور پیر کرم شاہ۔ نے اس وحی کو وسواس شیطانی سے تعبیر کیا ہے سعیدی روشن نے وسوسہ شیطانی سے تعبیر کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا ہے کیونکہ یہ القاءات خفیہ اور چوری چھپے ہوتے ہیں اس لیے ان کے لیے وحی کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ چونکہ شیطان مخفی طور پر ایک دوسرے یا انسانوں تک بات یا خبر پہنچاتے ہیں اور یہ وحی کے لغوی معنی کا ایک مصداق ہے لہٰذا یہاں بھی وحی اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے ہیر ہی یہ بات کہ اسے

وسوسہ شیطانی سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خود قرآن نے اس چیز کے لیے یہ تعبیر استعمال کی ہے سورہ الناس میں آیا ہے

قل اعوذ برب الناس ملك الناس اله الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس کہہ دیجئے میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے مالک وحاکم کی لوگوں کے معبود کی خناس کے وسوسوں کے شر، جو انسانوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے

فقضهن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرها پس انہیں سات آسمانوں کی صورت میں دو دنوں میں پیدا کیا اور ہر آسمان میں اس نے وحی کی

یومئذ تحدث اخبار هابان ربك اوحی لها اس دن زمین اپنی تمام خبروں کو بیان کردے گی کیونکہ تیرے پروردگار نے اسے وحی کیا ہے تفسیر در منثور میں دوسری آیت کی تفسیر مین ایک حدیث میں اوحی لھا کا معنی امرھا کیا گیا ہے۔ علامہ طباطبائی نے پہلی آیت کے ذیل میں اوحی کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے قدرے تفصیل سے بحث کی ہے: مختلف اقوال نقل کرنے اور انہیں رد کرنے کے بعد وہ بیان کرتے ہیں

فتحصل بمامر ان معنی قوله واوحی فی کل سماء امرهاوحی فی کل سماء الی اهلها من الملائكة الامر الالٰهی یعنی جو کچھ کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس سے مربوط اور متعلق اپنے امر کو اس کے رہنے والے یا اہل یعنی ملائکہ کو وحی کردیا۔ ان کی نظر میں یہ وحی آسمان کی بجائے اس کے اہل یعنی فرشتوں کو ہے عظیم مفسر علامہ آلوسی نے اس آیت میں اوحی کے مفہوم میں دو احتمال ذکر کیے ہیں

وحی بمعنی خلقت وایجاد

۱- اللہ تعالیٰ کی طرف آسمانوں کے رہنے والوں یعنی فرشتوں کو ان کے فرائض کا سونپا جانا یہاں وحی اپنے معروف معنی میں ہے

۲- اسی طرح شیخ طوسی نے کہا ہے کہ المراد بامرھا ما ارادہ اللہ منھا۔ اس سے آلوسی کی دونوں جہات مراد لی جاسکتی ہیں جعفر سبحانی اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں

یہاں پر دو باتیں کہی جاسکتی ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں

۳- آسمانوں میں وحی سے مراد قوانین اور سنن کا ایجاد کرنا ہے جس کی بنیاد پر وہ خود بخود اپنے امور کو انجام دیتے رہیں اس کی دلیل آیت کا آخری حصہ **ذلك تقدیر العزیز العلیم** ہے قرآن نے اس مقام پر لفظ وحی کو مفہوم کا نیا جامعہ پہنایا ہے اس نے اس مورد کو ہمارے لیے کشف کیا ہے کہ یہ بھی وحی کے استعمال کا مصداق ہے

۴- یہاں ایک اور رائے بھی پیش کی جاسکتی ہے جو مندرجہ بالا سے بالاتر ہے وہ یہ ہے کہ یہ عالم محسوسات بطور مطلق آگاہ بصیر اور سمیع ہے یہ ہم ہیں کہ اسے بے جان اور بے شعور سمجھتے ہیں قرآن فرماتا ہے: **وان من شيء الا یسبح بحمده ولكن لاتفقهون تسبیحهم** یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد و تقدیس نہ کررہی ہو لیکن تم اس کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو اس بناء پر یہ باشعور

بصیراور سمیع عالم کائنات نے مخفی اور سریع تعلیم کے ذریعے اپنے فرائض منصبی کو لیا ہے اور اسے انجام دے رہا ہے

دوسری آیت کے بارے میں وہ کہتے ہیں: اگر یہ آیت کے ظاہری معنی کو محفوظ رکھیں تو یہ مذکورہ بالا دوسری بات سے زیادہ سازگار ہے اور نظام قوانین وسنن کے ایجاد اور خلق کرنے سے ذرا بھی مطابقت اور ربط نہیں رکھتا زمین کے اللہ تعالیٰ کے خصوصی تعلیم کے ذریعے ممکن ہوا اور اس میں لفظ وحی کے استعمال کے لیے اس امر کا مخفی اور سریع ہونا جواز کا باعث ہے۔ ان کی رائے میں اگر آسمانوں اور زمین کا صاحب شعور ہونا ثابت ہو جائے تو وحی اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے پہلی صورت میں لفظ وحی جو خلق و ایجاد کے معنی میں استعمال ہوا بطور مجاز استعمال ہوا ہیڈ اکٹر رامیار۔ اور حادی معرفت۔ نے ان دونوں آیات میں بالترتیب تقدیر یا تسخیر اور ترکیز غریزی فطری وحی کا مفہوم قرار دیا ہے حالانکہ یہ وحی کے مصادیق میں شمار ہوتے ہیں خود وحی مخفیانہ طریقے سے پیغام رسانی اور حکم کرنا ہے

پرویز نے پہلی آیت کے حوالے سے بیان کیا ہے:

اس آیت میں امر وحی (یا وحی امر) کے معنی مامور کرنے کے ہیں یعنی وہ قانون خداوندی جس کی رو سے خارجی کائنات کی ہر شے اپنے اپنے فرائض مفوضہ کی تکمیل میں سرگرداں ہے اسی کو سورہ نور میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کائنات کی ہر شے اپنی صلاۃ اور تسبیح کو جانتی ہے یہی وہ وحی ہے جو ان میں جاری وساری ہے یعنی امر خداوندی، خدا کا قانون اسی کے متعلق سورہ زلزال کی آیت بان ربک اوحی لھا ہے کائنات میں ہر شئی خدا کے امر (حکم) کے مطابق سرگرم عمل ہے یہ خدا کی وہ وحی ہے جو ہر شے میں از خود ودیعت کر دی گئی ہے اسی کو قانون فطرت کہتے ہیں۔ سعیدی روشن نے اس بارے میں اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

قوانین اور ایک نظام کو جہان خلقت میں اس طرح سے ایجاد اور خلق کرنا کہ ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک اپنے خصوصی کردار ادا کرتا رہے یہ چیز خالق کائنات کی طرف سے ان کی ہستی میں رکھ دی گئی ہے گویا اسے خفیانہ صورت میں ودیعت کیا ہے اور یہ وحی ہے اور اس مسائل میں استعارے کے لیے لفظ وحی کے مفہوم سے اتنی مماثلت کافی ہے

ظاہری طور پر سورہ زلزال کی آیت بان ربک اوحی لھا میں بھی وحی مذکورہ معنی یعنی تقدیر و تدبیر کائنات میں استعمال ہوا ہے

۱- مذکورہ اقوال کے نتیجے میں پہلی آیت میں دو معانی اور دوسری آیت میں وحی کا ایک معنی سامنے آیا ہے

۲- ہدایت تکوینی تقدیر و تدبیر نظام ہستی، تسخیر (یہ سب ایک مفہوم کی مختلف تعبیریں ہیں) اگر یہ معنی مراد ہو تو لفظ وحی یہاں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے

۳- آسمانوں میں وحی سے مراد اس میں رہنے والے فرشتوں کو وحی ہے اگر یہ معنی ہو تو پھر لفظ وحی اپنے حقیقی لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے مگر اس لفظ اہل کو تقدیر میں لینا پڑے گا جس کے لیے کوئی ٹھوس دلیل ہمارے پاس نہیں ہے لہٰذا ان آیات میں وحی کا پہلا معنی ہی آیا ہے

۴- اذیوحی ربك الى الملائكة انی معكم فثبتو الذين آمنوا

۵- جب تیرے پروردگار نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں جو لوگ ایمان لائے انہیں ثابت قدم رکھو اس آیت میں پروردگار عالم کی طرف سے فرشتوں کو وحی کی گئی ہے ملائکہ باشعور مخلوق ہیں لہٰذا ان کی طرف کسی بات کا خاص اور مخفی طریقے سے پہنچانا وحی کا لغوی مفہوم ہے اس لیے یہاں یہ وحی اپنے حقیقی مفہوم میں ہے جعفر سبحانی نے اسے القاء بر روح میں ذکر کیا

ہے

۶۔ واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا و ھم لایشعرون ۔ اور ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ تو انہیں آئیندہ ان کے اس کام سے باخبر کرے گا جبکہ وہ نہیں جانیں گے اس آیت میں بعض محققین نے اوحینا کو وحی تشریعی قرار دیا ہے اور بعض محققین نے القاء برروح اور الہام کا معنی مقرر کیا ہے

طبرسی لکھتے ہیں:

واوحینا الیہ یعنی الی یوسف قال الحسن اعطاہ اللہ النبوۃ وھو فی الجب والبشارۃ بالنجاۃ و الملک کان الوحی الیہ کالوحی الی سائر الانبیاء و قال مجاھد و قتادہ اوحی اللہ الیہ ونباہ و ھوافی الجب ۔ حسن کے بقول حضرت یوسف کو ہونے والے وحی دوسرے انبیاء کی وحی کی طرح ہے جبکہ مجاہد اور قتادہ نے اسے باخبر دینے اور آگاہ کرنے کے معنی میں لیا ہے

علامہ طباطبائی نے بھی اسے وحی نبوی قرار دیا ہے۔ جبکہ جعفر سبحانی نے اسے الہام رحمانی کے معنی میں لیا ہے۔ جنہوں نے الہام کے معنی میں لیا ہے ان کی نظر میں چونکہ اس وقت حضرت یوسف کو نبوت نہیں ملی تھی اس لیے یہ وحی وحی اصطلاحی نہیں ہے بلکہ یہ لفظ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوئی ہے چنانچہ دونوں صورتوں میں یہ لفظ اپنی حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے

مجموعی طور پر ان آیات میں دو مقام کے سوا دیگر موارد میں لفظ وحی اپنے لغوی اور حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے ان آیات سے یہ بھی نتیجہ نکلا ہے کہ تین مقامات حضرت زکریا کی اپنی قوم کی وحی شیاطین کی آپس میں وحی اور اپنے دوستوں کو وحی کے علاوہ باقی تمام موارد میں وحی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

حوالہ جات :فخرالدین رازی محمد بن عمر بن حسن،مفاتیح الغیب فی تفسیر القرآن المعروف بالتفسیر الکبیر،دارالحیاء التراث العربی،بیروت ج،ص. سبحانی جعفر منشور جاوید،ج ،ص،انتشارات توحیدقم ج ،ص. معرفت محمد ھادی التمہید فی علوم القرآن:موئسسہ النشر الاسلامی ج،ص. رامیارمحمود ڈاکٹر،تاریخ قرآن:مصباح قرآن ٹرسٹ،لاھورص ،. معرفت محمد ھادی التمہید فی علوم القرآن موئسسہ النشر الاسلامی جص، ،وہ لکھتے ھیں:الوحی الرسالی معنی رابع استعملہ القرآن فی اکثر من سبعین موضعاً. مصباح یزدی محمدتقی قرآنی معارف،سازمان تبلیغات اسلامی،تھرانج ،صوہ لکھتے ھیں کلمہ وحی اور اس کے مشتقات نزول قرآن سے متعلق تقریباً چالیس موارد میں استعمال ھوئے ھیں مثال کے طور پر شوریٰ،بنی اسرائیل. سورہ مریم آیت. راغب الاصفھانی:معجم المفردات الفاظ القرآن،دارالفکر للطباعہ دارلنشر والتوزیع،بیروت ص ،. الطبرسی ابوعلی الفضل بن الحسن،مجمع البیان فی تفسیر القرآن مکتبہ العلمیہ الاسلامیہ،ج،ص. الطبرسی ابوعلی الفضل بن الحسن،مجمع البیان فی تفسیر القرآن،مکتبہ العلمیہ الاسلامیہ،ج،ص. الزمخشری محمود بن عمر،الکشاف:دارالکتاب العربی بیروت ج،ص. الزمحشری محمود بن عمر،الکشاف:دارالکتاب العربی بیروت ج،ص. الطوسی،ابو جعفر محمد بن الحسن:التبیان فی تفسیر القرآن. ابن منظور محمد بن مکرم جمال الدین ابوالفضل:لسان العرب،مادہ وحی،نشر ادب الحوزۃ قم. صحیح البخاری بشرح الکرمانی،الجزء الاول،ص. الطبری ابوجعفر محمدبن جریر،جامع البیان عن تاویل آی القرآن :دارلمعارف مصر،ج،ص،. . رشید رضا محمد:تفسیر المنار دارالمعرفۃ بیروت،ج،ص،. طباطبائی محمد حسن المیزان فی تفسیر القرآن :دارالکتب الاسلامیہ تھران،ج،ص. سورہ مریم آیت . . . . . . سورہ آل عمران،آیت. سورہ نحل،آیت. الطبری،ابو جعفر محمد بن جریر :جامع البیان عن التاویل آی القرآن:جص،. الکشاف،ج،ص. الطبرسی ابوعلی الفضل بن الحسن،مجمع البیان ج،ص. الطبرسی ابوعلی الفضل بن الحسن:مجمع البیان ج،ص. ابن قیم جوزی ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب:مدارج السالکین :الجزاء

الاول،دارالکتاب الولی،بیروت،ص. صحیح البخاری بشرح الکرمانی،الجزاء الاول ص. الدین رازی محمد بن عمربن حسن:التفسیر الکبیر،ج،ص. رشید رضا محمد:تفسیر المنار،ج،ص،.... طباطبائی،محمد حسین:المیزان فی تفسیر القرآن،جص. طباطبائی،محمدحسین :المیزان فی تفسیر القرآن،ج،ص. معرفت،محمد ھادی! التمھید فی علوم القرآن،ج،ص. شاہ محمد کرم ضیاء القرآن،ضیاء القرآن پبلی کیشنزلاھورج،ص،. محمود حجازی محمد :التفسیر الواضح :الجزاء،مطبقہ الاستقلال الکبریٰ مصر،ص،ج. عزة دروزة محمد،التفسیر الحدیث السور مرتبة حسب النزول:داراحیاء الکتب العربیة،ج،ص . افغانی،شمس الحق،علوم القرآن مکتبہ الحسنلاھور. رامیار،محمود 'اکٹر،تاریخ قرآن ترجمہ انوار بلہرامی،مصباح القرآن ٹرسٹلاھور،ص،. جعفر سبحانی،منشور جاوید:موسسہ امام صادق ،ہ ش،ج،،ص. سعیدی روشن محمد باقر،تحلیل وحی ازدیدپاہ اسلام ومسیحیتموسسہ فرھنیی اندیشھص . سورہ طٰہٰآیات. قصص،آیت معرفت،محمد ھادی التمھید فی علوم القرآن ج،ص. انرمخشری محمود بن عمر،الکشاف. ابن قیم جوزی ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب،مدارج السالکین، الجزالاول، رشید رضا محمد،تفسیر المنار:ج،ص. شاہ محمد کرم،ضیاالقرآن،ج،ص،. جعفر سبحانی،منشور جاوید،ج،،ص. رامیار،محمود 'اکٹر،تاریخ قرآن،ص . سورہ مائدہ،آیت . حوالہ: پرویز غلام احمد،لغات القرآن ادارہ طلوع اسلام،لاھور،ص. حوالہ: پرویز غلام احمد: لغات القرآن ادارہ طلوع اسلام،لاھور،ص. راغب الاصفھانی،معجم مفردات الفاظ القرآن،ص. جامع البیان من تاویل آی القرآن،ج،ص. الکشاف ج،ص. مدارج السالکین،الجزالاول ص. منشور جاوید،ج،،ص. التفسیر الواضح،ج،ص. تاریخ قرآن ص . اصلاحی امین احسن:تدبر قرآن،دارالاشاعة الاسلامیہ،لاھور،ج،ص . تحلیل وحی ازدید پاہ اسلام و مسیحیت، انعام. انعام. جامع البیان عن تاویل آی القرآن: ج،ص،. مجمع البیان،ج،ص. مجمع البیان،ج،ص. الکشاف،ج،. التفسیر الکبیر:ج:ص. منشور جاوید:ج،،،ص،. تفسیر المیزان،ج،ص . التمھیدفی علوم القرآن،ج. ضیاء القرآن،ج،ص،. تحلیل وحی ازدید پاہ اسلام و مسیحیت ص. سورہ الناس. حٰم سجدہ،آیت. سورہ زلزال آیات،. السیوطی جلال الدین عبدالرحمن ابن ابی بکر: الدر المنشور فی التفسیر بالماثورج،ص . تفسیر المیزان،ج،ص. آلوسی،ابوالفضل شھاب الدین السید محمود: روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی،دارالاحیاء التراث العربی،بیروت،ج،ص. التبیان فی تفسیر القرآن:ج،ص،،. منشور جاوید،ج،،ص،. تاریخ قرآن: ص،. التمھید فی علوم القرآن:ج،ص،. پرویز غلام احمد لغات القرآن،ادارہ طلوع اسلاماپریل لاھور،ص. تحلیل وحی ازدید پاہ اسلام و مسیحیت،ص. انفال. منشور جاوید:ج ،ص . یوسف،. مجمع البیان فی تفسیز القرآن : ج،ص. المیزان فی تفسیر القرآن : ج،ص،،. منشور جاوید :ج،،ص،

حقیقت اور ضرورت

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں آزمائش کے لیے بھیجا ہے اور اس کے ذمے کچھ فرائض عائد کر کے پوری کائنات کو اس کی خدمت میں لگا دیا ہے لہٰذا دنیا میں آنے کے بعد انسان کے لیے دو کام ناگزیر ہیں، ایک یہ کہ اس کائنات سے اور اس میں پیدا کی ہوئی اشیاء سے ٹھیک ٹھیک کام لے اور دوسرے یہ کہ اس کائنات کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو مد نظر رکھے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ ان دونوں کاموں کے لیے انسان کو علم کی ضرورت ہے، اس لیے کہ جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی کونسی چیز کے کیا خواص ہیں؟ ان سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟ اس وقت تک وہ دنیا کی کونسی بھی چیز اپنے فائدے کے لیے استعمال نہیں کر سکتا نیز اسے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟ وہ کونسے کاموں کو پسند اور کن کاموں کو ناپسند فرماتا ہے؟ اس وقت تک اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ تین چیزیں ایسی پیدا کی ہیں جن کے

ذریعے اسے مذکورہ بالا باتوں کا علم حاصل ہوتا رہے، ایک انسان کے حواس یعنی آنکھ، کان، منہ اور ہاتھ پاؤں دوسرے عقل اور تیسرے وحی، چنانچہ انسان کو بہت سی باتیں اپنے حواس کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں، بہت سی عقل کے ذریعے اور جو باتیں ان دونوں ذرائع سے معلوم نہیں ہو سکتیں ان کا علم وحی کے ذریعے عطا کیا جاتا ہے۔ جہاں تک حواس خمسہ کام دیتے ہیں وہاں تک عقل کوئی رہنمائی نہیں کرتی اور جہاں تک حواس خمسہ جواب دے دیتے ہیں وہیں سے عقل کا کام شروع ہوتا ہے، لیکن اس عقل کی رہنمائی بھی غیر محدود نہیں ہے یہ بھی ایک حد تک جا کر رک جاتی ہے اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا علم نہ حواس کے ذریعے ہو سکتا ہے اور نہ عقل کے ذریعے، کسی چیز کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس کو کس طرح استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور کس طرح استعمال کرنے سے ناراض ہوتے ہیں، اس علم کا جو ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے وہ "وحی" ہے اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو منتخب فرما کر اسے پیغمبر قرار دیتے ہیں اور اس پر اپنا کلام نازل فرماتے ہیں اسی کلام کو وحی کہا جاتا ہے۔ صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں؛ بلکہ اس کی ہدایت کے لیے وحی ایک ناگزیر ضرورت ہے اور چونکہ بنیادی طور پر وحی کی ضرورت پیش ہی اس جگہ آتی ہے جہاں عقل کام نہیں دیتی اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہی ہو جائے بلکہ جس طرح کسی چیز کا رنگ معلوم کرنا عقل کا کام نہیں بلکہ حواس کا کام ہے اسی طرح بہت سے دینی عقائد کا علم عطا کرنا بھی عقل کے بجائے وحی کا منصب ہے اور ان کے ادراک کے لیے نری عقل پر بھروسہ کرنا درست نہیں؛ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر ایمان ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس نے اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا بلکہ ان کی رہنمائی کے لیے کوئی باقاعدہ نظام ضرور بنایا ہے بس رہنمائی کے اسی باقاعدہ نظام کا نام وحی اور رسالت ہے، اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ وحی محض ایک دینی اعتقاد ہی نہیں بلکہ ایک عقلی ضرورت ہے جس کا انکار درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا انکار ہے، یہ وحی اللہ تعالیٰ نے ان ہزاروں پیغمبروں پر نازل فرمائی جنھوں نے اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کی ہدایت کا سامان کیا؛ یہاں تک کہ حضور اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی۔

وحی کی اقسام، متلو اور غیر متلو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی وہ دو قسم کی تھی،

ایک تو قرآن کریم کی آیات جن کے الفاظ اور معنی دونوں اللہ کی طرف سے تھے اور جو قرآن کریم میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی گئیں کہ ان کا ایک نقطہ اور شوشہ بھی نہ بدلا جاسکا ہے اور نہ بدلا جاسکتا ہے، اس وحی کو علماء کی اصطلاح میں "وحی متلو" کہا جاتا ہے یعنی وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

دوسری قسم اس وحی کی ہے جو قرآن کریم کا جز نہیں بنی؛ لیکن اس کے ذریعہ آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے ہیں اس وحی کو "وحی غیر متلو" کہتے ہیں یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، عموماً وحی متلو یعنی قرآن کریم میں اسلام کے اصول عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اکتفا، کیا گیا ہے ان تعلیمات کی تفصیل اور جزوی مسائل زیادہ تر وحی غیر متلو کے ذریعے عطا فرمائے گئے یہ وحی غیر متلو صحیح احادیث کی شکل میں موجود ہے اور اس میں عموماً صرف مضامین وحی کے ذریعے آپ پر نازل کیے گئے ہیں ان مضامین کو تعبیر کرنے کے لیے الفاظ کا انتخاب آپ نے خود فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم)
"اور نہ آپ اپنی خواہشِ نفسانی سے باتیں بناتے ہیں، ان کا ارشاد تری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے"۔
نیز ارشاد خداوندی ہے: "اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَايُوْحٰى اِلَيَّ" (یونس)
بس میں تو اسی کی اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔
ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اُوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ"۔

(مسند احمد، حدیث مقدام بن معدی کرب)

"مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی تعلیمات بھی"
اس میں قرآن کریم سے مراد وحی متلو ہے اور دوسری تعلیمات سے مراد وحی غیر متلو ہے۔

حفاظت وحی

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:
"اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّكْرَ وَاِنَّالَه لَحَافِظُوْنَ" (الحجر)
ترجمہ: "ہم نے ہی اس ذکر (وحی) کو نازل فرمایا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔

نزول وحی کے طریقے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی، صحیح بخاری کی ایک حدیث میں مروی ہے:
عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَاأَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا ۔ (بخاری، باب بدء الوحی، حدیث نمبر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کے ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کے آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صورت میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو جو کچھ اس آواز نے کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آجاتا ہے، پھر مجھ سے بات کرتا ہے، جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے سخت سردی کے دن میں آپ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے (ایسی سردی میں بھی) جب وحی کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو آپ کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہو چکی ہوتی تھی۔

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کا سانس رکنے لگتا چہرۂ انور متغیر ہو کر کھجور کی شاخ کی طرح زرد پڑ جاتا، سامنے کے دانت سردی سے کپکپانے لگتے اور آپ کو اتنا پسینہ آتا کہ اس کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد)

وحی کی اس کیفیت میں بعض اوقات اتنی شدت پیدا ہو جاتی کہ: إِنْ كَانَ لَيُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ فَيَضْرِبُ حِزَامُهَا مِنْ ثِقَلِ مَا يُوحَى إِلَيْهِ ۔ (فتح الباری)

اگر وحی اس حالت میں آتی کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے تو وحی کے بوجھ سے اونٹنی بیٹھ جاتی۔

بعض اوقات اس وحی کی ہلکی ہلکی آواز دوسروں کو بھی محسوس ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرۂ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔

(بیہقی، ابواب کیفیۃ نزول الوحی)

وحی کی دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیتا تھا، ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔

(مصنف بن ابی شیبہ، ماذکر فی عائشۃ رضی اللہ عنہ)

وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی انسانی شکل اختیار کیے بغیر اپنی اصل صورت میں دکھائی دیتے تھے، لیکن ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر میں صرف تین مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ اس وقت جب آپ نے خود حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی، دوسری مرتبہ معراج میں اور تیسری بار نبوت کے بالکل ابتدائی زمانے میں مکہ مکرمہ کے مقام اَجیاد پر، پہلے دو واقعات تو صحیح سند سے ثابت ہیں، البتہ یہ آخری واقعہ سنداً کمزور ہونے کی وجہ سے مشکوک ہے۔ (فتح الباری)

وحی کی چوتھی صورت یہ تھی کہ آپ کو نزول قرآن سے قبل سچے خواب نظر آیا کرتے تھے جو کچھ خواب میں دیکھتے بیداری میں ویسا ہی ہو جاتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ۔ (بخاری، حدیث نمبر باب بدء الوحی)

آپ پر وحی کی ابتداء نیند کی حالت میں سچے خوابوں سے ہوئی اس وقت جو آپ خواب میں دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا نکلتا۔

وحی کی پانچویں صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی بھی صورت میں سامنے آئے بغیر آپ کے قلب مبارک میں کوئی بات القاء (ڈالنا) فرما دیتے تھے اسے اصطلاح میں "نفث فی الروع" کہتے ہیں: جیسے حدیث پاک میں ہے: وَإِنَّ الرُّوحَ الْأَمِينَ قَدْ نَفَثَ فِي رَوْعِي أَنَّهُ لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ حَتّٰى تُسْتَوْفِي رِزْقُهَا فَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ ۔ (شعب الایمان)

حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں بات ڈالی ہے کہ کوئی نفس مرتا نہیں یہاں تک کہ اس کا رزق مکمل ہو جائے، لہٰذا تلاش رزق میں اعتدال اختیار کرو۔

اس کے علاوہ نزول وحی کی اور بھی صورتیں ہیں اختصاراً یہاں چند صورتوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

تدریجی نزول

سارے قرآن کریم کو ایک دفعہ نازل کرنے کے بجائے تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل کیا گیا؟ یہ سوال خود مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا، باری تعالیٰ نے اس سوال کا جواب خود ان الفاظ میں دیا ہے: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۝ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا" (الفرقان)

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ: ان پر سارا قرآن ایک ہی دفعہ میں کیوں نازل نہیں کر دیا گیا؟ (اے پیغمبر!) ہم نے ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہارا دل مضبوط رکھیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوایا ہے اور جب کبھی یہ لوگ تمہارے پاس کوئی انوکھی بات لے کر آتے ہیں، ہم تمہیں (اس کا) ٹھیک ٹھیک جواب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ عطا کر دیتے ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں قرآن کریم کے تدریجی نزول کی جو حکمتیں بیان فرمائی ہیں یہاں ان کا خلاصہ سمجھ لینا کافی ہے، فرماتے ہیں کہ اگر پورا قرآن ایک دفعہ نازل ہو جاتا تو تمام احکام کی پابندی فوراً لازم ہو جاتی اور یہ اس حکیمانہ تدریج کے خلاف ہوتا جو شریعت محمدی میں ملحوظ رہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے ہر روز نئی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں، جبرئیل علیہ السلام کا بار بار قرآن کریم لے کر آنا ان اذیتوں کے مقابلے کو آسان بنا دیتا تھا اور آپ کی تقویت قلب کا سبب بنتا تھا۔

قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ لوگوں کے سوالات کے جوابات اور مختلف واقعات سے متعلق ہے اس لیے ان آیتوں کا نزول اسی وقت مناسب تھا جس وقت وہ سوالات کئے گئے، یا وہ واقعات پیش آئے؛ اس سے مسلمانوں کی بصیرت بھی بڑھتی تھی اور قرآن کریم کی غیبی خبریں بیان کرنے سے اس کی حقانیت اور زیادہ آشکار ہو جاتی تھی۔ (تفسیر کبیر، مطبوعہ بیروت)

❀—❀❀—❀
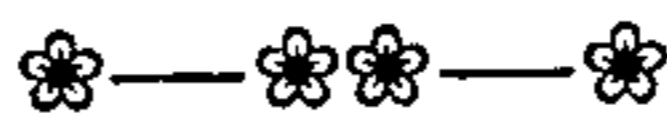
باب 1: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ)

نبی اکرم ﷺ پر وحی کے نزول کا آغاز کیسے ہوا؟ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (کی تشریح) "(اے رسول!) ہم نے تمہاری طرف وحی نازل کی (اسی طرح) جیسے تم سے پہلے نوح اور اس کے بعد آنے والے انبیاء کی طرف نازل کی تھی۔"

شرح

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ۔ (النساء، ۱۶۳)

(اے حبیب!) بیشک ہم نے آپ کی طرف (اُسی طرح) وحی بھیجی ہے جیسے ہم نے نوح (علیہ السلام) کی طرف اور ان کے

بعد (دوسرے) پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم واسماعیل اور اسحاق و یعقوب اور (ان کی) اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) کی طرف (بھی) وحی فرمائی، اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو (بھی) زبور عطا کی تھی۔

بیان وحی اور آیت کے شان نزول کا بیان

شان نزول: یہود و نصاریٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان پر حجت قائم کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا بکثرت انبیاء ہیں جن میں سے گیارہ کے اسماء شریفہ یہاں آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں اہل کتاب ان سب کی نبوت کو مانتے ہیں ان سب حضرات میں سے کسی پر یکبارگی کتاب نازل نہ ہوئی تو جب اس وجہ سے ان کی نبوت تسلیم کرنے میں اہل کتاب کو کچھ پس و پیش نہ ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے اور مقصود رسولوں کے بھیجنے سے خلق کی ہدایت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت کا درس دینا اور ایمان کی تکمیل اور طریق عبادت کی تعلیم ہے کتاب کے متفرق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد بروجہ اتم حاصل ہوتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا بہ آسانی دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنا کمال حماقت ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نساء، لاہور)

وحی کے مفاہیم کا بیان

لغت عربی میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے جیسے **فاوحی الیھم ان سبحوا بکرۃ وعشیا** ۔ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کیا کریں اور اس کا اطلاق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے۔ بطریق الہام کسی چیز کو دل میں ڈال دینے کو بھی وحی کہتے ہیں جیسے **واوحینا الی ام موسیٰ** ۔ نیز اپنے طبعی اور عزیزی فرائض کی انجام دہی کے لئے جو ہدایت کسی کو فطری طور پر اپنے خالق کی طرف سے ہوتی ہے اسے بھی وحی کہا جاتا ہے جیسے اوحی ربک الی النحل۔ اور کسی کو پراسرار طریقہ سے کسی امر کی تعلیم دینے کو بھی وحی کہتے ہیں۔ جیسے **شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض** ۔ اور انبیا کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو وحی کی جاتی ہے اس کا مفہوم یہ ہے **وحی اللہ الی انبیاۂ ھو ما یلقیہ الیھم من العلم الضروری الذی یخفیہ عن غیرھم بعد ان یکون اعدا رواحھم لیلقیہ بواسطۃ الملک او بغیر واسطۃ** (المنار) ترجمہ: اس علم یقینی اور قطعی کو وحی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں سے پنہاں اپنے انبیاء کے دلوں میں القا فرماتا ہے۔ جن کے ارواح طیبہ کو اس نے پہلے سے اس علم کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا ہوتا ہے۔

یہ القا کبھی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتا ہے اور کبھی بلاواسطہ براہ راست۔ وحی کی حقیقت ذہن نشین کر لینے کے بعد اب آیت پر غور فرمائیے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو یہود بڑے شک کی نگاہ سے دیکھتے اور بہت حیران ہوتے تھے کہ یہ کیونکر نبی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ سے پہلے اور انبیا بھی مبعوث ہوئے اور ان پر اللہ کی وحی نازل ہوئی ہے اور جب وہ ان کی نبوت اور ان پر نزول وحی کو تسلیم کرتے ہیں تو آپ کو کیوں نبی نہیں مانتے۔ چند انبیا کے اسماء گرامی ذکر کر دیئے تا کہ انہیں مجال انکار نہ رہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، سورہ نساء، لاہور)

نیت کے اعتبار سے ثواب ملنے کا بیان

1-حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصِ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

✧✧ علقمہ بن وقاص لیثی فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو برسر منبر یہ بیان کرتے ہوئے سنا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے" اعمال (کی صحت/اجروثواب) کا دارومدار نیت پر ہے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (کی رضا کے حصول) کے لیے ہجرت کرے گا۔ تو (اجروثواب کے اعتبار سے) اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (ہی شمار) ہوگی اور جس شخص نے (کسی) دنیاوی مقصد کے حصول یا کسی عورت سے نکاح کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوئی جس طرف اس نے ہجرت کی تھی۔ (یعنی جو اس نے نیت کی تھی اس کے مطابق اس کو بدلہ ملے گا۔)"

نیت کے معنی کا بیان

قاموس میں ہے کہ نیت کا معنی ہے ارادہ کرنا یا کسی چیز کا ارادہ کرنا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کسی کام کی طرف دل کو متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے۔

(مرقات، ج ا، ص ۴۰، مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ ابن نجیم المصری الحنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں اعمال سے پہلے "حکم" مضاف مقدر مانیں گے اور معنی یہ ہوگا کہ عمل کی قبولیت یا مردودیت کا حکم نیت کے ساتھ ہے یعنی اگر نیت اچھی ہے تو نیک عمل مقبول باعث ثواب ہوگا اور اگر نیت بری ہوئی تو عمل مردود باعث عذاب ہوگا۔ (الاشباہ)

عرف اور اعتبار نیت کا بیان

فقہاء اسلام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو حرام زادہ یا حرامی کہتا ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل یہ کہے کہ حرام

حدیث 1 : اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6311' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1907' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 2201' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث: 1647' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 75" اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 4227' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 168' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4868' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 142' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4736' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 181' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 40' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 37' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 28

سے میری نیت حرمت یا کرامت تھی تو اس کی اس نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ عرف میں یہ لفظ گالی یا حرام اولاد کے لئے متعین ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کلام کرتا ہے جو عرف میں توہین کے لئے معین ہو تو اسکی تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔ علامہ سید محمد امین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

قاعدہ فقہیہ

جو چیز توہین کی دلیل ہو تو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ توہین کی نیت نہ کی ہو۔ (ردالمحتار، ج ۳، ص ۲۹۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔ اے ایمان والو: (اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے) راعنا نہ کہو۔ (البقرہ ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت فرمایئے اور ہماری طرف توجہ اور التفات فرمایئے جب کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس موقع پر راعنا کہتے تھے۔ جبکہ یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کے لئے تھا اور اس کا معنی تھا سنو: تمہاری بات نہ سنی جائے۔ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ پہلے تو ہم صرف ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے اب ہم سر عام ان کو بددعا دیں گے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے راعنا کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کی لغت کا علم تھا انہوں نے جب ان سے یہ لفظ سنا تو کہا کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو، اور اگر آئندہ میں نے تم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا لفظ سنا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا تو یہود نے کہا کیا تم یہ لفظ نہیں کہتے ہو تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو: تم بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ راعنا نہ کہو۔

(الجامع لاحکام القرآن، ج ۲، ص ۵۷، مکتبہ انتشارات ایران)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ الفاظ جو معاشرے میں توہین کے لئے معین ہوں ان کا استعمال جائز نہیں اور اگر کسی نے شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے الفاظ کہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی قسم: تو اس نے کہا، اللہ، رسول اللہ سے ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیا اسے بتایا گیا کہ اے دشمن خدا: تو کیا کہہ رہا ہے تو اس نے اس سے بھی زیادہ برا کلام کیا پھر اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی تھی (کیونکہ بچھو بھی تو اللہ کا بھیجا ہوا ہے) تو اس پر ابن سلیمان نے کہا کہ اس کو قتل کرنے میں، میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف گواہی دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔ (الشفاء، ج ۲، ص ۱۹۱، مکتبہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

نیت کے مشروع ہونے کی وجہ

عبادات کو عادات سے ممتاز کرنا اور اسی طرح بعض عبادات کو بعض عبادات پر امتیاز و فوقیت کا ظاہر ہونا۔ جس طرح مسجد میں بیٹھنا اگر عادت کے طور پر ہو تو صرف آرام حاصل ہوگا اور اگر مسجد میں بیٹھنے والا ثواب کے حصول کا قصد و ارادہ کرے تو اسے آرام اور ثواب دونوں چیزیں حاصل ہونگی۔ (الاشباہ)

حصول ثواب کے لئے عمل پر قادر ہونا

۱- اگر کوئی شخص عنین (مقطوع الذکر) ہو اور وہ یہ نیت کرے کہ وہ زنا نہ کرے گا تو اسے اس نیت کا ثواب نہ ہوگا کیونکہ وہ عمل پر قادر ہی نہیں۔

۲- اسی طرح اگر کوئی نابینا شخص یہ نیت کرے کہ وہ غیر محرم کو نہ دیکھے گا تو اسے بھی اس نیت پر ثواب نہ ملے گا کیونکہ وہ دیکھنے سے بھی قاصر ہے۔

نیت کے قائم مقام ظاہری عمل کا اعتبار

قصاص قاتل کے ارادے کے ساتھ موقوف ہوتا ہے۔ لیکن فقہاء فرماتے ہیں کہ نیت یا ارادہ امر باطنی ہے لہٰذا نیت کے قائم مقام آلہ قتل ہوگا اور اگر قاتل نے ایسی چیز سے قتل کیا جو عرف میں جسم کے اجزاء کو جدا کرنے والی ہو تو یہ قتل عمد ہوگا اور قصاص واجب ہوگا اور اگر آلہ قتل ایسا نہیں ہے تو قتل شبہ عمد ہوگا اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک قصاص نہ ہوگا (الاشباہ)

نیت میں اخلاص ہونے یا نہ ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کی نیت محض آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی اور اس کی پریشانیوں کو جمع کر کے اطمینان خاطر بخشتا ہے نیز اس کے پاس دنیا آتی ہے لیکن اس کی نظر میں اس دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ یعنی کسی بھی علمی یا عملی کار خیر کو اختیار کرنے کے سلسلے میں جس شخص کی نیت اور اصل مقصد، محض رضائے مولیٰ اور ثواب آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قدر کفایت پر قانع و صابر بنا کر اور زیادہ طلبی کی محنت و مشقت کے کشت ورنج سے بچا کر قلبی غنا عطا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات سے بے نیاز اور مستغنی ہو جاتا ہے کہ ریاء کاری کے ذریعہ لوگوں سے مال و جاہ اور عزت و منفعت حاصل کر کے آخرت کا نقصان و خسران مول لے۔ نیز اللہ تعالیٰ حصول معاش اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے سلسلے میں ان کی پریشانیوں، الجھنوں اور ذہنی انتشار و تفکرات کو سمیٹ کر خاطر جمعی میں تبدیل کر دیتا ہے، بایں طور کہ اس کو ایسی جگہوں اور ایسے ذرائع سے اسباب معیشت مہیا فرما دیتا ہے جن کے بارے میں اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا اور اس کے معاملات کو اس طرح استوار فرما دیتا ہے کہ اس کا وہم و گمان بھی اس کو نہیں ہوتا اور پھر ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہے ہوتا ہے کہ اس شخص کی نظر میں دنیا اور دنیا بھر کی نعمتیں اور لذتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، وہ دنیا سے دامن بچاتا ہے اور دنیا اس کے قدموں میں کھنچی چلی آتی ہے، اس کی ضروریات زندگی اور معیشت کے وہ اسباب جو اس کے لئے مقدر ہیں، بغیر کسی محنت و مشقت کے بغیر کسی سعی و کوشش کے اور بغیر کسی ذلت و خواری کے اس کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اور جس شخص کی نیت اور اصل مقصد، دنیا کی طلب ہو یعنی جس شخص پر دنیا اس حد تک سوار ہو جائے کہ وہ اعمال خیر کو بھی محض دنیا کے حصول کا واسطہ بنانا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا فقر و احتیاج، اس کی آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت و خواری میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ اپنے فقر و افلاس اور محتاجگی کو نظر آنے والی چیز کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے۔ اور اس کو ہر معاملہ میں

پراگندہ خاطر اور ذہنی انتشار و تفکرات کا شکار بنا دیتا ہے نیز دنیا بھی اس کو صرف اسی قدر ملتی ہے جتنا کہ اللہ نے اس کے لئے مقدر کر دیا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث 1250)

نیز احمد اور دارمی نے اس روایت کو ابان سے اور انہوں نے زید بن ثابت سے نقل کیا ہے۔ تشریح مطلب یہ ہے کہ اعمال کے نتائج و آثار ہونے کا مدار نیت پر ہے، جس شخص کے پیش نظر صرف آخرت کا مفاد ہوتا ہے اور جو اپنے اعمال کے تئیں مخلص و صادق ہوتا ہے، وہ آخرت کی سعادتوں اور نعمتوں کا مستحق تو ہو ہی جاتا ہے، اس دنیا میں بھی اس کو اپنے تمام معاملات زندگی میں اطمینان و عافیت اور خاطر جمعی کی دولت حاصل رہتی ہے، نیز اس کو اس کا رزق نہایت آسانی اور آسودگی کے ساتھ پہنچتا ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص محض دنیا کی طلب و چاہ رکھتا ہے اور اپنے اعمال کو وسیلہ آخرت بنانے کے بجائے دنیاوی مال و زر اور دنیاوی نعمتوں کا وسیلہ و ذریعہ بناتا ہے اس کو آخرت میں تو اس کی سزا بھگتنی ہوگی، اس دنیا میں بھی اس پر اس برائی کا یہ وبال پڑتا ہے کہ وہ خاطر جمع اور اطمینان و سکون کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے، ہر وقت طرح طرح کی پریشانیوں اور مختلف تفکرات کی وجہ سے حیران و سرگردان رہتا ہے، نیز اس کو وہ رزق تو ضرور ملتا ہے جو اس کے مقدر میں ہے مگر اس کے حصول کے لئے بھی اس کو نہایت محنت و مشقت اور پریشانی و کشت برداشت کرنا پڑتی ہے۔

گھنٹی کی آواز کی طرح آواز وحی ہونے کا بیان

2- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَاَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا

✧✧ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں ایک مرتبہ حارث بن ہشام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ پر وحی (کے نزول) کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "کبھی گھنٹی کی آواز کی طرح (وحی نازل) ہوتی ہے اور یہ وحی کی سب سے زیادہ سخت قسم ہے جب وہ آواز بند ہوتی ہے تو جو اس (فرشتے نے) کہا ہوتا ہے میں اسے یاد

حدیث 2: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3043' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3634' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:933' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:475' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:25291' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:38' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:5213' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:1005' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:13120' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم :3343' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:256' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم:754

کر لیتا ہوں۔ کبھی فرشتہ انسانی شکل میں آ کے مجھ سے گفتگو کرتا ہے اور میں اس کے بیان کردہ (الفاظ) یاد کر لیتا ہوں۔"

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: "میں نے سخت سردی کے موسم میں دیکھا ہے جب آپ ﷺ پر نزول وحی کی کیفیت ختم ہوتی تھی تو آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینے کے قطرے چمک رہے ہوتے تھے"۔

3- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ

فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ

حدیث 3: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4670' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:160' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:26601' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:33' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:4843' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:17499' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1469' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:840' اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3066' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:161' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3325' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:14523' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11631' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:13113' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1693

لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ

بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ اِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَآءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَآئَنِيْ بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (يَآ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ) فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ

تَابَعَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَاَبُوْ صَالِحٍ وَّتَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَّقَالَ يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهٗ

✧✧ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وحی کے آغاز میں سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی بات خواب میں دیکھتے وہ اگلے دن سامنے آ جاتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت تنہائی کی طرف مائل کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس آئے بغیر کئی کئی دن تک غارِ حرا میں عبادت میں مشغول رہتے تھے اس دوران کھانے پینے کا سامان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتا تھا پھر کئی دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے اور وہ مزید سامان تیار کر دیتی تھیں (یہی معمول جاری رہا) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حق (قرآن) آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں موجود تھے فرشتہ آیا اور بولا: ''پڑھیے!'' (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں میں نے اس سے کہا: ''میں نہیں پڑھوں گا۔'' (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اس نے مجھے پکڑ کے (گلے لگا کے) زور سے دبایا اور پھر چھوڑ کے بولا: ''پڑھیے!'' میں نے اس سے دوبارہ کہا ''میں نہیں پڑھوں گا۔'' اس فرشتے نے دوبارہ مجھے (گلے لگا کے) زور سے دبایا اور پھر چھوڑ کے بولا ''پڑھیے!'' میں نے پھر کہا ''میں نہیں پڑھوں گا'' اس نے تیسری مرتبہ پھر (مجھے گلے لگا کے) زور سے دبایا اور بولا: ''پڑھیے! اپنے اس پروردگار کے نام (کی برکت) کے ساتھ جس نے پیدا کیا (وہ پروردگار) جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔'' (ام المومنین فرماتی ہیں) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (غارِ حرا سے) واپس روانہ ہوئے (تو وحی کے نزول کی شدت کی وجہ سے) آپ کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو چکی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا: ''مجھے کچھ اوڑھنے کے لیے دو'' ''مجھے کچھ اوڑھنے کے لئے دو''، پھر جب آپ کی طبیعت پُرسکون ہوئی تو آپ نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا ماجرا سنایا اور فرمایا: ''مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے'' تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''ہرگز نہیں' اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ کبھی بھی آپ کو رسوائی کا شکار نہیں ہونے دے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں' محتاجوں کی حاجت روائی کرتے ہیں' مہمان نواز ہیں اور حادثات میں (لوگوں کی) مدد کرتے ہیں''۔

(اس کے بعد) سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زاد بھائی' ورقہ بن نوفل' کے پاس لے گئیں۔ یہ صاحب زمانہ جاہلیت میں نصرانیت اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کے پاس انجیل کا کچھ حصہ عبرانی زبان میں' تحریری شکل میں محفوظ تھا۔ اس وقت ورقہ' نہایت عمر رسیدہ ہو چکے تھے اور ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔

سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: ''اے میرے چچا زاد! اپنے بھتیجے کی بات سنیے''۔ ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''بھتیجے آپ کے ساتھ کیا ماجرا پیش آیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سارا ماجرا سنایا' یہ سن کر ورقہ بولے: 'یہ وہی فرشتہ ہے جسے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ اے کاش! میں اب جوان ہوتا' اور کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ (ﷺ) کی قوم آپ (ﷺ) کو (آپ کے آبائی وطن سے) نکلنے پر مجبور کر دے گی''۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ''کیا یہ لوگ مجھے (مکہ سے) نکلنے پر مجبور کر دیں گے''۔ ورقہ نے کہا: ''جی ہاں! آپ کی طرح' جب کبھی کوئی بھی نبی (اللہ کا پیغام لے کر اپنی قوم کے پاس) آیا تو ہمیشہ اس کی مخالفت کی گئی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا (جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دے گی) تو آپ (ﷺ) کی بھرپور مدد کروں گا''۔ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی کے نزول کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

(ایک اور روایت کے مطابق) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما وحی کے نزول کے انقطاع کا ذکر کرتے ہوئے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''ایک دن میں کہیں جا رہا تھا کہ اسی دوران آسمان کی طرف سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے نظر اٹھا کے دیکھا تو جو فرشتہ غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا' وہی فرشتہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ میں اسے دیکھ کر مرعوب ہوا اور (وہیں سے) گھر واپس آ گیا۔ (گھر واپس آ کر میں نے خدیجہ سے کہا:) مجھے کچھ اوڑھنے کے لیے دو' مجھے کچھ اوڑھنے کے لیے دو' (خدیجہ نے مجھے چادر اوڑھنے کے لیے دی جو میں نے اوڑھ لی) اسی وقت اللہ تعالیٰ نے (سورۃ المدثر کی یہ آیات مبارکہ بطور) وحی نازل فرمائیں۔

''اے چادر اوڑھنے والے! اٹھو اور (لوگوں کو اپنے پروردگار کے عذاب سے) ڈراؤ' اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو' اپنا لباس پاک و صاف رکھو اور بتوں سے دور رہو''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد وحی کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ایک روایت میں یونس اور معمر نامی راوی نے لفظ (فؤادہ کی جگہ) بوادرہ نقل کیا ہے۔

4- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اَبِي عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ) قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً وَّكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَنَا اُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ اَنَا اُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَاَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُّحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ) قَالَ جَمْعُهُ لَكَ فِيْ صَدْرِكَ وَتَقْرَاَهُ (فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ) قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَاَنْصِتْ (ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا اَنْ تَقْرَاَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ فَاِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَاَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَاَهُ

✧✧ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''(اے حبیب ﷺ!) تم جلدی یاد کرنے کے لیے' اپنی زبان کو حرکت نہ دو''۔

حدیث 4: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4643' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:448' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3329' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:935' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1910' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:39' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:1007' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:12297' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2628' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 527

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمااس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے نزول کے وقت جلدی یادکرنے کے لیےاپنی زبان مبارک کو بہت تیزی سے حرکت دیتے تھے۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے اپنے شاگردوں کومخاطب کرکے فرمایا) میں تمہیں اپنے ہونٹوں کوحرکت دے کے دکھاتا ہوں کہ کس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹوں کوحرکت دیتے تھے۔(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد) سعید بن جبیر فرماتے ہیں' میں آپ کو ہونٹوں کوحرکت دے کے دکھاتا ہوں۔ بالکل اسی طرح جیسے میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ہونٹوں کوحرکت دیتے ہوئے دیکھاتھا۔

(سیّدنا ابن عباس' فرماتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ اپنی زبان کوحرکت دیتے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا۔(''اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) اس (وحی) کوجلدی یادکرلینے کے لیےتم اپنی زبان کواس کے ساتھ ساتھ حرکت نہ دو۔اس کوجمع کرنا اوراس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے''۔

(سیّدنا ابن عباس تفسیر فرماتے ہیں اس آیت میں) ''جمع کرنے'' کا مطلب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس میں قرآن مجید کو محفوظ کرنا ہےاور''پڑھنے'' کا مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاوت کلام پاک کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔

(مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے) ''جب ہم اسے پڑھ چکیں تو اس وقت تم اس پڑھے ہوئے کی پیروی کرو''۔(سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر فرماتے ہیں) یعنی اسے غور سے سنواور خاموش رہو۔

(مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے) ''پھراس (قرآن) کو(مزید وضاحت کے ساتھ) بیان کرنا' ہمارے ذمہ ہے''۔(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر فرماتے ہیں) یعنی تمہارا تلاوت قرآن کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) اس آیت کے نزول کے بعد جب کبھی حضرت جرائیل امین (وحی لےکر) آتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اس وحی کو) غور سے سنتے۔پھر جب حضرت جرائیل امین تشریف لے جاتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ان آیات کو) اسی طرح پڑھتے جیسے حضرت جرائیل امین نے (وہ آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے) پڑھ کرسنائی تھیں۔

5- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح و حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ نَحْوَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی انسان تھے' رمضان المبارک کے مہینے

حدیث 5: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1803' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2308' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:2095' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2616' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3440' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:1889' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:2405' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8298' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2552' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:292

میں آپ (ﷺ دیگر مہینوں کی بہ نسبت) زیادہ سخاوت کیا کرتے تھے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان المبارک کے مہینے میں روزانہ رات کے وقت آپ ﷺ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہ قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ بھلائی کے حوالے سے آپ ﷺ ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کا مظاہرہ فرماتے تھے۔''

6- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَيْهِ فِيْ رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيْهَا اَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ فَاَتَوْهُ وَهُمْ بِاِيْلِيَاءَ فَدَعَاهُمْ فِيْ مَجْلِسِهٖ وَحَوْلَهٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالَ اَبُو سُفْيَانَ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ نَسَبًا فَقَالَ اَدْنُوْهُ مِنِّيْ وَقَرِّبُوْا اَصْحَابَهٗ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهٖ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهُمْ اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ فَاِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ اَنْ يَّاْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ اَوَّلَ مَا سَاَلَنِيْ عَنْهُ اَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهٗ فِيْكُمْ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ اَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهٗ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ فَقُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ لَّا نَدْرِيْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ سِجَالٌ يَّنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ قَالَ مَاذَا يَاْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهٗ سَاَلْتُكَ عَنْ نَّسَبِهٖ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْ نَسَبٍ فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَّاْتَسِيْ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا قُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اَبِيْهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ فَذَكَرْتَ اَنَّ ضُعَفَاءَهُمُ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ اَمْرُ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ اَيَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَاَلْتُكَ بِمَا

حدیث 6: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4278' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1773' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 5136' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 2370' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6555' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 7269' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث: 2717

يَأْمُرُكُمْ فَذَكَرْتُ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَّيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ لَّمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنِّيْ أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمِهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ بَعَثَ بِهِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ إِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ بُصْرٰى إِلٰى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيْهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ

قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِيْ حِيْنَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِيْ كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ

وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبُ إِيْلِيَاءَ وَهِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ إِيْلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَأَلُوْهُ إِنِّيْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَّخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ إِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَأْنُهُمْ وَاكْتُبْ إِلٰى مَدَايِنِ مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَاهُمْ عَلٰى أَمْرِهِمْ أُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا فَنَظَرُوْا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ أَنَّهُ مُخْتَتِنٌ وَّسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مُلْكُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلٰى صَاحِبٍ لَّهُ بِرُوْمِيَةَ وَكَانَ نَظِيْرَهُ فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ إِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى أَتَاهُ كِتَابٌ مِّنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِيْ دَسْكَرَةٍ لَّهُ بِحِمْصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَّثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَأٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَأَيِسَ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيْ آنِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ فَسَجَدُوْا لَهُ وَرَضُوْا عَنْهُ فَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ صَالِحُ ابْنُ كَيْسَانَ وَيُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: ''جس زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفارِ قریش کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ (صلح حدیبیہ) کیا تھا' انہی ایام میں شام کے ایک تجارتی سفر کے

دوران ہرقل (شاہِ روم) نے ہمیں اپنے دربار میں طلب کیا۔ ہرقل ان دنوں ایلیاء (نامی شہر) میں قیام پذیر تھا۔ ہم وہیں اس کے دربار میں حاضر ہوئے اس وقت ہرقل کے ہمراہ رومی حکومت کے عمائدین بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ہمیں دربار میں حاضری کی اجازت دی اور ایک ترجمان بلوالیا اور ہم سے دریافت کیا: ''جن صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے' نسبی اعتبار سے تم میں سے کون' ان کے سب سے زیادہ قریب ہے؟'' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے کہا: ''نسبی اعتبار سے' میں ان کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔'' ہرقل نے حکم دیا' اس شخص کو میرے قریب کر دیا جائے اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے بٹھا دیا جائے۔'' پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: اس کے ساتھیوں سے کہو: ''میں اس شخص سے' ان صاحب کے بارے میں سوالات کرنے لگا ہوں جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اگر یہ میرے کسی سوال کا غلط جواب دے تو تم اس کی تکذیب کر دینا۔'' ابوسفیان فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! اگر مجھے اس بات پر شرم محسوس نہ ہوتی کہ میرے ساتھی' میری کسی بات کو جھٹلا سکتے ہیں تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ضرور وہاں جھوٹ بولتا۔'' ہرقل نے مجھ سے سب سے پہلا سوال یہ کیا ''ان کا نسب کیسا ہے؟'' میں نے جواب دیا: ''ہمارے اندر وہ عالی نسب شمار کیے جاتے ہیں۔'' ہرقل نے دریافت کیا: ''کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے یہ بات کہی تھی؟ (یعنی دعویٰ نبوت کیا؟)'' میں نے جواب دیا: ''نہیں!'' ہرقل نے پوچھا: ''ان کے پیروکار مال دار ہیں یا غریب لوگ ہیں؟'' میں نے جواب دیا: ''غریب لوگ ہیں' ہرقل نے اگلا سوال کیا: ''اُن کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی ہو رہی ہے؟'' میں نے جواب دیا:: ''(ان کی تعداد میں) اضافہ ہو رہا ہے''۔ ہرقل نے دریافت کیا: ''ان کے دین میں داخل ہو جانے کے بعد کبھی کسی شخص نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اس دین کو چھوڑا ہے؟''۔ میں نے جواب دیا:: ''نہیں''۔ ہرقل نے دریافت کیا: ''انہوں نے کبھی تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی؟''۔ میں نے جواب دیا:: ''ویسے تو ہمارا ان کے ساتھ صلح کا معاہدہ چل رہا ہے لیکن کچھ کہا نہیں جاسکتا' آگے چل کے وہ وعدہ خلافی کے مرتکب ہوتے ہیں یا نہیں''۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا (پوری گفتگو کے دوران) میں صرف ایک یہی بات کہہ سکا تھا (جو خلاف واقعہ تھی)۔ ہرقل نے مجھ سے اگلا سوال یہ کیا ''کیا تم نے ان کے ساتھ جنگ کی ہے؟''۔ میں نے جواب دیا: ''جی ہاں!''۔ ہرقل نے دریافت کیا: ''پھر ان کے ساتھ تمہاری جنگوں کا کیا نتیجہ نکلا؟''۔ میں نے جواب دیا: ''برابر برابر' کبھی ان کا پلڑا بھاری رہا' کبھی ہمارا''۔ ہرقل نے دریافت کیا: ''وہ تمہیں کن باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں؟''۔ میں نے جواب دیا: ''وہ کہتے ہیں۔ صرف ایک خدا کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' اپنے آباؤ اجداد کے (کفریہ) عقائد چھوڑ دو' (اس کے علاوہ) وہ ہمیں نماز' سچائی' پاک دامنی' صلۂ رحمی کی تبلیغ کرتے ہیں''۔ ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: ان سے کہو: میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو تم نے ذکر کیا' وہ تمہارے درمیان عالی نسب شمار کیے جاتے ہیں۔ رسولوں کو اسی طرح اپنی قوم کے (بہترین) نسب میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ پھر میں نے تم سے سوال کیا' کیا تم میں سے کسی اور نے بھی (پہلے) یہ دعویٰ کیا؟ تو تم نے جواب دیا: نہیں! تو میں نے سوچا' اگر کسی اور نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں یہ سوچ سکتا تھا' کہ یہ صاحب ایک ایسے دعویٰ کی نقل کر رہے ہیں جو ان سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ پھر میں نے تم سے سوال کیا'' ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟'' تو تم نے جواب دیا: ''نہیں''۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو ہم یہ کہہ سکتے تھے' وہ اپنے بزرگوں کی سلطنت کے حصول کے خواہشمند ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا: ''ان کے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے تم انہیں جھوٹا سمجھتے تھے؟'' تو تم نے اس کا بھی انکار کیا۔ ''ہم آسانی سے یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شخص اگر انسانوں کے

بارے میں جھوٹ بولنے سے گریز کرتا ہے تو وہ خدا کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے"۔ پھر میں نے تم سے سوال کیا"ان کے پیروکار صاحب ثروت لوگ ہیں یا غریب لوگ ہیں؟" تو تم نے جواب دیا:"ان میں اکثریت غریب لوگوں کی ہے"۔ اور غریب لوگ ہی انبیاء کرام کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا:"ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی ہو رہی ہے؟" تو تم نے جواب دیا:"ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے"۔ ایمان کا معاملہ بھی اسی طرح ہے وہ پورا ہونے تک مسلسل بڑھتا رہتا ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا:"کیا کبھی کوئی شخص ان کا دین قبول کرنے کے بعد ناراض ہو کے ان کا دین ترک کرنے پر بھی مجبور ہوا؟" تم نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔"ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ جب ایمان کی تازگی دل میں گھر کر جائے (تو پھر دل سے نہیں نکلتی)۔ پھر میں نے تم سے دریافت کیا:"کیا انہوں نے کبھی تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی؟" تم نے جواب دیا:"نہیں"۔ انبیاء کرام کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ پھر میں نے تم سے دریافت کیا:"وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟" تو تم نے جواب دیا: "وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانے، بتوں کی پوجا سے باز رہنے، نماز پڑھنے، سچائی اور پاک دامنی اختیار کرنے کی تبلیغ کرتے ہیں"۔ (ہرقل نے مزید کہا:) اگر تمہارے تمام جوابات درست ہیں۔ تو عنقریب وہ میری اس مملکت کے بھی مالک بن جائیں گے۔ مجھے اس بات کا علم تھا کہ ان کی بعثت کا زمانہ نزدیک ہے لیکن یہ میرے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھا کہ وہ تمہارے اندر مبعوث ہوں گے۔ اگر مجھے ان تک پہنچنے کا یقین ہوتا تو سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا اور اگر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ان پاؤں دھونے کو اپنے لیے سعادت سمجھتا۔ (ابوسفیان فرماتے ہیں) پھر ہرقل نے نبی اکرم ﷺ کا وہ مکتوب گرامی منگوایا۔ جو نبی اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعے"بصریٰ" کے گورنر کو بھجوایا تھا اور "بصریٰ" کے گورنر نے وہ مکتوب گرامی ہرقل کو بھجوا دیا تھا۔ اس خط کو پڑھا گیا تو اس کا مضمون یہ تھا:

اللہ کے نام کے ساتھ آغاز کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

(یہ خط) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول، محمد (ﷺ) کی جانب سے روم کے حاکم ہرقل کے نام (تحریر کیا گیا ہے) ہدایت کی پیروی کرنے والا ہمیشہ سلامت رہے۔ اما بعد! میں تمہیں اسلام (قبول کرنے) کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم اسلام قبول کر لیتے ہو تو سلامت رہو گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر عطا فرمائے گا، لیکن اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تمہارے ذمے ہوگا (کیونکہ وہ صرف تمہاری پیروی میں اسلام قبول نہیں کرے گی)۔ (پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے مکتوب گرامی میں سورۂ آلِ عمران کی وہ آیت تحریر تھی جس کا ترجمہ یہ ہے)"اے اہل کتاب! آؤ ایک بات پر اتفاق کریں، جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کی بھی عبادت نہیں کریں گے اور کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنوں میں سے کسی کو ربّ قرار نہیں دیں گے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اگر پھر بھی وہ نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں"۔

(ابوسفیان فرماتے ہیں) جب ہرقل اپنے تاثرات بیان کر کے اور نامۂ مبارک کا مضمون سن کر فارغ ہوا تو دربار میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں یہاں تک کہ ان آوازوں کا شور بلند ہوا تو ہمیں دربار سے باہر نکال دیا گیا۔ دربار سے باہر نکلتے ہوئے میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا:"ابوکبشہ کے بیٹے (ان کا اشارہ نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے) اب اس مرتبے تک پہنچ گئے ہیں کہ بنو اصفر (یعنی اہل شام) کا بادشاہ بھی ان سے خوفزدہ ہے"۔

(ابوسفیان' ابن عباس کو بتاتے ہیں) اس کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ نبی اکرم ﷺ عنقریب (اپنے مخالفین پر) غالب آ جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

(اس روایت کے ایک راوی ابن شہاب زہری کہتے ہیں) اس وقت ایلیاء کا گورنر' ابن ناطور نامی ایک شخص تھا' جو ہرقل کا دوست اور ملک شام میں بسنے والے عیسائیوں کا مذہبی رہنما بھی تھا ابن ناطور نے (ایک مرتبہ ابن شہاب زہری کو) بتایا۔ ان دنوں (جب ہرقل ایلیاء آیا ہوا تھا) ایک دن صبح بڑا پریشان نظر آیا۔ کسی مصاحب نے دریافت کیا: ''آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں''، ابن ناطور کہتے ہیں۔ ہرقل علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا' اس نے درباری کو جواب دیا: آج رات ستاروں کے مشاہدے کے دوران یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ' ختنہ کروانے کا رواج جس قوم میں ہے' ان کا بادشاہ ظاہر ہو چکا ہے۔ (جو عنقریب ہماری سلطنت پر غلبہ پالے گا۔ اس بات کی تحقیق کی جائے کہ) آج کل کون سی قوم میں ختنہ کروانے کا رواج ہے؟ درباریوں نے جواب دیا: ''یہ رواج صرف یہودیوں میں ہے' اور ان سے خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مملکت کے تمام شہروں میں یہ شاہی فرمان بھجوا دیں کہ وہاں بسنے والے' تمام یہودیوں کو تہہ تیغ کر دیا جائے''۔ (ابن ناطور کہتے ہیں) انہی ایام میں غسان کے حاکم نے ایک شخص ہرقل کے دربار میں بھیجا جو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں خاصی معلومات رکھتا تھا۔ جب اس نے اپنی معلومات ہرقل کے سامنے بیان کیں تو ہرقل نے حکم دیا۔ ''جا کے دیکھو' یہ شخص ختنہ شدہ ہے یا نہیں؟'' ان لوگوں نے اس شخص کو دیکھ کر ہرقل کو بتایا: یہ شخص ختنہ شدہ ہے۔ ہرقل نے اس شخص سے عربوں کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا: عرب ختنے کرواتے ہیں۔ تو ہرقل بولا: وہ اسی قوم کا بادشاہ ہوگا جس کا ظہور ہوا ہے۔ پھر ہرقل نے رومیہ (نامی شہر) میں موجود اپنے ایک دوست کو خط لکھا۔ جو ہرقل کی طرح علم نجوم کا بڑا ماہر تھا۔ (اس خط میں نبی اکرم ﷺ کی بابت دریافت کیا گیا تھا کہ آپ ﷺ کے بارے میں اس کا علم نجوم کیا کہتا ہے) ہرقل خود وہاں سے (اپنے پایۂ تخت) حمص روانہ ہوگیا۔ حمص پہنچنے کے کچھ دن بعد رومیہ کے ماہر نجوم کا جوابی خط موصول ہوا۔ جس میں اس ماہرِ نجوم نے ہرقل کی اس رائے سے اتفاق کیا تھا کہ نبی آخرالزمان ﷺ دنیا میں تشریف لا چکے ہیں اور آپ ﷺ نبی برحق ہیں۔ ہرقل نے دارالسلطنت کے عمائدین کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور باہر نکلنے کے تمام دروازے بند کروا دیے۔ پھر اس نے عمائدین سے خطاب کرتے ہوئے ان سے دریافت کیا:

''اے اہل روم! کیا تم کامیابی اور ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے مملکت باقی رہے؟ (اگر واقعی ایسا چاہتے ہو) تو نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت (کر کے اسلام قبول) کرلو۔ (یہ تجویز سنتے ہی تمام عمائدین) وحشی گدھوں (نیل گائے) کی طرح بدک کر دروازوں کی طرف بھاگے' جو بند تھے' ہرقل نے جب ان کا یہ طرزِ عمل دیکھا تو (ان لوگوں کے) ایمان سے مایوس ہوگیا۔ اس نے حکم جاری کیا۔ ان کو میرے پاس واپس لاؤ۔ پھر اس نے (بات بنانے کے لیے) کہا: ''میں نے یہ بات صرف اس لیے کہی تھی تا کہ تمہارے دین کی مضبوطی و پختگی کا اندازہ لگا سکوں' جس کا مظاہرہ میں نے دیکھ لیا ہے''۔ (یہ سن کر) وہ سب (ہرقل کے سامنے) سجدہ ریز ہوگئے اور اس (امتحان پر) خوشی کا اظہار کیا۔

(ابن ناطور کہتے ہیں) ہرقل کی آخری (ذہنی و عملی و معاشرتی) حالت یہ تھی۔

كِتَابُ الْهِبَةِ
یہ کتاب ہبہ کے بیان میں ہے

ہبہ کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ مفت میں عین چیز کا کسی کو مالک بنانا ہے۔ اور قبضہ دینے پر تام ہو جاتا ہے۔
(درمختار، کتاب عاریت، بیروت شرح تنویر الابصار، کتاب ہبہ، بیروت)

ہبہ کی لغوی واصطلاحی تعریف

ہبہ کے لغوی معنی تحفہ دینا، احسان کرنا ہے۔ ہبہ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا بلاعوض مالک بنانا ہے۔
(التعریفات)

ہبہ اور عطیہ وغیرہ کسی مالدار یا غریب، مرد یا عورت ہر ایک کو دیا جاسکتا ہے یہ محبت بڑھانے اور تعلقات استوار کرنے کی غرض سے دیا جاتا ہے یا پھر آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

ہبہ کے ارکان وشرائط کا بیان

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کے ارکان دو ہیں (۱) ایجاب (۲) قبول، ہبہ کرنے والا اپنی زبان سے ہبہ یا اس جیسا لفظ جو ہبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہو کہہ دینے سے ایجاب اور جس شخص کو دیا جارہا ہے وہ اسے قبول کرلے تو قبول پایا جائے گا مگر ہبہ کے تام اور مکمل ہونے کے لیے جسے ہبہ کیا گیا ہے اس شخص کا ہبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری ہے بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں ہوگا۔

ہبہ کی شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) ہبہ کرنے والا عاقل اور بالغ ہو۔

(۲) ہبہ کرتے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو لہٰذا جو چیز ابھی موجود نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں جیسے کوئی کہے میری بکری کو امسال جو بچہ پیدا ہوگا وہ تیرے لیے ہبہ ہے یہ درست نہیں۔

(۳) جس چیز کو ہبہ کر رہا ہے وہ شریعت کی نگاہ میں قیمت والا مال ہو لہٰذا جو شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو اس کا ہبہ درست نہ ہوگا جیسے مردار، خون وغیرہ۔ (بدائع الصنائع، ج ۱۳، ص ۲۸۸)

ہبہ کے شرعی مأخذ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2415)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عروہ سے کہا اے میرے بھانجے ایک ایسا بھی وقت تھا کہ ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا چاند دیکھتے پھر تیسرا چاند دیکھتے دو دو مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہ سلگتی میں نے پوچھا اے خالہ پھر کون سی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ رکھتی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا دو کالی چیزیں یعنی چھوہارے اور پانی مگر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں چند انصار تھے ان کے پاس دودھ والی بکریاں تھیں اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دودھ دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بھی پلاتے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2416)

ہبہ کا عقد مشروع ہونے کا بیان

ہبہ عقد مشروع ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آپس میں ہدیہ کا لین دین کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور ہبہ کے مشروع ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے ہبہ ایجاب اور قبول اور قبضہ سے درست ہوتا ہے رہا ایجاب وقبول تو اس وجہ سے کہ ہبہ ایک عقد ہے اور ایجاب اور قبول سے عقد منعقد ہو جاتا ہے اور ہبہ کے لئے قبضہ لازم ہے کیونکہ قبضہ کرنے سے ہی موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہوگی۔

امام مالک بیع پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہبہ میں بھی قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت ہو جائے گی صدقہ بھی اسی اختلاف کی بنیاد پر ہے ہماری دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ ہبہ اس صورت میں جائز ہے جب اس پر قبضہ ہو گیا ہو اور حدیث مبارکہ میں لا یجوز سے ملکیت کی نفی مراد ہے اس لئے کہ قبضہ کے بغیر بھی جواز ثابت ہے اور اس لئے کہ ہبہ عقد احسان ہے اور قبضہ سے پہلے ملکیت کو ثابت کرنے سے احسان پر ایسی چیز لازم کرنا لازم آئے گا جس کا اس نے احسان نہیں کیا ہے اور وہ سپرد کرنا ہے لہٰذا قبضہ سے پہلے اس میں موہوب لہ کے لئے ملکیت ثابت کرنا درست نہیں ہے وصیت کے خلاف اس لئے کہ وصیت میں موصی کی موت کے بعد ملکیت ثابت ہوتی ہے اور احسان پر کوئی چیز لازم نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ موت کے سبب لازم کرنے کا اہل ہونا معدوم ہو جاتا ہے اور وارث کا حق وصیت سے موخر ہے لہٰذا وہ وصیت کے مال کا مالک نہیں ہوگا۔ (ہدایہ، کتاب ہبہ، بیروت)

باہمی تحفہ کے لین دین سے کینہ دور ہونے کا بیان

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں تحفہ کا لین دین کیا کرو کیونکہ تحفہ کا لینا دینا کینوں کو دور کرتا ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں تحفہ دیا لیا کرو کیونکہ تحفہ سینے کی کدورت کو دور کرتا ہے اور یاد رکھو کوئی ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسایہ کے واسطے کسی کمتر چیز کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے

اگر چہ وہ بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (جامع ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنے ہمسایہ کو کسی کمتر اور تھوڑی سی چیز کے بطور تحفہ بھیجنے کو اس ہمسایہ کے حق میں حقیر نہ سمجھے بلکہ جو بھیجنا چاہے اسے بھیج دے خواہ وہ کتنی ہی کمتر اور تھوڑی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح جس ہمسایہ کو تحفہ بھیجا گیا ہو اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے ہمسایہ کے کسی تحفہ کو حقیر سمجھے بلکہ اس کے پاس جو بھی تحفہ آئے اسے رغبت و بشاشت کے ساتھ قبول کر لے اگر چہ وہ کتنی ہی تھوڑی اور کیسی ہی خراب کیوں نہ ہو۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جنہیں قبول کرنے سے انکار نہ کرنا چاہئے (۱) تکیہ (۲) تیل (۳) دودھ۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ تیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی مراد خوشبو تھی۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مہمان کو تواضع کے طور پر تکیہ دے یا تیل دے اور یا پینے کے لئے دودھ دے تو اس مہمان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دھن یعنی تیل سے مراد خوشبو ہے جیسا کہ ترجمہ میں ذکر کیا گیا لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ دھن سے مراد تیل ہی ہے کیونکہ اس زمانہ میں بھی اہل عرب اپنے سروں میں عمومیت کے ساتھ تیل لگایا کرتے تھے۔

باب: وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيْضِ عَلَيْهَا

باب 1: اس کی فضیلت اور اس کی ترغیب

7- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ

رقم الحديث: 7

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، "الصحیح"، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 1030

ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، "الجامع"، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 2130

اصبحی، امام، ابوعبداللہ، مالک بن انس، "الموطا"، داراحیاء التراث العربی (تحقیق فواد عبدالباقی) 1809

دارمی، امام، ابومحمد، عبداللہ بن عبدالرحمان، "السنن/المسند"، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1407ھ، 1987ء 1672

شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، "المسند"، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر 7581

بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، "السنن الکبریٰ"، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء 7536

طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، "المعجم الاوسط"، دارالحرمین، قاہرہ، مصر، 1415ھ 715

طیالسی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن داؤد، "المسند"، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان 2316

بخاری، امام، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، "الادب المفرد"، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ/1989ء 122

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے مسلمان خواتین! تم میں سے کوئی عورت اپنی پڑوسن کی طرف سے آنے والی کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا ایک پایہ ہی کیوں نہ ہو''۔

8- حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ اُخْتِیْ اِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَی الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ اَهِلَّةٍ فِیْ شَهْرَيْنِ وَمَا اُوْقِدَتْ فِیْ اَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ فَقُلْتُ يَا خَالَةُ مَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ قَالَتِ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ اِلَّا اَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِيْنَا

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے انہوں نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا: اے میرے بھانجے! ہم لوگ پہلی کا چاند دیکھتے تھے پھر اگلی پہلی کا چاند دیکھتے تھے پھر اس سے اگلی پہلی کا چاند دیکھتے تھے یہ دو مہینے بن جاتے ہیں لیکن اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ عروہ کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: خالہ جان! آپ لوگ گزارا کیسے کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: دو سیاہ چیزوں کے ذریعے یعنی پانی اور کھجور کے ذریعے۔ البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں کچھ انصاری رہتے تھے ان کی کچھ بکریاں تھیں وہ کبھی بکریوں کا دودھ دوہ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ دودھ ہمیں پلا دیتے تھے۔

باب: الْقَلِيْلِ مِنَ الْهِبَةِ

باب 2: تھوڑی سی چیز ہبہ کرنا

9- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

رقم الحديث :8

قزوینی، امام، ابوعبداللہ، محمد بن یزید بن ماجہ، ''السنن''، دارالفکر، بیروت، لبنان	4145
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	9238
بستی، امام، ابوحاتم محمد بن حبان، ''الصحیح''، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء	6372
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	11722
الکسی، امام، ابومحمد، عبد بن حمید بن نصر، ''المسند''، مکتبۃ السنۃ، قاہرہ، مصر، 1408ھ/1988ء	1491

رقم الحديث :9-

شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	9481
بستی، امام، ابوحاتم محمد بن حبان، ''الصحیح''، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء	5292
نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، ''السنن الکبریٰ''، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء	6609
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	11720
حنظلی، امام، اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ ''المسند''، مکتبۃ الایمان، مدینہ منورہ، (طبع اول) 1412ھ/1991ء	202

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ دُعِیتُ اِلٰی ذِرَاعٍ اَوْ کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ اَوْ کُرَاعٌ لَقَبِلْتُ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر مجھے ایک دستی یا ایک پائے کی دعوت دی جائے تو میں اسے بھی قبول کرلوں گا اور اگر میری خدمت میں ایک دستی اور ایک پایہ تحفے کے طور پر بھیج دیا جائے تو میں اسے بھی قبول کرلوں گا۔

تحفہ دینے کے سبب کدورت دور ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں تحفہ دیا لیا کرو کیونکہ تحفہ سینے کی کدورت کو دور کرتا ہے اور یاد رکھو کوئی ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسایہ کے واسطے کسی کمتر چیز کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنے ہمسایہ کو کسی کمتر اور تھوڑی سی چیز کے بطور تحفہ بھیجنے کو اس ہمسایہ کے حق میں حقیر نہ سمجھے بلکہ جو بھیجنا چاہے اسے بھیجدے خواہ وہ کتنی ہی کمتر اور تھوڑی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح جس ہمسایہ کو تحفہ بھیجا گیا ہو اس کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے ہمسایہ کے کسی تحفہ کو حقیر سمجھے بلکہ اس کے پاس جو بھی تحفہ آئے اسے رغبت و بشاشت کے ساتھ قبول کرلے اگرچہ وہ کتنی ہی تھوڑی اور کیسی ہی خراب کیوں نہ ہو۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جنہیں قبول کرنے سے انکار نہ کرنا چاہئے۔ (۱) تکیہ (۲) تیل (۳) دودھ۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ تیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خوشبو تھی۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 244)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مہمان کو تواضع کے طور پر تکیہ دے یا تیل دے اور یا پینے کے لئے دودھ دے تو اس مہمان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اسے قبول کرنے سے انکار کردے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دھن یعنی تیل سے مراد خوشبو ہے جیسا کہ ترجمہ میں ذکر کیا گیا لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ دھن سے مراد تیل ہی ہے کیونکہ اس زمانہ میں بھی اہل عرب اپنے سروں میں عمومیت کے ساتھ تیل لگایا کرتے تھے۔

باب : مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ اَصْحَابِهٖ شَیْئًا

وَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ سَهْمًا

باب 3: جو شخص اپنے ساتھیوں کو ہبہ کرنے کے لیے کہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو

10– حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلٰى امْرَاَةٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ قَالَ لَهَا مُرِىْ عَبْدَكِ فَلْيَعْمَلْ لَنَا اَعْوَادَ الْمِنْبَرِ فَاَمَرَتْ عَبْدَهَا فَذَهَبَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْفَاءِ فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا قَضَاهُ اَرْسَلَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ قَدْ قَضَاهُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلِىْ بِهٖ اِلَيَّ فَجَآءُوْا بِهٖ فَاحْتَمَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ حَيْثُ تَرَوْنَ

✧✧ حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کو پیغام بھجوایا اس کا غلام بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ آپ نے اسے یہ حکم دیا تم اپنے غلام سے یہ کہو کہ وہ ہمارے لئے منبر کی تختیاں بنا دے۔ اس عورت نے اپنے غلام کو یہ ہدایت کی وہ گیا اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لے آیا۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر تیار کیا، جب اس نے یہ کام مکمل کر لیا تو اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھجوایا کہ اس لڑکے نے کام مکمل کر لیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اسے میرے پاس بھیج دو لوگ وہ منبر لے کر آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھوا کر وہاں رکھوا دیا جہاں اب تم اسے دیکھتے ہو۔

11- حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَّعَ رِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَنْزِلٍ فِىْ طَرِيْقِ مَكَّةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَازِلٌ اَمَامَنَا وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ وَاَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ فَاَبْصَرُوْا حِمَارًا وَّحْشِيًّا وَّاَنَا مَشْغُوْلٌ اَخْصِفُ نَعْلِىْ فَلَمْ يُؤْذِنُوْنِىْ بِهٖ وَاَحَبُّوْا لَوْ اَنِّىْ اَبْصَرْتُهُ وَالْتَفَتُّ فَاَبْصَرْتُهُ فَقُمْتُ اِلَى الْفَرَسِ فَاَسْرَجْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقُلْتُ لَهُمْ نَاوِلُوْنِى السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَىْءٍ فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَاَخَذْتُهُمَا ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ ثُمَّ جِئْتُ بِهٖ وَقَدْ مَاتَ فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَاْكُلُوْنَهُ ثُمَّ اِنَّهُمْ شَكُّوْا فِىْ اَكْلِهِمْ اِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ فَرُحْنَا وَخَبَاْتُ الْعَضُدَ مَعِىْ فَاَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَعَكُمْ مِنْهُ شَىْءٌ فَقُلْتُ نَعَمْ فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَاَكَلَهَا حَتّٰى نَفِدَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ فَحَدَّثَنِىْ بِهٖ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' یہ مکہ جاتے ہوئے راستے میں پڑاؤ کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے آگے کسی جگہ پر پڑاؤ کیا تھا تمام لوگ حالت احرام میں تھے، میں حالت احرام میں نہیں تھا ان لوگوں نے ایک نیل گائے کو دیکھا میں اس وقت اپنا جوتا ٹھیک کر رہا تھا۔ انہوں نے مجھے اس کے بارے میں نہیں بتایا لیکن ان کی یہ خواہش تھی کہ میں اسے دیکھ لوں جب میں نے توجہ کی تو میں نے بھی اسے دیکھ لیا میں اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا میں نے اس پر زین رکھی اور اس پر سوار ہو گیا مجھے کوڑا اور نیزہ اٹھانا یاد نہیں رہا میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے کوڑا اور نیزہ پکڑا دو۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم اس بارے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔ مجھے غصہ آیا میں نیچے اترا میں نے ان دونوں چیزوں کو اٹھایا اور اس نیل گائے کے پیچھے گیا اور اسے زخمی کیا پھر اسے پکڑ کر لے آیا۔

جب اس کو ذبح کرلیا گیا تو لوگوں نے اسے کھانا شروع کردیا پھر بعد میں انہیں اس کے کھانے کے بارے میں شک ہوا کیونکہ وہ حالت احرام میں تھے ہم لوگ وہاں سے روانہ ہوئے میں نے اس کے کندھے کا گوشت سنبھال کر رکھ لیا۔ ہم نبی اکرم ﷺ سے آ کے ملے اور ہم نے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا: آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس اس کا گوشت ہے؟ میں نے کندھے کا وہ گوشت آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے کھایا اور مکمل کھالیا حالانکہ آپ حالت احرام میں تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

باب : مَنِ اسْتَسْقٰى

وَقَالَ سَهْلٌ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِنِيْ

باب 4: جو شخص پانی مانگے

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے کچھ پلاؤ

12- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ طُوَالَةَ اسْمُهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَارِنَا هٰذِهٖ فَاسْتَسْقٰى فَحَلَبْنَا لَهٗ شَاةً لَنَا ثُمَّ شُبْتُهٗ مِنْ مَّآءِ بِئْرِنَا هٰذِهٖ فَاَعْطَيْتُهٗ وَاَبُوْ بَكْرٍ عَنْ يَّسَارِهٖ وَعُمَرُ تُجَاهَهٗ وَاَعْرَابِيٌّ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ فَاَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ فَضْلَهٗ ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنُوْنَ الْاَيْمَنُوْنَ اَلَا فَيَمِّنُوْا قَالَ اَنَسٌ فَهِيَ سُنَّةٌ فَهِيَ سُنَّةٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں ہمارے اس گھر میں تشریف لائے آپ نے پینے کے لئے کچھ مانگا ہم نے آپ کے لئے اپنی بکری کا دودھ دوہ لیا۔ پھر اپنے اس کنویں سے اس میں کچھ پانی ملایا وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں طرف موجود تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے دائیں طرف ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا، جب آپ پی کر فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ حضرت ابوبکر! اس طرف بیٹھے ہوئے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنا بچا ہوا اس دیہاتی کو دیا اور فرمایا: دائیں طرف والا پہلے ہوگا دائیں طرف والا پہلے ہوگا یاد رکھنا! دائیں طرف والے کو پہلے دیا کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' یہی سنت ہے' یہی سنت ہے۔ یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

تین نعمتوں کے عام ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں یعنی پانی گھاس اور آگ ایسی ہیں جن میں تمام مسلمان شریک ہیں۔ (ابوداؤد وابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 218)

اس حدیث میں اللہ کی ان نعمتوں کا ذکر ہے جو کائنات کے ہر فرد کے لئے ہے ان میں کسی کی ذاتی ملکیت وخصوصیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ پانی سے مراد دریا تالاب اور کنویں وغیرہ کا پانی وہ پانی مراد نہیں ہے جو کسی شخص کے برتن یا سن میں بھرا ہوا ہو چنانچہ

اس کی وضاحت باب کی ابتداء میں کی جا چکی ہے اسی طرح گھاس سے وہ گھاس مراد ہے جو جنگل میں اگی ہوئی ہو۔ آگ سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس آگ ہو تو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے کو آگ لینے سے منع کرے یا چراغ جلانے سے روکے اور یا اس کی روشنی میں بیٹھنے سے منع کر دے وغیرہ ذلک ہاں اگر کوئی شخص اس آگ میں سے وہ لکڑی لینا چاہے جو اس میں جل رہی ہو تو اس صورت میں اس کو روکنا جائز ہے کیونکہ اس کی وجہ سے آگ میں کمی آ جائے گی اور بجھ جائے گی اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے سنگ چقماق (یعنی وہ پتھر جس کے مارنے سے آگ نکلتی ہے) مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو اس پتھر کے لینے سے نہ روکا جائے بشرطیکہ وہ پتھر موات یعنی افتادہ زمین میں ہو۔

پانی پلانے سے منع نہ کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو پانی تمہاری ضرورت سے زائد ہوا سے جانوروں کو پلانے سے منع نہ کرو تا کہ اس کی وجہ سے ضرورت سے زائد گھاس سے منع کرنا لازم نہ آئے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 215)

عام طور پر جانوروں کو گھاس وہاں چرائی جاتی ہے جہاں پانی ہوتا ہے اس لئے اگر جانوروں کو پانی پلانے سے روکو گے تو کوئی وہاں اپنے جانور کا ہے کو چرائے گا؟ اس طرح پانی پلانے سے روکنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم بالواسطہ طور پر گھاس چرانے سے روک رہے ہو اور گھاس چونکہ جانوروں کی عام غذا ہونیکی وجہ سے جانوروں کے لئے بہت زیادہ ضرورت کی چیز ہے اس لئے اس سے منع کرنا درست نہیں ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ جانوروں کو پانی پلانے سے کسی کو نہ روکو تا کہ اس کی وجہ سے گھاس چرانے سے باز رکھنا لازم نہ آئے۔ ضرورت سے زائد کی قید اس لئے ہے کہ اگر پانی اور گھاس اپنی اور اپنے جانوروں کی ضرورت کے بقدر ہی ہو تو اس صورت میں اپنی ضرورت کو مقدم رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ہاں اگر ضرورت سے زائد ہو تو پھر دوسرے کو منع کرنا انتہائی نامناسب بات ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ رحم وکرم کی بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف بنظر عنایت دیکھے گا ایک تو وہ تاجر شخص ہے جو قسم کھا کر خریدار سے کہتا ہے کہ اس چیز کے جو دام تم نے دیئے ہیں اس سے زیادہ دام اسے مل رہے تھے (یعنی جب وہ کسی کو اپنی کوئی چیز بیچتا ہے اور خریدار اس کی قیمت دیتا ہے تو وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس چیز کی اس سے زیادہ قیمت مل رہی تھی) حالانکہ وہ شخص اپنی قسم میں جھوٹا ہے کیونکہ درحقیقت اس سے زیادہ قیمت اسے نہیں مل رہی تھی دوسرا شخص وہ ہے جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائے اور اس جھوٹی قسم کھانے کا مقصد کسی مسلمان شخص یا ذمی کا کوئی مال لینا ہو اور تیسرا وہ شخص جو فاضل پانی پینے پلانے سے لوگوں کو منع کرتا ہو ایسے شخص سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح تو نے دنیا میں اپنے فاضل پانی سے لوگوں کو باز رکھا تھا باوجودیکہ وہ پانی تو نے اپنے ہاتھ سے نہیں نکالا تھا اسی طرح میں بھی آج تجھے اپنے فضل سے باز رکھوں گا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 215)

عصر کے بعد کی تخصیص یا تو اس لئے ہے کہ مغلظہ قسمیں اسی وقت کھائی جاتی ہیں یا یہ تخصیص اس لئے ہے کہ عصر کے بعد کا

وقت چونکہ بہت ہی بافضیلت اور بابرکت ہے اس لئے اس وقت جھوٹی قسم کھانا بہت ہی زیادہ گناہ کی بات ہے۔ باوجودیکہ وہ پانی تو نے اپنے ہاتھ سے نہیں نکالا تھا یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر طعن کرے گا کہ اگر وہ پانی تیری قدرت کا رہین منت ہوتا اور تو اسے پیدا کرتا تو ایک طرح سے تیرا یہ عمل موزوں بھی ہوتا مگر اس صورت میں جب کہ وہ پانی محض میری قدرت سے پیدا ہوا تھا اور اسے میں نے ایک عام نعمت کے طور پر تمام مخلوق کے لئے مباح کر دیا تھا تو پھر تیری یہ مجال کیسے ہوئی کہ تو نے مخلوق اللہ کو میری اس نعمت سے باز رکھا۔

اگرچہ کنواں اور نہر وغیرہ انسان کی مشقت ومحنت سے وجود میں آتے ہیں مگر اس کی اصل چیز یعنی پانی صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوتا ہے اگر کوئی شخص کنواں بنوائے نہر کھدوائے یا ہینڈ پمپ وغیرہ لگوائے اور اس میں پانی نہ آئے تو اس کنویں یا نہر وغیرہ کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ اس لئے محض کنواں بنوا دینا یا ہینڈ پمپ وغیرہ لگوا دینا اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ اس شخص کو دوسروں پر پانی استعمال کرنے کی پابندی عائد کر دینے کا حق مل گیا ہے۔

باب : قَبُوْلِ هَدِيَّةِ الصَّيْدِ

وَقَبِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَضُدَ الصَّيْدِ

باب 5: شکار کا ہدیہ قبول کرنا

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے شکار کے کندھے کا گوشت قبول فرمایا تھا

13- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغِبُوْا فَاَدْرَكْتُهَا فَاَخَذْتُهَا فَاَتَيْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ بِهَا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا اَوْ فَخِذَيْهَا قَالَ فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيْهِ فَقَبِلَهُ قُلْتُ وَاَكَلَ مِنْهُ قَالَ وَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ قَبِلَهُ

رقم الحدیث: 13

ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، ''الجامع''، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1789
نسائی، امام، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب ''السنن''، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام، 1406ھ، 1986ء	4312
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	12203
نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، ''السنن الکبریٰ''، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء	4824
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	19176
کوفی، امام، ابوبکر، عبداللہ بن محمد بن ابوشیبہ، ''المصنف''، مکتبہ الرشد، ریاض، سعودی عرب، (طبع اول) 1409ھ	24276
طیالسی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن داؤد، ''المسند''، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان	2066
دارمی، امام، ابومحمد، عبداللہ بن عبدالرحمان، ''السنن/المسند''، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1407ھ، 1987ء	2013
القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1953
قزوینی، امام، ابوعبداللہ، محمد بن یزید بن ماجہ، ''السنن''، دار الفکر، بیروت، لبنان	3243

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''مرالظہران'' میں ہم لوگ ایک خرگوش کے پیچھے بھاگے لوگوں نے اس کے پیچھے جانے کی کوشش کی لیکن تھک گئے میں نے اسے پکڑ لیا میں اسے لے کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے اسے ذبح کیا اور انہوں نے اس کی پشت کا گوشت یا شاید رانوں کا گوشت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ ایک روایت میں یہ لفظ کسی شک کے بغیر ہے کہ رانیں بھیجیں، جسے آپ نے قبول کر لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھا بھی لیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھا بھی لیا تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: آپ نے اسے قبول ...

14- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّهُ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِيًّا وَّهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ اَمَا اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نیل گائے کا گوشت پیش کیا آپ اس وقت ''ابواء'' یا شاید ''ودّان'' کے مقام پر تھے آپ نے اسے واپس کر دیا جب آپ نے ان کے چہرے پر افسوس کے آثار دیکھے تو فرمایا: ہم نے یہ اس لئے واپس کیا ہے کیونکہ اس وقت ہم حالت احرام میں ہیں۔

باب : قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ

باب 6: ہدیہ قبول کرنا

15- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِهَا اَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں لوگ اپنے تحائف پیش کرنے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخصوص دن کا انتظار کیا کرتے تھے وہ اس کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

رقم الحدیث :15

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	2441
ترمذی، امام ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، ''الجامع''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	3879
نسائی، امام، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب ''السنن''، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام، 1406ھ، 1986ء	3951
نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، ''السنن الکبریٰ''، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/ 1991ء	8899
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/ 1994ء	11723
حنظلی، امام، اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ ''المسند''، مکتبۃ الایمان، مدینہ منورہ، (طبع اول) 1412ھ/ 1991ء	809

16- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَهْدَتْ أُمُّ حُفَيْدٍ خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقِطًا وَسَمْنًا وَأَضُبًّا فَأَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَقِطِ وَالسَّمْنِ وَتَرَكَ الضَّبَّ تَقَذُّرًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ سیّدہ ام حفید رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پنیر' گھی اور گوہ پیش کیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر اور گھی تو کھالیا لیکن گوہ کا گوشت نہیں کھایا آپ نے اسے ناپسند کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' گوہ کا گوشت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھایا گیا اگر یہ حرام ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر اسے نہ کھایا جاتا۔

17- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ فَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِأَصْحَابِهِ كُلُوا وَلَمْ يَأْكُلْ وَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ بِيَدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَ مَعَهُمْ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی کھانا پیش کیا جاتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دریافت کرلیا کرتے تھے کہ کیا یہ تحفہ ہے یا صدقہ ہے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ اپنے ساتھیوں سے فرماتے: تم اسے کھالو لیکن آپ خود اسے نہ کھاتے' اگر یہ بتایا جاتا کہ ہدیہ ہے' تو آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر ان لوگوں کے ساتھ اسے کھالیتے۔

18- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَقِيلَ تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيرَةَ قَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تو بتایا گیا کہ یہ وہ گوشت ہے جو بریرہ کو صدقے کے طور پر دیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ اس کے لئے صدقہ تھا لیکن ہمارے لئے تحفہ ہے۔

19- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنِ

رقم الحديث: **16**

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، "الصحیح"، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1947
سجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن"، دار الفکر، بیروت، لبنان	3793
طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، "المعجم الکبیر"، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل، 1404ھ/1983ء	12400

رقم الحديث: **17**

نسائی، امام، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب "السنن"، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام، 1406ھ، 1986ء	2613
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، "السنن الکبریٰ"، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	11827
نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، "السنن الکبریٰ"، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء	2395
حنظلی، امام، اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ "المسند"، مکتبۃ الایمان، مدینہ منورہ، (طبع اول) 1412ھ/1991ء	805

الْقَاسِمِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ وَاَنَّهُمُ اشْتَرَطُوْا وَلَآئَهَا فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَاُهْدِيَ لَهَا لَحْمٌ فَقِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا تُصُدِّقَ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِيَّةٌ وَّخُيِّرَتْ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ زَوْجُهَا حُرٌّ اَوْ عَبْدٌ قَالَ شُعْبَةُ سَاَلْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ عَنْ زَوْجِهَا قَالَ لَا اَدْرِيْ اَحُرٌّ اَمْ عَبْدٌ

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے بریرہ کو خریدنے کا ارادہ کیا اس کے مالکوں نے اس کے ولاء کی شرط رکھی۔ اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، آپ نے فرمایا: تم اسے خرید کر آزاد کردو کیونکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔

پھر بریرہ کو کچھ گوشت تحفے کے طور پر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ تو بریرہ کو صدقے کے طور پر دیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے لئے صدقہ ہے لیکن ہمارے لئے تحفہ ہے۔ پھر بریرہ کو (اپنے شوہر کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے) کا اختیار دیا گیا

عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں' اس کا شوہر شاید آزاد آدمی تھا یا غلام تھا۔ شعبہ بیان کرتے ہیں' میں نے عبدالرحمٰن سے اس کے شوہر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم وہ آزاد تھا یا غلام تھا۔

20- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قَالَتْ لَا اِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهٖ اُمُّ عَطِيَّةَ مِنَ الشَّاةِ الَّتِيْ بَعَثْتَ اِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ اِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا

✧✧ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے۔ انہوں نے عرض کی: نہیں! صرف کچھ گوشت ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بکری کا گوشت بھیجا ہے جو اس کے پاس صدقے کے طور پر آیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے۔

باب: مَنْ اَهْدٰى اِلٰى صَاحِبِهٖ وَتَحَرّٰى بَعْضَ نِسَآئِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ

باب 7: جب کوئی شخص اپنے کسی دوست کو تحفہ بھیجے بطور خاص اس کی کسی مخصوص بیوی کے ہاں بھیجے

21- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمِيْ وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اِنَّ صَوَاحِبِيْ اجْتَمَعْنَ فَذَكَرَتْ لَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهَا

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: لوگ اہتمام کے ساتھ تحفے میرے مخصوص دن میں تحائف بھیجا کرتے تھے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میری ساتھی خواتین اکٹھی ہوئیں تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے کیا تو آپ نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

22- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ نِسَآءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَآءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ قَدْ عَلِمُوا حُبَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ فَاِذَا كَانَتْ عِنْدَ اَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيدُ اَنْ يُهْدِيَهَا اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَهَا حَتّٰى اِذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ بِهَا اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَكَلَّمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُولُ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُهْدِيَ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهِ اِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ مِنْ بُيُوتِ نِسَآئِهِ فَكَلَّمَتْهُ اُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا فَسَاَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِي شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا فَكَلِّمِيهِ قَالَتْ فَكَلَّمَتْهُ حِينَ دَارَ اِلَيْهَا اَيْضًا فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا فَسَاَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِي شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيهِ حَتّٰى يُكَلِّمَكِ فَدَارَ اِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَاْتِنِي وَاَنَا فِي ثَوْبِ امْرَاَةٍ اِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَالَتْ اَتُوبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اَذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَتْ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ اِنَّ نِسَآئَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ اَلَا تُحِبِّينَ مَا اُحِبُّ قَالَتْ بَلٰى فَرَجَعَتْ اِلَيْهِنَّ فَاَخْبَرَتْهُنَّ فَقُلْنَ ارْجِعِي اِلَيْهِ فَاَبَتْ اَنْ تَرْجِعَ فَاَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ فَاَتَتْهُ فَاَغْلَظَتْ وَقَالَتْ اِنَّ نِسَآئَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ ابْنِ اَبِي قُحَافَةَ فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتّٰى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا حَتّٰى اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ اِلٰى عَائِشَةَ هَلْ تَكَلَّمُ قَالَ فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلٰى زَيْنَبَ حَتّٰى اَسْكَتَتْهَا قَالَتْ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَائِشَةَ وَقَالَ اِنَّهَا بِنْتُ اَبِي بَكْرٍ

قَالَ الْبُخَارِيُّ الْكَلَامُ الْاٰخِيرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ

وَقَالَ اَبُو مَرْوَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَرَجُلٍ مِنَ الْمَوَالِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَتْ فَاطِمَةُ

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے دوگروہ تھے۔ ان میں سے ایک گروہ میں سیدہ

رقم الحديث :22

طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، ''المعجم الکبیر''، مکتبہ العلوم والحکم، موصل، 1404ھ/1983ء

عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا تھیں جبکہ دوسرے گروہ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر تمام ازواج تھیں۔ مسلمانوں کو یہ بات پتہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اس لئے ان میں سے جب کسی نے کوئی تحفہ بھیجنا ہوتا تھا تو وہ اسے سنبھال کر رکھتا تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود ہوتے تھے تو اس دن وہ تحفہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروپ نے اس بارے میں بات کی انہوں نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ ہدایت کریں کہ اگر کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ بھیجنا ہو تو وہ بھیج دیا کرے آپ خواہ کسی بھی زوجہ محترمہ کے گھر پر ہوں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کی جوان خواتین نے کہی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی جواب نہ دیا ان خواتین نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔

ان خواتین نے پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کریں، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے اس بارے میں آپ سے بات کی تو آپ نے پھر کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ان خواتین نے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ ان خواتین نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کریں اور اس وقت تک بات کریں جب تک وہ آپ کو کوئی جواب نہ دیں۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بات کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: عائشہ کے بارے میں مجھے اذیت نہ دو کیونکہ صرف عائشہ ایسی بیوی ہے کہ جب میں اس کے ساتھ لحاف میں ہوتا ہوں تو مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس بات سے توبہ کرتی ہوں کہ آپ کو کوئی اذیت ہو۔

پھر ان خواتین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں' کو بلایا اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ کی ازواج آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہیں: آپ ابوبکر کی صاحبزادی کے بارے میں انصاف سے کام لیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میری بیٹی کیا تم اسے پسند نہیں کرو گی جسے میں پسند کرتا ہوں، انہوں نے عرض کی: جی ہاں!

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان خواتین کے پاس واپس گئی اور انہیں اس بارے میں بتایا، ان خواتین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ دوبارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں لیکن انہوں نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا۔

پھر ان خواتین نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کو بھیجا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سخت لہجے میں بات کی۔ انہوں نے کہا: آپ کی ازواج آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہیں، ابن ابی قحافہ کی صاحبزادی کے معاملے میں انصاف سے کام لیں، ان کی آواز بلند ہوگئی۔ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی سختی سے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھنے لگے کہ یہ انہیں جواب دیں گی۔

راوی بیان کرتے ہیں، پھر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جواب دینا شروع کیا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کرفرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں، کلام کا آخری حصہ جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ موجود ہے ایک اور روایت کے ہمراہ منقول ہے۔

یہ روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے اس روایت کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی۔

باب: مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ

باب 8: کون سے تحفے کو واپس نہیں کیا جا سکتا

23- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِي طِيبًا قَالَ كَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ قَالَ وَزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ

✧✧ عزرہ بن ثابت انصاری بیان کرتے ہیں، ثمامہ بن عبداللہ نے مجھے یہ بات بتائی جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے خوشبو دی اور بتایا: حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کے تحفے کو واپس نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کے تحفے کو واپس نہیں کیا کرتے تھے۔

باب: مَنْ رَّاٰى الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً

باب 9: جن حضرات کے نزدیک غیر موجود ہبہ بھی درست ہے

24- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ذَكَرَ عُرْوَةُ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَمَرْوَانَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَآئَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ قَامَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ جَآءُ وْنَا تَائِبِيْنَ وَاِنِّي رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا لَكَ

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوازن کا وفد آیا تو آپ

رقم الحدیث: **23**

ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، ''الجامع''، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 2789

شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر 12379

لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد وثناء بیان کی، پھر آپ نے فرمایا: تمہارے بھائی توبہ کرتے ہوئے تمہاری طرف آئے ہیں، میرا خیال ہے ہم ان کے قیدی انہیں واپس کر دیتے ہیں۔ تم میں سے جو شخص اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہے وہ ایسا کرے اور جو شخص اپنا حصہ وصول کرنا چاہے تو جیسے ہی اللہ تعالیٰ پہلا مالِ فئی عطا کرے گا ہم اسے ادائیگی کر دیں گے۔ تو لوگوں نے عرض کی: ہم اپنی خوشی سے ایسا کرتے ہیں۔

باب: الْمُكَافَاةِ فِي الْهِبَةِ

باب 10: ہبہ کا بدلہ لینا

25- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا لَمْ يَذْكُرْ وَكِيعٌ وَمُحَاضِرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول کر لیتے تھے اور اس کا بدلہ بھی دیتے تھے۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

باب: الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ

شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهُ وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ
وَهَلْ لِلْوَالِدِ أَنْ يَرْجِعَ فِي عَطِيَّتِهِ وَمَا يَأْكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهِ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَتَعَدَّى وَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُمَرَ بَعِيرًا ثُمَّ أَعْطَاهُ ابْنَ عُمَرَ
وَقَالَ اصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ

باب 11: اولاد کو ہبہ کرنا

جب کوئی شخص اپنی ایک اولاد کو کوئی چیز دے تو یہ درست نہیں ہے جب تک تمام اولاد کے درمیان برابری نہ کرے اور دوسروں کو بھی اس کی مانند کوئی چیز نہ دے اور اس پر گواہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

رقم الحديث 25:

سجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن''، دارالفکر، بیروت، لبنان	3536
ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، ''الجامع''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1953
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	42635
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	11800
حنظلی، امام، اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ ''المسند''، مکتبہ الایمان، مدینہ منورہ، (طبع اول) 1412ھ/1991ء	773
طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، ''المعجم الاوسط''، دارالحرمین، قاہرہ، مصر، 1415ھ	8031

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اپنی اولاد کے درمیان عطیہ دیتے ہوئے انصاف سے کام لو۔

کیا والد کو یہ حق ہے؟ وہ اپنا دیا ہوا عطیہ واپس لے اور وہ اپنی اولاد کے مال میں سے مناسب طریقے سے کھا سکتا ہے اور اس بارے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خرید کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دے دیا تھا اور کہا تھا تم اس کا جو چاہو کرو۔

26- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ نَحَلْتُ ابْنِىْ هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ

✧✧ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ان کے والد انہیں لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور بتایا: میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام تحفے کے طور پر دیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے اپنے سب بچوں کو اسی کی مانند تحفے کے طور پر دیا ہے۔ انہوں نے بتایا: نہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم اس سے واپس لے لو۔

باب : اَلْاِشْهَادِ فِى الْهِبَةِ

باب 12: ہبہ کرنے میں گواہ بنانا

27- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ ابْنَ بَشِيْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اَعْطَانِىْ اَبِىْ عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ اَعْطَيْتُ ابْنِىْ مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَاَمَرَتْنِىْ اَنْ اُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ

رقم الحديث: 26

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 1623

سجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن''، دارالفکر، بیروت، لبنان 3543

ترمذی، امام ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، ''الجامع''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 1367

نسائی، امام، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب ''السنن''، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام، 1406ھ، 1986ء 3672

اصبحی، امام، ابوعبداللہ، مالک بن انس، ''المؤطا''، داراحیاء التراث العربی (تحقیق فواد عبدالباقی) 1437

شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر 18384

بستی، امام، ابوحاتم، محمد بن حبان، ''الصحیح''، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء 5098

نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، ''السنن الکبریٰ''، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء 6499

بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء 11772

طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، ''المعجم الاوسط''، دارالحرمین، قاہرہ، مصر، 1415ھ 30

طیالسی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن داؤد، ''المسند''، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان 789

قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ اس وقت منبر پر موجود تھے، میرے والد نے مجھے ایک عطیہ دیا تو میری والدہ سیّدہ عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک آپ اللہ کے رسول کو اس کا گواہ نہ بنائیں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میں نے اپنے اور عمرہ کے بیٹے کو ایک عطیہ دیا ہے، انہوں نے مجھے یہ کہا ہے کہ میں آپ کو گواہ بناؤں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اسی کی مانند عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے بارے میں انصاف سے کام لو۔

راوی بیان کرتے ہیں' وہ واپس آئے اور انہوں نے اپنا عطیہ واپس لے لیا۔

باب: هِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَاَتِهٖ وَالْمَرْاَةِ لِزَوْجِهَا

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ جَائِزَةٌ

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ لَا يَرْجِعَانِ وَاسْتَاْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآئَهُ فِيْ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِ عَآئِشَةَ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ هَبِيْ لِيْ بَعْضَ صَدَاقِكِ اَوْ كُلَّهٗ ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيْهِ قَالَ يَرُدُّ اِلَيْهَا اِنْ كَانَ خَلَبَهَا وَاِنْ كَانَتْ اَعْطَتْهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ لَّيْسَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِهٖ خَدِيْعَةٌ جَازَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ)

باب 13: شوہر کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے شوہر کو (کوئی چیز) ہبہ کرنا

ابراہیم (نخعی) فرماتے ہیں: یہ جائز ہے۔

عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: یہ دونوں رجوع نہیں کر سکتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے یہ اجازت لی تھی کہ آپ بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہبہ کو واپس لینے والا اس کتے کی مانند ہے جو قے کرنے کے بعد اسے دوبارہ چاٹ لے۔

زہری فرماتے ہیں: جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہے: تم اپنے مہر کا کچھ حصہ یا اپنا پورا مہر معاف کر دو اور پھر کچھ عرصے بعد وہ اسے طلاق دے اور وہ عورت اس کے بارے میں رجوع کرنا چاہے۔ زہری فرماتے ہیں: وہ مرد اس عورت کو مہر ادا کرے گا اگر اس مرد نے اس عورت کو دھوکہ دیا تھا لیکن اگر عورت نے اپنی خوشی کے ساتھ مرد کو مہر معاف کر دیا تھا اس میں مرد کی طرف سے کوئی دھوکہ نہیں تھا تو یہ درست ہوگا۔

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر وہ خواتین اپنی خوشی سے تمہیں کچھ دیں تو تم کھالو''۔

28- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید بیمار ہو گئے' آپ کی بیماری بڑھ گئی تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت مانگی کہ آپ اپنی بیماری کے ایام میرے گھر میں بسر کریں۔ ازواج نے آپ کو اجازت دے دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو افراد کے سہارے اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے نکلے' آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور صاحب کے درمیان چل رہے تھے۔

عبیداللہ بیان کرتے ہیں' میں نے اس حدیث کا تذکرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا' جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کی تھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو؟ وہ دوسرے صاحب کون تھے؟ جن کا نام سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نہیں لیا۔ میں نے جواب دیا: نہیں۔ انہوں نے بتایا: وہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ تھے۔

29- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہبہ کو واپس لینے والا اس کتے کی مانند ہے جو قے کرنے کے بعد اسے چاٹ لے۔

بَاب: هِبَةِ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقِهَا إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ إِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيهَةً فَإِذَا كَانَتْ سَفِيهَةً لَمْ يَجُزْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ)

باب 14: عورت کا اپنے شوہر کی بجائے کسی اور کو ہبہ کرنا' یا کسی غلام کو آزاد کرنا جبکہ اس کا شوہر موجود ہو' جبکہ وہ عورت بیوقوف نہ ہو

اگر وہ عورت ناسمجھ ہو تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "بے عقل لوگوں کو اپنے مال نہ دو"۔

سفہاء کو مال نہ دینے سے متعلق دس مسائل کا بیان

امام تفسیر امام ابوعبداللہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں دس مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱) جب اللہ تعالیٰ نے یتیموں کو مال دینے، عورتوں کو مہر دینے کو بیان کر دیا تو وضاحت فرمائی کہ بے وقوف اور غیر

بالغ کو مال دینا جائز نہیں، یہ آیت یتیموں کے لئے وصی، ولی، اور کفیل کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے علماء کا اجماع ہے کہ مسلمان، آزاد معتبر، عادل شخص کو وصی بنانا جائز ہے اور آزاد عورت کو وصی بنانے میں اختلاف ہے عوام اہل العلم نے کہا: آزاد عورت کو وصی بنانا جائز ہے، امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو وصی بنایا تھا، عطا بن ابی رباح (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے اس شخص کو فرمایا جس نے اپنی عورت کو وصی بنایا تھا، عورت وصی نہیں ہوسکتی اگر عورت وصی بنائی گئی تو وہ اس کی قوم کے مرد کی طرف وصیت پھیر دی جائے گی غلام کو وصی بنانے میں اختلاف ہے امام شافعی، ابوثور، امام محمد اور یعقوب رحمۃ اللہ علیہم نے اس سے منع فرمایا ہے، امام مالک، اوزاعی، ابن عبدالحکم نے اس کو جائز قرار دیا ہے، یہ نخعی کا قول ہے، جب اپنے غلام کو وصی بنایا۔

مسئلہ نمبر: (۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) السفھآء۔ سورۃ بقرہ میں السفہ کا لغوی معنی بیان ہو چکا ہے ان سفہاء سے کون مراد ہیں اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، سالم افطس نے سعید بن جبیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے فرمایا: اس سے مراد وہ یتیم بچے ہیں جن کو تم مال نہیں دیتے، نحاس (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: یہ بہتر قول ہے جو اس آیت کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اسماعیل بن ابی خالد (رحمۃ اللہ علیہ) نے ابو مالک (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا ہے فرمایا: یہ چھوٹی اولاد ہے تم ان کو مال نہ دو تا کہ وہ خراب نہ کر دیں اور تم بغیر کسی چیز کے باقی نہ رہ جاؤ۔ (جامع البیان للطبری، جلد ۳، ۴، صفحہ ۳۰۶)

سفیان نے حمید اعرج سے انہوں نے مجاہد سے روایت کیا ہے فرمایا: اس سے مراد عورتیں ہیں۔ (۳) (ایضاً) نحاس وغیرہ نے کہا: یہ قول صحیح نہیں ہے عرب عورتوں کے بارے میں سفائۃ یا سفیہات کہتے ہیں، کیونکہ فعیلہ کی جمع اکثر اسی طرح آتی ہے، کہا جاتا ہے تم اپنا مال نہ مضاربت پر دو اور نہ ایسے وکیل کو دو جو تجارت اچھی طرح نہ کرسکتا ہو، حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو عقل نہ رکھتا ہو، وہ ہمارے بازار میں تجارت نہ کرے پس اس کے متعلق فرمایا (آیت) **ولا تؤتوا السفھآء اموالکم** یعنی جو احکام سے جاہل ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کفار کو مال نہ دو اسی وجہ سے علماء نے مکروہ قرار دیا ہے کہ مسلمان کسی ذمی کو خرید و فروخت کا وکیل بنائے یا اسے مضاربت پر مال دے، حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) نے کہا: (آیت) **السفھآء** سے مراد یہاں ہر وہ شخص ہے۔ (زاد المسیر، جلد ۲، صفحہ ۱۰)

جو حجر کا مستحق ہے، یہ جامع قول ہے، ابن خویز منداد نے کہا: سفیہ پر حجر، تو سفیہ کے کئی احوال ہوتے ہیں اس پر اس کے عمر میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے حجر کیا جاتا ہے، جنون وغیرہ کی وجہ سے عقل نہ ہونے کی حالت میں حجر کیا جاتا ہے، اپنے مال میں اچھی سوچ نہ رکھنے کی حالت میں حجر کیا جاتا ہے، رہا وہ شخص جس پر غشی طاری ہوتی ہے امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس پر حجر نہ کرنے کو مستحسن قرار دیا ہے، کیونکہ غشی جلد ختم ہو جاتی ہے، حجر کبھی انسان کے اپنے حق کے لیے ہوتا ہے اور کبھی دوسروں کے حق کے لیے ہوتا ہے، جسے اپنی ذات کے حق کی وجہ سے حجر کیا جاتا ہے وہ ہے جس کا ذکر ہم نے کر دیا ہے اور جنہیں دوسروں کے حق کی وجہ سے حجر کیا جاتا ہے وہ غلام بہت زیادہ مقروض اور مریض جو دو ثلث میں وصیت کرتا ہے، مفلس خاوند والی عورت، جنہیں اپنے ساتھی کے حق کی وجہ سے حجر کیا جاتا ہے باکرہ کو اپنے نفس کے حق کی وجہ سے حجر کیا جاتا ہے، رہا چھوٹا بچہ اور مجنون ان پر حجر کے بارے کوئی اختلاف نہیں ہے، رہا بڑا آدمی جو اپنے مال میں اچھی نظر نہیں رکھتا اور اس سے مال کو بلا وجہ تلف کرنے سے امن نہیں ہوتا، تو وہ بچے کے مشابہ ہوتا

ہے اس میں اختلاف ہے جو آگے آئے گا، اس میں فرق نہیں کہ وہ اپنے مال کو گناہوں میں تلف کرتا ہو یا قرب اور مباحات میں تلف کرتا ہو، ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے اس میں جو مال کو قرب میں خرچ کرتا ہو بعض نے اس پر حجر کیا ہے اور بعض نے اس پر حجر نہیں کیا، غلام کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور مقروض کے ہاتھ میں جو کچھ ہوگا وہ قرض خواہوں کے لئے لیا جائے گا، کیونکہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسیفع جہینہ سے ایسا کیا تھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں یہ ذکر کیا ہے: وہی باکرہ جب تک وہ پردے میں ہے اس پر حجر ہوگا، کیونکہ وہ اپنے بارے صحیح نظر نہیں رکھتی حتی کہ جب نکاح کرے اور لوگ اس پر داخل ہوں اور وہ باہر نکلے اور اس کا چہرہ ظاہر ہوگا اور منافع اور نقصان کو پہچان لے تو اس پر حجر ختم ہو جائے گا اور رہی خاوند والی عورت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کسی عورت کے لیے جائز نہیں جس کا خاوند اس کی عصمت کا مالک ہو کہ وہ اپنے مال میں فیصلہ کرے مگر تہائی میں اسے اجازت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ عمرو، جلد ۲، صفحہ ۲۲۱)

میں کہتا ہوں: رہا احکام سے جاہل شخص اگر چہ اس پر حجر تو نہیں کیا جاتا لیکن مال میں عدم تدبیر کی وجہ سے اسے مال دیا نہیں جائے گا، کیونکہ اسے فاسد بیوع اور صحیح بیوع کا علم نہیں ہے اور حل وحرمت سے ناواقف ہے، ذمی بھی بیوع کی جہالت میں اس کی مثل ہے، اس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ سودی معاملات کرے گا، واللہ اعلم۔ اس بنا پر مخاطبین کی طرف مال کی اضافت کیوجہ سے اختلاف ہے۔ یہ اضافت سفہاء کے لیے ہے، مال کی نسبت ان کی طرف اس لیے کی، کیونکہ وہ ان کے قبضہ میں ہے اور وہ اس میں نگران ہیں پس وسعت کی بنا پر ان کی طرف نسبت کی گئی جیسے ارشاد ہے۔ (آیت) فسلموا علی انفسکم (النور: ۶۱) اور فرمایا (آیت) فاقتلوا انفسکم۔ (بقرہ: ۵۴) اور بعض علماء نے فرمایا: ان کی طرف اموال کی نسبت اس لیے کی، کیونکہ وہ ان کے اموال کی جنس سے ہے کیونکہ اموال مخلوق کے درمیان مشترک ہیں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل ہوتے ہیں، ایک ملکیت سے دوسری ملکیت میں جاتے ہیں یعنی یہ مال ان کے لیے ہیں جب وہ انکے محتاج ہوتے ہیں جس طرح تمہارے وہ مال ہیں جو تمہاری عزت کو بچاتے ہیں اور تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور تمہاری اقدار کو بڑھاتے ہیں اور ان کے ساتھ تمہارے معاملات زندگی کا قیام ہے، دوسرا قول حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ)، حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ)، حضرت حسن اور حضرت قتادہ (رضی اللہ عنہ) کا ہے، مخاطبین کے مال حقیقۃ مراد ہیں۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۹)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: تو اپنا وہ مال اپنی بیوی اور بیٹے کو نہ دے جو تیری معیشت کا سبب ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تو فقیر ہو جائے اور تو انکا منہ تکتا رہے اور ان کے ہاتھوں میں جو ہے اس کو تکتا رہے بلکہ تو خود ان پر خرچ کرنے والا ہو، اس مفہوم کی بنا پر (آیت) السفھآء سے مراد عورتیں اور بچے ہوں گے، چھوٹی اولاد اور اس کی بیوی، مجاہد (رحمۃ اللہ علیہ) اور ابو مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول بھی سفہاء کے بارے میں یہی تھا۔ (جامع البیان للطبری، جلد ۳، ۴ صفحہ ۳۱۰)

مسئلہ نمبر: (۴) یہ آیت سفیہ پر حجر کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے: (آیت) ولا تؤتوا السفھآء اموالکم۔ اور فرمایا: (آیت) فان کان الذی علیه الحق سفیھا او ضعیفا۔ (بقرہ: ۲۸۲) سفیہ پر ولایت کو اسی طرح ثابت فرمایا جس طرح ضعیف پر ولایت کو ثابت فرمایا اور ضعیف کا معنی صغیر (چھوٹے) کی طرف راجع ہے اور سفیہ کا معنی

بڑے بالغ کی طرف راجع ہے کیونکہ اسفہ مذمت کا اسم ہے اور انسان کی اس پر مذمت نہیں کی جاتی جو اس نے کیا نہ ہو اور قلم غیر بالغ سے اٹھالیا گیا ہے پس مذمت اور حرج اس سے منفی ہو گئے، یہ خطابی کا قول ہے۔

مسئلہ نمبر: (۴) سفیہ پر حجر سے پہلے کے افعال کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اور ابن القاسم (رحمۃ اللہ علیہ) کے علاوہ ان کے تمام اصحاب نے کہا کہ سفیہ کا فعل اور اس کا امر تمام جائز ہے حتیٰ کہ امام اس کے ہاتھ کو روک لے، یہی امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے، ابن القاسم (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: اس کے افعال جائز نہیں ہے، اگرچہ امام اس کو نہ بھی روکے، اصبغ نے کہا: اگر اس کی سفاہت ظاہر ہو تو اس کے افعال مردود ہیں اور اگر سفاہت ظاہر نہیں ہے تو اس کے افعال رد نہیں کیے جائیں گے حتیٰ کہ امام اس پر حجر کر دے، سحنون نے امام مالک کے قول کے لیے یہ دلیل دی ہے کہ اگر سفیہ کے افعال حجر کیے جانے سے پہلے ایک شخص نے غلام آزاد کیا جب کہ اس کے پاس اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہیں تھا تو نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ آزاد غلام کا آزاد کرنا رد کر دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الخصومات، جلد ا، صفحہ ۳۲۵)

جب کہ اس سے پہلے اس پر حجر نہیں کیا تھا۔

مسئلہ نمبر: (۵) بالغ شخص پر حجر کرنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اور جمہور علماء نے فرمایا: اس پر حجر کیا جائے گا (اگر وہ بے وقوف ہوگا) امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: اس شخص پر حجر نہیں کیا جائے گا جو بالغ ہو دراں حالیکہ وہ عاقل ہو مگر جب وہ اپنا مال کو خراب کرنے والا ہو (تو اس پر حجر کیا جائے گا) جب وہ ایسا ہوگا تو مال اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ پچیس سال کی عمر کو پہنچ جائے، جب اس عمر کو پہنچ جائے گا تو ہر حال میں مال اس کے سپرد کیا جائے گا خواہ وہ مفسد مال ہو یا نہ ہو، کیونکہ بارہ سال کی عمر میں اس سے عورت حاملہ ہو جاتی ہے، پھر اس کے لیے چھ مال کا بچہ پیدا ہوگا تو وہ پچیس سال کی عمر میں وہ باپ دادا بن جائے گا اور میں اس شخص پر حجر کرنے حیا کرتا ہوں جو دادا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مال کو اس سے روکنے کی مدت میں جب وہ مفسد ہونے حالت میں بالغ ہو تو اس کا تصرف علی الاطلاق نافذ ہوتا ہے، مال صرف احتیاطاً اسے نہیں دیا جاتا، یہ نظر اور اثر کے اعتبار سے سب ضعیف ہے، دارقطنی نے روایت کیا ہے ہمیں محمد بن حسن صواف نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں حامد بن شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں شریح بن یونس نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں یعقوب بن ابراہیم (ابو یوسف القاضی) نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں ہشام بن عروہ نے بتایا انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر، (رضی اللہ عنہ) حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور کہا: میں نے اتنے اتنے کی بیع کے ساتھ خرید کی ہے اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) چاہتے ہیں کہ وہ امیر المومنین کے پاس جائیں گے اور ان سے مجھ پر حجر کرنے کا سوال کریں گے حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں بیع میں تمہارا شریک ہوں پس حضرت علی (رضی اللہ عنہ)، حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور کہا: ابن جعفر نے اتنے پیسوں میں خرید کیا ہے اس پر حجر کروں جس میں زبیر اس کا شریک ہے، یعقوب نے کہا: میں حجر پر عمل کرتا ہوں اور میرا یہی خیال ہے اور میں محجور کی بیع وشرا کو باطل کروں گا اور جب وہ حجر سے پہلے بیع وشرا کرے گا تو اس کو جائز قرار دوں گا، یعقوب بن ابراہیم (ابو یوسف) نے کہا: ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) حجر نہیں کرتے، اور نہ حجر پر عمل

کرتے ہیں اور حضرت عثمان کا قول کہ میں اس پر کیسے حجر کروں بڑے آدمی پر بھی حجر کرنے کی دلیل ہے، عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) کو اس کی والدہ نے حبشہ کی زمین میں جنم دیا تھا یہ پہلا بچہ تھا جو اسلام میں پیدا ہوا تھا وہ فتح خیبر کے سال اپنے باپ کے ساتھ نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا تھا اس نے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حدیث سنی تھی اور یاد کی تھی اور خیبر سنہ ۵ ہجری کو فتح ہوا تھا، اس کا قول امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے قول کو رد کرتا ہے، ان کی حجت آگے آئے گی ان شاء اللہ۔

مسئلہ نمبر: (۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) یعنی تمہاری معاش اور تمہارے دین کی اصلاح کے لیے بنایا ہے (آیت) التی میں تین لغات ہیں التی واللت تا کے کسرہ کے ساتھ اللت تا کے سکون کے ساتھ، اس کے تثنیہ میں بھی تین لغات ہی، اللتان، اللتا (نون کے حذف کے ساتھ) اللتان، نون کی شد کے ساتھ اور اس کی جمع کی لغات اسی سورت میں اپنے موقع پر آجائیں گی ان شاءاللہ تعالیٰ القیام والقوام، معنی جو تجھے قائم کرے، کہا جاتا ہے: فلان قیام اهله وقوام بیته۔ یعنی وہ شخص جو اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ضروریات زندگی مہیا کرتا ہے جب قاف کو قوام میں کسرہ دیا گیا تو واو کو یا سے بدل دیا گیا، اہل مدینہ کی قرات قیما بغیر الف کے ہے، کسائی اور فراء نے کہا: قیما اور قواما کا معنی قیام ہے، کسائی اور فراء کے نزدیک اس کی نصب مصدر کی بنا پر ہے یعنی تم اپنے وہ مال بے وقوفوں کو نہ جن کے ساتھ تمہارے امور درست ہوتے ہیں اور جن کے ساتھ تمہارا قیام ہے، اخفش نے کہا: اس کا معنی ہے جو تمہارے امور کو قائم کرنے والے ہیں، انہوں نے اس کو جمع خیال کیا ہے بصریوں نے کہا: قیما قیمة کی جمع ہے جیسے دیمة اور دیم یعنی اللہ تعالیٰ جن اموال کو اشیاء کے لیے قیمت بنایا ہے، ابوعلی نے اس قول کو غلط کہا ہے اس نے کہا: یہ مصدر ہے جیسے قیام اور قوام مصدر میں اس کی اصل قوم ہے لیکن یا کی طرف لوٹانے میں شاذ ہے جیسے جواد کی جمع میں جیاد کا قول شاذ ہے، قوما وقواما وقیاما اس کا معنی ہے اصلاح حال میں دوام اور ثبات، حسن اور نخعی نے اللاتی پڑھا ہے انہوں نے التی کی جمع بنایا ہے اور عام قرات جماعت کے لفظ پر التی ہے، فراء نے کہا: اکثر کلام عرب میں النساء اللواتی اور الاموال التی استعمال ہوتا ہے اسی طرح اموال کے علاوہ میں بھی التی استعمال ہوتا ہے یہ نحاس نے ذکر کیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وارزقوهم فیها واکسوهم . بعض علماء نے فرمایا: اس کا معنی ہے ان مالوں میں ان کے لیے رکھو، یا ان کے لیے ان مالوں میں حصہ مقرر کرو اور یہ اس شخص کا قول ہے جو انسان پر بیوی اور چھوٹے بچوں کا خرچ اور لباس لازم کرتے ہیں۔ (الجر رالوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۰)

یہ بچے کے خرچ کا باپ پر واجب ہونے اور بیوی کے خرچ کا خاوند پر لازم ہونے کی دلیل ہے۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرمایا نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: افضل صدقہ وہ ہے جو غنا کو چھوڑے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور صدقہ کا آغاز اسی سے کرو جس کی تم کفالت کرتے ہو، عورت کہے گی: یا تم مجھے کھلاؤ یا مجھے طلاق دو۔ غلام کہے گا: مجھے کھلاؤ یا مجھے کام پر لگاؤ، بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ تم مجھے کس کے آسرا پر چھوڑ رہے ہو، صحابہ نے کہا: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تو نے یہ نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا نہیں یہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے ذہن سے ہے۔ (ایضا جلد ۲، صفحہ ۸۰۸) مہلب نے کہا: اہل وعیال پر خرچ کرنا بلا اجماع واجب ہے، یہ حدیث اس مسئلہ میں حجت ہے۔

مسئلہ نمبر: (۸) ابن المنذر نے کہا: بالغ بچہ کے خرچ میں علماء کا اختلاف ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور اس کا کسب بھی نہ ہو، ایک گروہ کا خیال ہے والدہ کو اپنی مذکر اولاد پر خرچ کرنا لازم ہے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں اور مونث اولاد پر خرچ کرنا لازم ہے حتیٰ کہ ان کی شادی ہو جائے اور ان کے ساتھ حقوق زوجیت ادا ہو جائیں، اگر خاوند نے حقوق زوجیت ادا کرنے کے بعد اسے طلاق دے دی یا خاوند مر گیا تو اس عورت کا خرچہ اس کے باپ پر نہ ہوگا۔ اگر حقوق زوجیت ادا کرنے سے پہلے طلاق دے دی تو اس کا خرچ باپ پر ہوگا۔

مسئلہ نمبر: (۹) پوتے کا نفقہ دادا پر نہیں ہے، یہ امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے، ایک طائفہ نے کہا: پوتے پر دادا خرچ کرے گا حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور عورتوں کو حیض آ جائے، پردادا پر نفقہ نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ پوتے پوتیاں اپاہج ہوں، برابر ہے کہ وہ مذکر ہوں یا مونث ہوں جب کہ ان کے پاس مال بھی نہ ہو، برابر ہے اولاد ہو یا اولاد کی اولاد ہو اگرچہ کتنی ہی نیچے ہوں بلکہ ان کا باپ نہ ہو اور وہ ان پر خرچ کرنے پر قادر بھی ہو۔ یہ امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے، اور ایک گروہ نے تمام بچوں اور بالغوں، مردوں اور عورتوں کا نفقہ واجب کیا ہے جب کہ ان کے پاس ایسے اموال نہ ہوں جن کے ساتھ وہ والد کے نفقہ سے مستغنی ہو جائیں دلیل کے طور پر نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہندہ کو یہ فرمانا پیش کیا ہے: **خذی ما یکفیك وولدك بالمعروف** . (ایضاً، جلد صفحہ ۸۰۸) تو ابوسفیان کے مال سے اتنا لے لیا کر جو معروف طریقہ پر تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث میں ہے بیٹا کہے گا: مجھے کھلاؤ مجھے کس کے سپرد کر رہے ہو، یہ دلیل ہے کہ وہ یہ کہے گا جسے کسب اور پیشہ کی طاقت نہ ہوگی، اور جو بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے گا وہ یہ نہیں کہے گا کیونکہ وہ خود کمانے اور محنت کرنے کی عمر کو پہنچ چکا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) **حتی اذا بلغوا النكاح** . حتیٰ کہ جب نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، نکاح کی عمر کو پہنچنے کو اس میں حد بنایا ہے اور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد میں ہے عورت کہے گی یا مجھے کھانا کھلا یا مجھے طلاق دے۔ یہ اس کے قول کا رد کرتا ہے جو کہتا ہے: تنگی کی وجہ سے تفریق نہیں کرتا ہے اور عورت پر صبر کو لازم کرتا ہے اور نفقہ خاوند کے ذمہ حاکم کے حکم سے کرتا ہے۔ یہ عطا اور زہری (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے اور کوفیوں کا نظریہ بھی یہی ہے وہ بطور دلیل یہ آیت پیش کرتے ہیں:

(آیت) **وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة** . (بقرہ: ۲۸۰)

ترجمہ: اگر وہ تنگ دست ہو تو خوشحالی تک مہلت دو۔

وہ کہتے ہیں: خوشحال ہونے تک مہلت دینا واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) **وانكحوا الايامى منكم** . (نور: ۳۲) وہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فقیر کے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے پس فقر کو فرقت کا سبب بنانا جائز نہیں ہے، فقر کے ہوتے ہوئے نکاح کرنے کو کہا گیا ہے، اس آیت میں ان کی کوئی حجت نہیں ہے اس کا بیان اپنی جگہ پر آئے گا اور حدیث اختلاف کی جگہ میں نص ہے، بعض علماء نے فرمایا: خطاب یتیم کے ولی کو ہے تاکہ وہ اس کے مال سے اس پر خرچ کرے تو مالی ولی کی نگرانی میں ہے جیسا کہ پہلے مال کی اضافت میں اختلاف گزر چکا ہے وصی اس یتیم کے مال اور حال کے مطابق اس پر خرچ کرے اگر وہ چھوٹا ہو اور اس کا مال کثیر ہو تو اس کے لیے دایہ کا بندوبست کرے اور اس کی پرورش کرنے والیوں کا اہتمام کرے اور اس پر خرچ میں وسعت

کرے، اگر یتیم بڑا ہو تو اس کے لئے نرم لباس اور لذیذ کھانے اور خدام کا انتظام کرے، اگر اس کا مال کم ہو تو اس کے مطابق خرچ کرے، اگر مال بالکل تھوڑا ہو تو حاجت کی مقدار موٹا لباس اور سادہ کھانا مہیا کرے اگر یتیم فقیر ہو اس کا مال نہ ہو تو امام پر واجب ہے کہ بیت المال سے اُس کا بندوبست کرے، امام اگر ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر یہ واجب ہے، جو اس کا زیادہ قریبی ہوگا اس پر واجب ہوگا پھر جو زیادہ قریبی ہوگا اس پر واجب ہوگا، ماں اس کی زیادہ قریبی ہے تو اس پر اسے دودھ پلانا اور اس کی دیکھ بھال کرنا واجب ہے اور نہ تو بچے پر رجوع کرے گی اور نہ کسی اور پر رجوع کرے گی: (آیت) والوالدات یرضعن اولادھن .(بقرہ: ۲۳۳) کے تحت گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۰) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وقولوا لھم معروفا ۔ یعنی ان سے نرم لہجہ میں بات کرنا اور خوبصورت وعدہ کرنا، قول معروف کے بارے علماء کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اس کا معنی ہے اس کے لیے دعا کرو اللہ تعالیٰ تم میں برکت دے، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے اور تمہارے لیے نیک بندوبست فرمائے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ادارالکتب العلمیہ)

اور میں تمہاری دیکھ بھال کروں گا یہ احتیاط ایسی ہے جس کا نفع تیری طرف لوٹے گا، بعض علماء نے فرمایا: اس کا معنی ہے ان سے اچھا وعدہ کرو یعنی تم جب پختگی کی عمر کو پہنچ جاوگے تو ہم تمہارے مال تمہیں واپس کر دیں گے۔

(المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ادارالکتب العلمیہ)

باپ بیٹے سے کہے: میرا مال تجھے ہی ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو ہی اس کا مالک ہوگا جب تو دانائی کا مالک ہوگا اور جب تو تصرف کرنے کو پہچان لے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء، بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں: سعید بن جبیر نے کہا سفہاء سے مراد یتیم اور عورتیں ہیں۔ حسن بصری نے کہا اس سے مراد نابالغ ہیں۔ امام طبری کا مختار یہ ہے کہ اس سے کم عقل مراد ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی بالغ ہو یا نابالغ۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۶۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

اس آیت میں نابالغ بچوں کو مال دینے سے منع فرمایا ہے اور احادیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے کر گئے اور کہا میں نے اپنے اس بیٹے کو مال ہبہ کیا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اتنا ہی مال ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تو اس سے رجوع کرلو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۵۸۶ صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۶۲۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم عمر بچوں کو ہبہ کرنا صحیح ہے البتہ ان میں مساوی ہبہ کرنا چاہئے اور اس آیت میں کم عمر بچوں کو دینے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ناسمجھ بچوں کو مال ہبہ کرنے اور ان کی ملکیت میں دینے سے منع فرمایا بلکہ تصرف کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں میں مال دینے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اس کی حفاظت کرنے اور اس کو صحیح محل پر خرچ کرنے کے طریقوں پر مطلع نہیں ہوتے۔

حجر (قولی تصرف سے روکنا) کا لغوی اور شرعی معنی

حجر کا لغوی معنی ہے منع کرنا اور روکنا اور اصطلاحی معنی ہے ولی یا قاضی کا کسی کم عقل بچہ مجنون یا غلام کو قولی تصرف (مثلاً خریدنا بیچنا ہبہ کرنا) سے روکنا اس کا سبب صغر جنون اور غلام ہونا ہے اس لئے بچہ مجنون اور مغلوب العقل کی دی ہوئی طلاق نافذ نہیں ہوگی اور اس کا اقرار کرنا صحیح نہیں ہے اگر بچہ یا مجنون کو بیع وشراء کی سمجھ ہو اور اس کے ولی نے ان کو اجازت دی ہو اور اس بیع وشراء میں غبن فاحش نہ ہو تو ان کی بیع وشراء صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ کسی کے پاس اجرت پر کام کریں تو ان کی اجرت واجب ہو جائے گی اور جس عقد میں ان کے لئے نفع محض ہو وہ صحیح ہے۔ اس لئے ان کا صدقہ اور ہبہ قبول کرنا صحیح ہے جو شخص آزاد عاقل اور بالغ ہو لیکن اس کی عقل کم ہو امام اعظم کے نزدیک اس کو قولی تصرف سے روکنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی آزادی اور بلوغ کے منافی ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس کو روکنا صحیح ہے تاکہ اس کا مال محفوظ رہے۔ ورنہ وہ اس کو بے جا خرچ کر کے ضائع کر دے گا اور فتویٰ امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر ہے۔ (درمختار ردالمحتار ج ۵ ص ۸۹۹۳ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

حجر کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل کا بیان

نابالغ بچہ اور کم عقل کو مالی تصرف سے روکنے پر قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت دلیل ہے جس میں فرمایا ہے:
اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزراوقات کا ذریعہ بنایا ہے اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو اور یتیموں کا (بطور تربیت) امتحان لیتے رہو حتی کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور تم ان میں سمجھ داری (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ (النساء: ۶۔۵)

اور حجر (قولی تصرف سے روکنے) کے ثبوت میں یہ احادیث بھی ہیں: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ تین شخصوں سے قلم (تکلیف) اٹھالیا گیا مجنون سے حتی کہ وہ تندرست ہو جائے بچہ سے حتی کہ وہ بالغ ہو جائے اور سوئے ہوئے سے حتی کہ وہ بیدار ہو جائے۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: مغلوب العقل کے سوا ہر شخص کی طلاق جائز ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الطلاق باب: ۱۱ رقم الحدیث: ۵۲۶۸)

امام ابوداود سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے سوئے ہوئے سے حتی کہ بیدار ہو جائے مجنون سے حتی کہ شفایاب ہو جائے اور بچہ سے حتی کہ وہ بڑا ہو جائے۔ (سنن ابوداود: ۴۳۹۸ سنن ترمذی: ۱۴۲۸ سنن نسائی: ۳۴۳۲ سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱ سنن کبریٰ للنسائی: ۷۳۴۶ مسند احمد: ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۴۰ ج ۶: ص ۱۰۱، ۱۰۰ سنن دارمی: ۲۲۹۶)

ان حدیثوں میں مجنون اور نابالغ کے قولی تصرفات کو روکنے کی دلیل ہے اور جو آزاد عاقل بالغ ہو لیکن کم عقل ہو اس کو روکنے پر سورہ نساء کی زیر تفسیر آیت میں بھی دلیل ہے اور اس حدیث میں بھی اس پر دلیل ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی بیع اور شراء میں کچھ کمزوری تھی اور وہ بیع کرتا تھا اس کے گھر والوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آ کر

عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو حجر (منع) کیجئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو بلا کر منع فرمایا اس نے کہا یا رسول اللہ میں بیع کرنے سے صبر نہیں کرسکتا۔ آپ نے فرمایا جو تم بیع کرو تو کہو یہ چیز اتنے اور اتنے کی ہے اور کوئی دھوکا نہ کیا جائے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۲۵۴ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۶۴ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۰۱ سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۴۹۷)

جو کسی منصب (اسامی) کے نااہل ہوں ان کو اس کی ذمہ داری نہ سونپی جائے۔

حجر یعنی قولی تصرفات سے روکنا اس کا تعلق ولی سے بھی ہے اور قاضی سے بھی اور حجر کا سبب کم عقلی ہے اور نا اہلی بھی اس کے قریب ہے۔ اس لئے جو شخص کسی عہدہ کا اہل نہ ہو اور وہ اس عہدہ پر کام کرے تو قاضی سلطان یا حکومت وقت پر لازم ہے کہ مسلمانوں کو اس کے ضرر سے بچانے کے لئے اسے اس عہدہ پر کام کرنے سے روک دے مثلاً ان پڑھ عطائی حکیم اور بے سند ڈاکٹر۔ انکو لوگوں کی جانوں سے کھیلنے کے لئے علاج معالجہ سے روکنا لازم ہے۔ بعض جگہ کمپاوڈر حضرات محلہ میں ایک چھوٹی سی کلینک کھول کر طب کی مشق کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بعض مساجد میں پانچ وقتی امام جو نماز کے مسائل سے بھی بمشکل واقف ہوتے ہیں وہ لوگوں کو نکاح طلاق حلال اور حرام کے مسائل غلط سلط بتاتے رہتے ہیں۔ اس لئے علاج کے معاملہ میں مستند اور تجربہ کار ڈاکٹر سے اور دینی مسائل میں کسی دینی دار العلوم کے مفتی سے رجوع کرنا چاہئے۔ اسی طرح باقی معاملات میں بھی ہر فن کے ماہر سے رجوع کرنا چاہئے اور کسی اناڑی اور نا تجربہ کار کے ہاتھ میں اپنا کوئی معاملہ نہیں دینا چاہئے۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ نساء، لاہور)

30- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لِیَ مَالٌ اِلَّا مَا اَدْخَلَ عَلَیَّ الزُّبَيْرُ فَاَتَصَدَّقُ قَالَ تَصَدَّقِی وَلَا تُوْعِی فَيُوْعٰى عَلَيْكِ

✧✧ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس کچھ مال ہے اور یہ وہی مال ہے جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیا، کیا میں اسے صدقہ کرسکتی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے صدقہ کرسکتی ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

رقم الحدیث: 28

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، "الصحیح"، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1622
سجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن"، دار الفکر، بیروت، لبنان	3538
نسائی، امام، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب "السنن"، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام، 1406ھ، 1986ء	3691
قزوینی، امام، ابوعبداللہ، محمد بن یزید بن ماجہ، "السنن"، دار الفکر، بیروت، لبنان	2386
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، "المسند"، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	1872
بستی، امام، ابوحاتم، محمد بن حبان، "الصحیح"، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء	5121
نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، "السنن الکبریٰ"، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء	6527
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، "السنن الکبریٰ"، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	11798
موصلی، امام، ابویعلیٰ، احمد بن علی بن مثنیٰ، "المسند"، دار المامون للتراث، دمشق، شام، 1404ھ-1984ء	2405
طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، "المعجم الصغیر"، المکتب الاسلامی، دار عمار، بیروت، لبنان/عمان، 1405ھ 1985ء	1056
طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، "المعجم الکبیر"، مکتبہ العلوم والحکم، موصل، 1404ھ/1983ء	10693

فرمایا: تم اسے صدقہ کرو اسے سنبھالو نہیں، ورنہ یہ تمہیں بھی نہیں ملے گا۔

31- حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْفِقِي وَلَا تُحْصِىْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِي فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ

✧✧ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خرچ کرو! اسے گن، گن کے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے حوالے سے گنتی کرنا شروع کردے گا، اور اسے سنبھال کے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے اسے سنبھال کے رکھ لے گا (یعنی تمہیں عطا نہیں کرے گا)

32- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَّلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّيْ اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ قَالَ اَوَفَعَلْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ

وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ اِنَّ مَيْمُوْنَةَ اَعْتَقَتْ

✧✧ سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے اپنی ایک کنیز کو آزاد کر دیا، انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی جب سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مخصوص دن آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے تو سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کو پتہ ہے میں نے اپنی کنیز کو آزاد کر دیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ کر چکی ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ اپنے ماموں کو دے دیتی تو یہ تمہارے لئے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

33- حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ

رقم الحدیث :32

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 999

شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر 26865

نیشاپوری، امام، ابوبکر، محمد بن اسحاق بن خزیمہ، ''الصحیح''، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، 1390ھ/1970ء 2434

بستی، امام، ابوحاتم محمد بن حبان، ''الصحیح''، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء 3343

طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، ''المعجم الکبیر''، مکتبہ العلوم والحکم، موصل، 1404ھ/1983ء 1067

موصلی، امام، ابویعلیٰ، احمد بن علی بن مثنیٰ، ''المسند''، دارالمامون للتراث، دمشق، شام، 1404ھ-1984ء 7109

بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''شعب الایمان'' دارالکتب العلمیہ بیروت الطبعۃ الاولیٰ 1410ھ 3424

بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء 7551

نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، ''السنن الکبریٰ''، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء 4934

بِهَا مَعَهُ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَاَةٍ مِّنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تھے تو آپ اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے ان میں سے جن کا نام نکل آتا تھا انہیں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

آپ نے تمام ازواج کے درمیان دن اور رات تقسیم کرتے تھے البتہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایسا نہیں کرتے تھے کیونکہ انہوں نے اپنا مخصوص دن اور رات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھی۔ وہ اس کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتی تھیں۔

بَاب : بِمَنْ يُّبْدَاُ بِالْهَدِيَّةِ

باب 15: تحفہ دینے میں آغاز کس سے کیا جائے

34- وَقَالَ بَكْرٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً لَّهَا فَقَالَ لَهَا وَلَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ اَخْوَالِكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ

✧✧ کریب بیان کرتے ہیں' سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز کو آزاد کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم یہ اپنے کسی ماموں کو دے دیتی تو زیادہ اجر وثواب ملتا۔

35- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَجُلٍ مِّنْ بَنِىْ تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِىْ جَارَيْنِ فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِىْ قَالَ اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا

✧✧ طلحہ بن عبداللہ، جو بنی تیم بن مرہ سے تعلق رکھنے والے ایک فرد ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں میں ان دونوں میں سے کس کو تحفہ دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا دروازہ (تمہارے دروازے سے) زیادہ قریب ہے۔

بَاب : مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِىْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً وَّالْيَوْمَ رِشْوَةٌ

باب 16: جو شخص کسی علت کی وجہ سے ہدیہ قبول نہ کرے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدیہ تحفہ ہوا کرتا تھا لیکن آج یہ رشوت بن گئی ہے۔

36- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ اَنَّهُ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ وَّهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ قَالَ صَعْبٌ فَلَمَّا عَرَفَ فِيْ وَجْهِيْ رَدَّهُ هَدِيَّتِيْ قَالَ لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ وَلٰكِنَّا حُرُمٌ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نیل گائے پیش کی، آپ اس وقت ابواء یا شاید وڈان کے مقام پر موجود تھے۔ آپ حالت احرام میں تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس کر دیا۔ حضرت صعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب واپس کرنے پر آپ نے میرے چہرے پر افسوس کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا: ہم نے یہ صرف اس لئے واپس کیا کیونکہ اس وقت ہم حالت احرام میں ہیں۔

37- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِىْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْاُتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ لِيْ قَالَ فَهَلَّا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ بَيْتِ اُمِّهٖ فَيَنْظُرَ يُهْدٰى لَهُ اَمْ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْهُ شَيْئًا اِلَّا جَآءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلٰى رَقَبَتِهٖ اِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَّهُ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ بِيَدِهٖ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَةَ اِبْطَيْهِ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا

✧✧ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو عامل مقرر کیا اس کا نام ابن اُتبیہ تھا۔ آپ نے اسے صدقہ وصول کرنے کے لئے مامور کیا تھا وہ آیا تو یہ بولا: یہ آپ کے لئے ہے اور یہ مجھے تحفے کے طور پر دیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کیوں نہیں بیٹھے رہے تا کہ پتہ چلتا کہ تمہیں تحفہ ملتا ہے یا نہیں ملتا، اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو بھی شخص اس طرح کی کوئی بھی چیز وصول کرے گا تو قیامت کے دن آئے گا تو اسے ساتھ لے کر آئے گا' اس نے وہ چیز اپنے کندھے پر اٹھائی ہوگی اگر وہ کوئی اونٹ ہوگا تو وہ آواز نکال رہا ہوگا اگر وہ کوئی گائے ہوگی تو وہ مخصوص آواز نکال رہی ہوگی، اگر بکری ہوگی تو ممنا رہی ہوگی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کئے یہاں تک کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے' اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے، یہ بات آپ نے تین مرتبہ کہی۔

باب: اِذَا وَهَبَ هِبَةً اَوْ وَعَدَ عِدَةً ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَصِلَ اِلَيْهِ

وَقَالَ عَبِيْدَةُ اِنْ مَّاتَ وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ وَالْمُهْدٰى لَهُ حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِيْ اَهْدٰى

وَقَالَ الْحَسَنُ اَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدٰى لَهُ اِذَا قَبَضَهَا الرَّسُوْلُ

باب 17: جب کوئی شخص کچھ ہبہ کرے یا کوئی کچھ دینے کا وعدہ کرے

اور پھر اس کی ادائیگی سے پہلے ہی فوت ہو جائے۔

عبیدہ بیان کرتے ہیں اگر وہ فوت ہو جائے اور ہدیہ اس سے الگ ہو چکا ہو اور جس شخص کو ہدیہ دیا گیا ہے وہ زندہ ہو تو وہ اس شخص کے وارثوں کو ملے گا جس کو ہدیہ کیا گیا ہے لیکن اگر وہ ہدیہ اس سے جدا نہیں ہوا تھا تو وہ ہدیہ کرنے والوں کے وارثوں کو ملے گا۔

حسن بصری فرماتے ہیں: ان دونوں میں سے جو بھی فوت ہو جائے وہ ہدیہ اس شخص کے وارثوں کو ملے گا جسے ہدیہ کیا گیا تھا جبکہ قاصد اسے اپنے قبضے میں لے چکا ہو۔

38- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ جَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا ثَلَاثًا فَلَمْ يَقْدَمْ حَتّٰى تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ اَبُوْ بَكْرٍ مُنَادِيًا فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَدَنِيْ فَحَثٰى لِيْ ثَلَاثًا

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا دوں گا یہ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: وہ مال آنے سے پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا (جب وہ مال آیا) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرنے والے سے کہا اس نے یہ اعلان کیا: جس شخص کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا آپ سے اس نے کوئی قرض لینا ہو تو وہ ہمارے پاس آ جائے میں ان کے پاس گیا میں نے انہیں بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ دونوں ہاتھ بھر کر (درہم یا دینار) مجھے دے دیئے۔

بَاب : كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ كُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ فَاشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ

باب 18: غلام یا سامان کو کیسے قبضہ میں لیا جائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا، آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہوا۔

39- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِيَةً وَّلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَقَالَ ادْخُلْ فَادْعُهٗ لِيْ قَالَ فَدَعَوْتُهٗ لَهٗ فَخَرَجَ اِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْهَا فَقَالَ خَبَاْنَا هٰذَا لَكَ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قبائیں تقسیم کیں، آپ نے حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کو ان میں سے کچھ نہیں دیا۔ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے میرے بیٹے! میرے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ مخرمہ نے کہا: اے میرے بیٹے! اندر جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر لاؤ میں آپ کو بلا کر لایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس ایک قباء تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ میں نے تمہارے لئے سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے۔

باب: إِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْآخَرُ وَلَمْ يَقُلْ قَبِلْتُ

باب 19: جب کوئی شخص کوئی چیز ہبہ کرے، اور دوسرا شخص اسے قبضے میں لے اور یہ نہ کہے: میں نے قبول کیا

49- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكْتُ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ وَقَعْتُ بِاَهْلِیْ فِیْ رَمَضَانَ قَالَ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِعَرَقٍ وَّالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيْهِ تَمْرٌ فَقَالَ اذْهَبْ بِهٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ قَالَ عَلٰی اَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا قَالَ اذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں ہلاکت کا شکار ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے رمضان میں (روزے کے دوران) اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی غلام ہے، اس نے عرض کی: نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لگاتار دو مہینے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی: نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے عرض کی: نہیں۔

رقم الحدیث: 39

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1058
بجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن''، دار الفکر، بیروت، لبنان	4028
ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، ''الجامع''، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	2818
نسائی، امام، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب ''السنن''، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام، 1406ھ، 1986ء	5324
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	18947
بستی، امام، ابوحاتم محمد بن حبان، ''الصحیح''، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء	4817
نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، ''السنن الکبریٰ''، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء	9663
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	5898

راوی بیان کرتے ہیں انصار میں سے ایک شخص ایک ''عرق'' لے کر آیا، عرق ایک پیمانہ ہے جس میں کھجوریں رکھی جاتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے ساتھ لے جاؤ اور اسے صدقہ کرو۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم سے بھی زیادہ کوئی ضرورت مند ہے۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے پورے شہر میں ہمارے گھر والوں سے زیادہ اور کوئی ضرورت مند نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم جاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

باب : إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلٰى رَجُلٍ

قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ هُوَ جَائِزٌ وَّوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لِرَجُلٍ دَيْنَهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ اَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ فَقَالَ جَابِرٌ قُتِلَ اَبِىْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَسَاَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُرَمَائَهُ اَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِىْ وَيُحَلِّلُوْا اَبِىْ

باب 20: جب کوئی شخص قرض کو ہبہ کردے

شعبہ، حکم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایسا کرنا جائز ہے۔

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو اپنا قرض ہبہ کردیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے ذمے دوسرے کا کوئی حق ہو اسے وہ ادا کردینا چاہیے یا معاف کروالینا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے والد شہید ہوگئے ان کے ذمے کچھ قرض تھا، نبی اکرم ﷺ نے قرض خواہوں سے یہ فرمائش کی کہ وہ میرے باغ کا پھل حاصل کرلیں اور میرے والد کا قرض معاف کردیں۔

41– حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِىْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِى ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِىْ حُقُوْقِهِمْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمْتُهُ فَسَاَلَهُمْ اَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِىْ وَيُحَلِّلُوْا اَبِىْ فَاَبَوْا فَلَمْ يُعْطِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِىْ وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ وَلٰكِنْ قَالَ سَاَغْدُوْ عَلَيْكَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ اَصْبَحَ فَطَافَ فِى النَّخْلِ وَدَعَا فِىْ ثَمَرِهِ بِالْبَرَكَةِ فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ حُقُوْقَهُمْ وَبَقِىَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِيَّةٌ ثُمَّ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فَاَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ اسْمَعْ وَهُوَ جَالِسٌ يَا عُمَرُ فَقَالَ اَلَّا يَكُوْنُ قَدْ عَلِمْنَا اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ان کے والد غزوہ اُحد میں شہید ہوگئے۔ قرض خواہوں نے اپنے قرض کے معاملے میں سختی کی، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ سے اس بارے میں بات کی آپ نے ان سے یہ فرمائش کی کہ وہ میرے باغ کا پھل (جتنا بھی ہے) قبول کرلیں اور میرے والد کا قرض معاف کردیں لیکن انہوں نے ایسا کرنے

سے انکار کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے میرے باغ میں سے کچھ بھی انہیں نہیں دیا کوئی چیز توڑ کر نہیں دی۔ آپ نے فرمایا: کل میں تمہاری طرف آؤں گا، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا' اگلے دن آپ صبح کے وقت ہمارے ہاں تشریف لے آئے۔ آپ نے باغ کا چکر لگایا اور باغ کے پھل میں برکت کی' دعا کی میں نے اس پھل کو توڑنا شروع کیا اور ان سب کے قرض کو ادا کر دیا پھر بھی ہمارے پاس اس باغ کا پھل باقی رہ گیا۔

پھر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ تشریف فرما تھے' میں نے آپ کو اس بارے میں عرض کی: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سنو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے، عمر (اس بات کو غور سے سنو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہمیں پہلے سے ہی اس بات کا یقین ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ اللہ کے رسول ہیں۔

باب : هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ

وَقَالَتْ اَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّابْنِ اَبِیْ عَتِیقٍ وَّرِثْتُ عَنْ اُخْتِی عَآئِشَةَ مَالًا بِالْغَابَةِ وَقَدْ اَعْطَانِی بِهٖ مُعَاوِیَةُ مِائَةَ اَلْفٍ فَهُوَ لَكُمَا

باب21: ایک شخص کا کچھ لوگوں کو کوئی چیز ہبہ کرنا

سیدہ اسماء نے قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق سے یہ کہا تھا: مجھے اپنی بہن کی طرف سے وراثت میں ''غابہ'' میں ایک مال (یعنی کھجور زمین) ملا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا معاوضہ ایک لاکھ درہم (طے کیا تھا) وہ تم دونوں کے ہوئے۔

42- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ وَعَنْ یَّمِینِهٖ غُلَامٌ وَّعَنْ یَّسَارِهِ الْاَشْیَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ اِنْ اَذِنْتَ لِیْ اَعْطَیْتُ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُوثِرَ بِنَصِیبِیْ مِنْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدًا فَتَلَّهٗ فِیْ یَدِهٖ

✧✧ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک مشروب پیش کیا گیا آپ نے اسے پی لیا آپ کے دائیں طرف ایک کم سن نوجوان موجود تھا اور بائیں طرف عمر رسیدہ لوگ موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے نوجوان سے کہا اگر تم مجھے یہ اجازت دو تو میں ان لوگوں کو یہ پہلے دے دوں؟ اس نے عرض کی: آپ کی طرف سے آنے والے اپنے حصے میں، میں کسی کے لئے ایثار نہیں کروں گا؟ یارسول اللہ! تو نبی اکرم ﷺ نے وہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

باب : الْهِبَةِ الْمَقْبُوضَةِ وَغَیْرِ الْمَقْبُوضَةِ وَالْمَقْسُومَةِ وَغَیْرِ الْمَقْسُومَةِ

وَقَدْ وَهَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوْا مِنْهُمْ وَهُوَ غَیْرُ مَقْسُوْمٍ

وَقَالَ ثَابِتٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَضَانِیْ وَزَادَنِیْ

باب 22: وہ ہبہ جو قبضے میں لیا جاسکے یا جو قبضے میں نہ لیا جاسکے یا جو تقسیم کیا جاسکے یا جو تقسیم نہ کیا جاسکے

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے ہوازن کو مالِ غنیمت ہبہ کر دیا تھا حالانکہ اسے تقسیم نہیں کیا جاسکتا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا آپ نے مجھے (معاوضہ) ادا کر دیا اور اضافی ادائیگی بھی کی۔

43- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَارِبٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا فِيْ سَفَرٍ فَلَمَّا اَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَوَزَنَ قَالَ شُعْبَةُ اُرَاهُ فَوَزَنَ لِيْ فَاَرْجَحَ فَمَا زَالَ مَعِيْ مِنْهَا شَيْءٌ حَتّٰى اَصَابَهَا اَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو سفر کے دوران اپنا اونٹ فروخت کر دیا جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے تو آپ نے فرمایا: مسجد میں جا کر دو رکعات ادا کرو پھر آپ نے وزن کروا کے اس کی قیمت مجھے ادا کر دی۔ شعبہ بیان کرتے ہیں' میرا یہ خیال ہے' انہوں نے یہ بھی بتایا تھا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے زیادہ وزن عطا کیا تھا وہ قیمت میرے پاس رہی یہاں تک کہ واقعہ حرہ میں اہل شام نے اس پر قبضہ کر لیا۔

44- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ وَّعَنْ يَّمِيْنِهٖ غُلَامٌ وَّعَنْ يَّسَارِهٖ اَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا فَتَلَّهٗ فِيْ يَدِهٖ

✧✧ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک مشروب پیش کیا گیا آپ کے دائیں طرف ایک نوجوان موجود تھا اور بائیں طرف عمر رسیدہ افراد موجود تھے' نبی اکرم ﷺ نے اس نوجوان سے فرمایا: مجھے یہ اجازت دو گے کہ میں یہ ان لوگوں کو دے دوں؟ اس نوجوان نے عرض کی: نہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کی طرف سے آنے والے اپنے حصے میں' میں کسی کے لئے ایثار نہیں کروں گا' تو نبی اکرم ﷺ نے وہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

45- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَّقَالَ اشْتَرُوْا لَهٗ سِنًّا فَاَعْطُوْهَا اِيَّاهُ فَقَالُوْا اِنَّا لَا نَجِدُ سِنًّا اِلَّا سِنًّا هِيَ اَفْضَلُ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ فَاشْتَرُوْهَا فَاَعْطُوْهَا اِيَّاهُ فَاِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ اَحْسَنَكُمْ قَضَاءً

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کچھ قرض لینا تھا (اس نے قرض مانگتے ہوئے سختی سے بات کی) آپ کے ساتھی اسے مارنے کے لئے بڑھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! کیونکہ جس کا حق ہو اسے بات کرنے کا حق ہوتا ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے ایک اونٹ خرید و اور وہ اسے دے دو۔ لوگوں نے عرض کی: ہمیں اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ مل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے وہی خرید کر دے دو تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو

اچھے طریقے سے قرض ادا کرے۔

باب : إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ

باب 23: جب ایک جماعت کچھ لوگوں کے لئے کوئی ایک چیز ہبہ کر دے

46- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ جَآئَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ مَّعِي مَنْ تَرَوْنَ وَاَحَبُّ الْحَدِيْثِ اِلَيَّ اَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اِمَّا السَّبْيَ وَاِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَاْنَيْتُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ اِلَيْهِمْ اِلَّا اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ جَآءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَاِنِّيْ رَاَيْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ فِيْهِ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا وَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنَا مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ هٰذَا اٰخِرُ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ يَعْنِيْ فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنَا

✧✧ مروان بن حکم اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا اور انہوں نے آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی انہیں واپس کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھ جو لوگ ہیں انہیں تم دیکھ رہے ہو میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو' تم دو میں سے ایک پیشکش کو قبول کر لو' یا قیدی لے لو یا مال لے لو۔ میں نے بڑی دیر ان کو سنبھال کر رکھا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر دس دن ان کا انتظار کیا تھا۔ جب ان لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دونوں میں سے کوئی ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے عرض کی: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی حمد وثناء بیان کی پھر ارشاد فرمایا: اما بعد! یہ تمہارے بھائی ہیں جو توبہ کرتے ہوئے ہماری طرف آئے ہیں میرا خیال ہے کہ میں ان کے قیدی ان کے حوالے کر دوں تم لوگوں میں سے جو شخص اپنی خوشی کے ساتھ ایسا کرنا چاہتا ہو وہ ایسا کرے اور جو شخص اپنا حصہ رکھنا چاہتا ہو تو جیسے ہی اللہ تعالیٰ ہمیں پہلا مال فے عطا کرے گا ہم اس کے حصے کی ادائیگی اسے کر دیں گے (لیکن ابھی تم لوگ قیدیوں کو آزاد کرو) لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم خوشی سے ایسا کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں پتہ نہیں چلے گا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی۔ تم واپس جاؤ اور تمہارے بڑے ہمارے پاس آ کر تمہارے معاملے میں بات کریں۔ لوگ واپس چلے گئے ان کے بڑوں نے ان کے ساتھ

بات کی، پھر انہوں نے واپس آ کر نبی اکرم ﷺ کو بتایا: ان سب نے اپنی خوشی کے ساتھ اس بات کی اجازت دی ہے۔
راوی بیان کرتے ہیں، ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں یہ روایت ہم تک پہنچی ہے۔

باب : مَنْ اُهْدِیَ لَهٗ هَدِیَّةٌ وَّعِنْدَهٗ جُلَسَاؤُهٗ فَهُوَ اَحَقُّ وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ جُلَسَائَهٗ شُرَكَاءُ وَلَمْ يَصِحَّ

باب 24: جس شخص کو کوئی ہدیہ دیا جائے اور اس وقت اس کے پاس اور لوگ بھی موجود ہوں تو وہی شخص اس کا حقدار ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ مذکور ہے: اس کے ساتھی بھی اس کے حقدار ہوں گے، لیکن یہ درست نہیں ہے۔

47- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَخَذَ سِنًّا فَجَآءَ صَاحِبُهٗ يَتَقَاضَاهُ فَقَالُوْا لَهٗ فَقَالَ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ قَضَاهُ اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ
وَقَالَ اَفْضَلُكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَآءً

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے اونٹ قرض کے طور پر لیا اس کا مالک آپ سے اس کی واپسی کا تقاضا کرنے کے لئے آیا۔ لوگوں نے اس سے کچھ کہا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے حق لینا ہو اسے بات کرنے کا حق ہوتا ہے۔ آپ نے اسے اس کے اونٹ سے زیادہ بہتر اونٹ عطا کیا اور فرمایا: تم میں سے زیادہ فضیلت وہ شخص رکھتا ہے جو اچھے طریقے سے قرض ادا کرے۔

48- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَكَانَ عَلٰی بَعِيْرٍ لِعُمَرَ صَعْبٍ فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ يَا عَبْدَاللّٰهِ لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيْهِ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ لَكَ فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ قَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ فَاصْنَعْ بِهٖ مَا شِئْتَ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے وہ جس اونٹ پر سوار تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا اور بڑا سرکش تھا وہ نبی اکرم ﷺ سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ ان کے والد ان سے کہتے: اے عبداللہ! نبی اکرم ﷺ سے آگے کوئی نہ بڑھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اسے مجھے فروخت کر دو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ اب آپ کا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خرید لیا اور پھر فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہوا تم اس کے ساتھ جو چاہو کرو۔

باب : اِذَا وَهَبَ بَعِيْرًا لِرَجُلٍ وَّهُوَ رَاكِبُهٗ فَهُوَ جَائِزٌ

باب 25: جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کوئی اونٹ ہبہ کرے اور وہ اس پر سوار ہو تو یہ جائز ہے

49- وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَّكُنْتُ عَلٰى بَعِيْرٍ صَعْبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ فَابْتَاعَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں شریک تھے، میں سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے مجھے فروخت کر دو۔ آپ نے اسے خرید لیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہوا۔

باب : هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا

باب 26: ایسی چیز ہدیہ کرنا جسے پہننا حرام ہو

50- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَاٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ قَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَآءَتْ حُلَلٌ فَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً وَّقَالَ اَكَسَوْتَنِيْهَا وَقُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَّا قُلْتَ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ اَخًا لَّهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی حلہ مسجد کے دروازے پر فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور جب کوئی وفد آئے' اسے پہن لیا کریں تو یہ مناسب ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ حلے آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک حلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا آپ مجھے پہننے کے لئے یہ دے رہے ہیں؟ جبکہ آپ نے عطارد کے حلے کے بارے میں فلاں بات فرمائی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں نے تمہیں اس لئے نہیں دیا کہ تم اسے پہن لو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ مکہ میں موجود اپنے ایک مشرک بھائی کو پہننے کے لئے دے دیا۔

51- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَبُوْ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا وَجَآءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهٗ ذٰلِكَ فَذَكَرَهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ عَلٰى بَابِهَا سِتْرًا مَّوْشِيًّا فَقَالَ مَا لِيْ وَلِلدُّنْيَا فَاَتَاهَا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهَا فَقَالَتْ لِيَاْمُرْنِيْ فِيْهِ بِمَا شَآءَ قَالَ تُرْسِلُ بِهٖ اِلٰى فُلَانٍ اَهْلِ بَيْتٍ بِهِمْ حَاجَةٌ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے لیکن اندر داخل نہیں

ہوئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ ان سے کیا۔ انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے اس کے دروازے پر ایک پردہ لگا ہوا دیکھا ہے۔ جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا دنیا کے ساتھ کیا مطلب ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ اس بارے میں مجھے جو چاہیں حکم دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے فلاں گھر والوں کو دے دو انہیں اس کی ضرورت ہوگی۔

52- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِی عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَهْدٰى اِلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا فَرَاَيْتُ الْغَضَبَ فِی وَجْهِهٖ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَآئِی

✧✧ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ریشمی جبہ تحفہ کے طور پر بھیجا میں نے اسے پہن لیا پھر میں نے آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو میں نے اسے چیر کر اپنے گھر کی خواتین میں تقسیم کر دیا۔

باب : قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيْهَا مَلِكٌ اَوْ جَبَّارٌ فَقَالَ اَعْطُوْهَا اٰجَرَ وَاُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَآءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَّكَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ

باب **27**: مشرکین کی طرف سے ہدیہ قبول کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیّدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ہجرت کی وہ ایک بستی

رقم الحدیث :52

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	2071
بجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن''، دارالفکر، بیروت، لبنان	4043
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	698
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	4016
موصلی، امام، ابویعلی، احمد بن علی بن مثنیٰ، ''المسند''، دارالمامون للتراث، دمشق، شام، 1404ھ۔1984ء	319
طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، ''المعجم الکبیر''، مکتبہ العلوم والحکم، موصل، 1404ھ/1983ء	887
شیبانی، امام، ابوبکر، احمد بن عمرو، ''الاحاد والمثانی''، دارالرایۃ، ریاض، سعودی عرب، 1411ھ/1991ء	170
جوہری، امام، ابوالحسن، علی بن الجعد بن عبید، ''مسند ابن الجعد''، موسسہ نادر، بیروت، لبنان، 1410ھ/1990ء	465
طیالسی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن داؤد، ''المسند''، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان	119

میں داخل ہوئے جہاں ایک ظالم شخص حکمران تھا اس نے کہا: اس خاتون کو ایک کنیز دے دو۔

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بکری (غیر مسلموں کی طرف سے) تحفے کے طور پر پیش کی گئی تھی جس میں زہر ملا ہوا تھا۔

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "ایلہ" کے حاکم نے آپ کی خدمت میں ایک سفید خچر تحفے کے طور پر پیش کیا تھا تو آپ نے اسے ایک چادر تحفے کے طور پر دی تھی اور وہاں کے سمندر کی حکومت اس کے نام کر دی تھی۔

53- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَّكَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِى الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا

وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اِنَّ اُكَيْدِرَ دُوْمَةَ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی جبہ پیش کیا گیا، نبی اکرم ﷺ ریشم پہننے سے منع کرتے تھے۔ لوگوں کو وہ بہت پسند آیا، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ اچھے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' دومہ کے گورنر نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفہ پیش کیا تھا۔

54- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَّسْمُوْمَةٍ فَاَكَلَ مِنْهَا فَجِيْءَ بِهَا فَقِيْلَ اَلَا نَقْتُلُهَا قَالَ لَا فَمَا زِلْتُ اَعْرِفُهَا فِىْ لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رقم الحديث :53-

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، "الصحیح"، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	2468
ترمذی، امام، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، "الجامع"، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1723
نسائی، امام، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب "السنن"، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام، 1406ھ، 1986ء	5302
قزوینی، امام، ابوعبداللہ، محمد بن یزید بن ماجہ، "السنن"، دارالفکر، بیروت، لبنان	157
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، "المسند"، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	12114
بستی، امام، ابوحاتم، محمد بن حبان، "الصحیح"، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء	7036
طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، "المعجم الکبیر"، مکتبہ العلوم والحکم، موصل، 1404ھ/1983ء	5347
موصلی، امام، ابویعلیٰ، احمد بن علی بن مثنیٰ، "المسند"، دارالمامون للتراث، دمشق، شام، 1404ھ۔1984ء	1731
صنعانی، امام، ابوبکر، عبدالرزاق بن ہمام، "المصنف"، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان، (طبع ثانی) 1403ھ	20415
کوفی، امام، ابوبکر، عبداللہ بن محمد بن ابوشیبہ، "المصنف"، مکتبہ الرشد، ریاض، سعودی عرب، (طبع اول) 1409ھ	32320
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، "السنن الکبریٰ"، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	5900
نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، "السنن الکبریٰ"، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء	8221
طحاوی، امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ "شرح معانی الآثار"، دارالکتب العلمیہ بیروت الطبعۃ الاولیٰ 1399ھ	6194

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک یہودی عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زہر ملا ہوا بکری کا گوشت لے کر آئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ کھالیا پھر اس عورت کو لایا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کیا ہم اس عورت کو قتل نہ کر دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تالو میں اس کا اثر میں نے ہمیشہ محسوس کیا۔

55- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ فَاِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ ثُمَّ جَآءَ رَجُلٌ مُّشْرِكٌ مُّشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا اَمْ عَطِيَّةً اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةً قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ اَنْ يُّشْوٰى وَايْمُ اللّٰهِ مَا فِي الثَّلَاثِينَ وَالْمِائَةِ اِلَّا قَدْ حَزَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ حُزَّةً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِهَا اِنْ كَانَ شَاهِدًا اَعْطَاهَا اِيَّاهُ وَاِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَاَ لَهُ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ فَاَكَلُوا اَجْمَعُونَ وَشَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيرِ اَوْ كَمَا قَالَ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہم ایک سوتیس افراد تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک صاع اناج تھا اسے گوندھا گیا پھر ایک مشرک شخص آیا جو لمبے قد کا مالک اور گندی بالوں والا تھا۔ اس کے مالک کی بکریاں تھیں جنہیں وہ ہانک کر لا رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا فروخت کرو گے یا ویسے ہی دے دو گے۔ اس نے عرض کی: نہیں' میں فروخت کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی اس بکری کو تیار کیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کلیجی کو بھوننے کا حکم دیا۔ اللہ کی قسم! ان ایک سوتیس افراد میں سے ہر ایک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلیجی کا حصہ دیا جو موجود تھا اور جو موجود نہیں تھا اس کے لئے سنبھال کر رکھ لیا۔ آپ نے اس سب کو دو بڑے پیالوں میں رکھوایا تھا ان تمام حضرات نے اسے کھالیا ہم لوگ سیر ہو گئے پھر بھی دونوں پیالوں میں وہ سالن بچ گیا تو ہم نے اسے اونٹوں پر لاد دیا۔

باب : الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِينَ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

(لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا

رقم الحديث:54

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، "الصحیح"، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 2190

سجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن"، دارالفکر، بیروت، لبنان 4508

شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، "المسند"، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر 13309

نیشاپوری، امام، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم، "المستدرک"، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان 1411ھ/1990ء 7090

بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، "السنن الکبریٰ"، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء 19500

اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ)

باب 28: مشرکین کو ہدیہ دینا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا' جو دین کے معاملے میں تمہارے ساتھ جنگ نہیں کرتے، انہوں نے تمہیں تمہاری بستی سے نہیں نکالا ہے' کہ تم ان کے ساتھ اچھائی سے کام لو اور عدل سے کام لو بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

56- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَاٰى عُمَرُ حُلَّةً عَلٰى رَجُلٍ تُبَاعُ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ تَلْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاِذَا جَآئَكَ الْوَفْدُ فَقَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا بِحُلَلٍ فَاَرْسَلَ اِلٰى عُمَرَ مِنْهَا بِحُلَّةٍ فَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ اَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْهَا مَا قُلْتَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا تَبِيْعُهَا اَوْ تَكْسُوْهَا فَاَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ اِلٰى اَخٍ لَهُ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک حلے کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: اس حلے کو خرید لیں اور جمعہ کے دن پہن لیا کریں یا اس دن پہن لیا کریں جب کوئی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ حلے پیش کیے گئے، آپ نے ان میں سے ایک حلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھجوایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں اسے کیسے پہن سکتا ہوں جبکہ آپ نے اس کے بارے میں وہ بات ارشاد فرمائی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! میں نے تمہیں یہ اس لئے نہیں دیا تھا کہ تم اسے پہن لو اسے فروخت کر دو یا کسی اور کو پہننے کے لئے دے دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں موجود اپنے ایک بھائی کو دے دیا جس نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

57- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ

رقم الحديث: 57- اطراف الحديث: (3012، 5633، 5634)

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 1003

بجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن''، دارالفکر، بیروت، لبنان 1668

شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر 26958

بستی، امام، ابوحاتم، محمد بن حبان، ''الصحیح''، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء 452

بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء 7632

طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، ''المعجم الکبیر''، مکتبہ العلوم والحکم، موصل، 1404ھ/1983ء 203

بخاری، امام، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل ''الادب المفرد''، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ/1989ء 25

عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُ اُمِّيْ قَالَ نَعَمْ صِلِيْ اُمَّكِ

✧✧ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں میری والدہ میرے ہاں آئیں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کی بات ہے وہ مشرکہ تھیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: وہ کچھ مالی امداد چاہتی ہیں کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

باب : لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْ هِبَتِهٖ وَصَدَقَتِهٖ

باب **29**: کسی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ہبہ یا صدقہ کو واپس لے

58- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّشُعْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص اپنی قے کو چاٹ لے۔

ہبہ کی واپسی سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ملت اور ہماری قوم جس عز و شرف کی حامل ہے اور اس انسانیت کے جن اعلیٰ اصول اور شرافت و تہذیب کے جس بلند معیار سے کے نوازا گیا ہے اس کے پیش نظر ہماری ملت و قوم کے کسی بھی فرد کے لئے یہ بات قطعاً مناسب نہیں ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا کام کرے جو اس کے ملی شرف اور اس کی قومی عظمت کے منافی ہو اور اس کی وجہ سے اس پر کوئی بری مثال چسپاں کی جائے۔ اس سے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ و تحفہ دے کر واپس لینا چونکہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کتا اپنی قے چالٹ لیتا ہے اس لئے کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی کوئی چیز ہدیہ کرے اور پھر اسے واپس لے لے اور اس طرح اس پر یہ بری مثال چسپاں کی جانے لگے۔ یہ تو حدیث کی وضاحت اور اس سے پیدا ہونے والا ایک اخلاقی اور نفسیاتی پہلو تھا لیکن اس کا فقہی اور شرعی پہلو یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق کسی کو کوئی چیز بطور ہبہ یا بطور صدقہ دینا اور پھر لینے والے کے قبضے میں اس چیز کے چلے جانے کے بعد اس کو واپس لے لینا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے البتہ بعض صورتوں میں جائز نہیں ہے۔

اور اس بارے میں ایک حدیث بھی منقول ہے۔ یہاں مذکور یہ حدیث کے بارے میں حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کراہت پر محمول ہے اور اس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی کو کوئی چیز دے کر واپس لے لینا بے مروتی اور غیر پسندیدہ بات ہے لیکن بقیہ تینوں ائمہ یعنی حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل کے نزدیک چونکہ یہ حدیث حرمت پر محمول ہے اس لئے ان تینوں کا مسلک یہ ہے کہ ہدیہ اور صدقہ دے کر واپس لے لینا جائز نہیں ہے البتہ حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو

کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ اس سے واپس لے سکتا ہے۔ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد کا قول بھی یہی ہے اور آگے آنیوالی بعض احادیث بھی ان پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان احادیث کے جو معنی حنفیہ نے مراد لئے ہیں وہ بھی آگے مذکور ہوں گے۔

59- حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ الَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِيْ قَيْئِهٖ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایسی بری مثال ہمارے لائق نہیں ہے وہ شخص جو اپنے ہبہ کو واپس لے وہ اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے کو چاٹ لیتا ہے۔

60- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهُ مِنْهُ وَظَنَنْتُ اَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَّاحِدٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں سواری کے لئے دیا جس شخص کے پاس وہ تھا اس نے اسے ضائع کر دیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس سے اس گھوڑے کو خرید لیتا ہوں، میرا یہ خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ دے گا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: تم اسے نہ خریدو اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم میں وہ گھوڑا دے رہا ہو کیونکہ اپنے صدقے کو واپس لینے والا اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے کو چاٹ لیتا ہے۔

61- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ بَنِيْ صُهَيْبٍ مَّوْلٰى ابْنِ جُدْعَانَ ادَّعَوْا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى ذٰلِكَ صُهَيْبًا فَقَالَ مَرْوَانُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكُمَا عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَدَعَاهُ فَشَهِدَ لَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً فَقَضٰى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهٖ لَهُمْ

✧✧ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بیٹوں نے یہ دعویٰ کیا کہ دو گھر اور ایک حجرہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا مروان نے دریافت کیا: آپ کے حق میں گواہی کون دے گا؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بلوایا تو انہوں نے یہ گواہی دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دو گھر اور ایک حجرہ دیا تھا' تو مروان نے اس گواہی کی وجہ سے ان کے بچوں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

ہبہ کی واپسی کے اسباب سبعہ کا بیان

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں ہبہ واپس لے لینا جائز ہے لیکن مکروہ ہے چنانچہ جن احادیث سے ہبہ واپس لے لینے کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے وہ ان کو کراہت پر محمول کرتے ہیں ہاں ہبہ کی سات صورتیں ایسی ہیں جن میں امام اعظم کے نزدیک بھی اپنا

ہبہ واپس لے لینا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ فقہ کی بعض کتابوں میں سات حرفوں کے اس مجموعے (دمع خزقہ) سے ان ساتوں صورتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے بایں طور کہ اس مجموعہ کا ہر حرف ایک صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی تفصیلی وضاحت یہ ہے کہ حرف دال سے مراد زیادتی متصلہ ہے یعنی جس ہبہ میں کسی چیز کا اضافہ ہو گیا ہو یا اس میں کوئی چیز ملالی گئی ہو تو اس ہبہ کی واپس درست نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اس صورت کو یوں سمجھئے کہ زید نے بکر کو زمین کا ایک ایسا قطعہ ہبہ کر دیا جس میں نہ کوئی عمارت تھی اور نہ درخت وغیرہ تھے اب بکر نے اس زمین میں کوئی عمارت بنالی یا اس میں کوئی درخت وغیرہ لگا لئے تو اس صورت میں ہبہ کرنیوالے یعنی زید کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ اپنا ہبہ یعنی اس زمین کو واپس لے لے۔

حرف میم واہب یا موہوب لہ کی موت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فرض کیجئے حسن نے نعیم کو اپنی کوئی چیز ہبہ کر دی اور پھر حسن مر گیا تو اب حسن کے ورثاء کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ موہوب لہ یعنی نعیم سے اس چیز کی واپسی کا مطالبہ کریں جو حسن نے اس کو ہبہ کی تھی یا اگر نعیم مر جائے تو واہب یعنی حسن کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ وہ نعیم کے ورثاء سے اس چیز کے بارے میں کسی قسم کا کوئی مطالبہ کرے جو اس نے نعیم کو ہبہ کر دی تھی۔

حرف ع سے اشارہ ہے کہ ہبہ بالعوض" کی طرف یعنی اگر کوئی شخص کسی کو اپنی کوئی چیز کسی چیز کے عوض میں ہبہ کرے تو واہب کو اپنے اس ہبہ کو واپس لے لینے کا حق نہیں پہنچتا۔

حرف خ سے اشارہ ہے خروج کی طرف یعنی اگر موہوب موہوب لہ کی ملکیت سے نکل گئی بایں طور کہ اس نے وہ چیز یا تو کسی کے ہاتھ فروخت کر دی یا کسی کو دے ڈالی تو اس صورت میں واہب موہوب لہ سے اس چیز کا تقاضہ کر کے نہیں لے سکتا۔

حرف ز سے زوجین کی طرف اشارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو یا بیوی اپنے خاوند کو کوئی چیز ہبہ کر دے تو وہ ایک دوسرے سے اس چیز کو واپس نہیں لے سکتے۔

حرف ق سے قرابت (رشتہ داری) کی طرف اشارہ ہے اور قرابت بھی وہ جس میں محرمیت ہو یعنی اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو یا کوئی بیٹا اپنے باپ کو یا ماں کو یا دادا کو یا نانا کو یا بھائی کو یا بہن کو اور یا کسی بھی ایسے عزیز کو کہ جس سے محرمیت کی قرابت ہو اپنی کوئی چیز ہبہ کر دے تو اس ہبہ کو واپس لے لینا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

اور حرف ہ سے موہوب کے ہلاک وضائع ہو جانے کی طرف اشارہ ہے یعنی اگر موہوب وہ چیز جو ہبہ کی گئی تھی) موہوب لہ کے پاس سے ہلاک یا ضائع ہو گئے تو واہب کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ موہوب لہ سے اس کی واپسی کا مطالبہ کرے۔

باب: مَا قِيلَ فِي الْعُمْرٰى وَالرُّقْبٰى

أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرٰى جَعَلْتُهَا لَهُ (اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا) جَعَلَكُمْ عُمَّارًا

باب 30: عمریٰ اور رقبیٰ کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

میں نے اسے گھر عمریٰ کے لئے دیا (یعنی میں نے اسے دے دیا)۔

استعمر کم فیھا یعنی تمہیں اس میں آباد کیا۔

62- حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِى سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرٰى اَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے: یہ اس کا ہوگا جس کو لئے ہبہ کیا گیا ہے۔

63- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنِى النَّضْرُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَآئِزَةٌ

وَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِى جَابِرٌ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: عمریٰ جائز ہے۔

یہی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

عمریٰ کے فقہی مفہوم کا بیان

جان لیجیے کہ عمری کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے اپنا یہ مکان تمہیں تمہاری زندگی تک کے لئے دیا یہ جائز ہے اس صورت میں جب تک وہ شخص جس کو مکان دیا گیا ہے زندہ ہے اس سے وہ مکان واپس نہیں لیا جا سکتا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد وہ مکان واپس لیا جا سکتا ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ عمری کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

رقم الحديث 63:

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1625
بجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث ''السنن''، دارالفکر، بیروت، لبنان	3548
ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، ''الجامع''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1349
نسائی، امام، ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب ''السنن''، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، شام، 1406ھ، 1986ء	3717
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، ''المسند''، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	8548
طیالسی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن داؤد، ''المسند''، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان	1680
طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، ''المعجم الکبیر''، مکتبہ العلوم والحکم، موصل، 1404ھ/1983ء	4947
صنعانی، امام، ابوبکر، عبدالرزاق بن ہمام، ''المصنف''، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان، (طبع ثانی) 1403ھ	16896
کوفی، امام، ابوبکر، عبداللہ بن محمد بن ابوشیبہ، ''المصنف''، مکتبہ الرشد، ریاض، سعودی عرب، (طبع اول) 1409ھ	22616
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	11751
نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، ''السنن الکبریٰ''، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء	6556
طحاوی، امام، ابوجعفر، احمد بن محمد بن سلامہ ''شرح معانی الآثار''، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1399ھ	5415
جوہری، امام، ابوالحسن، علی بن الجعد بن عبید، ''مسند ابن الجعد''، موسسہ نادر، بیروت، لبنان، 1410ھ/1990ء	969

اول یہ کہ کوئی شخص مثلاً اپنا مکان کسی کو دے اور یہ کہے کہ میں نے اپنا یہ مکان تمہیں دے دیا جب تک تم زندہ رہو گے یہ تمہاری ملکیت میں رہے گا تمہارے مرنے کے بعد تمہارے وارثوں اور اولاد کا ہو جائے گا اس صورت کے بارے میں تمام علماء کا بالاتفاق یہ مسلک ہے کہ یہ ہبہ ہے اس صورت میں مکان مالک کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور جس شخص کو دیا گیا ہے اس کی ملکیت میں آ جاتا ہے اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اس مکان کے مالک ہو جاتے ہیں اگر ورثاء نہ ہوں تو بیت المال میں داخل ہو جاتا ہے۔

عمریٰ کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دینے والا بلا کسی قید و شرط کے یعنی مطلقاً یہ کہے کہ یہ مکان تمہاری زندگی تک تمہارا ہے اس صورت کے بارے میں علماء کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ اس کا بھی حکم وہی ہے جو پہلی صورت کا حکم ہے چنانچہ حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے اور بعد اس کے وارثوں کا حق نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک یعنی جس نے اس شخص کو دیا تھا کی ملکیت میں واپس آ جاتا ہے۔

موت کے بعد عمریٰ کو واپس لوٹانے میں مذاہب اربعہ

تیسری صورت یہ ہے کہ دینے والا یوں کہے کہ یہ مکان تمہاری زندگی تک تمہارا ہے تمہارے مرنے کے بعد میری اور میرے وارثوں کی ملکیت میں آ جائے گا اس صورت کے بارے میں بھی زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی صورت ہے حنفیہ کے نزدیک یہ شرط کہ تمہارے مرنے کے بعد میری اور میرے وارثوں کی ملکیت میں آ جائے گا فاسد ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ کسی فاسد شرط کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتا۔

حضرت امام شافعی کا بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے لیکن حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ عمریٰ کی یہ صورت ایک فاسد شرط کی وجہ سے فاسد ہے۔ عمریٰ کے بارے میں حضرت امام مالک کا یہ قول ہے کہ اس کی تمام صورتوں میں بنیادی مقصد دی جانے والی چیز کی منفعت کا مالک کرنا ہوتا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب ہبہ، بیروت)

عمریٰ معمرلہ کے ورثاء کی ملکیت بن جاتا ہے

حضرت جابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمریٰ اپنے مالک یعنی معمرلہ کے ورثاء کی میراث ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

معمرلہ اس شخص کو کہتے ہیں جسے بطور عمریٰ کوئی چیز دی جاتی ہے چنانچہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو مثلاً کوئی مکان بطور عمریٰ دیا جاتا ہے وہ مکان اس کی زندگی تک تو اس کی ملکیت رہتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت بن جاتا ہے گویا یہ حدیث اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے جمہور علماء کے مسلک کی دلیل ہے۔

عمریٰ و رقبیٰ سے انتقال ملکیت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص اور اس کے ورثاء کو کوئی چیز بطور عمریٰ دی جاتی ہے تو وہ عمریٰ اسی شخص کا ہو جاتا ہے جسے وہ دیا گیا ہے (یعنی وہ چیز اس کی ملکیت ہو جاتی ہے) عمریٰ دینے والے کی ملکیت میں

واپس نہیں آتا کیونکہ دینے والے نے اس طرح دیا ہے کہ اس میں میراث جاری ہو جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز کسی شخص کو بطور عمری دی جاتی ہے وہ اس شخص کی ہو جاتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ملکیت میں چلی جاتی ہے دینے والے کی ملکیت میں واپس نہیں آتی۔ حضرت ابو ہریرہ: کی جو روایت اوپر گزری ہے اس کی تشریح کے ضمن میں عمری کی تین صورتیں بیان کی گئی تھیں اس حدیث میں انہیں سے پہلی صورت کا بیان ہے اس بارے میں جو فقہی اختلاف ہے اس کی تفصیل وہاں ذکر کی جا چکی ہے۔

حضرت جابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقبی کرو اور نہ عمری کرو کیونکہ جو چیز یعنی مثلاً مکان یا زمین) بطور رقبی یا بطور عمری دی جاتی ہے وہ اس کے ورثاء کی ملکیت میں چلی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد)

عمری کی طرح رقبی بھی ہبہ ہی کی ایک شاخ ہے اس کی وضاحت بھی ابتداء باب کے حاشیہ میں کی جا چکی ہے چنانچہ رقبی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں اپنا مکان تمہیں اس شرط کے ساتھ دیتا ہوں کہ اگر میں تم سے پہلے مر گیا تو یہ مکان تمہاری ملکیت میں رہے گا اور اگر تم مجھ سے پہلے مر گئے تو پھر یہ میری ملکیت میں آ جائے گا رقبی مشتق ہے ارقاب سے جو مراقبہ کے معنی میں ہے گویا رقبی میں ہر ایک دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہے۔

اس حدیث میں عمری اور رقبی سے منع کیا گیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ تم جو چیز بطور عمری یا رقبی کسی کو دیتے ہو وہ اس شخص کی ملکیت میں چلی جاتی ہے اور تمہاری ملکیت چونکہ کلیۃً ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس شخص کے مرنے کے بعد وہ چیز اس کے ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے لہٰذا تم اپنے مال کو بطور عمری یا رقبی اپنی ملکیت سے نکال کر اپنا نقصان نہ کرو۔

اب رہی یہ بات کہ جب پہلے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عمری اور رقبی جائز ہیں تو پھر اس ممانعت کا محمول کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو یہ ممانعت اس وقت فرمائی گئی ہوگی جب یہ دونوں جائز نہیں تھے اس صورت میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا پھر اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ظاہر کرنا ہے کہ عمری اور رقبی اگرچہ مصلحت کے خلاف ہیں لیکن جب یہ وقوع پذیر ہو جاتے ہیں (یعنی کسی کو کوئی چیز بطور عمری یا رقبی دے دی جاتی ہے) تو شرعی طور پر یہ صحیح ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز نہ صرف اس کی ملکیت میں آ جاتی ہے کہ جس کو دی گئی ہے بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت میں پہنچ جاتی ہے اس صورت میں اس حدیث کو منسوخ قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔

عمری کے بارے میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ حنفیہ کے ہاں جائز ہے لیکن رقبی کے بارے میں ملا علی قاری یہ لکھتے ہیں کہ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد کے نزدیک تو جائز نہیں ہے لیکن حضرت امام ابو یوسف کے قول کے مطابق جائز ہے۔

حنفی علماء میں سے بعض شارحین حدیث نے اس حدیث کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہ نہی (ممانعت) ارشادی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا مال کسی مدت متعینہ تک کے لئے ہبہ نہ کرو کہ جب وہ مدت پوری ہو جائے تو اپنا مال واپس لے لو کیونکہ جب تم اپنی کوئی چیز کسی کو دے دو تو وہ تمہاری ملکیت سے نکل گئی اب وہ تمہاری ملکیت میں نہیں آئے گی خواہ تم وہ چیز ہبہ کی صراحت کر کے

دو یا عمری اور رقبی کے طور پر دو۔

رقبیٰ کے صحیح ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم، امام محمد اور ایک قول کے مطابق امام مالک علیہم الرحمہ کے نزدیک رقبیٰ درست نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک رقبیٰ درست ہے کیونکہ یہ ایسی شرط پر مشتمل ہے جس کے سبب موت کے بعد اس کو لوٹا دیا جاتا ہے۔ پس یہ عمریٰ کے حکم میں ہو جائے گا۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسی تعلیق کے معلق ہے جو خود خطرناک یعنی موت ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب ہبہ، بیروت)

باب : مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ وَالدَّابَّةَ وَغَيْرَهَا

باب 31: جو شخص لوگوں سے گھوڑا، یا کوئی جانور، یا کوئی اور چیز مستعار لے

64- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِّنْ اَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَّاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اہل مدینہ خوف کا شکار ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا عارضی طور پر لیا اس کا نام مندوب تھا آپ اس پر سوار ہوئے جب آپ واپس آئے تو فرمایا: میں نے کوئی خطرناک چیز نہیں دیکھی ہم نے گھوڑے کو سمندر کی طرح (تیز رفتار) پایا ہے۔

باب : الْاِسْتِعَارَةِ لِلْعَرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ

باب 32: رخصتی کے وقت کوئی چیز دلہن کے لئے ادھار لینا

65- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَقَالَتِ ارْفَعْ بَصَرَكَ اِلٰى جَارِيَتِيْ انْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهَا تُزْهٰى اَنْ تَلْبَسَهُ

رقم الحديث :64

القشیری، امام، ابو الحسین، مسلم بن حجاج، "الصحیح"، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	2307
سجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن"، دار الفکر، بیروت، لبنان	4988
ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، "الجامع"، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان	1686
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، "المسند"، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	12767
بستی، امام، ابوحاتم، محمد بن حبان، "الصحیح"، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء	5798
بخاری، امام، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، "الادب المفرد"، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، 1409ھ/1989ء	879
طیالسی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن داؤد، "المسند"، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان	1979

فِي الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ إِلَّا أَرْسَلَتْ إِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهُ

✧✧ عبدالواحد بن ایمن بیان کرتے ہیں' میرے والد نے مجھے یہ بتایا: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ایک قطری قمیص پہنی ہوئی تھی جس کی قیمت تقریباً پانچ درہم تھی۔ انہوں نے فرمایا: میری اس کنیز کو دیکھو اسے یہ بھی پسند نہیں ہے کہ اسے گھر میں پہن لے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک قمیص ہمارے پاس ہوا کرتی تھی اور مدینہ منورہ میں جس بھی لڑکی کی شادی ہوتی تھی وہ قمیص عارضی طور پر مجھ سے لے جاتی تھی۔

باب : فَضْلِ الْمَنِيحَةِ

باب 33: منیحہ کی فضیلت

66- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْمَنِيحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً وَّالشَّاةُ الصَّفِيُّ تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَّتَرُوحُ بِإِنَاءٍ

حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَإِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَّالِكٍ قَالَ نِعْمَ الصَّدَقَةُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے بہترین ''منیحہ'' دودھ دینے والی اونٹنی اور صاف دودھ دینے والی بکری ہے جو صبح وشام برتن بھر کے دودھ دے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں ''سب سے بہترین صدقہ'' کے الفاظ ہیں۔

67- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ

رقم الحديث65:

بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء 11253

حنظلی، امام، اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ ''المسند''، مکتبہ الایمان، مدینہ منورہ، (طبع اول) 1412ھ/1991ء 1295

طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، ''المعجم الاوسط''، دارالحرمین، قاہرہ، مصر، 1415ھ 3761

رقم الحديث :66

موصلی، امام، ابویعلی، احمد بن علی بن مثنیٰ، ''المسند''، دارالمامون للتراث، دمشق، شام، 1404ھ-1984ء 6288

طبرانی، امام، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب ''مسند الشامیین''، موسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1405ھ/1984ء 3308

رقم الحديث67:

القشیری، امام، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، ''الصحیح''، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان 1771

بستی، امام، ابوحاتم محمد بن حبان، ''الصحیح''، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء 6282

نسائی، امام، ابوعبدالرحمان، احمد بن شعیب، ''السنن الکبریٰ''، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1411ھ/1991ء 8320

بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، ''السنن الکبریٰ''، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء 11413

اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ مَّكَّةَ وَلَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ يَعْنِىْ شَيْئًا وَّكَانَتِ الْاَنْصَارُ اَهْلَ الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَاسَمَهُمُ الْاَنْصَارُ عَلٰى اَنْ يُّعْطُوْهُمْ ثِمَارَ اَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَّيَكْفُوْهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُؤْنَةَ وَكَانَتْ اُمُّهُ اُمُّ اَنَسٍ اُمُّ سُلَيْمٍ كَانَتْ اُمَّ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ فَكَانَتْ اَعْطَتْ اُمُّ اَنَسٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَاَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ اُمَّ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِىْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِ اَهْلِ خَيْبَرَ فَانْصَرَفَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُوْنَ اِلَى الْاَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِىْ كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُمِّهِ عِذَاقَهَا وَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهِ

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ اَخْبَرَنَا اَبِىْ عَنْ يُّوْنُسَ بِهٰذَا

وَقَالَ مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب مہاجرین مکہ سے مدینہ منورہ آئے تو ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ انصار کے پاس زمینیں بھی تھیں اور گھر بھی تھے۔ انصار نے اپنا مال تقسیم کر کے انہیں دے دیا اور اپنے باغات کے پھل ہر سال انہیں دینے شروع کئے۔ مہاجرین وہاں کام کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ اُمّ انس' جو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا ہیں اور حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کی بھی والدہ ہیں انہوں نے اپنے کچھ کھجوروں کے درخت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درخت سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دے دیئے جو آپ کی کنیز تھیں اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ خیبر کے ساتھ جنگ کر کے فارغ ہوئے اور آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجرین نے وہ تمام عطیات انصار کو واپس کر دیئے جو انصار نے انہیں دیئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ کو ان کے درخت واپس کر دیئے اور آپ نے سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو ان درختوں کی جگہ اپنے باغ میں سے کچھ درخت عطا کر دیئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' ایک روایت میں کچھ لفظی اختلاف ہے۔

68- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ كَبْشَةَ السَّلُوْلِيِّ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُوْنَ

رقم الحديث 68:

سجستانی، امام، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث "السنن"، دارالفکر، بیروت، لبنان	1683
شیبانی، امام، ابوعبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، "المسند"، موسسہ قرطبہ، قاہرہ، مصر	6488
بستی، امام، ابوحاتم محمد بن حبان، "الصحیح"، موسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1414ھ/1993ء	5095
نیشاپوری، امام، ابوعبداللہ، محمد بن عبداللہ حاکم، "المستدرک"، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان 1411ھ/1990ء	7578
بیہقی، امام، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی، "السنن الکبریٰ"، مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب 1414ھ/1994ء	7588

خَصْلَةً اَعْلاهُنَّ مَنِيحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَآءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيقَ مَوْعُوْدِهَا اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ قَالَ حَسَّانُ فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ مَنِيحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَّدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَاِمَاطَةِ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَنَحْوِهٖ فَمَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نَّبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: چالیس خوبیاں ایسی ہیں' جن میں سب سے بڑی خوبی بکری کو بلا معاوضہ دینا ہے' جو شخص ان خوبیوں میں سے کسی ایک خوبی پر بھی' ثواب کے حصول کے لئے اور وعدے کی تصدیق کے لئے عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے عوض میں جنت میں داخل کرے گا۔

حسان نامی راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے ان کی گنتی کرنا شروع کی جو بکری کو عطیہ دینے کے علاوہ ہیں' ان میں سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کو جواب دینا، راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا وغیرہ شامل ہیں لیکن ہم پندرہ سے زیادہ چیزیں نہیں گن سکے۔

69- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِرِجَالٍ مِّنَّا فُضُوْلُ اَرَضِيْنَ فَقَالُوْا نُؤَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهٗ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم میں سے کچھ لوگوں کے پاس اضافی زمین موجود تھی انہوں نے کہا: ہم تہائی، چوتھائی یا نصف پیداوار کے عوض میں اسے معاوضے پر دے دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی زمین موجود ہو وہ خود اس میں کھیتی باڑی کرے یا وہ بلا معاوضہ اپنے بھائی کو دیدے اگر وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے (لیکن کرائے پر نہ دے)

مزارعت کے معنی ومفہوم کا بیان

اور کسی کو اپنی زمین اس طور پر کاشت کے لیے دینا کہ جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں میں مثلاً نصف نصف یا ایک تہائی دو تہائیاں تقسیم ہو جائے گی اس کو مزارعت کہتے ہیں، اسی کو ہندوستان میں بٹائی پر کھیت دینا کہتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مزارعت ناجائز ہے مگر فتویٰ قول صاحبین پر ہے کہ مزارعت جائز ہے۔

اسلام میں مزارعت کے جائز و ناجائز ہونے کی بحث

مزارعت کے بارے میں بعض لوگ فقہ حنفی کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہیں۔ اور غیر مقلدین محض مصنوعی وفنی جملوں سے استدلال کر کے عوام میں توہمات پھیلانے میں سرگرداں رہتے ہیں۔ ہم ذیل میں اس موضوع کے متعلق فقہ حنفی کی پاسبانی میں دیئے گئے دلائل اور وہ احادیث جن سے مزارعت کے بارے میں فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اور غلط شرائط کی بنیاد پر مزارعت سے منع کیا اور نقصان دہ شرائط سے جب خالی تو مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔

شریعت میں مزارعت جائز ہے، احادیثِ مبارکہ میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کا جواز ثابت ہے۔ جن

احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ ایسی مزارعت پر محمول ہیں جن میں غلط شرائط لگادی گئی ہوں۔

بٹائی کے متعلق حدیثِ مخابرہ کی تحقیق

کیا اس حدیثِ مخابرہ میں بٹائی کی ممانعت آئی ہے؟

عن رافع بن خديج رضي الله عنه أنه زرع أرضًا فمرّ به النبي صلى الله عليه وسلم وهو يسقيها فسأله: لمن الزرع؟ ولمن الأرض؟ فقال: زرعي وببذري وعملي لي الشطر ولبني فلان الشطر. فقال: أربيتما، فرد الأرض على أهلها وخذ نفقتك. (سنن ابوداؤد، طبع ایچ ایم سعید)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک کھیتی کاشت کی، وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، جبکہ وہ اس کو پانی دے رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: یہ کس کی کھیتی ہے اور کس کی زمین ہے؟ میں نے جواب دیا: کھیتی میرے بیج اور عمل کا نتیجہ ہے، اور آدھی پیداوار میری اور آدھی بنی فلاں کی ہوگی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ربا اور سود کا معاملہ کیا، زمین اس کے مالکوں کو واپس کردو اور اپنا خرچ ان سے لے لو۔

عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من لم يذر المخابرة فليؤذن بحرب من الله ورسوله. (سنن ابوداؤد، طبع ایچ ایم سعید)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص مخابرہ کو نہ چھوڑے، اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

مزارعت کی بعض صورتیں ناجائز ہیں، ان احادیث میں ان ہی سے ممانعت فرمائی گئی ہے، اور ان پر ربا (سود) کا اطلاق کیا گیا ہے۔

ربا کی مختلف قسمیں ہیں، جن میں قباحت و بُرائی کے اعتبار سے فرق و تفاوت ہے۔ احادیث میں بعض ایسے معاشی معاملات کو جن میں ربا سے ایک گونہ مشابہت و مماثلت پائی جاتی تھی ربا سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح مزارعت (کی ناجائز صورتوں) کو بھی ربا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن بعض ملاحدہ نے ان کو غلط محمل پر محمول کیا ہے، اس بنا پر ضروری ہوا کہ اس اجمال کی تفصیل بیان کی جائے اور ان روایتوں کا صحیح محمل بیان کیا جائے۔

ایک شخص جو اپنی زمین خود کاشت نہیں کرسکتا، یا نہیں کرتا، وہ اسے کاشت کے لئے کسی دُوسرے کے حوالے کردیتا ہے، اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

اوّل: یہ کہ وہ اسے ٹھیکے پر اُٹھادے اور اس کا معاوضہ زرِ نقد کی صورت میں وصول کرے۔ اسے عربی میں کراء الأرض کہا جاتا ہے، فقہاء اسے اِجارات کے ذیل میں لاتے ہیں اور یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

دوم: یہ کہ مالک، زرِ نقد وصول نہ کرے، بلکہ پیداوار کا حصہ مقرر کرلے، اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔

یہ کہ زمین کے کسی خاص قطعے کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کرلے، یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے اور احادیثِ مخابرہ میں اسی صورت کی ممانعت ہے، جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

یہ کہ زمین کے کسی خاص قطعے کی پیداوار اپنے لئے مخصوص نہ کرے، بلکہ یہ طے کیا جائے کہ کل پیداوار کا اتنا حصہ مالک کو ملے گا اور اتنا حصہ کاشتکار کو (مثلاً: نصف، نصف)۔

یہ صورت مخصوص شرائط کے ساتھ جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک جائز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عمل سے ثابت ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: عامل النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر بشطر ما یخرج منها من ثمر أو زرع. (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، ابن ماجہ، طحاوی)

الف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر سے یہ معاملہ طے کیا تھا کہ زمین (وہ کاشت کریں گے اور اس) سے جو پھل یا غلہ حاصل ہوگا اس کا نصف ہم لیا کریں گے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: أعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر بالشطر ثم أرسل ابن رواحة فقاسمهم. (طحاوی، سنن ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین نصف پیداوار پر اُٹھا دی تھی، پھر عبداللہ بن رواحہ کو بٹائی کے لئے بھیجا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کی زمین اللہ تعالیٰ نے فیئے کے طور پر دی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (یہودِ خیبر) کو حسبِ سابق بحال رکھا اور پیداوار اپنے لئے اور ان کے لئے نصف رکھی، اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اس کی تقسیم پر مأمور فرمایا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، حذیفہ بن یمان، سعد بن ابی وقاص، ابنِ عمر، ابنِ عباس جیسے اکابر صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مزارعت کا معاملہ ثابت ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری دور تک مزارعت پر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد مروی ہے۔ **کنا لا نری بالخبر بأسًا حتّٰی کان عام أول فزعم رافع أن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفی عنه.** (صحیح مسلم)

ہم مزارعت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اب یہ پہلا سال ہے کہ رافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے:

كان ابن عمر رضی الله عنهما يكرى مزارعه علٰى عهد النبى صلى الله عليه وسلم، وأبى بكر، وعمر، وعثمان، وصدرًا من امارة معاوية ثم حدِّث عن رافع بن خديج أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن كراء المزارع. (صحیح بخاری)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کرائے (بٹائی) پر دیا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں۔ پھر انہیں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بتایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر اُٹھانے سے منع کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

عن طاؤس عن معاذ بن جبل: أكرى الأرض علٰى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وعمر وعثمان على الثلث والربع فهو يعمل به الٰى يومك هذا. (ابنِ ماجہ)

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد تک میں زمین بٹائی پر دی تھی، پس آج تک اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ یمن سے متعلق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قاضی کی حیثیت سے یمن بھیجا تھا۔ وہاں کے لوگ مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال وحرام کا سب سے بڑا عالم فرمایا تھا، اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ خود بھی مزارعت کا معاملہ کیا۔ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ (حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) نے یمن کی اراضی میں جو طریقہ جاری کیا تھا، آج تک اسی پر عمل ہے۔

اس باب کی تمام روایات وآثار کا استیعاب مقصود نہیں، نہ یہ ممکن ہے، بلکہ صرف یہ دیکھنا ہے کہ دورِ نبوّت اور خلافتِ راشدہ کے دور میں اکابر صحابہ کا اس پر عمل تھا اور مزارعت کے عدمِ جواز کا سوال کم از کم اس دور میں نہیں اُٹھا تھا، جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں مزارعت کی اجازت ہے اور احادیثِ مخابرہ میں جس مزارعت سے ممانعت فرمائی گئی ہے اس سے مزارعت کی وہ شکلیں مراد ہیں جو دورِ جاہلیت سے چلی آتی تھیں۔

بعض دفعہ ایک بات کسی خاص موقع پر مخصوص انداز اور خاص سیاق میں کہی جاتی ہے، جو لوگ اس موقع پر حاضر ہوں اور جن کے سامنے وہ پورا واقعہ ہو، جس میں وہ بات کہی گئی تھی، انہیں اس کے مفہوم کے سمجھنے میں دِقت پیش نہیں آئے گی، مگر وہی بات جب کسی ایسے شخص سے بیان کی جائے جس کے سامنے نہ وہ واقعہ ہوا ہے جس میں یہ بات کہی گئی تھی، نہ وہ متکلم کے اندازِ تخاطب کو جانتا

ہے، نہ اس کے لب ولہجے سے واقف ہے، نہ کلام کے سیاق کی اسے خبر ہے، اگر وہ اس کلام کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھ پائے تو محلِ تعجب نہیں: شنیدہ کے بود مانند دیدہ یہی وجہ ہے کہ آیات کے اسبابِ نزول کو علمِ تفسیر کا اہم شعبہ قرار دیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

والذی لا الٰہ غیرہ ! ما نزلت من اٰیة من کتاب اللہ الا وانا أعلم فیمن نزل وأین نزلت، ولو أعلم مکان احد أعلم بکتاب اللہ منی تنالہ المطایا لأتیتہ . (الاتقان، النوع الثامن)

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس کے حق میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے کسی ایسے شخص کا علم ہوتا جو مجھ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عالم ہو اور وہاں سواری جا سکتی تو میں اس کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔

اسی قسم کا ایک ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی نقل کیا گیا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے:

واللہ! ما نزلت اٰیة الا وقد علمت فیم أنزلت وأین أنزلت ان ربی وھب لی قلبًا عقولًا ولسانًا سؤلًا . (الاتقان، النوع الثمانون)

بخدا! جو آیت بھی نازل ہوئی، مجھے معلوم ہے کہ کس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ میرے ربّ نے مجھے بہت سمجھنے والا دل، اور بہت پوچھنے والی زبان عطا کی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ کا وعدہ پورا کرنے کے لئے جہاں قرآن مجید کے ایک ایک شوشے کو محفوظ رکھا، وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کے ایک ایک گوشے کی بھی حفاظت فرمائی، ورنہ خدا جانے ہم قرآن پڑھ پڑھ کر کیا کیا نظریات تراشا کرتے! اور یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین کے ہاں یہ اُصول تسلیم کیا گیا کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھیک مفہوم سمجھنے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ اکابر صحابہ نے اس پر کیسے عمل کیا اور خلافتِ راشدہ کے دور میں اس کے کیا معنی سمجھے گئے۔

یہ اکابر صحابہ جو مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، مزارعت کی ممانعت ان کے لئے صرف شنیدہ نہیں تھی، دیدہ تھی۔ وہ یہ جانتے تھے کہ مزارعت کی کون سی قسمیں زمانۂ جاہلیت سے رائج تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ممنوع قرار دیا۔ اور مزارعت کی کون سی صورتیں باہمی شقاق وجدال کی باعث ہوسکتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح فرمائی۔ مزارعت کی جائز و ناجائز صورتوں کو وہ گویا اسی طرح جانتے تھے جس طرح وضو کے فرائض وسنن سے واقف تھے۔ ان میں ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا جو مزارعت کے کسی ناجائز معاملے پر عمل پیرا ہو، ظاہر ہے کہ اس صورت میں کسی نکیر کا سوال کب ہوسکتا تھا؟ یہ صورتِ حال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک قائم رہی۔

مزارعت کے جواز وعدمِ جواز کا مسئلہ پوری طرح بدیہی اور روشن تھا، اور اس نے کوئی غیر معمولی نوعیت اختیار نہیں کی تھی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد کچھ حالات ایسے پیش آئے جن سے یہ مسئلہ بدیہی کے بجائے نظری بن گیا، اور بحث وتمحیص کی ایک صورت پیدا ہوگئی۔ غالباً بعض لوگوں نے مسئلہ مزارعت کی نزاکتوں کو پوری طرح ملحوظ نہ رکھا اور مزارعت کی بعض ایسی صورتیں وقوع میں آنے لگیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نکیر فرمائی اور مزارعت سے ممانعت کی احادیث بیان فرمادیں۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَارَعَةِ ۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ ۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرت سے منع فرمایا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے۔

ادھر بعض لوگوں کو ان احادیث کا مفہوم سمجھنے میں دقت پیش آئی، انہوں نے یہ سمجھا کہ ان احادیث کا مقصد ہر قسم کی مزارعت کی نفی کرنا ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ بحث ونظر کا موضوع بن گیا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جو افاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت موجود تھے، انہوں نے اس نزاع کا فیصلہ کس طرح فرمایا؟ حدیث کی کتابوں میں ممانعت کی روایتیں تین صحابہ سے مروی ہیں: رافع بن خدیج، جابر بن عبداللہ اور ثابت بن ضحاک، رضی اللہ عنہم۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کی روایت اگرچہ نہایت مختصر اور مجمل ہے، تاہم اس میں یہ تصریح ملتی ہے کہ زمین کو زرِ نقد پر اُٹھانے کی ممانعت نہیں ہے۔ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزارعة وأمر بالموئاجرة، وقال: لا بأس بها ۔ (صحیح مسلم، طحاوی، میں صرف پہلا جملہ ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا اور زرِ نقد پر زمین دینے کا حکم فرمایا، اور فرمایا: اس کا مضائقہ نہیں۔

حضرت جابر اور حضرت رافع رضی اللہ عنہما کی روایات میں خاصا تنوع پایا جاتا ہے، جس سے ان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اُلجھنیں پیدا ہوئی ہیں، تاہم مجموعی طور پر دیکھئے تو ان کی کئی قسمیں ہیں، اور ہر قسم کا الگ الگ محل ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی روایات کے بارے میں یہاں خاصے تنوع کا جو لفظ استعمال ہوا ہے، حضراتِ محدثین اسے اضطراب سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حديث رافع حديث فيه اضطراب، يروى هٰذا الحديث عن رافع بن خديج عن عمومته، ويروى عنه عن ظهير بن رافع، وهو أحد عمومته، وقد روى هٰذا الحديث عنه على روايات مختلفة ۔ (جامع ترمذی)

اِمام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وأما حديث رافع بن خديج رضى الله عنه فقد جاء بألفاظ مختلفة اضطرب من أجلها ۔ (شرح معانی الآثار ج: ص: ، کتاب المزرعۃ والمساقاۃ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ وقد اختلف الرواة فى حديث رافع بن خديج اختلافًا فاحشًا ۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

اوّل: بعض روایات میں ممانعت کا مصداق مزارعت کا وہ جاہلی تصوّر ہے جس میں یہ طے کرلیا جاتا تھا کہ زمین کے فلاں عمدہ اور زرخیز ٹکڑے کی پیداوار مالک کی ہوگی اور فلاں حصے کی پیداوار کاشتکار کی ہوگی، اس میں چند در چند قباحتیں جمع ہوگئی تھیں۔

اوّلاً: معاشی معاملات باہمی تعاون کے اُصول پر طے ہونے چاہئیں، اس کے برعکس یہ معاملہ سراسر ظلم و استحصال اور ایک فریق کی صریح حق تلفی پر مبنی تھا۔

ثانیاً: یہ شرط فاسد اور مقتضائے عقد کے خلاف تھی، کیونکہ جب کسان کی محنت تمام پیداوار میں یکساں صرف ہوئی ہے تو لازم ہے کہ اس کا حصہ تمام پیداوار میں سے دیا جائے۔

ثالثاً: یہ قمار کی ایک شکل تھی، آخر اس کی کیا ضمانت ہے کہ مالک یا کسان کے لئے جو قطعہ مخصوص کردیا گیا ہے، وہ بار آور بھی ہوگا؟

رابعاً: اس قسم کی غلط شرطوں کا نتیجہ عموماً نزاع و جدال کی شکل میں برآمد ہوتا ہے، ایسے جاہلی معاملے کو برداشت کرلینے کے معنی یہ تھے کہ اسلامی معاشرے کو ہمیشہ کے لئے جدال و قتال کی آماج گاہ بنادیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کے ہاں اکثر و بیشتر مزارعت کی یہی غلط صورت رائج تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی، غلط معاملے سے منع فرمایا اور مزارعت کی صحیح صورت پر عمل کرکے دِکھایا۔ مندرجہ ذیل روایات اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔

عن رافع بن خديج حدّثنى عمّاى أنهم كانوا يكرُون الأرض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم بما ينبُت على الأربعاء أو بشىء يستثنيه صاحب الأرض فنهانا النبى صلى الله عليه وسلم عن ذٰلك، فقلت لرافع: فكيف هى بالدينار والدراهم؟ فقال رافع: ليس بها بأسٌ بالدينار والدراهم، وكأنّ الذى نُهى عن ذٰلك ما لو نظر فيه ذوُو الفهم بالحلال والحرام لم يجيزوه لما فيه من المخاطرة ۔ (صحیح بخاری)

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے چچا بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ زمین مزارعت پر دیتے تو یہ شرط کرلیتے کہ نہر کے متصل کی پیداوار ہماری ہوگی، یا کوئی اور استثنائی شرط کرلیتے (مثلاً: اتنا غلہ ہم پہلے وصول کریں گے، پھر بٹائی ہوگی)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ (راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت رافع سے کہا: اگر زرِ نقد کے عوض زمین دی جائے اس کا کیا حکم ہوگا؟ رافع نے کہا: اس کا

مضائقہ نہیں ۔ لیث کہتے ہیں: مزارعت کی جس شکل کی ممانعت فرمائی گئی تھی، اگر حلال وحرام کے فہم رکھنے والے غور کریں تو کبھی اسے جائز نہیں کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اس میں معاوضہ ملنے نہ ملنے کا اندیشہ (مخاطرہ) تھا۔

حدثنی حنظلة بن قیس الأنصاری قال : سألت رافع بن خدیج عن کراء الأرض بالذهب والورق، فقال : لا بأس به، انما کان الناس یؤاجرون علٰی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم علی الماذیانات واقبال الجداول وأشیاء من الزرع فیهلك هذا ویسلم هذا ویسلم هذا ویهلك هذا فلم یکن للناس کراء الا هذا فلذلك زجر عنه، وأما شیء معلوم مضمون فلا بأس به ۔ (صحیح مسلم)

حنظلہ بن قیس کہتے ہیں: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ: سونے چاندی (زرِنقد) کے عوض زمین ٹھیکے پر دی جائے، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں! دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ جو مزارعت کرتے تھے (اور جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا) اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ زمین دار، زمین کے ان قطعات کو جو نہر کے کناروں اور نالیوں کے سروں پر ہوتے تھے، اپنے لئے مخصوص کر لیتے تھے، اور پیداوار کا کچھ حصہ بھی طے کر لیتے، بسا اوقات اس قطعے کی پیداوار ضائع ہو جاتی اور اس کی محفوظ رہتی، کبھی برعکس ہو جاتا۔ اس زمانے میں لوگوں کی مزارعت کا بس یہی ایک دستور تھا، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے منع کیا، لیکن اگر کسی معلوم اور قابلِ ضمانت چیز کے بدلے میں زمین دی جائے تو اس کا مضائقہ نہیں۔

اس روایت میں حضرت رافع رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ خاص طور پر توجہ طلب ہے: فلم یکن للناس کراء الا هذا ۔
لوگوں کی مزارعت کا بس یہی ایک دستور تھا۔ اور ان کی بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے: ترجمہ: ان دنوں سونا چاندی نہیں تھے۔

اس کا مطلب واللہ اعلم یہی ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے، ان دنوں زمین ٹھیکے پر دینے کا رواج تو قریب قریب عدم کے برابر تھا، مزارعت کی عام صورت بٹائی کی تھی، لیکن اس میں جاہلی قیود وشرائط کی آمیزش تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفسِ مزارعت کو نہیں بلکہ مزارعت کی اس جاہلی شکل کو ممنوع قرار دیا اور مزارعت کی صحیح صورت متعین فرمائی۔ یہ صورت وہی تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر سے معاملہ فرمایا، اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے بعد اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا۔

جابر بن عبدالله رضی الله عنه یقول : کنا فی زمن رسول الله صلی الله علیه وسلم نأخذ الأرض بالثلث أو الربع بالماذیانات فنهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذٰلك ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین لیا کرتے تھے نصف پیداوار پر، تہائی پیداوار پر، اور نہر کے کناروں کی پیداوار پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگ اپنی زمین مزارعت پر دیا کرتے تھے، شرط یہ ہوتی تھی کہ جو پیداوار گول (الساقیہ) پر ہوگی اور جو کنویں کے گردو پیش پانی سے سیراب ہوگی، وہ ہم لیا کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی، اور فرمایا: سونے چاندی پر دیا کرو۔

عن نافع أن ابن عمر رضی اللہ عنہ کان یکری مزارعه علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر وعمر وعثمان وصدرًا من امارة معاویة ثم حدث عن رافع بن خدیج : أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن کراء المزارع، فذهب ابن عمر الی رافع وذهبت معه فسأله، فقال : نهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن کراء المزارع، فقال ابن عمر : قد علمت أنا کنا نکری مزارعنا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما علی الأربعاء شیء من التین . (صحیح بخاری)

حضرت نافع کہتے ہیں: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین مزارعت پر دیا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور تک بھی۔ پھر ان سے بیان کیا گیا کہ رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے، حضرت ابنِ عمر؟ حضرت رافع کے پاس گئے، میں بھی ساتھ تھا، ان سے دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ ہماری مزارعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس پیداوار کے عوض ہوا کرتی تھی جو نہروں پر ہوتی تھی اور کچھ گھاس کے عوض، (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے منع فرمایا تھا)۔

حضرت رافع بن خدیج، جابر بن عبداللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی ان روایات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ مزارعت کی وہ جاہلی شکل کیا تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

نہی کی بعض روایات اس پر محمول ہیں کہ بعض اوقات زائد قیود وشرائط کی وجہ سے معاملہ کنندگان میں نزاع کی صورت پیدا ہوجاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا تھا کہ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ تم اس قسم کی مزارعت کے بجائے زرِنقد پر زمین دیا کرو۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ مزارعت سے منع فرماتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس کے لہجے میں فرمایا۔

یغفر اللہ لرافع بن خدیج، أنا واللہ أعلم بالحدیث منه، انما رجلان - قال مسدد: من الأنصار ثم اتفقا- قد اقتتلا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان کان هٰذا شأنکم فلا تکروا المزارع . (سنن ابوداؤد، ابنِ ماجہ)

اللہ تعالیٰ رافع کی مغفرت فرمائے، بخدا! میں اس حدیث کو ان سے بہتر سمجھتا ہوں۔ قصہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انصار کے دو شخص آئے ان کے مابین مزارعت پر جھگڑا تھا، اور نوبت مرنے مارنے تک پہنچ گئی تھی، (قد اقتتلا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان كان هٰذا شانكم فلا تكروا المزارع ۔

جب تمہاری حالت یہ ہے تو مزارعت کا معاملہ ہی نہ کرو۔ رافع نے بس اتنی بات سن لی: تم مزارعت کا معاملہ نہ کیا کرو۔

عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه قال: كان أصحاب المزارع يكرون في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم مزارعهم بما يكون على الساق من الزرع فجاؤا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاختصموا في بعض ذٰلك، فنهاهم رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يكروا بذٰلك وقال: اكروا بالذهب والفضة ۔ (نسائی)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمین دار اپنی زمین اس پیداوار کے عوض جو نہروں پر ہوتی تھی، دیا کرتے تھے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور مزارعت کے سلسلے میں جھگڑا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر مزارعت نہ کیا کرو، بلکہ سونے چاندی کے عوض دیا کرو۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص مقدمے کا فیصلہ فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریقوں کو فہمائش کی تھی کہ وہ آئندہ مزارعت کے بجائے زرِ نقد پر زمین لیا دیا کریں۔

سوم: احادیثِ نہی کا تیسرا محمل یہ تھا کہ بعض لوگوں کے پاس ضرورت سے زائد زمین تھی اور بعض ایسے محتاج اور ضرورت مند تھے کہ وہ دُوسروں کی زمین مزارعت پر لیتے، اس کے باوجود ان کی ضرورت پوری نہ ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو، جن کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اراضی تھی، ہدایت فرمائی تھی کہ وہ حسنِ معاشرت، مواسات، اسلامی اُخوّت اور بلند اخلاقی کا نمونہ پیش کریں اور اپنی زائد زمین اپنے ضرورت مند بھائیوں کے لئے وقف کردیں، اس پر انہیں اللہ کی جانب سے جو اَجر و ثواب ملے گا، وہ اس معاوضے سے یقیناً بہتر ہوگا جو اپنی زمین کا وہ حاصل کرتے تھے۔

عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم على أرض رجل من الأنصار قد عرف أنه محتاج، فقال: لمن هٰذه الأرض؟ قال: لفان اعطانيها بالأجر، فقال: لو منحها أخاه ۔ فأتى رافع الأنصار، فقال: ان رسول الله نهاكم عن أمر كان لكم نافعًا وطاعة رسول الله أنفع لكم ۔ (نسائی)

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کی زمین پر سے گزرے، یہ صاحب محتاجی میں مشہور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ زمین کس کی ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں شخص کی ہے، اس نے مجھے اُجرت پر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش! وہ اپنے بھائی کو بلاعوض دیتا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ انصار کے پاس گئے، ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ایک ایسی چیز سے روک دیا ہے جو تمہارے لئے نفع بخش تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل تمہارے لئے اس سے زیادہ نافع ہے۔

عن جابر رضی الله عنه : سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول : من کانت له أرض فلیهبها أو لیعرها .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کے پاس زمین ہو، اسے چاہئے کہ وہ کسی کو ہبہ کردے یا عاریۃً دے دے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما: أن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لأن یمنح أحدکم أخاه أرضه خیر له من أن یاخذ علیها کذا و کذا .

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: البتہ یہ بات کہ تم میں سے ایک شخص اپنے بھائی کو اپنی زمین کاشت کے لئے بلاعوض دے دے اس سے بہتر ہے کہ اس پر اتنا اتنا معاوضہ وصول کرے۔

یعنی ہم نے مانا کہ زمین تمہاری ملکیت ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ قانون کی کوئی قوت تمہیں ان کی مزارعت سے نہیں روک سکتی، لیکن کیا اسلامی اُخوت کا تقاضا یہی ہے کہ تمہارا بھائی بھوکوں مرتا رہے، اس کے بچے سسکتے رہیں، وہ بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم رہے، لیکن تم اپنی ضرورت سے زائد زمین جسے تم خود کاشت نہیں کر سکتے، وہ بھی اسے معاوضہ لئے بغیر دینے کے لئے تیار نہ ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمان بھائی کی ضرورت پورا کرنے پر حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے کتنا اجر وثواب ملتا ہے؟ یہ چند ٹکے جو تم زمین کے عوض قبول کرتے ہو، کیا اس اَجر وثواب کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات مہاجرین کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے بعد حضرات انصار نے اسلامی مہمانوں کی معاشی کفالت کا بارگراں جس خندہ پیشانی سے اُٹھایا، ایثار ومروّت، ہمدردی وغم خواری اور اُخوت ومواسات کا جو اعلیٰ نمونہ پیش کیا، نھی عن کراء الأرض کی احادیث بھی اسی سنہری معاشی کفالت کا ایک باب ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث پر یہ باب قائم کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے: **باب ما کان أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم یواسی بعضهم بعضًا فی الزراعة والثمرة .** (صحیح بخاری)

ذرا غور کریں کہ ایک چھوٹا سا قصبہ (المدینہ) اس میں انصار کی کل آبادی ہی کتنی تھی؟ ان کا ذریعۂ معاش کیا تھا؟ لے دے کر یہی زمینیں! جو اسلام سے پہلے خود ان کی اپنی ضروریات کے لئے بھی بصد مشکل کفالت کرتی ہوں گی، ان کی جاں نثاری وبلند ہمتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ عہد کر لیا تھا کہ ہم اپنی اور اپنے بال بچوں کی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی کفالت کریں گے۔ انہوں یہ عہد جس طرح نبھایا وہ سب کو معلوم ہے (**رضی الله عنهم وارضاهم وجزاهم عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء**) اطراف واکناف سے کھنچ کھنچ کر قافلوں کے قافلے یہاں جمع ہو رہے تھے اور حضرات انصار **أهلًا وسهلًا ومرحبًا** کہہ کر ان کا استقبال فرما رہے تھے۔ کون اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ چھوٹی سی بستی اور اس کے یہ چند گنے چنے انصار

الاسلام کتنے معاشی بوجھ کے نیچے دب گئے ہوں گے، لیکن صد آفرین ان وفا کیش فدائیوں کو! کہ ایک لمحے کے لئے انہوں نے اس بوجھ سے اُکتاہٹ کا احساس تک نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مہمانوں کی خاطر اپنا سب کچھ پیش کر دیا، گویا ان کا اپنا کچھ نہیں تھا، جو کچھ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اور ان کی حیثیت محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارندوں کی تھی۔ سوچنا چاہئے کہ ان حالات میں انصار الاسلام کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں: جس کے پاس زمین ہو وہ اپنے بھائی کو ہبہ کردے یا اسے عاریۃً دے دے کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اسلام میں مزارعت کا باب ہی سرے سے مفقود ہے؟ ان احادیث کو مدینہ طیبہ کے معاشی دباوء اور حضرات انصار کی کفالتِ اسلامیہ کے پس منظر میں پڑھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ان کا منشا یہ نہیں کہ اسلام میں مزارعت ناجائز ہے، (اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ یہ معاملہ کیوں کرتے؟) بلکہ ان کا منشا یہ ہے کہ بقول سعدی۔ ہرچہ درویشاں را است وقف محتاجاں است

آپ اپنی ضرورت پوری کیجئے اور زائد از ضرورت کو ضرورت مندوں کے لئے حسبۃً للہ وقف کر دیجئے، یہ تھے احادیثِ نہی کے تین محمل، جس کی وضاحت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمائی، اور جن کا خلاصہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہ ہے۔

وكان وجوه التابعين يتعاملون بالمزارعة، ويدل على الجواز حديث معاملة أهل خيبر وأحاديث النهي عنها محمولة على الاجارة بما على الماذيانات أو قطعة معينة، وهو قول رافع رضي الله عنه، أو على التنزيه والارشاد، وهو قول ابن عباس رضي الله عنهما، أو على مصلحة خاصة بذٰلك الوقت من جهة كثرة مناقشتهم في هٰذه المعاملة حينئذ، وهو قول زيد رضي الله عنه، والله أعلم! (حجۃ اللہ البالغہ)

(صحابہ کرام کے بعد) اکابر تابعین مزارعت کا معاملہ کرتے تھے، مزارعت کے جواز کی دلیل اہل خیبر سے معاملے کی حدیث ہے، اور مزارعت سے ممانعت کی احادیث یا تو ایسی مزارعت پر محمول ہیں جس میں نہروں کے کناروں (ماذیانات) کی پیداوار یا کسی معین قطعے کی پیداوار طے کرلی جائے، جیسا کہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا تنزیہ و ارشاد پر، جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یا اس پر محمول ہیں کہ مزارعت کی وجہ سے بکثرت مناقشات پیدا ہوگئے تھے، اس مصلحت کی بنا پر اس سے روک دیا گیا، جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، واللہ اعلم!

قریب قریب یہی تحقیق حافظ ابنِ جوزی نے التحقیق میں، اور امام خطابی نے معالم السنن میں کی ہے، مگر اس مقام پر حافظ تورپشتی شارح مصابیح (رحمہ اللہ) کا کلام بہت نفیس و متین ہے، وہ فرماتے ہیں۔

مزارعت کی احادیث جو مؤلف (صاحب مصابیح) نے ذکر کی ہیں اور جو دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں، بظاہر ان میں

تعارض واختلاف ہے، ان کی جمع وتطبیق میں مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے نہی ءمزارعت کے باب میں کئی حدیثیں سنی تھیں جن کے محمل الگ الگ تھے، انہوں نے ان سب کو ملا کر روایت کیا، یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، کبھی کہتے ہیں: میرے چچاؤں نے مجھ سے بیان کیا، کبھی کہتے ہیں: میرے دو چچاؤں نے مجھے خبر دی بعض احادیث میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ غلط شرائط لگالیتے تھے اور نامعلوم اُجرت پر معاملہ کرتے تھے، چنانچہ اس کی ممانعت کردی گئی۔ بعض کی وجہ یہ ہے کہ زمین کی اُجرت میں ان کا جھگڑا ہوجاتا تا آنکہ نوبت لڑائی تک پہنچ جاتی۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اگر تمہاری یہ حالت ہے تو مزارعت کا معاملہ ہی نہ کرو یہ بات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔ بعض احادیث میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ مسلمان اپنے بھائی سے زمین کی اُجرت لے، کبھی ایسا ہوگا کہ آسمان سے برسات نہیں ہوگی، کبھی زمین کی روئیدگی میں خلل ہوگا، اندریں صورت اس بے چارے کا مال ناحق جاتا رہے گا، اس سے مسلمانوں میں باہمی نفرت وبغض کی فضا پیدا ہوگی، یہ مضمون حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے سمجھا جاتا ہے کہ: جس کی زمین ہو، وہ خود کاشت کرے یا کسی بھائی کو کاشت کے لئے دے دے تاہم یہ بطور قانون نہیں بلکہ مروّت ومواسات کے طور پر ہے۔ بعض احادیث میں ممانعت کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشتکاری پر فریفتہ ہونے، اس کی حرص کرنے اور ہمہ تن اسی کے ہو رہنے کو ان کے لئے پسند نہیں فرمایا، کیونکہ اس صورت میں وہ جہاد فی سبیل اللہ سے بیٹھ رہتے، جس کے نتیجے میں ان سے غنیمت وفی ءکا حصہ فوت ہوجاتا (آخرت کا خسارہ مزید برآں رہا) اس کی دلیل ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

(اشارة الی ما رواه البخاری من حدیث ابی اُمامة رضی الله عنه: لا یدخل هذا بیتا الا دخله الذل)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں مزارعت نہ مطلقاً جائز ہے، نہ مطلقاً ممنوع، بلکہ اس بات کی تمام احادیث کا مجموعی مفاد کج دار ومریز کی تلقین ہے، حضرات فقہائے اُمت نے اس باب کی نزاکتوں کو پوری طرح سمجھا، چنانچہ تمام فقہی مسالک میں کج دار ومریز کی دقیق رعایت نظر آئے گی، اور یہ بحث وتحقیق کا ایک الگ موضوع ہے۔

مزارعت کا تہائی یا چوتھائی پر باطل ہونے کا بیان

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تہائی یا چوتھائی پر مزارعت باطل ہے۔ اور مزارعت لغت کے اعتبار سے یہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے اور اصطلاح شرع میں بعض حصے پر زراعت کرنے کا نام مزارعت ہے۔ اور یہ امام صاحب کے نزدی فاسد ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس کے جواز بنیاد نقلی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ نصف مقدار پر پھل یا کھیتی کا معاملہ کیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مزارعت یہ کام اور مال کے درمیان شرکت والا عقد ہے۔ پس مضاربت پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا جائے گا۔ اور ایک اجتماعی ضرورت کو دور کرنا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات مال والا کام نہیں کرسکتا

اور جو بندہ کام کر سکتا ہے اس کے پاس مال نہیں ہوتا پس ان دونوں کے درمیان اسی عقد کو منعقد کرنے ضرورت پڑے گی۔ جبکہ نصف زوائد کے ساتھ بکری، مرغی اور ریشم کے کیڑوں کا معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہاں پر حصول زوائد میں کوئی اثر نہیں ہے پس ان چیزوں میں شرکت ثابت نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل وہی روایت ہے جو آپ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع کیا ہے اور وہ مزارعت ہے۔ کیونکہ مزارعت کا عقد یہ انسان کے کسی عمل سے پیدا ہونے والے بعض حصے کو اجرت پر رکھنا ہے۔ پس یہ قفیز طحان کے معنی میں ہے کیونکہ اس کی اجرت نہ معلوم ہے یا پھر اجرت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا ہر طرح سے فاسد ہے۔ جبکہ اہل خیبر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہ مصالحت کے طور پر ان سے مقاسمت خراج کے مسائل سے ہے اور وہ جائز ہے۔

تین چوتھائی پر مزارعت کرنے فقہی مذاہب

قیس بن مسلم نے بیان کیا اور ان سے ابوجعفر نے بیان کیا کہ مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پر کاشتکاری نہ کرتا ہو۔ حضرت علی اور سعد بن مالک اور عبداللہ بن مسعود، اور عمر بن عبدالعزیز اور قاسم اور عروہ اور حضرت ابوبکر کی اولاد اور حضرت عمر کی اولاد اور حضرت علی کی اولاد اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ سب بٹائی پر کاشت کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ کھیتی میں ساجھی رہا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کاشت کا معاملہ اس شرط پر طے کیا تھا کہ اگر بیج وہ خود (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) مہیا کریں تو پیداوار کا آدھا حصہ لیں اور اگر تخم ان لوگوں کا ہو جو کام کریں گے تو پیداوار کے اتنے حصے کے وہ مالک ہوں۔ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی ایک شخص کی ہو اور اس پر خرچ دونوں (مالک اور کاشتکار) مل کر کریں۔ پھر جو پیداوار ہو اسے دونوں بانٹ لیں۔

زہری رحمہ اللہ علیہ نے بھی یہی فتویٰ دیا تھا۔ اور حسن نے کہا کہ کپاس اگر آدمی (لینے کی شرط) پر چنی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابراہیم، ابن سیرین، عطاء، حکم، زہری اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا کہ (کپڑا بننے والوں کو) دھاگا اگر تہائی، چوتھائی یا اسی طرح کی شرکت پر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ معمر نے کہا کہ اگر جانور ایک معین مدت کے لیے اس کی تہائی یا چوتھائی کمائی پر دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اس باب کے ذیل میں کئی ایک اثر مذکور ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ کہ ابوجعفر مذکور امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے جو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے والد ہیں۔ حضرت علی اور سعد اور ابن مسعود اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کے اثروں کو ابن ابی شیبہ نے اور قاسم کے اثر کو عبدالرزاق نے اور عروہ کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے وصل کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے امام محمد باقر سے نکالا۔ اس میں یہ ہے ان سے بٹائی کو پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے ابوبکر اور عمر اور علی سب کے خاندان والوں کو یہ کرتے دیکھا ہے اور ابن سیرین کے اثر کو سعد بن منصور نے وصل کیا اور عبدالرحمٰن بن اسود کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور نسائی نے وصل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی اور طحاوی نے وصل کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب اس اثر کے لانے سے یہ ہے کہ مزارعت اور مخابرہ دونوں ایک ہیں۔ بعض نے کہا جب تخم زمین کا مالک دے تو وہ مزارعت ہے اور جب کام کرنے والا تخم اپنے پاس سے ڈالے تو وہ مخابرہ ہے۔ بہر حال مزارعت اور مخابرہ امام احمد اور خزیمہ اور ابن منذر اور خطابی کے نزدیک درست ہے اور باقی علماء نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ لیکن صحیح مذہب امام احمد کا ہے کہ یہ جائز ہے۔ حسن بصری کے اثر کو سعید بن منصور نے وصل کیا ہے اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے وصل کیا اور ابراہیم کے قول کو ابو بکر اثرم نے اور ابن سیرین کے قول کو ابن ابی شیبہ نے اور عطا اور قتادہ اور حکم اور زہری کے بھی اقوال کو انہوں نے وصل کیا۔

مطلب یہ ہے کہ مزارعت کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً فی بیگھہ لگان بصورت روپیہ مقرر کر لیا جائے۔ یہ صورت بہر حال جائز ہے۔ ایک صورت یہ کہ مالک زمین کا کوئی قطعہ اپنے لیے خاص کر لے کہ اس کی پیداوار خاص میری ہوگی یا مالک غلہ طے کر لے کہ پیداوار کچھ بھی ہو میں اتنا غلہ لوں گا۔ یہ صورتیں اس لیے ناجائز ہیں کہ معاملہ کرتے وقت دونوں فریق ناواقف ہیں۔ مستقبل میں ہر دو کے لیے نفع ونقصان کا احتمال ہے۔ اس لیے شریعت نے ایسے دھوکے کے معاملہ سے روک دیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ تہائی یا چوتھائی پر معاملہ کیا جائے یہ صورت بہر حال جائز ہے اور یہاں اسی کا بیان مقصود ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں: **والحق ان البخاری انما اراد بسیاق هذه الآثار الاشارة الى ان الصحابة لم ينقل عنهم خلاف في الجواز خصوصاً اهل المدينة فيلزم من يقدم عملهم على الاخبار المرفوعة ان يقولوا بالجواز على قاعدتهم** (فتح الباری) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان آثار کے یہاں ذکر کرنے سے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرام سے جواز کے خلاف کچھ منقول نہیں ہے خاص طور پر مدینہ والوں سے ہو۔

مزارعت فاسدہ کے سبب عامل کو اجرت مثلی ملنے کا بیان

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مزارعت فاسد ہے اور جب کسی کاشتکار نے زمین میں ہل چلایا اور اس کو سیراب کیا لیکن اس میں کوئی پیداوار نہ ہوئی۔ تو اس کو اجرت مثلی مل جائے گی۔ کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ کے حکم میں ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب بیج زمین کے مالک کی جانب سے ہو اور جب بیج اس کاشتکار کی جانب سے ہے تو اس کے ذمہ پر زمین کی اجرت مثلی واجب ہوگی۔ جبکہ پیداوار دونوں صورتوں میں بیج ڈالنے والے کے لئے ہوگی۔ کیونکہ اس کی ملکیت میں اضافے کا سبب وہی ہے۔ جبکہ دوسرے کے لئے اجرت ہوگی۔ جس طرح ہم نے اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ مگر فتویٰ صاحبین کے قول کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ عوام مزارعت کی ضرورت مند ہے۔ اور اسی پر امت مسلمہ کا عمل ہے۔ اور تعامل کے سبب قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح استصناع میں ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب مزارعت)

مزارعت فاسدہ کے یہ احکام ہیں۔ جو کچھ اس صورت میں پیداوار ہو اس کا مالک تنہا وہ شخص ہے جس کے بیج ہیں پھر اگر بیج مزارع کے ہیں تو یہ مالکِ زمین کو زمین کی اُجرتِ مثل دے گا اور اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں تو یہ مزارع کو اس کے کام کی اُجرت

مثل دے گا اور اگر بیل بھی مالکِ زمین ہی کے ہیں تو زمین اور بیل دونوں کی اُجرت مثل اس کو ملے گی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اُجرت مثل اوتنی ہی دی جائے جو مقرر شدہ سے زائد نہ ہو یعنی اگر مقرر شدہ سے زائد ہوتی ہو تو اوتنی ہی دیں جو مقرر ہے یعنی مثلاً نصف پیداوار کی برابر اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ پابندی نہیں بلکہ جتنی بھی اُجرت مثل ہو اگرچہ مقرر شدہ سے زیادہ ہو وہی دی جائے گی۔

مزارعت فاسدہ میں اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں اور پیداوار اس نے لی یہ اس کے لیے حلال وطیب ہے اور اگر مزارع کے بیج تھے اور پوری پیداوار اس نے لی تو اس کے لیے فقط اوتنا ہی طیب ہے جو بیج اور لگان کے مقابل میں ہے باقی کو صدقہ کرے۔

مزارعت کے صحیح ہونے کے لئے شرائط کا بیان

اور جواز مزارعت والوں نے مزارعت کے لئے چند شرائط کو بیان کیا ہے:

(۱) وہ زمین کاشتکاری کے قابل ہو کیونکہ اس کے سوا کوئی مقصد حاصل نہ ہوگا۔

(۲) زمین کا مالک اور کاشتکار یہ دونوں اہل عقد میں سے ہوں۔ اور یہ شرط صرف اسی عقد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کسی بھی عقد کے ساتھ صحیح ہوتی ہے۔

(۳) مدت کو بیان کرنا کیونکہ زمین اور کام کرنے والے کے لئے منافع پر عقد کرنا ہے۔ اور منافع کا معیار مدت ہے۔ تا کہ اس مدت کے ذریعے منافع کا پتہ چل سکے۔

(۴) وہ آدمی صراحت کے طور پر بیان کرے کہ بیج کس پر ہے، تا کہ جھگڑا ختم کیا جائے۔ اور معقود علیہ کو بتایا جائے کہ یہ زمین یا کاشتکاری نفع کے درمیان ہے۔

(۵) اور وہ حصہ بھی بیان کرے جس کی جانب سے بیج نہ ہو کیونکہ وہ شرط کے طور پر عوض کا حقدار بنے گا۔ پس اس کا معلوم ہونا لازم ہے۔ کیونکہ جو چیز معلوم نہ ہو وہ عقد کے سبب شرط بن کر حقدار نہیں ہوا کرتی۔ (قاعدہ فقہیہ)

(۶) زمین کا مالک زمین کو مزارع کے حوالے کردے اور اپنا عمل دخل ختم کر دے۔ حتیٰ کہ جب زمین والے نے کام کرنے کی کوئی شرط لگائی تو عمل دخل ہونے کی وجہ سے عقد فاسد ہو جائے گا۔

(۷) پیداوار ہو جانے کے بعد اس میں شرکت ہو کیونکہ یہ عقد انتہائی اعتبار سے شرکت بن کر منعقد ہوا ہے۔ لہٰذا اس عقد کو ختم کرنے والی چیز مفسد ہوگی۔ (۸) بیج کی جنس کو بیان کرنا ہے۔ اس لئے کہ اجرت کا علم ہو سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا ہے کہ زمین کا مالک یا خود کاشت کرے یا کسی دوسرے ضرورت مند بھائی کو مفت کاشت کے لئے دے دے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مزارعت یعنی بٹائی پر زمین دینا جائز نہیں، لیکن بعض صورتوں میں مجبوری ہوتی ہے اور اس کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ پس صاحبین کے نزدیک بٹائی پر زمین دی جا سکتی ہے۔ صاحبین کے نزدیک مزارعت کے جواز کے لئے آٹھ شرائط ہیں۔

1۔ زمین قابل کاشت ہو

2۔ مالک ومزارع اہل عقد ہوں

3۔ مدت بیان کی جائے

4۔ یہ بات واضح کی جائے کہ بیج کس کے ذمہ ہوگا؟

5۔ جس کے ذمہ بیج نہیں اس کے حصہ کی وضاحت

6۔ مالک، زمین مزارع کے سپرد کرے اور اپنا عمل دخل یا تصرف نہ کرے

7۔ پیداوار حاصل ہونے پر اس میں شرکت مقررہ حصہ

8۔ بیج کی جنس کا تعین کرنا کہ کیا بوئے گا؟

ہمارے علمائے احناف کا فتویٰ صاحبین پر ہے، البتہ یہ یاد رہے کہ آج کل کی زمینداری اور جاگیرداری کی بنیاد کسی اصول عدل پر نہیں، سراسر ظلم پر ہے۔ ظالم حکمرانوں نے مخالف حریت پسند عوام سے زمین چھین کر اپنے پسندیدہ لوگوں میں بطور رشوت تقسیم کی ہے۔ نہ وہ حکمران اس کے جائز مالک تھے نہ اس بندر بانٹ کے مجاز۔ لہٰذا اس زمینداری وجاگیرداری کا صورت جواز سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سراسر ظالمانہ وغاصبانہ دست برد کا نتیجہ ہے۔ یہ نہ امام صاحب کے نزدیک جائز ہے نہ صاحبین کے نزدیک۔

مسلک صاحبین کے مطابق صرف وہ مزارعت جائز ہے جو غصب ونہب سے پاک ہے اور شرعی اصولوں پر مبنی ہو۔ آپ کی زمین بظاہر حلال نظر آتی ہے، لہٰذا مسلک صاحبین کے مطابق آپ شرائط بالا کے تحت بٹائی پر دے سکتے ہیں۔

صاحبین کے نزدیک مزارعت کی صور اربعہ کا بیان

صاحبین نے کہا ہے کہ مزارعت کے چار طریقے ہیں:

(۱) جب بیج اور زمین ایک شخص کی ہے جبکہ بیل اور محنت دوسرے شخص کی ہے تو ایسی مزارعت جائز ہے۔ کیونکہ بیل کام کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے درزی کو اجرت پر رکھا ہے کہ اپنی سوئی کے ذریعے سلائی کرائے۔

(۲) اور جب زمین ایک شخص کی ہے جبکہ بیل، کام اور بیج دوسرے آدمی کا ہے۔ تو ایسی مزارعت بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ پیداوار کی کچھ معین مقدار پر زمین کو اجرت پر لیا گیا ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص نے معلوم دراہم کے بدلے میں زمین کو اجرت پر لیا ہے۔

(۳) اور جب زمین، بیل اور بیج ایک آدمی کا ہے جبکہ کام صرف دوسرے آدمی کا ہے تو ایسی مزارعت بھی جائز ہے۔ کیونکہ زمین دینے والے نے کام کرنے والے کو بطور ذریعہ کے کام دیا ہوا ہے تو یہ ایسے ہی ہوگا جس طرح کسی نے اپنی سوئی دیکر درزی سے کپڑے سلوائے ہوں اور درزی کو اجرت پر لیا ہے۔ یا اس نے کسی کاریگر کا اجرت پر لیا ہے کہ وہ مکان کے مالک کے آزاروں سے پلستر کردے۔

(۴) اور جب زمین اور بیل ایک کے ہوں اور کام دوسرے کا ہے تو ایسی مزارعت باطل ہے اور امام قدوری علیہ الرحمہ نے ظاہر الروایت کے مطابق یہ قول ذکر کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ یہ مزارعت بھی درست ہے۔ کیونکہ جب مالک بیج اور بیل ان دونوں کی شرط لگائے تو جائز ہے تو یہ بھی اسی طرح جائز ہوگی۔ جس طرح صرف بیل کی شرط لگائی جائے۔ پس یہ کام کرنے والے کی جانب سے شرط لگانے کی طرح ہو جائے گا۔

ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ بیل کا نفع یہ منفعت زمین کی جنس سے نہیں ہے کیونکہ زمین کا نفع ایک فطری طور پر طاقت یافتہ ہے۔ جس سے اضافہ ہوتا ہے جبکہ بیل کا نفع یہ ایک کرنے کی حد تک طاقت رکھنے والا ہے۔ اور ہر ایک اللہ کی مخلوق ہے۔ پس ان دونوں کے منافع ایک جنس سے نہ ہوں۔ اور بیل کے منافع کو زمین کے منافع کے تابع کرنا بھی مشکل ہے یہ خلاف عامل کی جانب سے جب ہو کیونکہ وہاں دونوں منافع ایک ہی جنس کے ہیں پس بیل کے منافع کو عامل کے منافع کے تابع کر دیا جائے گا۔

اور اسی مقام پر مزارعت کے باطل ہونے کی صورتیں اور بھی ہیں جن کو صاحب قدوری نے ذکر نہیں کیا ہے اور ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بیج ایک شخص کا ہے جبکہ زمین، بیل اور کام دوسرے آدمی کا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عقد بیج اور کام کے درمیان شرکت بن کر مکمل ہوا ہے حالانکہ اس کے لئے شرعی حکم موجود نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جب اس عقد کو بیج اور بیل کے درمیان اکٹھا کر دیا جائے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ انفرادی طور پر درست نہیں ہے۔ لہٰذا اجتماعی طور پر بھی درست نہ ہوگا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں پیداوار بیج والے کو ملے گی اور اس کو مزارعت فاسدہ پر قیاس کیا جائے گا۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق پیداوار زمین کے مالک کے لئے ہوگی۔ اور وہ بیج کا قرض لینے والا بنے گا۔ اور وہ اس طرح کہ وہ اپنی زمین کے ساتھ اتصال بیج کے سبب اس پر قبضہ کرنے والا ہے۔ (ہدایہ)

مزارعت کی فاسد صورتوں کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل شرائط سے مزارعت فاسد ہو جاتی ہے۔ پیداوار کا ایک کے لیے مخصوص ہونا۔ مالک زمین کے کام کرنے کی شرط۔ ہل بیل مالک زمین کے ذمہ شرط کر دینا۔ کھیت کاٹنا اور ڈھو کر خرمن میں پہنچانا پھر دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسہ اوڑا کر جدا کرنا ان سب کو مزارع پر شرط کرنا مفسد ہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں اور یہاں کا عرف یہ ہے کہ یہ چیزیں بھی مزارع ہی کرتا ہے مگر رواج یہ ہے کہ ان سب چیزوں میں مزدوری جو کچھ دی جاتی ہے وہ مشترک غلہ سے دی جاتی ہے مزارع اپنے پاس سے نہیں دیتا بلکہ ان تمام مصارف کے بعد جو کچھ غلہ بچتا ہے وہ حسب قرارداد تقسیم ہوتا ہے۔ ایک کو غلہ ملے گا اور دوسرے کو صرف بھوسا۔ غلہ بانٹا جائے گا اور بھوسا وہ لے گا جس کے بیج نہیں ہیں مثلاً مالک زمین۔ بھوسا بانٹا جائے گا اور غلہ صرف ایک کو ملے گا۔ اور اگر یہ شرط ہے کہ غلہ بٹنے گا اور بھوسا اُس کو ملے گا جس کے بیج ہیں جیسا یہاں کا یہی عرف ہے کہ مزارع ہی بیج دیتا ہے اور بھوسہ لیتا ہے یہ صورت صحیح ہے۔ اور اسی طرح اگر بھوسے کے متعلق کچھ ذکر ہی نہ آیا کہ اس کو کون لے گا یہ بھی صحیح ہے مگر اس

صورت میں بھوسا کون لے گا اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ بھی بٹے گا دوسرا یہ کہ جس کے بیج ہیں اسے ملے گا یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہاں کا عرف دوسرے قول کے موافق ہے۔

اور ایک شخص کی زمین اور بیج اور دوسرا شخص اپنے ہل بیل سے جوتے بوئے گا یا ایک کی فقط زمین باقی سب کچھ دوسرے کا یعنی بیج بھی اسی کے اور ہل بیل بھی اسی کے اور کام بھی یہی کریگا یا مزارع صرف کام کریگا باقی سب کچھ مالک زمین کا، یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ اور اگر یہ ہو کہ زمین اور بیل ایک کے اور کام کرنا اور بیج مزارع کے ذمہ یا یہ کہ بیل اور بیج ایک کے اور زمین اور کام دوسرے کا یا یہ کہ ایک کے ذمہ فقط بیل یا بیج باقی سب کچھ دوسرے کا یہ چاروں صورتیں ناجائز و باطل ہیں۔

(درمختار، کتاب مزارعت، بیروت)

جواز مزارعت کے فقہی استدلال کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس زمین ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس میں خود کاشت کرے یا خود کاشت نہ کر سکے) تو اپنے کسی بھائی کو عاریۃً دیدے اور اگر یہ دونوں ہی باتیں پسند نہ ہوں تو پھر چاہئے کہ اپنی زمین اپنے پاس رکھے (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 197)

شیخ مظہر فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کے پیش نظر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے مال سے نفع حاصل کرے لہٰذا جس شخص کے پاس زمین ہو اسے چاہئے کہ وہ اس میں خود کھیتی باڑی کرے تاکہ اس سے پیداوار ہو اور اس کی وجہ سے اسے نفع ہو اور اگر کسی وجہ سے وہ خود کاشت نہ کر سکتا ہو تو پھر وہ اس زمین کو اپنے کسی مستحق مسلمان بھائی کو عاریۃ دیدے تاکہ وہ اس میں محنت مشقت کر کے اپنا پیٹ بھرے اس صورت میں انسانی اخلاق وہمدردی کا ایک تقاضہ بھی پورا ہوگا اور اسے ثواب بھی ملے گا لیکن اگر وہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت پسند نہ کرے تو پھر اپنی زمین کو اپنے پاس رہنے دے یہ آخری حکم گویا ان دونوں صورتوں کو ترک کرنے اور مزارعت کو اختیار کرنے پر ازراہ تنبیہ دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص نہ تو اپنی زمین سے مالی فائدہ حاصل کرے کہ اس پر خود کاشت کرے اور نہ کسی مسلمان بھائی کو عاریۃ دے کر اس سے روحانی نفع حاصل کرے تو پھر بہتر یہی ہے کہ وہ اس زمین کو یوں ہی چھوڑ دے کسی کو بطور مزارعت نہ دے نیز اس میں ایسے لوگوں کے لئے بھی تنبیہ ہے جو اپنے مال سے نہ تو خود ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ دوسرے کو نفع پہنچاتے ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ تو پھر چاہئے کہ اپنی زمین اپنے پاس رکھے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کی زمین عاریۃ قبول کرنے سے انکار کر دے تو اپنی زمین اپنے پاس رہنے دے اس صورت میں یہ حکم اباحت کے طور پر ہوگا۔

مدت معلومہ کے بغیر مزارعت کے صحیح نہ ہونے کا بیان

اور مدت معلومہ کے بغیر مزارعت صحیح نہیں ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ کیونکہ ایسی پیداوار دونوں کے درمیان مشترکہ ہے اور یہ شرکت کا معنی ثابت کر رہی ہے۔ پس جب ان دونوں میں سے کسی نے اپنے معلوم قفیز کی شرط لگائی تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس طرح شرط سے شرکت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ ممکن ہے زمین اتنی مقدار سے زیادہ پیداوار نہ

دے اور یہ مضاربت میں شرکاء میں سے کسی ایک کے لئے شمار کردہ دراہم کو نکالنے والی شرط کی طرح ہو جائے گا۔

اور اسی طرح جب ان دونوں نے یہ شرط لگائی کہ بیج والا آدمی اپنے بیج کو لے جائے گا اور بقیہ ان کے درمیان نصف نصف ہوگا کیونکہ یہ شرط بھی معین مقدار میں یا پیداوار میں کچھ شرکت ختم کرنے والی ہے۔ اور وہ اس طرح ہوگا کہ جب پیداوار میں صرف بیج آیا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جب دونوں نے خراجی زمین میں خراج اٹھانے اور بقیہ کو اپنے درمیان مشترکہ ہونے کی شرط لگائی ہے اور یہ مسئلہ اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ جس میں بیج والا پیداوار کے دسویں حصے کو اپنے لیے اور دوسروں کے لئے شرط لگائے اور بقیہ ان کے درمیان مشترکہ ہو کیونکہ یہ معین مشاع ہے پس یہ شرکت کو ختم کرنے کا سبب نہ ہوگا جس طرح جب ان دونوں نے عشری زمین میں عشر لے جانے والے کے بعد بقیہ کو آپس میں تقسیم کرنے شرط بیان کی ہو۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہر ایک کو کیا ملے گا اس کا عقد میں ذکر کرنا ضروری ہے۔ اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں دونوں کی شرکت ہو اگر فقط ایک کو دینا قرار پایا تو عقد صحیح نہیں۔ اور یہ شرط کہ دوسری چیز میں سے دیا جائے گا اس سے بھی شرکت نہ ہوئی۔ اور جو مقدار ہو ہر ایک کے لیے اوس کا متعین ہو جانا ضرور ہے مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی اور جو کچھ حصہ ہو وہ جزو شائع ہو لہٰذا اگر ایک کے لیے یہ ٹھہرا کہ ایک من یا دو من دیے جائیں گے تو صحیح نہیں۔ اور اسی طرح اگر یہ ٹھہرا کہ بیج کی مقدار نکالنے کے بعد باقی کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا تو مزارعت صحیح نہ ہوئی۔ اسی طرح اگر یہ ٹھہرا کہ کھیت کے اس حصہ کی پیداوار فلاں لے گا اور باقی فلاں یا باقی کو دونوں میں تقسیم کیا جائے گا یہ مزارعت صحیح نہیں۔ اور اگر یہ ٹھہرا کہ زمین کا عشر نکال کر باقی کو تقسیم کیا جائے گا تو حرج نہیں۔ اور اسی طرح اگر یہ طے ہوا کہ دونوں میں ایک کو پہلے پیداوار کا دسواں حصہ دیا جائے اُس کے بعد اس طرح تقسیم ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔ (درمختار، کتاب مزارعت، بیروت)

کاشتکاری کی زمین مالک میں ملکیت کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور اگر زمین مملوک ہے۔ جیسے عام دیہات کی زمین کہ زمیندار کی ملک ہوتی ہے تو اس میں شرعاً ہرگز کبھی کسی طرح کاشت کار کو حق قرار ثابت نہ ہوگا اگرچہ اس نے اس میں باغ بھی لگایا، عمارت بھی بنائی ہو، جب اجارہ یعنی اس کے پٹہ کی مدت ختم ہوگئی زمیندار کو اختیار ہوگا کہ زمین اس سے نکال لے اور اس کے درخت وعمارت کی نسبت اسے حکم دے کہ زمین خالی کر دے۔

اور درختوں کے کاٹنے عمارت کے کھودنے میں زمین کا زیادہ نقصان دیکھے تو کٹنے کھودنے کے بعد جو قیمت ان درختوں اور عمارت کی ہو اس سے کٹوانے کھدوانے کی اجرت مجرا کر کے کاشتکار کو دے دے، اور پیڑ اور عمارت خود لے لے، اور اگر کاشت کار سے کوئی مدت معین نہیں ٹھہری، یونہی سال بسال کاشت کرتا ہے تو ہر ختم سال پر زمیندار کو زمین خالی کرانے اور آئندہ اسے زراعت کی ممانعت کر دینے کا اختیار ہوگا اگرچہ کاشت کرتے پچاس برس گزر گئے ہوں، (فتاوی رضویہ، کتاب مزارعت، لاہور)

اور عقود دریہ میں ہے تجنیس میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی دکان میں رہائشی انتظام کر رکھا تھا تو اس رہائشی شخص سے

کسی تیسرے شخص نے اس کا وہ رہائشی انتظام خرید لیا کچھ مال کے بدلے قبضہ لیا تو دکان کے مالک کو حق ہے کہ وہ اس مشتری کو رہائش اٹھانے پر مجبور کر دے اگرچہ مشتری کو ضرر بھی ہو کیونکہ مشتری نے اس کی ملکیت کو مشغول کر رکھا ہے۔

(العقود الدریۃ، کتاب المساقات)

پانی کے کھالوں پر شرط لگا کر مزارعت کرنے کا بیان

اور جب ان دونوں نے کھالوں کے ذریعے پیداوار پر شرط لگادی یعنی وہ ایک کے لئے ہوگا اور جب کسی ایک کے لئے خاص جگہ مزارعت کرنے کی شرط لگائی جائے۔ تو ایسی شرط شرکت کو ختم کرنے کا سبب بنے گی۔ کیونکہ ممکن ہے اسی خاص جگہ سے پیداوار ہو۔ اور اسی طرح جب کسی ایک جانب سے طرف سے پیداوار کی شرط لگائی ہو۔ اور دوسرے کے لئے دوسری جانب کی شرط لگائی ہو۔ اور اسی طرح ایک کے لئے بھوسے کی شرط جبکہ دوسرے کے لئے گندم کی شرط لگائی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے زراعت کسی آفت کے سبب دانے نہ دے بلکہ بھوسہ ہی نکلے۔ اور اسی طرح جب بھوسہ کو نصف نصف کرنے کی شرط لگائی گئی ہے اور دانہ ان میں سے کسی ایک کے لئے خاص کیا گیا ہے کیونکہ ایسی شرط مقصد یعنی شرکت کو ختم کرنے کا سبب بن جائے گی۔

اور جب ان دونوں نے دانوں کو نصف نصف کرنے کی شرط لگائی ہے اور بھوسے کا کوئی تعین نہ کیا تو مزارعت درست ہوگی۔ کیونکہ شرکت کا مقصود صرف دانوں میں ہے۔ اور بھوسہ بیج والے کو ملے گا۔ کیونکہ وہ اس کی ملکیت میں اضافہ ہے۔ کیونکہ اس کے حق میں شرط لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور شرط ہی فساد کرنے والی ہے۔ جو یہاں پر ظاہر ہونے والا ہے۔

مشائخ بلخ کے فقہاء نے کہا ہے کہ غیر منصوص چیزوں میں دلیل عرف پر قیاس کرتے ہوئے بھوسہ بھی ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگا۔ کیونکہ بھوسہ بھی دانوں کے تابع ہے۔ اور تابع اصل کی شرط کے ساتھ قائم ہونے والا ہے۔

حضرت حنظلہ ابن قیس تابعی حضرت رافع بن خدیج صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی رافع نے فرمایا کہ مجھے میرے دو چچاؤں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مانے میں صحابہ کرام نالیوں پر ہونیوالی پیداوار کے عوض اپنی زمین اجرت پر دیا کرتے تھے (یعنی صحابہ اپنی زمین کو کسی دوسرے شخص کو اس شرط کے ساتھ اجرت پر دیدیا کرتے تھے کہ وہ شخص اپنی محنت اور اپنا تخم لگا کر اس میں کاشت کرے اور اس زمین کی پانی کی نالیوں کے کناروں پر جو کچھ پیدا ہوگا وہ اس زمین کی اجرت میں مالک کا حق ہوگا اور اس کے علاوہ باقی زمین کی پیداوار کاشت کرنے والے کا حق ہوگا یا اپنی زمین کو اس قطعہ کی پیداوار کے عوض اجرت پر دیتے تھے جسے مالک اپنے لئے علیحدہ کر لیتا تھا (یعنی زمین کو اجرت پر دینے کی دوسری صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی زمین جب کسی کو کاشت کے لیے دیتے تو اس کا کوئی قطعہ اپنے لئے متعین کر دیتے تھے اور یہ طے ہو جاتا تھا کہ کاشت کرنیوالا اپنی محنت اور اپنا تخم لگا کر پوری زمین پر کاشت کرے پھر اس متعین قطعہ کی جو کچھ پیداوار ہوگی وہ تو مالک لے لے گا اور باقی زمین کی پیداوار کاشت کرنیوالا لے گا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا کیونکہ اس میں نقصان اور فریب میں مبتلا ہونے کا خوف رہتا تھا)

حدیث کے راوی حضرت حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع سے پوچھا کہ درہم و دینار کے عوض مزارعت کا کیا حکم ہے (یعنی اپنی زمین کسی کو کاشت کرنے کے لئے دیدی جائے اور اس کے عوض بطور لگان روپے لئے جائیں تو کیا حکم ہے حضرت رافع نے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور جس چیز سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (یعنی مزارعت کی مذکورہ دونوں صورتیں) وہ ایسی چیز ہے کہ اگر حرام وحلال کی سمجھ رکھنے والا شخص اس میں غور کرے تو نقصان پہنچنے کے خوف سے اسے پسند نہ کرے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 194)

اپنی زمین کو کاشت کے لئے دینے کی جو دو صورتیں ذکر کی گئی ہیں اور جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ ان علماء کے نزدیک بھی محل نہی ہیں جو مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔

مزارعت کے سلسلے میں چونکہ مختلف احادیث منقول ہیں اس لئے جو علماء مزارعت کو جائز کہتے ہیں وہ بھی اپنے مسلک کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور وہ علماء بھی حدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں جن کے نزدیک مزارعت جائز نہیں ہے گویا دونوں طرف کے علماء کے لئے تاویل کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے اکثر علماء مزارعت کو جائز کہتے ہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں لیکن حنفیہ کے دو جلیل القدر ائمہ حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد چونکہ جواز ہی کے قائل ہیں پھر یہ کہ دفع ضرورت کی مصلحت بھی پیش نظر ہے اس لئے حنفی مسلک میں بھی فتوی اسی بات پر ہے کہ مزارعت جائز ہے۔

دونوں کا نصف نصف دانوں پر مزارعت کرنے کا بیان

اور جب ان دونوں نے دانوں کے بارے میں نصف نصف کی شرط لگائی اور بھوسہ بیج والے کے لئے ہے تو مزارعت درست ہے کیونکہ اس عقد کے بارے میں حکم اسی طرح ہے۔ اور جب دوسرے شخص کے لئے بھوسے کی شرط لگادی تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جو شرکت کو ختم کرنے کا سبب بننے والی ہے۔ کیونکہ جب صرف بھوسہ ہی بن گیا۔ اور بیج والے کے سوا بھوسہ کسی شرط کے سبب ثابت ہوا کرتا ہے۔

اور جب مزارعت درست ہو جائے تو پیداوار شرط کے مطابق ہوگی۔ کیونکہ وہی لازم کرنے میں صحیح ہے۔ اور جب زمین میں کوئی پیداوار ہی نہیں ہوئی ہے۔ تو کام کرنے والے کو کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ وہ شرکت کے سبب حقدار بنا تھا اور پیداوار کے سوا تو کوئی شرکت ہی نہیں ہے۔ اور جب وہ اجارہ ہو تو پھر مزدوری معین ہے۔ پس کام کرنے والے عدم ذکر والی اجرت کا حقدار نہ بنے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مزارعت فاسد ہو جائے کیونکہ اجر مثلی ذمہ داری کے طور پر واجب ہوتا ہے جبکہ پیداوار نہ ہونے کے سبب ذمہ داری ختم ہو چکی ہے۔

اور جب مزارعت فاسد ہو جائے تو پیداوار بیج والے کے لئے ہوگی۔ کیونکہ اس کے سبب اس کی ملکیت میں اضافہ ہے۔ جبکہ دوسرے کا حق ذکر کرنے کے سبب معین ہوا تھا اور جب تسمیہ ختم ہو چکا ہے تو سارے کا سارا اضافہ بیج والے کے لئے ہوگا۔

طے شدہ تقسیم مزارعت میں کمی بیشی کرنے کا بیان

مزارعت ہو جانے کے بعد پیداوار کی تقسیم جس طرح طے پا گئی ہے اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے یا نہیں مثلاً نصف نصف تقسیم کرنا طے پایا تھا اب ایک تہائی دو تہائیاں لینا دینا چاہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ کمی یا بیشی مالکِ زمین کی طرف سے ہو گی یا مزارع کی طرف سے اور بہر صورت بیج مالکِ زمین کے ہیں یا مزارع کے۔ اگر کھیت طیار ہو گیا اور بیج مزارع کے ہیں اور پہلے مزارعت نصف پر تھی اب کاشتکار مالکِ زمین کا حصہ بڑھانا چاہتا ہے اسے دو تہائیاں دینا چاہتا ہے یہ ناجائز ہے بلکہ پیداوار اسی طور پر تقسیم ہو گی جو طے ہے اور اگر مالکِ زمین مزارع کا حصہ بڑھانا چاہتا ہے بجائے نصف اس کو دو تہائیاں دینا چاہتا ہے یہ جائز ہے اور اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں اور یہ مزارع کا حصہ زیادہ کرنا چاہتا ہے یہ ناجائز ہے اور مزارع مالکِ زمین کا حصہ زیادہ کرنا چاہتا ہے یہ جائز ہے اور اگر فصل طیار ہونے سے پہلے کمی بیشی کرنا چاہتے ہیں تو مطلقاً جائز ہے مزارع کی طرف سے ہو یا مالکِ زمین کی طرف سے بیج اس کے ہوں یا اس کے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

زمین والے کی جانب سے بیج ہونے پر مثلی اجرت کا بیان

اور جب زمین والے کی جانب سے بیج ہے تو کام کرنے والے کے لئے مثلی اجرت ہو گی۔ جس کو شرط میں معین کردہ مقدار سے زیادہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ عامل اس زیادتی کو ساقط کرنے پر رضامند نہ ہو گا۔ اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ عامل کو مثلی اجرت ملے گی۔ خواہ وہ جہاں تک جائے کیونکہ زمین کے مالک نے عقد فاسد کے سبب عامل کے منافع کو پایا ہے۔ پس اس پر منافع کی قیمت واجب ہو گی۔ کیونکہ منافع کا کوئی مثل نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ اجارات میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اور جب بیج کام کرنے والے کی جانب سے ہے تو زمین کے مالک کے لئے اس کی زمین کا مثلی اجر یعنی کرایہ ہو گا۔ کیونکہ عامل نے عقد فاسد کے سب زمین سے منافع حاصل کیے ہیں۔ پس منافع کا واپس کرنا لازم ہے۔ لیکن وہ مشکل ہے۔ اور منافع کا کوئی مثل ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی قیمت کو واپس کرنا لازم ہے۔ اور پیداوار کی شرط کردہ مقدار سے زیادہ کیا جائے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور جب زمین اور بیل کو جمع کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ مزارعت فاسد ہو چکی ہے تو عامل پر اس زمین اور بیل کی مثلی اجرت ہو گی۔ اور صحیح بھی یہی ہے کیونکہ اجارہ میں بیل کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اور رہی مزارعت تو یہ بھی اجارہ کے حکم میں ہے۔

اور جب مزارعت فاسدہ کے سبب زمین کا مالک اپنے بیج کے سب پیداوار کا حقدار بن گیا ہے تو اس کے لئے پوری پیداوار حلال ہو جائے گی۔ کیونکہ اسی کی ملکیت والی زمین میں اضافہ ہوا ہے۔ اور جب عامل پیداوار کا مستحق بنا ہے تو وہ اپنی زمین اور اجرت کے مقدار لے کر زائد کو صدقہ کر دے۔ کیونکہ اضافہ بیج کے سبب حاصل ہونے والا ہے۔ اور منافع زمین میں ملکیت کا فساد کرتے ہوئے خباثت پیدا کر دیتے ہیں۔ تو عوض کے بدلے میں ملنا والا بدلہ اس کے لئے حلال ہو گا۔ جس کا بدلہ نہیں ہے اس کو وہ صدقہ کرے۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب مالکِ زمین نے مزارِع سے کہا کہ تم اپنے بیجوں سے کاشت کرو دونوں نصف نصف لیں گے اور مزارِع نے دوسرے کو دے دی کہ تم اپنے بیج سے کاشت کرو اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں دو تہائیاں تمہاری اس صورت میں مزارِع دوم حسب شرط دو تہائیاں لے گا اور ایک تہائی مالکِ زمین لے گا اور مالکِ زمین مزارِع اول سے تہائی زمین کی اُجرت (لگان) لے گا اور اگر بیج مزارع اول ہی نے دیے مگر مزارع دوم کے لیے پیداوار کی دو تہائیاں دینا طے پایا اس صورت میں بھی وہی حکم ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کاشت کے لیے دوسرے کو زمین دی اور یہ ٹھہرا کہ بیج دونوں کے ہوں گے اور بیل کاشتکار کے ہوں گے اور پیداوار دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو جائے گی کاشتکار نے ایک دوسرے شخص کو اپنے حصہ میں شریک کر لیا کہ یہ بھی اس کے ساتھ کام کریگا اس صورت میں مزارعت اور شرکت دونوں فاسد ہیں۔ جتنے جتنے دونوں کے بیج ہوں اسی حساب سے غلہ دونوں میں تقسیم ہوگا اور مالک زمین مزارع اول سے نصف زمین کی اُجرت مثل لے گا اور یہ دوسرا شخص بھی مزارع اول سے اپنے کام کی اُجرت مثل لے گا۔ اور مزارع اول اپنے بیج کی قدر اور جو کچھ زمین کی اُجرت اور کام کی اُجرت دے چکا ہے ان کی قیمت کا غلہ رکھ لے باقی کو صدقہ کر دے۔ اور اگر کاشتکار نے دوسرے کو شریک نہ کیا ہو جب بھی فاسد ہے اور وہی احکام ہیں جو مذکور ہوئے۔ (درمختار، کتاب مزارعت، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب مزارعت، بیروت)

اور کاشتکار کو مزارعت پر زمین دی کاشتکار یہ چاہتا ہے کہ دوسرے شخص کو مزارعت پر دے دے اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں تو ایسا نہیں کر سکتا جب تک مالک زمین سے صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ حاصل کرے دلالۃً اجازت کی یہ صورت ہے کہ اس نے کہہ دیا ہو تم اپنی رائے سے کام کرو اور بغیر اجازت اس نے دوسرے کو دے دی تو ان دونوں کے مابین حسبِ شرائط غلہ تقسیم ہوگا اور مالکِ زمین بیج کا تاوان لے گا پہلے سے لے گا تو وہ دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا اور دوسرے سے لے گا تو وہ پہلے سے رجوع کریگا اور زراعت کی وجہ سے زمین میں جو کچھ نقصان ہوگا وہ مزارع دوم سے مالکِ زمین وصول کریگا پھر اس صورت میں مزارع اول کو پیداوار کا جو حصہ ملا ہے اس میں سے اتنا حصہ اس کے لیے جائز ہے جو تاوان میں دے چکا ہے باقی کو صدقہ کر دے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

مزارعت میں بیج والے کو کام پر مجبور نہ کرنے کا بیان

اور جب مزارعت طے ہوگئی اور اس کے بعد بیج والے نے کام کرنے سے انکار کر دیا ہے تو اس کا کام پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ عقد کو نافذ کرنا یہ نقصان اٹھانے کے سوا ممکن نہیں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب کسی شخص نے اجیر رکھا ہے اور وہ عمارت کو گرائے اور وہ بندہ انکار کر دے۔ اور جس کی جانب سے بیج نہ ہو تو اس کو حاکم کام کرنے پر مجبور کرے گا۔ کیونکہ اس طرح عقد مکمل کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور یہ عقد اجارہ کی طرح لازم ہے۔ ہاں البتہ جب اس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہوا جس کے سبب سے اجارہ کو ختم کر دیا جاتا ہے تو ایسے ہی کسی عذر کے سبب مزارعت کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔

اور جب رب الارض مزارعت کرنے سے رک گیا اور بیج بھی اسی کا ہے۔ جبکہ مزارع نے زمین میں ہل چلانا شروع کر دیا ہے تو اس مزارع کو ہل چلانے کے بدلے میں کوئی چیز نہ ملے گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قضاء کے اعتبار سے ہے۔ جبکہ جو معاملہ اس

کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے وہ یہ ہے مالک زمین اس عامل کو راضی کرے۔ کیونکہ اس نے عامل کے ساتھ معاملہ کرنے میں دھوکہ کیا ہے۔

عاقدین میں سے کسی ایک کی موت کے سبب مزارعت کے باطل ہونے کا بیان

اور جب دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے۔ تو مزارعت باطل ہو جائے گی۔ اور اجارہ پر قیاس کرتے ہوئے اجارات میں اس کی تاویل گزر چکی ہے۔ اور اسی طرح جب کسی شخص نے زمین کو تین سال کے لئے دیا ہے اور سال اول میں کھیتی اگ آئی ہے لیکن اس کی کٹائی نہیں ہوئی۔ کیونکہ رب الارض فوت ہو گیا تھا۔ تو اس زمین کو کاشتکار کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ کھیتی کی کٹائی کر کے اس کو حصہ کے مطابق تقسیم کرے۔ اور اس کے باقی دو سالوں میں عقد مزارعت ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ سال اول میں دونوں کے حق کے باقی رہنے میں فائدہ ہے بہ خلاف دوسرے اور تیسرے سال کے کیونکہ ان میں عامل کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ پس اس میں قیاس کی مخالفت کو اپنایا جائے گا۔

اور جب عامل کا زمین میں کھالے بنانے اور ہل چلانے سے قبل ہی رب الارض فوت ہو چکا ہے تو مزارعت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں کاشتکار کے مال کو باطل کرنا نہ ہوگا اور کام کے بدلے میں عامل کو کچھ نہ ملے گا۔ جس طرح ان شاء اللہ ہم اس کو بیان کر دیں گے۔

اور جن دو شخصوں کے مابین مزارعت ہوئی ان میں کسی کے مر جانے سے مزارعت فسخ ہو جائے گی جیسا کہ اجارہ کا حکم تھا پھر اگر مثلاً تین سال کے لیے مزارعت پر زمین دی تھی اور پہلے سال میں کھیت بونے اور اوگنے کے بعد مالکِ زمین مر گیا اور کھیت ابھی کاٹنے کے قابل نہیں ہوا تو زمین مزارع کے پاس اس وقت تک چھوڑ دی جائے گی کہ فصل طیار ہو جائے اس صورت میں پیداوار حسب قرار تقسیم ہوگی اور دوسرے تیسرے سال کے حق میں مزارعت فسخ ہو جائے گی۔

مالک زمین کا قرض میں زمین کو فروخت کرنے کا بیان

اور جب رب الارض کو زیادہ قرض کے سبب مزارعت کو ختم کرنا پڑا اور زمین کو بیچ دینے کی حالت میں چلا گیا ہے اور اس نے زمین کو فروخت کر دیا ہے تو یہ جائز ہے۔ جس طرح اجارہ کا حکم ہے۔ اور کھالے بنانے اور ہل چلانے کے بدلے میں عامل کو کوئی مزدوری نہ ملے گی۔ کیونکہ منافع عقد سے قیمتی ہوا کرتے ہیں اور عقد پیداوار سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جب پیداوار ہی نہیں ہے تو کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔

اور جب کھیتی کے اگ جانے کے بعد اس کی کٹائی نہیں ہوئی تو اب زمین کو قرض میں فروخت نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اب کھیتی کو کاٹ لیا جائے گا۔ کیونکہ بیچنے میں مزارع کے حق کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ جبکہ تاخیر کرنا یہ باطل سے زیادہ آسان ہے اور جب قاضی کے دین کے سبب مالک زمین کو قید کر دیا ہے کیونکہ جب زمین کو بیچنا مشکل ہو گیا تو اب مالک زمین ظلم کرنے والا نہ ہوگا۔ اور قید یہ زیادتی کی سزا ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مالکِ زمین پر دَین ہے اور سوا اس زمین کے جس کو مزارعت پر دے چکا ہے کوئی مال نہیں ہے جس سے دَین ادا کیا جائے اگر ابھی فقط عقدِ مزارعت ہی ہوا ہے کاشتکار نے کھیت بویا نہیں ہے تو زمین دَین کی ادا کے لیے بیع کر دی جائے اور مزارعت فسخ کر دی جائے اور اگر کھیت بویا جا چکا ہے مگر ابھی اوگا نہیں ہے جب بھی بیع ہو سکتی ہے اور دیانت کا حکم یہ ہے کہ مزارع کو کچھ دے کر راضی کر لیا جائے اور زراعت اوگ چکی ہے مگر ابھی طیار نہیں ہوئی ہے تو بغیر اجازت مزارع نہیں بیچی جا سکتی وہ اگر اجازت دے دے تو اب بیچنا جائز ہے۔ اور اس میں دو صورتیں ہیں صرف زمین کی بیع ہو یا زمین و زراعت دونوں کی ہو اگر دونوں کی بیع ہو اور مزارع نے اجازت دے دی تو دونوں میں بیع نافذ ہوگی اور اس صورت میں ثمن کو قیمت زمین اور قیمت زراعت پر تقسیم کریں جو حصہ زمین کے مقابل میں ہو وہ مالکِ زمین کا ہے اور جو حصہ زراعت کے مقابل میں ہے دونوں پر حسب قرارداد تقسیم کیا جائے۔ اور اگر مزارع نے اجازت نہیں دی تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے یا زراعت طیار ہونے کا انتظار کرے۔ اور اگر صرف زمین کی بیع ہوئی ہے اور مزارع نے اجازت دے دی تو زمین مشتری کی ہے اور زراعت بائع و مزارع کی ہے۔ اور اگر مزارع نے اجازت نہیں دی تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کر دے یا انتظار کرے اور اگر مالکِ زمین نے زمین اور زراعت کا اپنا حصہ بیع کیا تو اس میں بھی وہی دو صورتیں ہیں۔ اور مزارع یہ چاہے کہ بیع کو فسخ کر دے یہ حق اسے حاصل نہیں۔

(درمختار، کتاب مزارعت، بیروت، فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

فصل تیار ہونے کے بعد دَین ادا کرنے کے لیے زمین بیچی گئی اگر صرف زمین کی بیع ہوئی تو بلا توقُّف جائز ہے اور اگر زمین اور پوری زراعت بیع کر دی تو زمین اور زراعت کے اس حصہ میں جو مالکِ زمین کا ہے بیع جائز ہے اور مزارع کے حصہ میں اس کی اجازت پر موقوف ہے اور فرض کرو مزارع نے اجازت نہیں دی اور مشتری کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ زمین مزارعت پر ہے تو مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ صرف بائع کے حصہ پر قناعت کرے اور حصہ مزارع کے مقابل میں ثمن کا جو حصہ ہو وہ کم کر دے اور چاہے تو بیع فسخ کر دے کہ اس نے پوری زراعت خریدی تھی فقط اتنا ہی حصہ اسے خریدنا مقصود نہ تھا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت)

مدت مزارعت تک کھیتی کی کٹائی نہ ہونے کا بیان

اور جب مزارعت کی مدت ختم ہو چکی ہے اور کھیتی کی ابھی کٹائی بھی نہیں ہوئی ہے تو کھیتی کو کاٹنے تک عامل کے لئے اجرت مثلی واجب ہوگی۔ اور کھیتی کا خرچ عقد کرنے والوں کے حقوق کے حساب سے ان دونوں پر لازم ہوگا کیونکہ جب تک کھیتی کو کاٹ نہ دیا جائے۔ کیونکہ مثلی اجرت کے بدلے کھیتی کا باقی چھوڑنے کی صورت میں مہربانی دونوں کی جانب سے برابر ہے۔ پس اسی کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ اور وہ کام ان دونوں پر ہوگا۔ کیونکہ مدت کے ختم ہو جانے کے سبب عقد ختم ہو جائے گا۔ اور یہ مشترکہ مال کا عمل ہے۔ اور یہ اس مسئلہ کے خلاف ہے۔ جب مالک زمین فوت ہو جائے اور کھیتی ابھی تک پکی نہیں ہے۔ پس وہاں عامل پر کام کرنا ہوگا کیونکہ وہاں ہم نے عقد کی مدت تک اس کو باقی رکھا ہے۔ اور عقد عامل سے کام کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے۔ جبکہ یہاں عقد کو ختم دیا جائے گا۔ پس یہاں اس عقد کو باقی رکھنا نہ ہوگا اور عامل کام کو اپنے اوپر لازم کرنے میں خاص نہ ہوگا۔ اور جب کسی شخص نے اپنے

شریک کی اجازت اور قاضی کے حکم کے بغیر اس میں سے کچھ خرچ کیا ہے تو وہ احسان کے طور پر ہوگا۔ کیونکہ اس کو اپنے ساتھ والے پر ولایت حاصل نہیں ہے۔

اور جب مدت پوری ہوگئی اور ابھی فصل تیار نہیں ہے تو مدت کے بعد جتنوں دنوں تک زراعت طیار نہ ہوگی اوتنے دنوں کی مزارع کے ذمہ نصف زمین کی اُجرتِ مثل واجب ہے اور مدت کے بعد زراعت پر جو کچھ صرف ہوگا وہ دونوں کے ذمہ ہوگا کیونکہ عقدِ مزارعت ختم ہو چکا اب یہ زراعت دونوں کی مشترک چیز ہے لہٰذا خرچ بھی دونوں کے ذمہ مگر یہ ضرور ہے کہ جو کچھ ایک خرچ کرے وہ دوسرے کی اجازت سے ہو یا حکم قاضی سے بغیر اس کے جو کچھ خرچ کیا مُتبرّ ع ہے اس کا معاوضہ نہیں ملے گا۔

اور جب مدت ختم ہوگئی مالکِ زمین یہ چاہتا ہے کہ یہی کچی کھیتی کاٹ لی جائے یہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر مزارع کچی کاٹنا چاہتا ہے تو مالکِ زمین کو اختیار دیا جائے گا کہ کچا کھیت کاٹ کر دونوں بانٹ لیں یا مزارع کے حصہ کی قیمت دے کر کل زراعت لے لے یا کھیت پر اپنے پاس سے صرف کرے اور طیار ہونے پر اس کے حصہ سے وصول کرے۔

مالک زمین کو کچی فصل کٹوانے کی اجازت نہ ہونے کا بیان

اور جب زمین کے مالک نے کچی فصل کٹوانا چاہی تو اس کو اختیار نہ ہوگا کیونکہ اس میں کاشتکار کا نقصان ہے۔ اور جب مزارع کچی فصل کٹوانا چاہے تو مالک زمین سے کہا جائے گا کہ کھیتی کو کٹوا لے اس کے بعد وہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہو جائے گی۔ یا پھر مزارع کو وہ اس کا حصہ ادا کرے۔ یا پھر تم کھیتی میں خرچ کرو۔ اور مزارع کے کچھ حصے میں تم کچھ خرچ کرو گے تو اس کو واپس لے لینا۔ کیونکہ مزارع جب کام سے رک جائے گا تو اس کو مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ عقد کو ختم کرنے والی چیز کے بعد بھی عقد باقی رکھنے میں مزارع کے لئے مہربانی ہے۔ جبکہ اس کو وہ خود چھوڑنے والا ہے۔ جبکہ مالک زمین کو ان خیارات میں اختیار ہوگا کیونکہ وہ ہر اختیار کے سبب نقصان کو دور کر سکتا ہے۔

اور جب کھیتی کے اُگ جانے کے بعد مزارع فوت ہو گیا ہے اور اس کے ورثاء نے کہا ہے کہ کھیتی کی کٹائی تک اس میں ہم کام کریں گے۔ اور مالک زمین نے اس پر انکار کر دیا ہے تو ورثاء کے لئے کام کرنے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ زمین کے مالک کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور ورثاء کو کام کرنے میں کوئی اجرت نہ ملے گی۔ کیونکہ ہم نے مہربانی کے سبب اس عقد کو باقی رہنے دیا ہے۔ اور اس کے بعد جب وہ فصل کو کاٹنا چاہیں تو ان کو کام پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں، جبکہ زمین کا مالک انہی تین اختیارات کا مالک ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

ایک شخص مر گیا اور اوس نے بی بی اور نابالغ اور بالغ اولادیں چھوڑیں یہ سب چھوٹے بڑے ایک ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورت سب کی نگہداشت کرتی ہے بڑے لڑکوں نے زمین مشترک یا دوسرے سے زمین لے کر اوس میں کاشت کی اور جو کچھ غلّہ پیدا ہوا مکان پر لائے اور یکجائی طور پر سب کے خرچ میں آیا جیسا کہ عموماً دیہاتوں میں ایسا ہوتا ہے۔ یہ غلّہ آیا مشترک قرار پائے گا یا صرف بڑے لڑکوں کا ہوگا جنھوں نے کاشت کی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مشترک بیج بوئے گئے ہیں اور سب کی اجازت سے بوئے ہیں

یعنی جو اون میں بالغ ہیں اون سے اجازت حاصل کر لی ہے اور جو نابالغ ہیں اون کے وصی سے اجازت لے لی ہے تو پیداوار مشترک ہے اور اگر بڑوں نے خود اپنے بیج سے کاشت کی ہے یا مشترک سے کی ہے مگر اجازت نہیں لی ہے تو غلہ ان کاشت کرنے والوں کا ہے دوسرے اس میں شریک نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مزارعت، بیروت، فتاویٰ شامی، کتاب مزارعت، بیروت)

فصل کٹوائی کی اجرت دونوں پر ہونے کا بیان

اور اسی طرح فصل کی کٹائی، کھلیان بنانے اور گاہنے اور پیداوار کو بھوسہ سے الگ کرنے کی مزدوری ان پر دونوں کے حصہ کے حساب سے ہوگی۔ اور اس کے بعد جب عقد کرنے والوں نے مزارعت میں ان چیزوں کو شرط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ تو اس طرح مزارعت فاسد ہو جائے گی۔ اور یہ حکم صرف اسی صورت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام قسم کی مزارعت میں داخل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کھیتی کے پک جانے کے ساتھ مقصد حاصل ہو جانے کی وجہ سے عقد مکمل ہو جاتا ہے۔ اور عقد کرنے والوں کے درمیان میں مال مشترکہ بچ جاتا ہے اور اسکے سوا کوئی عقد نہیں رہتا کیونکہ اس کا خرچ انہی دونوں پر ہے۔

ایک شریک نے زمین کی کاشت کی تو وہ دوسرے شریک کے نصف حصہ کے نقصان کا ضمان دے گا۔ بشرطیکہ کاشت سے زمین کو نقصان ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے نصف کا غاصب ہے (مز) اور مز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ اگر ایک شریک غائب ہو تو دوسرے شریک کو نصف زمین کاشت کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر دوسرے سال بھی زراعت کرنا چاہے تو اسی حصہ کو کاشت کرے، اور فتویٰ یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ زراعت زمین کے مفید ہے نقصان دہ نہیں ہے تو تمام زمین کو کاشت کرے اور غائب شریک آ جائے تو اس کو حق ہوگا کہ وہ بھی اتنی ہی مدت کل زمین کو اپنے کاشت کرے یہ اس لئے کہ مفید ہونے کی صورت میں غائب کی دلالۃ رضا ہے۔ اور اگر معلوم ہو کہ کاشت زمین کے لئے نقصان دہ ہے۔ یا ترک زراعت مفید ہے اور زمین کے لئے مزید قوت کا بعث ہے تو پھر حاضر شریک کو کوئی چیز کاشت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ نقصان کی صورت میں دوسرے شریک کی رضا ثابت نہیں ہے۔ یوں "قفقط" میں ہے۔ (جامع الفصولین الفصل الثالث، بیروت)

عقد مزارعت میں غیر متقاضی شرط کے ہونے کا بیان

اور جب مزارعت کے عقد کو کسی ایسی چیز کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جو عقد میں تقاضہ کرنے والی نہیں ہے اور اس میں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کو فائدہ ہو تو وہ عقد فاسد ہو جائے گا۔ جس طرح اٹھا کر لانے اور پینے کی شرط عامل پر ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب یہ عامل پر مشروط ہے تو اس کو استصناع پر قیاس کرتے ہوئے درست قرار دیا جائے گا۔ اور مشائخ بلخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے علاقوں میں زیادہ صحیح یہی ہے۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کام کھیتی کے پک جانے سے قبل ہے جس طرح پانی لگانا اور فصل کی حفاظت کرنا ہے۔ تو وہ عامل کے ذمہ داری ہے اور جو کام فصل پک جانے کے بعد اور تقسیم سے پہلے ہے ظاہر الروایت کے مطابق وہ ان دونوں پر ہوگا۔ اور جو کام فصل پک جانے کے بعد کا ہے جس طرح پھل توڑنا ہے۔ اور ان کی حفاظت کرنا ہے تو یہ ان دونوں کی ذمہ داری پر ہے۔

اور اکیلے عامل کے لئے پھل توڑنے شرط لگائی ہے تو یہ بہ اتفاق جائز نہ ہوگا کیونکہ اس میں کوئی رواج نہیں ہے۔ اور وہ کام جو تقسیم کے بعد ہے۔ وہ دونوں عقد کرنے والوں پر ہے۔ کیونکہ وہ مال مشترکہ ہے۔ وہ عقد نہیں ہے۔ اور جب کھیتی کی کٹائی میں شرط زمین والے نے لگائی ہے تو یہ بھی بہ اتفاق درست نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں کوئی عرف نہیں ہے۔ اور جب عقد کرنے والوں نے کچی کھیتی کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے یا گدرائی ہوئی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے یا پکی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے تو یہ کام ان دونوں کے ذمہ پر ہوگا کیونکہ جس وقت ان دونوں نے کچی کھیتی کو کاٹنے اور گدرائی ہوئی کھجور کو کاٹنے کا ارادہ کیا ہے تو پس اس طرح عقد ختم ہو چکا ہے پس یہ فصل پکنے کے بعد والے حکم کی طرح ہو جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب مزارعت، لاہور)

علامہ امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زراعت تیار ہونے سے پہلے جو کچھ کام ہوگا مثلاً کھیت جوتنا، بونا، پانی دینا، حفاظت کرنا وغیرہ یہ سب مزارع کے ذمہ ہے چاہے وہ خود کرے یا مزدوروں سے کرائے اور دوسری صورت میں مزدوری اوسی کے ذمہ ہوگی۔ اور جو کام زراعت طیار ہونے کے بعد کے ہیں مثلاً کھیت کاٹنا اوسے لاکر خرمن میں جمع کرنا دائیں چلانا بھوسا اوڑانا وغیرہ اس کے متعلق ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ دونوں کے ذمہ ہیں کیونکہ مزارع کا کام فصل طیار ہونے پر ختم ہو گیا مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ کام بھی مزارع کے ذمہ ہیں اور بعض مشائخ نے اسی کو اختیار فرمایا کہ مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ اور جو کام تقسیم کے بعد ہے مثلاً غلہ مکان پر پہنچانا یہ بالاتفاق دونوں کے ذمہ ہے مزارع اپنا غلہ خود لے جائے اور مالک اپنا غلہ اپنے گھر لائے یا دونوں اپنے اپنے مزدوروں سے اوٹھوالے جائیں۔

قسم دوم یعنی فصل تیار ہونے کے بعد جو کام ہیں ان کے متعلق مزارع کے کرنے کی شرط کرلی تو یہ شرط صحیح ہے اس کی وجہ سے مزارعت فاسد نہیں ہوگی تنویر میں اس قول کو اصح کہا اور درمختار، کتاب مزارعت، بیروت میں ملتقی سے اسی پر فتویٰ ہونا بتایا۔

مگر ہندوستان میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ فصل طیار ہونے کے بعد مزدوروں سے کام کراتے ہیں اور مزدوری اسی غلہ میں سے دی جاتی ہے یعنی کھیت کاٹنے والے اور دائیں چلانے والے وغیرہ کو جو کچھ مزدوری دی جاتی ہے وہ کوئی اپنے پاس سے نہیں دیتا بلکہ اسی غلہ کی کچھ مقدار مزدوری میں دی جاتی ہے یہ طریقہ کہ جس کام کو کیا اوسی میں سے مزدوری دی جائے اگر چہ ناجائز ہے جس کو ہم اجارہ میں بیان کر چکے ہیں مگر اس سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ فصل کی طیاری کے بعد جو کام کیا جائے گا یہاں کے عرف کے مطابق وہ تنہا مزارع کے ذمہ نہیں ہے بلکہ دونوں کے ذمہ ہے کیونکہ مزدوری میں دونوں کی مشترک چیز دی جاتی ہے۔ (بہار شریعت، کتاب مزارعت، لاہور)

حضرت عمرو ابن دینار تابعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طاؤس تابعی سے کہا کہ اگر آپ مزارعت کو ترک کر دیتے تو بہتر تھا کیونکہ علماء کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس نے کہا کہ عمرو! میں اپنی زمین کاشت کرنے کے لئے لوگوں کو دیتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں اور سب سے بڑے عالم یعنی حضرت ابن عباس نے مجھے بتایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اپنے کسی بھائی کو اپنی زمین کاشت کرنے کے لئے دیدینا اس سے بہتر ہے کہ اس پر اس زمین کا کوئی لگان وغیرہ متعین کر کے لے لیا جائے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 196)

مطلب یہ ہے کہ مزارعت میں تو یہ ہوتا ہے کہ کچھ دیا جاتا ہے اور کچھ لیا جاتا ہے یعنی اپنی زمین دی جاتی ہے اور اس کے عوض اس کی پیداوار میں سے کچھ حصہ متعین کر کے لیا جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس اگر کسی کے ساتھ احسان کیا جائے بایں طور کہ اسے اپنی زمین بغیر کچھ لئے بطور رعایت دی جائے تو وہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ بہتر ہے۔

مزارعت و مساقات میں فرق کا بیان

مزارعت اور معاملہ میں بعض باتوں میں فرق ہے۔ معاملہ عقد لازم ہے دونوں میں سے کوئی بھی اس سے انحراف نہیں کرسکتا۔ ہر ایک کو پابندی پر مجبور کیا جائے گا اگر مدت پوری ہوگئی اور پھل طیار نہیں ہیں تو باغ عامل ہی کے پاس رہے گا اور ان زائد دنوں کی اوسے اُجرت نہیں ملے گی اور عامل کو بھی بلا اُجرت اتنے دنوں کام کرنا ہوگا اور مزارعت میں مالکِ زمین اُتنے دنوں کی اُجرت لے گا اور مزارع بھی ان زائد دنوں کے کام کی اُجرت لے گا۔ (فتاویٰ شامی، کتاب مزارعت، بیروت)

70- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَعِيدٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنَّ الْهِجْرَةَ شَاْنُهَا شَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَحْلِبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا

✧✧ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے ہجرت کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو۔ ہجرت بہت اہم چیز ہے کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان میں سے کچھ بلا معاوضہ بھی دے دیتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم انہیں پانی پلانے لاتے ہو تو تم ان کا دودھ دوہ لیتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم سمندروں کے پرے جو بھی نیک کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کوئی بھی چیز ضائع نہیں کرے گا۔

71- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَعْلَمُهُمْ بِذَاكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى اَرْضٍ تَهْتَزُّ زَرْعًا فَقَالَ لِمَنْ هٰذِهِ فَقَالُوْا اكْتَرَاهَا فُلَانٌ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا اِيَّاهُ كَانَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ عَلَيْهَا اَجْرًا مَّعْلُوْمًا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی سرزمین کی طرف تشریف لے گئے جہاں کھیت لہلہا رہا تھا۔ آپ نے دریافت کیا: یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: فلاں شخص نے اسے کرائے پر لیا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کا مالک اسے بلا معاوضہ دے دیتا تو یہ اس کے لئے اس سے زیادہ بہتر تھا کہ وہ اس پر طے شدہ معاوضہ وصول کرے۔

بَاب: اِذَا قَالَ اَخْدَمْتُكَ هٰذِهِ الْجَارِيَةَ عَلٰى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ فَهُوَ جَائِزٌ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ هٰذِهِ عَارِيَةٌ وَّاِنْ قَالَ كَسَوْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ فَهُوَ هِبَةٌ

باب 34: جب کوئی شخص یہ کہے: میں نے تمہیں کنیز خدمت کے لئے دی تو یہ لوگوں کے عام عرف کے حساب سے درست ہوگا

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں: یہ عاریۃً شمار ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے: میں یہ کپڑا تمہیں پہناتا ہوں تو یہ ہبہ شمار ہوگا۔

72- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاجَرَ اِبْرَاهِيْمُ بِسَارَةَ فَاَعْطَوْهَا اٰجَرَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ اَشَعَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَاَخْدَمَ وَلِيْدَةً

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ہجرت کی تو ایک (حکمران) نے انہیں ایک کنیز دی جب سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو انہوں نے عرض کی: کیا آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کافر شخص کو نامراد کیا اور اس نے ایک کنیز بھی عطا کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہی روایت نقل کرتے ہیں: اور یہ بتاتے ہیں: سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو خدمت کے لیے دیا تھا۔

وہ الفاظ جن سے ہبہ منعقد ہوجاتا ہے

وہبت نحلت اور اعطیت کے ساتھ ہبہ منعقد ہوجاتا ہے اس لئے کہ پہلا لفظ ہبہ کے لئے صریح ہے اور دوسرا اس کے لئے استعمال ہونے والا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کیا تم نے اس طرح اپنی اولاد کو نحلہ دیا ہے اور تیسرا لفظ بھی ہبہ کے لئے استعمال ہونے والا ہے پس اعطاک اللہ اور وہبک اللہ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہونے والے ہیں واہب کے میں نے یہ غلہ تجھے کھانے کیلئے دیا ہے کہنے سے بھی ہبہ منعقد ہوجاتا ہے اسی طرح جعلت هذا الثوب لك کہنے سے اور اعمرتك هذا الشیء کہنے سے اور حملتك علی هذا الدابة کہا اور اس نے ہبہ کی نیت کی ہو تو ہبہ منعقد ہوجائے گا لہٰذا اطعام سے ہبہ منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب اطعام کو ایسی چیز کی جانب منسوب کیا جائے جو خود کھائی جاتی ہو تو اس سے عین کی تملیک مراد ہوگی اس صورت کے خلاف کہ جب اس نے اطعمتك هذا الارض کہا ہو تو عاریت نہیں ہوگی اس لئے کہ زمین نہیں کھائی جاتی اور ایسا کہنے سے اس کی پیداوار کھانے کا کھلانے اطلاق کیا جائے گا اور دوسرے لفظ سے ہبہ کے منعقد ہونیکی دلیل یہ ہے کہ حرف لام تملیک کے لئے موضوع ہے اور تیسرے لفظ سے ہبہ کے منعقد ہونے کا سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ جس نے کوئی چیز کسی کو عمریٰ کے طور پر دی تو معمر لہ کے لئے زندگی بھر وہ چیز اس کی ہوگیا وراس کے بعد اسکے وارثوں کی ہوگی اسی طرح جب یہ کہا ہو کہ میں نے زندگی بھر کیلئے یہ گھر تجھے دیا اس دلیل کے سبب جسکو ہم نے بیان کیا ہے۔

چوتھے لفظ سے ہبہ کے منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حمل کے لغوی معنی سوار کرنے کے ہیں تو یہ عاریت ہوگی لیکن اس میں ہبہ

کا احتمال ہے جیسا کہ بولا جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو گھوڑے پر سوار کیا اور اس سے مالک بنانا مراد ہوتا ہے لہٰذا ہبہ کی نیت کے وقت اس پر ہی محمول کیا جائے گا۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور ہبہ کے بہت سے الفاظ ہیں۔ میں نے تجھے ہبہ کیا، یہ چیز تمھیں کھانے کو دی۔ یہ چیز میں نے فلاں کے لیے یا تیرے لیے کردی، میں نے یہ چیز تیرے نام کردی، میں نے اس چیز کا تجھے مالک کردیا، اگر قرینہ ہو تو ہبہ ہے ورنہ نہیں کیونکہ مالک کرنا بیع وغیرہ بہت چیزوں کو شامل ہے۔ عمر بھر کے لیے یہ چیز دیدی، اس گھوڑے پر سوار کردیا، یہ کپڑا پہننے کو دیا، میرا یہ مکان تمھارے لیے عمر بھر رہنے کو ہے، یہ درخت میں نے اپنے بیٹے کے نام لگایا ہے۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کے بعض الفاظ ذکر کردیے اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر لفظ ایسا بولا جس سے ملک رقبہ سمجھی جاتی ہو یعنی خود اُس شے کی ملک تو ہبہ ہے اور اگر منافع کی تملیک معلوم ہوتی ہو تو عاریت ہے اور دونوں کا احتمال ہے تو نیت دیکھی جائے گی۔ (درمختار، کتاب عاریت، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہبہ کا قبول کرنا کبھی الفاظ سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے مثلاً اس نے ایجاب کیا یعنی کہا میں نے یہ چیز تمھیں ہبہ کردی اُس نے لے لی ہبہ تمام ہوگیا۔ (بحر الرائق، کتاب ہبہ، بیروت)

کسوہ سے تملیک مراد لینے کا بیان

جب کسی آدمی نے یہ کہا کہ میں نے تجھے یہ کپڑا پہنا دیا تو یہ ہبہ ہوگا اس لئے کہ کسوۃ سے تملیک مراد لی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ او کسوتھم یا دس مساکین کو کپڑا پہنا دینا ہے اور یہ بھی بولو جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو کپڑا پہنایا یعنی اس کو کپڑے کا مالک بنایا جب کہا کہ میں نے تم کو یہ باندی منحہ میں دی تو یہ عاریت ہوگی اس حدیث کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں جب کہا کہ میرا گھر تیرے لئے ہبہ سکنی یا سکنی ہبہ ہے تو یہ عاریت ہوگی اس لئے کہ منفعت کی تملیک میں عاریت ہونا محکم اور یقینی ہے اور ہبہ منفعت کے کی تملیک کا بھی احتمال رکھتا ہے لہٰذا محتمل کو محکم پر محمول کردیا جائے گا۔

ایسے ہی جب کہا کہ میرا گھر تیرے لئے عمری سکنی ہے یا نخلی سکنی ہے یا سکنی صدقہ ہے یا صدقہ عاریت ہے یا عاریۃ ہبہ ہے تو تمام صورتیں عاریت ہوں گی اس دلیل کے سبب جس کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اور جب یوں کہا کہ میرا گھر تیرے لئے ہبہ ہے تم اس میں رہو تو یہ ہبہ ہوگا اس لئے کہ اس کا قول لتسکنھا مشورہ ہے اور ہبہ کی تفسیر نہیں ہے بلکہ مقصود پر تنبیہ کرنا ہے ہبہ سکنی کہنے کے خلاف اس لئے کہ یہاں سکنی ہبہ کی تفسیر ہے۔ (ہدایہ، کتاب ہبہ، بیروت)

باب: إِذَا حَمَلَ رَجُلًا عَلَى فَرَسٍ فَهُوَ كَالْعُمْرَى وَالصَّدَقَةِ

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَهُ اَنْ يَّرْجِعَ فِيهَا

باب 35: جب کوئی شخص سواری کے لئے کوئی گھوڑا دے تو یہ زندگی بھر صدقہ یا ہبہ کرنے کے مترادف ہے

بعض حضرات یہ کہتے ہیں: اس شخص کو گھوڑے کو واپس لینے کا اختیار ہوگا۔

73- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْأَلُ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ

✧✧ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں' میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا پھر میں نے اسے فروخت ہوتے ہوئے دیکھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: تم اسے نہ خریدو اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔

شرح

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو اللہ کی راہ میں سواری کے لئے گھوڑا دیا (یعنی ایک مجاہد کے پاس گھوڑا نہیں تھا اس لئے میں نے اسے گھوڑا دے دیا) اس شخص نے اس گھوڑے کو جو اس کے پاس تھا ضائع کر دیا (یعنی اس نے گھوڑے کی دیکھ بھال نہیں کی جس کی وجہ سے گھوڑا دبلا ہو گیا) میں نے سوچا کہ میں وہ گھوڑا اس سے خرید لوں اور خیال تھا کہ وہ اس گھوڑے کو سستے داموں بیچ دے گا، مگر (خریدنے سے پہلے) میں نے اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسے نہ خریدو اور نہ اپنا دیا ہو صدقہ واپس لو اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے (گویا یہ حقیقۃً نہیں بلکہ صورۃً اپنا صدقہ واپس لینا ہے) کیونکہ اپنا دیا ہوا صدقہ واپس لینے والا شخص اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنا دیا ہوا صدقہ واپس نہ لو (خواہ واپس لینا صورۃً ہی کیوں نہ ہو) کیونکہ اپنا دیا ہوا صدقہ واپس لینے والا اس شخص کی مانند ہے جو قے کرے اور اسے چاٹ لے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 454)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں گھوڑے کے سستے داموں حاصل ہو جانے کا خیال اس لئے پیدا ہوا کہ گھوڑا چونکہ دبلا ہو گیا تھا اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس کی اصلی قیمت نہیں لگتی یا پھر انہوں نے ایسا خیال اس لئے قائم کیا کہ میں نے چونکہ اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اس وقت میرے ساتھ رعایت ومروت کا معاملہ کرے۔ ابن ملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے ظاہری الفاظ ومفہوم کے پیش نظر بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ اپنا دیا ہوا صدقہ خریدنا حرام ہے لیکن اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس طرح صرف قبح لغیرہ لازم آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس شخص کو صدقہ کا مال دیا جاتا ہے وہ اس مال کو جب صدقہ دینے والے ہی کے ہاتھوں بیچتا ہے تو اس بناء پر کہ اس نے اس کو صدقہ دے کر اس کے ساتھ احسان کیا ہے وہ اسے سستے داموں ہی بیچ دیتا ہے لہٰذا صدقہ دینے والا اس صورت میں بقدر رعایت مال جو اس صدقہ ہی کا حصہ تھا، واپس لینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ بہر حال صحیح اور قابل اعتماد قول یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تشتریہ (اسے نہ خریدو) نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

كِتَابُ الْمَنَاقِبِ
مناقب کا بیان

مناقب کے معنی ومفہوم کا بیان

مناقب "اصل میں "منقبت" کی جمع ہے۔منقبت کے معنی ہیں فضیلت اورفضیلت اس اچھی خصلت وخصوصیت،تعریف کے کام کو کہتے ہیں جس کے سبب اللہ کے نزدیک یا مخلوق کی نظروں میں شرف وعزت اور بلند قدری حاصل ہوتی ہے۔لیکن اصل اعتبار اسی شرف وعزت اور بلند قدری جو اللہ کے نزدیک حاصل ہو،مخلوق کی نظر میں حاصل ہونے والی عزت وشرف اور بلند قدری کا کوئی اعتبار نہیں،ہاں اگر یہ عزت وشرف اور بلند قدری اللہ کے نزدیک بلند قدر بنانے کا وسیلہ وذریعہ بنتی ہو تو اس صورت میں اس کا بھی اعتبار ہوگا پس جب یہ کہا جائے گا کہ فلاں شخص بافضیلت اور بلند قدر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اپنے فکر وعقیدہ اعمال وکردار اور اخلاص واخلاق کی بناء پر اللہ کے نزدیک بلند قدر ہے۔

نیز یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ فضیلت وبلند قدری کی طرف نسبت اسی صورت میں معتبر ہے جب کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یعنی کسی بھی شخص کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ وہ ذی منزلت وبلند قدر ہے کوئی معنی نہیں رکھتا،اسی شخص کو افضل اور بلند قدر کہنا معتبر ہوگا جس کی فضیلت وبلند قدری کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سلسلہ درسلسلہ نقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

(يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ) وَقَوْلِهٖ (وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا) وَمَا يُنْهٰى عَنْ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ الشُّعُوْبُ النَّسَبُ الْبَعِيْدُ وَالْقَبَائِلُ دُوْنَ ذٰلِكَ

باب 3: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں بڑے قبیلوں اور چھوٹے قبیلوں میں تقسیم کردیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے،''اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جس کے وسیلے سے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے داری کے حقوق کا

خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارا نگران ہے''۔

اور جو جاہلیت کے دعوؤں سے منع کیا گیا ہے۔

''شعوب'' دور کے نسب کو کہتے ہیں اور ''قبائل'' اس سے نیچے والے کو کہتے ہیں۔

شرح

شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ شعوب، شعب کی جمع ہے، بہت بڑی جماعت کو شعب کہتے ہیں جو کسی ایک اصل پر مجتمع ہوں پھر ان میں مختلف قبائل اور خاندان ہوتے ہیں، پھر خاندانوں میں بھی بڑے خاندان اور اس کے مختلف حصوں کے عربی زبان میں الگ الگ نام ہیں، سب سے بڑا حصہ شعب اور سب سے چھوٹا حصہ عشیرہ کہلاتا ہے اور ابوروق کا قول ہے کہ شعب اور شعوب عجمی قوموں کے لئے بولا جاتا ہے جس کے انساب محفوظ نہیں اور قبائل عرب کے لوگوں کے لئے جن کے انساب محفوظ چلے آتے ہیں اور اسباط بنی اسرائیل کے لئے۔

انساب وقبائل سے متعلق بیان

۱:۔ابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے دلائل میں ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب فتح مکہ کا دن تھا بلال رضی اللہ عنہ کعبہ پر چڑھے اور کعبہ پر اذان دی بعض لوگوں نے کہا یہ کالا غلام کعبہ کی چھت پر اذان دیتا ہے (یہ عجیب بات ہے) اور ان کے بعض لوگوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا تو اس کو بدل دے گا تو یہ (آیت) نازل ہوئی یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی (اے ایمان والو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا)

۲:۔ابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن جریج رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں زہری رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی بیاضہ کو حکم فرمایا کہ ابوھند کا اپنے قبیلہ کی کسی عورت سے نکاح کردو انہوں نے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہماری لڑکیوں کا نکاح ہمارے غلاموں سے کررہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ (آیت) نازل فرمائی یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی زہری نے کہا یہ آیت خاص طور پر ابوھند کے بارے میں نازل ہوئی اور کہا کہ ابوھند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجام تھا۔

۳:۔ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے زہری کے طریق سے عروہ سے روایت کیا کہ اور انہوں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوھند کی شادی کردو اس کے ساتھ نکاح کردو پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ اس پر یہ (آیت) نازل ہوئی یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی (الآیہ)

۴:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بچہ پیدا نہیں فرمایا مگر مرد اور عورت کے نطفہ سے اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (آیت) انا خلقنکم من ذکر وانثی

مدار فضیلت تقوی ہے

۵:۔ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سورۃ حجرات میں یہ (آیت) انا خلقنکم من ذکر

وانثی کلی ہے اور یہ عربوں کے لئے خاص طور پر موالی کے لئے چاہئے ان کا کوئی قبیلہ اور قوم ہو اور فرمایا (آیت) ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (تم سب میں اللہ کے نزدیک بڑا معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو یعنی تم میں سب سے زیادہ شرک سے بچنے والا ہو۔

۶:۔ البخاری وابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) وجعلنکم شعوبا وقبائل (اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا) اس میں شعوب سے مراد ہے بڑے قبائل اور قبائل سے مراد ہے بطون ہیں۔

۷:۔ الفریابی وابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ شعوبا سے مراد ہے بڑے قبائل اور قبائل سے مراد ہے چھوٹا خاندان اور قبیلہ کہ جس کے ذریعہ ایک دوسرے کو پہچانا جاتا ہے۔

۸:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (آیت) وجعلنکم شعوبا وقبائل کے بارے میں روایت کیا کہ قبائل سے مراد ہے افخاذ۔

۹:۔ عبد الرزاق رحمہ اللہ علیہ وعبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) وجعلنکم شعوبا وقبائل میں الشعب سے مراد ہے دور کا نسب اور قبائل وہ ہوتے ہیں جیسے میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ فلاں بن فلاں سے ہے۔

۱۰:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) وجعلنکم شعوبا سے مراد ہے دور کا نسب اور قبائل سے مراد ہے جو اس کے علاوہ ہو ہم نے یہ (قبیلے) بنائے تاکہ تم پہچان کر سکو فلاں بن فلاں خاندان یا قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔

۱۱:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے ضحاک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ قبائل سے مراد ہے بڑے قبیلے اور شعوب سے مراد ہے قبیلے اور اس کی شاخیں (یعنی خاندان)

۱۲:۔ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ وعبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ والترمذی وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ اور بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا اور اپنے عصا کے ساتھ ارکان کا استلام فرمایا (یعنی لکڑی لگا کر بوسہ لیا) جب آپ باہر تشریف لائے تو اونٹنی کو بٹھانے کی کوئی جگہ نہ پائی آپ مردوں کے ہاتھوں پر نیچے اترے اور ان کو خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد اور اس کی تعریف بیان کرنے کے بعد فرمایا سب تعریفیں اس کے لئے ہیں جس نے ہم کو جاہلیت اور اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ اپنی برتری، تکبر کو ختم کر دیا لوگ دو قسم کے ہیں نیک متقی اور معزز اللہ کے نزدیک اور دوسرے فاجر بدبخت اور حقیر و ذلیل اللہ کے نزدیک تمام لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی (سے لے کر) خبیر تک پھر فرمایا میں یہ اپنی بات کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

۱۳:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہم کو ایام تشریق کے درمیان میں خطبہ الوداع دیا۔ اور فرمایا اے لوگو! سنو تمہارا رب ایک ہے خبردار سنو تمہارا باپ ایک ہے خبردار سنو کوئی فضیلت نہیں عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ کالے کو سرخ پر اور نہ سرخ کو کالے پر مگر تقوی کے ساتھ بے شک تم سب میں اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے خبردار کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرمایا پس جو حاضر ہیں ان کو چاہئے کہ وہ یہ پیغام غائب تک پہنچادیں۔

۱۴:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ لے گیا (یعنی مٹایا ہے) جاہلیت کے غرور کو اور اپنے آباؤ اجداد کی وجہ سے تکبر کرنے کو تم سب آدم اور حوا کی اولاد ہو۔ ایک صاع کے کنارے سے دوسرے صاع کے کنارے تک اور تم سب میں اللہ کے نزدیک بڑا معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ جو شخص تمہارے پاس آئے کہ تم اس کے دین سے اور اس کی امانت سے راضی ہو تو اس کا نکاح کرادو۔

۱۵:۔ احمد وابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ تمہارے یہ نسب کسی کے لئے برے نہیں تم میں سے ہر ایک آدم کی اولاد صاع کے کنارے کی طرف ہوا اسے پورا نہ کرو کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر دین اور تقوی کی وجہ سے بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم سے قیامت کے دن تمہارے حسب نسب کے بارے میں سوال نہیں کرے گا اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

۱۶:۔ الحاکم (وصحہ) وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میں نے تم کو حکم دیا تم نے اس کو ضائع کیا جو میں نے تمہاری طرف معاہدہ کیا تھا۔ اور تم نے بلند کیا اپنے نسبوں کو آج میرا نسب بلند اور ارفع ہے اور تمہارے نسب حقیر اور ذلیل ہیں کہاں ہیں۔ پرہیز گاری کرنے والے؟ کہاں ہیں پرہیز گاری کرنے والے؟ تم سب میں اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

۱۷:۔ الطبرانی وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے اے لوگو! میں نیںسب بنایا اور تم نے بھی نسب بنایا میں نے تو یہ بنایا کہ تم میں سے سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقوی والا ہے تم نے انکار کیا مگر یہ کہ تم کہتے ہو فلاں بڑا معزز ہے فلاں سے اور فلاں بڑا معزز ہے فلاں سے بلاشبہ آج میرا نسب بلند اور ارفع ہے اور تمہارے نسب حقیر اور ذلیل ہیں خبردار میرے دوست متقی لوگ ہیں۔

۱۸:۔ الخطیب نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کو کھڑا کیا جائے گا (اس حال میں) کہ وہ غیر مجنون اور سیاہ رنگ کے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندوں میں نے تم کو حکم دیا تم نے میرے حکم کو ضائع کیا اور تم نے بلند کیا اپنے نسبوں کو اور تم نے اس کے ذریعہ آپس میں فخر کیا آج میں حقیر وذلیل قرار دے رہا ہوں تمہارے نسبوں کو میں ہی غالب حکمران ہوں کہاں ہیں متقی لوگ، کہاں ہیں متقی لوگ؟ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز تمہارا پرہیز گار ہے۔

۱۹:۔ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے اور نہیں ہے فضیلت عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو سفید پر اور نہ سفید کو سرخ پر مگر تقوی کے ساتھ۔

۲۰:۔ الطبرانی نے حبیب بن خراش العصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان آپس میں بھائی ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقوی کے ساتھ۔

ایک مؤمن دوسرے مؤمن کی عزت کرتا ہے

۲۱:۔ احمد نے بنوسلیط کے ایک آدمی سے روایت کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ مسلمان بھائی ہے مسلمان کا نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو ذلیل کرتا ہے تقوی یہاں ہے اور اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا اور دو آدمیوں نے اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کی پھر ان کے درمیان سوائے ایسی بات کے کوئی چیز جدائی نہیں ڈال سکی جو ان میں سے ایک کرتا ہے اور وہ بری ہوتی ہے اور وہ بات بری ہوتی ہے اور وہ بات گناہ کی ہوتی ہے۔

۲۲:۔ البخاری والنسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سے لوگ زیادہ عزت والے ہیں؟ تو فرمایا زیادہ عزت والے لوگ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو ان سے زیادہ تقوی والے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے بارے میں آپ سے سوال نہیں کر رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزت والے اللہ کے نبی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس لئے کہ ان کے باپ اللہ کے نبی ہیں ان کے دادا اللہ کے نبی ہیں۔ اور ان کے جداعلی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے خلیل ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم اس کے بارے میں سوال نہیں کر رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم مجھ سے معاون عرب کے بارے میں سوال کر رہے ہو؟ عرض کیا ہاں فرمایا ان میں بہترین لوگ جاہلیت میں ان میں بہترین لوگ ہیں اسلام میں جب وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

۲۳:۔ احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تو دیکھ لے بلاشبہ تو کسی سرخ وسفید سے بہتر اور افضل نہیں مگر یہ کہ تو اپنے آپ کو تقوی کے ساتھ فضیلت دے۔

۲۴:۔ البخاری نے الادب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں کسی نہیں دیکھتا ہوں جو اس (آیت) یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی کے ساتھ عمل کرتا ہو حتی کہ یہاں تک پہنچے (آیت) ان اکرمکم عند اللہ اتقکم پھر ایک آدمی دوسرے آدمی سے کہتا ہے میں تجھ سے زیادہ عزت والا ہوں حالانکہ کوئی بھی کسی سے زیادہ عزت والا نہیں ہے مگر تقوی کے ساتھ۔

۲۵:۔ البخاری نے الادب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ تم لوگ عزت اور کرامت کو شمار نہیں کرتے حالانکہ اللہ نے اسے بیان فرما دیا ہے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ تقوی والا ہے۔ اور تم حسب کو شمار نہیں کرتے (حالانکہ) حسب کے لحاظ سے تم میں افضل وہ ہے جو تم میں زیادہ اچھا ہو اخلاق کے لحاظ سے۔

۲۶:۔ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ واحمد رحمۃ اللہ علیہ نے درہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا اور آپ منبر پر تشریف فرما تھے اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کون بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو ان میں سے زیادہ قاری ہیں اور اللہ عزوجل سے زیادہ ڈرنے والے ہیں اور لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور ان کو برائی سے روکتے ہیں اور لوگوں سے زیادہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔

۲۷:۔ احمد و عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ والترمذی رحمہ اللہ علیہ (وصححہ) والطبرانی دارقطنی والحاکم (وصححہ) نے سمرہ بن جذب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاندانی شرافت مال ہے اور کرم تقویٰ ہے۔

۲۸:۔ احمد رحمہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی کسی چیز اور کسی آدمی نے کبھی خوش نہی کیا سوائے متقی آدمی کے۔

تقوی کو لازم پکڑنا

۲۹:۔ الحکیم الترمذی نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ہر چیز کو ڈرائے گا اور جو اللہ سے نہیں ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر چیز سے ڈرائے گا۔

۳۰:۔ الحکیم الترمذی نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا خوبصورتی ہے اور تقوی شرافت ہے اور بہترین سواری صبر ہے اور اللہ کی طرف سے خوشحالی اور کشادگی کا انتظار کرنا عبادت ہے۔

۳۱:۔ الحکیم الترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی سے بندے سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے دل میں غنی ڈال دیتے ہیں اور اس کے دل میں اپنا خوف اور تقوی کو رکھ دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے دل میں شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو پھر فقر و افلاس اس کی آنکھوں میں ڈال دیتے ہیں۔

۳۲:۔ ابن الضریس رحمہ اللہ علیہ نے فضائل القرآن میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا مجھے نصیحت کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے تقوی کو لازم پکڑو کیونکہ یہ ہر خیر کو جمع کرنے والا ہے اور جہاد کو لازم پکڑ کیونکہ وہ مسلمانوں کے لئے رہبانیت ہے اور لازم پکڑ اللہ کو اور قرآن مجید کی تلاوت کو کیونکہ وہ تیرے لئے نور ہوگا اور زمین میں تیرا ذکر ہوگا آسمانوں میں اور اپنی زبان کو روکے رکھ سوائے نیکی اور خیر کے بلاشبہ تو اس کے ذریعہ شیطان پر غالب رہے گا۔

۳۳:۔ ابن ابی شیبہ نے ابونصرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہوا اور اس نے اپنے غلام کو اپنے سے اوپر بلندی پر ستارے کی مانند دیکھا اس نے کہا اللہ کی قسم اے میرے رب یہ دنیا میں میرا غلام تھا کس چیز نے اسے اس مقام پر پہنچا دیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تجھ سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا تھا۔

۳۴:۔ الترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اپنے خاندانی نسبوں میں سے سیکھو تاکہ اس کے ذریعہ تم صلہ رحمی کر سکو کیونکہ صلہ رحمی محبت (کا باعث) ہے اہل و عیال میں اور خوش حالی کا باعث ہے مال میں (یعنی مال میں برکت ہوتی ہے) عمر بڑھنے کا ذریعہ۔

۳۵:۔البز ار نے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاتم سب آدم کی اولاد ہواور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے اور چاہیے کہ لوگ اپنے اباء اجداد کے ساتھ فخر کرنے باز رہیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے نزدیک سیاہ کپڑے سے بھی زیادہ حقیر ہو جائیں گے۔

۳۶:۔احمد ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے نو کا فرآباؤاجداد تک نسبت بیان کی اوران کی وجہ سے وہ عزت اور برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ آگ میں ان کے ساتھ دسواں ہوگا۔

۳۷:۔ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ واحمد و مسلم نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاہلیت میں سے چار چیزوں میں سے ہرگز نہیں چھوڑے گی اپنے نسب پر فخر کرنا اور (دوسروں کے) نسب میں عیب لگانا، ستاروں کے ذریعہ بارش طلب کرنا، اور میت پر نوحہ کرنا

۳۸:۔ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں کہ وہ دونوں کافروں کی عبادت میں سے ہیں میت میں نوحہ کرنا اور انسان میں طعنہ زنی کرنا۔

(تفسیر درمنثور، سورہ حجرات، بیروت)

7- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا) قَالَ الشُّعُوْبُ الْقَبَائِلُ الْعِظَامُ وَالْقَبَائِلُ الْبُطُوْنُ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اور ہم نے تمہیں شعوب اور قبائل میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''شعوب'' سے مراد ''بڑے قبیلے'' ہیں اور ''قبائل'' سے مراد اُن کی ''شاخیں'' ہیں۔

8- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' عرض کی گئی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو زیادہ پرہیز گار ہو۔لوگوں نے عرض کی: ہم نے آپ سے اس بارے میں نہیں دریافت نہیں کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام۔

9- حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ رَبِيْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث 8: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3175' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2378' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:9564' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:648' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:11429' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4471' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:129'

حدیث 9: اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4190'

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبُ بِنْتُ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ قُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ مِنْ مُضَرَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُضَرَ مِنْ بَنِي النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ .

✧✧ کلیب بن وائل بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی سوتیلی صاحبزادی سیّدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما سے میں نے دریافت کیا: آپ کا کیا خیال ہے کیا نبی اکرم ﷺ کا تعلق ''مضر'' قبیلے سے تھا۔ انہوں نے فرمایا: اور کس سے ہوگا؟ آپ کا تعلق ''مضر'' قبیلے سے تھا جو نضر بن کنانہ کی اولاد سے تعلق رکھتا تھا۔

10- حَدَّثَنَا مُوسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ حَدَّثَنَا كُلَيْبٌ حَدَّثَتْنِي رَبِيبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَظُنُّهَا زَيْنَبَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقُلْتُ لَهَا اَخْبِرِيْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ كَانَ مِنْ مُضَرَ كَانَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُضَرَ كَانَ مِنْ وَّلَدِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ

✧✧ کلیب بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی سوتیلی صاحبزادی نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے (راوی بیان کرتے ہیں) شاید اُن راوی نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام بھی ذکر کیا تھا۔ وہ بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے دباء، حنتم، نقیر اور مزفت سے منع کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اُن سے کہا: آپ مجھے بتایئے کہ کیا نبی اکرم ﷺ کا تعلق ''مضر'' قبیلے سے تھا تو انہوں نے جواب دیا: اور کس سے ہوگا؟ آپ کا تعلق ''مضر'' سے ہی تھا آپ نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے۔

شرح

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن ایک عام الفیل (570ء) میں ربیع الاول کے مبارک مہینے میں بعثت سے چالیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش پر معجزات نمودار ہوئے جن کا ذکر قدیم آسمانی کتب میں تھا۔ مثلاً آتشکدہ فارس جو ہزار سال سے زیادہ سے روشن تھا بجھ گیا۔ مشکوٰۃ کی ایک حدیث ہے جس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ 'میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔۔۔ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا اور ان سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

جس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی اس سے پہلے قریش معاشی بدحالی کا شکار تھے مگر اس سال ویران زمین سرسبز و شاداب ہوئی، سوکھے ہوئے درخت ہرے ہو گئے اور قریش خوشحال ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ پیدائش کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک زیادہ روایات 12 ربیع الاول کی ہیں اگرچہ کچھ علماء 9 ربیع الاول کو درست مانتے ہیں۔ اہلِ تشیع 17 ربیع الاول کو درست سمجھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے رکھا۔ یہ نام اس سے پہلے کبھی نہیں رکھا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مکہ کے علاقے شعب ابی طالب کے جس گھر میں ہوئی وہ بعد میں کافی عرصہ ایک مسجد رہی جسے آج کل ایک کتاب خانہ (لائبریری) بنا دیا گیا ہے۔

خاندانِ مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق قریشِ عرب کے معزز ترین قبیلہ بنو ھاشم سے تھا۔ اس خاندان کی شرافت، ایمانداری اور سخاوت بہت مشہور تھی۔ یہ خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھا جسے دینِ حنیف کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب اپنی خوبصورتی کے لیے مشہور تھے مگر ان کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے چھ ماہ پہلے ہو گیا تھا۔ والدہ کا نام حضرت آمنہ بنت وھب تھا جو قبیلہ بنی زہرہ کے سردار وھب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب کی بیٹی تھیں۔ یعنی ان کا شجرہ ان کے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ عبد مناف بن قصی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب قریش کے سردار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرہ نسب حضرت عدنان سے جا ملتا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام ابن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور مشہور ترین عربوں میں سے تھے۔ حضرت عدنان کی اولاد کو بنو عدنان کہا جاتا ہے۔ یہ شجرہ یوں ہے۔

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

(عربی میں: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن [illegible]ی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان)

بچپن

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب آپ کی ولادت سے چھ ماہ قبل وفات پا چکے تھے اور آپ کی پرورش آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ مدت ایک بدوی قبیلہ کے ساتھ بسر کی جیسا عرب کا رواج تھا۔ اس کا مقصد بچوں کو فصیح عربی زبان سکھانا اور کھلی آب و ہوا میں صحت مند طریقے سے پرورش کرنا تھا۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حلیمہ بنت عبداللہ اور حضرت ثویبہ (درست تلفظ: ثُوَیبہ) نے دودھ پلایا۔ چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ اور آٹھ سال کی عمر میں آپ کے دادا بھی وفات پا گئے۔ اس کے بعد آپ کی پرورش کی ذمہ داریاں آپ کے چچا اور بنو ہاشم کے نئے سردار حضرت ابو طالب نے سرانجام دیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر بھی اختیار کیا اور تجارت کے امور سے واقفیت حاصل کی۔ اس سفر کے دوران ایک بحیرا نامی عیسائی راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کچھ ایسی نشانیاں دیکھیں جو ایک آنے والے پیغمبر کے بارے میں قدیم آسمانی کتب میں لکھی تھیں۔ اس نے حضرت ابو طالب کو بتایا کہ اگر شام کے یہود یا نصاریٰ نے یہ نشانیاں پالیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جناب ابو طالب نے یہ سفر ملتوی کر دیا اور واپس مکہ آ گئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن عام بچوں کی طرح کھیل کود میں نہیں گذرا ہو گا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نبوت کی نشانیاں شروع سے موجود تھیں۔ اس قسم کا ایک واقعہ اس وقت بھی پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و

سلم بدوی قبیلہ میں اپنی دایہ کے پاس تھے۔ وہاں حبشہ کے کچھ عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغور دیکھا اور کچھ سوالات کیے یہاں تک کہ نبوت کی نشانیاں پائیں اور پھر کہنے لگے کہ ہم اس بچے کو پکڑ کر اپنی سرزمین میں لے جائیں گے۔ اس واقعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ لوٹا دیا گیا۔

انسانوں کے معدن ہونے کا بیان

۱۱ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا وَتَجِدُونَ خَيْرَ النَّاسِ فِي هَذَا الشَّأْنِ أَشَدَّهُمْ لَهُ كَرَاهِيَةً وَتَجِدُونَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَيَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' تم لوگوں کو' 'کان' ' کی طرح پاؤ گے۔ زمانہ جاہلیت میں ان میں سے بہتر لوگ اسلام میں بھی بہتر شمار ہوں گے جبکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں اور تم اس معاملے (حکومت) میں لوگوں میں سب سے بہتر اس شخص کو پاؤ گے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہو اور تم لوگوں میں سب سے زیادہ برا اس شخص کو پاؤ گے جو دوغلا ہو اس کے پاس اس منہ کے ساتھ آئے اور اس کے پاس اس منہ کے ساتھ جائے۔

شرح

انسان کو معدن یعنی کان سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ نیک اخلاقی وعادات اور صفات وکمالات کی استعداد وصلاحیت کے تفاوت میں دی گئی ہے کہ جس طرح ایک کان میں لعل و یاقوت پیدا ہوتے ہیں تو دوسری کان میں سونا، چاندی اور بعض کان میں چونا، سرمہ، پتھر وغیرہ ہی پیدا ہوتے ہیں اسی طرح انسان کی ذات ہے کہ بعض تو اپنے اخلاق وعادات اور صفات وکمالات کی بنا پر با عظمت اور باشوکت ہوتے ہیں بعض ان سے کچھ کم درجہ کے ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان صفات میں انتہائی کمتر و بے وقعت ہوتے ہیں۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لانے سے پہلے حالت کفر میں بہترین خصائل وعادات کے مالک تھے مثلاً سخاوت وشجاعت، اخلاق ودیانتداری اور محبت ومروّت کی بہترین صفات سے متصف تھے تو وہ اسلام لانے کے بعد بھی ان صفات کی بناء پر بہترین قرار دیئے گئے ہیں۔ ٹھیک ایسے ہی جیسے کہ سونا اور چاندی جب تک کان میں پڑے رہتے ہیں کہ وہ خاک میں پڑے رہنے کی وجہ سے اپنی اصلی حالت میں نہیں ہوتے جب انہیں کان سے نکال لیا جاتا ہے اور بھٹی میں ڈال کر تیار کیا جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اصلی صورت میں آجاتے ہیں بلکہ ان کی آب وتاب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب تک کوئی آدمی کفر کی ظلمت میں چھپا رہتا ہے تو خواہ وہ کتنا باوقار ہو اور اس کے اندر کتنی ہی سخاوت ہو کتنی ہی شجاعت ہو اسے برتری حاصل نہیں ہوتی، مگر جب کفر کے تمام پردوں کو چاک کر کے ظلم سے باہر نکلتا ہے اور ایمان واسلام کو قبول کر کے علم دین میں کمال حاصل کر لیتا ہے اور پھر اپنے آپ کو ریاضت ومجاہدہ اور دینی محنت ومشقت کی بھٹیوں کے حوالہ کر دیتا ہے تو اس

حدیث 11: اخرجہ مسلم فی "صحیحہ" رقم الحدیث: 2526' اخرجہ اسحاق بن راھویہ فی "مسندہ" رقم الحدیث: 183

کے بعد نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اصل حالت میں آ جاتا ہے بلکہ علم ومعرفت کی روشنی سے اس کا قلب ودماغ منور ہو جاتا ہے اور وہ عزت کی انتہائی بلندیوں پر جا پہنچتا ہے۔

قریش کی فضیلت کا بیان

12 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هَذَا الشَّأْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا تَجِدُونَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَشَدَّ النَّاسِ كَرَاهِيَةً لِهَذَا الشَّأْنِ حَتَّى يَقَعَ فِيهِ .

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اس (حکومت) کے معاملے میں لوگ قریش کے پیروکار ہیں مسلمان لوگ مسلمان قریش کے پیروکار ہیں اور کافر لوگ کفار قریش کے پیروکار ہیں اور لوگ ''کان'' (معدن) کی طرح ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں اُن میں سے بہتر لوگ اسلام میں بھی بہتر شمار ہوں گے جبکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لیں اور تم اس معاملے (یعنی حکومت) میں لوگوں میں سب سے بہتر اُس شخص کو پاؤ گے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہو یہاں تک کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائے۔

شرح

حدیث کے ظاہر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "اس بات" سے مراد دین وشریعت ہے خواہ اس کے وجود کا اعتبار ہو یا اس کے عدم کا۔ مطلب یہ کہ دین کے قبول یا عدم قبول یعنی ایمان وکفر کے معاملہ میں تمام لوگ قریش کے پیچھے ہیں اور قریش اقدامی وپیشوائی حیثیت رکھتے ہیں، بایں طور کہ ایک طرف تو دین کا ظہور سب سے پہلے قریش میں ہوا اور سب سے پہلے قریش کے لوگ ایمان لائے اور پھر ان کی اتباع میں دوسرے لوگوں نے بھی ایمان لانا شروع کیا، دوسری طرف وہ یعنی قریش ہی کے لوگ تھے جنہوں نے دین کی سب سے پہلے مخالفت کی اور مسلمانوں کی راہ روکنے کے لئے سب سے پہلے آگے آئے اس طرح اگر قریش کے کافروں کے تابعدار ہوئے چنانچہ اسلام کی تاریخ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے تمام اہل عرب، قریش مکہ کے اسلام لانے کا انتظار کرتے تھے، جب اہل اسلام کے ہاتھوں مکہ فتح ہو گیا اور قریش مکہ مسلمان ہو گئے تو تمام عرب کے لوگ بھی جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہو گئے جیسا کہ سورت اذا جاء نصر اللہ سے واضح ہوتا ہے۔

بہر حال اس ارشاد کا مقصد قریش کی قائدانہ حیثیت کو بیان کرنا ہے کہ قیادت امارت کا جو ہرا نہی کو نصیب ہے خواہ وہ اپنے عہد جاہلیت سے وابستہ رہے ہوں یا عہد اسلام سے لیکن ان کی قیادت وامارت کو "فضل وشرف" کا اعتبار صرف اسلام کی صورت میں حاصل ہے نہ کہ کفر کی حالت میں۔ اور اگر "فضل وشرف" کی قید مقصود نہ ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ اس ارشاد گرامی میں قریش مطلق

حدیث 12: اخرجه مسلم في "صحيحه" رقم الحديث: 1819' اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث: 7304' اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث: 6263' اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 5078' اخرجه ابويعلي في "مسنده" رقم الحديث: 1894' اخرجه الطيالسي في "مسنده" رقم الحديث: 2380' اخرجه الحميدي في "مسنده" رقم الحديث: 1044

قیادت وامارت کا ذکر ہے خواہ اس کا دنیاوی امور سے ہو خواہ مذہبی امور سے، چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی نہ صرف دنیاوی اعتبار سے قریش مکہ تمام عرب قبائل میں "سردار" قبیلہ کی حیثیت رکھتے تھے بلکہ اس وقت کے ان مذہبی معاملات جیسے اللہ کی تولیت وکلید داری اور پانی پلانے وغیرہ کی ذمہ داریوں کا اعزاز بھی انہی کو حاصل تھا۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ "اس بات" سے مراد امامت کبریٰ اور منصب خلافت ہے جیسا کہ دوسری حدیثوں میں وضاحت کے ساتھ منقول بھی ہے اور اس ارشاد گرامی کا مقصد قریش کی قیادت تسلیم کرنے اور ان کی اتباع کا حکم دینا ہے۔ پس اگر لوگ اس ارشاد گرامی کی روح اور اس سے اخذ شدہ حکم پر عمل نہ کرتے ہوئے قریش کی قیادت کو تسلیم نہ کریں اور ان کی اتباع سے انکار کریں تو یہ بات اس ارشاد گرامی کے اثبات کے منافی نہیں ہوگی، کیونکہ کسی بھی حکم کے اثبات کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ عملی اور واقعاتی طور پر اس کا ظہور بھی ہو حکم کا مقصد تو کسی چیز کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔

اگر اس حکم پر عمل نہ کرے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ حکم اپنی قوت اثبات ونفاذ سے خالی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ قریش کی قیادت وامارت کو اختیار وقبول کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ قریش قیادت وامارت کا استحقاق اور اس کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتے ہیں، خواہ کوئی ان کی قیادت وامارت کو تسلیم کرے اور ان کی تابعداری کرے یا نہ کرے۔

بَابٌ

باب 4: بلاعنوان

13 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى) قَالَ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلَّا وَلَهٗ فِيْهِ قَرَابَةٌ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ تَصِلُوْا قَرَابَةً بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں،

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''صرف رشتہ داری کے تعلق (کا سوال کرتا ہوں)''

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں' اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کی ہر شاخ کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق تھا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم میرے اور اپنے درمیان موجود رشتہ داری کا خیال رکھو۔

حدیث 13: اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث:13' اخرجه الترمذى فى "جامعه" رقم الحديث:3251' اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث:2024' اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث:6262' اخرجه الحاكم فى "المستدرك" رقم الحديث:3660' اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:11474' اخرجه البيهقى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:12743

شرح

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ۔ا:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ولولا کلمۃ الفصل (اگر ایک قول فیصل نہ ہوتا) یعنی قیامت کا دن کہ اس وقت تک ان کو مہلت دی گئی (تو دنیا میں ان کا فیصلہ ہو جاتا ہے) اور (آیت) فی روضت الجنت سے مراد ایسا مکان ہے جو ان کی شان کے مطابق ہوگا۔

۲:۔ابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے ابوظبیہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اہل جنت کی ایک جماعت کو بادل سایہ کرے گا تو کہے گا میں تم پر بارش نہ کروں تو اس قوم میں سے کوئی بھی آدمی کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا مگر وہ اس پر بارش برسائے گا یہاں تک کہ ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا کہ ہم پر اٹھے ہوئے پستانوں اور ہم عمر عورتوں جیسا بادل برسا۔

۳:۔احمد وعبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ و بخاری و مسلم و ترمذی و ابن جریر رحمہ اللہ علیہ و ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) الا المودۃ فی القربیٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد آل محمد کے قریبی رشتہ دار ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جلدی کی کہ قریش میں سے کوئی خاندان ایسا نہیں تھا جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری نہ ہو پھر فرمایا مگر تم میرے اور اپنے درمیان رشتہ داری کو ملائے رکھو۔

رشتہ داری کو واسطہ بنا کر دعوت ایمان

۴:۔ابن ابی حاتم وطبرانی رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے (سعید بن جبیر کے طریق سے) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر مجھے جو تم سے رشتہ داری کا تعلق ہے اس وجہ سے تم مجھ سے محبت کرو، اور اس رشتہ داری کی تم حفاظت کرو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔

۵:۔سعید بن منصور وابن سعد بن عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وحاکم رحمہ اللہ علیہ (وصححہ) وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ اور بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے دلائل میں شعبی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اکثر لوگ ہمارے پاس اس آیت: قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی کے بارے میں پوچھنے کے لئے آئے میں نے ابن عباس کو دیکھا کہ ہم آپ سے اس بارے میں پوچھتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں نسب کے اعتبار سے درمیان میں تھے قریش کا کوئی خاندان ایسا نہیں تھا مگر اس کا آپ کی ذات سے ولادت کا تعلق تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا (آیت) قل لا اسئلکم علیه اجرا آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا یعنی اس دعوت پر کہ جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں (آیت) الا المودة فی القربی (مگر رشتہ داری کی دوستی) یعنی تم سے محبت کرو میری قرابت کی وجہ سے اور تم اس کے ذریعہ میری حفاظت کرو۔

۶:۔ابن جریر وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وطبرانی رحمہ اللہ علیہ نے علی کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) الا المودۃ فی القربیٰ سے مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری سارے قریش سے تھی، جب انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا اور آپ سے بیعت کرنے پر انکار کر دیا تو فرمایا اے (میری) قوم جب تم نے مجھ سے بیعت

کرنے پر انکار کر دیا تو تم اپنے اندر میری رشتہ داری کی حفاظت کرو، اور تمہارے علاوہ عرب میں سے ایسا کوئی بھی نہیں جو تمہاری نسبت میری حفاظت اور میری مدد کا حق رکھتا ہوں۔

۷:۔ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ضحاک کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی قل یعنی ان سے فرمادیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (آیت) قل لا اسئلکم علیہ یعنی میں تم سے سوال نہیں کرتا اس دعوت پر جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں (آیت) اجرا یعنی دنیا کے کسی عوض کا (آیت) الا المودۃ فی القربی مگر یہ کہ مجھے تم سے رشتہ داری ہے اس کی تم حفاظت کرو، فرمایا موت یعنی دوسری یہ آپ کے رشتے داری میں آپ کے لئے خاص ہے جب آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس بات کو آپ محبوب رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو انبیاء کے ساتھ ملادے۔تو فرمایا (آیت) لا اسئلکم علیہ اجرا (میں تم سے کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا) وہ (سب کچھ) تمہارے لئے ہے (آیت) ان اجری الا علی اللہ (میرا معاوضہ اللہ کے ذمہ ہے) میرا اجر یعنی آخرت کا ثواب اور کرامت اللہ کے ذمہ ہے۔جیسے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (آیت) وما اسئلکم علیہ اجرا ان اجری الا علی رب العلمین (۱۸۰) (سورۃ الشعراء) (میں تم سے کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا میرا معاوضہ رب العالمین کے ذمہ ہے) اور جیسے کہا ھود نے صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہوں نے اجر کو استثنی نہیں کیا۔جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استثنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو قبول نہ کیا تو وہ منسوخ ہیں۔

۸:۔احمد وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وطبرانی رحمہ اللہ علیہ وحاکم (وصححہ) وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی کہ (آیت) قل لا اسئلکم سے مراد ہے (فرمادیجئے میں تم سے سوال نہیں کرتا) یعنی ان باتوں پر جو میں تمہارے پاس لاتا ہوں دلائل اور ہدایت میں سے (آیت) اجرا (کسی معاوضے کا) مگر یہ کہ تم اللہ سے محبت کرو اور تم اس کی طرف تقرب حاصل کرو اس کی اطاعت کے ذریعہ۔

۹:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی کے بارے میں فرمایا کہ (تم میری تابعداری کرو اور تم میری تصدیق کرو اور میرے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

۱۰:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے العوی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا میں تم سے تمہارے مالوں میں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا لیکن میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں کہ مجھ سے محبت کرو اس قرابت کی وجہ سے جو میرے اور تمہارے درمیان ہے کیونکہ تم میری قوم ہو اور میں زیادہ حقدار ہوں کہ تم میری اطاعت کرو اور میری دعوت قبول کرو۔

۱۱:۔ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابن المبارک کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) الا المودۃ

فی القربیٰ سے مراد ہے تم میری رشتہ داری کی حفاظت کرو۔

۱۲:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ قریش میں کوئی خاندان ایسا نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کے خاندان کی ماں نہ ہو، یہاں تک کہ قبیلہ بنو ھذیل میں سے آپ کی ماں تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرا۔ (فرما دیجئے میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا) مگر یہ کہ تم میری حفاظت کرو میری رشتہ داری کی وجہ سے اگر تم مجھ کو نہ جھٹلاؤ تو مجھ کو تکلیف تو نہ دو۔

۱۳:۔ ابن جریر وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے مقسم کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انصار نے کہا ہم نے یہ کیا ہم نے یہ کیا انہوں نے فخر کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہمارے لئے تم پر فضیلت حاصل ہے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ ان کی مجالس میں تشریف لائے اور فرمایا اے انصار کی جماعت کیا تم ذلیل نہیں تھے تم کو اللہ نے عزت دی انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تم مجھ کو جواب نہیں دو گے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کی قوم نے آپ کو گھر سے نکالا تھا تو ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا کیا انہوں نے آپ کو نہیں جھٹلایا تھا ہم نے آپ کی تصدیق کی کیا انہوں نے آپ کو بے مددگار نہیں چھوڑا تھا ہم نے آپ کی مدد کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لگاتار یہ باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ انصار گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور عرض کیا ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے ہاتھوں میں ہے اللہ اور اس لے رسول کے لئے ہے تو یہ (آیت) نازل ہوئی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

۱۴:۔ طبرانی رحمہ اللہ علیہ نے الاوسط اور ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے (ضعیف سند کے ساتھ) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انصار نے آپس میں کہا اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مال جمع کر دیتے تو ہاتھ کشادہ ہو جاتا۔ اور آپ اور آپ کے مال کے درمیان کوئی حائل نہ ہوتا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ارادہ کیا کہ ہم آپ کے لئے اپنے مالوں میں جمع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ (آیت) نازل فرمائی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ لوگ ایک دوسرے کے پیچھے نکلے، اور انہوں نے کہا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ آپ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا بعض نے کہا کہ آپ۔ نے یہ فرمایا تا کہ ہم اہل بیت کی حفاظت کریں اور ہم ان کی مدد کریں تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی ام یقولون افتری علی اللہ کذبا (کیا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) سے لے کر (آیت) وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ تک (اور وہی ذات اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتی ہے) تو اللہ کے ساتھ توبہ کا حکم دیا اللہ تعالیٰ نے اس قول تک (آیت) ویستجیب الذین امنوا وعملوا الصلحت ویزیدھم من فضلہ (اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبادت یا دعا) قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ ثواب دیتا ہے اور وہ لوگ تھے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کیطرف توبہ کریں اور اس سے استغفار کریں۔

۱۵:۔ ابو نعیم والدیلمی رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ (آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی (یعنی تم میری حفاظت کرو، میرے گھر والوں کے بارے میں اور ان سے میری وجہ سے محبت رکھو،

۱۶:۔ ابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وطبرانی رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ بسند ضعیف نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب یہ (آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی قرابت کون سی ہے کہ جن سے محبت کرنا واجب ہے؟: آپ نے فرمایا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رضی اللہ عنہ۔

۱۷:۔ سعید بن منصور رحمہ اللہ علیہ نے سعید رضی اللہ عنہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) الا المودۃ فی القربی میں قربی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربی (رشتہ دار)

۱۸:۔ ابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے ابوالدیلم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کی سیڑھیوں پر کھڑا کیا گیا (پھر) اہل شام میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تم کو قتل کیا اور تم کو جڑ سے اکھاڑ دیا علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی (آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی پھر اس نے پوچھا تم وہی ہو فرمایا ہاں!

۱۹:۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) ومن یقترف حسنۃ (اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرے گا۔

۲۰:۔ احمد وترمذی (وصحیحہ) ونسائی اور حاکم نے مطلب بن ربیعہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا ہم نکلتے ہیں ہیں تو ہم قریش کو باتیں کرتے ہوئے پاتے ہیں جب وہ ہم کو دیکھتے ہیں تو خاموش ہو جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غصہ ہوئے اور آپ کی آنکھوں کے درمیان پسینہ بہنے لگا پھر فرمایا اللہ کی قسم کہ کسی مسلمان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ تم سے محبت نہ کرے اللہ اور میرے رشتہ کی وجہ سے۔

۲۱:۔ مسلم وترمذی ونسائی نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔

دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامنے کی تاکید کا بیان

۲۲:۔ ترمذی (وحسنہ) وابن الانباری نے المصاحف میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑنے والا ہوں اگر تم اس کو (مضبوطی کے ساتھ) پکڑو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک بڑی ہے دوسری سے ایک اللہ کی کتاب ہے جو لمبی رسی ہے آسمان سے زمین تک اور میری اولاد اور میرے اہل بیت ہیں یہ دونوں چیزیں ہرگز جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس مؤمن پر آئیں گے سو دیکھو تم میرے بعد کس طرح ان کی نیابت کرتے ہو۔

۲۳:۔ترمذی (وحسنہ) وطبرانی رحمہ اللہ علیہ وحاکم رحمہ اللہ علیہ اور بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے الشعب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت کرو جب وہ تم کو غذا دیتا ہے اپنی نعمتوں میں سے اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے گھر والوں سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے۔

۲۴:۔بخاری نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھو آپ کے اہل بیت کے بارے میں۔

۲۵:۔ابن عدی نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہم سے اہل بیت کے بارے میں بغض رکھتا ہے تو وہ منافق ہے۔

۲۶:۔طبرانی رحمہ اللہ علیہ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہم سے بغض نہیں رکھتا اور کوئی ہم سے حسد نہیں کرتا مگر قیامت کے دن اس کے لئے آگ کے کوڑوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

۲۷:۔احمد، ابن حبان رحمہ اللہ علیہ اور حاکم رحمہ اللہ علیہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی آدمی ہمارے اہل بیت سے بغض نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے۔

۲۸:۔طبرانی رحمہ اللہ علیہ وخطیب رحمہ اللہ علیہ نے ابوالضحی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بلاشبہ آپ نے ہمارے لئے کینہ کو چھوڑ دیا ہے جب سے آپ نے یہ کام کیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ خیر کو یا ایمان کو نہیں پہنچیں گے یہاں تک کہ تم سے محبت کریں گے۔

۲۹:۔خطیب رحمہ اللہ علیہ نے ابوالضحی کے طریق سے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ کہ عباس بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! البتہ ہم اپنی قوم کے لوگوں میں کینہ کے آثار پاتے ہیں ان واقعات کی وجہ سے جو ہماری طرف سے ان کے ساتھ ہوئے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! بلاشبہ وہ ہرگز خیر کو نہ پہنچیں گے یہاں تک کہ تم سے محبت نہ کریں میری رشتہ داری کی وجہ سے بنوسلیم تو میری شفاعت کی امید رکھتی اور بنوعبدالمطلب اس کی امید نہ رکھیں۔

۳۰:۔ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کی بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب [illegible] کی محبت اور آپ کے اہل بیت کی محبت ہے۔

۳۱:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی سے مراد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ ان سے اس قرآن پر کسی معاوضے کا سوال کریں لیکن ان کو حکم فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں، اس کی اطاعت اور اس کی کتاب کی محبت کے ساتھ۔

۳۲:۔بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے

مراد ہے کہ ہر وہ آدمی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر کے اللہ کا قرب حاصل کیا تو اس بندے کی محبت اللہ پر واجب ہوگئی۔

۳۳:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) الا المودة فی القربیٰ کے بارے میں روایت کیا اس سے مراد ہے کہ نیک عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔

۳۴:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے دس عورتیں مشرکات میں سے تھیں، جب آپ ان کے پاس سے گزرتے تو وہ لوگ آپ کو تکلیف پہنچاتے (اس طرح پر) کہ ان کی خامیاں بیان کرتے اور ان کو برا بھلا کہتے تو فرمایا (آیت) الا المودة فی القربیٰ یعنی مجھ کو تکلیف نہ دو میرے رشتہ داروں کے معاملہ میں۔

۳۵:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) ان اللہ غفور شکور میں غفور سے مراد ہے گناہوں کو بخشنے والا اور شکور سے مراد ہے نیکیوں کی قدر دانی کرنے والا کہ اس پر ان کی کئی گنا اجر عطا فرماتا ہے۔

۳۶:۔عبدالرزاق رحمہ اللہ علیہ وعبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) فان یشا اللہ یختم علی قلبک (اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگادیتے) یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو آپ کو بھلا دیتے جو کچھ آپ کو دیا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

۳۷:۔عبدالرزاق رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے زہری رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ (اور وہ ذات ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے) کے بارے میں روایت کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنے گمشدہ سامان کو پالیتا ہے اس جگہ میں جس میں وہ خوف کرتا تھا کہ وہ اس سے مرجائے گا۔

۳۸:۔مسلم والترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی توبہ سے اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جو اپنا گمشدہ سامان پالیتا ہے۔

۳۹:۔بخاری ومسلم اور ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جب وہ بندہ کسی ہلاکت کی جگہ میں اتر جائے اور اس کے ساتھ اس کی سواری بھی ہو جس پر اس کا کھانا اور پینا لدا ہوا ہو۔ اس نے اپنا سر رکھا اور سو گیا جب وہ جاگا تو اس کی سواری جا چکی تھی اس نے سواری کو تلاش کیا (وہ نہ ملی) یہاں تک کہ جب اس پر گرمی اور پیاس سخت ہوئی اس نے کہا کہ میں اپنی جگہ پر لوٹ جاؤں جہاں میں پہلے تھا اور وہاں سو جاؤں گا یہاں تک کہ مرجاؤں وہ لوٹا اور سو گیا پھر اس نے سر اٹھایا تو اچانک اس کی سواری اس کے پاس کھڑی تھی جس پر اس کا کھانا اور پینا بھی لدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں مؤمن بندے کی توبہ سے جتنا یہ شخص اپنی سواری اور زادراہ کے

ملنے سے خوش ہوا۔

۴۰:۔عبدالرزاق رحمہ اللہ علیہ وسعید بن منصور رحمہ اللہ علیہ وابن سعد عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر و ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ وطبرانی رحمہ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اسے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو ایک عورت سے بدکاری کرتا ہے پھر اس سے نکاح کر لیتا ہے انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں پھر یہ (آیت) پڑھی وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ

۴۱:۔بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں عتبہ بن الولید رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مجھے بعض رہاویین نے بیان کیا کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رحمٰن کے خلیل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ وہ فرمارہے تھے یا کریم العفو جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا آپ جانتے ہیں کریم العفو کیا ہے؟ فرمایا: اے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں جانتا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ برائی کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔

۴۲:۔سعید بن منصور وطبرانی رحمہ اللہ علیہ نے اخنس رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو اس لفظ کی قرأت میں شک ہوا کہ ویعلم ما تفعلون یا یفعلون تو ہم ابن مسعود رحمہ اللہ علیہ کے پاس آئے انہوں نے فرمایا (آیت) تفعلون ہے۔

۴۳:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے علقمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) حم عسق میں (آیت) ویعلم ما تفعلون تاء کے ساتھ پڑھا۔

۴۴:۔ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ والحاکم رحمہ اللہ علیہ (وصححہ) نے سلمہ بن سبرہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو معاذ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا تم ایمان والے ہو اور تم جنت والے ہو اللہ کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ فارس اور روم میں سے جن لوگوں کو تم پاتے ہو وہ جنتی ہیں کیونکہ انمیں سے کوئی خیر کا کم کرتا ہے تو دوسرا کہتا ہے تو نے بہت اچھا کیا اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دے، تو نے اچھا کیا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (آیت) ویستجیب الذین امنوا وعملوا الصلحت ویزیدھم من فضلہ (اور ان لوگوں (عبادت یا دعا قبول کرنا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کئے اور انکو اپنے فضل سے اور زیادہ ثواب دیتا ہے) ۴۵:۔ابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ابو ابراہیم اللخمی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ویزیدھم من فضلہ سے مراد ہے کہ وہ سفارش کرتے ہیں اپنے بھائیوں کے بھائیوں کے بارے میں۔ (تفسیر درمنثور، سورہ شوریٰ، بیروت)

14- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ هَا هُنَا جَائَتِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِى الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِىْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ

✧✧ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا پتہ چلا ہے: فتنہ اس طرف سے آئے

حدیث 14 : اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3126' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:51' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:17107' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:565

گا۔ آپ نے مشرق کی طرف کے بارے میں فرمایا اور بلند آواز نکالنے والوں میں بے وفائی اور سخت دلی پائی جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اونٹ اور گائے کی دم کی جڑ کے قریب چھوٹے خیمے میں ہوتے ہیں اور ان کا تعلق ''ربیعہ'' اور ''مضر'' (قبیلوں سے) ہے۔

شرح

فتنے اس جگہ سے آئے ہیں "یعنی وہ فتنہ جو دین کے استحکام وترقی میں خلل ڈالے گا اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچائے گا اور لوگوں کو دینی زندگی کے لئے امتحان وآزمائش کا موجب بنے گا، ان علاقوں اور ملکوں سے اٹھے گا جو عرب کی مشرقی سمت میں واقع ہیں۔" چلانے والوں اور خیمہ نشینوں" سے مراد یا تو اعراب ہیں یا دوسرے غیر مہذب قبائلی اور جنگلی لوگ، ان کی مذمت اس اعتبار سے فرمائی گئی کہ اس طرح کے لوگ مہذب ومتمدن دنیا سے دور، شہروں اور آبادیوں سے بیگانہ پہاڑوں اور جنگلوں میں پڑے رہتے ہیں جس کے سبب نہ ان کو علم کی روشنی میسر آتی ہے اور نہ تہذیب وتمدن کی خوشبوان میں ہوتی ہے جبکہ شہروں اور آبادیوں میں رہنے سے اہل علم اور نیک بندوں کی صحبت نصیب ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ دین وشریعت کے علوم واحکام حاصل ہوتے ہیں بلکہ اخلاق وکردار اور مہذب اور نیک پاکیزہ بنتے ہیں، ایسے ہی غیر مہذب قبائلی اور جنگلی لوگوں کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا: الاعراب اشد کفرا ونفاقا واجدر الا یعلموا احدود ما انزل اللہ علی رسولہ "جو اعراب (یعنی غیر مہذب دیہاتی اور جنگلی لوگ) ہیں وہ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں ان کا حال ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو ان احکام کا علم نہیں ہے جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں۔

اہل یمن کی فضیلت کا بیان

15-حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ سُمِّيَتِ الْيَمَنَ لِاَنَّهَا عَنْ يَّمِيْنِ الْكَعْبَةِ وَالشَّامَ لِاَنَّهَا عَنْ يَّسَارِ الْكَعْبَةِ وَالْمَشْاَمَةُ الْمَيْسَرَةُ وَالْيَدُ الْيُسْرَى الشُّؤْمٰى وَالْجَانِبُ الْاَيْسَرُ الْاَشْاَمُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے اللہ کے رسول کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: فخر اور غرور بلند آواز سے بات کرنے والوں میں ہے۔ جو چھوٹے خیموں میں رہتے ہیں اور بکری والوں میں سکون ہے اور ایمان یمنی ہے اور دانائی بھی یمنی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' ''یمن'' کا نام یمن اس لئے رکھا ہے کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے دائیں طرف ہے اور ''شام'' کا نام شام اس لئے رکھا ہے کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے بائیں طرف ہے۔

قرآن میں استعمال ہونے والے لفظ ''المشأمة'' کا مطلب بائیں طرف ہے۔ بائیں ہاتھ کو ''شُؤْمٰی'' کہتے ہیں اور بائیں پہلو کو ''اَشْاَمُ'' کہتے ہیں۔

حدیث 15: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7639

شرح

یمن "ان شہروں اور بستیوں کو کہتے تھے جن کا محل وقوع خانہ کعبہ کے دائیں سمت پڑتا تھا، اب ایک مشہور تاریخی ملک کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جو جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغربی گوشہ پر واقع ہے۔ گو موجودہ عہد میں یمن ان تمام خطوں پر مشتمل نہیں ہے، جن پر عہد سابق میں مشتمل تھا، تاہم اس وقت کے مرکزی اور بڑے حصے اب بھی یمن ہی میں شامل ہیں۔ جو چیز یا جو شخص یمن کی طرف منسوب ہو اس کو "یمنی" بھی کہتے ہیں، "یمان" بھی کہتے ہیں اور "یمانی" بھی بعض حضرات اس لفظ (یمانی) کوئی کی تشدید کے ساتھ "یمانی" بھی بیان کرتے ہیں۔

شام "ان شہروں اور بستیوں کو کہا جاتا تھا جن کو محل وقوع خانہ کعبہ کے بائیں سمت پڑتا تھا کیونکہ عربی میں شام بائیں جانب کو کہتے ہیں جیسا کہ دائیں طرف یمین یا ایمن کہا جاتا ہے، شام اور مشام کا لفظ ہمزہ کے ساتھ بھی آتا ہے اور ہمزہ کے بغیر بھی، شام اب بھی ایک مشہور ملک کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ قرن "(ق اور ر کے زبر کے ساتھ) ایک بستی کا نام ہم جو یمن میں واقع ہے، یہ ایک شخص قرن بن رومان بن نامیہ بن مراد کے نام منسوب تھی، جو حضرت اویس قرنی کے اجداد میں سے تھا۔ ایک قرن اور ہے (جس کو اب قرن المنازل کہا جاتا ہے) لیکن یہ "قرن" ر کے جزم کے ساتھ "قرن" ہے، یہ دراصل ایک پہاڑی کا نام ہے جو مکہ سے تقریباً بیس میل کے فاصلے پر مشرقی جانب نجد جانے والے راستہ پر واقع ہے، اہل نجد کی میقات یہی قرن ہے، جوہری نے جو اس قرن کو ر کے زبر کے ساتھ لکھا ہے اور حضرت اویس قرنی کو اسی طرف منسوب کیا ہے وہ ان کی غلط فہمی ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ

باب 5: قریش کے مناقب

16- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ اَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِي وَفْدٍ مِّنْ قُرَيْشٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَيَكُوْنُ مَلِكٌ مِّنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّ رِجَالًا مِّنْكُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ اَحَادِيْثَ لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا تُؤْثَرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُولٰٓئِكَ جُهَّالُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَالْاَمَانِيَّ الَّتِيْ تُضِلُّ اَهْلَهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهِ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ.

✧✧ امام زہری بیان کرتے ہیں' محمد بن جبیر فرماتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی اس وقت محمد بن جبیر بھی قریش کے ایک وفد کے ہمراہ اُن کے پاس موجود تھے' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں' عنقریب قحطان قبیلے سے کوئی بادشاہ نمودار ہوگا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غصے میں آگئے وہ کھڑے ہوئے انہوں نے اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد وثناء بیان کی اور پھر بولے: مجھے پتہ چلا ہے' آپ میں سے بعض حضرات ایسی باتیں بیان کرتے ہیں' جن کا ذکر اللہ کی کتاب میں

حدیث 16: اخرجه الطبراني في " معجمه الكبير" رقم الحديث:779' اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث:6720' اخرجه الطبراني في "معجمه الاوسط" رقم الحديث:3128

موجود نہیں ہے اور جو اللہ کے رسول سے منقول نہیں ہیں۔ یہ جاہل لوگ ہیں آپ ایسی خواہشات سے بچیں جو خواہش رکھنے والے کو گمراہی کا شکار کر دیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: بے شک یہ معاملہ (یعنی حکومت) قریش میں رہے گی اور جو بھی شخص ان کے مقابلے میں آنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل اوندھا گرا دے گا جب تک قریش دین کو برقرار رکھیں گے۔

17 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَيْشٍ مَّا بَقِیَ مِنْهُمُ اثْنَانِ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ معاملہ (یعنی حکومت) قریش میں باقی رہے گا۔ جب تک ان میں سے دو افراد بھی باقی رہیں گے۔

18 - حَدَّثَنَا يَحْيٰی بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطَيْتَ بَنِی الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَاِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ مِّنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَّبَنُو الْمُطَّلِبِ شَیْءٌ وَّاحِدٌ

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِیْ اَبُو الْاَسْوَدِ مُحَمَّدٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ ذَهَبَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَعَ اُنَاسٍ مِّنْ بَنِیْ زُهْرَةَ اِلٰی عَآئِشَةَ وَكَانَتْ اَرَقَّ شَیْءٍ عَلَيْهِمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ نے جناب مطلب کی اولاد کو عطیات عطا کیے ہیں اور ہمیں نہیں کیے جب کے ہمارا اور ان کا آپ کے ساتھ ایک ہی طرح کا رشتہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاشم کی اولاد اور مطلب کی اولاد ایک حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا بڑا لحاظ کیا۔ کیونکہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

حدیث 17: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6721' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1820' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:4832' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6266' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 5079' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 5589' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1956

حدیث 18: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2971' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:2978' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:4136' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2881' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:16828' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3297' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:4438' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:2682' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:7399' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1593

19- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَاَشْجَعُ وَغِفَارُ مَوَالِىَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلٰى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قریش، انصار، جہینہ، مزینہ، اسلم، اشجع، غفار میرے ساتھی ہیں ان کا اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔

20- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُو الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ اَحَبَّ الْبَشَرِ اِلٰى عَائِشَةَ بَعْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَّكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِهَا وَكَانَتْ لَا تُمْسِكُ شَيْئًا مِمَّا جَائَهَا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ اِلَّا تَصَدَّقَتْ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْبَغِىْ اَنْ يُّؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهَا فَقَالَتْ اَيُؤْخَذُ عَلٰى يَدَىَّ عَلَىَّ نَذْرٌ اِنْ كَلَّمْتُهُ فَاسْتَشْفَعَ اِلَيْهَا بِرِجَالٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّبِاَخْوَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَامْتَنَعَتْ فَقَالَ لَهُ الزُّهْرِيُّوْنَ اَخْوَالُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِيَغُوْثَ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ اِذَا اسْتَاْذَنَّا فَاقْتَحِمِ الْحِجَابَ فَفَعَلَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا بِعَشْرِ رِقَابٍ فَاَعْتَقَتْهُمْ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تُعْتِقُهُمْ حَتّٰى بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَتْ وَدِدْتُّ اَنِّىْ جَعَلْتُ حِيْنَ حَلَفْتُ عَمَلًا اَعْمَلُهٗ فَاَفْرُغُ مِنْهُ

✧✧ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے محبوب شخصیت تھے اور وہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب سے زیادہ فرمانبردار تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ جو بھی رزق آتا تھا وہ اسے صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ کہا کہ انہیں ایسا کرنے سے روکنا چاہئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا میرے ہاتھوں کو روکا جائے گا؟ میں یہ نذر مانتی ہوں کہ اس کے ساتھ بات نہیں کروں گی۔

راوی بیان کرتے ہیں' قریش سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد اور بطورِ خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سفارش کی تو انہوں نے معذرت کر لی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی عزیزوں میں سے بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے کہا: ان افراد میں حضرت عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ (انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے کہا:) جب ہم اندر جانے کی اجازت مانگیں گے تو تم پردے کے پیچھے چھپ جانا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ (ان حضرات نے سفارش کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی

حدیث 19: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3321' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2520' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7891' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:867' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:5247' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2378' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32370

حدیث 20: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5725' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18941' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبری" رقم الحدیث:11119' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:15851' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5662

سفارش قبول کی) تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دس غلام سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجے جنہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آزاد کردیا۔ لیکن اس کے بعد بھی وہ (اس نذر کو پورا کرنے کے لئے) غلام آزاد کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے چالیس غلام آزاد کردیئے اورانہوں نے کہا: میری آرزو ہے جب میں نے یہ قسم اٹھائی تھی تو اُس وقت کچھ طے کردیتی تاکہ اسے انجام دینے کے بعد اُس کی طرف سے فارغ ہوجاتی۔

بَابُ نُزِلَ الْقُرْاٰنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ

باب 6: قرآن قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے

21- حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَّعَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان حضرات نے قرآن کریم کی نقلیں تیار کرنا شروع کیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کے تین افراد سے یہ کہا کہ جب آپ حضرات اور زید بن ثابت کے درمیان قرآن کے کسی لفظ کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو آپ اسے قریش کی لغت کے مطابق لکھیں کیونکہ یہ انہی کی لغت کے مطابق نازل ہوا ہے تو ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔

بَابُ نِسْبَةِ الْيَمَنِ اِلٰى اِسْمَاعِيْلَ

مِنْهُمْ اَسْلَمُ بْنُ اَفْصٰى بْنِ حَارِثَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ مِّنْ خُزَاعَةَ

باب 7: یمن کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے،

ان میں اسلم بن افصیٰ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا تعلق ''خزاعہ'' سے ہے

22-حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ ارْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَّاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ لِاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ مَا لَهُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ ارْمُوْا وَاَنَا

حدیث 21: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4699' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:3806

حدیث 22: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2743' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2815' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3444' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4693' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:2464' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:19539' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6119' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:26322

مَعَكُمْ كُلِّكُمْ

✧✧ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''اسلم'' قبیلے سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد کے پاس تشریف لائے جو بازار میں تیراندازی کی مشق کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے اسماعیل کی اولاد! تیراندازی جاری رکھو۔ تمہارے جدامجد (حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی) تیرانداز تھے۔ میں اُس گروپ کے ساتھ ہوں (یہ آپ نے دونوں گروپوں میں سے ایک گروپ کے بارے میں فرمایا) دوسرے لوگوں نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ آپ نے دریافت کیا: انہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم اب کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں جبکہ آپ اس گروپ کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تیراندازی جاری رکھو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

قریش کی افضلیت سارے عرب پر ہونے کا بیان

تمام قبائل عرب میں قریش اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو انتخاب کر لیا ہے (البغوی عن واثلہ بن اسقع)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام آدمی قریش کے تابع ہیں خیر و شر میں (راہ مسلم عن جابر، مظہری) اور پہلی حدیث میں جس خداوندی انتخاب کا ذکر ہے غالباً اس کی وجہ ان قبائل کے خاص ملکات اور استعداد دیں ہیں، کفر و شرک اور جہالت کے زمانہ میں بھی ان کے بعض اخلاق اور ملکات نہایت اعلیٰ تھے ان میں قبول حق کی استعداد بہت کامل تھی، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ میں بیشتر لوگ قریش میں سے ہوئے ہیں۔ (تفسیر مظہری، سورہ قریش)

قریش کی تحقیق

واضح ہو کہ قریش عرب کے اس قبیلہ کا نام جو نضر بن کنانہ کی اولاد ہے۔ اسی قبیلہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں کیونکہ نضر بن کنانہ کی تیرہویں پشت میں ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ پھر آگے چل کر یہ نسب نامہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام میں جا ملتا ہے۔ یہ قبیلہ قریش مکہ میں رہا کرتا تھا اور خانہ کعبہ کی خدمت اور زمزم کی حفاظت انہیں کے سپرد تھی۔ اسی لیے تمام قبائل عرب ان کی عزت و حرمت کرتے تھے اور جب یہ لوگ باہر جاتے تو خادم کعبہ سمجھ کر لوگ ان کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔ پہلے یہ ملت ابراہیمیہ پر تھے مگر عرصہ سے ان میں بھی بت پرستی آ گئی تھی اور جو تاریکی تمام عرب بلکہ اس وقت دنیا پر چھائی ہوئی تھی ان پر بھی چھا گئی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ نے بت پرستی کی برائی بیان کرنی شروع کی تو یہی لوگ دشمن ہو گئے۔ ابوجہل، امیہ بن خلف ولید بن مغیرہ وغیرہ قریش کے سردار سخت دشمنی کرنے لگے مگر بعد میں بہت ایمان لائے اور قریش میں سے بڑے بڑے نامور صحابہ ہوئے۔ چاروں خلفاء قریش ہی تھے اور اسلام کے شائع کرنے میں قریش کی عادت سفر بڑی کارگر ہوئی۔ اس لیے چند روز میں اندلس سے چین تک اسلام پھیل گیا۔ قریش تصغیر ہے۔

قرش کی جس کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔(۱) یہ کہ قرش ایک سمندر کا سخت اور بہادر جانور ہے چونکہ قریش کا قبیلہ بھی بہادر تھا اس لیے ان کو قریش کہنے لگے۔(۲) تقرش کے معنی ہیں جمع کرنے کے چونکہ قصی بن کلاب نے اس متفرق قوم کو مکہ میں جمع کیا تھا اس لیے ان کو قریش کہتے تھے۔اور جمعیت واتفاق بھی ان میں بہ نسبت اور قوموں کے زیادہ تھا۔(۳) یہ کہ قرش کے معنی کسب کے بھی ہیں چونکہ یہ لوگ تجارت سے کسب کرتے اور کما کر کھاتے تھے لوٹ مار کم کرتے تھے اس لیے ان کو قریش کہنے لگے۔اسلام میں اس قبیلہ کی بسبب ان کے مساعی جمیلہ کے اور بسبب قرابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضیلت ہے۔

فرماتا ہے لایلاف قریش کہ ہم نے یہ جو کچھ اصحاب فیل سے کیا قریش کے الفت دلانے کے لیے کیا کہ ان کو اس گھر کے رب کی الفت دلائیں تا کہ وہ اس کا یہ انعام وافضال خیال کر کے اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔یا یہ معنی کہ عجب ہے کہ قریش کی الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کے لیے تجارت یمن اور شام کے واسطے ہے یعنی ان کو اس کی عجب الفت ہے حالانکہ یہ سردی میں یمن کو جانا جو گرم ملک ہے اور گرمی میں شام کو جانا جو سرد ملک ہے محض اسی گھر کی بدولت ہے جو اصحاب الفیل کے صدمہ سے بچائے گئے اور ان کا مال بھی ان کو ملا پھر الفت تو ہے مگر جس کا یہ طفیل ہے یعنی کعبہ کا جس کی وجہ سے لوگ باہر تعظیم بھی کرتے ہیں اور دیتے بھی ہیں اس کی عبادت نہیں کرتے نہ اس کے رسول کو مانتے ہیں۔

پھر اس الفت قریش کی توضیح کرتا ہے۔فقال ایلافھم رحلۃ الشتاء والصیف ان کی رغبت جو سردی اور گرمی کے سفر کے لیے ہے سردی میں گرم ملکوں اور گرمی میں سرد ملکوں میں تجارت کے لیے اور بادشاہوں اور امراء سے تحائف لینے جاتے ہیں۔خدا تعالیٰ نے اسلام سے پہلے ہی قریش میں باہر ملکوں میں جانے اور سفر کرنے کا مادہ تیار کر رکھا تھا جو اسلام لانے کے بعد اشاعت اسلام اور فتوحات ملک میں بہت کام آیا۔

بَابٌ

باب 8: بلاعنوان

23- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى بْنُ يَعْمَرَ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدِّيْلِيَّ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهٗ اِلَّا كَفَرَ وَمَنِ ادَّعٰى قَوْمًا لَيْسَ لَهٗ فِيْهِمْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: وہ شخص کافر ہو جاتا ہے جو جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نصیب کی نسبت کرے اور جو شخص کسی ایسی قوم کی طرف اپنی نسبت کرے جس کے ساتھ اس کا کوئی واسطہ نہ ہو۔اسے جہنم میں اپنے مخصوص ٹھکانے پر پہنچنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

24- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ النَّصْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ

حدیث 23: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:61' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:21503

حدیث 24: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6636' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:16051' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:32' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:8204

- بْنَ الْاَسْقَعِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰى اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهٗ مَا لَمْ تَرَ اَوْ يَقُوْلُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ

✧✧ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے بڑا بہتان یہ ہے' آدمی اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے، یا اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھی۔ (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے) یا اللہ کے رسول کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرے جو انہوں نے ارشاد نہ فرمائی ہو۔

25- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِالْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَّبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِيْ كُلِّ شَهْرٍ حَرَامٍ فَلَوْ اَمَرْتَنَا بِاَمْرٍ نَاْخُذُهٗ عَنْكَ وَنُبَلِّغُهٗ مَنْ وَّرَآئَنَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَى اللّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب عبدالقیس قبیلے کا وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! ہمارا تعلق ربیعہ قبیلے سے ہے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان ''مضر'' قبیلے کے کفار رکاوٹ ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت والے مہینوں میں حاضر ہو سکتے ہیں اگر آپ ہمیں کوئی ایسا حکم دیں جسے ہم آپ سے حاصل کر کے اپنے پیچھے موجود افراد تک پہنچادیں۔ (تو یہ مناسب ہوگا)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔ یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور جو مال غنیمت تمہیں حاصل ہو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور میں تمہیں دباء' حنتم نقیر اور مزفت سے منع کرتا ہوں۔

26- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا يُشِيْرُ

حدیث 25: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:87' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:18' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:3692' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:2611' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5031' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2020' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:157' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:2245' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:5147' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:12500' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5612' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2747' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:1377 اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32499' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:16929'

حدیث 26: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3105' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2905' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:2268' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:4980' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6649' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5511' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:387' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:1757

اِلَى الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ خبردار! فتنہ اس طرف سے آئے گا! آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ وَاَشْجَعَ

باب 9: اسلم، غفار، مزینہ، جہینہ، اشجع (قبیلوں) کا تذکرہ

27- حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ وَاَشْجَعُ مَوَالِىَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قریش' انصار' جہینہ ' مزینہ' اسلم' غفار اور اشجع میرے ساتھی ہیں ان کا اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی اور مددگار نہیں ہے۔

28- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِىُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ فرمایا تھا کہ ''غفار'' قبیلے والوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اور ''اسلم'' قبیلے والوں کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور ''عصیہ'' قبیلے والوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

29- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِىُّ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اسلم'' قبیلے والوں کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور ''غفار'' قبیلے والوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔

30- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِىٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ جُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ خَيْرًا مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّبَنِىْ اَسَدٍ وَّمِنْ بَنِىْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمِنْ بَنِىْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ خَابُوْا

حدیث 27: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3321' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2520' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7891' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:867' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:5247' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2378' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32370

حدیث 28: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2518' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3941' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:4702' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1915

وَخَسِرُوْا فَقَالَ هُمْ خَيْرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ وَّمِنْ بَنِيْ اَسَدٍ وَّمِنْ بَنِيْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمِنْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ان کے والد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے: تمہارا کیا خیال ہے جہینہ، مزینہ، اسلم اور غفار (قبائل کے افراد) بنوتمیم، بنواسد، بنوعبداللہ بن غطفان اور بنوعامر بن صعصعہ سے بہتر ہیں؟ ایک شخص نے عرض کی: (اگر ایسا ہے) تو یہ (بعد کے قبیلے والے) رسوائی اور خسارے کا شکار ہوگئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ بنوتمیم، بنواسد، بنوعبداللہ بن غطفان اور بنوعامر بن صعصعہ سے بہتر ہیں۔

31- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ يَعْقُوْبَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَايَعَكَ سُرَّاقُ الْحَجِيْجِ مِنْ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَاَحْسِبُهُ وَجُهَيْنَةَ ابْنُ اَبِيْ يَعْقُوْبَ شَكَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ اَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَاَحْسِبُهُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرًا مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ وَّبَنِيْ عَامِرٍ وَّاَسَدٍ وَّغَطَفَانَ خَابُوْا وَخَسِرُوْا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهُمْ لَخَيْرٌ مِّنْهُمْ

✧✧ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے یہ نقل کرتے ہیں' اقرع بن حابس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: حاجیوں کا سامان چوری کرنے والے اسلم، غفار اور مزینہ قبیلے کے افراد نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہے۔ ابن ابی یعقوب نامی راوی بیان کرتے ہیں' میرا یہ خیال ہے اس نے "جہینہ" کا ذکر بھی کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے' اسلم، غفار، مزینہ (راوی کو شک ہے) آپ نے "جہینہ" کا بھی ذکر کیا، بنوتمیم، بنوعامر، اسد، غطفان سے بہتر ہوں تو کیا یہ (بعد والے) لوگ رسوائی اور خسارے کا شکار ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ (پہلے والے) لوگ اُن (بعد والوں) سے بہتر ہیں۔

32- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ اَسْلَمُ وَغِفَارُ وَشَيْءٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ اَوْ قَالَ شَيْءٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ اَوْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ اَسَدٍ وَّتَمِيْمٍ وَّهَوَازِنَ وَغَطَفَانَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اسلم، غفار (کے سب لوگ، اور)، مزینہ، اور جہینہ کے کچھ افراد، راوی کو شک ہے یا شاید یہ ارشاد فرمایا: جہینہ یا مزینہ کے کچھ افراد اللہ تعالیٰ کے نزدیک (راوی کو شک ہے یا شاید یہ فرمایا) قیامت کے دن اسد، تمیم اور ہوازن اور غطفان سے بہتر ہوں گے۔

حدیث 30: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6259' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2522' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3950' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:20400' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:144' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:861' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1048' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32479

بَابُ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ وَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ

باب 10: قبیلے کا بھانجا اور ان کا آزاد کردہ غلام ان کا حصہ ہوتا ہے

33- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ مِنْ غَيْرِكُمْ قَالُوا لَا إِلَّا ابْنُ أُخْتٍ لَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے درمیان تمہارے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں (صرف) ہمارا ایک بھانجا ہے آپ نے فرمایا: بھانجا قوم کا ایک فرد ہوتا ہے۔

بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ

باب 11: زم زم کا قصہ

34- حَدَّثَنَا زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَخْزَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنِي مُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الْقَصِيرُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِإِسْلَامِ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْنَا بَلَى قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ كُنْتُ رَجُلًا مِنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا أَنَّ رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقُلْتُ لِأَخِي انْطَلِقْ إِلَى هَذَا الرَّجُلِ كَلِّمْهُ وَأْتِنِي بِخَبَرِهِ فَانْطَلَقَ فَلَقِيَهُ ثُمَّ رَجَعَ فَقُلْتُ مَا عِنْدَكَ فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَأْمُرُ بِالْخَيْرِ وَيَنْهَى عَنِ الشَّرِّ فَقُلْتُ لَهُ لَمْ تَشْفِنِي مِنَ الْخَبَرِ فَأَخَذْتُ جِرَابًا وَعَصًا ثُمَّ أَقْبَلْتُ إِلَى مَكَّةَ فَجَعَلْتُ لَا أَعْرِفُهُ وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْأَلَ عَنْهُ وَأَشْرَبُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَأَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ فَمَرَّ بِي عَلِيٌّ فَقَالَ كَأَنَّ الرَّجُلَ غَرِيبٌ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَانْطَلِقْ إِلَى الْمَنْزِلِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ لَا يَسْأَلُنِي عَنْ شَيْءٍ وَلَا أُخْبِرُهُ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ غَدَوْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ لِأَسْأَلَ عَنْهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يُخْبِرُنِي عَنْهُ بِشَيْءٍ قَالَ فَمَرَّ بِي عَلِيٌّ فَقَالَ أَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ يَعْرِفُ مَنْزِلَهُ بَعْدُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ انْطَلِقْ مَعِي قَالَ فَقَالَ مَا أَمْرُكَ وَمَا أَقْدَمَكَ هَذِهِ الْبَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنْ كَتَمْتَ عَلَيَّ أَخْبَرْتُكَ قَالَ فَإِنِّي أَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهُ بَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ خَرَجَ هَا هُنَا رَجُلٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَرْسَلْتُ أَخِي لِيُكَلِّمَهُ فَرَجَعَ وَلَمْ يَشْفِنِي مِنَ الْخَبَرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَلْقَاهُ فَقَالَ لَهُ أَمَا إِنَّكَ قَدْ رَشَدْتَ هَذَا وَجْهِي إِلَيْهِ فَاتَّبِعْنِي ادْخُلْ حَيْثُ أَدْخُلُ فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ أَحَدًا أَخَافُهُ عَلَيْكَ قُمْتُ إِلَى الْحَائِطِ كَأَنِّي أُصْلِحُ نَعْلِي وَامْضِ أَنْتَ فَمَضَى وَمَضَيْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ اعْرِضْ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ فَعَرَضَهُ فَأَسْلَمْتُ مَكَانِي فَقَالَ لِي يَا أَبَا ذَرٍّ اكْتُمْ هَذَا الْأَمْرَ وَارْجِعْ إِلَى بَلَدِكَ فَإِذَا بَلَغَكَ ظُهُورُنَا فَأَقْبِلْ فَقُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ فَجَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَقُرَيْشٌ فِيهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَقَالُوا قُومُوا إِلَى هَذَا الصَّابِئِ فَقَامُوا فَضُرِبْتُ لِأَمُوتَ فَأَدْرَكَنِي الْعَبَّاسُ فَأَكَبَّ عَلَيَّ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ وَيْلَكُمْ تَقْتُلُونَ رَجُلًا مِنْ غِفَارَ وَمَتْجَرُكُمْ وَمَمَرُّكُمْ عَلَى غِفَارَ فَأَقْلَعُوا عَنِّي فَلَمَّا أَنْ أَصْبَحْتُ الْغَدَ رَجَعْتُ فَقُلْتُ مِثْلَ مَا قُلْتُ بِالْأَمْسِ فَقَالُوا قُومُوا إِلَى هَذَا

الصَّابِیُ فَصُنِعَ بِیْ مِثْلَ مَا صُنِعَ بِالْاَمْسِ وَاَدْرَكَنِی الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَیَّ وَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ بِالْاَمْسِ قَالَ فَكَانَ هٰذَا اَوَّلَ اِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ

✧✧ ابوجمرہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے کہا: کیا میں آپ لوگوں کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ نہ سناؤں؟ ابوجمرہ کہتے ہیں' ہم نے کہا: جی ہاں ضرور! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں غفار قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک فرد تھا ہمیں یہ پتہ چلا کہ مکہ میں ایک صاحب کا ظہور ہوا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں میں نے اپنے بھائی سے کہا: تم ان صاحب کے پاس جاؤ ان سے بات کرو اور ان کے بارے میں مجھے آ کر بتاؤ وہ چلا گیا آپ سے ملا جب واپس آیا تو میں نے دریافت کیا: تمہارے پاس کیا خبر ہے وہ بولا: اللہ کی قسم! میں نے انہیں ایک ایسا فرد پایا ہے جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں، میں نے اپنے بھائی سے کہا: تمہاری اطلاع سے میری تسلی نہیں ہوئی، میں نے توشہ دان اور لاٹھی پکڑی اور مکہ آ گیا میں آپ کو پہچانتا بھی نہیں تھا اور آپ کے بارے میں کسی سے پوچھنے کو ناپسند بھی کرتا تھا میں زم زم کا پانی پیتا رہا اور مسجد (یعنی خانہ کعبہ کے نزدیک) پڑا رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور بولے: آپ مسافر ہیں میں نے جواب دیا، جی ہاں! وہ بولے: آپ میرے گھر چلیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اُن کے ساتھ چلا گیا انہوں نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی میں نے انہیں کچھ بتایا اگلے دن میں پھر مسجد میں آ گیا تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کر سکوں لیکن کوئی بھی مجھے آپ کے بارے میں کچھ بتانے والا نہیں تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور دریافت کیا: آپ کو ابھی تک اپنی منزل کا پتہ نہیں چلا میں نے جواب دیا: نہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر انہوں نے دریافت کیا: آپ کا مسئلہ کیا ہے اور آپ اس شہر میں کیوں آئے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' میں نے انہیں بتایا: اگر آپ مجھ سے رازداری کا وعدہ کریں تو میں آپ کو بتاؤں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے انہیں بتایا: ہمیں یہ پتہ چلا ہے' یہاں ایک صاحب ظہور پذیر ہوئے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تا کہ وہ ان کے ساتھ بات چیت کرے وہ واپس آیا تو اس کی اطلاع سے میری تسلی نہیں ہوئی میں نے یہ ارادہ کیا' میں خود ان سے ملاقات کرتا ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ بالکل صحیح جگہ پر پہنچے ہیں آپ میرے پیچھے آئیں جس جگہ میں اندر داخل ہوں آپ بھی اندر داخل ہو جائیں لیکن اگر میں نے کسی شخص کو دیکھا جس کے حوالے سے مجھے آپ کے خلاف کوئی اندیشہ ہو تو میں دیوار کے قریب کھڑا ہو جاؤں گا اور یوں ظاہر کروں گا جیسے میں اپنا جوتا درست کر رہا ہوں آپ چلتے رہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے میں بھی اُن کے ساتھ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ اور ان کے ساتھ میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: آپ میرے سامنے اسلام پیش کیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا میں نے اسی جگہ اسلام قبول کر لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اے ابوذر! اپنے اس معاملے کو پوشیدہ رکھنا اور اپنے شہر واپس چلے جاؤ اور جب ہمارا ظہور ہو گا پھر آ جانا' میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے میں ان کے سامنے بلند آواز میں اس بات کا اعلان کروں گا۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے وہاں قریش موجود تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: اے قریش کے گروہ! میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے

رسول ہیں۔ وہ لوگ بولے، کھڑے ہو جاؤ اور اس بے دین کو مارو، انہوں نے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ میں مرنے والا تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر مجھے بچایا وہ میرے اوپر آ کر گر گئے اور پھر ان کی طرف منہ کر کے بولے تمہارا ستیاناس ہو تم غفار قبیلے کے فرد کو قتل کرنا چاہتے ہو جب کہ تمہارے تجارتی قافلے کی گزرگاہ اور تمہاری اپنی گزرگاہ غفار قبیلے سے ہو کر گزرتی ہے۔ تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اگلے دن صبح میں پھر واپس آیا اور اسی طرح کہا جس طرح گزشتہ دن کہا تھا تو وہ پھر بولے: اس بے دین کو اٹھ کر مارو، میرے ساتھ وہی سلوک ہوا جو گزشتہ دن ہوا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پھر میرے پاس آئے اور میرے اوپر آ کر مجھے ڈھانپ لیا اور وہی بات کہی جو گزشتہ دن کہی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا یہ واقعہ ہے۔

بَابُ ذِكْرِ قَحْطَانَ

باب 12: قحطان کا تذکرہ

35- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ قیامت تب تک قائم نہیں ہوگی جب تک قحطان سے ایک فرد ایسا نہیں نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی کے ذریعے ہانک کر لے جائے گا۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنْ دَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ

باب 13: جاہلیت کی جس پکار سے منع کیا گیا ہے

36- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ثَابَ مَعَهُ نَاسٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ حَتّٰى كَثُرُوا وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلٌ لَعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيدًا حَتّٰى تَدَاعَوْا وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِينَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوٰى اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ قَالَ مَا شَاْنُهُمْ فَاُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوهَا فَاِنَّهَا خَبِيثَةٌ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُولٍ اَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا نَقْتُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْخَبِيثَ لِعَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ اَصْحَابَهُ

✧✧ عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ آپ کے ساتھ مہاجرین بھی تھے۔ اُن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مہاجرین میں ایک صاحب تھے۔ جو بڑے خوش مزاج تھے انہوں نے ایک انصاری کو لات رسید کر دی وہ انصاری بڑے غصے میں آ گیا۔ ان دونوں نے اپنے

اپنے حامیوں کو بلایا۔ انصاری نے کہا: اے انصار! میری مدد کے لئے آؤ۔ مہاجر نے کہا: اے مہاجرین میری (مدد) کے لئے آؤ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے فرمایا: یہ جاہلیت کی طرح پکار کیوں رہے ہو۔ پھر آپ نے دریافت کیا: ان کا معاملہ کیا ہے۔ پھر آپ کو بتایا گیا کہ مہاجر نے انصاری کو لات رسید کی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس جاہلیت کی پکار کو چھوڑ دو کیونکہ یہ خبیث ہے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول بولا: اس (مہاجر) نے ہمارے خلاف اپنے حامیوں کو پکارا تھا۔ اگر ہم مدینہ واپس آئے تو ہم میں سے عزت والا شخص ذلیل شخص کو وہاں سے نکال دے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں۔ انہوں نے عبداللہ کے بارے میں یہ کہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! لوگ یہ کہیں گے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کروا دیتے ہیں۔

37- حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَعَنْ سُفْيَانَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں جو شخص (مصیبت کے وقت) گال پیٹتا ہو، گریبان پھاڑتا ہو اور جاہلیت کی چیخ و پکار کرتا ہو، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بَابُ قِصَّةِ خُزَاعَةَ

باب 14: خزاعہ کا قصہ

38- حَدَّثَنِي اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِي حَصِيْنٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو بْنُ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ اَبُوْ خُزَاعَةَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف' خزاعہ کا جد امجد ہے۔

39- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيْرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ وَلَا يَحْلُبُهَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِي كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ بْنِ لُحَيٍّ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ

✧✧ امام زہری بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کا دودھ بتوں کے لئے روک لیا جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص اس کا دودھ دوہ نہیں سکتا اور سائبہ ان جانوروں کو کہتے ہیں جنہیں وہ اپنے باطل معبودوں کے لئے آزاد چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اُن پر سواری نہیں کی جا سکتی تھی۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں

نے عمرو بن عامر بن لحی خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑنے کی رسم کا آغاز کیا تھا۔

بَابُ جَهْلِ الْعَرَبِ

باب 15: عربوں کی جہالت کا بیان

40- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ اِذَا سَرَّكَ اَنْ تَعْلَمَ جَهْلَ الْعَرَبِ فَاقْرَاْ مَا فَوْقَ الثَّلَاثِیْنَ وَمِائَةٍ فِیْ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ (قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَیْرِ عِلْمٍ) اِلٰی قَوْلِهٖ (قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ)

✧✧ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم عربوں کی جہالت کے بارے میں جاننا چاہو تو تم سورہ انعام کی 130 آیت کے بعد والی آیتیں پڑھو:

''وہ لوگ خسارے کا شکار ہوئے جنہوں نے جہالت اور بیوقوفی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کیا''۔

یہ آیتیں یہاں تک ہیں۔ ''وہ گمراہ ہوئے اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے''۔

بَابُ مَنِ انْتَسَبَ اِلٰی اٰبَائِهٖ فِی الْاِسْلَامِ وَالْجَاهِلِیَّةِ

باب 16: جو شخص اسلام اور جاہلیت میں اپنے آپ کو اپنے آباء کی طرف منسوب کرے

41- وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْكَرِیْمَ ابْنَ الْكَرِیْمِ ابْنِ الْكَرِیْمِ ابْنِ الْكَرِیْمِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ

وَقَالَ الْبَرَآءُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ معزز شخص' جو معزز شخص کے صاحبزادے تھے' جو معزز شخص کے صاحبزادے تھے' جو معزز شخص کے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے تھے جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے صاحبزادے تھے جو اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے تھے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' آپ نے فرمایا تھا: میں عبدالمطلب کا بیٹا (یعنی پوتا) ہوں۔

42- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ) جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ یَا بَنِیْ فِهْرٍ یَا بَنِیْ عَدِیٍّ بِبُطُوْنِ قُرَیْشٍ وَّ قَالَ لَنَا قَبِیْصَةُ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ) جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْهُمْ قَبَائِلَ قَبَائِلَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب یہ آیت نازل ہوئی۔ ''اور تم اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ'' تو نبی

اکرم ﷺ نے پکارنا شروع کیا اے بنوفہر! اے بنوعدی! آپ نے قریش کے بڑے قبیلوں کو بلایا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب یہ آیت نازل ہوئی "تم اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ" تو نبی اکرم ﷺ نے قریش کے تمام قبائل کو الگ الگ بلانا شروع کیا۔

43- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِىْ عَبْدِمَنَافٍ اشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ يَا بَنِىْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ يَا اُمَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اشْتَرِيَا اَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ لَا اَمْلِكُ لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلَانِىْ مِنْ مَّالِىْ مَا شِئْتُمَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبد مناف کی اولاد! اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات کا سودا کرلو۔ اے عبدالمطلب کی اولاد! اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات کا سودا کرلو۔ اے زبیر بن عوام کی والدہ! اللہ کے رسول کی پھوپھی! اے محمد کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا! تم دونوں اللہ تعالیٰ سے اپنا سودا کرلو۔ میں اللہ کی مرضی کے سامنے تم دونوں کے بارے میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میرے مال میں سے تم جو چاہو وہ مجھ سے مانگ سکتی ہو۔

بَابُ قِصَّةِ الْحَبَشِ وَقَوْلِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِىْ اَرْفِدَةَ

باب 17: حبشیوں کا قصہ

اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: اے بنوارفدہ!

44- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِىْ اَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ وَتُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَّتِلْكَ الْاَيَّامُ اَيَّامُ مِنًى

وَقَالَتْ عَآئِشَةُ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِىْ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِى الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ اَمْنًا بَنِىْ اَرْفِدَةَ يَعْنِىْ مِنَ الْاَمْنِ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں موجود تھیں۔ یہ منیٰ (یعنی بڑی عید کے دن تھے) وہ دونوں گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ دیا، نبی اکرم ﷺ چہرے پر کپڑا لے کر لیٹے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا: اے ابوبکر! ان دونوں کو کرنے دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔ (راوی بیان کرتے ہیں) یہ منیٰ (بڑی عید کے دن تھے)

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے اچھی طرح یاد ہے' نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کیا ہوا تھا اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ مسجد میں جنگی کرتب دکھا رہے تھے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) انہیں ڈانٹا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں امن میں چھوڑ دو۔ اے بنوارفدہ! (یعنی آرام سے کھیلتے رہو۔)

بَابٌ مَّنْ اَحَبَّ اَنْ لَا يُسَبَّ نَسَبُهُ

باب 18: جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اس کے نسب کو برا نہ کہا جائے

45- حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ حَسَّانُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِي فَقَالَ حَسَّانُ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ وَعَنْ اَبِيهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ مشرکین کو برا کہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نسب کا کیا ہوگا؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں آپ کو ان میں سے اس طرح الگ کردوں گا جیسے آٹے میں سے بال الگ کردیا جاتا ہے۔

ہشام اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہنا چاہا تو انہوں نے فرمایا: تم انہیں برا کہنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جواب دیا کرتے تھے۔

بَابٌ مَّا جَآءَ فِي اَسْمَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ)

وَقَوْلِهٖ (مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ)

باب 19: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کے بارے میں روایات

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لیے سخت ہیں"۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان۔ "(حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:) میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا"۔

46- حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِي وَاَنَا الْعَاقِبُ

✧✧ محمد بن جبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میرے پانچ نام ہیں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں، اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کو میرے قدموں میں اکٹھا کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں۔

47- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّي شَتْمَ قُرَيْشٍ وَّلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَّيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَّاَنَا مُحَمَّدٌ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس بات پر حیران نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے مجھے برا کہنے اور لعنت کرنے کو' مجھ سے کس طرح دور کر دیا وہ لوگ برا کہتے ہوئے مذمم کہتے تھے اور لعنت کرتے ہوئے بھی مذمم کہتے تھے' جب کہ میں ''محمد'' ہوں۔

بَابُ خَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 20: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے) خاتم النبیین ہونے کا بیان

48- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِي وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَرَجُلٍ بَنَى دَارًا فَاَكْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُونَهَا وَيَتَعَجَّبُونَ وَيَقُولُونَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری مثال اور دیگر انبیاء کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو ایک گھر بنائے اسے مکمل کرے اور اسے اچھا بنائے مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے لوگ اس گھر میں آئیں اور اس پر حیران ہو کر کہیں کہ اس ایک اینٹ کو کیوں نہیں رکھا گیا۔

49- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَاَحْسَنَهُ وَاَجْمَلَهُ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو ایک گھر بنائے اسے اچھا بنائے اور اسے سجا دے لیکن ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے لوگ اس کا چکر لگائیں اس پر حیران ہوں اور یہ کہیں یہاں اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں وہ اینٹ ہوں اور میں انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں۔

بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 21: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

50- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ

وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ

✧✧ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت آپ کی عمر 63 برس تھی۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں' سعید بن مسیب نے بھی مجھے یہ بات بتائی ہے۔

بَابُ كُنْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 22: نبی اکرم ﷺ کی کنیت کا بیان

51- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي

◈◈ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ بازار میں موجود تھے ایک شخص بولا: ابوالقاسم! نبی اکرم ﷺ متوجہ ہوئے (اس نے کہا: میں نے دوسرے صاحب کو بلایا تھا) آپ ﷺ نے فرمایا: میرے نام کے مطابق نام رکھ لو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔

52- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي

◈◈ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نام کے مطابق نام رکھو مگر میری کنیت اختیار نہ کرو۔

53- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي

◈◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابوالقاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے نام کے مطابق نام رکھو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔

بَابٌ

باب 23: بلاعنوان

54- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ رَأَيْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ ابْنَ أَرْبَعٍ وَتِسْعِينَ جَلْدًا مُعْتَدِلًا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَا مُتِّعْتُ بِهِ سَمْعِي وَبَصَرِي إِلَّا بِدُعَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالَتِي ذَهَبَتْ بِي إِلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي شَاكٍ فَادْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ فَدَعَا لِي

حدیث51: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:110' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2134' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4965' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3735' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2693' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7372' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5812' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:19102' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6063' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1254' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:12513 اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1731' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1144' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:180' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:836' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:25927

✧✧ حضرت جعید بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ 94 سال کی عمر میں بھی صحت مند تھے۔ انہوں نے بتایا: مجھے یہ یقین ہے' میں میری سماعت اور بصارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے فیض یاب ہوئے ہیں۔ میری خالہ مجھے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی تھیں۔ انہوں نے عرض کی تھی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا بھانجا بیمار ہے آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کیجئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دعا کی تھی۔

بَابُ خَاتِمِ النُّبُوَّةِ

باب 24: مہر نبوت کا بیان

55- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَقَعَ فَمَسَحَ رَاْسِيْ وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّاَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَّضُوئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتِمٍ بَيْنَ كَتِفَيْهِ

قَالَ ابْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ الْحُجْلَةُ مِنْ حُجَلِ الْفَرَسِ الَّذِيْ بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ

✧✧ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میری خالہ مجھے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں اور عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا یہ بھانجا بیمار ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو پی لیا پھر میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی زیارت کی۔

(اس حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد) محمد بن عبیداللہ فرماتے ہیں ''حجلہ'' گھوڑے کی دونوں آنکھوں کے درمیان سفیدی کو کہتے ہیں۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں' (حدیث کے لفظ ہیں) (وہ مہر نبوت) ''زرحجلہ'' کی طرح تھی۔

بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 25: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

56- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَاَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَقَالَ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ

حدیث54: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:187' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2345' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3643' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:7518' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:6680'

حدیث56: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3540' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:40' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:38

✧✧ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھائی پھر وہ نکل کر باہر آئے۔ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیگر بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا تو انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور بولے: میرے باپ کی قسم! یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔

57- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ يُشْبِهُهُ

✧✧ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

58- حَدَّثَنِىْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِىْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَام يُشْبِهُهُ قُلْتُ لِاَبِىْ جُحَيْفَةَ صِفْهُ لِىْ قَالَ كَانَ اَبْيَضَ قَدْ شَمِطَ وَاَمَرَ لَنَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ قَلُوصًا قَالَ فَقُبِضَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَقْبِضَهَا

✧✧ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ میرے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیجئے تو انہوں نے بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ کے مالک تھے۔ جس میں سرخی ملی ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرہ اونٹنیاں دینے کا حکم دیا تھا لیکن ہمارے ان اونٹنیوں کو وصول کرنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

59- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيلُ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنْ وَهْبٍ اَبِىْ جُحَيْفَةَ السُّوَائِيِّ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتُ بَيَاضًا مِّنْ تَحْتِ شَفَتِهِ السُّفْلَى الْعَنْفَقَةَ

✧✧ حضرت ابوجحیفہ سوائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی پر کچھ سفید بال تھے۔

60- حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ اَنَّهُ سَاَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَاَيْتَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَيْخًا قَالَ كَانَ فِىْ عَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ

✧✧ حریز بن عثمان بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، سے دریافت کیا: کیا آپ کے خیال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمر رسیدہ فرد تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوڑی مبارک پر کچھ

حدیث57: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3351' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2343' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2826' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:187'67' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4786' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8162' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:885' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:2549

سفید بال تھے۔

61- حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي هِلَالٍ عَنْ رَّبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِاَبْيَضَ اَمْهَقَ وَلَا اٰدَمَ لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطَطٍ وَّلَا سَبْطٍ رَجِلٍ اُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِينَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ وَقُبِضَ وَلَيْسَ فِي رَاْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَآءَ قَالَ رَبِيعَةُ فَرَاَيْتُ شَعَرًا مِّنْ شَعَرِهٖ فَاِذَا هُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِيلَ اَحْمَرَّ مِنَ الطِّيبِ

✧✧ ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے مالک تھے نہ بہت لمبے تھے نہ بہت چھوٹے، آپ کا رنگ چمکدار تھا، بالکل پھیکا سفید بھی نہیں تھا اور نہایت گندمی بھی نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بہت زیادہ گھنگھریالے بھی نہیں تھے اور بالکل سیدھے بھی نہیں تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس برس تھی۔ آپ نے دس برس مکہ میں قیام کیا وہاں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس برس مدینہ منورہ میں قیام کیا پھر آپ کا وصال ہو گیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

ربیعہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بال کی زیارت کی ہے وہ سرخ تھا میں نے اس بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا یہ خوشبو لگانے کی وجہ سے سرخ ہو گیا ہے۔

62- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ رَّبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَيْسَ بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِينَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَلَيْسَ فِي رَاْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَآءَ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ لمبے نہیں تھے اور بالکل چھوٹے بھی نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ پھیکا سفید نہیں تھا اور گندمی بھی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال انتہائی گھنگھریالے بھی نہیں تھے اور بالکل سیدھے بھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس برس کی عمر میں آپ کو مبعوث کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس برس مکہ میں قیام کیا؟ اور دس برس مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

حدیث61: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3355' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2347' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3623' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:1639' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:13543' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6387' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4194' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:9310' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3643' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:328

63- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّاَحْسَنَهُ خَلْقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ

✧✧ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ لمبے یا بالکل چھوٹے نہیں تھے۔

64- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِنَّمَا كَانَ شَىْءٌ فِىْ صُدْغَيْهِ

✧✧ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب استعمال کیا۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں! آپ کی کنپٹیوں کے کچھ بال سفید تھے۔

65- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعْرٌ يَّبْلُغُ شَحْمَةَ اُذُنِهِ رَاَيْتُهُ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ اَرَ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ قَالَ يُوْسُفُ بْنُ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِيْهِ اِلٰى مَنْكِبَيْهِ

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے مالک تھے۔ آپ کے دونوں کندھے چوڑے تھے (یعنی سینہ مبارک کشادہ تھا) آپ کے بال کانوں کی لوتک آتے تھے میں نے آپ کو سرخ حلّے میں دیکھا ہے میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (آپ کے بال) کندھوں تک آتے تھے۔

66- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ قَالَ سُئِلَ الْبَرَآءُ اَكَانَ وَجْهُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ

✧✧ ابواسحاق بیان کرتے ہیں' حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا' کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی مانند تھا۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ چاند کی مانند تھا۔

حدیث63: اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6285

حدیث64: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5555' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:14592' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2072

حدیث65: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5510' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5232' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18496' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6284' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:9328' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1714' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:721'

حدیث66: اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3636' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:64' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18501' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6287' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1926

67- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَبُوْ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَعْوَرُ بِالْمَصِّيْصَةِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَى الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ

قَالَ شُعْبَةُ وَزَادَ فِيْهِ عَوْنٌ عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ كَانَ يَمُرُّ مِنْ وَّرَآئِهَا الْمَرْاَةُ وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَاْخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ فَاِذَا هِيَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ

✧✧ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ظہر کے وقت ''بطحاء'' تشریف لائے آپ نے ظہر کی نماز کی دو رکعت ادا کی اور عصر کی نماز کی دو رکعت ادا کی آپ ﷺ کے سامنے نیزہ موجود تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس نیزے کے دوسری جانب سے خاتون گزر رہی تھی لوگ اُٹھے اور انہوں نے آپ ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں پر پھیرنا شروع کر دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے بھی آپ ﷺ کے دستِ مبارک کو پکڑا جب اسے میں نے اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

68- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے۔ رمضان میں آپ کی سخاوت سب سے زیادہ ہوتی تھی، جب جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام رمضان میں روزانہ رات کے وقت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سخاوت میں تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی تھے۔

69- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ فَقَالَ اَلَمْ

حدیث67: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18789' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:2995' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:1718

حدیث68: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2308' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:2095' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2616' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3440' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:1889' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:2405' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8298' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2552' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:292

تَسْمَعِی مَا قَالَ الْمُدْلِجِیُّ لِزَیْدٍ وَّاُسَامَةَ وَرَاٰی اَقْدَامَهُمَا اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ

✧✧ عروہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے وہ بہت خوش تھے اور خوشی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے پھوٹ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے سنا ہے مدلجی (قیافہ شناس نے) زید اور اسامہ کے بارے میں کیا کہا ہے؟ اس نے اُن کے صرف پاؤں دیکھ کر یہ کہا: یہ دونوں باپ بیٹا ہیں۔

70- حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ کَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ کَعْبَ بْنَ مَالِکٍ یُحَدِّثُ حِیْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْکَ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰی کَاَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّکُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِکَ مِنْهُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے جب وہ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں۔ جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دمکنے لگتا تھا اور یوں ہو جاتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا اندازہ اسی بات سے ہو جاتا تھا۔

71- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے اولادِ آدم کی بہترین نسلوں میں مبعوث (منتقل) کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس نسل میں ہوا جو میرا خاندان ہے۔

72- حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْدِلُ شَعْرَهُ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یَفْرُقُوْنَ رُءُ

حدیث69: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6388' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1459' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:2267' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2129' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:3493' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2349' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24145' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4103' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:5687' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:21042' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4422' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:239' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:728' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:13833

حدیث70: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2787' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:3826' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:4767' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:101' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:4193' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:27220

حدیث71: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:8844' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6553

وَسَهُمْ فَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ رُءُ وْسَهُمْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال سیدھے پیچھے کی طرف لے جاتے تھے اور مشرکین اپنے سر میں مانگ نکالا کرتے تھے۔ اہل کتاب بھی اپنے بال پیچھے کی طرف لے جایا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس بارے میں کوئی حکم نہ ملا ہو آپ اس میں اہل کتاب کا ساتھ دینا پسند کرتے تھے۔ پھر بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر میں مانگ نکالنا شروع کری۔

73- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّكَانَ يَقُوْلُ إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدمزاج اور بدزبان نہیں تھے۔ آپ یہ ارشاد فرماتے تھے: تم میں بہتر شخص وہ ہے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔

74- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ بِهَا

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملات کے درمیان اختیار دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ کوئی گناہ نہ ہو۔ اگر وہ کوئی گناہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس سے دور رہتے

حدیث72: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:3728' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2336' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث:4188' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث:5238' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث:3632' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحديث:1698' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:2364' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:5485' اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث:4199' اخرجه النسائی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث:9334' اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث:2377' اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث:25074

حدیث73: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:3549' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2321' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحديث:1975' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:6504' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:477' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الكبير" رقم الحديث:2246' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحديث:271

حدیث74: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:5775' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2327' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث:4785' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث:148' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحديث:1603' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:24593' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث:13062' اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث:4382' اخرجه اسحاق بن راهويه فی "مسنده" رقم الحديث:813' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحديث:274

تھے اور نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی حرمت پامال ہوتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

75- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا مَسِسْتُ حَرِيْرًا وَّلَا دِيْبَاجًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ رِيْحًا قَطُّ اَوْ عَرْفًا قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رِّيْحِ اَوْ عَرْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◇◇ ثابت بیان کرتے ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم کسی حریر یا دیباج کو نہیں چھوا اور میں نے آپ کی خوشبو سے زیادہ کسی پاکیزہ خوشبو کو نہیں سونگھا۔

76- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا

◇◇ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ پردہ نشین کنواری خواتین سے زیادہ حیاوالے تھے۔

77- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مِثْلَهٗ وَاِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهٖ

◇◇ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

جب آپ کو کوئی بات ناپسند ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرے سے اندازہ ہو جاتا تھا۔

78- حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ وَاِلَّا تَرَكَهٗ

◇◇ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی کھانے کی کسی چیز میں کوئی نقص نہیں نکالا۔ آپ ﷺ کو کوئی چیز پسند ہوتی تھی تو اسے کھا لیتے تھے اور اگر ناپسند ہوتی تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔

حدیث75: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:13341' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6303' اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث:3400' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث:109

حدیث76: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:5751' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2320' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث:4180' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:11701' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6306' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:20575' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث:991' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث:507' اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث:2222' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحديث:467

حدیث78: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:5093' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2064' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث:3763' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث:2031' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث:3259' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:10146' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6436' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:14398' اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث:6214' اخرجه اسحاق بن راهويه فی "مسنده" رقم الحديث:216

79- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى اِبْطَيْهِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ کشادہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کو دیکھ لیتے تھے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: بغلوں کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔

80- حَدَّثَنَا عَبْدُالْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهِ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ فَاِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ وَقَالَ اَبُو مُوسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَرَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے دوران ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے البتہ بارش کی دعا مانگنے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے زیادہ ہاتھ اٹھا لیتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بلند کئے یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

81- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَوْنَ بْنَ اَبِي جُحَيْفَةَ ذَكَرَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ دُفِعْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ كَانَ بِالْهَاجِرَةِ خَرَجَ بِلَالٌ فَنَادٰى بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ فَضْلَ وَضُوءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ يَاْخُذُونَ مِنْهُ ثُمَّ

حدیث79: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:383' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:495' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1106' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1330' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2073' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1919' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:648' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:825' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:693' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:2534' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2010' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:271' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1745' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:723' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:923

حدیث80: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:984' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1748' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:1180' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:14038' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:1411' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:1220' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:1436' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6238' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2966

حدیث81: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:369' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18782' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:387' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:4203' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:5009' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:311' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1268' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:1806

دَخَلَ فَاَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ سَاقَيْهِ فَرَكَزَ الْعَنَزَةَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ

✧✧ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' مجھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ ﷺ اس وقت ''ابطح'' میں ایک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ ظہر کا وقت ہوا حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے انہوں نے نماز کے لئے اذان دی پھر وہ اندر آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر آئے تو لوگوں نے اس پانی کو حاصل کرنا شروع کر دیا پھر وہ اندر گئے اور نیزہ لے کر آئے پھر نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی چمک کا منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نیزہ گاڑ دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز کی دو رکعت اور عصر کی نماز کی دو رکعت ادا کیں آپ کے آگے سے (یعنی اس نیزے کی دوسری جانب سے) خواتین اور گدھے گزر رہے تھے۔

82- حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اَلَا يُعْجِبُكَ اَبُوْ فُلَانٍ جَآءَ فَجَلَسَ اِلٰى جَانِبِ حُجْرَتِيْ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْمِعُنِيْ ذٰلِكَ وَكُنْتُ اُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ اَنْ اَقْضِيَ سُبْحَتِيْ وَلَوْ اَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُّ عَلَيْهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَّسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ جب کوئی بات بیان کرتے تھے تو (کوئی بھی) گننے والا شخص آپ ﷺ کے الفاظ گن سکتا تھا۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کیا تمہیں فلاں شخص پر حیرت نہیں ہوتی وہ میرے حجرے کے پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے حوالے سے حدیث بیان کرنے لگتے ہیں۔ وہ احادیث مجھے سنا رہے ہوتے ہیں میں اس وقت تسبیح پڑھ رہی ہوتی ہوں اور پھر وہ میرے تسبیح ختم کرنے سے پہلے ہی اٹھ جاتے ہیں۔ اگر وہ مجھے ملتے تو میں انہیں بتاتی نبی اکرم ﷺ تو اتنی تیزی کے ساتھ بات نہیں کرتے تھے جتنی تیزی کے ساتھ تم بات کرتے ہو۔

بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ

رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 26: نبی کریم ﷺ کی آنکھ سو جاتی ہے مگر دل نہیں سوتا

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی حدیث منقول ہے

83- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَاَلَ

حدیث82: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2493' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:3654' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:25279' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:100' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4677' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:247

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ

✧✧ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں' انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ رمضان میں نفلی نماز کیسے ادا کرتے تھے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ' رمضان میں یا رمضان کے علاوہ' گیارہ سے زیادہ رکعات ادا نہیں کرتے تھے۔ آپ چار رکعات ادا کرتے تھے تم ان کی طوالت اور خوب صورتی کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر آپ ﷺ چار رکعات ادا کرتے' تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر آپ ﷺ تین رکعات ادا کرتے' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ وتر ادا کرنے سے پہلے ہی سوجاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میری آنکھ سوجاتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

84- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِيْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ اَوَّلُهُمْ اَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ اَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ وَقَالَ اٰخِرُهُمْ خُذُوْا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى جَاءُوْا لَيْلَةً اُخْرٰى فِيْمَا يَرٰى قَلْبُهٗ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ فَتَوَلَّاهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ عَرَجَ بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ

✧✧ شریک بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمیں شب معراج کے بارے میں بتارہے تھے' تین افراد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ آپ ﷺ اس وقت مسجد حرام میں سورہے تھے۔ ان تین میں سے ایک شخص نے کہا: ان (مسجد حرام کے احاطے میں سوئے ہوئے لوگوں میں سے ہمارا مطلوب) کون ہیں؟ درمیان والے نے کہا: وہ جوان میں سب سے بہتر ہیں تیسرے نے کہا: انہیں حاصل کرلو جو سب سے بہتر ہیں۔

اس رات صرف اتنا ہی ہوا پھر نبی اکرم ﷺ نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی یہاں تک کہ وہ رات آئی جس میں آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا (راوی فرماتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں سوجاتی تھی لیکن آپ ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا۔
انبیاء اسی طرح ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھیں سوجاتی ہیں لیکن ان کے دل نہیں سوتے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو ساتھ لیا اور آپ ﷺ کو لے کر آسمان پر چلے گئے۔

حدیث83: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1096' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:393' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:1166

حدیث84: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:7079' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:13165

بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الْإِسْلَامِ

باب 27: اسلام میں نبوت کی علامات (یعنی نبی اکرم ﷺ کے معجزات)

85- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ سَمِعْتُ اَبَا رَجَآءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ اَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيْرٍ فَاَدْلَجُوا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ وَجْهُ الصُّبْحِ عَرَّسُوْا فَغَلَبَتْهُمْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّكَانَ لَا يُوقَظُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ فَاسْتَيْقَظَ عُمَرُ فَقَعَدَ اَبُوْ بَكْرٍ عِنْدَ رَاْسِهِ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ وَصَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ اَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّتَيَمَّمَ بِالصَّعِيْدِ ثُمَّ صَلّٰى وَجَعَلَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكُوْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيْدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِذَا نَحْنُ بِامْرَاَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا اَيْنَ الْمَآءُ فَقَالَتْ اِنَّهُ لَا مَاءَ فَقُلْنَا كَمْ بَيْنَ اَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ فَقُلْنَا انْطَلِقِي اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ اَمْرِهَا حَتَّى اسْتَقْبَلْنَا بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَتْهُ بِمِثْلِ الَّذِي حَدَّثَتْنَا غَيْرَ اَنَّهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ فَاَمَرَ بِمَزَادَتَيْهَا فَمَسَحَ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا حَتّٰى رَوِيْنَا فَمَلَاْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَّعَنَا وَاِدَاوَةٍ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ نَسْقِ بَعِيْرًا وَّهِيَ تَكَادُ تَنِضُّ مِنَ الْمِلْءِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوْا مَا عِنْدَكُمْ فَجُمِعَ لَهَا مِنَ الْكِسَرِ وَالتَّمْرِ حَتّٰى اَتَتْ اَهْلَهَا قَالَتْ لَقِيْتُ اَسْحَرَ النَّاسِ اَوْ هُوَ نَبِيٌّ كَمَا زَعَمُوْا فَهَدَى اللّٰهُ ذَاكَ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَاَسْلَمَتْ وَاَسْلَمُوْا

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ یہ لوگ رات بھر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ صبح قریب ہوئی تو یہ لوگ رات کے وقت ٹھہر گئے۔ ان کی آنکھ لگ گئی یہاں تک کہ سورج نکل آیا سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ جب سو رہے ہوتے تو آپ کو بیدار نہیں کیا جاتا تھا آپ خود ہی بیدار ہوتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے سر کے پاس بیٹھے اور بلند آواز سے تکبیر کہنا شروع کی۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ بیدار ہو گئے (آپ وہاں سے روانہ ہوئے) پھر آپ نے پڑاؤ کیا اور ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ حاضرین میں سے ایک صاحب الگ رہے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ نماز ادا نہیں کی تھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے فلاں! تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی۔

اس نے جواب دیا: مجھے جنابت لاحق ہو گئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے ہدایت کی کہ وہ مٹی کے ذریعے تیمم کرے۔ پھر اس نے نماز ادا کی۔ (حضرت عمران فرماتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے مجھے چند افراد کے ہمراہ آگے بھیج دیا۔ ہم شدید پیاس کا شکار تھے

حدیث85: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:682' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1461' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:113' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:987' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:31726

اور چل رہے تھے۔ اسی دوران ایک عورت سامنے سے آئی جس نے مشکیزوں کے درمیان پاؤں لٹکائے ہوئے تھے۔ ہم نے اس سے دریافت کیا: چشمہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: یہاں کوئی چشمہ نہیں ہے۔ ہم نے دریافت کیا: تمہارے گھر اور چشمے کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ وہ بولی: ایک دن اور ایک رات کا' ہم نے کہا: تم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چلو! وہ بولی: نبی اکرم ﷺ کون ہیں؟ ہم نے اس کے ساتھ یہی کیا کہ اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آ گئے۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کو بھی وہی بات بتائی جو ہمیں بتائی تھی۔ تاہم یہ بات اضافی بتائی کہ وہ یتیم بچوں کی پرورش کر رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے مشکیزوں کے بارے میں حکم دیا آپ نے ان کے منہ پر ہاتھ پھیرا تو ہم چالیس پیاسوں نے پانی پی لیا۔ یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے۔ ہم نے اپنے پاس ہر برتن بھی بھر لیا البتہ ہم نے اپنے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا۔ لیکن وہ مشکیزے اسی طرح بھرے ہوئے تھے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس کھانے کو جو کچھ ہے وہ لے آؤ۔ روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کی گئی اور اس عورت کو دے دی گئی۔ جب وہ عورت اپنے خاندان میں آئی تو بولی آج میں سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی ہوں۔ یا پھر وہ نبی ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔ (راوی بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی وجہ سے اس قبیلے کو ہدایت بخشی وہ عورت بھی مسلمان ہوئی اور وہ تمام لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

86- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَّهُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَآءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلَاثَ مِائَةٍ اَوْ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا۔ آپ اس وقت ''زوراء'' کے مقام پر تھے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس میں رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں میں سے پھوٹنے لگا۔ تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' آپ حضرات کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے جواب دیا: تین سو یا شاید تین سو کے قریب تھے۔

87- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتُمِسَ الْوَضُوْءُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِيْ ذٰلِكَ الْاِنَاءِ فَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَّتَوَضَّئُوْا مِنْهُ فَرَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهِ فَتَوَضَّاَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّئُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' مجھے اچھی طرح یاد ہے عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ وضو کرنے کے

حدیث86: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:167' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2279' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:78' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:12717' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6540' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:124' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:84' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:116' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2759' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:474' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:3626

لئے پانی ڈھونڈا گیا لیکن لوگوں کو پانی نہیں ملا۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی پیش کیا گیا نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس سے وضو کرنا شروع کریں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی پھوٹ پڑا۔ تمام لوگوں نے وضو کر لیا اور یہاں تک کہ (وہاں موجود) آخری فرد نے بھی وضو کر لیا۔

88- حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مُبَارَكٍ حَدَّثَنَا حَزْمٌ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَخَارِجِهِ وَمَعَهُ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ فَانْطَلَقُوْا يَسِيْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يَجِدُوْا مَاءً يَتَوَضَّئُوْنَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ يَّسِيْرٍ فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَدَّ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَتَوَضَّئُوْا فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ حَتّٰى بَلَغُوا فِيْمَا يُرِيْدُوْنَ مِنَ الْوَضُوْءِ وَكَانُوْا سَبْعِيْنَ اَوْ نَحْوَهُ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ایک سفر میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے کچھ اصحاب تھے۔ یہ لوگ چلتے ہوئے جا رہے تھے نماز کا وقت ہو گیا انہیں وضو کرنے کے لئے پانی نہیں ملا۔ حاضرین میں سے ایک صاحب گئے ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لے آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے لیا آپ نے وضو کیا۔ پھر اپنی چار انگلیاں اس پیالے پر رکھیں اور فرمایا: اٹھو اور وضو کر لو! تو تمام لوگوں نے وضو کر لیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی پسند کے مطابق اچھی طرح وضو کیا۔ اس وقت ان کی تعداد ستر یا اس کے قریب تھی۔

89- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ مِنَ الْمَسْجِدِ يَتَوَضَّاُ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ فَوَضَعَ كَفَّهُ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ فَضَمَّ اَصَابِعَهُ فَوَضَعَهَا فِي الْمِخْضَبِ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا قُلْتُ كَمْ كَانُوْا قَالَ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نماز کا وقت ہو گیا۔ جس شخص کا گھر مسجد کے قریب تھا وہ اپنے گھر چلا گیا۔ کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک پتھر کا پیالہ پیش کیا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اپنی ہتھیلی اس میں رکھی وہ پیالہ چھوٹا تھا۔ آپ کی ہتھیلی اس میں نہیں آ سکتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملایا اور انہیں اس پیالے میں رکھا تو تمام حاضرین نے وضو کر لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: اسی آدمی تھے۔

90- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رِكْوَةٌ

حدیث89: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 192' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 12817' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6545' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 115' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 3757' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 4987' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 31724

فَتَوَضَّأَ فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ مَا لَكُمْ قَالُوْا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَآءُ يَثُورُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حدیبیہ کے موقع پر لوگ پیاسے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن آیا۔ آپ نے اس سے وضو کیا لوگ آپ کی طرف آئے آپ نے دریافت کیا تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی' ہماری پاس پانی نہیں ہے وضو کرنے کے لئے بھی نہیں ہے اور پینے کے لئے بھی نہیں ہے۔ صرف وہی ہے جو آپ کے پاس موجود ہے آپ نے اپنا دستِ مبارک اس برتن پر رکھا تو پانی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پھوٹ پڑا۔

ہم نے پانی پیا اور وضو بھی کر لیا۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: آپ کتنے لوگ تھے؟ انہیں نے فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ ہمارے لئے کافی ہوتا ویسے ہم پندرہ سو تھے۔

91- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيلُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا حَتّٰى لَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَفِيرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَآءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ فَمَكَثْنَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اسْتَقَيْنَا حَتّٰى رَوِيْنَا وَرَوَتْ اَوْ صَدَرَتْ رَكَائِبُنَا

✧✧ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حدیبیہ کے موقع پر ہم چودہ سو افراد تھے۔ حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے۔ ہم نے اس میں سے پانی نکالا یہاں تک کہ اس میں قطرہ بھی نہیں رہنے دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما ہوئے آپ نے پانی منگوا کر کلی کی اور کلی کا پانی کنویں میں ڈال دیا۔ ذرا سی دیر کے بعد ہم نے اس کنویں سے پانی پینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ہم خود بھی سیراب ہو گئے اور اپنے جانوروں کو بھی سیراب کر دیا۔

92- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِيْ وَلَاثَتْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حدیث90: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3291' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:14562' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6541' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:125

حدیث91: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3920' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1856' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2454' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:14865' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4875' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:11509' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:16335

وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ مَعَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّي يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَّا عِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سیّدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں نقاہت محسوس کی ہے۔ میرا خیال ہے ایسا بھوک کی وجہ سے ہے کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے موجود ہے۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں پھر انہوں نے "جو" کی کچھ ٹکیاں نکالی پھر انہوں نے اپنی چادر نکالی اور اس کے کچھ حصے میں روٹیاں لپیٹ کر میری بغل کے نیچے دبا دیا اور اس کا کچھ حصہ میرے سر پر لپیٹ دیا اور مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ میں وہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت لوگوں کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کھانے کے لئے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اٹھو! آپ روانہ ہوئے۔ میں ان لوگوں کے آگے آ گیا۔ میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آ کر بتایا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اُمّ سلیم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ اُمّ سلیم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راستے میں ملے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ساتھ آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمّ سلیم! تمہارے پاس جو بھی موجود ہے اسے لے آؤ۔ وہ اسی روٹی کو لے آئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو سیّدہ اُمّ سلیم نے روٹی کے ٹکڑے کر دیے اور گھی کو نچوڑ دیا اور اسے سالن بنا دیا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کو منظور تھا پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو اندر آنے کے لئے کہو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دی انہوں نے کھانا کھایا جب وہ سیر ہو گئے تو باہر چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو اندر آنے کے لئے کہو۔ ان لوگوں نے بھی کھانا کھا لیا جب وہ سیر ہو گئے تو چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو اندر آنے کے لیے کہو۔ انہوں نے ان

حدیث92: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5066' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3630' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:1657' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6534' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:6617' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:14370

کو بھی اجازت دی یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے تو وہ چلے گئے پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو اندر آنے کے لیے کہو۔ یوں سب لوگوں نے کھانا کھا لیا اُن لوگوں کی تعداد ستر یا اَسی تھی۔

93- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيلُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَّاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَآءُ فَقَالَ اطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّآءٍ فَجَآئُوْا بِاِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ

✧✧ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں، ہم لوگ ظاہر ہونے والی نشانیوں کو برکت (کا نشان) سمجھتے تھے اور تم لوگ انہیں خوفزدہ کرنے والی چیز سمجھتے ہو (جیسا کہ) ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں شریک تھے، پانی ختم ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بچا ہوا پانی تلاش کرو۔ لوگ ایک برتن لے کر آئے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس برتن میں ڈالا پھر ارشاد فرمایا: اس برکت والے وضو کے پانی کی طرف آؤ اور یہ برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (راوی بیان کرتے ہیں) میں نے پانی کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان میں سے (چشمے کی طرح) پھوٹ رہا تھا۔ (اسی طرح) ہم لوگ کھانے کے تسبیح پڑھنے کی آواز بھی سنا کرتے تھے جبکہ اسے کھایا جا رہا ہوتا تھا۔

94- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرٌ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَبَاهُ تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اَبِي تَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا وَّلَيْسَ عِنْدِيْ اِلَّا مَا يُخْرِجُ نَخْلُهُ وَلَا يَبْلُغُ مَا يُخْرِجُ سِنِيْنَ مَا عَلَيْهِ فَانْطَلِقْ مَعِي لِكَيْ لَا يُفْحِشَ عَلَيَّ الْغُرَمَآءُ فَمَشٰى حَوْلَ بَيْدَرٍ مِّنْ بَيَادِرِ التَّمْرِ فَدَعَا ثُمَّ اٰخَرَ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ فَقَالَ انْزِعُوْهُ فَاَوْفَاهُمُ الَّذِيْ لَهُمْ وَبَقِيَ مِثْلُ مَا اَعْطَاهُمْ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ان کے والد کا انتقال ہو گیا جن کے ذمے قرض لازم تھا۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی، میرے والد نے اپنے ذمے قرض چھوڑا ہے اور میرے پاس (ادائیگی کرنے کے لئے) صرف ان کے کھجور کے باغات کی پیداوار ہے اور جتنا ان کا قرض ہے وہ تو کئی سال کی پیداوار کے ذریعے بھی ادا نہیں ہو سکے گا۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ قرض لینے والے میرے ساتھ سختی نہ کریں۔ راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک ڈھیری کے گرد چکر لگایا۔ پھر آپ نے دعا کی۔ پھر دوسری کے گرد چکر لگایا پھر آپ وہاں تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے فرمایا: انہیں الگ کرو اور ماپ کر انہیں دیتے جاؤ۔ (راوی بیان کرتے ہیں) جتنی آپ نے عطا کی تھیں اتنی ہی کھجوریں باقی بچ گئیں۔

حدیث93: اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:29' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3762

حدیث94: اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6464' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:3637' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:14977

95- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيهِ حَدَّثَنَا اَبُو عُثْمَانَ اَنَّهُ حَدَّثَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَّمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْ سَادِسٍ اَوْ كَمَا قَالَ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَآءَ بِثَلَاثَةٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَّاَبُو بَكْرٍ ثَلَاثَةً قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِى وَاُمِّى وَلَا اَدْرِى هَلْ قَالَ امْرَاَتِى وَخَادِمِى بَيْنَ بَيْتِنَا وَبَيْنَ بَيْتِ اَبِى بَكْرٍ وَّاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ اَوْ ضَيْفِكَ قَالَ اَوَعَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِىْءَ قَدْ عَرَضُوا عَلَيْهِمْ فَغَلَبُوهُمْ فَذَهَبْتُ فَاخْتَبَاْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوا وَقَالَ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا قَالَ وَايْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنَ اللُّقْمَةِ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلُ فَنَظَرَ اَبُو بَكْرٍ فَاِذَا شَىْءٌ اَوْ اَكْثَرُ قَالَ لِامْرَاَتِهِ يَا اُخْتَ بَنِى فِرَاسٍ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِى لَهِىَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِمَّا قَبْلُ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُو بَكْرٍ وَّقَالَ اِنَّمَا كَانَ الشَّيْطَانُ يَعْنِى يَمِينَهُ ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَتَفَرَّقْنَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ اللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ غَيْرَ اَنَّهُ بَعَثَ مَعَهُمْ قَالَ اَكَلُوا مِنْهَا اَجْمَعُونَ اَوْ كَمَا قَالَ وَغَيْرُهُ يَقُولُ فَعَرَفْنَا مِنَ الْعِرَافَةِ

✧✧ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''اصحابِ صفہ'' غریب لوگ تھے۔ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس شخص کے پاس دوآدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کوساتھ لے جائے اور جس کے پاس چارآدمیوں کا کھانا ہوتو وہ پانچ۔(راوی کوشک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) چھ (راوی کوشک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جوبھی آپ نے ارشادفرمایا: ساتھ لے جائے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کوساتھ لے آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کواپنے ساتھ لے گئے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کوساتھ لائے۔راوی کہتے ہیں ہم تین آدمی تھے۔میں' میرے والداور میری والدہ۔(دوسرے راوی کہتے ہیں' مجھے نہیں معلوم انہوں نے یہ کہا تھا) میری بیوی میرا خادم جو ہمارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھروں میں مشترک تھا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات دیر تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے پھر عشاء کی نماز ادا کرتے تو واپس آتے تھے اس مرتبہ وہ ٹھہرے رہے۔انہوں نے عشاء کی نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد' جو اللہ کو منظور تھا' آپ تشریف لائے' ان کی اہلیہ نے ان سے کہا: آپ اپنے مہمانوں کے پاس کیوں نہیں آئے۔(راوی کوشک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آپ نے ان کے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھایا۔ان کی اہلیہ نے بتایا: مہمانوں نے آپ کے آنے سے پہلے کھانا کھانے سے انکار کر دیا ہے۔گھر والوں نے کھانا رکھا بھی تھا لیکن وہ نہیں مانے۔حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں جا کر چھپ گیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نالائق! پھر انہوں نے مجھے برا کہنا شروع کر دیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (مہمانوں سے) کہا آپ لوگ کھائیں۔انہوں نے کہا: ہم

حدیث95: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1712' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:3270' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4350' اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:577

اسے کبھی نہیں کھائیں گے۔ (پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کھانا شروع کیا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم جو بھی لقمہ اٹھاتے تھے اس کے نیچے اور زیادہ ہو جاتا تھا یہاں تک کہ جب سب لوگ سیر ہو گئے تو کھانا زیادہ ہو چکا تھا جتنا اس سے پہلے تھا۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ چیز دیکھی کہ وہ پہلے کی طرح ہی ہے یا اس سے زیادہ ہو چکا ہے تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے فرمایا اے بنی فراس کی بہن (یہ کیا معاملہ ہے) تو اہلیہ نے جواب دیا۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ اس وقت تو پہلے سے زیادہ ہے۔ انہوں نے یہ بات تین مرتبہ کہی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کھانے کو کھالیا اور فرمایا: وہ چیز شیطان کی طرف سے تھی یعنی ان کی قسم! پھر انہوں نے اس میں سے کچھ کھالیا اور اگلے دن اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی گئے۔ راوی بیان کرتے ہیں' یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ چل رہا تھا جس کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ ہم بارہ افراد ادھر ادھر بکھر جاتے تھے۔ ہر ایک فرد کے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہر بندے کے ساتھ کتنے لوگ ہوتے تھے۔ البتہ یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ بھیجے ہوئے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں' ان سب نے اس کھانے میں سے کھایا (یا شاید راوی کو شک ہے یہ الفاظ ہیں:) تو ہم نے اس سے اندازہ لگایا۔

96- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ وَّعَنْ يُوْنُسَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَصَابَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَحْطٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ اِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْكُرَاعُ هَلَكَتِ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ يَسْقِيْنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا قَالَ اَنَسٌ وَّاِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيْحٌ اَنْشَاَتْ سَحَابًا ثُمَّ اجْتَمَعَ ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَآءُ عَزَالِيَهَا فَخَرَجْنَا نَخُوْضُ الْمَاءَ حَتّٰى اَتَيْنَا مَنَازِلَنَا فَلَمْ نَزَلْ نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسُهٗ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَنَظَرْتُ اِلَى السَّحَابِ تَصَدَّعَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَاَنَّهٗ اِكْلِيْلٌ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مدینہ قحط سالی کا شکار ہو گیا۔ ایک مرتبہ جمعے کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مال مویشی ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ بکریاں ہلاکت کا شکار ہو گئیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں پانی عطا کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا۔ اسی دوران ہوا چل

حدیث96: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:890' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:897' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 1174' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 1515' اخرجه الامام مالک فی "المؤطا" رقم الحدیث:450' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:13718' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:992' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:1788' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:1805' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:5630' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3509' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:592

پڑی اور بادل آ کر اکٹھے ہو گئے۔ پھر یوں بارش نازل ہونا شروع ہوئی کہ ہم بارش میں چلتے ہوئے۔ اپنے گھروں تک واپس آئے۔ اگلے جمعے تک بارش ہوتی رہی۔ وہی شخص یا اس کے علاوہ کوئی اور شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! گھر گر رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اسے روک دے۔ نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے پھر آپ نے دعا کی (یہ بارش) ہمارے اردگرد ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے بادل کی طرف دیکھا وہ چھٹ گیا اور مدینہ منورہ کے گرد یوں ہو گیا جیسے وہ تاج ہوتا ہے۔

97- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ اَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنَا اَبُو حَفْصٍ وَّاسْمُهُ عُمَرُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخُو اَبِى عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ تَحَوَّلَ اِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَاَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ عَبْدُالْحَمِيدِ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا وَرَوَاهُ اَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِى رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ منبر استعمال کرنے لگے اور آپ اس طرف جانے لگے تو وہ کھجور کا تنا رونے لگا۔ آپ اس کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس پر پھیرا (تو وہ چپ ہوا)

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

98- حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِى عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلٰى شَجَرَةٍ اَوْ نَخْلَةٍ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَوْ رَجُلٌ يَّا رَسُولَ اللّٰهِ اَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا قَالَ اِنْ شِئْتُمْ فَجَعَلُوا لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دُفِعَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِىِّ ثُمَّ نَزَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُ اِلَيْهِ تَئِنُّ اَنِينَ الصَّبِىِّ الَّذِى يُسَكَّنُ قَالَ كَانَتْ تَبْكِى عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن ایک درخت (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کھجور کے درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک انصاری خاتون نے یا شخص نے عرض کی: یارسول

حدیث97: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3392' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:505' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1396' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:1415' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:31' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2236' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6506' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:1776' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:170' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:5487' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3384' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:591' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:5732' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:5254' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:31746

اللہ (ﷺ)! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنا دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو (بنا دو) لوگوں نے آپ کے لئے ایک منبر بنا دیا۔ جب جمعہ کا دن آیا اور آپ منبر کی طرف جانے لگے تو وہ کھجور کا درخت اس طرح رونے لگا جیسے کوئی بچہ روتا ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے اترے۔ آپ نے اسے بھینچ لیا تو وہ اس طرح رونے لگا جیسے کوئی بچہ روتا ہے جسے چپ کروایا جاتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' وہ تنا اس لیے رو رہا تھا کیونکہ وہ اپنے پاس موجود ہونے والا ذکر (نبی اکرم ﷺ کا خطبہ) سنا کرتا تھا۔

99- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَخِىْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوفًا عَلٰى جُذُوعٍ مِّنْ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ يَقُوْمُ اِلٰى جِذْعٍ مِّنْهَا فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ وَكَانَ عَلَيْهِ فَسَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ حَتّٰى جَآءَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهَا فَسَكَنَتْ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' پہلے مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ جب خطبہ دیتے تھے تو آپ کھجور کے ایک تنے کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر بنوا دیا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس تنے کی آواز سنی یوں جیسے کوئی اونٹنی بلبلاتی ہے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو وہ پرسکون ہو گیا۔

100- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِىٍّ عَنْ شُعْبَةَ ح حَدَّثَنِىْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْفِتْنَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ اَنَا اَحْفَظُ كَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ اِنَّكَ لَجَرِىءٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِىْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَجَارِهٖ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَتْ هٰذِهٖ وَلٰكِنِ الَّتِىْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا بَاْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُّغْلَقًا قَالَ يُفْتَحُ الْبَابُ اَوْ يُكْسَرُ قَالَ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ اَحْرٰى اَنْ لَّا يُغْلَقَ قُلْنَا عَلِمَ عُمَرُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ اِنِّىْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيطِ فَهِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَهٗ وَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ مَنِ الْبَابُ قَالَ عُمَرُ

✧✧ ابووائل بیان کرتے ہیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی' ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دریافت کیا: آپ میں سے کس کو فتنے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان یاد ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بولے: مجھے یہ بات اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ نے بیان کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: بیان کیجئے آپ نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔

(حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بولے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کی آزمائش' اس کے اہل خانہ' اس کے مال اور اس کے

حدیث100: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1368' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:144' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2258' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3955' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:23460' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5966' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:327' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:447' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:4835

پڑوسی کے بارے میں ہوتی ہے۔ (اور اس بارے میں کی جانے والی کوتاہی) کا کفارہ نماز پڑھنا' صدقہ دینا' نیکی کا حکم دینا اور گناہ سے روکنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: میں نے اس بارے میں دریافت نہیں کیا بلکہ اس فتنے کے بارے میں دریافت کیا ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بولے: اے امیر المومنین! آپ کو اس کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اس دروازے کو کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بولے: نہیں اسے توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تو وہ اس لائق ہوگا کہ وہ دوبارہ بند نہ ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں' ہم نے دریافت کیا: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتا تھا کہ دروازے سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! بالکل اسی طرح جیسے یہ پتا تھا کہ کل آنے سے پہلے رات آئے گی۔ میں نے انہیں وہ حدیث سنائی تھی جس میں کوئی غلطی نہیں تھی۔

راوی بیان کرتے ہیں' ہمیں ان سے سوال کرتے ہوئے ڈر لگا تو ہم نے مسروق سے یہ کہا! انہوں نے ان سے یہ سوال کیا' دروازے سے مراد کون ہے؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ''۔

101- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَتَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِهٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِى الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِى الْاِسْلَامِ وَلَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اَحَدِكُمْ زَمَانٌ لَاَنْ يَّرَانِىْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مِثْلُ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی۔ جب تک تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے جو بالوں سے بنی ہوئی جوتیاں پہنتے ہیں اور جب تک تم ترکوں کے ساتھ جنگ نہیں کرو گے۔ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں، چہرے سرخ ہوتے ہیں اور ناکیں چپٹی ہوتی ہیں۔ ان کے چہرے ڈھالوں کی مانند ہوتے ہیں اور تم اس معاملے (حکومت) کے بارے میں لوگوں میں سب سے بہتر اس شخص کو پاؤ گے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہو اور پھر

حدیث101: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2769' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4304' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2215' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:4096' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 7262' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6744' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 8516' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 4386' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:18373' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5878' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:45' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1171' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1100' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:499

آخر کار اسے اس میں مبتلا کر دیا جائے۔

لوگ ''کان'' کی طرح ہیں زمانۂ جاہلیت میں جو بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر شمار ہوں گے اور عنقریب تم پر وہ زمانہ آئے گا جب کسی شخص کے نزدیک اس کا میری زیارت کرنا' اس کے اہلِ خانہ اور مال سے زیادہ عزیز ہوگا۔

102 - حَدَّثَنِي يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوزًا وَّكَرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ تَابَعَهُ غَيْرُهُ عَنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم عجم سے تعلق رکھنے والے خوز اور کرمان سے جنگ نہیں کرو گے۔ جو سرخ چہروں کے مالک ہوں گے چپٹی ناکیں ہوں گے، چھوٹی آنکھیں ہوں گی اور ان کے چہرے ڈھال کی مانند ہوں گے ان کے جوتے بالوں سے بنے ہوں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' دیگر محدثین نے اس روایت کی متابعت کی ہے۔

103 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ اِسْمَاعِيلُ اَخْبَرَنِي قَيْسٌ قَالَ اَتَيْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ لَمْ اَكُنْ فِي سِنِيَّ اَحْرَصَ عَلٰى اَنْ اَعِيَ الْحَدِيْثَ مِنِّي فِيهِنَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ وَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَهُوَ هٰذَا الْبَارِزُ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَّهُمْ اَهْلُ الْبَازِرِ

✧✧ قیس بیان کرتے ہیں' ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے تین برس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ کسی بات کو یاد رکھنے کا جتنا شوق مجھے ان تین برسوں میں تھا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اس طرح اشارہ فرمایا' قیامت سے پہلے تم ایسے لوگوں سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بالوں سے بنے ہوں گے اور وہ بارز ہیں (جنگلات میں رہنے والے ہوں گے)

بعض جگہ پر یہ روایت ہے' وہ ''اہل بارز'' ہوں گے۔

104 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا يَّنْتَعِلُوْنَ الشَّعْرَ وَتُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ

✧✧ حضرت حسن بصری بیان کرتے ہیں، حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت سے پہلے تم ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کی جوتیاں بالوں سے بنی ہوں گی جن کے چہرے ڈھالوں کی مانند ہوں گے۔

105 - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُوْدُ فَتُسَلَّطُوْنَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ

يَقُوْلُ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَآئِي فَاقْتُلْهُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہودی تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ اور تم ان پر غلبہ حاصل کرو گے پھر ایک پتھر کہے گا اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دو۔

106 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَّغْزُوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَغْزُوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا وہ کسی جنگ میں شریک ہوں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا تمہارے درمیان نبی اکرم ﷺ کے کوئی صحابی ہیں؟ تو وہ کہیں گے جی ہاں! تو انہیں فتح نصیب ہو جائے گی۔

(پھر وہ زمانہ آئے گا) وہ جنگ کے لئے جائیں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا' کیا تم میں کوئی ایسے صاحب موجود ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہے ہوں تو وہ کہیں گے جی ہاں! تو انہیں فتح نصیب ہوگی۔

107 - حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ اَخْبَرَنَا سَعْدٌ الطَّائِىُّ اَخْبَرَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَيْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا اِلَيْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ اَتَاهُ اٰخَرُ فَشَكَا اِلَيْهِ قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ يَا عَدِيُّ هَلْ رَاَيْتَ الْحِيْرَةَ قُلْتُ لَمْ اَرَهَا وَقَدْ اُنْبِئْتُ عَنْهَا قَالَ فَاِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِيْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيْرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ قُلْتُ فِيْمَا بَيْنِىْ وَبَيْنَ نَفْسِىْ فَاَيْنَ دُعَّارُ طَيِّئٍ الَّذِيْنَ قَدْ سَعَّرُوا الْبِلَادَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوْزُ كِسْرٰى قُلْتُ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ قَالَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْهُ وَلَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ يَلْقَاهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ فَلَيَقُوْلَنَّ لَهُ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَيْكَ رَسُوْلًا فَيُبَلِّغَكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِكَ مَالًا وَّاُفْضِلْ عَلَيْكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا جَهَنَّمَ وَيَنْظُرُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا جَهَنَّمَ قَالَ عَدِيٌّ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ

حدیث105: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:2767' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث:2236' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:6032' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6806' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرى" رقم الحديث:18371' اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث:5523' اخرجه الحميدی فی "مسنده" رقم الحديث:190' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2922

حدیث106: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:2740' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:11056' اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث:974' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2532' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:4768

بِشِقَّةِ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ شِقَّةَ تَمْرَةٍ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ عَدِيٌّ فَرَاَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِيمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ كِسْرٰى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيَاةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ ابْنُ خَلِيفَةَ سَمِعْتُ عَدِيًّا كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا' آپ کے پاس ایک شخص آیا اوراس نے فاقہ کی شکایت کی پھرایک اور صاحب آئے انہوں نے ڈاکوؤں کی شکایت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) دریافت کیا: اے عدی! تم نے "حیرہ" (نامی شہر) دیکھا ہوا ہے میں نے عرض کی دیکھا تو نہیں لیکن میں نے اس کے بارے میں سنا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے' ایک عورت "حیرہ" سے سوار ہوکر (مکہ آکر) کعبہ کا طواف کرے گی اوراسے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا (کسی ڈاکو یا چور کا اندیشہ نہیں ہوگا)۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دل میں یہ سوچا "طے" قبیلے کے وہ ڈاکو کہاں جائیں گے جنہوں نے ہرطرف لوٹ مار کا بازار گرم کررکھا ہے۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تمہارے لئے کسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے میں نے عرض کی: کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کسریٰ بن ہرمز کے۔ پھر آپ نے فرمایا: اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص اپنی ہتھیلی پرسونا یا چاندی لے کر نکلے گا کہ اس سے کوئی لے لیکن اسے کوئی بھی شخص سونا یا چاندی لینے والا نہیں ملے گا۔

اور عنقریب تم میں سے کوئی شخص اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا جو اس کی ترجمانی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا! کیا میں نے تمہاری طرف رسول کو مبعوث نہیں کیا تھا اوراس نے تمہاری طرف تبلیغ نہیں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تمہیں مال نہیں دیا تھا اور (ضرورت سے) زیادہ نہیں دیا تھا؟ وہ شخص کہے گا، جی ہاں لیکن پھروہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے صرف جہنم نظر آئے گی اور بائیں طرف دیکھے گا تو وہاں بھی اسے جہنم نظر آئے گی۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جہنم سے بچنے کی کوشش کروخواہ وہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو اور جس شخص کو کھجور کا ٹکڑا نہ ملے وہ پاکیزہ بات کے ذریعے ایسا کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے ایک عورت کو دیکھا جو "حیرہ" سے چلی اور (مکہ پہنچ کر) اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اوراسے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف تھا (کسی چوریا ڈاکو کا خوف نہیں تھا) اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے اوراگر تمہاری زندگی لمبی رہی تو تم وہ چیز بھی دیکھ لو گے جس کے بارے میں حضرت ابوالقاسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حدیث107: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1347' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1011' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:2555' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18748' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6678' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:2336' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:9910' اخرجه ابو یعلٰی فی "مسنده" رقم الحدیث:1475' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:3259' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1239' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:9811

ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص ہتھیلی بھر کر سونا یا چاندی خیرات کرنے کے لئے نکلے گا۔ (امام بخاری فرماتے ہیں) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

108- حَدَّثَنِی سَعِیْدُ بْنُ شُرَحْبِیْلٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ عَنْ یَزِیْدَ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطُکُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ بَعْدِیْ اَنْ تُشْرِکُوْا وَلٰکِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا

✧✧ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے ''اُحد'' کے شہداء کی نماز ایسے ہی ادا کی جیسے نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: میں تم سے آگے جا رہا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! مجھے اپنے بعد یہ اندیشہ نہیں ہے تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ مجھے یہ اندیشہ ہے تم دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔

109- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اُسَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنَ الْاٰطَامِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی اِنِّیْ اَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ

✧✧ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک بڑے گھر میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں دیکھ رہا ہوں تمہارے گھروں کے درمیان قطرے گرنے کی طرح فتنے گر رہے ہیں۔

110- حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ زَیْنَبَ بِنْتَ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ بِنْتَ اَبِیْ سُفْیَانَ حَدَّثَتْهَا عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْهَا فَزِعًا یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَدْمِ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذَا وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهٖ وَبِالَّتِیْ تَلِیْهَا فَقَالَتْ زَیْنَبُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِکُ وَفِیْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا کَثُرَ الْخَبَثُ

حدیث108: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1279' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2296' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:3223' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1954' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 17382' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3198' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:2081' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6600' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1748' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:767

حدیث109: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1779' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2885' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:21796' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:8549' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:542'

✧✧ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اور یہ روایت انہیں سیّدہ زینب بنت جحش نے سنائی ہے' ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے۔ آپ پریشان تھے اور فرما رہے تھے۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے''۔ ایک شر کی وجہ سے عربوں کی بربادی آ رہی ہے جو قریب ہے آج یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا ہے۔ آپ نے ایک انگلی اور ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ سیّدہ زینب بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے؟ جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی موجود ہوں گے آپ نے فرمایا: ہاں! جب برائی زیادہ ہو جائے گی (تو سبھی ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے)

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ

✧✧ امام زہری بیان کرتے ہیں' ہند بنت حارث نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو فرمایا اللہ کی ذات پاک ہے۔ کتنے خزانے نازل کئے گئے ہیں اور کتنے فتنے نازل کئے گئے ہیں۔

111- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ الْمَاجِشُوْنِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَتَتَّخِذُهَا فَاَصْلِحْهَا وَاَصْلِحْ رُعَامَهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تَكُوْنُ الْغَنَمُ فِيْهِ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ اَوْ سَعَفَ الْجِبَالِ فِيْ مَوَاقِعِ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ

✧✧ عبدالرحمٰن بن ابوصعصعہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بکریوں سے محبت کرتے ہو انہیں پالتے ہو تم ان کا خیال رکھو۔ ان کی بیماری کا خیال رکھو، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: مسلمانوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جس میں بکریاں مسلمان کا سب سے بہتر مال ہوں گی۔ وہ انہیں ساتھ لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا جائے گا۔ جہاں (زیادہ) بارشیں ہوتی ہیں وہ اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لئے ایسا کرے گا۔

حدیث110: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3168' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:27454' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11333' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:136' اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:115' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:26587' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:691' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:8552' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6988' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1962' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:835' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:292

حدیث111: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:584' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4267' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5036' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3980' اخرجه الامام مالك فی "الموطا" رقم الحدیث:1744' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11046' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5955' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11767' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:983' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:733

112 - حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ وَمَنْ يُّشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مُطِيْعِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ نَّوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ هٰذَا إِلَّا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ يَّزِيْدُ مِنَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةٌ مَّنْ فَاتَتْهُ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهٗ وَمَالَهٗ

✧✧ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا ہے: عنقریب ایسے فتنے آئیں گے' جب بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے (کوشش کرنے والے) سے بہتر ہوگا۔ جو شخص ان کی طرف جھانک کر دیکھے گا وہ اسے اپنی طرف کرلیں گے (اس وقت) جس شخص کوکوئی پناہ گاہ ملے اسے اس پناہ گاہ میں چلے جانا چاہئے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ایک ایسی نماز بھی ہے' جس شخص کی وہ نماز فوت ہوجائے تو گویا اس کے تمام اہلِ خانہ اور مال برباد ہوگئے۔

113 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ أَثَرَةٌ وَّأُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ

✧✧ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: عنقریب حکومتی معاملوں میں (ترجیحی) سلوک سامنے آئے گا اور ایسے امور ہوں گے جنہیں تم ناپسند کروگے لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! تو پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس حق کی ادائیگی تم پر لازم ہے تم اسے ادا کردینا اور جو تمہارا (حق حاصل ہونے والا ہو) وہ تم اللہ سے مانگنا۔

114 - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

حدیث112: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6670' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2886' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4256' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2194' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1446' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5959' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:5362' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:16573' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:789' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2344

حدیث113: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1843' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2190' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3663' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4587' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:16392' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5156' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:985' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:10073' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:297

عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُهْلِكُ النَّاسَ هٰذَا الْحَیُّ مِنْ قُرَیْشٍ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوْهُمْ

قَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریش کا یہ قبیلہ لوگوں کو ہلاکت کا شکار کر دے گا لوگوں نے عرض کی: آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ ان سے دور رہیں (تو بہتر ہوگا)۔

115- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَکِّیُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ الْاُمَوِیُّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ کُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ فَسَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ یَقُوْلُ هَلَاكُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَیْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُسَمِّیَهُمْ بَنِیْ فُلَانٍ وَّبَنِیْ فُلَانٍ

✧✧ عمرو بن یحییٰ بیان کرتے ہیں' ان کے دادا نے یہ بات بیان کی ہے' ایک مرتبہ میں' مروان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے صادق و مصدوق (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قریش کے کچھ نوجوانوں کے ہاتھوں میری امت ہلاکت کا شکار ہوگی۔

مروان نے دریافت کیا: نوجوانوں کے ہاتھوں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان کے نام بتا دوں وہ فلاں کی اولاد ہوگی اور فلاں کی اولاد ہوگی۔

116- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ بُسْرُ بْنُ عُبَیْدِاللّٰهِ الْحَضْرَمِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیُّ اَنَّهٗ سَمِعَ حُذَیْفَةَ بْنَ الْیَمَانِ یَقُوْلُ کَانَ النَّاسُ یَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَیْرِ وَکُنْتُ اَسْاَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ یُّدْرِکَنِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا کُنَّا فِیْ جَاهِلِیَّةٍ وَّشَرٍّ فَجَآءَنَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَیْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَیْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِیْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهٗ قَالَ قَوْمٌ یَّهْدُوْنَ بِغَیْرِ هَدْیِیْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْکِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ اِلٰی اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَیْهَا قَذَفُوْهُ فِیْهَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا فَقَالَ هُمْ مِّنْ جِلْدَتِنَا وَیَتَکَلَّمُوْنَ

حدیث114: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2917' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7992' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6093

حدیث115: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6649' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7858' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6712' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:8450' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:554' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2505' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:362

حدیث116: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6673' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1847' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:23438' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:117' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:386' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8032' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:16387' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:442

بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي اِنْ اَدْرَكَنِي ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ

✧✧ ابوادریس خولانی' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں،لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلائی کے بارے میں دریافت کرتے تھے اور میں آپ سے برائی کے بارے میں دریافت کرتا تھا۔اس اندیشے کے تحت کہ کہیں وہ مجھے لاحق نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم زمانہ جاہلیت میں تھے اور بہت برے حال میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھلائی (اسلام) عطا کی۔کیا اس بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی: کیا اس برائی کے بعد پھر کوئی بھلائی ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔تاہم اس میں کچھ کدورت ہوگی میں نے عرض کی: وہ کدورت کیا ہوگی۔

آپ نے فرمایا: کچھ لوگ ہوں گے جو میری ہدایت کی بجائے دوسری ہدایت حاصل کریں گے ان کی کچھ باتیں تمہیں پسند آئیں گی اور کچھ بری لگیں گی۔میں نے عرض کی: کیا اس بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں کچھ دعوت دینے والے ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے جو شخص ان کی دعوت قبول کرے گا وہ اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اُن کی صفات ہمارے سامنے بیان کیجئے۔آپ نے فرمایا: وہ ہم جیسے لوگ ہوں گے ہماری زبان بولیں گے، میں نے عرض کی: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اگر اُن کا زمانہ مجھے مل گیا، آپ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا۔میں نے عرض کی: اس وقت اگر مسلمانوں کی جماعت یا امام نہ ہوا؟ آپ نے فرمایا: پھر تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا۔خواہ تمہیں درخت کی جڑ میں پناہ لینی پڑے۔جب تمہیں موت آئے تو تم اسی حالت میں ہو۔

117-حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَعَلَّمَ اَصْحَابِي الْخَيْرَ وَتَعَلَّمْتُ الشَّرَّ

✧✧ قیس بیان کرتے ہیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے ساتھی خیر کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تھے اور میں شر کے بارے میں معلومات حاصل کرتا تھا۔

118-حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی۔جب تک دو فریق آپس میں جنگ نہیں کریں گے اور اُن دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔

119-حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَيَكُوْنَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا

حدیث118: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6536' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:8121' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6734' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبری" رقم الحدیث:16485' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1104

وَاحِدَةٌ وَّلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو گروہ آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔ دونوں کے درمیان زبردست قتل عام ہوگا اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی۔ جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال نہیں آئیں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

120- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قِسْمًا اَتَاهُ ذُو الْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اعْدِلْ فَقَالَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَّمْ اَكُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ فِيْهِ فَاَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهُ اَصْحَابًا يَّحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهُ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ اِلٰى نَصْلِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى رِصَافِهِ فَمَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى نَضِيِّهِ وَهُوَ قِدْحُهُ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى قُذَذِهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ

قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهُ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِيَ بِهِ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَهُ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ آپ کوئی چیز تقسیم کر رہے تھے۔ اسی دوران ذوالخویصرہ آیا۔ جو بنی تمیم سے تعلق رکھنے والا ایک فرد تھا۔ وہ بولا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انصاف سے کام لیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو۔ اگر میں انصاف سے کام نہیں لوں گا تو اور کون لے گا؟ اگر میں انصاف سے کام نہیں لیتا تو تم ذلت اور رسوائی کا شکار ہو جاؤ گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس کے کچھ ایسے ساتھی بھی ہیں جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کے سامنے تم اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اور یہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ جب اس کے پھل کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے پروں کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہاں بھی کچھ نہیں ہوتا۔ پھر اس کی پکڑنے کی جگہ کو دیکھا جاتا ہے تو وہاں بھی کچھ نہیں ہوتا حالانکہ وہ گندگی اور خون میں سے نکل کر آیا ہے۔ ان لوگوں کی نشانی ایک سیاہ فام شخص ہے جس کا ایک کندھا

حدیث120 ' خرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث:6741' اخرجه النسائي في " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:8560' اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:16479

عورت کی چھاتی کی مانند ہوگا۔ (راوی کو شک ہے) یا گوشت کے ایک ٹکڑے کی مانند ہوگا جو پھڑک رہا ہوگا اور یہ اس وقت سامنے آئیں گے جب لوگوں کے درمیان اختلاف ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں یہ گواہی دیتا ہوں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ حدیث سنی ہے اور میں یہ گواہی دیتا ہوں' جناب علی بن ابوطالب کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی تھی۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں حکم دیا، اسے تلاش کر کے لایا گیا۔ تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ حلیہ کے مطابق اس شخص کو پایا۔

121- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلَيْهِ وَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ فَاِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

✧✧ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تمہارے سامنے کوئی حدیث بیان کروں تو آسمان سے گر جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوگا۔ کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی جھوٹی بات بیان کروں اور جب میں اپنے اور تمہارے معاملے (یا اختلاف) سے متعلق تمہارے سامنے تمہاری کوئی بات کروں تو جنگ دھوکا دہی کا نام ہے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آخری زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے جن کی عمریں کم ہوں گی۔ وہ بے وقوف ہوں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے احادیث نقل کریں گے۔ اسلام سے یوں باہر چلے جائیں گے جیسے تیر نشانے سے باہر چلا جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ تم جہاں بھی ان کا سامنا کرو انہیں قتل کر دینا کیونکہ جو اسے قتل کرے گا اسے ان کو قتل کرنے کا اجر ملے گا۔

122- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّهٗ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ قُلْنَا لَهٗ اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا

حدیث121: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4770' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:154' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4767' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:2188' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:4102' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:168' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:616' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6739' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:3565' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:16474' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:261' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:1049' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:105

حدیث122: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6544' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:21095' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:17498' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:7213' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:3638' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6698' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5320' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:5893' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:157

تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلٰى رَاْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَّمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ

✧✧ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (مشرکین کی زیادتی کی) شکایت کی آپ اس وقت اپنے چادر کے ذریعے ٹیک لگائے ہوئے خانہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کی: کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا نہیں کریں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے زمانے میں کسی شخص کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا۔ اس شخص کو اس میں ڈال دیا جاتا تھا پھر "آرہ" لا کر اس شخص کے سر پر رکھ کر اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ لیکن یہ بات بھی انہیں ان کے دین سے دور نہیں کر سکی تھی۔ پھر کسی شخص پر لوہے کی کنگھی پھیری جاتی تھی۔ جو گوشت کو ہڈی سے (راوی کو شک ہے یا فرمایا) پٹھوں سے الگ کر دیتی تھی اور یہ بات بھی انہیں دین سے دور نہیں کر سکی۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار شخص "صنعا" سے لے کر "حضر موت" تک جائے گا اور اسے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا۔ یا اپنی بکریوں کے حوالے سے بھیڑیے کا خوف ہوگا۔ (لیکن) تم لوگ جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔

123 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنْبَاَنِيْ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَاْسَهُ فَقَالَ مَا شَاْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَتَى الرَّجُلُ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا

فَقَالَ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيْمَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنْ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو موجود نہیں پایا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ان کے بارے میں آ کر بتاتا ہوں۔ وہ شخص ان کے پاس گیا تو انہیں گھر میں بیٹھے ہوئے پایا۔ انہوں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا' اس شخص نے دریافت کیا: آپ کا کیا معاملہ ہے وہ بولے: بڑے برے حال میں ہوں' کیونکہ ان کی آواز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہو جاتی تھی۔ اس لئے اُن کے عمل ضائع ہو چکے ہیں اور وہ جہنمی ہو چکے ہیں۔ وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بتایا وہ ایسے کہہ رہے تھے۔

موسیٰ بن انس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: پھر وہ شخص دوسری مرتبہ عظیم بشارت لے کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: تم اسے جا کر کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔

حدیث123: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4565' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 1309

124 - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَرَاَ رَجُلُ الْكَهْفَ وَفِی الدَّارِ الدَّابَّةُ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَاِذَا ضَبَابَةٌ اَوْ سَحَابَةٌ غَشِيَتْهُ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَاْ فُلَانُ فَاِنَّهَا السَّكِيْنَةُ نَزَلَتْ لِلْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک صحابی سورۃ کہف کی تلاوت کر رہے تھے۔ گھر میں ایک جانور بھی موجود تھا۔ اس نے اچھلنا شروع کر دیا، ان صحابی نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے انہیں ڈھانپ لیا ہے۔ انہوں نے بعد میں اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: اے فلاں! تم قرأت کرتے رہتے کیوں کہ یہ سکینت تھی۔ جو قرآن کی وجہ سے نازل ہو رہی تھی۔

125 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَبُو الْحَسَنِ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ جَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰی اَبِیْ فِیْ مَنْزِلِه فَاشْتَرٰی مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ ابْعَثِ ابْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِیْ قَالَ فَحَمَلْتُهُ مَعَهُ وَخَرَجَ اَبِیْ يَنْتَقِدُ ثَمَنَهُ فَقَالَ لَهُ اَبِیْ يَا اَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِیْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰی قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ لَا يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهُ وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدِیْ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ فِيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَكَ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِه اِلَی الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا مِثْلَ الَّذِیْ اَرَدْنَا فَقُلْتُ لَهُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ مَكَّةَ قُلْتُ اَفِیْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلُبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ انْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ التُّرَابِ وَالشَّعْرِ وَالْقَذٰی قَالَ فَرَاَيْتُ الْبَرَآءَ يَضْرِبُ اِحْدٰی يَدَيْهِ عَلَی الْاُخْرٰی يَنْفُضُ فَحَلَبَ فِیْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّمَعِیْ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِیْ مِنْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّاُ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حِيْنَ اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَآءِ عَلَی اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُهُ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِيْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِلرَّحِيْلِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَمَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ (لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِه فَرَسُهُ اِلٰی بَطْنِهَا اُرٰی فِیْ جَلَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ شَكَّ زُهَيْرٌ فَقَالَ اِنِّیْ اُرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَیَّ فَادْعُوَا لِیْ فَاللّٰهُ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَا يَلْقٰی اَحَدًا اِلَّا قَالَ قَدْ كَفَيْتُكُمْ مَا هُنَا فَلَا يَلْقٰی اَحَدًا اِلَّا رَدَّهُ قَالَ وَوَفٰی لَنَا

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے والد کے ہاں آئے اور ان سے ایک پالان

حدیث124: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:795' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18497' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1722

حدیث125: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3452' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2009' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6281' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:116

خریدا۔ انہوں نے (میرے والد) عازب سے کہا: اپنے بیٹے کو میرے ساتھ بھیجیں وہ اسے اٹھا کر میرے ساتھ چلا جائے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں اسے اٹھا کران کے ساتھ چلا گیا، میرے والد بھی دینار کی جانچ کروانے کے لئے نکلے میرے والد نے کہا: اے ابوبکر! آپ ہمیں بتایئے جب آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (ہجرت کے موقع پر) سفر کر رہے تھے تو کیا واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہم نے رات کے وقت سفر شروع کیا اور اگلے دن بھی سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب دوپہر کا وقت ہو گیا اور راستہ خالی ہو گیا۔ وہاں سے کوئی بھی شخص نہیں گزر رہا تھا تو ہمارے سامنے ایک بڑی سی چٹان آئی جس کا سایہ تھا اس سائے میں دھوپ نہیں آتی تھی ہم نے وہاں پڑاؤ کیا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہاتھ کے ذریعے جگہ برابر کی تاکہ آپ اُس پر سو جائیں پھر میں نے آپ کے لئے ایک پوستین بچھا دی اور عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ سو جایئے میں آپ کے اردگرد کا جائزہ لیتا رہوں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے میں آس پاس کا جائزہ لینے کے لئے نکلا تو سامنے سے ایک چرواہا اپنی بکریوں کے ساتھ چٹان کی طرف آ رہا تھا وہ بھی اس ... کے سا...ئے میں آنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے نوجوان! تم کس کے چرواہے ہو؟ وہ بولا: شہر (یا شاید لفظ استعمال کیا مکہ کے ایک شخص کا) میں نے کہا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے دریافت کیا: کیا تم دودھ دوہ کے دو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! اس نے ایک بکری پکڑی میں نے کہا: تم اس کے تھنوں سے مٹی، بال اور گندگی صاف کر دو۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دیکھا کہ یہ بات کہتے ہوئے حضرت براء رضی اللہ عنہ اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر اسے جھاڑ رہے تھے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) اس چرواہے نے ایک پیالہ دودھ دوہ کر دے دیا۔ میرے پاس ایک برتن موجود تھا جسے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لایا تھا، آپ اسے استعمال کرتے تھے آپ اس میں پی بھی لیتے تھے اور اُس میں سے وضو بھی کر لیتے تھے۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کروں میں آپ کے انتظار میں رہا۔ یہاں تک کہ آپ خود بیدار ہوئے میں نے اُس دودھ میں پانی ملایا یہاں تک کہ اس کا نیچے والا حصہ ٹھنڈا ہو گیا (یعنی وہ اچھی طرح بھر گیا) میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اسے پی لیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پی لیا یہاں تک کہ میں راضی ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: کیا روانگی کا وقت نہیں ہوا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! سورج ڈھل جانے کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ سراقہ بن مالک ہمارے پیچھے آیا میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم تک کوئی پہنچ گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ڈرو نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر آپ نے اس کے لئے دعائے ضرر کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا (راوی بیان کرتے ہیں) میرا خیال ہے' انہوں نے کہا تھا' سخت زمین میں دھنس گیا۔

سراقہ بولا: میرا آپ دونوں حضرات کے بارے میں یہ خیال ہے' آپ نے میرے لئے دعائے ضرر کی ہے آپ دونوں میرے لئے دعا کیجئے میں اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی تلاش میں آنے والوں کو آپ سے پھیر دوں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی تو اسے نجات حاصل ہو گئی اس کے بعد اسے جو بھی شخص ملا تو اس نے یہی کہا اس طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے اسے جو بھی شخص ملا اس نے اسے واپس کر دیا اور ہمارے ساتھ کیا ہوا وعدہ اس نے پورا کیا۔

126 - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهُ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهُ قَالَ لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهٗ لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ قُلْتُ طَهُوْرٌ كَلَّا بَلْ هِيَ حُمّٰى تَفُوْرُ اَوْ تَثُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کے پاس اس کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتے تھے تو فرماتے تھے کوئی حرج نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ پاکیزگی کا باعث ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی سے بھی یہی کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ پاکیزگی کا باعث ہوگی۔ اس دیہاتی نے کہا: نہیں بلکہ یہ بخار ہے جو جوش مار رہا ہے ایک بوڑھے شخص پر اور اسے کھینچ کر قبر تک لے جائے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ایسا ہی ہوگا۔

127 - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيًّا فَاَسْلَمَ وَقَرَاَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُوْلُ مَا يُدْرِيْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهٗ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ فَدَفَنُوْهُ فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِهٖ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ وَاَعْمَقُوْا لَهٗ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَاَلْقَوْهُ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک عیسائی شخص مسلمان ہوا اس نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران سیکھ لیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (قرآن) تحریر کرتا تھا وہ دوبارہ پھر عیسائی ہوگیا تو وہ کہتا تھا۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف انہیں باتوں کا علم ہے جو میں نے انہیں لکھ کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی اس کے ساتھیوں نے اسے دفن کیا تو صبح کے وقت زمین اسے باہر پھینک چکی تھی وہ لوگ بولے: یہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے کیونکہ یہ شخص انہیں چھوڑ آیا تھا۔ انہوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کو کھود کر اسے باہر پھینک دیا ہے۔ ان لوگوں نے اس شخص کی دوبارہ قبر کھودی اور گہری کھودی اگلے دن صبح پھر زمین نے اسے باہر پھینک دیا تھا۔ ان لوگوں نے یہی کہا کہ یہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے۔ جنہوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کھودی ہے کیونکہ یہ انہیں چھوڑ آیا تھا۔ پھر انہوں نے اس کے لئے قبر کھودی اور زیادہ گہری زمین کھودی جتنی وہ کھود سکتے تھے اگلے دن پھر زمین نے اسے باہر پھینک دیا تو انہیں پتہ چل گیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے انہوں نے اسے اس کے

حدیث126: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5332' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6387' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:526

حدیث127: اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3919

حال پر چھوڑ دیا۔

128 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتُنْفِقَنَّ كُنُوزَهُمَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں آئے گا اور جب قیصر ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں آئے گا اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے تم ضرور ان کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

129 - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَفَعَهُ قَالَ اِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ وَذَكَرَ وَقَالَ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

✧✧ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد دوسرا کسریٰ نہیں آئے گا۔

انہوں نے یہ بات بھی ذکر کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ان دونوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ضرور خرچ کیے جائیں گے۔

130 - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُولُ اِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ وَقَدِمَهَا فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي اَصْحَابِهِ فَقَالَ لَوْ سَاَلْتَنِي هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّي لَاَرَاكَ الَّذِي اُرِيتُ فِيكَ مَا رَاَيْتُ فَاَخْبَرَنِي اَبُو هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِي شَاْنُهُمَا فَاُوحِيَ اِلَيَّ فِي الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِيَّ وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ

حدیث128: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2952' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2919' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:2216' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7266' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6690' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:18383' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 5881' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث: 689' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1829' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1870' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2580' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1094' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:269

حدیث130: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4115' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2273' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6654' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:10750

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' مسیلمہ کذاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آیا اور بولا: اگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنے بعد مجھے اپنا نائب مقرر کردیں تو میں ان کی پیروی کروں گا اور اپنی قوم کے بہت سے افراد کو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ مسیلمہ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے جو اپنے ساتھیوں میں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم مجھ سے اس شاخ کو بھی مانگو تو میں تمہیں یہ بھی نہیں دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ تمہارے بارے میں کیا ہے تم اس سے آگے نہیں جاؤ گے اگر تم واپس چلے جاتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور ہلاکت کا شکار کرے گا میرا خیال ہے' تم وہی شخص ہو جس کے بارے میں مجھے خواب دکھایا گیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے مجھے ان کی وجہ سے بہت پریشانی ہوئی۔ خواب میں میری طرف وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ اڑ گئے میں نے ان دونوں کی یہ تعبیر کی کہ یہ دو جھوٹے (نبوت کے دعویدار) لوگ ہیں جو میرے بعد ظہور پذیر ہوں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں' ان میں سے ایک عنسی تھا اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا جو یمامہ کا رہنے والا تھا۔

131 - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اُسَامَةَ عَنْ بُرَیْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اُرَاهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُهَاجِرُ مِنْ مَّكَّةَ اِلٰی اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِیْ اِلٰی اَنَّهَا الْیَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِیَ الْمَدِیْنَةُ یَثْرِبُ وَرَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ هٰذِهٖ اَنِّیْ هَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ بِاُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَآءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَاَیْتُ فِیْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَیْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّاِذَا الْخَیْرُ مَا جَآءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَیْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِیْ اٰتَانَا اللّٰهُ بَعْدَ یَوْمِ بَدْرٍ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے ایسی سرزمین کی طرف جا رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں میرا دھیان یمامہ یا حجر کی طرف گیا لیکن وہ ''مدینہ'' تھا جو ''یثرب'' ہے پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو حرکت دی تو اس کا آگے والا حصہ ٹوٹ گیا اس سے مراد وہ صورتحال ہے جس کا سامنا اہل ایمان نے غزوہ احد کے موقع پر کیا پھر میں نے اسے حرکت دی تو وہ پہلے سے زیادہ اچھی ہوگئی اس سے مراد ''فتح'' ہے اور اہل ایمان کا وہ اجتماع ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔

میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی' بھلائی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے' اس سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو غزوہ احد کے موقع

حدیث 131: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6629' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2272' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 3921' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6275' اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 5706' اخرجه النسائی فی " سننه الكبرٰی" رقم الحدیث: 7650' اخرجه البیهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحدیث: 17515' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 7298' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبیر" رقم الحدیث: 7296

پر شہید ہوئے اور بھلائی سے مراد وہ بھلائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی اور ''ثواب صدق'' سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ''یوم بدر'' کے بعد ہمیں عطا کیا۔

132- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي كَاَنَّ مِشْيَتَهَا مَشْيُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَبْكِيْنَ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا اَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَسَاَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهَا فَقَالَتْ اَسَرَّ اِلَيَّ اِنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْاٰنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَّاِنَّهٗ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا اُرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِيْ وَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِيْ لَحَاقًا بِيْ فَبَكَيْتُ فَقَالَ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَضَحِكْتُ لِذٰلِكَ

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں ان کی چال بالکل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کی طرح تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دائیں طرف یا شاید بائیں طرف بٹھایا تو ان کے ساتھ سرگوشی میں کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں (بعد میں) میں نے ان سے دریافت کیا آپ کیوں روئی تھیں؟ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سرگوشی میں کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے سوچا میں نے آج کی طرح کبھی بھی خوشی کو غم کے اتنے زیادہ قریب نہیں دیکھا۔ پھر میں نے ان سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کروں گی۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے ان سے دوبارہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سرگوشی میں بتایا تھا: پہلے جبرائیل ہر سال میرے ساتھ قرآن کا ایک دور کیا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ میرے ساتھ دور کیا ہے' میرا خیال ہے کہ اب میرا آخری وقت قریب آ چکا ہے اور میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم مجھ سے آ کر ملو گی تو اس بات پر میں رو پڑی۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی تمام خواتین کی سردار بن جاؤ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اہل ایمان کی تمام خواتین کی سردار بن جاؤ؟ تو اس بات پر میں ہنس پڑی۔

133- حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهٗ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَسَاَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهٗ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهٖ اَتْبَعُهٗ فَضَحِكْتُ

حدیث132: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3427' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:3426' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3873' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:1621' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24527' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6952' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8366' اخرجه ابو یعلٰی فی "مسنده" رقم الحدیث:6743' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1032' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:1030

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی اس بیماری کے دوران بلایا جس سے آپ کا وصال ہوا۔ آپ۔ نے ان سے سرگوشی میں کوئی بات کی تو وہ رونے لگی پھر آپ نے انہیں بلایا ان سے سرگوشی میں کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مجھے سرگوشی میں یہ بات بتائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیماری کے دوران انتقال ہو جائے گا۔ یہ وہی بیماری ہے جس میں آپ کا وصال ہوا تھا تو میں رونے لگ پڑی۔ پھر آپ نے مجھے سرگوشی میں بتایا کہ آپ کے گھر والوں میں سے سب سے پہلے میں آپ کے پاس آؤں گی تو میں ہنس پڑی۔

134 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْنِی ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِنَّ لَنَا اَبْنَآءً مِثْلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَاَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) فَقَالَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ قَالَ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ.

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس رکھا کرتے تھے تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ان جیسے تو ہمارے بچے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا جو مقام ہے وہ آپ عنقریب جان لیں گے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا۔

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ گئی'' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بارے میں مجھے بھی وہی علم حاصل ہے جو تم جانتے ہو۔

135 - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ حَنْظَلَةَ بْنِ الْغَسِيلِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی مَرَضِهِ الَّذِی مَاتَ فِيهِ بِمِلْحَفَةٍ قَدْ عَصَبَ بِعِصَابَةٍ دَسْمَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِی النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِیَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَضُرُّ فِيهِ قَوْمًا وَيَنْفَعُ فِيهِ اٰخَرِيْنَ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ فَكَانَ اٰخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' اپنی اس بیماری کے دوران جس میں آپ کا وصال ہوا' ایک چادر اوڑھ کر باہر تشریف لائے آپ نے اپنے سر پر ایک تیل سے تر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر یہ فرمایا:

حدیث134 : اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4043' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3362' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3127' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:2172' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:1597' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:10616

حدیث135 : اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3589

امابعد! لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور انصار کم ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے درمیان یوں رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ تم میں سے جو شخص حکومتی معاملات کا نگران بنے وہ اس بارے میں کچھ لوگوں کو نقصان دے گا اور کچھ لوگوں کو نفع دے گا تو وہ ان (انصار) کے اچھے شخص کی اچھائی کو قبول کرے اور ان کے برے شخص سے درگزر کرے (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) یہ آخری محفل تھی جس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف فرما ہوئے۔

136- حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَسَنَ فَصَعِدَ بِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

✧✧ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لے کر ساتھ آئے۔ آپ ان کے ساتھ منبر پر چڑھ گئے آپ نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

137- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى جَعْفَرًا وَّزَيْدًا قَبْلَ اَنْ يَّجِيْءَ خَبَرُهُمْ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع آنے سے پہلے ان کے انتقال کی اطلاع دے دی اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

138- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكُمْ مِّنْ اَنْمَاطٍ قُلْتُ وَاَنّٰى يَكُوْنُ لَنَا الْاَنْمَاطُ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَنَا اَقُوْلُ لَهَا يَعْنِيْ امْرَاَتَهٗ اَخِّرِيْ عَنِّيْ اَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ اَلَمْ يَقُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَدَعُهَا

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس اونی بچھونے ہیں۔ میں نے عرض کی ہمارے پاس اونی بچھونے کہاں سے آسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: عنقریب تمہارے پاس یہ اونی بچھونے ہوں گے! تو میں

حدیث136: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3536' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4662' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3773' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1410' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:20408' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4809' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:1718' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:13167' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:766' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1531' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:2592' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:793

حدیث138: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3826' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2083' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2774' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4145' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6683'

نے اس سے کہا یعنی کہ اپنی بیوی سے کہا (جب ہمارے پاس اونی بچھونے آ گئے) اپنے ان بچھونوں کو مجھ سے دور کر دو تو اس نے جواب دیا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا: یہ عنقریب تمہیں ملیں گے؟ تو میں نے اس عورت کو چھوڑ دیا (یعنی ان بچھونوں کو وہیں رہنے دیا)۔

139 - حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُعْتَمِرًا قَالَ فَنَزَلَ عَلٰى اُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ اَبِيْ صَفْوَانَ وَكَانَ اُمَيَّةُ اِذَا انْطَلَقَ اِلَى الشَّامِ فَمَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ انْتَظِرْ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ وَغَفَلَ النَّاسُ انْطَلَقْتُ فَطُفْتُ فَبَيْنَا سَعْدٌ يَطُوْفُ اِذَا اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَقَالَ سَعْدٌ اَنَا سَعْدٌ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَّقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ فَقَالَ نَعَمْ فَتَلَاحَيَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ لَّا تَرْفَعْ صَوْتَكَ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ فَاِنَّهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ سَعْدٌ وَّاللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ قَالَ فَجَعَلَ اُمَيَّةُ يَقُوْلُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ وَجَعَلَ يُمْسِكُهٗ فَغَضِبَ سَعْدٌ فَقَالَ دَعْنَا عَنْكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعُمُ اَنَّهٗ قَاتِلُكَ قَالَ اِيَّايَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ فَرَجَعَ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَمَا تَعْلَمِيْنَ مَا قَالَ لِيْ اَخِي الْيَثْرِبِيُّ قَالَتْ وَمَا قَالَ قَالَ زَعَمَ اَنَّهٗ سَمِعَ مُحَمَّدًا يَّزْعُمُ اَنَّهٗ قَاتِلِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَلَمَّا خَرَجُوْا اِلٰى بَدْرٍ وَّجَآءَ الصَّرِيْخُ قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهٗ اَمَا ذَكَرْتَ مَا قَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ فَاَرَادَ اَنْ لَا يَخْرُجَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ اِنَّكَ مِنْ اَشْرَافِ الْوَادِيْ فَسِرْ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ فَسَارَ مَعَهُمْ فَقَتَلَهُ اللّٰهُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ انہوں نے امیہ بن خلف ابوصفوان کے ہاں پڑاؤ کیا۔ امیہ جب شام جاتا اور مدینہ منورہ سے گزرتا تھا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں پڑاؤ کیا کرتا تھا۔ امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ابھی انتظار کریں جب نصف دن گزر جائے گا اور لوگ غافل ہو جائیں گے تو پھر میں چلوں گا تو میں بھی وہاں طواف کرلوں گا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے اسی دوران ابوجہل آیا اس نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ جو خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں سعد ہوں ابوجہل نے کہا کیا تم خانہ کعبہ کا طواف امن کی حالت میں کر رہے ہو جبکہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ سعد نے جواب دیا: ہاں! اس بات پر ان دونوں کے درمیان تکرار ہوگئی۔ امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ابوالحکم کے سامنے اپنی آواز کو اونچا نہ کریں کیونکہ وہ اس وادی کا سردار ہے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے اس بات سے روکا کہ میں بیت اللہ کا طواف کروں تو میں تمہارا شام جانے والا تجارتی راستہ بند کردوں گا تو امیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہی کہتا رہا کہ آپ اپنی آواز کو بلند نہ کریں اور وہ انہیں روکنے کی کوشش کرتا رہا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ غصے میں تھے انہوں نے کہا تم مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

حدیث139: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3734' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3794' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:5350

یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ یہی شخص تمہیں مروائے گا۔ اُمیہ نے دریافت کیا؟ مجھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں اس نے کہا اللہ کی قسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بولتے۔ اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو (ٹھیک ہوگی) وہ واپس اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا کیا تم جانتی ہو کہ میرے یثربی بھائی (حضرت سعد رضی اللہ عنہ) نے مجھے کیا بتایا ہے اس خاتون نے دریافت کیا کیا بتایا ہے۔ اُمیہ نے کہا وہ یہ کہتا ہے کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے (کہ ابوجہل) مجھے مروائے گا۔ وہ خاتون بولی اللہ کی قسم! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بول سکتے۔ راوی کہتے ہیں جب یہ لوگ بدر کی طرف نکلے تو اُمیہ کی بیوی نے اس سے کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کیا کہا تھا تو اُمیہ نے سوچا کہ اب وہ نکلے لیکن ابوجہل نے اس سے کہا کہ تم وادی کے بڑے سرداروں میں سے ایک ہو تم ایک یا دو دن کے لیے ساتھ چلو تو اُمیہ ان کے ساتھ چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کروادیا۔

140 - حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ فَقَامَ اَبُوْ بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ بَعْضِ نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ اَخَذَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتْ بِيَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا فِي النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَّقَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَ اَبُوْ بَكْرٍ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھے دیکھا ابوبکر کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکال لیے لیکن ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے پھر عمر نے اس ڈول کو پکڑ لیا وہ ان کے ہاتھ میں ایک بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں ان جیسا محنتی کوئی شخص نہیں دیکھا۔ انہوں نے بھرپور محنت کے ساتھ کام کیا یہاں تک کہ لوگوں نے سیر ہونے کے بعد اپنے جانوروں کو بٹھادیا۔

ہمام نامی راوی بیان کرتے ہیں' میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک یا دو ڈول نکالے۔

141 - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ النَّرْسِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا اَوْ كَمَا قَالَ قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ ايْمُ اللّٰهِ مَا حَسِبْتُهٗ اِلَّا اِيَّاهُ حَتّٰى

حديث140: اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث:6616' اخرجه مسلم في "صحيحه" رقم الحديث:2393' اخرجه الترمذي في "جامعه" رقم الحديث:2289' اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث:4814' اخرجه النسائي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:7636' اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:16371' اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث:5524' اخرجه الطبراني في "معجمه الكبير" رقم الحديث:10243' اخرجه ابن ابي شيبة في "مصنفه" رقم الحديث:30485

حديث141: اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث:4695' اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث:6915

سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ جِبْرِيْلَ اَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِاَبِيْ عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

✧✧ ابوعثمان بیان کرتے ہیں' مجھے یہ بتایا گیا ہے: حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس موجود تھیں۔ نبی اکرم ﷺ ان کے ساتھ بات چیت کرنے لگے اور پھر وہ اٹھے نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا یہ کون تھا یا اس طرح کا نبی اکرم ﷺ نے جو بھی جملہ ادا کیا۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یہ دحیہ تھے۔ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' اللہ کی قسم! میں نے تو انہیں وہی سمجھا تھا یہاں تک کہ میں نے اللہ کے نبی کو خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ نے جبرائیل کے بارے میں بتایا یا جو بھی آپ نے ارشاد فرمایا۔

راوی کہتے ہیں میں نے ابوعثمان سے دریافت کیا آپ نے یہ روایت کس سے سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَائَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ)

باب **28**: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ''وہ اسے یوں پہنچاتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں سے ایک فریق حق کو چھپاتا ہے حالانکہ ان کو اس کا علم ہوتا ہے''

142 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ الْيَهُوْدَ جَائُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِيْ شَاْنِ الرَّجْمِ فَقَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَاَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهٗ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَجْنَاُ عَلَى الْمَرْاَةِ يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' کچھ یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کے سامنے یہ بات ذکر کی ان میں سے ایک عورت اور ایک مرد نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تم

حدیث142: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1264' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1699' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4446' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:1436' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2557' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:1497' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2321' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:4498' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4434' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:8088' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:7213' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:16709' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:7451' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:137' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:10820' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1856' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:696' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:13332

سنگسار کرنے کے بارے میں توریت میں کیا حکم پاتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہم تو ایسے لوگوں کو رسوا کرتے ہیں اور انہیں کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو توریت میں سنگسار کرنے کا حکم موجود ہے۔ وہ لوگ توریت لے کر آئے اور اسے کھولا ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ رجم سے متعلق آیت پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد والا حصہ پڑھ لیا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تم اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو وہاں سنگسار کرنے کے بارے میں آیت موجود تھی۔ یہودیوں نے کہا انہوں نے سچ کہا ہے اے محمد! اس میں رجم سے متعلق آیت موجود ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت ان دونوں مرد اور عورت کو سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ اس عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے اس کے اوپر گر رہا تھا۔

بَابُ سُؤَالِ الْمُشْرِكِينَ اَنْ يُّرِيَهُمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ايَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ

باب 29: مشرکین کا یہ فرمائش کرنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی نشانی دکھائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں چاند کا دو ٹکڑے ہونا دکھانا

143 - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نَجِيحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِىْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ ہو جاؤ۔

144 - حَدَّثَنِىْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ح و قَالَ لِىْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ ايَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اہل مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائش کی کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایا۔

145 - حَدَّثَنِىْ خَلَفُ بْنُ خَالِدٍ الْقُرَشِىُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ فِىْ زَمَانِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث143: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:3437' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2800' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحديث:2182' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:3583' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6495' اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث:3758' اخرجه النسائی فی " سننه الكبرٰی" رقم الحديث:11552' اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث:2930' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الكبير" رقم الحديث:1559' اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث:295

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

بَابٌ

باب 30: بلاعنوان

146-حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَّمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَّاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهُ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو حضرات آپ کے پاس سے۔ اندھیری رات میں نکلے ان دونوں کے ہمراہ دو چراغوں کی مانند روشنی تھی جو ان کے آگے روشنی کر رہی تھی جب وہ دونوں جدا ہونے لگے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ روشنی ہوگئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

147-حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِى الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِىْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ

✧✧ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میری امت کے لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے یہاں تک کہ جب ان کے پاس اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آئے گا تو اس وقت بھی وہ غالب ہونگے۔

148-حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِىُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنِىْ ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِىْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُمَيْرٌ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ يُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَّهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَّزْعُمُ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَّقُوْلُ وَهُمْ بِالشَّامِ

✧✧ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم کو قائم رکھے گا جو انہیں رسوا کرنے کی کوشش کرے گا وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور جو کوئی ان کی مخالفت کرے گا۔ (وہ بھی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا) یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آجائے گا اور وہ اس وقت اسی عالم میں ہونگے۔

ایک روایت میں معاذ نامی راوی نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں: وہ لوگ شام میں ہونگے۔

حدیث146: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:453' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3007

حدیث147: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3442' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1920' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2433' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:15167' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6819' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:2392' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:17670' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:47' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:228' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:689' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:455

عمیر کہتے ہیں' مالک نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: انہوں نے معاذ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ لوگ شام میں ہوں گے۔

149 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَّشْتَرِىْ لَهُ بِهٖ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهُ بِهٖ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ وَّجَآئَهٗ بِدِيْنَارٍ وَّشَاةٍ فَدَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ فِىْ بَيْعِهٖ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ قَالَ سُفْيَانُ كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ جَآئَنَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْهُ قَالَ سَمِعَهٗ شَبِيبٌ مِّنْ عُرْوَةَ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ شَبِيبٌ اِنِّىْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُخْبِرُوْنَهٗ عَنْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِى الْخَيْلِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ وَقَدْ رَاَيْتُ فِىْ دَارِهٖ سَبْعِيْنَ فَرَسًا قَالَ سُفْيَانُ يَشْتَرِىْ لَهٗ شَاةً كَاَنَّهَا اُضْحِيَّةٌ

✧✧ عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دیا کہ وہ اس کے ذریعے ان کے لیے بکری خریدیں۔ انہوں نے اس کے ذریعے دو بکریاں خریدلیں ان میں سے ایک کو ایک دینار کے عوض میں فروخت کردیا اور پھر ایک دینار اور ایک بکری لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کاروبار میں برکت کی دعا کی اس کے بعد اگر وہ مٹی بھی خریدتے تھے تو انہیں اس میں بھی فائدہ ہوا کرتا تھا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت تک کے لئے گھوڑوں کی پیشانی پر بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کے گھر میں 70 گھوڑے دیکھے۔

سفیان نامی راوی بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو بکری خریدی تھی شاید وہ بڑی عید پر قربان کرنے کے لیے تھی۔

150 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ

حدیث149: اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:3384' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:1258' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2402' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:19375' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:11393' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:412' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:843' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:14831

حدیث150: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2694' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1871' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:1636' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:357' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2787' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:999' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2426' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:4616' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:4669' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:2454' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:4402' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:11394' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2642' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1084' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:2411' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1056' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:841

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گھوڑوں کی پیشانی پر قیامت تک کے لیے بھلائی (رکھ دی گئی) ہے۔

151 - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ گھوڑوں کی پیشانی پر بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

152 - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِىْ لَهُ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَّبَطَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ لَهَا فِىْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ وَّمَا اَصَابَتْ فِىْ طِيَلِهَا مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ اَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَّسْقِيَهَا كَانَ ذٰلِكَ لَهُ حَسَنَاتٍ وَّرَجُلٌ رَّبَطَهَا تَغَنِّيًا وَّسِتْرًا وَّتَعَفُّفًا وَّلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِىْ رِقَابِهَا وَظُهُوْرِهَا فَهِىَ لَهُ كَذٰلِكَ سِتْرٌ وَّرَجُلٌ رَّبَطَهَا فَخْرًا وَّرِيَاءً وَّنِوَاءً لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِىَ وِزْرٌ وَّسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَىَّ فِيْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ)

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں یہ ایک آدمی کے لیے اجر کا باعث ہوئے ہیں۔ ایک شخص کے لیے رکاوٹ کا باعث ہوتے ہیں اور ایک شخص کے لیے گناہ ہوتے ہیں جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس کے لیے یہ اجر ہوتے ہیں جو شخص گھوڑے کو اللہ کی راہ میں باندھتا ہے اور اسے کسی چراگاہ یا باغ میں کھلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس چراگاہ یا باغ میں اپنی رسی سمیت جہاں تک جاتا ہے اس شخص کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اگر وہ اس رسی کو تڑوا کر ایک یا دو ٹیلوں پر چڑھ جاتا ہے تو اس کا لید کرنا بھی اس شخص کے حق میں نیکی ہوتا ہے۔ اور اگر وہ کسی نہر کے پاس سے گزرے اور وہاں سے کچھ پی لے حالانکہ اس شخص نے اسے پانی پلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا یہ بھی اس شخص کے حق میں نیکیاں ہوتی ہیں۔ دوسرا وہ شخص ہے جو اسے خوشحال رہنے کے لیے اور ضرورت کے لیے اور (کسی سے مانگنے) سے بچنے کے لیے باندھتا ہے اور اس کی گردن اور اس کی پشت کے بارے میں اللہ کے حکم کو بھولتا نہیں ہے (یعنی اس کی زکوٰۃ) ادا کرتا ہے تو یہ اس شخص کے لیے اسی طرح رکاوٹ ہونگے اور ایک وہ شخص ہے جو اسے فخر دکھانے' اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھتا ہے یہ گناہ کا باعث ہونگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اس بارے میں مجھ پر صرف یہی جامع اور ایک آیت نازل ہوئی ہے۔

حدیث152: اخرجه البخارى فى "صحيحه" رقم الحديث:2242' اخرجه النسائى فى "سننه" رقم الحديث:3563' اخرجه الامام مالك فى "المؤطا" رقم الحديث:958' اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث:4671' اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:4403' اخرجه البيهقى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:19529

''اور جوشخص ایک ذرّہ (چیونٹی) کے وزن جتنی نیکی کریگاوہ اس کا اجر اور ثواب دیکھ لے گا اور جوشخص ایک ذرّہ (چیونٹی) کے وزن جتنی برائی کریگاوہ اس کا (گناہ) دیکھ لے گا۔

153 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ صَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بُكْرَةً وَّقَدْ خَرَجُوا بِالْمَسَاحِي فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ وَاَحَالُوْا اِلَى الْحِصْنِ يَسْعَوْنَ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں صبح اندھیرے میں پہنچ گئے۔ وہ لوگ اس وقت کدالیں لے کر آ رہے تھے جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بولے محمد اور ان کا لشکر آ گئے ہیں۔ وہ لوگ واپس دوڑتے ہوئے قلعے کی طرف گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اللہ اکبر پڑھا اور کہا خیبر برباد ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو وہ ان لوگوں کے لئے بہت بری صبح ہوتی ہے جنہیں ڈرایا گیا ہو۔

154 - حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي الْفُدَيْكِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَاَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُ فَغَرَفَ بِيَدِهٖ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثًا بَعْدُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث سنتا ہوں لیکن پھر میں انہیں بھول جاتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی چادر کو پھیلاؤ میں نے اسے پھیلایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بظاہر خالی) ہاتھ کے ذریعے اس میں کچھ ڈال دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اسے سینے کے ساتھ لگالو! میں نے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگالیا اس کے بعد میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

بَابُ فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ رَاٰهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ

باب **31**: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے فضائل کا بیان

جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی یا جس مسلمان نے آپ کی زیارت کی وہ آپ کے صحابی شمار ہوں گے

حدیث153 : اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث:905' اخرجه النسائي في "سننه" رقم الحديث:547' اخرجه الامام مالك في "الموطا" رقم الحديث:1003' اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث:12693' اخرجه النسائي في " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:1529' اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:17758' اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث: 2908' اخرجه الطبراني في "معجمه الصغير" رقم الحديث: 538' اخرجه الطبراني في " معجمه الكبير" رقم الحديث:4703' اخرجه الطيالسي في "مسنده" رقم الحديث:2127' اخرجه الحميدي في "مسنده" رقم الحديث:1198

حدیث154 : اخرجه الترمذي في " جامعه" رقم الحديث:3835' اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث:119' اخرجه الطبراني في "معجمه الاوسط" رقم الحديث:811' اخرجه الحميدي في "مسنده" رقم الحديث:1142

155- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيَقُوْلُوْنَ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے: عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب وہ جنگ کے لیے جائیں گے وہ کہیں گے کیا تمہارے درمیان کوئی ایسے صاحب ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہوں تو وہ جواب دینگے جی ہاں تو ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر وہ زمانہ آئے گا جب لوگوں کا ایک گروہ جنگ کے لیے آئے گا۔

تو کہا جائے گا کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے؟ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ رہے ہوں تو وہ جواب دینگے جی ہاں! ان لوگوں کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر وہ زمانہ آئے گا جس میں ان کے گروہ جنگ کے لیے جائیں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا کیا تمہارے درمیان کوئی ایسے صاحب ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے شاگردوں کا زمانہ پایا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے جی ہاں! تو ان لوگوں کو بھی فتح نصیب ہوگی۔

156- حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے: میری امت کا سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ ہے۔ عمران نامی راوی بیان کرتے ہیں' مجھے نہیں

حدیث155: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2740' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11056' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:974' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2532' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4768

حدیث156: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2509' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2533' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4657' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:2221' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2362' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3594' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4328' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:4871' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6031' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:20174' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5103' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:96' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1122' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:2187' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:299' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32416

معلوم کہ آپ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا یا تین کا کیا؟ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اس کے بعد وہ لوگ ہونگے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی نہیں مانگی گئی ہوگی وہ خیانت کریں گے۔ انہیں امین مقرر نہیں کیا جائے گا وہ نذر مانیں گیلیکن اسے پورا نہیں کریں گے اور ان کے درمیان موٹاپا ظاہر ہوگا۔

157 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ قَالَ اِبْرَاهِيمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ وَنَحْنُ صِغَارٌ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں میں سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ ہے پھر وہ لوگ آئیں گے جن میں سے کسی ایک شخص کی گواہی اس کی قسم سے پہلے ہوگی اور اس کی قسم اس کی گواہی سے پہلے ہوگی (یعنی وہ بکثرت جھوٹی قسمیں کھائیں گے اور جھوٹی گواہیاں دیں گے)

ابراہیم نخعی نامی راوی بیان کرتے ہیں' جب ہم چھوٹے ہوا کرتے تھے تو گواہی دینے یا عہد کرنے پر ہماری پٹائی کی جاتی تھی۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَفَضْلِهِمْ مِّنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ التَّيْمِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ) وَقَالَ اللّٰهُ (اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ) اِلٰى قَوْلِهِ (اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ

باب 32: مہاجرین کے مناقب اور فضیلت کا بیان

ان میں سے ایک حضرت ابوبکر' عبداللہ بن ابوقحافہ تیمی رضی اللہ عنہما ہیں

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: غریب مہاجرین کے لیے جنہیں ان کے گھروں اور اموال سے نکال دیا گیا، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی تلاش کرنا چاہتے تھے۔ حالانکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی یہی لوگ سچے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''مگر یہ کہ تم اس کی مدد کرو بے شک اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی مدد کی ہے''۔

یہ اس قول تک ہے ''بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے''۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں تھے۔

158 - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ اشْتَرٰى اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعَازِبٍ مُرِ الْبَرَآءَ فَلْيَحْمِلْ اِلَيَّ رَحْلِيْ فَقَالَ عَازِبٌ لَا

حدیث158: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3419' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2009' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6281' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 116

حَتّٰی تُحَدِّثَنَا كَيْفَ صَنَعْتَ اَنْتَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجْتُمَا مِنْ مَكَّةَ وَالْمُشْرِكُوْنَ يَطْلُبُوْنَكُمْ قَالَ ارْتَحَلْنَا مِنْ مَكَّةَ فَاَحْيَيْنَا اَوْ سَرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰی اَظْهَرْنَا وَقَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ فَرَمَيْتُ بِبَصَرِیْ هَلْ اَرٰی مِنْ ظِلٍّ فَاٰوِیْ اِلَيْهِ فَاِذَا صَخْرَةٌ اَتَيْتُهَا فَنَظَرْتُ بَقِيَّةَ ظِلٍّ لَهَا فَسَوَّيْتُهُ ثُمَّ فَرَشْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ ثُمَّ قُلْتُ لَهُ اضْطَجِعْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اَنْظُرُ مَا حَوْلِیْ هَلْ اَرٰی مِنَ الطَّلَبِ اَحَدًا فَاِذَا اَنَا بِرَاعِی غَنَمٍ يَسُوْقُ غَنَمَهُ اِلَی الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا الَّذِیْ اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ هَلْ فِیْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَهَلْ اَنْتَ حَالِبٌ لَنَا قَالَ نَعَمْ فَاَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ يَنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ يَنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا ضَرَبَ اِحْدٰی كَفَّيْهِ بِالْاُخْرٰی فَحَلَبَ لِیْ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً عَلٰی فَمِهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَی اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهِ اِلَی النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَافَقْتُهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِيْتُ ثُمَّ قُلْتُ قَدْ اٰنَ الرَّحِيْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَلٰی فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُوْنَنَا فَلَمْ يُدْرِكْنَا اَحَدٌ مِّنْهُمْ غَيْرُ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلٰی فَرَسٍ لَهُ فَقُلْتُ هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ (لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا)

✧✧ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (میرے والد) جناب عازب سے ایک پالان تیرہ درہم کے عوض میں خریدا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عازب سے کہا: براء سے کہیے کہ وہ اسے اٹھا کر میرے ساتھ چلے۔ حضرت عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! جب تک آپ ہمیں یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ جب آپ مکہ سے نکلے تھے اور مشرکین آپ کو ڈھونڈ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا: ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور رات بھر اور دن بھر چلتے رہے اور یہاں تک کہ جب ظہر کا وقت ہو گیا۔ تو میں نے تلاش کرنا شروع کیا' کہیں کوئی سایہ نظر آ جائے کہ میں اسکی پناہ میں چلا جاؤں۔ وہاں ایک چٹان نظر آئی میں اس کے پاس آیا۔ میں نے اس کے باقی بچنے والے سائے کا جائزہ لیا۔ میں نے وہاں جگہ درست کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بچھونا بچھایا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ جایئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے پھر میں وہاں سے نکلا اور اپنے آس پاس کا جائزہ لیا۔ مجھے کسی شخص کی تلاش تھی۔ وہاں بکریوں کا ایک چرواہا تھا جو بکریاں لے کر چٹان کی طرف آ رہا تھا۔ وہ بھی سایہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا: تم کس کے غلام ہو؟ اے نوجوان! اس نے قریش کے ایک فرد کا نام لیا جسے میں جانتا تھا۔ میں نے کہا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں، میں نے دریافت کیا: کیا تم دوہ کر ہمیں دو گے؟ وہ بولا: جی ہاں، میری ہدایت کے تحت اس نے اپنی ایک بکری کو الگ کیا میں نے اسے بکری کے تھن سے مٹی صاف کرنے کی ہدایت کی اور پھر اسے اپنی دونوں ہتھیلیاں جھاڑنے کے لئے کہا۔

راوی بیان کرتے ہیں انہوں نے اپنی ایک ہتھیلی دوسری پر مار کر اس طرح کر کے دکھایا۔ پھر اس شخص نے مجھے دودھ کا ایک پیالہ دوہ کر دیا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک برتن رکھا ہوا تھا اس کے منہ پر ایک کپڑا تھا میں نے اس دودھ میں پانی ملایا یہاں تک کہ اس کا نیچے والا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ (یعنی وہ زیادہ ہو گیا) میں اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ اسے نوش فرمائیے، آپ ﷺ نے اسے پی لیا یہاں تک کہ میں راضی ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اب روانگی کا وقت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر ہم روانہ ہوئے لوگ ہمیں ڈھونڈ رہے تھے لیکن کوئی بھی ہم تک پہنچ نہیں سکا تھا۔ صرف سراقہ بن مالک پہنچ گیا جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا میں نے عرض کی: یہ ڈھونڈنے والا شخص ہم تک پہنچ گیا ہے یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ نے فرمایا: تم ڈرو نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

159 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا فِي الْغَارِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَاَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا

✧✧ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی: میں اس وقت غار میں موجود تھا' اگر ان میں سے کوئی ایک شخص اپنے پاؤں کے نیچے دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دو افراد کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے' جن کے ساتھ تیسرا' اللہ تعالیٰ ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُّوا الْاَبْوَابَ اِلَّا بَابَ اَبِي بَكْرٍ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب **33**: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے

"ابوبکر کے (اندر آنے مخصوص) دروازے کے علاوہ (مسجد کے) تمام دروازے بند کر دو"۔

یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

160 - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ فَبَكٰى اَبُو بَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهِ اَنْ يُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرَ وَكَانَ اَبُو بَكْرٍ اَعْلَمَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ اَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابَ اَبِي بَكْرٍ

حدیث159: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3707' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2381' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3096' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6278' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:66' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:31929

حدیث160: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:454' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2382' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3660' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11150' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6594' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:7103' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:13098

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور اپنے پاس موجود نعمتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا تو اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے قرب کو اختیار کرلیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے ہمیں ان کے رونے پر بڑی حیرانگی ہوئی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بندے کا ذکر کیا ہے جسے اختیار دیا گیا ہے، حالانکہ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سے اس بات کو زیادہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مال اور اپنے ساتھ کے اعتبار سے سب سے اچھا سلوک میرے ساتھ ابوبکر نے کیا ہے۔ اگر میں نے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی اور کو خلیل بنانا ہوتا تو میں ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی بھائی چارگی اور محبت تو موجود ہیں۔ مسجد میں موجود ہر دروازہ بند کردیا جائے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مخصوص دروازہ کھلا رہنے دیا جائے۔

بَابُ فَضْلِ اَبِیْ بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 34: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

161 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ اَبَا بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچھ لوگوں کو دوسروں سے بہتر قرار دیا کرتے تھے۔ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے بہتر قرار دیتے تھے۔ پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو' پھر ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو (باقی سب سے بہتر قرار دیتے تھے)

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا قَالَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ

باب 35: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

''اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا'' اس حدیث کو حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

162 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حدیث162: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:455' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2373' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3655' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:93' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2432' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6855' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8102' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:12197' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2584' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:773' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:300' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:113

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر میں نے اپنی امت میں سے کسی ایک کو خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔

163- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّبُوذَكِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ وَقَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُهُ خَلِيلًا وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ مِثْلَهُ

✧✧ ایوب بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر میں نے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو اسے (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو خلیل بناتا لیکن دین اسلام کی بھائی چارگی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

164-حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ أَهْلُ الْكُوفَةِ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْجَدِّ فَقَالَ أَمَّا الَّذِي قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُهُ أَنْزَلَهُ أَبًا يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ

✧✧ عبداللہ بن ابوملیکہ بیان کرتے ہیں' اہل کوفہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو دادا کی (وراثت) کے بارے میں لکھا تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اگر میں نے اس امت میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو اسے (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو بناتا اور انہوں (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) نے اسے باپ کا قائم مقام قرار دیا ہے۔

باب

باب 36: بلاعنوان

165- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ قَالَتْ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تَقُولُ الْمَوْتَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ

✧✧ محمد بن جبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی' تم دوبارہ آنا۔ اس خاتون نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے' اگر میں آئی اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا؟ وہ عورت یہ کہنا چاہتی تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہو تو میں کیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس آجانا۔

حدیث164: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6357' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3385' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:12197'

حدیث165: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6927' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3676' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6656' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:16366' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1557' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:944

166-حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ اَبِي الطَّيِّبِ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ مُجَالِدٍ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَّامْرَاَتَانِ وَاَبُوْ بَكْرٍ

✧✧ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ غلام' دوخواتین اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے (جو آپ پر ایمان لائے تھے)۔

167-حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَائِذِ اللّٰهِ اَبِي اِدْرِيسَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ حَتّٰى اَبْدٰى عَنْ رُكْبَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اِنِّي كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُهٗ اَنْ يَغْفِرَ لِي فَاَبٰى عَلَيَّ فَاَقْبَلْتُ اِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰى مَنْزِلَ اَبِي بَكْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالُوْا لَا فَاَتٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ حَتّٰى اَشْفَقَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي اِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْا لِي صَاحِبِي مَرَّتَيْنِ فَمَا اُوْذِيَ بَعْدَهَا

✧✧ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اپنے تہہ بند کا ایک کنارا تھام رکھا تھا اور ان کا گھٹنا ظاہر ہو رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ساتھی کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا اور بتایا: میرے اور ابن خطاب کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ زیادتی کی پھر مجھے افسوس ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے معاف کر دیں تو انہوں نے انکار کر دیا اب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ندامت کا شکار ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے ان کے بارے میں دریافت کیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہاں ہیں؟ گھر والوں نے بتایا: وہ یہاں نہیں ہیں پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ سرخ ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خوف زدہ ہوئے انہوں نے اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کی' یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ کی قسم! میں نے زیادتی کی تھی' انہوں نے یہ بات دو دفعہ بیان کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا' تم سب نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ صرف ابوبکر نے کہا: یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس نے اپنی ذات اور اپنے مال کے ذریعے میری بھرپور مدد کی تو کیا تم میرے ساتھی کی اس خوبی کو بھلا دو گے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔

حدیث166: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3644' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:5682' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:12873

حدیث167: اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:20884

(راوی بیان کرتے ہیں) اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں دی گئی۔

168- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ خَالِدُ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهٗ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السُّلَاسِلِ فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اَىُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَآئِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ فَقَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا

✧✧ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "ذات سلاسل" کے لشکر کا امیر مقرر کیا' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! میں نے دریافت کیا' مردوں میں سے کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کے والد! میں نے عرض کی: پھر ان کے بعد کون ہے تو آپ نے فرمایا: عمر بن خطاب۔

پھر اس کے بعد انہوں نے کچھ افراد کا درجہ بدرجہ ذکر کیا۔

169- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا رَاعٍ فِىْ غَنَمِهٖ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِىْ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِىْ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوْقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا فَالْتَفَتَتْ اِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَتْ اِنِّىْ لَمْ اُخْلَقْ لِهٰذَا وَلٰكِنِّىْ خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ قَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّىْ اُوْمِنُ بِذٰلِكَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک مرتبہ ایک چرواہا اپنی بکریوں میں موجود تھا ایک بھیڑیا اس کے پاس آیا اور اس نے ایک بکری کو پکڑ لیا۔ وہ چرواہا اس کے پیچھے گیا تو اس بھیڑیے نے اس کی طرف پیچھے مڑ کر کہا' "یوم سبع" کے دن اسے کون بچائے گا؟ جب اس کا نگران صرف میں ہوں گا۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص بیل لے کر جا رہا تھا وہ اس پر سوار ہوا تو اس نے اس کی طرف متوجہ ہو کر بات کرتے ہوئے کہا مجھے اس مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ مجھے کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حدیث168: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4100' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2384' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3885' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:101' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:17844' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4540' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6741' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8106' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:12879' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:7345' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:113

حدیث169: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3487' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3695' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:8049' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6494' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:8444' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:360' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:902

فرمایا: میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں اور اس پر ابوبکر اور عمر بن خطاب بھی یقین رکھتے ہیں۔

170- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِي عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں ایک مرتبہ سویا ہوا تھا میں نے خود کو کنوئیں کے پاس دیکھا اس میں ایک ڈول تھا میں نے اس میں سے اتنا پانی نکالا جو اللہ نے چاہا پھر ابن ابی قحافہ نے اسے پکڑ لیا۔ انہوں نے اس میں سے ایک یا دو ڈول نکالے اس کے ڈول نکالنے میں کچھ کمزوری تھی اللہ ان کی کمزوری کی مغفرت کرے، پھر وہ ڈول ایک بڑا ڈول بن گیا پھر اسے ابن خطاب نے پکڑ لیا میں نے اس جیسا محنتی کوئی شخص نہیں دیکھا۔ جو عمر کی طرح پانی کا ڈول نکال سکتا' یہاں تک کہ سب لوگ سیراب ہو گئے۔

171- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ اَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِي يَسْتَرْخِي اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ قَالَ مُوْسٰى فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَذَكَرَ عَبْدُاللّٰهِ مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ قَالَ لَمْ اَسْمَعْهُ ذَكَرَ اِلَّا ثَوْبَهُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے کپڑے کو تکبر کے طور پر لٹکا کر چلے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے کپڑے کا ایک سرا لٹک جاتا ہے لیکن میں اس کا دھیان رکھوں تو ہی بچ سکتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تکبر کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے۔

موسیٰ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تہبند لٹکانے کا بھی ذکر کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں! میں نے انہیں صرف کپڑا لٹکانے کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے۔

172- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْاَشْيَاءِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

حدیث170: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:7037' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2392' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6898' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:8222

حدیث171: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5447' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2085' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4085' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5335' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3576' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:5351' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5444' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:9721' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:3132' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:13174

دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ يَعْنِي الْجَنَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ وَبَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَّا عَلٰى هٰذَا الَّذِي يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ وَّقَالَ هَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا اَحَدٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا اَبَا بَكْرٍ

◇◇ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص کسی بھی چیز کا ایک جوڑا اللہ کی راہ میں دے گا اسے جنت کے کسی بھی دروازے سے بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ بہتر ہے' جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز والے دروازے سے بلایا جائے گا جو شخص جہاد کرنے والا ہوگا اسے جہاد کرنیوالے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو شخص صدقہ کرنے والا ہوگا اسے صدقے والے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ دار ہوگا اسے روزے والے دروازے سے بلایا جائے گا۔ یعنی ''ریان'' نامی دروازے سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ایسے شخص کو کوئی نقصان نہیں ہونا چاہئے جسے تمام دروازوں سے بلایا جائے۔ انہوں نے دریافت کیا: کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے' تم ان میں سے ایک ہوگے اے ابوبکر!

173 - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَاَبُوْ بَكْرٍ بِالسُّنْحِ قَالَ اِسْمَاعِيلُ يَعْنِي بِالْعَالِيَةِ فَقَامَ عُمَرُ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي اِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ فَلَيَقْطَعَنَّ اَيْدِي رِجَالٍ وَّاَرْجُلَهُمْ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ قَالَ بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا وَّالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَا يُذِيقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ اَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ اَيُّهَا الْحَالِفُ عَلٰى رِسْلِكَ فَلَمَّا تَكَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ فَحَمِدَ اللّٰهَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ وَقَالَ (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ) وَقَالَ (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ) قَالَ فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ قَالَ وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَقَالُوْا مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ

حدیث172: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1798' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1027' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3674' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:2238' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7621' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3418' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:2480' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:2219' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:18344' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1366' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1645

حدیث173: اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:16313

فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَأَسْكَتَهُ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ وَاللّٰهِ مَا أَرَدْتُ بِذٰلِكَ إِلَّا أَنِّي قَدْ هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِي خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْلُغَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِي كَلَامِهِ نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَا وَلٰكِنَّا الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَأَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا فَبَايِعُوا عُمَرَ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَالَ عُمَرُ بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَ قَائِلٌ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقَالَ عُمَرُ قَتَلَهُ اللّٰهُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيثَ قَالَتْ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُو بَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰى وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوا بِهِ يَتْلُونَ (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) إِلٰى (الشَّاكِرِينَ)

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، بیان کرتی ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت ''سخ'' کے مقام پر تھے راوی بیان کرتے ہیں' یہ مدینہ کا زیریں حصہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بولے: اللہ کی قسم! اللہ کے رسول فوت نہیں ہوئے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں صرف یہ بات تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور بولے: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی اور موت دونوں حالت میں پاکیزہ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی دو مرتبہ موت کا ذائقہ نہیں چکھائے گا۔ پھر وہ باہر نکلے اور بولے: اے قسم اٹھانے والے شخص! اپنی جگہ ٹھہرے رہو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بولنا شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور بولے: جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

''بے شک تم بھی مر جاؤ گے اور وہ بھی مر جائیں گے''۔ پھر یہ آیت پڑھی۔

''محمد صرف رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزرے ہیں اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم ایڑھیوں کے بل گھوم جاؤ گے اور جو شخص ایڑھیوں کے بل گھوم جائے گا اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا عنقریب اللہ شکر کرنیوالوں کو بدلہ دے گا''۔ (یہ سن کر) لوگوں نے بے قابو ہو کر رونا شروع کر دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' انصار' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ''سقیفہ بنو ساعدہ'' میں حاضر ہوئے اور بولے: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر آپ میں سے ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ان کے

پاس گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولنے لگے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش کروا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے اس وقت بولنے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کیوں کہ میں نے اپنے ذہن میں ایک مضمون بنالیا تھا اور مجھے یہ اندیشہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے ادا نہیں کرسکیں گے۔ پھر حضرت ابوبکر بولنے لگے اور انہوں نے سب سے بہترین انداز میں بات چیت کی انہوں نے اپنے کلام میں یہ بات کہی کہ ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہو گے۔

حباب بن المنذر بولے نہیں! اللہ کی قسم! ہم ایسا نہیں کرینگے ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک آپ میں سے ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بولے: نہیں! ہم امیر ہوں گے اور تم لوگ وزیر ہو گے۔ کیوں کہ یہ لوگ (یعنی قریش) رہائش کے اعتبار سے عرب کے درمیان میں رہتے ہیں۔ نسل کے اعتبار سے خالص عرب ہیں تم لوگ ''عمر'' یا ''ابوعبیدہ'' میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: نہیں! بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے کیونکہ آپ ہمارے سردار ہیں اور آپ ہم میں سے بہتر ہیں اور ہم سب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو لوگوں نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ایک شخص بولا آپ لوگوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ تعالیٰ نے اس کو قتل کیا ہے۔

قاسم روایت کرتے ہیں، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اوپر کی طرف تھی پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا: میں رفیق اعلیٰ کو ترجیح دیتا ہوں، میں رفیق اعلیٰ کو ترجیح دیتا ہوں۔

اس کے بعد ایک مکمل حدیث ہے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ان دونوں حضرات کے خطبے نے لوگوں کو بہت فائدہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ڈرایا جن لوگوں میں جو نفاق تھا اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ہدایت کی رہنمائی کی اور انہیں حق کا راستہ دکھایا جس پر وہ گامزن تھے۔ تو وہ لوگ یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے باہر آئے۔

''محمد صرف رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں''۔ یہ آیت الشاکرین تک ہے۔

174 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ اَبِىْ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَعْلٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِىْ اَىُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ وَخَشِيْتُ اَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

✧✧ محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے کہا: اللہ کے رسول کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر، میں نے کہا: پھر ان کے بعد کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (محمد بن حنفیہ کہتے ہیں) مجھے یہی ڈر ہوا کہ کہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیں، میں نے کہا: پھر آپ ہوں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں میں تو مسلمانوں کا ایک عام فرد تھا۔

175- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَاَتَى النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَآئِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِيْ وَقَالَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَآءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ہم لوگ نبی کے ہمراہ ایک سفر میں شریک ہوئے جب ہم ''بیداء'' یا شاید ''ذات الجیش'' کے مقام پر پہنچے تو میرا ہار گم ہوگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تلاش میں قافلے کو وہیں پر ٹھہرا دیا۔ لوگ آپ کے ہمراہ ٹھہر گئے نہ آس پاس کہیں پانی موجود تھا اور نہ لوگوں کے پاس پانی موجود تھا۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: آپ نے دیکھا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرا دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں کو بھی ٹھہرا دیا ہے حالانکہ نہ آس پاس پانی موجود ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی موجود ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے زانوں پر سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: تم نے اللہ کے رسول اور لوگوں کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ آس پاس بھی پانی موجود نہیں ہے اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انہوں نے مجھے جھڑکا اور جو اللہ کو منظور تھا وہ کہا وہ میرے پہلو میں مارتے بھی رہے لیکن میں نے حرکت اس لئے نہیں کی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے زانوں پر سر رکھ کر سو رہے تھے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور پانی موجود نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم سے متعلق آیت نازل کی تو سب لوگوں نے تیمّم کیا' اسید بن حضیر بولے! اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جس اونٹ پر میں موجود تھی جب اسے اٹھایا گیا تو ہم نے ہار اس کے نیچے پالیا۔

حدیث175 : اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:327' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:367' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 317' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 310' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:120' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:746' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24344' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1300' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:261' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:299' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:934' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:129' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:966' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:165' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:880

176 - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِيْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ تَابَعَهُ جَرِيْرٌ وَّعَبْدُاللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَمُحَاضِرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ

✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے اصحاب کو برا نہ کہو تم میں سے اگر کوئی ایک شخص ''اُحد'' پہاڑ جتنا سونا خرچ کرے تو یہ ان میں سے کسی ایک کے ایک مد بلکہ نصف کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

177 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ اَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ اَبِیْ نَمِرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ اَنَّهُ تَوَضَّاَ فِیْ بَيْتِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَقُلْتُ لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَكُوْنَنَّ مَعَهُ يَوْمِیْ هٰذَا قَالَ فَجَآءَ الْمَسْجِدَ فَسَاَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا خَرَجَ وَوَجَّهَ هَا هُنَا فَخَرَجْتُ عَلٰى اِثْرِهٖ اَسْاَلُ عَنْهُ حَتّٰى دَخَلَ بِئْرَ اَرِيْسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيْدٍ حَتّٰى قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهٗ فَتَوَضَّاَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى بِئْرِ اَرِيْسٍ وَّتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِی الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَّسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِیْ بَكْرٍ ادْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَّمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ فِی الْقُفِّ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِی الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِیْ يَتَوَضَّاُ وَيَلْحَقُنِیْ فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يُرِيْدُ اَخَاهُ يَاْتِ بِهٖ فَاِذَا اِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ فَقُلْتُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْقُفِّ عَنْ يَّسَارِهٖ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِی الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَّاْتِ بِهٖ فَجَآءَ اِنْسَانٌ يُّحَرِّكُ

حدیث176: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2540' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4658' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3861' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:161' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11094' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6994' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8308' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:20696' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1087' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:982' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:687' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2183

حدیث177: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2403' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3710' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:6548' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6911' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3958

الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ فَجِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ لَهُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ وِجَاهَهٗ مِنَ الشَّقِّ الْاٰخَرِ قَالَ شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَاَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور پھر نکلے وہ فرماتے ہیں: میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا اور آج کا دن آپ کے ساتھ گزاروں گا وہ بیان کرتے ہیں' وہ مسجد آئے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے انہیں بتایا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تشریف لے گئے ہیں۔ انہوں نے اس طرف کا رخ کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا تا کہ آپ کو ڈھونڈ لوں یہاں تک کہ ''اریس'' نامی کنویں (کے باغ) میں داخل ہوئے میں اس کے دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ اسکا باہر والا دروازہ لکڑی کا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ضرورت پوری کی پھر وضو کیا اور وہاں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کنویں کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے آپ اس کے چبوترے پر بیٹھے اور اپنی پنڈلی سے کپڑا ہٹا کر اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا لئے' میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پھر واپس آیا اور دروازے کے پاس بیٹھ گیا میں نے سوچا کہ میں آج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان کے فرائض سرانجام دوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے کہا: ابوبکر۔ میں نے کہا: آپ یہاں ٹھہریے! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حضرت ابوبکر آئے ہیں اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اجازت دو اور اسے جنت کی خوش خبری دو! میں واپس آیا اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اندر تشریف لے آئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف منڈیر پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا لئے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائے ہوئے تھے اور انہوں نے بھی اپنی پنڈلی سے کپڑا ہٹا دیا پھر میں واپس آیا اور بیٹھ گیا۔ میں اپنے بھائی کو گھر میں وضو کرتا چھوڑ کر آیا تھا اس نے آ کر مجھ سے ملنا تھا میں نے سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بھلائی کا ارادہ کیا تو اسے بھی لے آئے گا، (یعنی انہوں نے اپنے بھائی کے بارے میں یہ بات کہی) اسی دوران کسی نے دروازے کو حرکت دی میں نے دریافت کیا: کون ہے؟ اس نے جواب دیا: عمر بن خطاب' میں نے کہا: آپ ٹھہریے! پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: عمر بن خطاب اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اجازت دو اور اسے جنت کی خوشخبری دو! میں آیا اور میں نے کہا: اندر آ جائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ وہ اندر آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف منڈیر پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی اپنے پاؤں منڈیر میں لٹکا دیئے پھر میں واپس آیا اور بیٹھ گیا پھر میں نے سوچا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص (یعنی میرے بھائی) کے لئے بھلائی کا ارادہ کیا تو اسے لے آئے گا۔ پھر ایک شخص آیا اس نے دروازے کو حرکت دی میں نے دریافت کیا: کون؟ تو اس نے جواب دیا: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں نے کہا: آپ یہاں ٹھہریے، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اندر آنے دو اور اسے جنت کی خوشخبری دو۔

ایک آزمائش کے نتیجے میں جس کا اسے سامنا کرنا پڑے گا' میں ان کے پاس آیا اوران سے کہا: آپ اندر تشریف لے جائیں۔ اللہ کے حبیب آپ کو جنت کی خوشخبری دے رہے ہیں، لیکن آپ کو ایک آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا وہ اندر آئے انہوں نے دیکھا' منڈیر بھر چکی ہے تو وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے۔

سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: میں نے اس کی تاویل یوں کی ہے' ان حضرات کی قبریں بھی اس طرح ہوں گی۔

178- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَّاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ''احد'' پہاڑ پر چڑھے وہ کانپنے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اُحد'' ٹھہرے رہو! تم پر اللہ کا نبی' ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

179- حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا اَنَا عَلٰى بِئْرٍ اَنْزِعُ مِنْهَا جَائَنِي اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَاَخَذَ اَبُوْ بَكْرٍ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَّدِ اَبِيْ بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِيْ يَدِهِ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهُ فَنَزَعَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ قَالَ وَهْبٌ الْعَطَنُ مَبْرَكُ الْاِبِلِ يَقُوْلُ حَتّٰى رَوِيَتِ الْاِبِلُ فَاَنَاخَتْ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (خواب میں) میں ایک کنویں پر آیا میں نے اس میں سے کچھ پانی نکالا پھر ابوبکر اور عمر آئے ابوبکر نے ڈول پکڑا انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے پھر ابن خطاب نے ابوبکر کے ہاتھوں سے اسے پکڑ لیا تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو عمر کی طرح بہترین طریقے سے پانی نکال رہا ہو۔ انہوں نے پانی نکالا یہاں تک کہ سب لوگ سیراب ہو گئے۔ (انہوں نے اپنے جانوروں کو بھی سیراب کر دیا)

وہب بیان کرتے ہیں' ''العطن'' کا مطلب اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ ہے عرب یہ کہتے ہیں: حَتّٰى رَوِيَتِ الْاِبِلُ فَاَنَاخَتْ یہاں تک کہ اونٹ سیراب ہو گیا اور بیٹھ گیا۔

180- حَدَّثَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحُسَيْنِ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنِّيْ لَوَاقِفٌ فِيْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ

حدیث178: اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحديث: 3697

حدیث179: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحديث: 6616' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 5859

حدیث180: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحديث: 2389' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث: 898' اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 4427

عَلٰی سَرِیْرِہٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ یَقُوْلُ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ لِاَنِّیْ کَثِیْرًا مَا کُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُنْتُ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ فَاِنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں کچھ لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا تھا وہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کر رہے تھے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کی میت) کو تخت پر لٹایا جا چکا تھا۔ ایک شخص میرے پیچھے آیا اس نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور بولا: اللہ آپ پر رحم کرے مجھے یہ امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دو ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے ''میں ابوبکر اور عمر تھے'' میں ''ابوبکر اور عمر گئے'' اب مجھے امید ہے' اللہ تعالیٰ اب بھی آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب تھے۔

181 - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ یَزِیْدَ الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ عَنْ یَّحْیٰی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو عَنْ اَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِکُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ عُقْبَةَ بْنَ اَبِیْ مُعَیْطٍ جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَوَضَعَ رِدَائَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِیْدًا فَجَآءَ اَبُوْ بَکْرٍ حَتّٰی دَفَعَهٗ عَنْهُ فَقَالَ (اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآئَکُمْ بِالْبَیِّنَاتِ مِنْ رَّبِّکُمْ)

✧✧ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اس بدترین سلوک کے بارے میں دریافت کیا: جو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا تو انہوں نے بتایا: انہوں نے عقبہ بن ابومعیط کو دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے چادر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گردن مبارک میں ڈال کر اسے زوردار طریقے سے کھینچا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پرے کرتے ہوئے بولے کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ جو یہ کہتا ہے' میرا پروردگار اللہ ہے وہ شخص تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح نشانیاں لے کر آیا ہے۔

ابتدائی زندگی

واقعہ فیل کے تین برس بعد آپ کی مکہ میں ولادت ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کا نام پہلے عبدالکعبہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر عبداللہ رکھا، آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔

حدیث181: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3475' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1794' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3722' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6570' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:785' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8668' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:325

آپ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا نام عثمان بن ابی قحافہ اور والدہ کا نام ام الخیر سلمٰی تھا۔ آپ کا خاندانی پیشہ تجارت اور کاروبار تھا۔ مکہ میں آپ کے خاندان کو نہایت معزز مانا جاتا تھا۔ کتب سیرت اور اسلامی تاریخ کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعثت سے قبل ہی آپ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دوسرے کے پاس آمد ورفت، نشست و برخاست، ہر اہم معاملات پر صلاح ومشورہ روز کا معمول تھا۔ مزاج میں یکسانیت کے باعث باہمی انس ومحبت کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ بعثت کے اعلان کے بعد آپ نے بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ایمان لانے کے بعد آپ نے اپنے مال ودولت کو خرچ کر کے مؤذن رسول حضرت بلال سمیت بے شمار ایسے غلاموں کو آزاد کیا جن کو ان کے ظالم آقاؤں کی جانب سے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں سخت ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا تھا۔ آپ کی دعوت پر ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ ایمان لائے جن کو بعد میں دربار رسالت سے عشرہ مبشرہ کی نوید عطا ہوئی۔

سالار نقشبندیہ

سلسلہ نقشبندیہ کے اقرب طرق یعنی خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا سب سے نزدیکی راستہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا وسیلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ ظاہر ہے وسیلہ جس قدر قوی ہوگا راستہ اتنی ہی جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔

ارادہ ہجرت

جب قریش مکہ کے مظالم اپنی انتہا کو چھونے لگے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دے دی۔ اہل ایمان کی بڑی تعداد نے اس پر لبیک کہا اور حبشہ کی جانب ہجرت کرنا شروع کردی۔ اس موقع پر آپ بھی حکم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے حبشہ کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ تاہم اہلیان مکہ میں آپ کی عزت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے سفر کا کچھ ہی حصہ طے کیا تھا کہ کفار مکہ کے ایک طاقتور سردار ابن دغنہ سے برداشت نہ ہوسکا۔ اس نے باوجود ایمان نہ لانے کے آپ کو روک لیا اور اپنی حمایت اور پناہ پیش کردی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان ہوجانے کے باوجود آپ کی مکہ میں کس قدر عزت ومنزلت تھی۔

القاب وخطاب

صدیق اور عتیق آپ کے خطاب ہیں جو آپ کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوئے۔ آپ کو دو موقعوں پر صدیق کا خطاب عطا ہوا۔ اول جب آپ نے نبوت کی بلا جھجک تصدیق کی اور دوسری بار جب آپ نے واقعہ معراج کی بلا تامل تصدیق کی۔ اس روز سے آپ کو صدیق اکبر کہا جانے لگا۔

مدینہ ہجرت

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کا حکم دیا تو آپ کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمسفر بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس سفر میں آپ نے تمام مواقعوں بالخصوص غار ثور میں قیام کے دوران حق دوستی ادا کر دیا۔ آپ کو اس سفر ہجرت کے حوالے سے میں "ثانی اثنین" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ (سورۃ توبہ 40)

ایثار وسخاوت

آپ کو بدر، احد، خندق، تبوک، حدیبیہ، بنی نضیر، بنی مصطلق، حنین، خیبر، فتح مکہ سمیت تمام غزوات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا۔ غزوہ تبوک میں آپ نے جو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ مثال قائم کی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس غزوہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب پر تمام صاحب استطاعت صحابہ نے دل کھول کر لشکر اسلامی کی امداد کی مگر ابوبکر نے ان سب پر اس طرح سبقت حاصل کی کہ آپ اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اے ابوبکر! گھر والوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے"؟ تو آپ نے عرض کی" گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کافی ہے"۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس   صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حیات طیبہ میں امامت

حیات طیبہ کے آخری ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازوں کی امامت کا حکم دیا۔ آپ نے مسجد نبوی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مصلائے رسول پر 17 نمازوں کی امامت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اقدام آپ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ تھا۔ ایک دفعہ نماز کے اوقات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ سے باہر تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی امامت کا کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کرواتا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پسند کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کی امامت کرے۔ یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتماد کا اظہار تھا کہ آپ ہی مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ہوں گے چنانچہ آپ پہلے خلیفہ مسلمین منتخب ہوئے۔ حوالہ درکار؟

اول امیر المومنین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام کے مشورے سے آپ کو جانشین رسول مقرر کیا گیا۔ آپ کی تقرری امت مسلمہ کا پہلا اجماع کہلاتی ہے۔ بار خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے پہلا خطبہ دیا۔

میں آپ لوگوں پر خلیفہ بنایا گیا ہوں حالانکہ میں نہیں سمجھتا کہ میں آپ سب سے بہتر ہوں۔ اس ذات پاک کی قسم! جس کے

قبضے میں میری جان ہے، میں نے یہ منصب و امارت اپنی رغبت اور خواہش سے نہیں لیا، نہ میں یہ چاہتا تھا کہ کسی دوسرے کے بجائے یہ منصب مجھے ملے، نہ کبھی میں نے اللہ رب العزت سے اس کے لئے دعا کی اور نہ ہی میرے دل میں کبھی اس (منصب) کے لئے حرص پیدا ہوئی۔ میں نے تو اس کو بادل نخواستہ اس لئے قبول کیا ہے کہ مجھے مسلمانوں میں اختلاف اور عرب میں فتنہ ارتداد بر پا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ میرے لئے اس منصب میں کوئی راحت نہیں بلکہ یہ ایک بار عظیم ہے جو مجھ پر ڈال دیا گیا ہے۔ جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں سوائے اس کے اللہ میری مدد فرمائے۔ اب اگر میں صحیح راہ پر چلوں تو آپ سب میری مدد کیجئے اور اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح کیجئے۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت، تمہارے درمیان جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اس کو دلواؤں۔ اور جو تم میں قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی قوم نے فی سبیل اللہ جہاد کو فراموش کر دیا ہو اور پھر اللہ نے اس پر ذلت مسلط نہ کی ہو، اور نہ ہی کبھی ایسا ہوا کہ کسی قوم میں فحاشی کا غلبہ ہوا ہو اور اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا نہ کرے۔ میری اس وقت تک اطاعت کرنا جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر چلوں اور اگر میں اس سے روگردانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔

(طبری۔ ابن ہشام)

طرز حکمرانی

امیر المومنین منتخب ہونے کے اگلے روز آپ نے قصد کیا کہ آپ اپنی تجارتی سرگرمیوں کا آغاز کریں تا کہ معاشی معاملات کو انجام دیا جا سکے۔ راستے میں حضرت عمر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا "یا امیر المومنین! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا "تجارت کی غرض سے بازار کی طرف جا رہا تھا"۔ حضرت عمر نے فرمایا "اب آپ امیر المومنین ہیں"، "تجارت اور مسلمانوں کے باہمی معاملات ایک ساتھ کیسے چلیں گے؟"۔ آپ نے فرمایا "بات تو آپ (عمر) کی درست ہے مگر اہل و عیال کی ضروریات کیسے پوری کی جائیں گی؟"۔ حضرت عمر نے عرض کیا "آیئے حضرت ابو عبیدہ کے پاس چلتے ہیں اور ان سے مشورہ کرتے ہیں۔ (واضح رہے کہ حضرت ابو عبیدہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کا امین مقرر کیا تھا اسی لئے بیت المال کی نگرانی بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔) حضرات شیخین، امین الامت کے پاس پہنچے اور صورتحال ان کے سامنے رکھ دی۔ امین الامت نے فرمایا "اب ابو بکر مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ مسلمانوں کے مسائل اور معاملات کے ذمہ دار ہیں۔ خلافت کے معاملات کو نبٹانے کے لئے طویل وقت اور سخت محنت درکار ہوتی ہے۔ اگر خلیفہ تجارت کریں گے تو رعایا کا حق ادا نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا ان کی اور ان کے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دینا چاہیے۔ اب سوال یہ تھا کہ وظیفہ کی مقدار کتنی ہو؟ اس موقع پر حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ "جتنا مدینے کے کسی ایک مزدور کی آمدنی ہوتی ہے اتنا کافی رہے گا"۔ عرض ہوا کہ اتنے کم سے تو آپ کا گزارہ نہیں ہو سکے گا" آپ نے فرمایا "اگر اس سے ایک عام آدمی کے گھر کا گزارہ ہو سکتا ہے تو خلیفہ کا بھی ہونا چاہیے۔ اگر نہیں ہو سکتا تو اس کا مطلب ہے کہ ایک عام مزدور کس طرح گزارہ کرتا ہوگا"۔ چنانچہ خلافت اسلامی کے اس پہلے تاجدار کا وظیفہ ایک عام مزدور کے مساوی مقرر رہا۔

بعدازاں آپ نے اس قلیل رقم میں مزید کمی کروادی۔ واقعہ یوں ہے کہ آپ کو میٹھا مرغوب تھا۔ اب روز جو مقدار بیت المال سے عطا ہوتی اس میں ہی گزارہ کرنا دشوار تھا چہ جائیکہ میٹھا کہاں سے آتا؟ آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ کیا کہ روز جو آٹا بیت المال سے آتا تھا اس میں سے چٹکی چٹکی جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب اس کی مقدار زیادہ ہوگئی تو ایک روز میٹھا تیار کر کے دسترخوان پر رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا "یہ کہاں سے آیا؟"۔ زوجہ محترمہ نے عرض کیا" گھر میں بنایا ہے" آپ نے فرمایا" جو مقدار ہم کو روزانہ ملتی ہے اس میں تو اس کی تیاری ممکن نہیں؟"۔ زوجہ محترمہ نے سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا" اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم کو اتنی مقدار (جو روز کفایت کی گئی) ہم کو روزانہ زیادہ ملتی ہے اس سے کم میں بھی گزارہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کو بیت المال میں داخل کروا دیا جائے اور آئندہ سے روزانہ ملنے والے وظیفے سے یہ مقدار کم کردی جائے"۔

یہ ایک تاریخ ساز حقیقت ہے کہ خلیفہ المسلمین، جانشین پیغمبر حضرت ابوبکر صدیق نے خلافت کا منصب و ذمہ داری سنبھالتے ہی پہلے روز اپنے خطبے میں جس منشور کا اعلان فرمایا پورے دور خلافت میں اس کے ہر حرف کی مکمل پاسداری کی۔ آپ کی دینی و مذہبی خدمات تاریخ اسلام کا روشن باب ہیں۔ مغربی مورخین (جو عموماً تاریخ اسلام کے واقعات بیان کرنے میں تعصب اور جانبداری سے کام لیتے آئے ہیں) عہد صدیقی کی کچھ ان الفاظ میں تشریح کرتے ہیں۔ "حضرت ابوبکر کا دور گو کہ نہایت مختصر تھا مگر خود اسلام، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور کا اتنا احسان مند نہیں جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

جیش اسامہ کی روانگی

اس لشکر کی تشکیل رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد مبارکہ میں ہی کردی تھی تاہم آپ کے وصال کے بعد ریاست الاسلامی کو درپیش اندرونی و بیرونی خطرات کے پیش نظر صحابہ کرام کی اکثریت اس لشکر کی فوری روانگی کے حق میں نہیں تھی۔ اس موقع پر آپ نے موقف اختیار کیا کہ اس لشکر کی تشکیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود فرمائی ہے اس لئے اس کی روانگی میں کسی قسم کی تاخیر مناسب نہیں۔ اس لشکر نے زبردست کامیابیاں حاصل کیں اور فتوحات شام کا دروازہ کھول دیا۔

فتنہ منکرین زکوۃ

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد سب سے پہلے جس فتنہ نے سر اٹھایا وہ منکرین زکوۃ کا تھا۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ ان منکرین کے خلاف جہاد کیا جائے گا کیونکہ یہ غریبوں کو ان کا حق نہیں دیتے۔ آپ نے اعلان کیا کہ تمام انسانوں کی ضروریات یکساں ہیں اس لئے سب کو یکساں معاوضہ دیا جائے اور ان کی ضروریات بیت المال سے پوری کی جائیں۔

انسداد فتنہ ارتداد

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور کے شروع میں فتنہ ارتداد زوروں پر تھا لیکن صدیق اکبر کی مستقل مزاجی اور صبر سے اسلام پر خطرناک ترین دور بخیر و عافیت ان کی موجودگی میں ختم ہوا اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ یقینی بنایا گیا۔ آپ نے اس فتنہ کے انسداد کی مہم پر حضرت خالد بن ولید کو مامور کیا جنہوں نے کئی مرتدین بشمول مدعی باطل طلحہ اور مسیلمہ کذاب جیسے خطرناک عناصر کا مکمل خاتمہ کر دیا۔

تسخیر عراق وشام

آپ نے مملکت اسلامیہ کے دونوں جانب موجود اس وقت کی بڑی طاقتوں کو للکارا۔ ایک جانب شام پر تسخیر کی خاطر پہلے حضرت اسامہ بن زید کے لشکر کو شام روانہ کیا جس نے قیصر روم کی افواج کو شکست فاش دے کر شام کی فتوحات کا آغاز کیا۔ بعد ازاں حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح اور یزید بن ابوسفیان کی قیادت میں لشکر کشی جاری رہی یہاں تک کہ یہ جنگی لحاظ سے اہم ترین صوبہ قیصر روم کے اقتدار سے نکل کر اسلامی خلافت کا حصہ بن گیا۔

دوسری جانب حضرت خالد بن ولید اور حضرت مثنی بن حارثہ جیسے مایہ ناز جرنیلوں کے زیر قیادت فوجیں روانہ کر کے شاہ کسریٰ کے اقتدار پر زبردست ضرب لگائی۔

تدوین قرآن

عہد خلافت میں آپ کے زریں کارناموں میں ایک قرآن پاک کو یکجا کر کے ایک مصحف کی تشکیل کرنا ہے۔

اس کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ عربوں میں سٹوریج کی قوت کو نہایت اہمیت حاصل تھی۔ کسی بھی چیز کو سٹوریج کی بنیاد پر یاد رکھنا تحریری صورت میں یاد رکھنے پر فوقیت رکھتا تھا۔ اسی لئے صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کو قرآن کریم کا بیشتر حصہ حفظ تھا۔ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ ہوئی جس میں حفاظ کرام صحابہ کی ایک بڑی تعداد نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ آنے والے دور میں حفاظ کی کمی کے باعث قرآن کریم میں اختلاف پیدا نہ ہو جائے۔ آپ نے یہ رائے صدیق اکبر کے سامنے رکھی کہ قرآن پاک کو ایک کتابی شکل میں مرتب کیا جائے۔ آپ نے اول تو انکار کیا مگر جب اکابر صحابہ نے اصرار فرمایا تو آپ (صدیق اکبر) نے اس کو قبول فرما لیا اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت کو اس قرآن پاک کو ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کرنے کا حکم دیا جنہوں نے صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ اور متفرق اوراق کو یکجا کر کے یہ خدمت انجام دی۔ بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسی صحیفہ سے نقول کروا کر دیگر صوبہ جات میں بھجوائی گئیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت صحابہ کرام کی تسکین کی خاطر کے لئے آپ کی استقامت اور خطبے کے ذریعے ان میں تسکین قلب پیدا کرنا اور امت میں انتشار کے خدشہ کے پیش نظر بار خلافت قبول فرمالینا، قرآن کریم کی تدوین مرتدین اور منکرین زکوۃ سے اعلان جہاد، حضرت اسامہ بن زید کی قیادت میں شام کی جانب لشکر روانہ کرنا اور اس عزم پر ثابت قدم رہنا، مملکت شام کی جانب افواج کی روانگی اور انہیں کمک پہنچانا، خلافت اسلامی کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے دفاع واستحکام اور عامتہ المسلمین کی فلاح کے لئے اقدامات، اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے تمام ممکنہ تدابیر اختیار کرنا آپ کی دینی و مذہبی خدمات کے کارہائے نمایاں شمار ہوتے ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

میں نے جس شخص پر اسلام پیش کیا اس نے پس وپیش سے کام لیا مگر ایک واحد ابوبکر تھے جنہوں نے میری ایک آواز پر لبیک کہا اور اسلام قبول کیا۔

ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچایا اتنا نفع مجھے کسی کے مال سے نہیں پہنچا۔اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے روتے ہوئے عرض کیا"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اور میرا مال سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ہے۔

میں اگر اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست وخلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔

ایک موقع پر سرکار صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج سے مسجد نبوی میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کردیئے جائیں آئندہ صرف ابو بکر کا دروازہ کھلا رکھا جائے گا۔

آپ امت پر اتنے شفیق تھے کہ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"میری امت پر ان میں سب سے مہربان ابو بکر ہیں۔" (ترمذی)

تم (ابو بکر صدیق) غار میں بھی میرے ساتھ رہے اور بروز قیامت حوض کوثر پر بھی میرے ہمراہ ہوگے۔(ترمذی)

انبیاء کرام کے سوائے سورج کبھی ابو بکر سے بہتر آدمی پر طلوع نہیں ہوا۔

کسی قوم کے لئے بہتر نہیں کہ ان میں ابو بکر ہوں اور ان کی امامت کوئی دوسرا کرے۔

اے ابو بکر! تم کو اللہ جل شانہ نے آتش جہنم سے آزاد کردیا ہے۔اسی روز سے آپ کا لقب عتیق مشہور ہوگیا۔

ایک روز آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کو بروز قیامت جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟"، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"ہاں ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم انہی لوگوں میں سے ہو" (بخاری)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا" ہم نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا مگر ابو بکر کے احسانات ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ جل شانہ ہی عطا فرمائے گا"۔

آپ کو یہ اعزاز بھی تنہا حاصل ہے کہ آپ کی مسلسل چار نسلوں کو شرف صحابیت حاصل ہوا۔آپ کے والد گرامی حضرت ابی قحافہ آپ خود، آپ کے صاحبزادے عبد الرحمٰن اور پوتے ابو عتیق محمد بھی شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زندگی آپ پر کسی دوسرے کو فضیلت نہیں دی۔

صحابہ کی نظر میں

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ " حضرت ابو بکر ہمارے سردار، ہمارے بہترین فرد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق نے ارشاد فرمایا کہ "اگر ابو بکر شب ہجرت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور مرتدین سے قتال کا کارنامہ مجھے دے کر میری ساری عمر کے اعمال لے لیں تو میں سمجھوں گا کہ میں ہی فائدے میں رہا"۔

حضرت عمر ارشاد فرماتے ہیں کہ "ابو بکر نے ایسا راستہ اختیار کیا کہ اپنے بعد آنے والے کو مشقت میں ڈال گئے"۔

اس عظیم خلیفہ نے ہر معاملے میں اپنا وہ ہی معیار رکھا جو اس وقت کسی عام مزدور کا ہوا کرتا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس رب کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری رسول بنا کر بھیجا اور ابوبکر سے اس کی تصدیق کروائی۔ (تاریخ خلفاء)

حضرت معصب بن عمیر فرماتے ہیں "اس امر پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ نے بے خوف ونڈر ہو کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور اس میں کسی قسم کی کوئی جھجک سرزد نہیں ہوئی۔

وفات

22 جمادی الثانی 13 ہجری بمطابق 23 اگست 634ء کو آپ نے 63 برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔۔ اپنی وفات سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرلیں۔ لوگوں نے آپ کی ہدایت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ وفات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تمام رقم جو کہ بطور وظیفہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال سے دوران خلافت لی تھی اپنی وراثت سے بیت المال کو واپس کردی۔۔ آپ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور گیارہ دن تھی۔ زندگی میں جو عزت واحترام آپ کو ملا۔ بعد وصال بھی آپ اسی کے مستحق ٹھہرے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں محو استراحت ہوئے۔ آپ کی لحد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب اس طرح بنائی گئی کہ آپ کا سر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ مبارک تک آتا ہے۔

اقوال

تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی تحقیر نہ کرے، کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک ادنی درجے کا مسلمان بھی اعلی درجہ رکھتا ہے۔ ہم نے بزرگی کو تقوی میں، بے نیازی کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں پایا۔ اللہ جل شانہ وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اسؑ کی رضا کے لیے کئے جائیں۔ جس نے پنج وقتہ نمازیں پابندی وقت کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کیں تو وہ اللہ کی حفاظت میں آگیا۔ اے لوگوں! اللہ کے خوف سے رو، اگر رونہ سکو تو رونے کی کوشش ضرور کرو۔ مسلمان کا حق مارنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ جس جسم کی غذا حرام ہو وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ ہے۔ جس کام کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے اس کے کرنے میں جلدی کرو۔

بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَبِیْ حَفْصٍ الْقُرَشِیِّ الْعَدَوِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 37: حضرت ابوحفص عمر بن خطاب القرشی العدوی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

182 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ الْمَاجِشُوْنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ

حدیث182: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4928' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:15226' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6886' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8125' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:31992

عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُنِیْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا اَنَا بِالرُّمَیْصَاءِ امْرَاَةِ اَبِیْ طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشَفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَّرَاَیْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهٖ جَارِیَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالَ لِعُمَرَ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَهٗ فَاَنْظُرَ اِلَیْهِ فَذَکَرْتُ غَیْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعَلَیْكَ اَغَارُ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے (خواب میں دیکھا) میں جنت میں داخل ہوا پھر مجھے "رمیصاء" نظر آئی، یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، پھر میں نے قدموں کی آہٹ سنی تو دریافت کیا: یہ کون ہے؟ فرشتے نے جواب دیا: یہ بلال ہے۔ پھر میں نے ایک محل دیکھا جس میں ایک عورت موجود تھی میں نے دریافت کیا: یہ کس کا محل ہے؟ فرشتے نے جواب دیا: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل ہے میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا پھر جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے تمہارا غصہ یاد آگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میں آپ کے لیے غصہ کروں گا۔

183- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَّاَیْتُنِیْ فِی الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّاُ اِلٰی جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوْا لِعُمَرَ فَذَکَرْتُ غَیْرَتَهٗ فَوَلَّیْتُ مُدْبِرًا فَبَکٰی عُمَرُ وَقَالَ اَعَلَیْكَ اَغَارُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم موجود تھے آپ نے ارشاد فرمایا: میں سویا ہوا تھا میں نے خودکو جنت میں دیکھا وہاں ایک عورت ایک محل کے کنارے میں وضو کر رہی تھی میں نے دریافت کیا: یہ محل کس کا ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے تو مجھے اس کی غصہ یاد آگیا تو میں وہیں سے واپس مڑ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور بولے: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا میں آپ کے مقابلے میں غصہ کروں گا۔

184- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ حَمْزَةُ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ یَعْنِی اللَّبَنَ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلَی الرِّیِّ یَجْرِیْ فِیْ ظُفُرِیْ اَوْ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ قَالَ الْعِلْمَ

✧✧ حمزہ اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا (میں نے خواب میں دیکھا) کہ میں نے پیا ہے (یعنی دودھ پیا ہے) اور میں نے اس کی سیرابی کو اپنے ناخنوں میں چلتے ہوئے محسوس کیا پھر میں نے وہ پیالہ "عمر" کی طرف بڑھا دیا لوگوں نے دریافت کیا: آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔

185- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَیْدُاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ سَالِمٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَنْزِعُ بِدَلْوِ بَکْرَةٍ عَلٰی قَلِیْبٍ فَجَآءَ اَبُوْ بَکْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ نَزْعًا ضَعِیْفًا وَّاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ جَآءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَّفْرِیْ فَرِیَّهٗ حَتّٰی رَوِیَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ قَالَ ابْنُ جُبَیْرٍ الْعَبْقَرِیُّ عِتَاقُ

الزَّرَابِيّ وَقَالَ يَحْيَى الزَّرَابِيُّ الطَّنَافِسُ لَهَا خَمْلٌ رَقِيقٌ (مَبْثُوثَةٌ) كَثِيرَةٌ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا: میں اونٹنی والا ڈول ایک کنوئیں سے نکال رہا ہوں پھر ابو بکر آئے انہوں نے چند ڈول یا دو ڈول نکالے کمزوری کے ساتھ، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے پھر عمر بن خطاب آئے تو وہ بڑا ڈول بن گیا میں نے ان کی مانند محنت سے کام کرنے والا نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور آرام سے بیٹھ گئے۔

ابن جبیر بیان کرتے ہیں' عبقری کا مطلب ہے "منقش خوبصورت چادریں"۔ یحییٰ بیان کرتے ہیں' زرابی ان چادروں کو کہتے ہیں جن کے کنارے باریک ہوتے ہیں۔ مبثوثہ: کا مطلب ہے، بہت زیادہ۔

186- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي عَبْدُالْحَمِيدِ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ ح حَدَّثَنِي عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِالْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ اسْتَاْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُنَّ عَلٰى صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَاَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ يَهَبْنَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ يَا عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ

✧✧ محمد بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی اجازت مانگی اس وقت آپ کے پاس قریش کی کچھ خواتین موجود تھیں جو آپ کے ساتھ کچھ بات کر رہی تھیں۔ ان کی آوازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند تھیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو وہ اٹھ کر تیزی سے پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے (آپ کیوں مسکرا رہے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان خواتین پر حیرت ہو رہی ہے یہ میرے پاس موجود تھیں جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو تیزی سے پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اپنی ذات کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتی ہو؟ ان خواتین نے کہا: جی ہاں! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول کے مقابلے میں زیادہ سخت دل اور سخت مزاج ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑو اے ابن خطاب! اس ذات کی

قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے شیطان اگر تمہیں کہیں راستے میں مل جائے تو وہ اپنا راستہ تبدیل کر کے دوسرے راستے پر ہو جائے گا۔

187 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ مَازِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہے ہم غالب رہے ہیں۔

188 - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ وُضِعَ عُمَرُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ وَاَنَا فِيْهِمْ فَلَمْ يَرُعْنِىْ اِلَّا رَجُلٌ اٰخِذٌ مَّنْكِبِىْ فَاِذَا عَلِىُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَّفْتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَىَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَحَسِبْتُ اَنِّىْ كُنْتُ كَثِيْرًا اَسْمَعُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تخت پر رکھا گیا لوگوں نے انہیں گھیر لیا وہ ان کا جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے ان کے لئے دعا کر رہے تھے۔ میں بھی ان میں موجود تھا میرا ذہن اس وقت متوجہ ہوا جب کسی شخص نے میرے کندھے کو پکڑا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے رحمت کی اور بولے: آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے بارے میں مجھے یہ پسند ہو کہ میں اس کے عمل کی طرح کا عمل لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ امید ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ رکھے گا کیونکہ مجھے یاد ہے' میں نے بکثرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں ابوبکر اور عمر گئے''، ''میں ابوبکر اور عمر اندر آئے''، ''میں ابوبکر اور عمر باہر گئے''۔

189 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ ح و قَالَ لِىْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ وَّكَهْمَسُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَعِدَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُحُدٍ وَّمَعَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهٖ قَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِىٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدَانِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''اُحد'' پہاڑ پر چڑھے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ ان کی وجہ سے کانپنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں اس پر مارا اور فرمایا: اے اُحد! ٹھہرے رہو تمہارے اوپر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

190 - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِىْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُمَرُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ

حدیث189: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3496' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8135' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3196

حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَاَلَنِي ابْنُ عُمَرَ عَنْ بَعْضِ شَاْنِهِ يَعْنِي عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِيْنَ قُبِضَ كَانَ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰى انْتَهٰى مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

✧✧ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے ان کے بارے میں یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ دریافت کیا تو میں نے انہیں بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب سے آپ کا وصال ہوا کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو زیادہ محنت کرنے والا ہو اور زیادہ سخی ہو یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔

191 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَاذَا اَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ اِلَّا اَنِّي اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَاَنَا اُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّي اِيَّاهُمْ وَاِنْ لَمْ اَعْمَلْ بِمِثْلِ اَعْمَالِهِمْ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے سوال کیا قیامت کب آئے گی۔ آپ نے جواب دیا: تم نے اس کی کیا تیاری کی ہے، وہ بولا: کوئی تیاری نہیں ہے مگر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت رکھتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے ذریعے ہمیں جتنی خوشی ہوئی اور کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی۔ آپ نے جو یہ فرمایا تھا: تم جس سے محبت رکھتے ہو اس کے ساتھ ہو گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں اللہ کے نبی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں۔ مجھے یہ امید ہے' میں ان حضرات کے ساتھ محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرا عمل ان کے عمل جیسا نہیں ہے۔

192 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ يَّكُ فِي اُمَّتِي اَحَدٌ فَاِنَّهُ عُمَرُ زَادَ زَكَرِيَّاءُ بْنُ اَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِّنْ بَنِي اِسْرَآئِيلَ رِجَالٌ يُّكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْ اُمَّتِي مِنْهُمْ اَحَدٌ

حدیث191: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:5815' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2639' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحديث:2385' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:13386' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:105' اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث:2758

حدیث192: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:3282' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2398' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحديث:3693' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:8449' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6894' اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث:4499' اخرجه النسائی فی " سننه الكبرٰی" رقم الحديث:8119' اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث:2348' اخرجه الحميدی فی "مسنده" رقم الحديث:253' اخرجه اسحاق بن راهويه فی "مسنده" رقم الحديث:1058

فَعُمَرُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنْ نَبِيٍّ وَلَا مُحَدَّثٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم سے پہلے لوگوں میں "محدث" ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوا تو وہ "عمر" ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم سے پہلے لوگوں میں بنی اسرائیل میں کچھ لوگ تھے جن کے ساتھ (فرشتوں کے ذریعے) بات کی جاتی تھی حالانکہ وہ نبی نہیں تھے اگر میری امت میں کوئی ایسا فرد ہوا تو وہ "عمر" ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پڑھتے ہیں۔ "نبی میں سے اور نہ ہی محدث" یہ آیت اس طرح تلاوت کرتے تھے۔

193- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَاعٍ فِيْ غَنَمِهِ عَدَا الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهَا حَتّٰى اسْتَنْقَذَهَا فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَهُ مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهِ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَا ثَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ ایک چرواہا اپنی بکریوں کے ساتھ موجود تھا۔ ایک بھیڑیا آیا اس نے ایک بکری کو پکڑ لیا وہ چرواہا اس کے پیچھے گیا اور اس بکری کو اس سے واپس لے لیا۔ بھیڑیے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا "سبع" کے دن کیا عالم ہوگا جب ان کا چرواہا صرف میں ہوں گا لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی اس بات پر یقین رکھتا ہوں اور ابوبکر اور عمر بھی رکھتے ہیں۔

(راوی کہتے ہیں) حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے۔

194- حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوْا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ اجْتَرَّهُ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ

حدیث193: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3463' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3695' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:8049' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6499' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:8444' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:360' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:902

حدیث194: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:23' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2390' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:2285' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5011' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2151' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11832' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6890' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:7645' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1290' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2355

✧✧ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ انہیں میرے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے قمیضیں پہن رکھی تھیں کسی کی قمیض سینے تک تھی کسی کی اس سے کچھ نیچے تھی پھر میرے سامنے ''عمر'' کو پیش کیا گیا اُن کی قمیض گھسٹ رہی تھی لوگوں نے دریافت کیا: آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فرمایا: ''دین''۔

195 - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَاْلَمُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّكَاَنَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ كَانَ ذَاكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَا بَكْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صَحَبَتَهُمْ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ اَبِي بَكْرٍ وَّرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا تَرٰى مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ اَجْلِكَ وَاَجْلِ اَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ لِي طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ اَنْ اَرَاهُ قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ بِهٰذَا

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو آپ تکلیف محسوس کرنے لگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا، اے امیر المومنین! جہاں تک آپ کا معاملہ ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور آپ نے بہت اچھے طریقے کے ساتھ ان کا ساتھ گزارا ہے اور پھر جب آپ ان سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے ان کے ساتھ بھی آپ نے بہت اچھا وقت گزارا جب آپ ان سے جدا ہوئے تو وہ بھی آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ ان لوگوں کے ساتھ رہے اور ان کے ساتھ بھی بہت اچھا وقت گزارا جب آپ ان سے جدا ہو رہے ہیں تو آپ ان سے اس حالت میں جدا ہو رہے ہوں گے کہ یہ لوگ آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں تک تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا ذکر کیا ہے اور اُن کی رضا مندی کا ذکر کیا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا جو اس نے مجھ پر کیا اور جو تم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے اور ان کی رضا مندی کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل تھا جو اس نے مجھ پر کیا لیکن جہاں تک میرے اس تکلیف محسوس کرنے کا تعلق رہا ہے تو وہ تمہاری اور لوگوں کی وجہ سے ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے زمین کی برابر بھی سونا دینا پڑے تو میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں اسے فدیے کے طور پر ادا کر دوں گا اس سے پہلے کہ مجھے اس کا سامنا کرنا پڑے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس کے بعد یہی حدیث ہے۔

196 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ مِّنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَةِ فَجَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ افْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا اَبُوْ بَكْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَآءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ افْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِیْ افْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰی بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

◇◇ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں موجود تھا ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھٹکھٹایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھولو اور اسے جنت کی خوشخبری دو! میں نے اس کے لئے دروازہ کھولا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے میں نے انہیں خوشخبری دی اس بات کی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی پھر ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھولو اور اسے جنت کی خوشخبری دو! میں نے اس کے لئے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے میں نے انہیں اس بارے میں بتایا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی پھر ایک شخص نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے دروازہ کھولو اور پھر اسے جنت کی خوشخبری دو اور پھر اسے اس بارے میں بتاؤ کہ اسے ایک آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے میں نے انہیں اس بارے میں بتایا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور پھر بولے: اللہ تعالیٰ ہی سے مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔

197 - حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ حَیْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عَقِیْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَدَّهٗ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِیَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

◇◇ عبداللہ بن ہشام بیان کرتے ہیں' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا آپ نے اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَبِیْ عَمْرٍو الْقُرَشِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّحْفِرْ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ وَقَالَ مَنْ جَهَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزَهٗ عُثْمَانُ

حدیث196: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2403' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3710' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:6548' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6911' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3958

حدیث197: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5909' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18076' اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحدیث:5922' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:317

باب 38: حضرت ابوعمرو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قرشی کے مناقب کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا جو شخص "رومہ" نامی کنویں کو کھودے گا وہ جنتی ہوگا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے کھودا تھا۔
(آپ نے فرمایا تھا) جو شخص غریب لشکر کو سامان فراہم کرے گا وہ جنتی ہوگا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں سامان فراہم کیا تھا۔

198- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَّاَمَرَنِىْ بِحِفْظِ بَابِ الْحَائِطِ فَجَآءَ رَجُلٌ يَّسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاِذَا اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاِذَا عُمَرُ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ يَسْتَاْذِنُ فَسَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى سَتُصِيْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ حَمَّادٌ وَّحَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ وَعَلِىُّ بْنُ الْحَكَمِ سَمِعَا اَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى بِنَحْوِهٖ

وَزَادَ فِيْهِ عَاصِمٌ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ قَاعِدًا فِىْ مَكَانٍ فِيْهِ مَآءٌ قَدِ انْكَشَفَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ اَوْ رُكْبَتِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا

✧✧ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لائے آپ نے مجھے دروازے کی نگرانی کی ہدایت کی۔ ایک شخص آیا اس نے اندر آنے کی اجازت مانگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اجازت دو، اسے جنت کی خوشخبری دو۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے اندر آنے کی اجازت مانگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری دو، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے اندر آنے کی اجازت مانگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری دو اور یہ بتاؤ کہ اسے ایک آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ تشریف فرما تھے جہاں پانی موجود تھا۔ آپ نے اپنے گھٹنوں سے کپڑا ہٹا رکھا تھا لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اندر آئے تو آپ نے انہیں ڈھانپ لیا۔

199- حَدَّثَنِىْ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ اَنَّ عُبَيْدَاللّٰهِ بْنَ عَدِىِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِيَغُوْثَ قَالَا مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِاَخِيْهِ الْوَلِيْدِ فَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْهِ فَقَصَدْتُّ لِعُثْمَانَ حَتّٰى خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ اِنَّ لِىْ اِلَيْكَ حَاجَةً وَّهِىَ نَصِيْحَةٌ لَّكَ قَالَ يَآ اَيُّهَا الْمَرْءُ قَالَ مَعْمَرٌ اُرَاهُ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ اِلَيْهِمْ اِذْ جَآءَ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ مَا نَصِيْحَتُكَ فَقُلْتُ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ

حدیث198: اخرجه مسلم فى "صحيحه" رقم الحديث:2403' اخرجه الترمذى فى " جامعه" رقم الحديث:3710' اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث:6548' اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث:6911' اخرجه ابويعلى فى "مسنده" رقم الحديث:3958'

عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتَ هَدْيَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِیْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ خَلَصَ اِلَیَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا يَخْلُصُ اِلَى الْعَذْرَاءِ فِیْ سِتْرِهَا قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ فَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ اَبُوْ بَكْرٍ مِثْلُهٗ ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَيْسَ لِیْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لَهُمْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِیْ تَبْلُغُنِیْ عَنْكُمْ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ فَسَنَاْخُذُ فِيْهِ بِالْحَقِّ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّجْلِدَهٗ فَجَلَدَهٗ ثَمَانِيْنَ

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث بیان کرتے ہیں' ان دونوں نے کہا: آپ (یعنی راوی عبیداللہ بن عدی) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی ولید کے بارے میں بات کیوں نہیں کرتے؟ کیونکہ لوگ ان کے بارے میں بڑی باتیں کررہے ہیں۔ وہ بولے: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے گیا جب وہ نماز کے لئے تشریف لائے تو میں نے کہا: مجھے آپ سے ایک کام ہے یہ آپ کے لئے خیر خواہی کا کام ہے۔ وہ بولے: اے آدمی! میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' میں واپس آ گیا اور ان لوگوں کے پاس آیا اسی دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا تو میں ان کے پاس آ گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تمہاری نصیحت کیا تھی۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا حق کے ہمراہ' اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل کی آپ ان حضرات میں شامل ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی پکار پر لبیک کہا۔ آپ نے دومرتبہ ہجرت کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے آپ نے ان کی ہدایت کو دیکھا۔ اب لوگ ولید کے بارے میں بہت باتیں کر رہے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں لیکن آپ کے عمل کے بارے میں مجھے اسی طرح اطلاع ملی ہے جیسے پردے میں بیٹھی ہوئی کنواری لڑکی کو ملتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بولے: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا اور میں ان میں سے ایک تھا جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کیا۔ میں اس چیز پر ایمان لایا جس چیز کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا۔ میں نے دومرتبہ ہجرت کی جیسا کہ تم نے کہا ہے۔ میں اللہ کے رسول کے ساتھ رہا ہوں میں نے اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اللہ کی قسم! میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی آپ کے ساتھ خیانت کی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرح کا رویہ رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی طرح کا تعلق رہا۔ پھر مجھے خلیفہ بنا دیا گیا۔ تو کیا مجھے وہ حق حاصل نہیں ہے جیسے ان لوگوں کو حق حاصل تھا۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر اس طرح کی باتیں تم لوگوں کے حوالے سے مجھ تک کیوں پہنچ رہی ہیں۔ جہاں تک تم نے ولید کے معاملے کا ذکر کیا تو ہم حق کے ہمراہ اس کی گرفت کریں گے۔ اگر اللہ نے چاہا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہوں نے ہدایت کی کہ اسے کوڑے مارے جائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

اسے (یعنی ولید کو) اَسّی کوڑے لگائے۔

200- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا شَاذَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ اَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِي بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ تَابَعَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِالْعَزِيزِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں کسی صحابی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہم پلہ نہیں سمجھتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کے بعد ہم صحابہ کرام کو چھوڑ دیتے تھے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

201- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمُ فَقَالُوْا هٰؤُلَآءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ قَالُوْا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَّلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيضَةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ فَقَالَ هٰذِهِ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ

✧✧ عثمان بن موہب بیان کرتے ہیں' مصر کا ایک فرد بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے آیا اس نے کچھ افراد کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے بتایا یہ قریش ہیں، اس نے دریافت کیا: ان میں سب سے بزرگ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: عبداللہ بن عمر وہ بولا: اے ابن عمر رضی اللہ عنہما! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے بتایئے کیا آپ کے علم میں ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ احد کے موقع پر چلے گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا جی ہاں! وہ بولا: کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے؟ وہ پیچھے رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جی ہاں! وہ بولا: آپ جانتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں شریک نہیں ہوئے تھے اور اس مین شامل نہیں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! وہ بولا: اللہ اکبر! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آگے آؤ میں تمہیں واضح کرتا ہوں

حدیث201: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3839' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3706' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:5772

جہاں تک غزوہ احد میں ان کے پیچھے رہنے کا تعلق ہے تو میں گواہی کے طور پر یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تھا اور انہیں بخش دیا تھا۔ جہاں تک بدر میں ان کے پیچھے رہنے کا تعلق ہے تو نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی ان کی اہلیہ تھیں وہ بیمار تھیں نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تھا: تمہیں اس شخص کی مانند اجر ملے گا اور حصہ ملے گا جو بدر میں شریک ہوا ہے۔ جہاں تک بیعت رضوان میں ان کی غیر موجودگی کا تعلق ہے تو اگر مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی اور معزز ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ بھیج دیتے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور بیعت رضوان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے بارے میں فرمایا تھا' یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر آپ نے اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا تھا۔ یہ عثمان کے لئے ہے۔ (یعنی اس کی بیعت ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس مصری سے کہا اب تم اپنی معلومات کے ہمراہ ان چیزوں کو بھی ساتھ لے جاؤ۔

202- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ صَعِدَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا وَّمَعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ وَقَالَ اسْكُنْ اُحُدُ اَظُنُّهٗ ضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِىٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ ''احد'' پہاڑ پر چڑھے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے وہ کانپنے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ساکن رہو''احد'' (راوی بیان کرتے ہیں' میرا خیال ہے حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں) نبی اکرم ﷺ نے اس پر پاؤں مارا اور فرمایا: تم پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

بَابُ قِصَّةِ الْبَيْعَةِ وَالِاتِّفَاقِ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَفِيْهِ مَقْتَلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب **39**: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت اور اتفاق کا قصہ اور اسی میں حضرت عمر کی شہادت کا ذکر بھی ہے

203- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ اَنْ يُّصَابَ بِاَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كَيْفَ فَعَلْتُمَا اَتَخَافَانِ اَنْ تَكُوْنَا قَدْ حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَا حَمَّلْنَاهَا اَمْرًا هِىَ لَهٗ مُطِيْقَةٌ مَا فِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ انْظُرَا اَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَ قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ لَئِنْ سَلَّمَنِى اللّٰهُ لَاَدَعَنَّ اَرَامِلَ اَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ اِلٰى رَجُلٍ بَعْدِىْ اَبَدًا قَالَ فَمَا اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى اُصِيْبَ قَالَ اِنِّىْ لَقَائِمٌ مَّا بَيْنِىْ وَبَيْنَهٗ اِلَّا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ اُصِيْبَ وَكَانَ اِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ قَالَ اسْتَوُوْا حَتّٰى اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ وَرُبَّمَا قَرَاَ سُوْرَةَ يُوْسُفَ اَوِ النَّحْلَ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فِى الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ كَبَّرَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ قَتَلَنِىْ اَوْ اَكَلَنِى الْكَلْبُ حِيْنَ طَعَنَهٗ فَطَارَ الْعِلْجُ بِسِكِّيْنٍ ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلٰى اَحَدٍ يَّمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا اِلَّا طَعَنَهٗ حَتّٰى طَعَنَ

حدیث202: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:3483' اخرجه النسائی فی " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:8135' اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث:3196

ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ اَنَّهٗ مَاْخُوْذٌ نَحَرَ نَفْسَهٗ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهٗ فَمَنْ يَّلِيْ عُمَرَ فَقَدْ رَاٰى الَّذِيْ اَرٰى وَاَمَّا نَوَاحِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّهُمْ لَا يَدْرُوْنَ غَيْرَ اَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوْا صَوْتَ عُمَرَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ صَلٰوةً خَفِيْفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ انْظُرْ مَنْ قَتَلَنِيْ فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ الصَّنَعُ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاتَلَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَمَرْتُ بِهٖ مَعْرُوْفًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ مِيْتَتِيْ بِيَدِ رَجُلٍ يَّدَّعِي الْاِسْلَامَ قَدْ كُنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْكَ تُحِبَّانِ اَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوْجُ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ الْعَبَّاسُ اَكْثَرَهُمْ رَقِيْقًا فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ اَيْ اِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا قَالَ كَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوْا بِلِسَانِكُمْ وَصَلَّوْا قِبْلَتَكُمْ وَحَجُّوْا حَجَّكُمْ فَاحْتُمِلَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَانْطَلَقْنَا مَعَهٗ وَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ فَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَا بَاْسَ وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ اَخَافُ عَلَيْهِ فَاُتِيَ بِنَبِيْذٍ فَشَرِبَهٗ فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ ثُمَّ اُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَهٗ فَخَرَجَ مِنْ جُرْحِهٖ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ مَيِّتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَجَآءَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا يُثْنُوْنَ عَلَيْهِ وَجَآءَ رَجُلٌ شَابٌّ فَقَالَ اَبْشِرْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدَمٍ فِي الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ وَلِيْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ شَهَادَةٌ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ كَفَافٌ لَّا عَلَيَّ وَلَا لِيْ فَلَمَّا اَدْبَرَ اِذَا اِزَارُهٗ يَمَسُّ الْاَرْضَ قَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ ارْفَعْ ثَوْبَكَ فَاِنَّهٗ اَبْقٰى لِثَوْبِكَ وَاَتْقٰى لِرَبِّكَ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ انْظُرْ مَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَحَسَبُوْهُ فَوَجَدُوْهُ سِتَّةً وَّثَمَانِيْنَ اَلْفًا اَوْ نَحْوَهٗ قَالَ اِنْ وَفٰى لَهٗ مَالُ اٰلِ عُمَرَ فَاَدِّهٖ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَاِلَّا فَسَلْ فِيْ بَنِيْ عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ فَاِنْ لَّمْ تَفِ اَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِيْ قُرَيْشٍ وَّلَا تَعْدُهُمْ اِلٰى غَيْرِهِمْ فَاَدِّ عَنِّيْ هٰذَا الْمَالَ انْطَلِقْ اِلٰى عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقُلْ يَقْرَاُ عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنِّيْ لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَمِيْرًا وَّقُلْ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَسَلَّمَ وَاسْتَاْذَنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهَا فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِيْ فَقَالَ يَقْرَاُ عَلَيْكِ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ السَّلَامَ وَيَسْتَاْذِنُ اَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَتْ كُنْتُ اُرِيْدُهٗ لِنَفْسِيْ وَلَاُوْثِرَنَّ بِهِ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ فَلَمَّا اَقْبَلَ قِيْلَ هٰذَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَدْ جَآءَ قَالَ ارْفَعُوْنِيْ فَاَسْنَدَهٗ رَجُلٌ اِلَيْهِ فَقَالَ مَا لَدَيْكَ قَالَ الَّذِيْ تُحِبُّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَذِنَتْ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا كَانَ مِنْ شَيْءٍ اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ فَاِذَا اَنَا قَضَيْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاِنْ اَذِنَتْ لِيْ فَاَدْخِلُوْنِيْ وَاِنْ رَدَّتْنِيْ رُدُّوْنِيْ اِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَجَآءَتْ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ حَفْصَةُ وَالنِّسَآءُ تَسِيْرُ مَعَهَا فَلَمَّا رَاَيْنَاهَا قُمْنَا فَوَلَجَتْ عَلَيْهِ فَبَكَتْ عِنْدَهٗ سَاعَةً وَّاسْتَاْذَنَ الرِّجَالُ فَوَلَجَتْ دَاخِلًا لَّهُمْ فَسَمِعْنَا بُكَآءَهَا مِنَ الدَّاخِلِ فَقَالُوْا اَوْصِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اسْتَخْلِفْ قَالَ مَا اَجِدُ اَحَدًا اَحَقَّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ النَّفَرِ اَوِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَّعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَّعَبْدَالرَّحْمٰنِ وَقَالَ يَشْهَدُكُمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهٗ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهٗ فَاِنْ اَصَابَتِ الْاِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ ذَاكَ وَاِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهٖ اَيُّكُمْ مَا اُمِّرَ فَاِنِّيْ لَمْ اَعْزِلْهُ عَنْ عَجْزٍ وَّلَا خِيَانَةٍ وَّقَالَ اُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَنْ يَّعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَيَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَاُوْصِيْهِ بِالْاَنْصَارِ خَيْرًا (الَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ) اَنْ يُّقْبَلَ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَاَنْ يُّعْفٰى عَنْ مُّسِيْئِهِمْ وَاُوْصِيْهِ بِاَهْلِ الْاَمْصَارِ خَيْرًا فَاِنَّهُمْ رِدْءُ الْاِسْلَامِ وَجُبَاةُ الْمَالِ وَغَيْظُ الْعَدُوِّ وَاَنْ لَّا يُؤْخَذَ مِنْهُمْ اِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ

رِضَاهُمْ وَاُوْصِيهِ بِالْاَعْرَابِ خَيْرًا فَاِنَّهُمْ اَصْلُ الْعَرَبِ وَمَادَّةُ الْاِسْلَامِ اَنْ يُّؤْخَذَ مِنْ حَوَاشِي اَمْوَالِهِمْ وَيُرَدَّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ وَاُوْصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا اِلَّا طَاقَتَهُمْ فَلَمَّا قُبِضَ خَرَجْنَا بِهٖ فَانْطَلَقْنَا نَمْشِي فَسَلَّمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَتْ اَدْخِلُوْهُ فَاُدْخِلَ فَوُضِعَ هُنَالِكَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهٖ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ اجْعَلُوْا اَمْرَكُمْ اِلٰى ثَلَاثَةٍ مِّنْكُمْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ طَلْحَةُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عُثْمَانَ وَقَالَ سَعْدٌ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ اَيُّكُمَا تَبَرَّاَ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ فَنَجْعَلُهٗ اِلَيْهِ وَاللّٰهُ عَلَيْهِ وَالْاِسْلَامُ لَيَنْظُرَنَّ اَفْضَلَهُمْ فِيْ نَفْسِهٖ فَاُسْكِتَ الشَّيْخَانِ فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ اَفَتَجْعَلُوْنَهٗ اِلَيَّ وَاللّٰهُ عَلَيَّ اَنْ لَّا اٰلُ عَنْ اَفْضَلِكُمْ قَالَا نَعَمْ فَاَخَذَ بِيَدِ اَحَدِهِمَا فَقَالَ لَكَ قَرَابَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَدَمُ فِي الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ فَاللّٰهُ عَلَيْكَ لَئِنْ اَمَّرْتُكَ لَتَعْدِلَنَّ وَلَئِنْ اَمَّرْتُ عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِيْعَنَّ ثُمَّ خَلَا بِالْاٰخَرِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَخَذَ الْمِيْثَاقَ قَالَ ارْفَعْ يَدَكَ يَا عُثْمَانُ فَبَايَعَهٗ فَبَايَعَ لَهٗ عَلِيٌّ وَّوَلَجَ اَهْلُ الدَّارِ فَبَايَعُوْهُ

✧✧ عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں' مجھے اچھی طرح یاد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند دن پہلے مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے یہ تم نے کیا کیا ہے کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے۔ تم دونوں نے زمین پر زیادہ ٹیکس لگا دیا ہے۔ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی ان دونوں نے جواب دیا: ہم نے اس پر وہی چیز عائد کی ہے جس کی طاقت رکھتی ہے۔ اس میں کوئی اضافہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں اس بات کا جائزہ لو کہ تم نے زمین پر وہ ٹیکس عائد تو نہیں کیا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی۔ ان دونوں نے جواب دیا: نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا تو میں عراق کی بیوہ عورتوں کے لئے وہ کچھ چھوڑ جاؤں گا کہ انہیں میرے بعد کسی فرد کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس کے بعد ابھی چوتھا دن ہی آیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا۔ عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں' میں ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ اُس صبح کی بات ہے جب آپ پر حملہ کیا گیا۔ آپ جب بھی صفوں کے درمیان میں سے گزرتے تھے تو فرماتے تھے انہیں سیدھی کرلو اور جب دیکھتے کہ اس میں کوئی خلل نہیں ہے تو آپ تکبیر کہتے پہلی رکعت میں آپ کبھی سورہ یوسف کی تلاوت کرتے کبھی سورہ نحل کی تلاوت کرتے تھے۔

یا پھر اسی طرح کی کوئی سورت یہاں تک کہ لوگ اکٹھے ہو جاتے۔ ابھی انہوں نے تکبیر کہی ہی تھی کہ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا' مجھے کتے نے قتل کر دیا ہے یا کاٹ لیا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب اس (حملہ آور) نے آپ پر حملہ کیا تھا۔ پھر وہ کافر شخص دو دھاری چھری لے کر بھاگا۔ اس کے دائیں بائیں جو بھی شخص آیا اس نے ان کو زخمی کرنے کی کوشش کی اس دن تیرہ لوگ زخمی ہوئے۔ جن میں سے سات شہید ہو گئے جب مسلمانوں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس پر کمبل ڈال دیا جب اس کافر کو اندازہ ہوا کہ اب وہ پکڑا جائے گا تو اس نے خودکشی کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے کیا تو وہ آگے آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس

موجود لوگوں نے وہی کچھ دیکھا جو میں نے دیکھا تھا۔ البتہ مسجد کے آس پاس موجود لوگوں کو پتہ نہیں چلا بس انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز آنا بند ہوگئی تھی۔ بس وہ سبحان اللہ! سبحان اللہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں مختصر نماز پڑھائی۔ جب وہ لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! دیکھو مجھے کس نے قتل کیا ہے وہ گئے اور واپس آکے بولے: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے غلام نے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: وہ جو کاریگر ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ تعالیٰ اسے برباد کرے میں نے تو اسے اچھی بات کی ہدایت کی تھی۔

ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے ہے جس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں کی جو اسلام کا دعویدار ہو۔ تم اور تمہارے والد اس بات کو پسند کرتے تھے مدینہ میں کافر غلام زیادہ ہوں۔ (راوی بیان کرتے ہیں) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس سب سے زیادہ غلام تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے اگر آپ چاہیں تو میں ایسا کروں؟ یعنی اگر آپ چاہیں تو میں ان سب کو قتل کر دوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم غلط کہہ رہے ہو۔ جب وہ تمہاری زبان بولنے لگے ہیں تمہارے قبلے کی طرف نماز پڑھنے لگے ہیں تمہاری طرح حج کرنے لگے ہیں۔ (اب تم ان کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر لے جایا گیا۔ ہم بھی ان کے ساتھ گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے لوگوں کو اس سے پہلے اس سے بڑی مصیبت کا سامنا کرنا نہیں پڑا تھا۔ کوئی شخص یہ کہہ رہا تھا کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے (ان کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی) کوئی یہ کہہ رہا تھا مجھے ان کے بارے میں اندیشہ ہے (کہ یہ شہید ہو جائیں گے) پھر نبیذ لائی گئی انہوں نے اسے پیا تو وہ ان کے پیٹ سے باہر آ گئی۔ پھر دودھ لایا گیا اسے پیا وہ بھی ان کے پیٹ سے باہر آ گیا۔ اس سے لوگوں کو اندازہ ہو گیا اب یہ مرنے والے ہیں ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لوگ بھی آئے اور ان کے سامنے اُن کی تعریف کرنے لگے ایک نوجوان آیا اور بولا: اے امیر المومنین! آپ کو مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ پھر آپ حکمران بنے تو انصاف سے کام لیا اور اب شہادت نصیب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: مجھے یہ پسند ہے میرے ساتھ برابر کا معاملہ ہو جائے نہ خلاف کچھ ہو اور نہ مجھے کچھ ملے۔

جب وہ شخص جانے لگا تو اس کا تہبند زمین کو چھو رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اس نوجوان کو میرے پاس واپس لاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! اپنے کپڑے کو اٹھا کر رکھو کیونکہ اس سے تمہارا کپڑا بھی محفوظ رہے گا اور تمہارے اندر اپنے پروردگار کا تقویٰ بھی رہے گا۔ اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما! تم اس بات کا جائزہ لو کہ مجھ پر کتنا قرضہ ادا کرنا لازم ہے جب انہوں نے حساب کیا تو وہ چھیاسی ہزار دینار تھا یا تقریباً اس جتنا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عمر کی اولاد اس مال کو پورا ادا کر سکے تو وہ ان کے مال میں سے ادا کر دیا جائے۔ اگر نہیں تو بنو عدی (حضرت عمر کے قبیلے) سے مدد مانگی جائے۔ اگر ان کا مال بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگا جائے۔ اس کے علاوہ اور کسی سے نہ لیا جائے۔ تم اس مال کو میری طرف سے ادا کر دینا تم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو کہ "عمر" آپ کو سلام کہہ رہا ہے۔ مجھے "امیر المؤمنین" نہیں کہنا کیونکہ آج میں مؤمنین کا امیر نہیں ہوں اور پھر یہ کہنا کہ "عمر" یہ اجازت مانگ رہا ہے اسے اس کے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ دفن کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ جب

وہ ان کے پاس اندر آئے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: عمر بن خطاب نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ اجازت مانگ رہے ہیں کہ انہیں ان کے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ دفن کیا جائے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا اپنی ذات کے لئے ایسا ارادہ تھا لیکن آج میں اپنے آپ پر اُن کو ترجیح دوں گی۔ جب وہ واپس آئے تو بتایا گیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آ گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بٹھاؤ ایک شخص نے ٹیک لگا کر بٹھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تمہارے پاس کیا خبر ہے۔ انہوں نے جواب دیا: وہ ہی جو آپ کو پسند ہے۔ امیر المومنین! انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے ہے۔ میرے نزدیک اس سے زیادہ اہم اور کوئی چیز نہیں تھی۔ جب میں مر جاؤں میری میت کو اٹھا کے لے جانا اور پھر سلام کرنا اور پھر کہنا کہ عمر بن خطاب اندر دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔ اگر وہ (یعنی سیّدہ عائشہ) میرے بارے میں اجازت دیں تو اندر لے جانا اگر وہ واپس کر دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔

پھر امیر المومنین کے پاس سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور چند دیگر خواتین آئیں جب ہم نے انہیں دیکھا تو ہم اٹھ گئے۔ وہ اندر آئیں کچھ دیر ان کے پاس بیٹھی روتی رہیں۔ پھر کچھ مرد آئے تو وہ اندر گھر میں چلی گئیں۔ ہمیں اندر سے ان کے رونے کی آواز آتی رہی، ان لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ ہمیں وصیت کیجئے کسی کو اپنا نائب مقرر کر دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ایسا کوئی فرد نہیں ملتا جو ان چند افراد سے زیادہ اس معاملے یعنی خلافت کا حق دار ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا نام لیا اور فرمایا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تمہارے ساتھ رہیں گے لیکن ان کا خلافت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں دلاسہ دے رہے تھے۔ اگر سعد امیر بن جائیں تو وہ اس کے حق دار ہیں اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو جس شخص کو بھی امیر بنایا جائے وہ ان سے مدد ضرور لے۔ کیونکہ میں نے ان کی نااہلی یا بددیانتی کی وجہ سے انہیں معزول نہیں کیا تھا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے بعد والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کے احترام کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ بھلائی اختیار کرنے کی بھی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے ان سے پہلے جگہ اور ایمان کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا تھا کہ وہ خلیفہ ان کے اچھے شخص کی اچھائی قبول کرے اور برے شخص سے درگزر کرے اور میں اسے تمام علاقوں کے رہنے والے افراد کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ اسلام کا سرمایہ ہیں اور مال جمع کرنے والے ہیں اور دشمن پر غیض وغضب ڈھانے والے ہیں اور یہ کہ اُن سے ان کے مال کا زائد ان کی رضا سے ہی لیا جائے اور میں اس خلیفہ کو دیہاتیوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ عربوں کی اصل ہیں اور اسلام کا سرمایہ ہیں کہ ان کے اضافی مال لئے جائیں اور ان کے غریب لوگوں کو دے دیئے جائیں۔ میں اس خلیفہ کو اللہ کے ذمے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں کہ انہیں پورا کیا جائے اور ان کی وجہ سے جنگ کی جائے اور لوگوں کو ان کی طاقت کے مطابق پابند کیا جائے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روح قبض ہو گئی تو ہم ان کے پاس سے باہر نکلے ہم چلتے ہوئے آئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے

سلام کیا اور بولے: عمر بن خطاب (اندر دفن ہونے کی) اجازت مانگتا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہیں اندر لے آؤ۔ انہیں اندر لے جایا گیا اور ان کے ساتھیوں کے ہمراہ دفن کر دیا گیا جب ان کے دفن سے فارغ ہوئے تو وہ تمام افراد (جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا تھا) اکٹھے ہوئے، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بولے: آپ تمام حضرات اپنا معاملہ کوئی سے تین افراد کے سپرد کر دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنا معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بولے: میں اپنا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے: میں اپنا معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:) آپ میں سے جو شخص اس سے لاتعلق ہوگا ہم یہ اس کے سپرد کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ اور اسلام اس کے نگہبان ہوں گے۔ آپ جائزہ لے لیں کہ آپ کے خیال میں کون زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

یہ دونوں بزرگ خاموش رہے، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بولے: آپ اپنا حق مجھے دیں گے۔ اللہ کی قسم! میں آپ میں سے زیادہ فضیلت رکھنے والے شخص سے صرف نظر نہیں کروں گا۔ ان دونوں نے جواب دیا: جی ہاں! پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان دونوں میں سے ایک (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ کو پکڑا اور بولے: آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریبی رشتہ داری کا تعلق حاصل ہے اور آپ اسلام لانے والوں میں سب سے پہلے ہیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں اللہ آپ کا نگہبان ہو اگر میں آپ کو حکومت دے دیتا ہوں تو آپ انصاف سے کام لیں گے اور اگر میں عثمان کو امیر بنا دیتا ہوں تو آپ ان کی پیروی کریں گے اور ان کا حکم مانیں گے۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے دوسرے صاحب کے ساتھ بھی اسی طرح کی بات کی جب یہ پختہ عہد لے لیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بولے: اے عثمان! اپنا ہاتھ اٹھائیے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور تمام شہر کے لوگ اندر آئے اور انہوں نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ الْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ اَبِی الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ

باب **40**: حضرت ابوالحسن علی بن ابوطالب القرشی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے راضی تھے۔

204- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْ اَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيٌّ

بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالُوْا یَشْتَکِیْ عَیْنَیْهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْهِ فَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَ بَصَقَ فِیْ عَیْنَیْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَاَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّایَةَ فَقَالَ عَلِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰی رِسْلِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْهِمْ مِّنْ حَقِّ اللّٰهِ فِیْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ

◇◇ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا کر دے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: لوگ رات بھر اسی حسرت میں رہے ان میں سے کس کو وہ جھنڈا دیا جائے گا۔ اگلے دن صبح سب لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ جھنڈا انہیں دیا جائے۔ تو آپ نے دریافت فرمایا: علی بن ابوطالب کہاں ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اُن کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا: انہیں میرے پاس لاؤ جب وہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور ان کے لئے دعا کی تو آنکھیں ٹھیک ہو گئیں گویا انہیں کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا انہیں عطا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ان لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک وہ ہماری مانند نہ ہو جائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نرمی سے کام لینا جب تم ان کے میدان میں اتر جاؤ تو انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کون سا حق لازم ہے۔ اللہ کی قسم! تمہاری وجہ سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کر دے تو یہ تمہارے لئے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ مل جائیں۔

205- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ یَّزِیْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ خَیْبَرَ وَکَانَ بِهٖ رَمَدٌ فَقَالَ اَنَا اَتَخَلَّفُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِیٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا کَانَ مَسَاءُ اللَّیْلَةِ الَّتِیْ فَتَحَهَا اللّٰهُ فِیْ صَبَاحِهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ اَوْ لَیَاْخُذَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یُّحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَوْ قَالَ یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَاِذَا نَحْنُ بِعَلِیٍّ وَّمَا نَرْجُوْهُ فَقَالُوْا هٰذَا عَلِیٌّ فَاَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرَّایَةَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ

◇◇ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہیں آنکھوں کی تکلیف تھی وہ بیان کرتے ہیں: میں پیچھے رہ گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ جس صبح اللہ تعالیٰ نے

حدیث204: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2783' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2406' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:22872' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6932' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:5844' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8149' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:18009' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:354' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:5818' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:219' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32096' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:9637'

فتح نصیب کرنی تھی اس سے گزشتہ رات نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: میں یہ جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا۔ (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) کل جھنڈا وہ شخص حاصل کرے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔

(راوی کو شک ہے یا شاید یہ فرمایا تھا) جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے فتح نصیب کرے گا' (راوی بیان کرتے ہیں) ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پایا ہمیں ان کی امید نہیں تھی۔ لوگوں نے بتایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے وہ جھنڈا انہیں عطا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے فتح نصیب کی۔

206- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ هٰذَا فُلَانٌ لِاَمِيرِ الْمَدِينَةِ يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنبَرِ قَالَ فَيَقُولُ مَاذَا قَالَ يَقُولُ لَهُ اَبُو تُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا سَمَّاهُ اِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيثَ سَهْلًا وَّقُلْتُ يَا اَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ ذٰلِكَ قَالَ دَخَلَ عَلِيٌّ عَلٰى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَآئَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهٖ وَخَلَصَ التُّرَابُ اِلٰى ظَهْرِهٖ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَيَقُولُ اجْلِسْ يَا اَبَا تُرَابٍ مَّرَّتَيْنِ

✧✧ عبدالعزیز بن ابوحازم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: یہ فلاں شخص، یعنی مدینہ کا گورنر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر برا کہہ رہا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: وہ کیا کہہ رہا ہے اس نے جواب دیا: وہ انہیں "ابوتراب" کہہ رہا ہے۔ حضرت سہل مسکرا دیئے اور بولے: اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ نام نبی اکرم ﷺ نے رکھا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس نام سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی نام نہیں تھا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی کہ مجھے پورا واقعہ سنائیں اور کہا: اے ابوعباس! اس کا پس منظر کیا ہے۔ انہوں نے بتایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے پھر وہاں سے واپس آ گئے اور مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔ نبی اکرم ﷺ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت کیا: تمہارے چچا زاد کہاں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: مسجد میں ہیں، نبی اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور دیکھا ان کی چادر پہلو سے گر چکی تھی اور مٹی ان کی پشت پر لگی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے مٹی ان کی پشت سے جھاڑتے ہوئے فرمایا: اے ابوتراب! اٹھ جاؤ! یہ بات آپ نے دومرتبہ ارشاد فرمائی۔

207- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِي حَصِينٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَاَلَهُ عَنْ عُثْمَانَ فَذَكَرَ عَنْ مَّحَاسِنِ عَمَلِهٖ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْئُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ ثُمَّ سَاَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَ مَحَاسِنَ عَمَلِهٖ قَالَ هُوَ ذَاكَ بَيْتُهُ اَوْسَطُ بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْئُكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ انْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ

حدیث206: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2409' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6925' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4137' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 5879'

حدیث207: اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 8492

✧✧ سعد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی خصوصیات بیان کردیں اور پھر بولے: شاید یہ تمہیں برا لگا ہے اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل ورسوا کرے۔ پھر اس شخص نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی خصوصیات کے متعلق بتایا اور فرمایا: ان کا گھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان تھا۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: یہ بات بھی تمہیں بری لگی ہے؟ وہ بولا: جی ہاں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل ورسوا کرے چلے جاؤ اور میرے خلاف جو کر سکتے ہو کرو۔

208- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي لَيْلَى قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ شَكَتْ مَا تَلْقَى مِنْ اَثَرِ الرَّحَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ فَوَجَدَتْ عَائِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِيْءِ فَاطِمَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْتُ لِاَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ وَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِّمَّا سَاَلْتُمَانِيْ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتُسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتَحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ

✧✧ حضرت ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا: سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چکی پینے کی مشقت کی شکایت کی، اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے گئی لیکن آپ نہ ملے ان کی ملاقات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں بتادیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آمد کے بارے میں بتادیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہم اس وقت بستر پر لیٹ چکے تھے میں اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو! پھر آپ ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ میں آپ کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو اس سے زیادہ اچھی تعلیم نہ دوں جس کا تم لوگوں نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ جب تم اپنے بستر پر لیٹ جاؤ تو 34 مرتبہ اللہ اکبر 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد للہ پڑھو یہ تم دونوں کے لئے خادم ملنے سے زیادہ بہتر ہے۔

209- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى

✧✧ ابراہیم بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا: تم اس بات

حدیث208: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2945' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2727' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:5062' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3408' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:740' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5524' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:9172' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:14495' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:578' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:93' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:43

سے راضی نہیں ہو؟ تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

210- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ اَوْ اَمُوْتَ كَمَا مَاتَ اَصْحَابِيْ فَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَرٰى اَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَنْ عَلِيٍّ الْكَذِبُ

✧✧ عبیدہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں تم اسی طرح فیصلے کرو جس طرح پہلے کرتے تھے۔ مجھے اختلاف ناپسند ہے، یہاں تک کہ لوگ اکٹھے ہو جائیں اور میں بھی اسی حالت میں مروں جیسے میرے ساتھی مرے تھے (مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا)

ابن سیرین یہ سمجھتے تھے' عام طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو روایات منقول ہیں وہ جھوٹ کا مجموعہ ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ الْهَاشِمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ

باب 41: حضرت جعفر بن ابوطالب الہاشمی رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا: تم شکل وصورت اور اخلاق میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو

211- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ دِيْنَارٍ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاِنِّيْ كُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِيْ حَتّٰى لَا اٰكُلُ الْخَمِيْرَ وَلَا اَلْبَسُ الْحَبِيْرَ وَلَا يَخْدُمُنِيْ فُلَانٌ وَّلَا فُلَانَةُ وَكُنْتُ اُلْصِقُ بَطْنِيْ بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ كُنْتُ لَاَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْاٰيَةَ هِيَ مَعِيْ كَيْ يَنْقَلِبَ بِيْ فَيُطْعِمَنِيْ وَكَانَ اَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمِسْكِيْنِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ كَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِيْ بَيْتِهٖ حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ اِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ فَنَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيْهَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بکثرت احادیث بیان کرتے ہیں' حالانکہ میں صرف کھانا کھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتا تھا، میں خمیری روٹی نہیں کھاتا تھا اور یمنی چادر نہیں پہنتا تھا۔ فلاں مرد یا فلاں عورت میری خدمت نہیں کرتے تھے۔ بعض اوقات میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا میں بعض اوقات کسی شخص سے کسی آیت کے بارے میں سوال کرتا تھا جس کا مجھے پہلے سے پتہ ہوتا تھا۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ شخص مجھے اپنے ساتھ لے جائے گا

حدیث209: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1505' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6927' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8142' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:17671' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:344' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1465' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:647' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:209' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:71

اور کچھ کھلا دے گا۔ ویسے غریب لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں سب سے بہتر حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ تھے وہ ہمیں اپنے ساتھ گھر لے جایا کرتے تھے اور ان کے گھر میں جو کچھ ہوتا تھا وہ ہمیں کھلا دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات وہ تیل کی کپی نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیا کرتے تھے جس میں کچھ نہیں ہوتا تھا ہم اسے چیر کر اس پر جو کچھ لگا ہوتا تھا اسے چاٹ لیا کرتے تھے۔

212-حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلٰى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ

✧✧ شعبی بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے: آپ پر سلام نازل ہو! اے دو پروں والے کے صاحبزادے!

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

نام ، نسب

جعفر نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبدالمناف (ابوطالب) اور والدہ کا نام فاطمہ تھا، شجرہ نسب یہ ہے جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم مبن عبدمناف بن قصی القرشی الہاشمی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ابن عم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے، اور عمر میں ان سے تقریباً دس سال بڑے تھے۔

اسلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشغول عبادت تھے، خاندان ہاشم کے سردار ابوطالب نے اپنے دو عزیزوں کو بارگاہ صمدیت میں سربسجود دیکھا تو دل پر خاص اثر ہوا، اپنے صاحبزادہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر کہا، جعفر رضی اللہ عنہ تم بھی اپنے ابن عم کے پہلو میں کھڑے ہو جاو، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی، ان کو خدائے لایزال کی عبادت و پرستش میں ایسا مزہ ملا کہ وہ بہت جلد یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے قبل ہمیشہ کے لیے اس کے پرستاروں میں داخل ہو گئے، اس وقت تک اکتیس بتیس آدمی اس سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔

ہجرت حبش

مشرکین مکہ کی ستم آرائیوں سے تنگ آ کر جب مسلمانوں کی جماعت نے حبش کی راہ لی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ ہو گئے؛ لیکن قریش نے یہاں بھی چین لینے نہ دیا، نجاشی کے دربار میں مکہ سے گراں قدر تحائف کے ساتھ ایک وفد آیا اور اس نے درباری پادریوں کو تائید پر آمادہ کر کے نجاشی سے درخواست کی کہ "ہماری قوم کے چند ناسمجھ نوجوان اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر حضور کے قلمرو ئے حکومت میں چلے آئے ہیں، انہوں نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے جس کو پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا،

حدیث212: اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث:4016' اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث:4352

ہم کو ان کے بندگوں اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ حضور ان لوگوں کو ہمارے ساتھ واپس کر دیں، درباریوں نے بھی بلند آہنگی کے ساتھ اس مطالبہ کی تائید کی، نجاشی نے مسلمانوں سے بلا کر پوچھا کہ وہ کون سا نیا مذہب ہے جس کے لیے تم لوگوں نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی دربارِ حبش میں اسلام پر تقریر

مسلمانوں نے نجاشی سے گفتگو کے لیے اپنی طرف سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا، انہوں نے اس طرح تقریر کی: بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو ستاتے تھے، طاقت ور کمزوروں کو کھا جاتا تھا، غرض! ہم اسی بدبختی میں تھے کہ خدا نے خود ہی ہماری جماعت میں سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا، ہم اس کی شرافت، راستی، دیانت داری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے، اس نے ہم کو شرک وبت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی، راست بازی، امانت داری، ہمسایہ اور رشتہ داروں سے محبت کا سبق ہم کو سکھایا اور ہم سے کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں، بے وجہ دنیا میں خونریزی نہ کریں، بدکاری اور فریب سے باز آئیں، یتیم کا مال نہ کھائیں، شریف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، بت پرستی چھوڑ دیں، ایک خدا پر ایمان لائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں، ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر چلے ہم نے بتوں کو پوجنا چھوڑا، صرف ایک خدا کی پرستش کی، اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا، اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی، اس نے طرح طرح سے ظلم وتشدد کر کے ہم کو پھر بت پرستی اور جاہلیت کے برے کاموں میں مبتلا کرنا چاہا، یہاں تک کہ ہم لوگ ان کے ظلم وستم سے تنگ آ کر آپ کی حکومت میں چلے آئے۔

نجاشی نے کہا تمہارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی، اس کو کہیں سے پڑھ کر سناؤ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی چند آیتیں تلاوت کیں تو نجاشی پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی اس نے کہا خدا کی قسم! یہ اور تورات ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں اور قریش کے سفیروں سے مخاطب ہو کر کہا واللہ! میں ان کو کبھی واپس جانے نہ دوں گا۔

سفرائے قریش نے ایک دفعہ پھر کوشش کی اور دوسرے روز دربار میں باریاب ہو کر عرض کیا حضور! کچھ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان لوگوں کا کیا خیال ہے، نجاشی نے جواب دینے کے لیے مسلمانوں کو بلایا، ان لوگوں کو سخت تردد تھا کہ کیا جواب دیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کچھ بھی ہو، خدا اور رسول نے جو کچھ بتایا ہے، ہم اس سے انحراف نہیں کریں گے، غرض دربار میں پہنچا تو نجاشی نے پوچھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تمہارا کیا اعتقاد ہے؟" حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ جو کچھ تم نے کہا عیسیٰ بن مریم اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں، یہ سن کر دربار کے پادری جو ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے تھے، نہایت برہم ہوئے، نتھنوں سے خرخراہٹ کی آوازیں آنے لگیں، لیکن نجاشی نے کچھ پرواہ نہ کی اور قریش کی سفارت ناکام واپس آئی۔ (مسند احمد)

حبش سے مدینہ

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے مدینہ کی ہجرت کے چھ سال بعد تک حبشہ ہی میں رہے، ۷ھ میں وہ حبش

سے مدینہ آئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ خیبر فتح ہو گیا تھا اور مسلمان اس کی خوشی منا رہے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے دور افتادہ بھائیوں کی واپسی کی دوہری خوشی حاصل ہوئی، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کو گلے سے لگایا اور پیشانی چوم کر فرمایا، میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔ (طبقات ابن سعد، مختصراً بخاری ذکر غزوہ خیبر میں ہے)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی واپسی کو ابھی ایک سال بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ ان کے امتحان کا وقت آ گیا۔

غزوہ موتہ

جمادی الاولیٰ ۸ھ میں موتہ پر فوج کشی ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فوج کا علم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عطا کر کے فرمایا کہ **"اگر زید شہید ہوں تو جعفر رضی اللہ عنہ اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ، اس** جماعت کے امیر ہوں گے، (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ موتہ) چونکہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر متوقع تھے کہ شرف امارت ان ہی کو حاصل ہوگا، اس لیے انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا "یارسول اللہ! میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید رضی اللہ عنہ کو مجھ پر امیر بنائیں گے، ارشاد ہوا اس کو جانے دو تم نہیں جان سکتے کہ بہتری کس میں ہے، (طبقات ابن سعد قسم اول) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اس غزوہ کے انجام ونتیجہ سے آگاہ تھے، اس لیے فرمایا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہوں تو جعفر علم سنبھالیں، اگر وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن بن رواحہ ان کی جگہ لیں۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی غزوہ موتہ)

شہادت

موتہ پہنچ کر معرکہ کارزار گرم ہوا، تین ہزار غازیان دین کے مقابلہ میں غنیم کا ایک لاکھ ٹڈی دل لشکر تھا، امیر فوج حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ گھوڑے سے کود پڑے اور علم کو سنبھال کر غنیم کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھے دشمنوں کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیغ وتبر، تیروسنان کی بارش ہو رہی تھی یہاں تک کہ تمام بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا، دونوں ہاتھ بھی یکے بعد دیگرے شہید ہوئے مگر اس جانباز نے اس حالت میں بھی توحید کے جھنڈے کو سرنگوں ہونے نہ دیا، (اسد الغابہ) بالآخر شہید ہو کر گرے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اور ان کے بعد حضرت خالد سیف اللہ نے علم ہاتھ میں لیا اور مسلمانوں کو بچالائے۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی، منہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس جنگ میں شریک تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کی لاش کو تلاش کر کے دیکھا تو صرف سامنے کی طرف بچاس زخم تھے، تمام بدن کے زخموں کا شمار تو نوے سے بھی متجاوز تھا، (بخاری باب غزوہ موتہ) لیکن ان میں سے کوئی زخم پشت پر نہ تھا۔ (بخاری باب غزوہ موتہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزن وملال

میدان جنگ میں جو کچھ ہو رہا تھا، خدا کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے سامنے تھے، چنانچہ آنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی شہادت کا حال بیان فرما دیا، اس وقت آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور روئے انور پر حزن وملال کے آثار نمایاں تھے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں آٹا گوندھ چکی تھی، اور لڑکوں کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہنا رہی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، تشریف لائے اور فرمایا جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو لاو، میں نے ان کو حاضر خدمت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آبدیدہ ہو کر ان کو پیار فرمایا، میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں، حضور آبدیدہ کیوں ہیں کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے، فرمایا ہاں! شہید ہوگئے، یہ سن کر میں چیخنے چلانے لگی، محلّہ کی عورتیں میرے اردگرد جمع ہوگئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، واپس تشریف لے گئے، اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آل جعفر رضی اللہ عنہ کا خیال رکھنا، آج وہ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ (مستدرک حاکم)

سیدہ جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے عم محترم کی مفارقت کا شاید غم تھا، شہادت کی خبر سن کر بادیدہ تر واعماہ! واعماہ! کہتے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا، بے شک! جعفر رضی اللہ عنہ جیسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرصہ تک شدید غم رہا، یہاں تک کہ روح الامین نے یہ بشارت دی کہ "خدا نے جعفر رضی اللہ عنہ کو دو کٹے ہوئے بازووں کے بدلہ میں دو نئے بازو عنایت کیئے ہیں، جن سے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ مصروف پرواز رہتے ہیں۔ (مستدرک حاکم)

فضائل ومحاسن

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کشادہ دست وفیاض تھے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے میں ان کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو ابوالمساکین کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر بھوک کے باعث پیٹ کو کنکروں سے دبائے رکھتا تھا، اور آیت یاد بھی رہتی تو اس کو لوگوں سے پوچھتا پھرتا، کہ شاید کوئی مجھ کو اپنے گھر لے جائے اور کچھ کھلائے، لیکن میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو مسکینوں کے حق میں سب سے بہتر پایا، وہ ہم لوگوں (اصحاب صفہ) کو اپنے گھر لے جاتے تھے، اور جو کچھ ہوتا تھا، سامنے لا کر رکھ دیتے تھے، یہاں تک کہ بعض اوقات گھی یا شہد کا خال مشکیزہ تک لا دیتے اور اس کو پھاڑ کر ہمارے سامنے رکھ دیتے اور ہم اس کو چاٹ لیتے تھے۔ (صحیح بخاری مناقب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا پایہ نہایت بلند تھا، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان سے فرمایا کرتے تھے کہ "جعفر! تم میری صورت وسیرت دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو، (صحیح بخاری مناقب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے پہلے جس قدر نبی گذرے ہیں ان کو صرف سات رفیق دیئے گئے تھے، لیکن میرے رفقائے خاص کی تعداد چودہ ہے، ان میں سے ایک جعفر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، (جامع ترمذی مناقب اہل بیت) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعفر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، (جامع ترمذی مناقب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے صاحبزادہ کو سلام کرتے تو کہتے، السلام علیک یا ابن ذی الجناحین، (صحیح بخاری غزوہ موتہ) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ مانگتا تو وہ انکار کر دیتے، لیکن جب اپنے والد جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دیتا تو بغیر کچھ دیئے نہ رہتے۔

ازواج واولاد

بیویوں کی صحیح تعداد نہیں معلوم، آپ کی بیوی اسماء سے تین صاحبزادے تھے، عبداللہ، محمد اور عوف، ان میں صرف عبداللہ سے نسل چلی۔

بَابُ ذِكْرِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 42: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

213- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی اور کہا: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے اور تو ہم پر بارش نازل کرتا تھا اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں' تو ہم پر بارش نازل کر' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں تو بارش نازل ہو گئی۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

نام، نسب

عباس نام، ابوالفضل کنیت، والد کا نام عبدالمطلب اور والدہ کا نام نتیلہ تھا، شجرہ نسب یہ ہے۔

عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف الہاشمی القرشی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے چچا تھے، لیکن عمر میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا، غالباً حضرت عباس رضی اللہ عنہ دو یا تین برس آپ سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ (استیعاب تذکرہ عباس بن عبدالمطلب)

ابتدائی حالات

حضرت عباس رضی اللہ عنہ عہد طفولیت میں ایک مرتبہ گم ہو گئے تھے، ان کی والدہ نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی نذر مانی، چنانچہ ان کے صحیح وسلامت مل جانے کے بعد نہایت تزک واحتشام کے ساتھ یہ نذر پوری کی گئی، بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلی عرب خاتون تھی، جنہوں نے ایام جاہلیت میں خانہ کعبہ کو دیبا وحریر سے مزین کیا۔ (اسد الغابہ)

حدیث213: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 964' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2861' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1421' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 6220' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 84

زمانہ جاہلیت میں وہ قریش کے ایک سربرآوردہ رئیس تھے، خانہ کعبہ کا اہتمام وانصرام اور لوگوں کو پانی پلانے کا عہدہ ان کو اپنے والد عبدالمطلب سے وراثت میں ملا تھا۔ (ایضاً)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو خلعتِ نبوت عطا ہوا اور آپ نے مکہ میں علانیہ دعوتِ توحید کی صدا بلند فرمائی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے گو بظاہر ایک عرصہ تک بیعت کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا، تاہم دل سے وہ اس تحریک کے حامی تھے، چنانچہ اہل یثرب نے جب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی اور زمانہ حج میں بہتر۔ انصار نے کفار سے چھپ کر منیٰ کی ایک گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس رازداری کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انہوں نے انصار سے خطاب کر کے کہا گروہ خزرج تم کو معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز ومحترم رہے ہیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہم نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے، اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں، اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف جواب دے دو، (سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ) انصار رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں جان نثاری ووفاشعاری کی حامی بھری اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔

جنگ بدر

مشرکین قریش کے مجبور کرنے پر ان کے ساتھ معرکہ بدر میں شریک ہوئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتِ حال سے آگاہ تھے، آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ اگر اثنائے جنگ میں ابوالبختری عباس اور دوسرے بنی ہاشم سامنے آجائیں تو قتل نہ کیے جائیں، کیونکہ وہ زبردستی میدان میں لائے گئے ہیں، حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ ہم اپنے باپ، بیٹے، بھائی سے درگذر نہیں کرتے تو بنی ہاشم میں کیا خصوصیت ہے، واللہ اگر عباس مجھ کو ہاتھ آئیں گے تو میں ان کو تلوار کی لگام دوں گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ابوحفص دیکھتے ہو، عمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کے قابل ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اجازت دیجئے کہ اس کا سر اڑا دوں؛ لیکن حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بلند پایہ صحابی تھے، یہ جملہ اتفاقاً زبان سے نکل گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مواخذہ نہ فرمایا۔ (ابن اسعد قسم اول جزو)

اس جنگ میں دوسرے مشرکین قریش کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عقیل رضی اللہ عنہ اور نوفل بن حارث بھی گرفتار ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مشکیں اس قدر کس کر باندھی گئی تھیں کہ وہ دردناک آواز کے ساتھ کراہ رہے تھے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی کراہ سن کر رات کو آرام نہ فرما سکے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو تو انہوں نے ان کی مشکیں ڈھیلی کر دیں۔ (ابن سعد)

اسیرانِ جنگ کے پاس کپڑے نہ تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے سب کو کپڑے دلوائے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قد اس قدر اونچا تھا کہ کسی کا کرتا ان کے بدن پر ٹھیک نہیں اترتا تھا، عبداللہ بن ابی نے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہم قد تھا، اپنا کرتہ منگوا کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے منافق ہونے کے باوجود مرنے کے بعد اس کی لاش کو اپنا کرتہ پہنانے کے لیے دیا، وہ درحقیقت اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

دربارِ رسالت نے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا، چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ انصار کے ایک قبیلہ خزرج سے تھیں اس لیے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ عباس رضی اللہ عنہ ہمارے بھانجے ہیں ہم ان کا فدیہ چھوڑ دیتے ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے مساوات کی بنا پر گوارا نہیں فرمایا اور دولت مند ہونے کے باعث ان سے ایک بڑی رقم طلب فرمائی (بخاری) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ناداری کا عذر پیش کر کے کہا میں دل سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا، مشرکین نے مجھ کو بجبر اس جنگ میں شریک کیا، ارشاد ہوا کہ دل کا حال خدا جانتا ہے اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہے تو خدا اس کا اجر دے گا، لیکن ظاہری حالت کے لحاظ سے کوئی رعایت نہیں ہو سکتی، ناداری کا عذر بھی قابل تسلیم نہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ مکہ میں ام الفضل کے پاس ایک بڑی رقم رکھ آئے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر کہا خدا کی قسم اس رقم کا حال میرے اور ام الفضل کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا، بے شک آپ رسولِ خدا ہیں اور اپنی طرف سے نیز اپنے بھتیجے عقیل ونوفل بن حارث کی طرف سے گرانقدر فدیہ دے کر مخلصی حاصل کی۔ (مسند)

تاخیرِ اسلام اور قیامِ مکہ کی غایت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک مکہ میں مقیم رہنا اور علانیہ دائرہ اسلام میں داخل نہ ہونا درحقیقت ایک مصلحت پر مبنی تھا، وہ کفارِ مکہ کی نقل وحرکت اور ان کے رازہائے سربستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتے تھے، نیز اس سرزمین کفر میں جو ضعفائے اسلام رہ گئے تھے ان کے لیے تنہا مامن وملجا تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب کبھی رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے باز رکھا اور فرمایا کہ " آپ کا مکہ میں مقیم رہنا بہتر ہے، خدا نے جس طرح مجھ پر نبوت ختم کی ہے، اسی طرح آپ پر ہجرت ختم کرے گا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

گو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرصہ تک اپنے ایمان وعقیدہ کو مشرکین قریش سے مخفی رکھا؛ تاہم وہ اپنے دلی رجحان کو چھپا نہ سکے، ایک مرتبہ حضرت حجاج بن علاطہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے اجازت لے کر مکہ آئے اس زمانہ میں جنگِ خیبر درپیش تھی، اور اہل مکہ نہایت بے چینی کے ساتھ اس کے نتیجہ پر آنکھیں لگائے ہوئے تھے، لوگوں نے ان کو مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے دیکھ کر گھیر لیا اور جنگ کی خبر پوچھی بولے، خیبر کی جنگ میں مسلمانوں کو نہایت عبرت ناک شکست ملی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم گرفتار ہوئے اور ان کے اکثر جان نثار قتل کیے گئے ہیں، اپنا مال لینے آیا ہوں کہ دوسرے تاجروں کو خبر نہ ہونے سے پہلے اہل خیبر سے تمام مالِ غنیمت خرید لوں۔

اس خبر سے یکایک تمام مکہ میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی وادی بطحاء کا ہر بچہ بادہ انبساط سے مخمور ہو گیا، گھر گھر خوشی کے ترانے گائے جانے لگے، لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گھر ماتم کدہ تھا، وہ افسردہ ں اور مغموم صورت حجاج علاط رضی اللہ عنہ سے تخلیہ میں ملے اور پوچھا، حجاج! کیا یہ خبر صحیح ہے بولے نہیں خدا کی قسم آپ کے لیے نہایت خوش آیند خبر ہے، خدا نے آپ کے بھتیجے کو خیبر پر کامل فتح عطا فرمائی، اکثر روسائے خیبر قتل کیے گئے ان کا تمام مال واسباب مجاہدین اسلام کے ہاتھ آیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں چھوڑا کہ خیبر کی شہزادی داخلِ حرم ہو رہی تھی، میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور یہاں صرف اس لیے آیا ہوں کہ

بلطائف الحیل اپنا مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں، آپ میرے جانے کے بعد تین دن تک اس خبر کو پوشیدہ رکھیں، کیونکہ مجھے تعاقب کا خوف ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مسرت وانبساط کی کوئی انتہا نہ رہی وہ بمشکل تین دن تک اس کو چھپا سکے اور چوتھے روز نہا دھو کر اور بیش قیمت کپڑے زیب بدن کر کے ہاتھ میں عصا لیے ہوئے خانہ کعبہ آئے اور طواف کرنے لگے، لوگوں نے چھیڑ کر کہا خدا قسم! یہ مصیبت پر اظہار صبر ہے بولے قسم ہے اس ذات کی جس کی تم نے قسم کھائی ہر گز نہیں! بالکل غلط ہے، خیبر فتح ہو گیا اور اس کا ایک ایک چپہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے تصرف میں ہے، لوگوں نے تعجب سے پوچھا یہ خبر کہاں سے آئی؟ فرمایا: حجاج بن علاطہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جو اسلام قبول کر چکے ہیں اور یہاں محض اپنا مال لینے آئے تھے، اس حقیقت نے مشرکین مکہ کی تمام مسرت خاک میں ملا دی اور وہ ایک فریب خوردہ دشمن کی طرح دانت پیسنے لگے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ حجاج بن علاطہ)

اسلام وہجرت

فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہجرت کی اجازت مل گئی، چنانچہ وہ مع اہل وعیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علانیہ بیعت کر کے مستقل طور سے مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے۔

غزوات

مکہ کی فوج کشی میں شریک تھے، حنین کی جنگ میں حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے اور رہوار رسالت کی باگ تھامے ہوئے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے، فرماتے ہیں کہ اثنائے جنگ میں جب کفار کا غلبہ ہوا اور مسلمانوں کے منہ پھر گئے، تو ارشاد ہوا، عباس! نیزہ برداروں کو آواز دو، فطرۃ میری آواز نہایت بلند تھی، میں نے این اصحاب السمرہ؟ کا نعرہ مارا تو سب کے سب یکا یک پلٹ پڑے اور مسلمانوں کا بگڑا ہوا کھیل بن گیا، (مسند) محاصرہ طائف، غزوہ تبوک اور حجۃ الوداع میں بھی شریک تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی وفات

حجۃ الوداع سے واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، بیمار ہوئے، مرض روز بڑھتا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے بنی ہاشم تیمارداری کی خدمت انجام دیتے تھے، وفات کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج کیسا ہے؟ چونکہ بظاہر حالت سنبھل گئی تھی، اس لیے انہوں نے کہا کہ خدا کے فضل سے اب اچھے ہیں؛ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ خاندانِ ہاشم کا دیرینہ تجربہ رکھتے تھے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، تمہارا کہاں خیال ہے؟ خدا کی قسم تین دن کے بعد تم غلامی کرو گے میں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب اس مرض میں وفات پائیں گے؛ کیونکہ میں خاندان عبد المطلب کے چہروں سے موت کا اندازہ کر سکتا ہوں، آؤ چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ آپ کے بعد منصب خلافت کس کو حاصل ہوگا، اگر ہم مستحق ہیں تو معلوم ہو جائے گا، ورنہ عرض

کریں گے کہ ہمارے لیے وصیت فرما جائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں نہ پوچھوں گا، اگر پوچھنے پر آپ نے انکار کر دیا تو پھر آئندہ ہمیشہ کے لیے اس سے محروم ہو جاؤں گا، (بخاری) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی جرات نہ ہوئی۔

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اسی روز وفات پائی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے بنو ہاشم کی مدد سے تجہیز وتکفین کی خدمت انجام دی، چونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے عم محترم تھے، خاندانِ ہاشم میں سب سے معمر تھے، اس لیے تعزیت وماتم پرسی کے خیال سے لوگ ان ہی کے پاس آئے۔ (استیعاب تذکرہ عباس بن عبدالمطلب)

بارگاہِ نبوت میں اعزاز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے عم محترم کی نہایت تعظیم وتوقیر فرماتے تھے اور ان کی معمولی اذیت سے بھی آپ کو تکلیف ہوتی تھی، ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہِ نبوت میں شکایت کی کہ قریش جب باہم ملتے ہیں تو ان کے چہروں پر تازگی وشگفتگی برستی ہے، لیکن جب ہم سے ملتے ہیں تو بشاشت کے بجائے برہمی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، یہ سنکر غضبناک ہوئے اور فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو شخص خدا اور رسول کے لیے تم لوگوں سے محبت نہ کرے گا اس کے دل میں نور ایمان نہ ہوگا، (جامع ترمذی مناقب حضرت عباس رضی اللہ عنہ ومسند) چچا باپ کا قائم مقام ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مدینہ کے محصل مقرر ہوئے، انہوں نے حسب قاعدہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی رقم طلب کی، انہوں نے انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی سے تقاضا کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے جا کر صورت واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا تم عباس رضی اللہ عنہ سے کیا چاہتے ہو، بدر کے فدیہ میں تم ان سے بہت کچھ لے چکے، عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور چچا باپ ہی کا قائم مقام ہے۔ (جامع ترمذی وغیرہ مناقب عباس رضی اللہ عنہ)

خلفائے راشدین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے بعد خلفائے راشدین نے بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عزت واحترام کا مخصوص لحاظ رکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگر کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر ان کی طرف سے گذرتے تو تعظیما اتر پڑتے، اور فرماتے کہ "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم ہیں۔ (استیعاب تذکرہ عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر ان کو اپنے مشوروں میں شریک کرتے تھے، اور قحط وخشک سالی کے موقعوں پر ان سے دعائیں کراتے تھے، قحط عام الرمادہ کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا خدایا! پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑ کر حاضر ہوتے تھے اور اب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے عم محترم کا وسیلہ لے کر آئے ہیں ان کے طفیل میں ہم کو سیراب کر، ان کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو یکا یک صاف وشفاف آسمان پر ابر نمودار ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں بارانِ رحمت سے تمام کوہ وبیابان جل تھل ہو گئے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے۔

سال الامام وقد تتابع جدبنا　　　فسقی الغمام بعزة العباس رضی الله عنه
امام کے دعامانگنے پر بھی خشک سالی بڑھتی گئی　لیکن عباس کی شرافت کے طفیل میں ابر نے سیراب کردیا

عم النبی وصنو والده الذی　　　ورث النبی بذاك دون الناس
وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے چچا اور آپ کے والد کے حقیقی بھائی ہیں انہوں نے تمام لوگوں کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت پائی۔

احیی الا له به البلادفاصبحت　　　محضرة الاجناب بعد الباس
ان کے طفیل میں خدا نے ملک کو زندہ کردیا　اور ناامیدی کے بعد پھر تمام میدان سرسبز ہوگئے۔

چونکہ یہ بارش نہایت غیر متوقع تھی، اس لیے لوگ فرطِ مسرت سے ان کے ہاتھ پاوں چوم چوم کر کہتے تھے "ساقیِ حرمین! مبارک ہو ساقیِ حرمین! مبارک ہو۔ (استیعاب تذکرہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ)

وفات

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اٹھاسی برس کی عمر پا کر ۳۲ھ میں بماہ رجب یا رمضان، جمعہ کے روز رہگزین عالم جاوداں ہوئے، خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قبر میں اتر کر سپردخاک کیا۔
(استیعاب تذکرہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ)

اخلاق

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت فیاض، مہمان نواز اور رحم دل تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مقام بقیع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھ کر فرمایا یہ عباس رضی اللہ عنہ عم رسول ہیں، یہ قریش میں سب سے زیادہ کشادہ دستی اور اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھتے ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)
دل نہایت نرم تھا دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوجاتا، یہی وجہ ہے کہ ان کی دعاوں میں خاص اثر ہوتا تھا۔

تمول وذریعہ معاش

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایامِ جاہلیت میں نہایت متمول تھے، چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیس اوقیہ سونا فدیہ لیا تھا جو دوسرے قیدیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا۔ (مسند)
تجارت ذریعہ معاش تھی، ساتھ ہی وہ سودی لین دین بھی کرتے تھے، لوگوں کو سود پر قرض دیتے تھے، یہ سلسلہ فتح مکہ تک قائم رہا، حجۃ الوداع کے موقع پر محرم ۱۰ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے جب اپنا مشہور آخری خطبہ دیا تو اس میں فرمایا، آج سے عرب کے تمام سودی کاروبار بند کیے گئے اور سب سے پہلا سودی کاروبار جس کو میں بند کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ (صحیح مسلم وابوداود)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مالِ غنیمت کے خمس اور فدک کی آمدنی سے بھی ان کی اعانت فرماتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلیفہ اول سے فدک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی دوسری متروکہ جائیداد میں وراثت کا مطالبہ کیا لیکن "لانورث ماترکنا صدقۃ" کی حدیث سن کر خاموش ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں باغِ فدک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا تھا، لیکن وہ دونوں باہمی اتفاق سے اس کا انتظام قائم نہ رکھ سکے اور بارگاہِ خلافت میں تقسیم کر دینے کی درخواست پیش کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ محض گذارہ کے لیے دیا گیا ہے اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں ہو سکتا۔

(بخاری باب غزوہ خیبر)

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد بلند و بالا، چہرہ خوبصورت، رنگ سفید اور جلد نہایت نازک۔

ازواج واولاد

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں جن سے کثرت سے اولادیں ہوئیں، سب سے پہلی بیوی لبابہ بنت حارث تھیں، ان سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں۔

فضل، عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمن، قشم، معبدام حبیبہ

ام ولد سے یہ اولادیں ہوئیں۔

کثیر، تمام، صفیہ، امیمہ

تیسری بیوی حجیلہ تھیں، ان کے بطن سے حارث تھے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول)

بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 43: نبی اکرم ﷺ کے قریبی عزیزوں کے مناقب کا بیان

نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منقبت

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا، فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے

214- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْاَلُهٗ مِيْرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكٍ وَّمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ

یَعْنِیْ مَالَ اللّٰهِ لَیْسَ لَهُمْ اَنْ یَّزِیْدُوْا عَلَی الْمَاْکَلِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهَا فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِیْهَا بِمَا عَمِلَ فِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ عَلِیٌّ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا یَا اَبَا بَکْرٍ فَضِیْلَتَكَ وَذَکَرَ قَرَابَتَهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ فَتَکَلَّمَ اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا اور ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حاصل ہونے والی میراث کا مطالبہ کیا اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بطور فے عطا کیا تھا؟ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صدقے کا بھی مطالبہ کیا جو انہوں نے مدینہ منورہ، فدک اور خیبر کے پانچویں حصے کے بعد باقی چھوڑا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث اس مال یعنی اللہ کے اس مال میں سے صرف کھانا کھائیں گے' کھانے سے زیادہ وہ اس میں سے کچھ نہیں لے سکتے۔

(حضرت ابوبکر نے کہا:) اللہ کی قسم! میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں کہیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کروں گا وہ اسی حالت میں رہیں گے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھے اور مجھے ان کے بارے میں اچھی طرح علم ہے' آپ انہیں کس طرح استعمال کیا کرتے تھے۔

(پھر اس کے کچھ عرصے بعد جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آئے تو) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور پھر بولے: اے ابوبکر! آپ کی فضیلت کا ہمیں علم ہے پھر انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری اور ان کے حق کا تذکرہ کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی اور بولے: اللہ کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیزوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا میرے نزدیک میرے اپنے قریبی عزیزوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی منقول ہے (اے اہل ایمان) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا خیال رکھو۔

حدیث214: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2926' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1859' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:2968' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:1608' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:4141' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:25' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4823' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:4443' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:12513' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:43

215- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: فاطمہ رضی اللہ عنہا میری (جان) کا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے گا اس نے مجھے ناراض کیا۔

216- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِیْ شَكْوَاهُ الَّذِیْ قُبِضَ فِيْهَا فَسَارَّهَا بِشَیْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَسَاَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ سَارَّنِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِیْ وَجَعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهِ اَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جس بیماری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس کے دوران آپ نے اپنی صاحبزادی بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا اور ان سے سرگوشی میں کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں پھر آپ نے پاس بلا کر سرگوشی میں کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے اس بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار سرگوشی کی تو بتایا: آپ کا اسی بیماری کے دوران وصال ہو جائے گا تو میں رونے لگی پھر آپ نے مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی تو بتایا: آپ کے اہل خانہ میں سب سے پہلے میں آپ سے آ کر ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

بَابُ مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ حَوَارِیُّ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُمِّیَ الْحَوَارِيُّوْنَ لِبَيَاضِ ثِيَابِهِمْ

باب 44: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں۔

(امام بخاری فرماتے ہیں) حواریوں کو ان کے سفید کپڑوں کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے۔

217- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ اَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيْدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتّٰى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ وَاَوْصٰى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ قَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقَالُوْهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ اٰخَرُ اَحْسِبُهُ الْحَارِثَ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ فَقَالَ عُثْمَانُ وَقَالُوْا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ هُوَ فَسَكَتَ قَالَ فَلَعَلَّهُمْ قَالُوا الزُّبَيْرَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَمَا وَالَّذِیْ

حدیث215: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3556' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32269

حدیث216: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3427' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2450' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3873' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24527' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6954' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8513' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6743

نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَخَيْرُهُمْ مَا عَلِمْتُ وَاِنْ كَانَ لَاَحَبَّهُمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ مروان بن حکم بیان کرتے ہیں' جب نکسیر پھوٹنے کی وبا پھیلی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی نکسیر پھوٹنے کی شدید شکایت ہوگئی یہاں تک کہ وہ اس کی وجہ سے حج کے لئے بھی نہیں جا سکے۔ انہوں نے وصیت کی' قریش سے تعلق رکھنے والا ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا: کسی کو اپنا نائب مقرر کر دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا دوسرے لوگ بھی یہی کہہ رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کون شخص ہونا چاہئے؟ (جسے میں نائب مقرر کروں) وہ شخص خاموش رہا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک اور شخص حاضر ہوا میرا خیال ہے وہ شخص حارث تھا۔ وہ بولا: آپ کسی کو اپنا نائب مقرر کر دیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا دوسرے لوگ بھی یہی کہہ رہے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: جی ہاں! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: وہ کون شخص ہونا چاہئے (جسے میں اپنا نائب مقرر کروں) تو وہ شخص خاموش ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بولے شاید لوگ یہ چاہتے ہیں: وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہوں وہ شخص بولا: جی ہاں! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میرے علم کے مطابق وہ ان میں سب سے بہتر ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

218- حَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ سَمِعْتُ مَرْوَانَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقِيْلَ ذَاكَ قَالَ نَعَمِ الزُّبَيْرُ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ خَيْرُكُمْ ثَلَاثًا

✧✧ ہشام بیان کرتے ہیں' میرے والد نے مجھے بتایا: میں نے سنا مروان یہ کہتا ہے' میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کسی کو اپنا نائب مقرر کر دیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا اس بارے میں بات ہوئی ہے؟ وہ بولا: جی ہاں! حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا نام آرہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

219- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ هُوَ ابْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِيًّا وَّاِنَّ حَوَارِیَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر نبی کا مخصوص حواری ہوتا ہے اور میرا حواری' زبیر بن عوام ہے۔

220- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كُنْتُ يَوْمَ الْاَحْزَابِ جُعِلْتُ اَنَا وَعُمَرُ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ فِی النِّسَآءِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِالزُّبَيْرِ عَلٰى فَرَسِهٖ يَخْتَلِفُ اِلٰى بَنِیْ

حدیث219: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2691' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2415' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3744' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:122' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:813' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6985' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:5558' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8841

حدیث220: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1423' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8213

قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ يَا اَبَتِ رَاَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ اَوَهَلْ رَاَيْتَنِي يَا بُنَيَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّاْتِ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَيَاْتِيْنِيْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ

✧✧ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' غزوہ احزاب کے موقع پر میں اور عمر بن ابوسلمہ خواتین کی نگرانی کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر بنوقریظہ کی طرف دو یا تین دفعہ گئے اور واپس آ گئے تو میں نے دریافت کیا: ابا جان! میں نے آپ کو دیکھا ہے' آپ ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔

تو انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے کیا تم نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! انہوں نے بتایا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص بنوقریظہ جا کر ان کی خبر مجھے لا کے دے گا تو میں چلا گیا جب میں واپس آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

221- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ فَكُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ

✧✧ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' جنگ یرموک کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت زبیر سے یہ کہا آپ حملہ کیجئے آپ کے ہمراہ ہم بھی حملہ کریں گے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان کفار نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے کندھے کے قریب دو گہرے زخم لگائے ان کے درمیان میں بھی ایک زخم موجود تھا جو انہیں غزوہ بدر کے دن لگا تھا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب میں چھوٹا تھا تو ان زخموں کے نشانوں سے کھیلا کرتا تھا۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

نام، نسب، خاندان

زبیر نام، ابوعبداللہ کنیت، حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقب، والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی الاسدی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے مل جاتا ہے اور چونکہ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی تھیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے پھوپھی زاد بھائی تھے، اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھی حقیقی بھتیجے تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد ہونے کے سبب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساڑھو بھی تھے اور اس طرح ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو متعدد نسبتیں

حدیث221: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3756

حاصل تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھائیس سال قبل پیدا ہوئے، بچپن کے حالات بہت کم معلوم ہیں، لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی سے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ جوان ہوکر ایک عالی حوصلہ، بہادر، الوالعزم مرد ثابت ہوں، چنانچہ وہ بچپن میں عموماً انہیں مارا پیٹا کرتیں اور سخت سے سخت محنت ومشقت کے کام کا عادی بناتی تھیں، ایک دفعہ نوفل بن خویلد جو اپنے بھائی عوام کے مرنے کے بعد ان کے ولی تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ پر نہایت خفا ہوئے کہ کیا تم اس بچے کو اس طرح مارتے مارتے مار ڈالوگی، اور بنو ہاشم سے کہا کہ تم لوگ صفیہ رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے کیوں نہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے حسب ذیل رجز میں اس خفگی کا جواب دیا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت اصابہ تذکرہ زبیر رضی اللہ عنہ)

من قال انی ابغضه فقد کذب   انما اضربه لکی یلب

جس نے یہ کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں، اس نے جھوٹ کہا، میں اس کو اس لیے مارتی ہوں کہ عقل مند ہو۔

ویھزم الجیش یاتی باسلب الخ

اور فوج کو شکست دے اور مال غنیمت حاصل کرے

اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ وہ بچپن ہی میں بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے، ایک دفعہ مکہ میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا، انہوں نے ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ اسے لاد کر شکایۃً حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے، تو انہوں نے معذرت وعفوخواہی کے بجائے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ تم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو کیسا پایا، بہادر یا بزدل۔

(اصابہ جلد تذکرہ زبیر رضی اللہ عنہ)

اسلام

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ صرف سولہ برس کے تھے کہ نورِ ایمان نے ان کے خانہ دل کو منور کردیا (مستدرک حاکم) بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پانچویں یا چھٹے مسلمان تھے، لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، تاہم سابقین اسلام میں وہ ممتاز اور نمایاں تقدم کا شرف رکھتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اگرچہ کمسن تھے، لیکن استقامت اور جان نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ کسی نے مشہور کردیا، کہ مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو گرفتار کرلیا ہے، یہ سن کر جذبہ جانثاری سے اس قدر بیخود ہوئے کہ اسی وقت ننگی تلوار کھینچ کر مجمع کو چیرتے ہوئے آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا زبیر! یہ کیا ہے؟ عرض کیا مجھے معلوم ہوا تھا کہ (خدانخواستہ) حضور گرفتار کرلیے گئے ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی، اہل سیر کا بیان ہے کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہ فدویت وجان نثاری میں ایک بچے کے ہاتھ سے برہنہ ہوئی۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ)

ہجرت

عام بلاکشان اسلام کی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مشرکین مکہ کے پنجہ ظلم وستم سے محفوظ نہ تھے، ان کے چچا نے ہر ممکن طریقہ سے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا، بالآخر اس نے برہم ہو کر اور بھی سختی شروع کی، یہاں تک کہ چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا، اور اس قدر دھونی دیتا کہ دم گھٹنے لگتا؛ لیکن وہ ہمیشہ یہی کہے جاتے کچھ بھی کر واب میں کافر نہیں ہوسکتا۔ (اصابہ جلد تذکرہ زبیر رضی اللہ عنہ)

غرض مظالم وشدائد سے اس قدر تنگ آئے کہ وطن چھوڑ کر حبش کی راہ لی، پھر کچھ دنوں کے بعد وہاں سے واپس آئے، تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا قصد کیا، اس لیے انہوں نے بھی مدینہ کی مبارک سرزمین کو وطن بنایا۔

مواخات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے مکہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی قرار دیا تھا، لیکن جب مدینہ پہنچنے کے بعد انصار ومہاجرین میں تعلقات پیدا کرنے کے لیے ایک دوسری مواخات منعقد ہوئی تو اس دفعہ حضرت سلمہ بن سلامہ انصاری رضی اللہ عنہ سے رشتہ اخوت قائم کیا گیا، جو مدینہ کے ایک معزز بزرگ اور بیعت عقبہ میں شریک تھے۔

غزوات

غزوات میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوہ بدر پیش آیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں نہایت جانبازی ودلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفیں تہ وبالا کردیتے، ایک مشرک نے ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر مبارزت چاہی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑھ کر اس سے لپٹ گئے، اور دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کہ ان دونوں میں جو سب سے پہلے زمین پر رہے گا وہ مقتول ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مشرک پہلے زمین پر گر کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا، (کنز العمال) اسی طرح عبیدہ بن سعید سے مقابلہ پیش آیا جو سر سے پاؤں تک زرہ پہنے ہوئے تھا، صرف دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تاک کر اس زور سے آنکھ میں نیزہ مارا کہ اس پار نکل گیا، اس کی لاش پر بیٹھ کر بمشکل نیزہ نکالا، پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے بطور یادگار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس نیزہ کو لے لیا، اس کے بعد پھر خلفاء میں تبرکاً منتقل ہوتا رہا، یہاں تک خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے وارث حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان کی شہادت تک ان کے پاس موجود تھا۔

وہ جس بے جگری کے ساتھ بدر میں لڑے اس کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے، تمام جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، خصوصاً ایک زخم اس قدر کاری تھا کہ وہاں پر ہمیشہ کے لیے گڑھا پڑ گیا تھا، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ان میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ (بخاری باب غزوہ بدر)

معرکہ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ملائکہ بھی اسی وضع میں آئے ہیں، (کنز العمال) غرض مسلمانوں کی شجاعت وثابت قدمی نے میدان مارلیا حق غالب رہا اور باطل کو شکست ہوئی۔

غزوہ احد

۳ھ میں معرکہ احد کا واقعہ ہوا، اثنائے جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار کھینچ کر فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا؟ تمام جان نثاروں نے بیتابی کے ساتھ اپنے ہاتھ پھیلائے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن یہ فخر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ انصاری کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔ (زرقانی)

جنگ احد میں جب تیراندازوں کی بے احتیاطی سے فتح شکست سے مبدل ہوگئی اور مشرکین کے اچانک حملے سے غازیان دین کے پاوں متزلزل ہو گئے، یہاں تک کہ شمع نبوت کے گرد صرف چودہ صحابہ رضی اللہ عنہ پروانہ وار ثابت قدم رہ گئے تھے تو اس وقت بھی یہ جان نثار حواری جان نثاری کا فرض ادا کر رہا تھا۔ (ایضاً)

غزوہ خندق

۵ھ میں یہودیوں کی مفسدہ پردازی سے تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس حصہ پر معمور تھے جہاں عورتیں تھیں۔ (مسند)

بنوقریظ اور مسلمانوں میں باہم معاہدہ تھا، لیکن عام سیلاب میں وہ بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کے لیے کسی کو بھیجنا چاہا اور تین بار فرمایا" کون اس قوم کی خبر لائے گا؟" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہر مرتبہ بڑھ کر عرض کیا کہ "میں" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے خوش ہو کر فرمایا" ہر نبی کے لیے حواری ہوتے ہیں، میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے، (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خندق) اس نازک وقت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس طرح بے خطر تنہا آمد و رفت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی اس جانبازی سے اس قدر متاثر تھے کہ فرمایا: فداك ابی و اُمی، یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ (مسند)

کفار بہت دنوں تک خندق کا محاصرہ کیے رہے، لیکن پھر کچھ تو ارضی و سماوی مصائب اور کچھ مسلمانوں کے غیر معمولی ثبات واستقلال سے پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

غزوہ خیبر

غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنوقریظہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے پھر خیبر کی مہم میں غیر معمولی شجاعت دکھائی، مرحب یہودی خیبر کا رئیس تھا وہ مقتول ہوا تو اس کا بھائی یاسر غضبناک ہو کر "ھل من مبارز" کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان میں آیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا وہ اس قدر تنومند اور قوی ہیکل تھا کہ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میرا لخت جگر آج شہید ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا نہیں! زبیر رضی اللہ عنہ اس کو مارے گا، چنانچہ درحقیقت تھوڑی دیر رد و بدل کے بعد وہ واصل جہنم ہوا۔ (سیرت ابن ہشام)

غرض خیبر فتح ہوا اور اس کے بعد فتح مکہ کی تیاریاں شروع ہوئیں، مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے تمام کیفیت لکھ کر ایک عورت کے ہاتھ قریش مکہ کے پاس روانہ کی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو خبر ہوگئی اور ایک جماعت اس عورت کو گرفتاری پر مامور ہوئی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک تھے، وہ گرفتار ہو کر آئی اور خط پڑھا گیا، تو ابن ابی بلتعہ رضی اللہ

عنہ کا سر ندامت سے جھک گیا، رحمۃ للعالمین نے ان کی عفوخواہی پر جب معاف فرمادیا، اور یہ آیت نازل ہوئی۔ "یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ" (الممتحنہ)

فتح مکہ

رمضان ۸ھ میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا قصد کیا اور شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوئے جہاں سے آٹھ سال قبل طرح طرح کے مصائب وشدائد برداشت کرنے کے بعد بے بسی کی حالت میں نکلنے پر مجبور ہوئے تھے، اس عظیم الشان فوج کے متعدد دستے بنائے گئے تھے، سب سے چھوٹا اور آخری دستہ وہ تھا جس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، موجود تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے علمبر دار تھے۔ (بخاری باب غزوۃ الفتح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، جب مکہ میں داخل ہوئے اور ہر طرف سکون واطمینان ہوگیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑوں پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے کھڑے ہوکر ان کے چہروں سے گردغبار صاف کیا اور فرمایا میں نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور سوار کے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے، جو ان حصوں میں کمی کریگا خدا اس کو نقصان پہنچائے گا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

مختلف غزوات

فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوہ حنین پیش آیا کفار کمین گاہوں میں چھپے ہوئے مسلمانوں کی نقل وحرکت دیکھ رہے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا "لات وعزیٰ کی قسم یہ طویل القامت سوار یقیناً زبیر رضی اللہ عنہ ہے، تیار ہو جاو، اس کا حملہ نہایت خطرناک ہوتا ہے" یہ حملہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک زبردست جمعیت نے اچانک حملہ کردیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نہایت پھرتی اور تیز دستی کے ساتھ اس آفتِ ناگہانی کو روکا اور اس قدر شجاعت وجانبازی سے لڑے کہ یہ گھاٹی کفار سے بالکل صاف ہوگئی۔

اس کے بعد جنگ طائف اور تبوک کی فوج کشی میں شریک ہوئے، پھر بعد، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد کیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس میں بھی ہم رکاب تھے۔

حج سے واپس آنے کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، بعض روایات کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ اول کی بیعت میں پس وپیش تھا، تاہم وہ زیادہ دنوں تک اس پر قائم نہیں رہے۔

جنگ یرموک کا حیرت انگیز کارنامہ

سوا دوبرس کی خلافت کے بعد خلیفہ اول کا وصال ہوگیا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسند حکومت پر قدم رکھا، خلیفہ اول کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوچکا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام عرب میں جوش پھیلا کر اس کو اور بھی زیادہ وسیع کردیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا دل گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے افسردہ ہوچکا تھا، تاہم ایک مرد میدان وجانباز بہادر کے

لیے اس جوش وولولہ کے وقت عزلت نشین رہنا سخت تنگ تھا، خلیفہ وقت سے اجازت لے کر شامی رزم گاہ میں شریک ہوئے، اس وقت یرموک کے میدان میں ملک شام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہورہا تھا، اثنائے جنگ میں لوگوں نے کہا اگر آپ حملہ کر کے غنیم کے قلب میں گھس جائیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ میرا ساتھ نہیں دے سکتے، لوگوں نے عہد کیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اِس پار سے اُس پار نکل گئے اور کوئی رفاقت نہ کر سکا، پھر واپس لوٹے تو رومیوں نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور نرغہ کر کے سخت زخمی کیا گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بدر کے زخم کے بعد یہ دوسرا زخم کا گڑھا تھا جس میں بچپن میں ہم انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب المغازی)

فسطاط کی فتح

فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مصر پر حملہ ہوا انہوں نے چھوٹے چھوٹے مقامات کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کی مضبوطی نیز فوج کی قلت دیکھ کر دربارِ خلافت سے اعانت طلب کی، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے اور خط میں لکھا کہ ان افسروں میں ایک ایک، ہزار ہزار سوار کے برابر ہے، افسروں میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، ان کا جو رتبہ تھا اس کے لحاظ سے عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کو افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات ان کے ہاتھ میں دیئے، انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا اور جہاں جہاں مناسب تھا مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے متعین کیے، اس کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کر دیئے، اس پر پورے سات مہینے گذر گئے، اور فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دن تنگ آ کر کہا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں، یہ کہہ کر ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، چند اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ دیا، فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے، ساتھ ہی تمام فوج نے نعرہ مارا کہ قلعہ کی زمین دہل اٹھی، عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے، بدحواس ہو کر بھاگے ادھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس آئی، مقوقس حاکمِ مصر نے یہ دیکھ کر صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔ (فتوح البلدان)

اسکندریہ کی تسخیر

فسطاط فتح کر کے اسلامی فوج نے اسکندریہ کا رخ کیا اور مدتوں قلعہ کا محاصرہ کیے پڑی رہی، لیکن جس قدر زیادہ دن گذرتے جاتے تھے، اسی قدر دربار خلافت سے اس کے جلد فتح کرنے کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا، غرض ایک روز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آخری اور قطعی حملہ کا ارادہ کر لیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کو فوج کا ہراول بنا کر اس زور سے یورش کی کہ ایک ہی حملہ میں شہر فتح ہو گیا۔

مفتوحہ ممالک کی تقسیم کا مطالبہ

مصر کامل طور پر مسخر ہو گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سپہ سالار فوج سے اراضی مفتوحہ کی تقسیم کا

مطالبہ کیا اور فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو مجاہدین پر تقسیم فرمادیا تھا، اسی طرح تمام ممالک مفتوحہ کو تقسیم کردینا چاہئے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا تو انہوں نے لکھا کہ اس کو اسی طرح رہنے دینا چاہئے تاکہ آئندہ نسلیں بھی اس سے مستفید ہوتی رہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں بھی اس کی مصلحت آگئی اور خاموش ہورہے۔ (مسند ابن حنبل)

۲۳ھ میں خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجوسی کے ہاتھ ناگہانی طور پر زخمی ہوکر سفرِ آخرت کی تیاری کی تو عہد خلافت کے لیے چھ آدمیوں کے نام پیش کئے اور فرمایا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت تک ان سے راضی رہے تھے، ان چھ بزرگوں میں ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، لیکن تین دن کی مسلسل گفت وشنید اور بحث ومباحثہ کے بعد مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو مسند گرامی پر بٹھلایا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی بے چون وچرا اس انتخاب کو تسلیم کرکے بیعت کرلی۔ (بخاری کتاب المناقب قصۃ البیعۃ)

خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے عہد میں زبیر رضی اللہ عنہ نے نہایت سکون وخاموشی کی زندگی بسر کی اور کسی قسم کی ملکی مہم میں شریک نہیں ہوئے، درحقیقت عمر بھی اس حد سے متجاوز ہوچکی تھی، لیکن ۳۵ھ میں مصری مفسدوں نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کیا، تو انہوں نے اپنے بڑے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کی مساعدت وحفاظت پر مامور کردیا۔

غرض اٹھارہویں ذی الحجہ جمعہ کے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مفسدین کے ہاتھ سے شہید ہوئے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حسب وصیت پوشیدہ طریقہ پر رات کے وقت نماز جنازہ ادا کی اور مضافاتِ مدینہ میں حش کوکب نامی ایک مقام پر سپرد خاک کیا۔

خلیفہ وقت کے قتل سے تمام مدینہ میں مفسدین کا رعب طاری ہوگیا، ہر شخص دم بخود تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرفدار اور تمام بنوامیہ مکہ اور دوسرے مقامات کی طرف بھاگ گئے، چونکہ مصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے اس لیے انہوں نے اس کو خلافت کا بارگراں اٹھانے پر مجبور کیا، اور مسجد نبوی مین لوگوں کو بیعت کے لیے جمع کیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ گو برابر کے دعویدار تھے، تاہم مصریوں کے خوف سے زبان نہ ہلاسکے اور کسی طرح بیعت کرلی۔ (تاریخ طبری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسند نشینی کے بعد بھی مدینہ میں امن وامان قائم نہ ہوسکا، سبائی فرقہ جو اس انقلاب کا بانی تھا، اور فتنہ وفساد کے نئے نئے کرشمے دکھاتا رہتا تھا، جاہل بدوی جو ہمیشہ ایسے لوٹ مار کے موقعوں پر شریک ہوجاتے، سبائیوں کے ساتھ ہوگئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوشش کی کہ یہ لوگ اپنے اپنے وطن کی طرف لوٹ جائیں اور بدویوں کو بھی شہر سے نکال دیا جائے لیکن سبائیوں کے ضد اور انکار سے کامیابی نہ ہوئی۔ (تاریخ طبری)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو اساطین امت میں تھے، کب تک خاموشی کے ساتھ اس شورش وہنگامہ آرائی کا تماشہ دیکھتے، اصلاحِ حال اور رفع فساد کا انتظار کرتے کرتے کامل چار ماہ گذر گئے، لیکن امن وسکون کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، آخر تھک کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اصلاح واقامت حدود کا مطالبہ کیا، انہوں نے جواب

دیا، بھائی! میں اس سے غافل نہیں ؛لیکن ایک ایسی قوم کے ساتھ کیا کرسکتا ہوں جس پر میرا کچھ اختیار نہیں، بلکہ وہ خود مجھ پر حکمران ہے، (تاریخ طبری:۰۰۰۰) غرض جب اس طرح سے بھی مایوسی ہوئی تو یہ دونوں خود عملاً اس شورش کو رفع کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ حج کے خیال سے مکہ آئی تھیں، اور اب تک مدینہ کی شورشوں کا حال سن کر یہیں مقیم تھیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ام المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان لفظوں میں مدینہ کی بدامنی کا نقشہ کھینچا۔

اناتحملنا بقتینا هرابامن المدینة من غبو غاءاعراب وفارقنا قوما حیاری لایعرفون حقار لاینکرون باطلاولایمنعون انفسهم

ہم اعراب کے شوروشر کے خوف سے مدینہ سے بھاگ آئے ہیں اور اہم نے وہاں ایسی حیران قوم کو چھوڑا ہے جو نہ حق کو پہنچانتی ہے اور نہ باطل سے احتراز کرتی ہے اور نہ اپنی جانوں کی حفاظت کرتی ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تو پھر کوئی رائے قائم کر کے اس شورش کو فرو کرنا چاہیے" غرض تھوڑی دیر کی بحث ومباحثہ کے بعد علم اصلاح بلند کرنے پر سب کا اتفاق ہوا، بنوامیہ بھی جو مدینہ سے بھاگ کر یہاں مجتمع ہوگئے تھے، جوشِ انتقام میں ساتھ ہوگئے اور اس طرح داعیانِ اصلاح کی ایک ہزار جماعت بصرہ کی طرف روانہ ہوئی؛ تاکہ وہاں سے اپنی قوت مضبوط کر کے مدینہ کا رخ کرے راہ میں امویوں نے خلافت وامامت کی بحث چھیڑ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو لڑانا چاہا، لیکن ام المومنین رضی اللہ عنہ کی مداخلت سے معاملہ ختم ہوگیا، بصرہ کے قریب پہنچے تو عثمان بن حنیف والی بصرہ نے مزاحمت کی؛ لیکن وہاں داعیان اصلاح کے حامیوں کی ایک بڑی جماعت بھی موجود تھی وہ خود عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں سے دست وگریبان ہوگئی، یہاں تک کشت وخون کی نوبت پہنچ گئی عثمان بن حنیف کا بیان تھا کہ جب طلحہ وزبیر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکے تو پھر انہیں علم مخالفت بلند کرنے کا کیا استحقاق ہے؟ ان دونوں کا یہ جواب تھا کہ ہم قہراً وجبراً شریک بیعت ہوئے اور اگر فرض کرلو کہ یہ بیعت صحیح تھی تب بھی اس سے مطالبہ اصلاح کی نفی نہیں ہوتی، غرض معاملہ زیادہ طول کھینچا تو مصالحت کی یہ صورت قرار پائی کہ ایک شخص تحقیقات کے لیے مدینہ روانہ کیا جائے، اگر ثابت ہو کہ طلحہ وزبیر بیعت پر مجبور کئے گئے تھے تو عثمان بن حنیف مزاحمت سے باز آئیں گے، ورنہ ان دونوں کو اس جماعت سے کناہ کش ہونا پڑے گا، چنانچہ کعب رضی اللہ عنہ اس تحقیقات پر مامور ہوئے، انہوں نے جمعہ کے روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو کر حاضرین سے بآنگ بلند سوال کیا۔

یا اهل المدینة انی رسول اهل البصرة الیکم اکره هولاء القوم هذین الرجلین علی بیعة علی ام اتیاها طالعین

اے اہل مدینہ میں اہل بصرہ کا قاصد بن کر آیا ہوں کیا واقعی اس قوم نے ان دونوں کو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مجبور کیا تھا یا وہ خوشی سے اس پر تیار ہوئے تھے؟

مجمع میں تھوڑی دیر تک سناٹا رہا؛ لیکن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، بول اُٹھے خدا کی قسم ان دونوں نے سخت ناپسندیدگی کے ساتھ بیعت کی تھی، اس سے ایک ہلچل پڑ گئی تمام اور سہل بن حنیف اسامہ رضی اللہ عنہ سے الجھ پڑے، صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ، ابوایوب رضی اللہ عنہ اور عمر بن مسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کبار صحابہ نے دیکھا کہ لوگ اسامہ رضی اللہ عنہ کو مار ڈالیں گے تو سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہاں خدا کی قسم اسامہ رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، غرض اسی طرح اسامہ رضی اللہ عنہ کی جان بچ گئی اور کعب رضی اللہ عنہ بصرہ واپس آئے دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان واقعات کی اطلاع مل چکی تھی، انہوں نے عثمان بن حنیف کو لکھا کہ اولاً تو یہ صحیح نہیں کہ وہ مجبور کیے گئے اور اگر مان بھی لو تو قوم وملک کی بہتری کے لیے ایسا ہونا ضروری تھا اور اگر وہ مجھے معزول کرنا چاہتے ہیں تو ان کے پاس کوئی معقول عذر نہیں اور اگر کچھ اور مقصد ہے تو اس پر غور ہو سکتا ہے، اس خط کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے بدل دی اور کعب رضی اللہ عنہ کی تحقیقات کے باوجود اعیانِ اصلاح کی مزاحمت پر اڑے رہے۔

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب سہولت کے ساتھ یہ معاملہ طے نہ ہوگا تو ایک روز عشاء کے وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد پہنچے اور عبدالرحمٰن بن عتاب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دیا، عثمان بن حنیف نے اس کو اپنے حق میں مداخلت تصور کر کے ایرانی، زط، اور، سبابچہ، کو حملہ کا حکم دیدیا، لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے پامردی کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کو بھگا دیا، دوسری طرف چند آدمی دارالامارت میں گھس گئے اور عثمان بن حنیف کو پکڑ کر سامنے لائے، ان لوگوں نے اس بے رحمی کے ساتھ ان کو مارا تھا اور ڈاڑھی نوچی تھی کہ چہرہ پر ایک بال بھی باقی نہ تھا، حضرت طلحہ وزبیر کو یہ سخت ناگوار گذرا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے حکم دیا کہ عثمان کو چھوڑ دو، جہاں جی چاہے جائے، غرض اس طرح بصرہ پر قبضہ ہو گیا، اور ایک بڑی جماعت اس مہم کا ساتھ دینے پر تیار ہو گئی۔

جنگ جمل اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی حق پسندی

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو بھی خطوط لکھ کر شرکت کی ترغیب دی؛ لیکن وہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پہنچ کر پہلے ہی ان کو اپنا طرفدار بنا لیا اور تقریباً نو ہزار کی عظیم الشان جمعیت مقام ذی قار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے مل کر بصرہ کی طرف بڑھی، حضرت طلحہ وزبیر کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اپنی فوج کو مرتب ومنظم کر کے آگے بڑھا دیا، دسویں جمادی الآخر ھ جمعرات کے دن دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی، کیسا عبرت انگیز نظارہ تھا، چند دن بیشتر جو لوگ بھائی بھائی تھے، آج باہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر نگاہِ غیظ وغضب سے اپنے مقابل کو گھور رہے ہیں؛ لیکن ذاتی مخاصمت وعداوت سے نہیں بلکہ حق وصداقت کے جوش میں، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی قبیلہ کے کچھ آدمی اس طرح ہیں تو کچھ اس طرف، چونکہ دونوں جماعتوں کے سربراہ کاروں کو اصلاح مدنظر تھی، اس لیے پہلے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ تنہا گھوڑا آگے بڑھا کر بیچ میدان میں آئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا "ابوعبداللہ! تمہیں وہ دن یاد ہے جب کہ ہم اور تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گذرے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے عرض کیا تھی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو اس وقت تم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک دن تم

کسی سے ناحق لڑو گے، (مستدرک حاکم) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں! اب مجھے بھی یاد آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو صرف ایک بات یاد دلا کر پھر اپنی جگہ چلے گئے، لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قلب حق پرست میں ایک خاص سخت تلاطم برپا ہو گیا تمام عزائم اور ارادے فسخ ہو گئے، ام المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے میں برسرِ غلط تھا، علی رضی اللہ عنہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ یاد دلا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر اب کیا ارادہ ہے؟ بولے "اب میں اس جھگڑے سے کنارہ کش ہوتا ہوں" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگوں کو دو گروہوں کے درمیان پھنسا کر خود علی رضی اللہ عنہ کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ سے نہیں لڑوں گا" عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا قسم کا کفارہ ممکن ہے اور اپنے غلام مکحول کو بلا کر آزاد کر دیا، لیکن حواریِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اچاٹ ہو چکا تھا، کہنے لگے جان پدر علی رضی اللہ عنہ نے ایسی بات یاد دلائی کہ تمام جوش فرو ہو گیا، بے شک ہم حق پر نہیں ہیں آؤ تم بھی میرا ساتھ دو، حضرت عبداللہ نے انکار کر دیا تو تنہا بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے؛ تاکہ وہاں سے اپنا اسباب وسامان لے کر حجاز کی طرف نکل جائیں، احنف بن قیس نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جاتے دیکھا تو کہا دیکھو یہ کسی وجہ سے واپس جا رہے ہیں، کوئی جا کر خبر لائے، عمرو بن جرموز نے کہا میں جاتا ہوں اور ہتھیار سج کر گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا وہ اس وقت اپنے غلاموں کو اسباب وسامان کے ساتھ روانگی کا حکم دے کر بصرہ کی آبادی سے دور نکل آئے تھے، ابن جرموز نے قریب پہنچ کر پوچھا:

ابن جرموز: ابوعبداللہ آپ نے قوم کو کس حال میں چھوڑا؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: سب باہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔

ابن جرموز: آپ کہاں جا رہے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: میں اپنی غلطی پر متنبہ ہو گیا، اس لیے اس جھگڑے سے کنارہ کش ہو کر کسی طرف نکل جانے کا قصد ہے۔

ابن جرموز نے کہا چلئے مجھے بھی اسی طرف کچھ دور تک جانا ہے، غرض دونوں ساتھ چلے، ظہر کی نماز کا وقت آیا تو زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے لیے ٹھہرے، ابن جرموز نے کہا میں بھی شریک ہوں گا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں امان دیتا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھو گے، اس نے کہاں ہاں اس عہد و پیمان کے بعد دونوں اپنے گھوڑے سے اترے اور معبود حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکانے کو کھڑے ہو گئے۔

شہادت

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے ہی سجدہ میں گئے کہ عمرو بن جرموز نے غداری کر کے تلوار کا وار کیا اور حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سر تن سے جدا ہو کر خاک وخون میں تڑپنے لگا، افسوس! جس نے اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں کبھی اپنی جان کی پروانہ کی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے بارہا مصائب وشدائد کے پہاڑ ہٹائے تھے وہ آج خود ایک کلمہ خوان اور پیرو رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی شقاوت اور بے رحمی کا شکار ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

ابن جرموز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار اور زرہ وغیرہ لے کر بارگاہِ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوا اور فخر کے ساتھ کارنامہ بیان کیا، جناب مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے تلوار پر ایک حسرت کی نظر ڈال کر فرمایا اس نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے مصائب کے بادل ہٹائے ہیں اے ابن صفیہ کے قاتل تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے۔ (مسند جلد صفحہ)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے چونسٹھ برس کی عمر پائی اور ھ میں شہید ہو کر وادی السباع میں سپرد خاک ہوئے، فنور اللہ مر وحسن مثواہ۔

اخلاق وعادات

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا دامن اخلاقی زروجواہر سے مالا مال تھا، تقوی، پارسائی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور آپ کا خاص شیوہ تھا، رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی واقعہ پر دل کانپ اٹھتا تھا۔

خشیتِ الٰہی

جب یہ آیت نازل ہوئی "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ، ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ" (الزمر) تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کیا قیامت کے روز ہمارے جھگڑے پھر دہرائے جائیں گے؟ ارشا ہاں ایک ایک ذرہ کا حساب ہو کر حقدار کو اس کا حق دلایا جائے گا، یہ سن کر ان کا دل کانپ اُٹھا کہنے لگے، اللہ اکبر! کیسا سخت دن ہوگا۔ (ایضاً)

تقویٰ و پرہیز گاری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کتاب اخلاق کا سب سے روشن باب ہے، وہ خود اس کا خیال رکھتے دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے، ایک دفعہ وہ اپنے غلام ابراہیم کی دادی ام عطاء کے پاس گئے دیکھا کہ یہاں ایام تشریق کے بھی قربانی کا گوشت موجود ہے، کہنے لگے، ام عطاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گو کھانے سے منع فرمایا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں کیا کروں لوگوں نے اس قدر ہدیئے بھیج دیئے کہ ختم ہی نہیں ہوتے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب دعوتِ اصلاح کا علم بلند کیا تو ایک شخص نے آ کر کہا اگر حکم دیجئے تو علی رضی اللہ عنہ کی گردن اڑا دوں" بولے تم تنہا اس عظیم الشان فوج کا کیسے مقابلہ کرو گے؟ اس نے کہا میں علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں جا کر مل جاؤں گا وقت موقع پا کر دھوکے سے قتل کر ڈالوں گا، فرمایا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایمان قتل ناگہانی کی زنجیر ہے، اس لیے کوئی مومن کسی کو اچانک نہ مارے۔ (مسند)

قلتِ روایت کا سبب

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور ہر وقت کے حاضر رہنے والوں میں تھے، لیکن کمال اتقاء کے باعث بہت کم حدیثیں روایت کرتے تھے، ایک دفعہ آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پدر بزرگوار کیا

ب ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی باتیں بیان نہیں کرتے جتنی اور لوگ بیان کرتے ہیں، فرمایا جان پدر! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور معیت میں دوسروں سے میرا حصہ کم نہیں ہے، میں جب سے اسلام لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اس تنبیہ نے مجھے محتاط بنادیا ہے:

من كذب علي متعمدا فليبتوا مقعده من النار

یعنی جس نے قصداً میری طرف غلط بات منسوب کی اسے چاہئے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے۔ (ابوداود کتاب العلم باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومسند، وصحیح بخاری)

مساوات پسندی

مساوات اسلامی کا اس قدر خیال تھا کہ دو مسلمان لاشوں میں بھی کسی تفریق یا امتیاز کو جائز نہیں سمجھتے تھے، جنگ احد میں آپ کے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے بھائی کی تجہیز و تکفین کے لیے دو کپڑے لاکر دیے، لیکن ماموں کے پہلو میں ایک انصاری کی لاش بھی بے گور وکفن پڑی تھی، دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک کے لیے دو دو کپڑے ہوں اور دوسرا بے کفن رہے، غرض تقسیم کرنے کے لیے دونوں ٹکڑوں کو ناپا، اتفاق سے چھوٹا بڑا نکلا قرعہ ڈال کر تقسیم کیا کہ اس میں بھی کسی طرح کی ترجیح نہ پائی جائے۔ (مسند)

استقلال

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ خطرات کی مطلق پروانہ کرتے اور موت کا خوف کبھی ان کے عزم وارادہ میں حائل نہ ہوتا، اسکندریہ کے محاصرہ نے طول کھینچا تو چاہا کہ سیڑھی لگا کر قلعہ پر چڑھ جائیں، لوگوں نے کہا قلعہ میں سخت طاعون ہے، فرمایا "ہم طعن وطاعون ہی کے لیے آئے ہیں" یعنی موت سے ڈرنا کیا ہے غرض سیڑھیاں لگائی گئیں اور جان بازی کے ساتھ چڑھ گئے۔

امانت

حواری رسول کی امانت، دیانت اور انتظامی قابلیت کا عام شہرہ تھا، یہاں تک کہ لوگ عموماً اپنی وفات کے وقت ان کو اپنے آل واولاد اور مال ومتاع کے محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے، مطیع بن الاسود نے ان کو وصی بنانا چاہا، انہوں نے انکار کیا تو لجاجت کے ساتھ کہنے لگے "میں آپ کو خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرابت داری کا واسطہ دلاتا ہوں، میں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ دین کے ایک رکن ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، مقداد، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی ان کو اپنا وصی بنایا تھا، چنانچہ یہ دیانتداری کے ساتھ ان کے مال ومتاع کی حفاظت کرکے ان کے اہل وعیال پر صرف کرتے تھے۔ (اصابہ)

فیاضی

فیاضی، سخاوت اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی پیش پیش رہتے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار غلام

تھے، روزانہ اجرت پر کام کر کے ایک بیش قرار رقم لاتے تھے، لیکن انہوں نے اس میں سے ایک حبہ بھی کبھی اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنا پسند نہ کیا بلکہ جو کچھ آیا اسی وقت صدقہ کر دیا، (ایضاً جلد صفحہ) غرض ایک پیغمبر کے حواری میں جو خوبیاں ہو سکتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں ایک ایک کر کے وہ سب موجود تھیں۔

ذریعہ معاش اور تمول

معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، اور عجیب بات ہے کہ انہوں نے جس کام میں ہاتھ لگایا، کبھی گھاٹا نہیں ہوا۔ (استیعاب)

تجارت کے علاوہ مالِ غنیمت سے بھی گراں قدر رقم حاصل کی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تمول کا صرف اس سے انداز ہو سکتا ہے کہ ان کے تمام مال کا تخمینہ پانچ کروڑ دو لاکھ درہم (یا دینار) کیا گیا تھا، لیکن یہ سب نقد نہیں؛ بلکہ جائیداد غیر منقولہ کی صورت میں تھا، اطراف مدینہ میں ایک جھاڑی تھی، اس کے علاوہ مختلف مقامات میں مکانات تھے، چنانچہ خاص مدینہ میں گیارہ، بصرہ میں دو اور مصر و کوفہ میں ایک ایک مکان تھا۔ (بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی مالہ)

قرض اور اس کی ادائیگی

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس قدر تمول کے باوجود بائیس لاکھ کے مقروض تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ عموماً اپنا مال ان کے پاس جمع کرتے تھے، لیکن یہ احتیاط کے خیال سے سب سے کہہ دیتے تھے کہ امانت نہیں؛ بلکہ قرض کی حیثیت سے لیتا ہوں، ہوتے ہوتے اسی طرح بائیس لاکھ کے مقروض ہو گئے۔ (ایضاً)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب جنگ جمل کے لیے تیار ہوئے تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا "جانِ پدر مجھے سب سے زیادہ خیال اپنے قرض کا ہے، اس لیے میرا مال ومتاع بیچ کر سب سے پہلے قرض ادا کرنا اور جو کچھ بچ رہے اس میں سے ایک ثلث خاص تمہارے بچوں کے لیے وصیت کرتا ہوں، ہاں اگر مال کفایت نہ کرے تو میرے مولیٰ کی طرف رجوع کرنا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا" آپ کا مولیٰ کون ہے؟ میرا مولیٰ خدا ہے جس نے ہر مصیبت کے وقت میری دستگیری کی ہے۔"

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حسب وصیت مختلف آدمیوں کے ہاتھ جھاڑی بیچ کر قرض ادا کرنے کا سامان کیا اور چار برس تک موسم حج میں اعلان کرتے رہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ پر جس کا قرض ہو آ کر لے لے، غرض اس طرح سے قرض ادا کرنے کے بعد بھی اس قدر رقم بچ رہی کہ صرف حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ بارہ لاکھ حصہ ملا، موصیٰ لہ اور دوسرے ورثہ کے علاوہ تھے۔ (بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ)

جاگیر وزراعت

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زمین کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی اس میں سے ایک وسیع اور سرسبز قطعہ ملا تھا، اس کے علاوہ مدینہ کے اطراف میں بھی ان کے کھیت تھے، جن کو وہ خود آباد کرتے تھے، کبھی کبھی آب پاشی وغیرہ کے متعلق دوسرے شرکاء سے جھگڑا بھی ہو جاتا تھا، ایک دفعہ ایک انصاری سے جن کا کھیت حضرت زبیر رضی

اللہ عنہ کے کھیت سے ملا ہوا نیچے کی طرف تھا، آب پاشی کے متعلق جھگڑا ہوا، انصاری رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں شکایت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنا کھیت سینچ کر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دیا کرو، انصاری اس فیصلہ سے ناراض ہوئے اور کہنے لگے "یارسول اللہ! آپ نے اپنے پھوپھی زادہ کی پاسداری فرمائی، چونکہ انصاری کو اس آب پاشی سے متمتع ہونے کا کوئی حق نہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ان کی رعایت سے یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا، اس لیے چہرہ سرخ ہوگیا، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم اپنے پورے حق سے فائدہ اٹھاؤ، یعنی خود آب پاشی کر کے پانی کو روک رکھو یہاں تک کہ نالیوں کے ذریعہ سے دوسری طرف بہ جائے۔

کھیت کی نگرانی اور فصل کی حفاظت کا فرض بسا اوقات خود ہی انجام دیتے تھے، ایک دفعہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی جاگیر کی دیکھ بھال کے لیے خیبر تشریف لے گئے اور رات کے وقت تک تینوں علیحدہ اپنی اپنی جاگیر کے قریب سوئے رات کی تاریکی میں کسی یہودی نے شرارت سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کلائی اس زور سے موڑ دی کہ بے اختیار ہو کر چلا اُٹھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ مدد کے لیے دوڑے اور واقعہ دریافت کر کے ان کو لیے ہوئے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے اور یہودیوں کی شرارت کا حال بیان کیا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی واقعہ کے بعد یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا۔ (ابن ہشام)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مقام جرف میں انہیں ایک جاگیر مرحمت فرمائی تھی، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام عقیق کی زمین انہیں دے دی تھی، (ابن سعد قسم اول جلد صفحہ) جو مدینہ کے اطراف میں ایک خوش فضا میدان ہے۔

آل واولاد سے محبت

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بیوی بچوں سے نہایت محبت تھی، خصوصاً حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بچوں کو بہت مانتے تھے، چنانچہ اپنے مال میں سے ایک ثلث کی خاص ان کے بچوں کے لیے وصیت کی تھی، لڑکوں کی تربیت کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، جنگ یرموک میں شریک ہوئے تو اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لے گئے، اس وقت ان کی عمر صرف دس سال کی تھی، لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا کہ جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر جرات و بہادری کا سبق دے۔

غذا ولباس

دولت وثروت کے باوجود طرز معاشرت نہایت سادہ تھا، غذا بھی پر تکلف نہ تھی، لباس عموماً معمولی اور سادہ زیب بدن فرماتے، البتہ جنگ میں ریشمی کپڑے استعمال کرتے تھے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کو اجازت دی تھی، آلاتِ حرب کا نہایت شوق تھا اور اس میں تکلف جائز سمجھتے تھے، چنانچہ ان کی تلوار کا قبضہ نقرئی تھا۔

حلیہ

بدن چھریرا، قد بلند و بالا، خصوصاً پاؤں اس قدر لمبے کہ گھوڑے پر چڑھتے تو پاؤں زمین سے چھو جاتا، رنگ گندم گوں

کو بچایا تھا' وہ شل ہو چکا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب، خاندان

طلحہ نام، ابو محمد کنیت، فیاض اور خیر لقب، والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہ رضی اللہ عنہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ابن غالب القرشی التیمی، چونکہ مرہ بن کعب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے اجداد میں سے ہیں اس لیے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا نسب چھٹی ساتویں پشت میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے والد عبد اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی بعثت سے پہلے یا کم سے کم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے قبل وفات پائی، البتہ ان کی والدہ حضرت صعبہ رضی اللہ عنہ نے نہایت طویل زندگی پائی، مسلمان ہوئیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کے وقت تک زندہ تھیں، چنانچہ امام بخاری کی تاریخ الصغیر میں ایک روایت ہے کہ جب صعبہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کی خبر ملی تو وہ گھر سے نکل کر آئیں اور اپنے صاحبزادہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے خواہش کی کہ وہ اپنے اثر سے مفسدین کو دور کر دیں، اس وقت خود حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ تھی، اس لیے اگر تاریخ الصغیر کی روایت صحیح ہے تو حضرت صعبہ رضی اللہ عنہ نے اسی برس سے زیادہ عمر پائی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چوبیس پچیس برس قبل پیدا ہوئے، ابتدائی حالات نامعلوم ہیں، لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ان کو بچپن ہی سے تجارتی مشاغل میں مصروف ہونا پڑا، عنفوانِ شباب ہی میں دور دراز ممالک کے سفر کا اتفاق ہوا۔

اسلام

ایک دفعہ جب کہ غالباً سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر تھی تجارتی اغراض سے بصری تشریف لے گئے وہاں ایک راہب نے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارت دی، لیکن یوم ولادت سے اس وقت تک جس قسم کی آب وہوا میں پرورش پائی تھی اور گرد وپیش جس قسم کے مذہبی چرچے تھے اس کا اثر صرف ایک راہب کی پیشن گوئی سے زائل نہیں ہوسکتا تھا، بلکہ ابھی مزید تعلیم وتلقین کی ضرورت تھی، مکہ واپس آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت اور ان کے مخلصانہ وعظ وپند نے تمام شکوک رفع کر دیئے، چنانچہ ایک روز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور خلعت ایمان سے مشرف ہو کر واپس آئے اس طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان آٹھ آدمیوں میں سے ہیں جو ابتدائے اسلام میں نجم صداقت کی پرتو ضیاء سے ہدایت یاب ہوئے اور آخر کار خود بھی آسمان اسلام کے روشن ستارے بن کر چمکے۔ (ابن سعد قسم اول)

اسلام لانے کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی عام مسلمانوں کی طرح کفار کے ظلم وستم سے محفوظ نہ رہے، عثمان بن عبید اللہ نے جو نہایت سخت مزاج اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی تھا، ان کو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ہی رسی میں

باندھ کر مارا کہ اس تشدد سے اپنے نئے مذہب کو ترک کر دیں، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

مواخات

مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت زبیر بن عوام سے ان کا بھائی چارہ کرا دیا۔

ہجرت

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں نہایت خاموش زندگی بسر کی اور اپنے تجارتی مشاغل میں مصروف رہے، چنانچہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ تشریف لے جا رہے تھے، اس وقت وہ اپنے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے، راہ میں ملاقات ہوئی، انہوں نے ان دونوں کی خدمت میں کچھ شامی کپڑے پیش کئے اور عرض کیا کہ اہل مدینہ نہایت بے چینی اور اضطراب کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں، غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نہایت عجلت کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے مکہ پہنچ کر اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو لے کر مدینہ پہنچے، حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا مہمان بنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کا بھائی چارہ کرا دیا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

غزوات اور دیگر حالات

ہجرت مدینہ کے دوسرے سال سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، اور کفر واسلام کی پہلی آویزش جنگ بدر کی صورت میں ظاہر ہوئی، لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کسی خاص مہم پر مامور ہو کر ملک شام تشریف لے گئے تھے، اس لیے اس میں شریک نہ ہو سکے، وہاں سے واپس آئے تو دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر غزوہ بدر کے مالِ غنیمت میں سے اپنے حصے کی درخواست کی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں حصہ دیا اور فرمایا کہ تم جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہیں رہو گے۔

بعض اہل سیر کا بیان ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے تجارتی اغراض سے شام گئے تھے؛ لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں مالِ غنیمت میں حصہ طلب کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی، نیز ایک دوسری روایت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کو اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف قریش کے قافلہ کی تحقیق حال کی خدمت پر مامور کر کے بھیجا تھا، اس روایت سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے، بہر حال اگرچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہ تھے تاہم وہ اپنی اہم کارگزاریوں کے باعث اس کے اجر وثواب سے محروم نہیں رہے۔

غزوہ احد

۳ ھ میں غزوہ احد پیش آیا، اس جنگ میں پہلے مسلمانوں کی فتح ہوئی اور کفار بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن مسلمان جیسے ہی اپنی اپنی جگہ سے ہٹ کر لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہوئے کفار نے پھر پلٹ کر حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملہ نے مسلمانوں کو ایسا بدحواس کیا

کہ ان کو سرورِ کائنات کی حفاظت کا بھی خیال نہ رہا اور جو جس طرف تھا اسی طرف سے بھاگ کھڑا ہوا میدانِ جنگ میں صرف دس بارہ آدمی ثابت قدم رہ گئے تھے، لیکن وہ سب بھی شمع ہدایت سے دور تھے اور اس وقت صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پروانہ وار فدویت و جان نثاری کے حیرت انگیز مناظر دکھا رہے تھے، کفار کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیروں کی بارش ہو رہی تھی، خون آشام تلواریں چمک چمک کر آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں اور صدہا کفار صرف ایک مقدس ہستی کو فنا کر دینے کے لیے ہر طرف سے یورش کر رہے تھے اس نازک وقت میں جمال نبوت کا یہ شیدائی ہالہ بن کر خورشید نبوت کو آگے پیچھے داہنے بائیں ہر طرف سے بچا رہا تھا، تیروں کی بوچھاڑ کو ہتھیلی پر روکتا، تلوار اور نیزہ کے سامنے اپنے سینہ کو سپر بناتا، پھر اسی حال میں کفار کا نرغہ زیادہ ہو جاتا تو شیر کی طرح تڑپ کر حملہ کرتا اور دشمن کو پیچھے ہٹا دیتا، ایک دفعہ کی نابکار نے ذات قدسی پر تلوار کا وار کیا خادم جاں نثار یعنی طلحہ رضی اللہ عنہ جانباز نے اپنے ہاتھ پر روک لیا، اور انگلیاں شہید ہوئیں تو آہ کے بجائے زبان سے نکلا حسن " خوب ہوا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس لفظ کے بجائے بسم اللہ کہتے تو ملائکہ آسمانی تمہیں بھی اٹھا لے جاتے! غرض حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ دیر تک حیرت انگیز جانبازی اور بہادری کے ساتھ مدافعت کرتے رہے، یہاں تک کہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ بھی مدد کے لیے آپہنچے، مشرکین کا ہلہ کسی قدر کم ہوا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کر کے پہاڑی پر لے آئے، اور مزید حملوں سے محفوظ کر دیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں فدویت جان نثاری اور شجاعت کے جو بے مثل جوہر دکھائے یقیناً تمام اقوامِ عالم کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، تمام بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم شمار کیے تھے۔ (فتح الباری) دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی جان بازی کے صلہ میں خیر " کا لقب مرحمت ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہ کو واقعہ احد میں ان کی اس غیر معمولی شجاعت اور جانبازی کا دل سے اعتراف تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوہ احد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ یہ طلحہ رضی اللہ عنہ کا مخصوص دن تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو صاحبِ احد فرمایا کرتے تھے خود حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس پر فخر کارنامہ پر بڑا ناز تھا اور ہمیشہ لطف و انبساط کے ساتھ اس کی داستان سنایا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ احد)

متفرق غزوات

غزوہ احد کے بعد فتح مکہ تک جس قدر غزوات ہوئے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سب میں نمایاں طور پر شریک رہے، بیعتِ رضوان کے وقت بھی موجود تھے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین آیا، اس معرکہ میں بھی غزوہ احد کی طرح پہلے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، لیکن چند بہادر اور ثابت قدم مجاہدین کے استقلال و ثبات نے پھر اس کو سنبھال لیا، اور اس طرح جم کر لڑے کہ غنیم کی فتح شکست سے بدل گئی اور بیشمار سامان اور مالِ غنیمت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بھی ثابت قدم اصحاب رضی اللہ عنہ کی صف میں تھے۔

۹ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو خبر ملی کہ قیصر روم بڑے ساز و سامان کے ساتھ عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو تیاری کا حکم دیا اور جنگی اسباب و سامان کے لیے مال و زر صدقہ کرنے کی ترغیب دی،

اور سر پر کندھوں تک بالوں کی لٹیں۔

اولاد و ازواج

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں اور کثرت کے ساتھ اولاد پیدا ہوئی، بعض بچے تو ان کی حیات ہی میں قضا کر گئے؛ تاہم پھر بھی بہت سی اولاد یادگار رہ گئی۔

ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ، ان کے بطن سے چھ بچے ہوئے، نام یہ ہیں: عبداللہ، عروہ، منذر، خدیجۃ الکبری، ام الحسن عائشہ۔

ام خالد بنت خالد بن سعید، انہوں نے خالد، عمر، حبیبہ، سودہ، اور ہند یادگار چھوڑی۔

رباب بنت انیف، ان سے مصعب، حمزہ اور رملہ پیدا ہوئیں۔

زینب بنت بشر، ان کے بطن سے عبیدہ، جعفر اور حفصہ پیدا ہوئیں۔

ام کلثوم بنت عقبہ، ان سے صرف ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی۔

بَابُ ذِكْرِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ

باب **45**: حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ ان سے راضی تھے۔

222- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ قَاتَلَ فِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيْثِهِمَا

✧✧ ابوعثمان بیان کرتے ہیں' جن دنوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کر رہے تھے ان دنوں بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے۔

223- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِيْ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ

قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے جن کے ذریعے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث222: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3834' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2414' اخرجه ابو یعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:649

حدیث223: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3836' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:128' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1385' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6981' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:12877' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:192

کو بچایا تھا، وہ شل ہو چکا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب، خاندان

طلحہ نام، ابو محمد کنیت، فیاض اور خیر لقب، والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہ رضی اللہ عنہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ابن غالب القرشی التیمی، چونکہ مرہ بن کعب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے اجداد میں سے ہیں اس لیے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا نسب چھٹی ساتویں پشت میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی بعثت سے پہلے یا کم سے کم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے قبل وفات پائی، البتہ ان کی والدہ حضرت صعبہ رضی اللہ عنہ نے نہایت طویل زندگی پائی، مسلمان ہوئیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کے وقت تک زندہ تھیں، چنانچہ امام بخاری کی تاریخ الصغیر میں ایک روایت ہے کہ جب صعبہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کی خبر ملی تو وہ گھر سے نکل کر آئیں اور اپنے صاحبزادہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے خواہش کی کہ وہ اپنے اثر سے مفسدین کو دور کر دیں، اس وقت خود حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ تھی، اس لیے اگر تاریخ الصغیر کی روایت صحیح ہے تو حضرت صعبہ رضی اللہ عنہ نے اسی برس سے زیادہ عمر پائی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چوبیس پچیس برس قبل پیدا ہوئے، ابتدائی حالات نامعلوم ہیں، لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ان کو بچپن ہی سے تجارتی مشاغل میں مصروف ہونا پڑا، عنفوانِ شباب ہی میں دور دراز ممالک کے سفر کا اتفاق ہوا۔

اسلام

ایک دفعہ جب کہ غالباً سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر تھی تجارتی اغراض سے بصریٰ تشریف لے گئے وہاں ایک راہب نے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارت دی، لیکن یوم ولادت سے اس وقت تک جس قسم کی آب وہوا میں پرورش پائی تھی اور گرد وپیش جس قسم کے مذہبی چرچے تھے اس کا اثر صرف ایک راہب کی پیشن گوئی سے زائل نہیں ہوسکتا تھا، بلکہ ابھی مزید تعلیم وتلقین کی ضرورت تھی، مکہ واپس آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت اور ان کے مخلصانہ وعظ وپند نے تمام شکوک رفع کر دیئے، چنانچہ ایک روز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور خلعت ایمان سے مشرف ہوکر واپس آئے اس طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان آٹھ آدمیوں میں سے ہیں جو ابتدائے اسلام میں نجم صداقت کی پرتو ضیاء سے ہدایت یاب ہوئے اور آخر کار خود بھی آسمان اسلام کے روشن ستارے بن کر چمکے۔ (ابن سعد قسم اول)

اسلام لانے کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی عام مسلمانوں کی طرح کفار کے ظلم وستم سے محفوظ نہ رہے، عثمان بن عبید اللہ نے جو نہایت سخت مزاج اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی تھا، ان کو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک ہی رسی میں

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایک بیش قرار رقم پیش کی اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیاض کا لقب حاصل کیا۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف حملہ قیصر کے مدافعانہ اہتمام میں مصروف تھے دوسری طرف منافقین جو ہمیشہ در تخریب رہتے تھے، اس موقع پر بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے، اور مدینہ سے کچھ فاصلہ پر سویلم یہودی کے مکان میں مجتمع ہو کر تدابیر پر غور کرتے تھے جن سے مسلمانوں میں بددلی پیدا ہو اس مہم میں شرکت سے انحراف کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اس خانہ برانداز جماعت کی تنبیہ پر مامور فرمایا، انہوں نے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر نہایت مستعدی ساتھ سویلم کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور اس میں آگ لگادی، ضحاک بن خلیفہ نے مکان کے پشت سے کود کر حملہ کیا اور اس میں اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھی اس کو مسلمانوں کے پنجہ اقتدار سے بچا کر لے بھاگے۔ (سیرت ابن ہشام)

غرض تیس ہزار مجاہدین نہایت جاہ وجلال کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے، تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ خ تھی، اس لیے وہاں چودہ دن قیام کر کے سب لوگ واپس آئے۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ

صقیفہ بنی ساعدہ کی مجلس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ کے بعد بیعت کی اور مہماتِ امور میں رائے اور مشورہ کے لحاظ سے جانشین رسول کے ہمیشہ دست و بازو ثابت ہوئے، سواد و خلافت کے بعد جب خلیفہ اول مرض الموت کے بستر پر تھے اور انہوں نے منصب کے لیے فاروق اعظم کو نامزد کیا تو حضر رضی اللہ عنہ نے نہایت آزادی کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ آپ کے موجود ہوتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا؟ اب وہ خود خلیفہ ہوں گے تو خدا جانے کیا کریں گے؟ آپ اب خدا کے ہاں جاتے ہیں، یہ سوچ لیجے خدا کو کیا جواب دیجیے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو امیر کیا جو میں سب سے زیادہ اچھا تھا۔

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جو رائے تھی وہ کسی بغض وعداوت سے ملوث نہ تھی؛ بلکہ اکثر رضی اللہ عنہ کی یہی رائے تھی کہ ان کا تشدد نا قابل تحمل ہوگا، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر دیا اس منصب عظیم کے لیے سب سے موزوں ہیں تو دفعۃً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا خیال بھی بدل گیا اور مجلس شوریٰ کے ایک رکن حیثیت سے انہوں نے ہمیشہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اعانت کی، اختلافی مسائل میں ساتھ دیا، اور اہم امور میں نہایت مخلصانہ مشورے دیئے، ایک دفعہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ممالک مفتوحہ مجاہدین میں باہم تقسیم کر دیئے جائیں اور بڑی جماعت اس کی موئد ہوگئی، صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چند دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس سے اختلاف تھا، تین دن بحث ہوتی رہی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید کی، یہاں تک

ان ہی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوا، اسی طرح معرکہ نہاوند کے موقع پر ایرانی ٹڈی دل نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مشوش کردیا اور انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق مشورہ چاہا، تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا آپ ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں، البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لیے تیار ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں دس برس کی خلافت کے بعد سفرِ آخرت کی تیاری کی اور عہدہ خلافت کے لیے چھ آدمیوں کا نام پیش کیا، ان میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، لیکن انہوں نے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دی اور ان کا نام اس منصب کے لیے پیش کیا، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی کوشش اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی تائید سے وہی خلیفہ منتخب ہوئے۔

عہد عثمانی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ برس تک خلافت کی؛ لیکن آخری چھ سالہ عہد خلافت میں تمام ملک عام طور پر شورش و بے چینی کا آماجگاہ ہوگیا تھا اور ہر طرف ریشہ دوانی وفتنہ پردازی کا بازار گرم تھا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت کو مشورہ دیا کہ اسباب شورش کی تفتیش وتحقیق کے لیے تمام ملک میں وفود روانہ کیے جائیں، چنانچہ یہ رائے پسند کی گئی اور ھ میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مختلف حصصِ ملک میں روانہ کیے گئے، ان لوگوں نے واپس آکر اپنی تحقیقات کا جو نتیجہ پیش کیا اس پر عمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ مفسدین نے بارگاہ خلافت کا محاصرہ کرلیا، گو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی خاص اعانت نہیں کی، تاہم وہ اکثر خود ایک غیر جانب دار شخص کی حیثیت سے دریافت حال کیلیے محاصرین کی جماعت میں تشریف لے گئے، چنانچہ وہ ایک دفعہ وہاں موجود تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بالاخانہ پر کھڑے ہوکر کبار صحابہ رضی اللہ عنہ میں ایک ایک کا نام لے کر پکارا اس ضمن میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا نام بھی آیا، انہوں نے عرض کیا حاضر ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے احسانات اور فضائل ومناقب بیان کرکے ان سے تصدیق چاہی تو انہوں نے مفسدین کے سامنے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اس کی تصدیق کی۔ (ابن سعد جزو قسم اول صفحہ)

آخر میں جب محاصرہ زیادہ خطرناک ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے صاحبزادہ محمد کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے متعین کردیا، چنانچہ جب مفسدین نے یورش کی تو محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے نہایت تندہی اور جانفشانی سے ان کا مقابلہ کیا۔ (ابن اثیر ۰)

محافظین نے باوجود قلت تعداد کے اس سیلاب کو روکے رکھا، لیکن چند نابکار دوسری طرف سے اندر گھس آئے اور صبر وحلم کے آفتاب کو شہید کردیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو افسوس کے ساتھ فرمایا خدا عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، لوگوں نے کہا مفسدین اب اپنے فعل پر نادم ہیں، فرمایا اللہ انہیں ہلاک کرے اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

"فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ"

(یٰسٓ:۰) (پھر نہ یہ کوئی وصیت کرسکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاسکیں گے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بادلِ نخواستہ بیعت کی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مصریوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنانِ خلافت سنبھالنے پر مجبور کیا، اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کو بیعت عام کے لیے جمع کیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ گو برابر کے دعویدار تھے؛ تاہم اس شورش وہنگامہ کے وقت زبان نہ ہلا سکے اور بادلِ نخواستہ بیعت کرلی۔ (طبقات ابن سعد جز ۳ ق ۱)

خلیفہ وقت کے مقابلہ میں خروج اور اس کی وجہ

خلیفہ وقت کا قتل کوئی معمولی حادثہ نہ تھا، اس سے تمام میں شورش اور بدنظمی پھیل گئی اور مفسدین کی مطلق العنانی نے خود مدینہ کو پرفتن بنادیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کامل چار ماہ تک خاموشی کے ساتھ اس فتنہ وفساد کا تماشا دیکھتے رہے، لیکن جب دربارِ خلافت کی طرف سے اس کے انسداد کی کوئی امید نہ رہی تو خود علم اصلاح بلند کرنے کے لیے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے مکہ چلے آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ حج کے خیال سے مکہ آئی تھیں اور مدینہ کی شورشوں کا حال سن کر اس وقت تک یہیں مقیم تھیں، اس لیے ان دونوں نے سب سے پہلے ام المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدینہ کی کیفیت بیان کی اور علم اصلاح بلند کرنے پر آمادہ کیا، تھوڑی دیر کی بحث ومباحث کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ راضی ہوگئیں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق بصرہ جانے کی تیاری ہوئی، کیونکہ وہاں ان کے طرفداروں کی ایک بڑی جماعت موجود تھی اور نہایت آسانی کے ساتھ اس مہم کی شرکت پر آمادہ ہوسکتی تھی۔

بصرہ پر قبضہ

غرض داعیان اصلاح کی ایک ہزار جماعت مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئی بنوامیہ بھی جو مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ گزین تھے جوشِ انتقام میں ساتھ ہوگئے، بصرہ کے قریب پہنچے تو عثمان بن حنیف والی بصرہ نے مزاحمت کی، پہلے کچھ دنوں تک ان سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوتی رہی؛ لیکن جب وہ راہ پر نہ آئے تو بزور شہر پر قابض ہوگئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے حامیوں نے جوش وخروش کے ساتھ اہل دعوت کو لبیک کہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے مقابلہ کے لیے بڑھنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدعیانِ اصلاح کے خروج کا حال معلوم ہوچکا تھا، اس لیے مدینہ سے روانہ ہو کر ذی قار پہنچے اور یہاں سے تقریباً کوفہ کے نو ہزار جنگ آزما نوجوان ساتھ لے کر بصرہ کی طرف بڑے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے اس فوج کا حال سنا تو انہوں نے بھی اپنی فوج کو منظم ومرتب کر کے آگے بڑھایا، دسویں جمادی الآخرہ ۳۶ھ میں دونوں فوجوں میں مٹ بھیڑ ہوئی۔

شہادت

جنگ شروع ہونے سے پہلے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشن گوئی یاد دلائی کہ اسی وقت ان کا دل اس خانہ جنگی سے پھر گیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زور بازو کو برداشتہ خاطر دیکھا تو ان کا ارادہ بھی متزلزل ہوا، اور جنگ سے کنارہ کش ہونے کی رائے قائم کر لی، مروان نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملہ میں ان سے بدظن تھا، اس موقع کو غنیمت جان کر ایک تیر مارا جو اگر چہ پاوں میں لگا؛ لیکن ان کے لیے تیر قضا ثابت ہوا، (مستدرک حاکم) لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی تو فرمایا چھوڑ دو، یہ تیر نہیں بلکہ پیام خداوندی ہے۔

تجہیز وتکفین

اختلاف روایات حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے باسٹھ یا چونسٹھ برس کی عمر میں شہادت حاصل کی، اور غالباً اسی میدان جنگ کے کسی گوشہ میں مدفون ہوئے؛ لیکن یہ زمین نشیب میں تھی اس لیے اکثر غرقِ آب رہتی تھی، ایک شخص نے مسلسل تین دفعہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی لاش کو اس قبر سے منتقل کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس نے خواب کا حال سنا تو حضرت ابوبکر صحابی رضی اللہ عنہ کا مکان دس ہزار درہم میں خرید کر ان کی لاش کو اس میں منتقل کر دیا، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اتنے دنوں کے بعد بھی یہ جسم خاکی اسی طرح مصئون ومحفوظ تھا، یہاں تک کہ آنکھوں میں جو کافور لگایا گیا تھا وہ بھی بعینہ موجود تھا، (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

اخلاق وعادات

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا اخلاقی پایہ نہایت ارفع واعلیٰ تھا، خشیت الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ان کا پیمانہ لبریز تھا، معرکہ احد اور دوسرے غزوات میں جس جوش وفداکاری کے ساتھ پیش پیش رہے وہ اسی جذبہ کا اثر تھا اس راہ میں ان کو جان کے ساتھ مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا۔

چنانچہ انہوں نے نذر مانی تھی کہ غزوات کے مصارف کے لیے اپنا مال راہِ خدا میں دیا کریں گے، اس نذر کو انہوں نے اس پابندی کے ساتھ پوری کرنے کی کوشش کی کہ خاص قرآن پاک میں ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى (احزاب)

یعنی کچھ آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے جو کچھ عہد کیا اس کو سچا کر دکھایا، چنانچہ بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنی مدد پوری کی۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا، "طلحہ رضی اللہ عنہ تم بھی ان لوگوں میں ہو جنہوں نے اپنی نذر پوری کی" (فتح الباری)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے، فقراء ومساکین کے لیے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا، قیس ابن ابی حازم کا بیان ہے کہ میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو بے طلب کی بخشش میں پیش پیش نہ دیکھا۔ (فتح الباری)

غزوہ ذی القرد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مجاہدین کے ساتھ پانی کے ایک چشمہ پر گذرے جس کا نام بیسان مالح تھا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو خرید کر وقف کر دیا، (اصابہ) اسی طرح غزوہ ذی العسرہ میں تمام مجاہدین کی دعوت کی، غزوہ تبوک

کے موقع پر جب کہ عموماً تمام مسلمان افلاس و ناداری کی مصیبت میں مبتلا تھے، انہوں نے مصارف جنگ کے لیے ایک گرانقدر رقم پیش کی اور دربارِ رسالت سے فیاض کا خطاب حاصل کیا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اپنی جائیداد سات لاکھ درہم میں فروخت کی اور سب راہِ خدا میں صرف کر دیا، آپ کی بیوی سعدی بنت عوف کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے انہیں غمگین دیکھا، پوچھا آپ اس قدر اداس کیوں ہیں مجھ سے کوئی خطا تو سرزد نہیں ہوئی؟ بولے نہیں تم نہایت اچھی بیوی ہو، تمہاری کوئی بات نہیں ہے، اصل قصہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک بہت بڑی رقم جمع ہوگئی ہے، اس وقت اسی کی فکر میں تھا کیا کروں، میں نے کہا اس کو تقسیم کرا دیجئے، یہ سن کر انہوں نے اسی وقت لونڈی کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم اپنی قوم میں تقسیم کرا دی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جو ثالث)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بنو تمیم کے تمام محتاج و تنگدست خاندانوں کی کفالت کرتے تھے، لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادی کر دیتے تھے، جو لوگ مقروض تھے ان کا قرض ادا کر دیتے تھے؛ چنانچہ صبیحہ تیمی پر تیس ہزار درہم قرض تھا، وہ سب انہوں نے اپنے پاس سے ادا کر دیا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے بھی خاص عقیدت تھی اور ہر سال دس ہزار درہم پیش خدمت کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

مہمان نوازی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا خاص شیوہ تھا، ایک دفعہ بنی عذرہ کے تین آدمی مدینہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کون ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا "میں یا رسول اللہ"! اور وہ تینوں نو مسلم مہمانوں کو خوشی خوشی گھر لے آئے ان میں سے دو نے یکے بعد دیگرے مختلف غزوات میں شہادت حاصل کی اور تیسرے نے بھی ایک مدت کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں وفات پائی ان کو اپنے مہمانوں سے جو انس پیدا ہو گیا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ ہر وقت ان کی یاد تازہ رہتی تھی اور رات کے وقت خواب میں بھی ان ہی کا جلوہ نظر آتا تھا، ایک روز خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے تینوں مہمانوں کے ساتھ جنت کے دروازہ پر کھڑے ہیں، لیکن جو سب سے پیچھے مرا تھا وہ سب سے آگے ہے، اور جو سب سے پہلے شہید ہوا تھا وہ سب سے پیچھے ہے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اس تقدم و تاخر پر سخت تعجب ہوا، صبح کے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب کا واقعہ بیان کیا تو ارشاد ہوا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے، جو زیادہ دنوں تک زندہ رہا اس کو عبادت و نیکوکاری کا زیادہ موقع ملا، اس لیے وہ جنت کے داخلہ میں اپنے ساتھیوں سے پیش تھا۔ (مسند ابن حنبل)

احباب کی مسرت و شادمانی ان کے لیے بھی سامانِ انبساط بن جاتی تھی، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کے باعث معتوب بارگاہ تھے، ایک مدت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خطا معاف کر دی اور وہ خوش خوش دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر ان سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس اخلاق کو کبھی نہ بھولوں گا؛ کیونکہ مہاجرین میں سے کسی نے ایسی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ (بخاری باب غزوہ تبوک)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دوستوں کی خدمت گذاری سے بھی دریغ نہ تھا، ایک دفعہ ایک اعرابی مہمان ہوا اور اس نے

درخواست کی کہ بازار میں میرا اونٹ فروخت کرادیجئے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری، دیہاتی کا معاملہ نہ چکائے تاہم میں تمہارے ساتھ چلوں گا اور اس کے ساتھ جاکر مناسب قیمت پر اس کا اونٹ فروخت کرادیا، اعرابی نے اس کے بعد خواہش ظاہر کی کہ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کی وصولی کا ایک مفصل ہدایت نامہ دلوادیجئے تاکہ عمال کو اسی کے مطابق دیا کروں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مخصوص تقرب کے باعث اس کی یہ خواہش بھی پوری کردی۔ (بخاری باب غزوہ تبوک)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو طرز عمل بنانا ہر مسلمان کی سب سے بڑی سعادت ہے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس سعادت کے حصول کو اپنے فرائض میں شامل کرلیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صحبتوں میں جو کچھ دیکھتے یا سنتے اس کو ہمیشہ یاد رکھتے اور اگر اتفاق سے کبھی کوئی بات بھول جاتے تو سخت مغموم ورنجیدہ نظر آتے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مغموم دیکھ کر پوچھا، تمہارا حال کیسا ہے؟ کسی سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا؟ کہنے لگے "مجھے اس وقت وہ کلمہ معلوم تھا، لیکن اب یاد نہیں آتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم اس کلمہ سے بھی زیادہ باعظمت و پراثر کلمہ جانتے ہو جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا یعنی لا الہ الا اللہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سن کا اچھل پڑے فرمایا" ہاں! خدا کی قسم یہی کلمہ ہے" (مسند)

حسن معاشرت

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے حسن معاشرت کے باعث بیوی بچوں میں نہایت محبوب تھے، وہ اپنے کنبہ میں جس لطف ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اس کا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی ام ابان سے اگرچہ بہت سے معزز اشخاص نے شادی کی درخواست کی، لیکن انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو سب پر ترجیح دی، لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں، وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے، اگر کوئی کام کردو شکر گذار ہوتے ہیں اور خطا ہوجائے تو معاف کردیتے ہیں۔ (کنز العمال)

ذریعہ معاش

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، چنانچہ نیر اسلام کے طلوع ہونے کی بشارت بھی اسی تجارتی سفر میں ملی تھی، جب مدینہ پہنچے تو زراعت کا شغل بھی شروع کیا اور رفتہ رفتہ اس کو نہایت وسیع پیمانہ پر پھیلا دیا، خیبر کی جاگیر کے علاوہ عراق عرب میں متعدد علاقے حاصل کیے، ان میں سے قناۃ اور سراۃ نہایت مشہور ہیں، ان دونوں مقامات میں کاشتکاری کا نہایت وسیع اہتمام تھا، صرف قناۃ کے کھیتوں پر بیس اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے، ان علاقوں کی پیداوار کا صرف اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی روزانہ آمدنی کا اوسط ایک ہزار دینار تھا۔ (کنز العمال)

تمول

غرض تجارت وزراعت نے ان کو غیر معمولی دولت وثروت کا مالک بنادیا تھا، چنانچہ لاکھوں دینار و درہم راہ خدا میں لٹادینے کے بعد بھی اہل وعیال کے لیے ایک عظیم الشان دولت چھوڑ گئے، ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے

پوچھا کہ تمہارے والد نے کس قدر دولت چھوڑی تو انہوں نے کہا بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار، اس کے علاوہ نہایت کثیر مقدار میں سونا اور چاندی، یہ نقدی کی تفصیل تھی، جائیداد غیر منقولہ اس کے علاوہ تھی جس کی کل قیمت کا اندازہ تین کروڑ درہم تھا۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جو ثالث)

غذا ولباس

طرز معاش نہایت سادہ تھا، کپڑے اکثر رنگین پہنتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالت احرام میں رنگین لباس زیب جسم دیکھا بولے "طلحہ رضی اللہ عنہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا امیر المومنین یہ گیروا رنگ ہے" فرمایا آپ لوگ ائمہ دین ہیں عوام آپ کا اتباع کرتے ہیں، کوئی جاہل دیکھ لے گا تو وہ بھی رنگین کپڑے استعمال کرے گا اور دلیل پیش کرے گا کہ میں نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو حالت احرام میں پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک سونے کی انگوٹھی تھی جس میں نفیس سرخ یاقوت کا رنگ جڑا ہوا تھا، لیکن بعد کو یاقوت نکال کر معمولی پتھر سے مرصع کرایا تھا، (طبقات ابن سعد) دستر خوان بھی وسیع تھا، لیکن پر تکلف نہ تھا۔

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد میانہ بلکہ ایک حد تک پست، چہرہ کا رنگ سرخ وسفید، بدن خوب گٹھا ہوا سینہ چوڑا، پاؤں نہایت پر گوشت اور ہاتھ کی انگلیاں غزوہ احد میں شل ہوگئی تھیں۔

اولاد وازواج

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کی تھیں بیویوں کے نام یہ ہیں حمنہ بنت جحش، ام کلثوم بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ، سعدی بنت عوف، ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ، خولہ بنت القعقاع، ان میں سے ہر ایک کے بطن سے متعدد اولاد ہوئی تھی، لڑکوں کے نام یہ ہیں۔

محمد، عمران، عیسیٰ، یحییٰ، اسمٰعیل، اسحاق، زکریا، یعقوب، موسیٰ، یوسف، ان کے علاوہ چار صاحبزادیاں بھی تھیں، ان کے نام یہ ہیں۔

ام اسحاق، عائشہ، صعبہ، مریم۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ الزُّهْرِیِّ وَبَنُو زُهْرَةَ اَخْوَالُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ

باب 46: حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

بنو زہرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی عزیز ہیں' ان کا نام حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہے۔

224- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰی قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ

قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ

✧✧ سعید بن میسب کہتے ہیں میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، غزوہ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اپنے ماں باپ کو اکٹھا کیا تھا (یعنی یہ فرمایا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں)

225-حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاَنَا ثُلُثُ الْاِسْلَامِ

✧✧ عامر بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مجھے اچھی طرح یاد ہے' میں اسلام قبول کرنے والا تیسرا شخص تھا۔

226-حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَّاِنِّيْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ تَابَعَهٗ اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ

✧✧ سعید بن میسب بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' جس دن میں نے اسلام قبول کیا اس دن کسی نے نہیں قبول کیا تھا میں سات دن اسی حالت میں رہا اور میں اسلام قبول کرنے والا تیسرا شخص تھا۔

227-حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى اِنَّ اَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا يَضَعُ الْبَعِيْرُ اَوِ الشَّاةُ مَا لَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْا بِهٖ اِلٰى عُمَرَ قَالُوْا لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ

✧✧ قیس بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' میں پہلا عرب شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کی تھی ہم لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگوں میں شرکت کی ہے ہمارے پاس کھانے کے لئے صرف درخت کے پتے ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی شخص اس طرح پاخانہ کرتا تھا جس طرح اونٹ یا بکری مینگنیاں کرتے

حدیث224: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3830' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2412' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2830' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:123' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1408' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8215' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:672' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:220' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:315

حدیث225: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3521' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:132' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6116' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:298

حدیث227: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6088' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2966' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2365' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:131' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1566' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6989' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6115' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8218' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:732' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1854' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:78

ہیں۔ اس میں کوئی چیز ملی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ اب بنو اسد میرے اسلام کے بارے میں ملامت کریں تو پھر تو میں رسوائی کا شکار ہوگیا اور میرا عمل ضائع ہوگیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' انہوں نے (بنو اسد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ شکایت بیان کی تھی' وہ (یعنی حضرت سعد) نماز صحیح طرح نہیں پڑھاتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نام، نسب، خاندان

سعد نام، ابواسحٰق کنیت، والد کا نام مالک اور ابو وقاص کنیت والدہ کا نام حمنہ تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی ننہال زہری خاندان میں تھی، اس لیے حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ رشتہ میں آپ کے ماموں تھے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی بارہا اس رشتہ کا اقرار فرمایا تھا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

اسلام

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کا سنِ مبارک صرف انیس سال کا تھا کہ دعوتِ اسلام کی صدائے سامعہ نواز نے توحید کا شیدائی بنادیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر خلعتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔

بخاری میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے پہلے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوا تھا اور ایک دوسری روایت میں وہ اپنے کو تیسرا مسلمان بتاتے ہیں، لیکن محدثین عظام کی تحقیق کے مطابق چھ سات بزرگوں کو ان پر تقدم کا فخر حاصل ہو چکا تھا، البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کو ان کی اطلاع نہ ہو؛ کیونکہ کفار کے خوف سے انہوں نے اپنے ایمان لانے کا اعلان نہیں کیا تھا۔

استقامت

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کی ماں نے لڑکے کی تبدیل مذہب کا حال سنا تو نہایت کبیدہ خاطر ہوئیں، بات چیت، کھانا پینا سب چھوڑ بیٹھیں، چونکہ وہ اپنی ماں کے حد درجہ فرماں بردار اور اطاعت شعار تھے، اس لیے یہ سخت آزمائش کا موقع تھا، لیکن جو دل توحید کا لذت آشنا ہو چکا تھا وہ پھر کفر و شرک کی طرف کس طرح رجوع ہو سکتا تھا، ماں مسلسل تین دن تک بے آب و دانہ رہیں، لیکن بیٹے کی جبینِ استقلال پر شکن تک نہ پڑی، خدائے پاک کو یہ شانِ استقامت کچھ ایسی پسند آئی کہ تمام مسلمانوں کے لیے معصیتِ الٰہی میں والدین کے عدم اطاعت کا ایک قانون عام بنادیا گیا۔ (مسلم مناقب سعد وقاص رضی اللہ عنہ) "وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا" (العنکبوت)

مکہ کی زندگی

اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک مکہ میں ہی مقیم رہے گو یہ سر زمین عام مسلمانوں کی طرح ان کے لیے مصائب وشدائد سے خالی نہ تھی، تاہم استقلال کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھیلتے رہے۔

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کفار کے خوف سے عموماً مکہ کی ویران وسنسان گھاٹیوں میں چھپ کر معبود حقیقی کی پرستش وعبادت فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک گھاٹی میں چند صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصروف عبادت تھے، اتفاق سے کفار کی ایک جماعت اس طرف آنکلی، اور اسلام کا مذاق اُڑانے لگے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کی اس بے بسی کی زندگی میں بھی جوش آگیا اور اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس زور سے ماری کہ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا، بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام کی حمایت میں یہ پہلی خونریزی تھی جو حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عمل میں آئی۔ (اسد الغابہ)

ہجرت

مکہ میں جب کفار کے ظلم وستم سے مسلمانوں کا پیمانہ صبر وتحمل لبریز ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم دیا، اس حکم عام کی بنا پر حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی راہ لی اور اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ (ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

جنہوں نے ایام جاہلیت میں ایک خون کیا تھا اور انتقام کے خوف سے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو آزادی وطمانیت نصیب ہوئی، تاہم قریش مکہ کی حملہ آوری کا خطرہ موجود تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے پیش بنی کر کے حضرت عبدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ یا اسی سواروں کے ساتھ غنیم کی نقل وحرکت دریافت کرنے کے لیے روانہ فرمایا حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت میں شامل تھے غرض دورہ کرتے ہوئے حجاز کے ساحلی علاقہ میں قریش کی ایک بڑی تعداد سے مڈبھیڑ ہوئی، چونکہ محض تجسس مقصود تھا، اس لیے کوئی جنگ پیش نہ آئی، مگر حضرت وقاص رضی اللہ عنہ کو کہاں تاب تھی، انہوں نے ایک تیر چلا ہی دیا، چنانچہ یہ اسلام کا پہلا تیر تھا جو راہِ خدا میں چلا گیا۔ (سیرت ابن ہشام)

دوسری دفعہ خود حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت آٹھ مہاجرین کی ایک جماعت تجسس کے لیے روانہ کی گئی، چنانچہ یہ مقام خرار تک دورہ کر کے واپس آئے اور کوئی جنگ پیش نہ آئی، اس کے بعد عبداللہ بن الجحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمن کی خبر گیری پر مامور ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت عبداللہ بن الجحش رضی اللہ عنہ کو ایک سر بمہر فرمان دیا تھا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد کھول کر پڑھیں اور اس کی ہدایتوں پر عمل کریں، انہوں نے حسب ہدایت دو روز کے بعد پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہاں پہنچ کر قریش کی نقل وحرکت کا پتہ چلائیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو فرمان کا مضمون سنا کر کہا، میں کسی کو مجبور نہیں کرتا جس کو شہادت منظور ہو وہ ساتھ چلے ورنہ واپس جائے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ اور تمام دوسرے ساتھیوں نے جوش کے ساتھ سمعا وطاعۃ کہا، لیکن کچھ دور جانے کے بعد عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کا اونٹ جو مشترکہ طور پر دونوں کی سواری میں تھا گم ہو گیا اور اس طرح وہ دونوں پیچھے چھوٹ

گئے، عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے نخلستان میں پہنچ کر قریش کے ایک قافلہ سے جنگ کی اور مالِ غنیمت اور چند قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے، چونکہ یہ وہ مہینہ تھا جس میں رسماً جنگ ممنوع سمجھی جاتی تھی، اس لیے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور فرمایا کہ میں نے تمہیں جنگ کا حکم نہیں دیا تھا، مسلمانوں نے بھی عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو ملامت کی لیکن وحی الٰہی نے اس مسئلہ کو اس طرح صاف کر دیا۔

"یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّہْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ o قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ o وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ o وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ o وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ "(البقرۃ)

لوگ تم سے ماہِ حرام کی نسبت پوچھتے ہیں کہ اس میں لڑنا (جائز ہے) کہہ دو اس میں لڑنا بڑا گناہ اور خدا کی راہ سے روکنا اور اس کا نہ ماننا اور مسجد حرام سے باز رکھنا اور اس کے اہل کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ہے اور فتنہ کشت وخون سے زیادہ برا ہے۔

قریش فدیہ لے کر اپنے قیدیوں کو چھڑانے آئے لیکن اس وقت تک عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ کا کچھ پتہ نہ تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کہ جب تک یہ دونوں صحیح وسلامت پہنچ نہ جائیں تمہارے قیدی رہا نہ ہوں گے، غرض جب یہ دونوں جانثار واپس آ گئے تو مشرکین چھوڑ دیے گئے۔

غزوات

غزوہ بدر: معرکہ بدر سے مستقل جنگوں کی ابتدا ہوئی، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں غیر معمولی شجاعت وجان بازی کے جوہر دکھائے اور سعید بن العاص سرخیل کفار کو تہ تیغ کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کی ذوالکتیفہ نامی تلوار پسند آ گئی تھی، لیے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، چونکہ اس وقت تک تقسیم غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا اس لیے ارشاد ہوا کہ جہاں سے اٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے برادر عزیز حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہوئے تھے کچھ تو ان کی مفارقت کا صدمہ اور کچھ تلوار نہ ملنے کا افسوس، غرض غمگین وملول واپس آئے، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورہ انفال نازل ہوئی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر تلوار لینے کی اجازت دے دی۔ (مسند، ومسلم مناقب سعد وقاص رضی اللہ عنہ)

غزوہ اُحد

۳ھ میں غزوہ اُحد پیش آیا، اس جنگ میں تیر اندازوں کی غفلت سے اتفاقاً مسلمانوں کی فتح شکست سے مبدل ہو گئی اور ناگہانی حملہ کے بعد باعث اکثر غازیوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ ان ثابت قدم اصحاب کی صف میں تھے، جن کے پائے استقلال کو اخیر وقت تک لغزش نہ ہوئی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے اس لیے جب کفار کا نرغہ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو اپنے ترکش سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے:

یا سعد ارم فداك امی وابی

یعنی اے سعد! تیر چلا میرے باپ ماں تجھ پر فدا ہوں (بخاری کتاب المغازی غزوہ احد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سعد رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کے لیے "فداك ابی وامی" کا جملہ نہیں سنا، لیکن دوسری روایتوں میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نسبت بھی ایسے ہی جملے منقول ہیں، بہر حال محدثین کا فیصلہ ہے کہ غزوہ احد میں یہ فخر صرف حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص تھا۔ (فتح الباری کتاب المناقب سعد وقاص رضی اللہ عنہ)

اثنائے جنگ میں ایک مشرک سامنے آیا جس نے اپنے تیز وتند جملوں سے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اس کو نشانہ بنانے کا حکم دیا، لیکن اس وقت ترکش تیروں سے خالی ہو چکا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد کے لیے ایک تیر اٹھا کر جس میں پھل نہیں تھا اس صفائی کے ساتھ اس کی پیشانی پر مارا کہ وہ بدحواسی کے ساتھ برہنہ ہو کر گر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی تیر اندازی اور اس کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے یہاں تک کہ دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔

(طبقات ابن سعد حصہ مغازی)

اسی طرح طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق میں تاک کر ایسا تیر مارا کہ زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی اور تڑپ کر داخل سقر ہوا۔

(طبقات ابن سعد حصہ مغازی)

متفرق غزوات

غزوہ احد سے فتح مکہ تک جس قدر معرکے پیش آئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بہادری وجاںنثاری کے ساتھ سب میں پیش پیش رہے، پھر فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں اسی فدویت جان نثاری اور ثبات وپامردی کا کارنامہ پیش کیا، جس کا اظہار غزوہ احد میں کر چکے تھے۔

غزوہ احد طائف اور تبوک کی فوج کشی میں بھی شریک تھے، پھر بعد میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد فرمایا تو حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ ہمرکاب تھے، لیکن مکہ پہنچ کر سخت علیل ہو گئے، یہاں تک کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، عیادت کے لیے تشریف لائے تو زندگی سے مایوس ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مالدار آدمی ہوں؛ لیکن ایک لڑکی کے سوا کوئی وارث نہیں ہے، اس لیے اگر اجازت ہو تو اپنا دوثلث مال کار خیر میں لگا دوں؟ ارشاد ہوا" نہیں پھر عرض کیا" دوثلث نہیں تو نصف سہی حکم ہوا نہیں صرف ایک ثلث اور یہ بھی بہت ہے تم اپنے وارثوں کو مالدار وتوانگر چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال نہ پھیلاتے پھیریں، تم جو کچھ بھی خدا کی رضا جوئی کے لیے صرف کرو گے اس کا اجر ملے گا، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب پاؤ گے۔ (مسلم کتاب الوصیہ)

ایک مبارک پیشن گوئی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ مکہ میں مرنا بھی پسند نہ تھا، بیماری جس قدر طول کھینچتی جاتی تھی اس قدر ان کی بیقراری بڑھتی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشکبار دیکھ کر پوچھا، روتے کیوں ہو؟" عرض کیا" معلوم ہوتا

ہے کہ اسی سرزمین کی خاک نصیب ہوگی، جس کو خدا اور رسول کی محبت ہمیشہ کے لیے ترک کر چکا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
تشفی دیتے ہوئے ان کو قلب پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ دعا فرمائی:

اللھم اشف سعداً اللھم اشف سعدا (ایضا)

اے خدا سعد رضی اللہ عنہ کو صحت عطا کر، سعد کو صحت عطا کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے جو الفاظ نکلے تھے وہ اس مریض بستر مرگ کے لیے آب حیات ثابت ہوئے
یعنی دعاء مقبول ہوئی اور وہ صحیح وتندرست ہوئے ساتھ ہی یہ بشارت سنائی کہ اے سعد رضی اللہ عنہ تم اس وقت تک نہ مرو گے جب
تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ لے یہ پیشن گوئی عجمی فتوحات کے ذریعہ پوری ہوئی جن میں عجم قوم نے آپ
کے ہاتھوں سے نقصان اور عرب قوم نے فائدہ اٹھایا۔

مکہ سے واپس آنے کے بعد اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سقیفہ
ساعدہ میں کثرت آراء سے مسند نشین خلافت ہوئے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی جمہور کا ساتھ دیا اور خلیفہ اول کے ہاتھ
پر بلاتوقف بیعت کر لی۔

خلیفہ اول نے صرف سوا دو برس کی خلافت کے بعد داعیِ حق کو لبیک کہا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جانشین کر کے رحلت
گزین عالم جاوداں ہوئے اس وقت اندرونی مہمات کا فیصلہ ہو کر شام وعراق پر فوج کشی کی ابتدا ہو چکی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے مسند نشین ہونے کے ساتھ ہی تمام عرب میں جوش وخروش کی آگ بھڑکا دی اور ان حملوں کا انتظام زیادہ وسیع پیمانہ پر قائم
کر دیا، خصوصاً عراق کی فوج کشی پر سب سے پہلے توجہ کی چونکہ حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کے آیندہ کارناموں کا تعلق تمام تر اسی
سرزمین سے وابستہ ہے، اس لیے اس ملک کی لشکر کشی کے ابتدائی حالات تسلسل قائم رہنے کے خیال سے درج ذیل ہیں۔

عراق کی فوج کشی

اہل عرب اور ایرانیوں میں نہایت قدیم زمانہ سے عداوت چلی آتی تھی، ایرانیوں نے بارہا عربوں کے تفرق، اختلاف
اور کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تمام عرب کو تباہ وبرباد کر دیا تھا، خصوصاً عراقِ عرب اور سرحدی علاقوں پر مستقل قبضہ جما لیا تھا، لیکن عرب
بھی دب کر رہنے والے نہ تھے، جب موقع ملتا بغاوت کر دیتے تھے، چنانچہ پوران وخت کے زمانہ میں جب طوائف الملوکی کے
باعث ایرانی حکومت کا نظام ابتر ہو گیا تو سرحدی قبائل کو پھر شورش کا موقع ملا اور مثنیٰ شیبانی اور سوید عجلی نے تھوڑی جمعیت فراہم کر کے
عراق کی سرحد حیرہ اور ابلہ کی طرف غارت گری شروع کر دی، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، مثنیٰ نے بارگاہِ خلافت
میں حاضر ہو کر باقاعدہ عراق پر حملہ آوری کی اجازت طلب کی، چونکہ عام عرب میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی، اس لیے اس کے
وسیع خطہ کا کسی دوسری حکومت کے زیر اقتدار رہنا مذہبی اور قومی نقطہ نگاہ سے نہایت خطرناک تھا، اس بنا پر خلیفہ اول نے مثنیٰ کو اجازت
دے دی اور حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مدد کے لیے روانہ کیا انہوں نے حملہ کر کے بہت سے
سرحدی مقامات فتح کر لیے؛ لیکن چونکہ دوسری طرف شام کی مہم بھی درپیش تھی اور وہاں کمک کی بہت زیادہ ضرورت تھی، اس لیے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مثنیٰ کو اپنا جانشین کر کے شامی رزمگاہ کی طرف روانہ ہو جائیں، لیکن خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا جانا تھا کہ عراق کی مہم دفعۃً سرد پڑ گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا تو پھر نئے سرے سے عراق کی مہم پر توجہ مبذول فرمائی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک فوج گراں کے ساتھ اس طرف روانہ فرمایا، انہوں نے ایرانیوں کو متفرق معرکوں میں شکست دے کر تمام متصلہ علاقوں پر قبضہ کر لیا اور مشرقی فرات کے کنارے ایک مقام پر جس کا نام مروحہ تھا، غنیم کی ایک زبردست فوج کے سامنے صف آرائی کی، چونکہ بیچ میں دریا حائل تھا، اس لیے ایرانی سپہ سالار بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تو تم اس پار اتر آؤ یا ہم آئیں، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سرداران فوج کے اختلاف کے باوجود شجاعت کے نشے میں خود دریا کے پار اتر کر مقابلہ کیا لیکن اس غلطی کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ ہوا یعنی مسلمانوں کو نہایت افسوس ناک شکست ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کمک بھیج کر فوج کو از سر نو مستحکم کر دیا اور چونکہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کام آ چکے تھے اس لیے مثنیٰ شیبانی کو سپہ سالاری کی خدمت سپرد کر دی، انہوں نے معرکہ بویب اور دوسری جنگوں میں دشمن کو پے در پے شکستیں دے کر عراق کے ایک وسیع خطہ پر قبضہ کر لیا۔

ایرانیوں کو اب تک مسلمانوں کی جارحانہ قوتوں کا اندازہ نہ تھا، ان فتوحات نے ان کی آنکھیں کھول دیں، اراکین سلطنت نے حکومت کیانی کو محفوظ رکھنے کے لیے نئی تدبیریں اختیار کیں، پوراندخت کو جو ایک عورت تھی تخت سے اتار کر خاندانِ کسریٰ کے اصلی وارث یزدگرد کو تخت نشین کیا اور تمام ملک میں اتحاد، اتفاق اور جوش و خروش کی آگ بھڑکا دی یہاں تک کہ مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بھی بغاوت و سرکشی کی آگ بھڑک اٹھی اور مثنیٰ کو مجبوراً عرب کی سرزمین میں ہٹ آنا پڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر تمام عرب میں پر جوش و جادو بیان خطیب پھیلا دیئے، کہ وہ اپنی پر تاثیر تقریروں سے قبائل عرب کو جنگ میں شریک ہونے کے لیے آمادہ کریں، اس کا اثر یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دارالخلافت کی طرف جنگ آزما بہادروں کا ایک طوفان امنڈ آیا، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ عہد صدیقی سے ہوازن کے عامل تھے، انہوں نے اپنے اثر سے ایک ہزار آدمی بھیجے، جن میں سے ہر ایک تیغ و تفنگ کا ماہر تھا، غرض فوج توقع سے زیادہ فراہم ہو گئی؛ لیکن سب زیادہ دقت یہ تھی کہ اس عظیم الشان لشکر کی سربراہی کے لیے کوئی شخص موزوں نظر نہ آتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی گئی تو انہوں نے بھی اس بارِ گراں کے اٹھانے سے انکار کر دیا، عوام کے اصرار سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے، لیکن اہل الرائے صحابہ رضی اللہ عنہ مانع ہوئے کہ آپ کا جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے، لوگ اسی غور و فکر میں تھے کہ دفعۃً حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر کہا میں نے پا لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کون؟ بولے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تمام حاضرین اس انتخاب پر پھڑک اُٹھے اور سب نے متفقہ طور پر تائید کی۔

سپہ سالاری

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نہایت بلند پایہ صحابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے اس کے ساتھ بہادری و شجاعت

میں بھی بے نظیر تھے، تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندیدگی وفخر کی نگاہ سے دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گو سپہ سالاری کے لحاظ سے مجبور ہو کر منظور کرلیا اور ہر قسم کی ہدایتیں اور نشیب وفراز سمجھا کر رزمگاہ کی طرف کوچ کرنے کی اجازت دے دی۔

غرض اس طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تاریخ زندگی کا وہ صفحہ شروع ہوا جو سب سے زیادہ درخشاں وتاباں ہے اور جس نے دنیا کے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ منداور خوش تدبیر نام آوروں کی صف میں ان کو ممتاز کردیا ہے، وہ اپنے لشکر کو آراستہ کر کے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے ثعلبہ پہنچے، یہاں تین مہینے تک قیام رہا، پھر وہاں سے چل کر مشراف میں خیمہ زن ہوئے مثنیٰ مقام ذی قار میں آٹھ ہزار نبرد آزما سپاہیوں کے ساتھ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، لیکن داعی اجل نے ملاقات کا موقع نہ دیا اور وہ اپنے بھائی کو سپہ سالار اعظم سے ملنے کی ہدایت کر کے رہ گزین عالم جاوداں ہوئے، معنّٰی نے حسب ہدایت مشراف میں آکر ملاقات کی اور مثنیٰ نے جو ضروری مشورے دیئے تھے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مشراف میں اپنی فوج کا باقاعدہ جائزلیا، جو کم وبیش تیس ہزار ٹھہری پھر میمنہ ومیسرہ وغیرہ کی تقسیم کر کے ہر ایک پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور مقام کا نقشہ فرودگاہ کا ڈھنگ، لشکر کا پھیلاؤ اور رسد کی کیفیت وغیرہ سے دربارِ خلافت کو مطلع کیا، وہاں سے حکم آیا کہ مشراف سے آگے بڑھ کر قادسیہ پر اس طرح مورچے جمائیں کہ پشت پر عرب کے پہاڑ ہوں اور سامنے دشمن کا ملک ہو، چنانچہ وہ یہاں سے روانہ ہو کر عذیب میں عجمیوں کے میگزین پر قبضہ کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے اور مناسب موقعوں پر مورچے جمادیئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے سردارانِ قبائل میں سے چودہ نامور اشخاص منتخب کئے، سفیر بنا کر مدائن روانہ کیا تاکہ شاہِ ایران کو اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی دعوت دیں، چنانچہ انہوں نے پہلے اسلام پیش کیا اور طرفین میں بڑی رد وقدح ہوتی رہی، آخر میں مسلمانوں نے کہا اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو ہم اپنے نبی کی پیشن گوئی یاد دلاتے ہیں کہ ایک دن تمہاری زمین ہمارے تصرف میں آئے گی، مسلمانوں کی صاف بیان پر غضبناک ہو کر، مسلمانوں کی اس دلیری پر جھلا کر خاک دھول منگا کر کہا لو یہ تم کو ملے گا، عمرو بن سعدی کرب نے اسکو اپنی چادر میں لے لیا، اور سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے رکھ کر کہا کہ "فتح مبارک ہو دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی، غرض سفراء واپس آگئے، اور جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں، عجمی سپہ سالار رستم نے بھی جو ساباط میں مقیم تھا، اپنی فوج کو آگے بڑھا کر قادسیہ میں ڈیرے ڈالے۔

رستم کی فوجیں قادسیہ پہنچیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیئے کہ دشمن کی نقل وحرکت سے ہر وقت مطلع کرتے رہیں، نیز غنیم کی فوج کا رنگ ڈھنگ، لشکر کی ترتیب اور پڑاو کی حالت دریافت کرنے کے لیے فوجی افسر متعین کردیئے، اس میں کبھی کبھی دشمن کا سامنا بھی ہوجاتا تھا، چنانچہ ایک دفعہ رات کے وقت غنیم کے کیمپ میں گشت کر رہے تھے، ایک جگہ ایک بیش بہا گھوڑا بندھا دیکھا، تلوار سے باگ ڈور کاٹ کر اپنے گھوڑے کی باگ ڈور سے اٹکالی، لوگوں نے ان کا تعاقب کیا تو ایک سپاہی کو قید کر کے لڑتے بھڑتے صاف نکل آئے، قیدی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر اسلام قبول کیا اور عجمی فوج کے بہت سے اسرار بیان کئے۔

عرصہ تک صرف اسی قسم کی جھڑپ ہوتی رہی، اور کوئی باقاعدہ جنگ پیش نہ آئی، رستم قصداً جنگ سے جی چراتا تھا، اس نے ایک دفعہ پھر صلح کی کوشش کی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی خواہش پر متعدد سفارتیں روانہ کیں، آخری سفارت میں مغیرہ رضی اللہ عنہ بھیجے گئے، لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی، رستم کو ناکامی ہوئی تو اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ " کل تمہاری تہ وبالا کر ڈالوں گا" مغیرہ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر رستم کا مقولہ بیان کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی جوش خروش کے ساتھ مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔

جنگ قادسیہ

رستم اس قدر غضبناک تھا کہ اس نے اسی وقت فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا اور دوسرے روز صبح کے وقت درمیان کی نہر کو عبور کر کے میدانِ جنگ میں صف آراء ہوا، دوسری طرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر بھی تیار تھا مشہور شعراء اور پر جوش خطیب رزمیہ اشعار اور جادو اثر تقریروں سے تمام بہادر سپاہیوں کے شجاعانہ ولولے بھڑکا رہے تھے اس کے ساتھ قاریوں کی خوش الحانی اور جہاد کی آیتوں نے جنت کے عاشقوں کو بیتاب کر رکھا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ قاعدہ کے موافق اللہ اکبر کے تین نعرے بلند کئے اور چوتھے پر جنگ شروع ہوگئی، گو خود عرق النساء کے عارضہ میں مبتلا ہونے کے باعث عام فوج کا ساتھ نہ دے سکے اور خالد ابن عرطفہ کو قائم مقام کر کے میدانِ جنگ کے قریب جو قصر تھا اس کے بالا خانہ پر رونق افروز ہوئے تاہم فوج کو لڑاتے خود تھے یعنی جس وقت جو حکم دینا مناسب سمجھتے تھے پرچوں پر لکھ کر اور گولیاں بنا کر خالد کی طرف پھینکتے جاتے تھے اور خالد ان ہی ہدایتوں کے مطابق موقع بموقع لڑائی کا اسلوب بدلتے جاتے تھے، ایک دفعہ ایرانی ہاتھیوں کے ریلے سے قریب تھا کہ بجیلہ سواروں کے پاؤں اکھڑ جائیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ رنگ دیکھ کر فوراً قبیلہ اسد کو حکم بھیجا کہ بجیلہ کو مدد پہنچائیں، پھر جب اس کالی آندھی نے اس طرف رخ کیا تو قبیلہ تمیم کو جو نیزہ بازی اور تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے کہلا بھیجا کہ تمہارا کمال ہاتھیوں کے مقابلہ میں کیا ہوا؟ یہ سنکر انہوں نے اس جوش سے تیر برسائے کہ دفعتہً جنگ کا نقشہ بدل گیا، غرض تمام دن اسی زور کا رن ہوا شام ہوئی تو دونوں فریق اپنے اپنے پڑاو میں واپس آئے قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا جس کو عربی میں یوم الارماث کہتے ہیں۔

دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی، عین ہنگامہ کارزار میں شام کی امدادی فوجیں بھی پہنچ گئیں، اس تائید غیبی سے مسلمانوں کا جوش دوبالا ہو گیا اور اس زور شور سے تیغ وسنان اور تیر و تفنگ کا بازار گرم ہوا کہ دور سے دیکھنے والوں کی رگِ شجاعت میں ہیجان پیدا ہو رہا تھا ابو محجن ثقفی جن کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے شراب خواری کے جرم میں اپنے قصر میں مقید کر دیا تھا، اس ولولہ انگیز منظر کو دیکھ کر بیتاب ہو رہے تھے، ضبط نہ کر سکے تو سلمٰی سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی سے درخواست کی کہ اس وقت مجھ کو چھوڑ دو، لڑائی سے جیتا بچا تو پھر خود آکر بیڑیاں پہن لوں گا، سلمٰی نے انکار کیا تو حسرت کے ساتھ یہ اشعار پڑھنے لگے۔

كفى حزنا ان تردى الخيل بالقنا واترك مشدوداً على وثاقيا

اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازیاں کر رہے ہیں، اور میں زنجیر میں بندھا پڑا ہوں۔

اذاقمت عنافی الحدیر واغلقت مصاریع دونی تصم المناد ع

جب میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر باگ کھینچ لیتی ہے اور دروازے اس طرح سامنے بند کردیئے جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔

ان اشعار سے سلمیٰ نے متاثر ہوکران کی بیڑیاں کاٹ دیں اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوکر جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑے اوران لوگوں کو اپنی شجاعت و جانبازی سے متحیر کردیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی حیران تھے کہ یہ کون بہادر ہے؟ شام کو جنگ ختم ہوئی تو ابومحجن نے خود آ کر بیڑیاں پہن لیں، سلمیٰ نے یہ حالات سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کیے تو انہوں نے کہا خدا کی قسم میں ایسے فدائی اسلام کو سزا نہیں دے سکتا، اوراسی وقت رہا کردیا ابومحجن پر بھی اس قدردانی کا یہ اثر ہوا کہ آئندہ شراب سے توبہ کرلی۔

تیسرے روز حسب معمول پھر معرکہ شروع ہوا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آج آخری فیصلہ کا ارادہ کرلیا تھا، لیکن شام ہوگئی اور جنگ کے زور شور میں کچھ فرق نہ آیا، زیادہ دقت ہاتھیوں کی وجہ سے تھی، وہ جس طرف جھک پڑتے تھے، صفیں کی صفیں درہم برہم کردیتے تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قعقاع اور چند دوسرے بہادر سپاہیوں کو بلا کر کہا کہ تم ہاتھیوں کو مارلو تو پھر میدان تمہارے ہاتھ میں ہے، انہوں نے نہایت جانبازی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی اور نرغہ کرکے بڑے بڑے ہاتھیوں کو مار ڈالا تو دوسرے ہاتھی خود بخود بھاگ کھڑے ہوئے، ہاتھیوں سے میدان صاف ہونا تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو سمیٹ کر پھر نئے سرے سے ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جب میں تیسرا نعرہ بلند کروں تو غنیم پر حملہ کردیا جائے، لیکن ابھی پہلا ہی نعرہ بلند ہوا تھا کہ قعقاع نے جوش سے بیتاب ہوکر حملہ کردیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللّٰھم اغفرلہ وانصرہ یعنی اے خدا قعقاع کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا، قعقاع کو دیکھ کر دوسرے قبائل بھی ٹوٹ پڑے، حضرت سعد ہر قبیلے کے حملے پر کہتے جاتے تھے کہ اے خدا اس کو معاف کرنا اوراس کا معین ومددگار رہنا، غرض دن ختم ہونے کے بعد تمام رات ہنگامہ کا بازار گرم رہا، لیکن بالآخر مسلمانوں کے ثبات واستقلال نے ایرانیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے، رستم کو بھی مجبوراً بھاگنا پڑا، مگر بلال نامی ایک مسلمان سپاہی نے تعاقب کرکے اس کا کام تمام کردیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خلافت میں نامہ فتح روانہ کرکے مقتولین ومجروحین کی تجہیز وتدفین اور مرہم پٹی کا اہتمام کیا، چونکہ وہ خود اس جنگ میں شریک نہ تھے اس لیے بعض سپاہیوں کو ان کی طرف سے بدگمانی تھی، چنانچہ ایک شاعر نے علانیہ اس خیال کو ظاہر کردیا۔

وقاتلت حتی انزل اللہ نصرہ   وسعد بباب القادسیہ معصم

میں نے جنگ کی یہاں تک کہ خدا نے اپنی مدد بھیجی، حالانکہ سعد قادسیہ کے دروازے سے چمٹے رہے۔

نابنا وقد آملت نسآء کثیرۃ   ونسرۃ سعد لیس فیھن ایم

ہم لوٹے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہوئیں، حالانکہ سعد رضی اللہ عنہ کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہ ہوئی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے تمام فوج کو جمع کیا اور ایک مفصل تقریر کر کے اپنی معذوری ظاہر کی۔

عراق عرب پر عام لشکر کشی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معرکہ قادسیہ کے بعد ھ میں تمام عراقِ عرب کو زیرنگین کر لینے کا تہیہ کر لیا، ایرانی بابل میں پناہ گزین تھے، اس لیے سب سے پہلے اسی طرف بڑھے، انہوں نے خود عجمیوں پر اس قدر رعب بٹھا دیا تھا کہ راہ میں بڑے بڑے سرداروں نے پیشوائی کر کے صلح کر لی اور بابل تک موقع بموقع پل تیار کرا دیئے، اسلامی فوجیں آسانی کے ساتھ گذر جائیں بابل پہنچ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہی حملہ میں اس کو فتح کر لیا اور خود یہاں قیام کر کے زہرہ کی افسری میں کچھ فوجیں آگے روانہ کر دیں، انہوں نے کوثی پہنچ کر دم لیا اور وہاں کے رئیس شہریار کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔

کوثی ایک تاریخی جگہ تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے یہیں قید کیا تھا، چنانچہ قید خانہ کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بابل سے تشریف لائے تو اس کی زیارت کو گئے اور درود پڑھ کر یہ آیت پڑھی،

"وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ" (آل عمران:۰)

کوثی سے آگے بڑھ کر پایہ تخت کے قریب ایک مستحکم مقام بہرہ شیر تھا، اس نام کی وجہ یہ تھی کہ یہاں خاص کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر جب اس شہر کے قریب پہنچا تو شیر مقابلہ کے لیے چھوڑا گیا، اس نے تڑپ کر اسلامی شیروں پر حملہ کیا، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بھائی ہاشم رضی اللہ عنہ نے جو ہراول کے افسر تھے، اس صفائی سے تلوار ماری کی وہیں ڈھیر ہو گیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس بہادری پر خوش ہو کر ان کی پیشانی چوم لی، اور انہوں نے ان کے قدم کو بوسہ دیا۔

بہرہ شیر کا کامل دو ماہ تک محاصرہ رہا اور اس اثناء میں متعدد ہولناک جنگیں ہوئیں، لیکن کچھ نہ ہو سکا، ایک روز خود ایرانی فوجیں تنگ آ کر جوش وخروش کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلیں اور دیر تک شجاعانہ لڑتی رہیں، اسی حالت میں ان کا سپہ سالار شہر براز جو نہایت بہادر افسر تھا ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا اس کا مقتول ہونا تھا کہ عجمی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں اور شہر والوں نے صلح کا پھریرا اڑا دیا۔

بہرہ شیر اور مدائن (پایہ تخت عراق) کے درمیان صرف دجلہ حائل تھا، ایرانیوں نے مسلمانوں کے خوف سے جہاں جہاں پل تھے توڑ کر بیکار کر دیئے تھے؛ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی کے آگے دنیا کی کون چیز حائل ہو سکتی تھی؟ انہوں نے اہل فوج کو مخاطب کر کے کہا "برادرانِ اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے آؤ اس کو بھی تیر جائیں تو تو پھر مطلع صاف ہے یہ کہہ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا سپہ سالار اعظم کی جانبازی دیکھ کر تمام فوج نے بھی جوش کے ساتھ گھوڑے ڈال دیئے اور باہم باتیں کرتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے، ایرانی اس عجیب وغریب جوش واستقلال کا منظر دیکھ کر "دیوان آمند" کہتے ہوئے بھاگے تاہم سپہ سالار حرزاد اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ جما رہا اور دریا سے نکلنے پر مزاحم ہوا، لیکن مسلمانوں نے ان کو کاٹ کر ڈھیر کر دیا، اور مدائن پہنچ کر شاہی محلات پر قبضہ کر لیا یزدگرد شاہِ ایران پہلے ہی بھاگ چکا تھا، البتہ تمام اسباب وسامان موجود تھا،

جو بجنسہ مدینہ روانہ کیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جس وقت مدائن میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا تھا نہایت عبرت ہوئی اور بے اختیار زبان سے یہ آیتیں نکلیں۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ o وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ o وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ o كَذٰلِكَ، وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (الدخان)

(اگلی قومیں) کس قدر باغ، چشمے، کھیتیاں اور طرح طرح کی نعمتیں عمدہ عمدہ محلات چھوڑ کر چل بسیں جس میں خوش باش زندگی بسر کرتی تھیں اور ہم نے ان چیزوں کا مالک دوسری قوموں کو بنا دیا۔

مدائن فتح ہونے کے ساتھ تمام عراقِ عرب پر تسلط قائم ہو گیا، بڑے بڑے روساء اور جاگیرداروں نے سپر ڈال کر صلح کر لی اور تمام ملک میں امن و امان کی منادی ہو گئی، جو لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ پھر واپس آ گئے اور حاکم و محکوم میں اس قدر ارتباط پیدا ہوا کہ باہم ازواج و مناکحت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

عراق عرب کے مفتوح ہونے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اہتمام سے جلولا، اور تکریب پر فوج کشی ہوئی اور نہایت کامیابی و فیروز مندی کے ساتھ ان مقامات پر اسلامی پھیریرا نصیب کر دیا گیا، اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دربارِ خلافت سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی تو جواب آیا کہ "دولت و حکمرانی کے مقابلہ میں مجھے ایک ایک سپاہی کا خون زیادہ محبوب ہے، کاش ہمارے اور عجمیوں کے درمیان سدِ سکندری حائل ہوتی کہ نہ ہم ان کی طرف بڑھتے اور نہ وہ ہم پر حملہ آور ہوتے، غرض سرِ دست اسی پر اکتفا کر کے ممالک مفتوحہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لو،

امارت

اس فرمان کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری کا زمانہ ختم ہو گیا اور وہ دوائی ملک کی حیثیت سے مدائن کو صوبہ کا مرکز بنا کر نظم و نسق میں مصروف ہو گئے، اصل یہ ہے کہ کسی غیر قوم پر حکمرانی اور ملکی نظام کو بہترین اصول پر مرتب کرنا بھی اسی قدر مشکل ہے جس قدر کسی ملک کو فتح کرنا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی فطری قابلیت کے باعث ان دونوں مشکلات پر غالب آئے، انہوں نے جس خوبی و عمدگی کے ساتھ اپنے عہدہ جلیلہ کے فرائض انجام دیئے، اس سے زیادہ اس زمانہ میں ممکن نہ تھا، دربارِ خلافت کے ایماء سے تمام عراق کی مردم شماری اور پیمائش کرائی، اراضی مفتوحہ کو ملک کے اصلی باشندوں کے ہاتھ میں رہنے دیا، البتہ جس زمین کا کوئی وارث نہ تھا، اس کا پھر نئے سرے سے بندوبست کیا، اسی طرح لگان اور جزیہ کے اصول بنائے اور رعایا کے امن و آسائش کا انتظام کیا، عجمیوں کے ساتھ اس قدر خلق و شفقت سے پیش آئے کہ ان کے دل پر قبضہ کر لیا، چنانچہ بڑے بڑے امراء اور روساء اسی اثر سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے، جمیل ابن بصبہری، بطام بن نرسی، رفیل اور فیروز وغیرہ جو عراق کے مشہور روساء تھے خود بخود مسلمان ہو گئے، اسی طرح دیلم کی چار ہزار فوج جو شاہی رسالہ کے نام سے موسوم تھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی۔

تعمیر کعبہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک مدائن میں قیام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ یہاں کی آب و ہوا نے اہل عرب کا رنگ روپ بالکل بدل دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے مطلع کیا تو حکم آیا کہ عرب کی سرحد میں کوئی مناسب سرزمین تلاش کر کے ایک نیا شہر وہاں بسائیں اور عربی قبائل کو آباد کر کے اس کو مرکز حکومت قرار دیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے مطابق مدائن سے نکل کر ایک موزوں جگہ منتخب کر کے کوفہ کے نام سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی، عرب کے جدا جدا قبیلوں کو جدا جدا محلوں میں آباد کیا، وسطِ شہر میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جس میں تقریباً چالیس ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھی گئی، مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصر سعد رضی اللہ عنہ سے مشہور تھا۔

کچھ دنوں کے بعد بیت المال میں چوری ہوگئی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی رپورٹ دار الخلافت میں بھیجی تو حکم آیا کہ بیت المال کو مسجد سے ملا دیا جائے تاکہ ہر وقت نمازیوں کی آمد و رفت سے خزانہ محفوظ رہے، چنانچہ انہوں نے روز بہ نام ایک مشہور پارسی معمار کو بلا کر یہ خدمت سپرد کی، اس نے نہایت خوبی و موزونی کے ساتھ بیت المال کی عمارت کو بڑھا کر مسجد سے ملا دیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی کاریگری کی بڑی قدر کی اور خوش ہو کر اس کو دار الخلافت بھیج دیا، جہاں ہمیشہ کے لیے اس کا روزینہ مقرر ہو گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قصر چونکہ وسط بازار میں تھا، اس لیے شور و شغب کے ساتھ باہم گفتگو کرنا بھی دشوار تھا، انہوں نے اس سے بچنے کے لیے قصر کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوائی اور اس میں پھاٹک لگوایا، بارگاہِ خلافت میں اس ڈیوڑھی کی اطلاع پہنچی تو اس خیال سے کہ اہل حاجت کے لیے یہ سدِ راہ نہ ہو جائے، حضرت محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ کوفہ جا کر اس میں آگ لگا دیں، چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی، اور حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ اطاعت شعاری کے ساتھ خاموشی سے دیکھا کیے۔

متفرق انتظامات

کوفہ دراصل ایک فوجی چھاونی تھی، جہاں تقریباً ایک لاکھ نبرد آزما سپاہی بسائے گئے تھے ان کو علی قدر مراتب تنخواہیں دی جاتی تھیں، تنخواہ کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ دس دس سپاہیوں پر افسر ہوتے تھے، جو امراء الاعشار کہلاتے تھے، تنخواہیں ان کو دی جاتی تھیں اور وہ اپنے ماتحت سپاہیوں کو تقسیم کر دیتے تھے، ایک دفعہ امرائے اعشار نے تنخواہوں کی تقسیم میں بے اعتدالی کی اور اس کی وجہ سے فوج میں برہمی کے آثار نمایاں ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فوراً دربارِ خلافت کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور فرمانِ خلافت کے مطابق دوبارہ نہایت صحت و تحقیق کے ساتھ لوگوں کے عہدے اور روزینے مقرر کئے اور اس دفعہ دس کے بجائے سات سات سپاہیوں پر ایک ایک افسر متعین کیا۔ (طبری)

شام کی اسلامی فوجوں نے حمص پر چڑھائی کی تو اہل جزیرہ ایک جمعیت عظیم کے ساتھ رومیوں کی مدد کے لیے روانہ ہوئے، لیکن حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے جو ملک کے اندرونی و سرحدی واقعات سے ہر وقت باخبر رہتے تھے ایک فوج گراں بھیج کر ان کو وہیں روک لیا اور آگے بڑھنے نہ دیا۔ (ابن اثیر)

۲۱ھ میں ایرانیوں نے عراق عجم میں نہایت عظیم الشان جنگی تیاریاں کیں اور مسلمانوں کو ان کے مفتوحہ ممالک سے نکال دینا چاہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تیاریوں کا حال سنا تو تمام فوجی مرکزوں میں اسلامی فوج کو بھی آراستہ کرنے کے احکام صادر کئے، کوفہ سب سے بڑا مرکز تھا، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تیاریاں شروع کیں اور دربارِ خلافت کے ایماء سے نعمان بن مقرب کو جو پہلے ان کی ماتحتی میں افسرِ مال تھے، اس فوج کا امیر عسکر مقرر کیا، لیکن یہاں ایک جماعت ایسی پیدا ہوگئی تھی جو قصداً جنگ سے جی چراتی تھی اور کہتی تھی کہ بصرہ والوں نے خواہ مخواہ فارس پر حملہ کرکے یہ لڑائی مول لی ہے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خلافت میں ان لوگوں کی شکایت لکھی تو ان میں سے جراح بن سنان اور اس کے چند ساتھیوں کو ان سے شدید عداوت پیدا ہوگئی اور انہوں نے مدینہ پہنچ کر شکایت کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے، ظاہر ہے کہ حضرت سعد وقاص جیسے عالی مرتبت و بلند پایہ صحابی کی نسبت یہ شکایت کس قدر مہمل تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کے لغو ہونے کا یقین تھا؛ تاہم رفع حجت کے خیال سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کے لیے روانہ فرمایا، انہوں نے کوفہ کو ہر ایک مسجد میں گشت کرکے اس شکایت کی حقیقت دریافت کی تو ہر جگہ سب نے یک زبان ہوکر اس کی تکذیب کی اور لغو بتایا، محمد بن مسلمہ تحقیقات سے فارغ ہوکر دونوں فریق کو ساتھ لیے ہوئے مدینہ پہنچے، حضرت عمر نے دیکھنے کے ساتھ پوچھا، سعد! تم کیسی نماز پڑھاتے ہو کہ لوگ شکایت کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلی دو رکعتوں میں لمبی دو سورتیں پڑھتا ہوں اور دونوں آخری میں صرف فاتحہ پر اکتفا کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک تمہاری نسبت یہی گمان ہوسکتا ہے۔ (طبری)

معزولی

گو الزام بے بنیاد ثابت ہوا، تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ ایک جماعت مخالفت پر آمادہ ہوگئی تھی ان کو اس عہدہ سے سبکدوش ہی کر دینا مناسب سمجھا، چنانچہ حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ جن کو اپنا جانشین بنا آئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان ہی کو مستقل کر دیا اور ان کو دوبارہ واپس جانے کی زحمت نہ دی۔ (ایضا)

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر اس بیہودہ الزام کے قائم ہونے کا نہایت افسوس تھا، فرمایا کرتے تھے کہ میں عرب میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے راہِ خدا میں تیراندازی کی ہے، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے سوکھے پتے کھا کھا کر لڑے تھے، لیکن خدا کی شان آج یہ بنو اسد پیدا ہوئے ہیں جو خود مجھے مذہب سکھاتے ہیں کہ میں نماز اچھی نہیں پڑھاتا۔ (بخاری باب مناقب سعد رضی اللہ عنہ)

فاروق آعظم کی سفارش

۲۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہادت پائی، حالتِ نزع میں لوگوں نے خلیفہ نامزد کرنے کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے اس منصب کے لیے چھ آدمیوں کے نام پیش کئے، ان میں ایک حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے اور فرمایا کہ اگر وہ خلافت کے لیے منتخب نہ ہوسکیں تو جو منتخب ہو اسے چاہئے کہ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائے کیونکہ میں نے انہیں کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معطل نہیں کیا تھا۔

دوبارہ تقرری

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تجہیز وتکفین کے بعد مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر دستارِ خلافت باندھی اور انہوں نے حسب وصیت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کیا، لیکن اس تقرر کے تین سال بعد یعنی ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذمہ دار بیت المال سے اختلاف پیدا ہو جانے کے باعث پھر معزول ہو گئے۔

(استیعاب، تذکرہ سعد رضی اللہ عنہ)

دورِ فتنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی گوشہ نشینی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معزول ہونے کے بعد مدینہ میں عزلت نشینی اختیار کرلی، یہاں تک کہ جب خلیفہ ثالث کے آخری عہد حکومت میں فتنہ وفساد کا بازار گرم ہوا تو یہ ہنگامہ بھی ان کی گوشہ گیری میں مخل نہ ہوا، البتہ جب مفسدین نے کاشانہ خلافت کا محاصرہ کرلیا تو ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن معاملات ملکی سے بے تعلق رہنے کی روش پر اس وقت بھی قائم رہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے تو لوگوں نے ان کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی، لیکن انہوں نے معذرت کی اور کہا مجھے ایسی تلوار بتاؤ جو مسلم وکافر میں امتیاز رکھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز وقسم اول ترجمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ سے خود ان کے صاحبزادہ عمرو بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جب کہ وہ جنگل میں اونٹ چروا رہے تھے آکر کہا" کیا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنگل میں اونٹ چرائیں اور لوگ بادشاہت وحکومت کے لیے اپنی اپنی قسمت آزمائیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا، خاموش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خدا مستغنی اور پرہیز گار بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ سعد رضی اللہ عنہ میں اجمالا اس کا ذکر ہے)

جناب مرتضی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے منازعات کا فیصلہ کرنے کے لیے جب پنچایت مقرر ہوئی، تو حضرت سعد وقاص نے بھی اس خوشی میں کہ اب خانہ جنگیوں اور خونریزیوں کا خاتمہ ہو جائے گا، فیصلہ سننے کے لیے دومۃ الجندل تشریف لائے، لیکن جب یہ بے نتیجہ ثابت ہوئی تو پھر اپنے عزلت کدہ میں واپس آگئے اور تمام جھگڑوں سے قطعی طور پر کنارہ کش رہے۔

وفات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں اپنے لیے ایک قصر تعمیر کرایا تھا، چنانچہ عزلت نشینی کی زندگی اسی میں بسر ہوئی، آخر میں قویٰ مضمحل ہو گئے تھے اور آنکھوں کی بصارت بھی جاتی رہی تھی، یہاں تک کہ ۵۵ ھ میں طائر روح نے باغ رضوان کے اشتیاق میں ہمیشہ کے لیے اس قفس عنصری کو خیر باد کہا (طبقات ابن سعد جزء سادس) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ جنگ بدر میں جو اونی کپڑا میرے جسم پر تھا اس سے کفن کا کام لیا جائے، چنانچہ اس پر عمل کیا گیا (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ سعد) اور لاش مدینہ لائی گئی، بعض امہات المومنین رضی اللہ عنہ اس وقت زندہ تھیں، انہوں نے حکم دیا کہ اس

جاں نثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مسجد میں لایا جائے، چنانچہ مسجد میں ان کے حجروں کے سامنے نماز ادا کی گئی، امہات المومنین رضی اللہ عنہ بھی نماز میں شریک تھیں، کسی نے مسجد میں نماز جنازہ پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگ کس قدر جلد بھول گئے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن البیضاء رضی اللہ عنہ پر مسجد میں نماز نہیں پڑھائی تھی؟

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزوقسم اول تذکرہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)

غرض اس تزک واحتشام کے ساتھ مقام بقیع میں مدفون ہوئے، ستر برس سے زیادہ عمر پائی اور اس عرصہ میں اپنے عظیم الشان کارناموں کی ایسی یادگار چھوڑ گئے کہ ان کے اخلاف قیامت تک فخر ومباہات کے ساتھ ان پر رطب اللسان رہیں گے۔

علم وفضل

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کا علمی پایہ نہایت ارفع تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کریں تو پھر اس کے متعلق کسی دوسرے سے نہ پوچھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل علم میں کبھی پس وپیش یا شرم وحجاب دامنگیر نہ ہوتا تھا، ایک دفعہ بارگاہِ نبوت میں حاضر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایک جماعت کو کچھ عطیے مرحمت فرمائے، لیکن اس میں سے ایک شخص کو محروم رکھا، حضرت سعد کو اس کی محرومی پر سخت تعجب ہوا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا خیال ہے کہ یہ بھی مومن ہے، ارشاد ہوا، "مومن یا مسلم" لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تشفی نہ ہوئی، انہوں نے پھر اپنا سوال دہرایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اس دفعہ بھی وہی جواب دیا، غرض حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مکرر سہ کرر اس سوال کو جاری رکھا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر تشفی کردی کہ بسا اوقات اس سے جس کو عطیے دیتا ہوں وہ شخص جس کو کچھ نہیں دیتا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان باب اذا لم کمن الاسلام علی الحقیقہ)

اخلاق وعادات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مصحفِ اخلاق میں خشیت الٰہی، حب رسول، تقویٰ، زہد، بے نیازی، اور خاکساری سب سے روشن ابواب ہیں، خوف خدا اور عبادت گذاری کا یہ حال تھا کہ عموماً رات کے اخیر حصے میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے، (مسند ابن حنبل) طبیعت رہبانیت کی طرف بہت مائل تھی، لیکن اسلام میں ممنوع ہونے کی وجہ سے مجبور تھے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت اور تبتل سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اس کو اختیار کر لیتا۔ (مسند ابن حنبل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وجان نثاری کا صرف اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً تمام غزوات میں ہمرکاب رہے، غزوہ احد میں جب شکست رونما ہوئی اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہ پریشانی اور گھبراہٹ میں منتشر ہو گئے تو اس وقت تھوڑی دیر تک تنہا انہوں نے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا فرض انجام دیا تھا، سفر میں عموماً خود شوق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے گرد رات بھر پہرا دیتے تھے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس

تشریف لا رہے تھے، رات کے وقت ایک جگہ قیام ہوا، یہاں دشمنوں کا سخت خطرہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، دیر تک جاگتے رہے اور فرمانے لگے کہ کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی مرد صالح آج پہرہ دیتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابھی یہ جملہ تمام بھی نہیں ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سننے میں آئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے پوچھا کون ہے؟ عرض کیا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ "ارشاد ہوا" تو کیسے آئے، اس فرض کو انجام دینے آیا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اس جان نثار سے نہایت خوش ہوئے اور دعا دی۔ (مسلم مناقب سعد رضی اللہ عنہ)

عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے، انہوں نے حالت کفر میں غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک زخمی کیا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "واللہ میں عتبہ سے زیادہ کبھی کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔

اتباع سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واحکام کامل پیروی کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے، اہل کوفہ نے دربارِ خلافت میں شکایت کی کہ یہ نماز اچھی نہیں پڑھاتے تو فرمانے لگے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے سر مو انحراف نہیں کرتا۔ (بخاری باب صفۃ الصلوٰۃ)

ایک دفعہ مدینہ سے اپنے قصر کی طرف جو مقام عقیق میں تھا، تشریف لے جا رہے تھے راہ میں ایک غلام کو درخت کاٹتے دیکھا، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا، اس لیے انہوں نے اس کے اوزار چھین لیے، غلام کے مالک نے آکر اس کا مطالبہ کیا تو فرمانے لگے، معاذ اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش کو واپس کر دونگا؟ اور اوزار کے واپس دینے سے قطعا انکار کر دیا۔ (مسلم باب فضل المدینہ)

زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جس وقت دنیائے اسلام حکومت وبادشاہت کے جھگڑوں میں مبتلا تھی اس وقت وہ مدینہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعائیں مانگ رہے تھے اور جو کوئی ان جھگڑوں کے متعلق کچھ پوچھتا تو فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے بعد عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا جس میں سونے والا بیٹھنے والے سے بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اچھا ہوگا۔ (مسند)

تواضع اور خاکساری کا صرف اس سے اندازہ ہوگا کہ سپہ سالاری اور گورنری کے بعد بھی جب کہ کسریٰ کے وارثوں نے اپنا عظیم الشان محل ان کے لیے خالی کر دیا تھا ان کو اونٹ اور بکریاں تک چرانے میں عار نہ تھا، افسر کی اطاعت کا یہ حال تھا کہ گھر میں آگ لگائی گئی وہ خاموشی کے ساتھ تماشہ دیکھتے رہے۔

ذریعہ معاش وجاگیر

ایک زمانہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ درخت کے پتے کھا کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جانبازی دکھاتے تھے؛ لیکن اسلام نے بہت جلد روحانیت کے ساتھ ساتھ مادی حیثیت سے بھی اپنے فدائیوں کی عسرت وتنگ حال کو دولت و ثروت سے مبدل کر دیا، خیبر کی مفتوحہ اراضی میں جاگیر ملی، ایران کے مالِ غنیمت میں حصہ ملا اسی طرح دورِ فتنہ وفساد میں ایک غیر

آبادزمین خرید کرزراعت کا مشغلہ اختیار کیا! غرض اخیرزندگی میں ایک بڑی دولت کے مالک ہوئے، کوفہ اور مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں عالی شان محلات تعمیر کرائے، مگر باوجود اس کے غذاولباس کی سادگی میں کچھ فرق نہیں آیا تھا۔

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد بلند و بالا، جسم فربہ، ناک چپٹی سر بڑا اور ہاتھ کی انگلیاں نہایت موٹی اور مضبوط۔

ازواج

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں بیویوں کے نام یہ ہیں:

بنت الشہاب، بنت قیس بن معدی کرب، ام عامر بن عمر، زبد، ام بلال بنت ربیع، ام حکیم بنت قارظ، سلمی بنت حفص، ظبیہ بنت عامر، ام حجر

اولاد

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے چونتیس اولادیں تھیں ان میں سے لڑکے سترہ تھے، لڑکیاں بھی اسی قدر تھیں، سب کے نام حسب ترتیب درج ذیل ہیں۔

لڑکے

اسحاق اکبر، عمر، محمد، عامر، اسحاق اصغر، اسماعیل، ابراہیم، موسیٰ، عبداللہ، عبداللہ اصغر، عبدالرحمٰن، عمیر اکبر، عمیر الاصغر، عمرو، عمران، صالح، عثمان

لڑکیاں

ام الحکیم کبریٰ، حفصہ، ام القسم، کلثوم، ام عمران، ام الحکیم صغریٰ، ام عمرو، ہند، ام الزہر، ام موسیٰ، حمنہ، ام عمر، ام ایوب ام اسحاق، ملہ، عمرہ، عائشہ

بَابُ ذِكْرِ اَصْهَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيعِ

باب 47: نبی اکرم ﷺ کے دامادوں کا بیان' ان میں حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی ہیں

228- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ فَسَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَاطِمَةُ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَزْعُمُ قَوْمُكَ اَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَنْكَحْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِيْ وَصَدَقَنِيْ وَاِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ وَاِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ

حدیث228: اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:1999' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18932' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6956

يَسُوْنَهَا وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ مِسْوَرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِشَمْسٍ فَأَثْنٰى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ فَأَحْسَنَ قَالَ حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفٰى لِي

✧✧ زہری بیان کرتے ہیں امام زین العابدین نے مجھے یہ بات بتائی کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کے لئے شادی کا پیغام بھیجا جب اس بات کا پتہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چلا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بولیں: آپ کی قوم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کے معاملے میں غضبناک نہیں ہوتے' یہ علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ (حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے میں نے آپ کو تشہد پڑھتے ہوئے سنا' پھر آپ نے فرمایا: میں نے اپنی (ایک بیٹی کی شادی) ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ کی اس نے میرے ساتھ جو بات کی اسے سچ ثابت کیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا میری جان کا ٹکڑا ہے۔ مجھے یہ بات ناپسند ہے' اسے کوئی تکلیف ہو' اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ پیغام ترک کردیا۔

ابن شہاب' امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت مسور رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: آپ نے بنوعبدشمس سے تعلق رکھنے والے اپنے داماد کا تذکرہ کیا اور اس کی دامادی کی تعریف کی اور اچھائی بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس نے میرے ساتھ جو بات کی اسے سچ کردکھایا اور جو بھی وعدہ کیا اسے پورا کیا۔

بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْبَرَآءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا

باب 48: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں کے مناقب

حضرت براء رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تم ہمارے بھائی اور آزاد کردہ غلام ہو۔

229- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِي اِمَارَتِهِ

حدیث229: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4004' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2426' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3816' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:4701' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7044' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8181' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:5126' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5518' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:13171

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَطْعُنُوْا فِيْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعُنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا اور اسامہ بن زید کو اس کا امیر مقرر کیا بعض لوگوں نے ان کی امارت کے بارے میں شک وشبہ ظاہر کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اس کی امارت کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کر رہے ہو۔

اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کر چکے ہو۔ اللہ کی قسم! وہ امارت کا بالکل حقدار تھا اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا اور اس کے بعد یہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

230- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ قَائِفٌ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ وَّاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ قَالَ فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْجَبَهٗ فَاَخْبَرَ بِهٖ عَائِشَةَ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میرے ہاں ایک قیافہ شناس آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے حضرت اسامہ بن زید اور حضرت زید بن حارثہ دونوں لیٹے ہوئے تھے (ان کے جسم پر چادر تھی اور صرف پاؤں نظر آ رہے تھے) وہ قیافہ شناس بولا: یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں (یعنی باپ بیٹے کے ہیں) تو اس بات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آپ نے اس بارے میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

نام ،نسب

زید نام، ابواسامہ کنیت، حب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لقب، والد کا نام حارثہ اور والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب ابن عبدالعزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

ابتدائی حالات

گزشتہ بالا نسب سے ظاہر ہوا ہوگا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ بنی قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ تھا، ان کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ بنی معن سے تھیں جو قبیلہ طے کی ایک شاخ تھی، وہ ایک مرتبہ اپنے صغیر السن بچے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر اپنے میکہ گئیں، اسی اثناء میں بنو قین کے سوار جو غارتگری سے واپس آ رہے تھے اس نونہال کو

حدیث230: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1459' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 21044' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1461

خیمہ کے سامنے سے اٹھالائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لیے پیش کیا، ستارہ اقبال بلند تھا، غلامی میں بھی سیادت مقدر تھی، حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے جن کی وساطت سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف نصیب ہوا جس پر ہزاروں آزادیاں اور تمام دنیا کی شاہنشاہیاں قربان ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم اول)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ بن شرجیل کو قدرۃ اپنے لخت جگر کے گم ہو جانے کا شدید غم ہوا، آنکھوں سے سیل اشک بہائے، دل آتش فراق سے بھڑک اُٹھا اور محبت پدری نے الفاظ کی رنگ آمیزی سے اس طرح اس رنج والم کا نقشہ کھینچا:

بکیت علی زید ولم ادر مافعل　　احیٌّ فیرجی ام اتی دونہ الاجل

میں نے زید پر گریہ وزاری کی لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کیا ہوگیا، آیا زندہ ہے جس کی امید رکھی جائے یا اسے موت آگئی۔

فو اللہ ما ادری وان کنت سائلا　　اغالك سهل الارض ام غالك الجبل

خدا کی قسم میں جانتا ہوں اگرچہ پوچھتا بھی ہوں کہ کیا تجھے نرم زمین نگل گئی یا پہاڑ کھا گیا؟

فیالیت شعری هل لك الدهر رجعة　　نحسبی من الدنیا رجوعك لی بحل

کاش! میں جانتا کہ آیا تیرا آنا بھی ممکن ہے؟ پس تیرا واپس آنا ہی میرے لیے دنیا میں کافی ہے۔

تذکرینه الشمس عند طلوعها　　وتعرض ذکراه اذا قارب الطفل

آفتاب اپنے طلوع ہونے کے وقت اس کو یاد دلاتا ہے اور جب غروب کا وقت قریب آجاتا ہے تو اس کی یاد کو پھر تازہ کر دیتا ہے۔

وان هبت الارواح هیجن ذکره　　فیاطول ماحزنی علیه ویاوجل

باد بہاری کی لپٹ اس کی یاد کو برانگیختہ کر دیتی ہے، آہ! مجھے اس پر کس قدر شدید رنج والم ہے۔

ساعمل نصر العیش فی الارض جاهدا　　ولااسام التطواف اوتسام الابل

عنقریب میں اونٹ کی طرح چل کر تمام دنیا چھان ماروں گا، میں اس آوارہ گردی سے اپنی زندگی بھر نہیں تھکوں گا یہاں تک کہ اونٹ تھک جائے گا۔

حیاتی اوتاتی علی منتی　　وکل امر عفانٍ وان غره الاصل

یا مجھ پر موت آجائے، ہر آدمی فانی ہے، اگرچہ سراب امید اسے دھوکا دے۔

واوصی به قیسا وعمرا کلیهما　　واوصی یزید ثم من بعدهم جبل

میں قیس اور عمر دونوں کو اس کے جستجو کی وصیت کرتا ہوں، اور یزید کو پھر ان کے بعد جبل کو وصیت کرتا ہوں۔

جبل سے مراد جبلہ بن حارثہ ہیں جو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی تھے اور یزید ان کے اخیافی بھائی تھے۔

ایک سال بنی کلب کے چند آدمی حج کے خیال سے مکہ آئے تو انہوں نے اسی یوسف گم گشتہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور یعقوب

صفت باپ کا ماجرائے غم کہہ سنایا، بولے "یقیناً انہوں نے میری فرقت میں نوحہ خوانی کی ہوگی، تم میری طرف سے میرے خاندان والوں کو یہ اشعار سنا دینا۔

احن الی قومی وان کنت نائیا بانی قطین البیت عندالمشاعر

میں اپنی قوم کا مشتاق ہوں گو ان سے دور ہوں، میں خانہ کعبہ میں مشعرحرام کے قریب رہتا ہوں

نکفوامن الوجدالذی قدشماکم ولاتعملوافی الارض نص الاباعر

اس لیے اس غم سے باز آجاو، جس نے تم کو پرالم بنا رکھا ہو اور اونٹوں کی طرح چل کر دنیا کی خاک نہ چھانو۔

فانی بحمدالله فی خیر اسرة کدام معدِ کابر ابعد کابر

الحمدالله کہ میں بنی بعد کے ایک معزز اور اچھے خاندان میں ہوں جو پشتہا پشت سے معزز ہے۔

بنی کلب کے زائروں نے واپس جا کر ان کے والد کو اطلاع دی تو تعجب سے ان کی آنکھیں چمک اٹھیں اور وفور یاس نے یک بیک یقین نہ ہونے دیا" بولے "رب کعبہ کی قسم کیا میرا ہی نور نظر تھا؟ ان لوگوں نے جب تفصیل کے ساتھ حلیہ، جائے قیام اور مربی کے حالات بیان کئے تو اسی وقت اپنے بھائی کعب بن شرجیل کو ہمراہ لے کر مکہ کی طرف چل کھڑے ہوئے اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بصد منت ولجاجت عرض کیا اے ابن عبداللہ! اے ابن عبدالمطلب! اے اپنی قوم کے رئیس زادہ! تم اہل حرم اور اس کے مجاور ہو، مصیبت زدوں کی دستگیری کرتے ہو، قیدیوں کو کھانا دیتے ہو، ہم تمہارے پاس اس غرض سے آئے ہیں کہ ہمارے لڑکے کو آزاد کر کے ہم کو رہینِ منت بنا دو، زرِ فدیہ جس قدر چاہو لو، ہم بیش قرار معاوضہ دینے کو تیار ہیں، ارشاد ہوا، وہ کون ہے بولے" زید بن حارثہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت زید کا نام سنا تو ایک لحہ تفکر کے بعد فرمایا، کیا اس کے سوا تمہاری کوئی اور حاجت نہیں؟ عرض کیا" نہیں" فرمایا، بہتر یہ ہے کہ زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر اختیار دو، اگر وہ تمہیں پسند کرے تو تمہارا ہے اور اگر مجھے ترجیح دے تو خدا کی قسم میں ایسا نہیں ہوں کہ اپنے ترجیح دینے والے پر کسی کو ترجیح دوں، حارثہ اور کعب نے اس شرط پر شکریہ کے ساتھ رضا مندی ظاہر کی، حضرت زید رضی اللہ عنہ بلائے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان سے پوچھا، تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کیا ہاں! یہ میرے باپ اور چچا ہیں، آپ نے ان کے ہاتھ میں قرعہ انتخاب دے کر فرمایا، میں کون ہوں؟ اس سے تم واقف ہو، میری ہم نشینی کا حال بھی تم کو معلوم ہے، اب تمہیں اختیار ہے چاہے مجھے پسند کر و یا ان دونوں کو، حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شاہنشاہِ کونین رضی اللہ عنہ کی غلامی میں جو لطف ملا تھا اس پر صدہا آزادیاں نثار تھیں، بولے میں ایسا نہیں ہوں جو.. حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو ترجیح دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میرے ماں باپ ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس مخلصانہ وفاشعاری نے ان کے باپ اور چچا کو محوِ حیرت کر دیا، تعجب سے بولے، زید رضی اللہ عنہ، افسوس تم آزادی، باپ چچا اور خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو، فرمایا، ہاں! مجھے اس ذات پاک میں ایسے ہی محاسن نظر آئے ہیں کہ میں اس پر کسی کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی غیر متزلزل وفاشعاری سے آقائے شفیق کے دل میں محبت کی دبی ہوئی چنگاری کو مشتعل کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے خانہ کعبہ میں مقام حجر کے پاس ان کو لے کر اعلان فرمایا کہ، زید آج سے میرا فرزند ہے، میں

اس کا وارث ہوں گا، وہ میرا وارث ہوگا، اس اعلان سے ان کے باپ اور چچا کے افسردہ دل گل شگفتہ کی طرح کھل گئے گو والد کو مفارقت گوارا نہ تھی؛ تاہم اپنے لختِ جگر کو ایک شفیق و معزز باپ کے آغوشِ عاطفت میں دیکھ کر اطمینان ہوگیا اور اطمینان و مسرت کے ساتھ واپس گئے۔

اس اعلان کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے انتساب کے ساتھ زید بن محمد کے نام سے زبان زد عام وخاص ہوئے، یہاں تک کہ جب اسلام کا زمانہ آیا اور قرآن پاک کی الہامی زبان نے صرف اپنے نسبی آباء کے ساتھ انتساب کی ہدایت فرمائی تو وہ پھر حارثہ کی نسبت سے زید بن حارثہ مشہور ہوئے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

اسلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو خلعت نبوت عطا ہوا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ابتداہی میں شرف بیعت حاصل کیا، محققین کا فیصلہ ہے کہ وہ غلاموں میں سب سے پہلے مومن تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کرادیا، ان دونوں میں اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوات میں تشریف لے جاتے تھے تو ان ہی کو اپنا وصی بنا کر جاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث تذکرہ حمزہ رضی اللہ عنہ)

شادی

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی آیا اور کنیز تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، اور اماں کہہ کر مخاطب فرماتے تھے، ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کو ام ایمن رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا چاہیے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، ان سے نکاح کرلیا، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جو اپنے والد کے بعد حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے مشہور ہوئے، ان ہی کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے۔ (ایضاً)

ہجرت

مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی طرح یہ بھی حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ انصاری جو قبیلہ عبدالاشہل کے معزز رئیس تھے، ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے، وہ اب تک خاندانِ نبوت کے ایک ممبر کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ رہتے تھے، لیکن یہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک علیحدہ مکان مخصوص فرمادیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ سے نکاح کردیا، اس طرح درحقیقت یہ دوسرا طرہ افتخار تھا جو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے دستار فضل پر نصب ہوا، لیکن یہ نکاح زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا، نسبی وخاندانی عدم توازن نے دونوں کے سطح مزاج میں نشیب وفراز پیدا کردیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دربارِ نبوت میں بار بار ناموافقت کی شکایت کی اور بالآخر طلاق دینے پر مجبور ہوگئے، انقضائے عدت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی معرفت پیام نکاح بھیجا تو انہوں نے کہا، جب تک خدا کی طرف سے کچھ حکم نہ آئے میں کچھ نہیں کرسکتی، چنانچہ اس کے

بعد ہی اس آیت نے ان کو امہات المومنین میں داخل کر دیا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول)

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

جب زید رضی اللہ عنہ نے حاجت پوری کی تو ہم نے اس کو تم سے بیاہ دیا

حضرت زید رضی اللہ عنہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے متبنیٰ اور زید بن محمد کے نام سے مشہور تھے اس لیے منافقین نے اس واقعہ کو نہایت ناگوار پیرایہ میں شہرت دی اور کہنے لگے، محمد ایک طرف تو بہو سے نکاح کرنا حرام قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف خود اپنے لڑکے زید رضی اللہ عنہ کی بیوی سے نکاح کرتے ہیں لیکن قرآن پاک نے اس مفسدہ پردازی کا اس طرح پردہ فاش کر دیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں؛ بلکہ وہ خدا کے رسول اور انبیاء کی مہر ہیں

اور مسلمانوں کو حکم ہوا۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب)

لوگوں کو ان کے باپ کی نسبت سے پکارو، یہ خدا کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے۔

چنانچہ اس کے بعد ہی وہ اپنے والد حارثہ کی نسبت سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مشہور ہوئے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

غزوات

حضرت زید رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں مخصوص کمال رکھتے تھے، ان کا شمار ان مشاہیر صحابہ میں تھا جو اس فن میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے، معرکہ بدر سے غزوہ موتہ تک جس قدر اہم وخون ریز معرکے پیش آئے سب میں پامردی وشجاعت کے ساتھ شریکِ کارزار ہوئے، غزوہ مریسیع میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں اپنی جانشینی کا فخر بخشا اس لیے اس مہم میں حصہ نہ لے سکے۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی)

متفرق کارنامے

مشہور معرکوں کے علاوہ اکثر چھوٹی چھوٹی مہمات خاص ان کی سپہ سالاری میں سر ہوئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ جس فوج کشی میں زید رضی اللہ عنہ شریک ہوتے تھے، اس میں امارت کا عہدہ ان ہی کو عطا ہوتا تھا، (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث) اس طرح نو دفعہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے، (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث) ان مہمات میں سے پہلی مہم سریہ قردہ تھی جس میں انہوں نے غنیم کو نہایت کامیابی کے ساتھ شکست دی، اور بہت سے اونٹ، مال واسباب اور دشمن کے ایک سردار فرات بن حیان عجلی کو گرفتار کر کے لائے۔ (طبقات حصہ مغازی باب سریہ قردہ)

ربیع الثانی ۶ھ میں بنی سلیم کی سرکوبی پر مامور ہوئے جو مقام جموم میں مسکن گزین تھے، اس مہم میں بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی، بہت سے اونٹ بکریاں اور قیدی پکڑ کر لائے۔ (ایضاً سریہ جموم)

اسی سال قریش کے ایک قافلہ کو جو شام سے واپس آرہا تھا روکنے کا حکم ہوا، حضرت زید رضی اللہ عنہ ایک سو ستر سواروں کے

ساتھ یکا یک مقام عیص میں اس قافلہ پر جا پڑے اور تمام اہل قافلہ کو مع سامان گرفتار کر لائے، مال غنیمت میں چاندی کا ایک بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا جو صفوان بن امیہ کے لیے شام سے آرہا تھا، قیدیوں میں ابوالعباس بن الربیع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے داماد بھی تھے، جنہوں نے اپنی اہلیہ اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی پناہ حاصل کر کے مخلصی پائی۔ (طبقات حصہ مغازی باب سریہ عیص)

اسی سال ماہ جمادی الثانیہ میں مقام طرف پر حملہ آوار ہوئے، لیکن کوئی جنگ نہ ہوئی کیونکہ غنیم پہلے ہی خائف ہو کر بھاگ گیا تھا، (طبقات حصہ مغازی باب سریہ طرف) اس کے بعد مقام حسمیٰ پر فوج کشی ہوئی، پانچ سو جانباز مجاہدان کے زیر کمان تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ احتیاط کے خیال سے دن کو پہاڑوں میں چھپ جاتے تھے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے قطع منازل کرتے تھے، یہاں تک کہ ایک روز یکا یک غنیم پر جا پڑے، ھنیذ اور اس کے خاندان کو جس نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قسطنطنیہ کی سفارت سے واپس آتے وقت لوٹ لیا تھا، تہِ تیغ کیا اور ایک ہزار اونٹ، پانچ ہزار بھیڑ بکریاں اور بہت سے قیدی گرفتار کر کے زید بن رفاعہ کے ساتھ دربارِ نبوت میں ارسال کیے، چونکہ اس قوم کے ایک ممبر ابو یزید بن عمرو نے دور اندیشی سے پہلے ہی پہنچ کر اسلام قبول کر لیا تھا، اس لیے ان کی سفارش پر تمام قیدی رہا کر دئے گئے، اور مالِ غنیمت واپس کر دیا گیا، (ایضاً صفحہ) پھر اسی سال ماہِ رجب میں وادی قری کی مہم پر بھیجے گئے اور کامیابی کے ساتھ واپس آئے۔

ماہ رمضان المبارک ۶ ھ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ ایک اسلامی کاروانِ تجارت کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بہت سا سامانِ تجارت ان کے ساتھ تھا، مدینہ سے سات منزل دور وادیِ قری کے نواح میں پہنچے تو بنی بدر کی ایک رہزن وغارت پیشہ جماعت نے تمام قافلہ کو لوٹ لیا اور کلمہ گویانِ توحید کو سخت اذیتیں پہنچائیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ بمشکل جان بچا کر مدینہ واپس آئے اور دربارِ نبوت میں اس واقعہ کی اطلاع دی، چونکہ اس قسم کے متعدد واقعات پیش آچکے تھے، اس لیے حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک جمعیت کے ساتھ اس قبیلہ کی سرکوبی پر مامور فرمایا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کمال احتیاط کے ساتھ دن کو چھپتے ہوئے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے یکا یک ان ڈاکوؤں پر جا پڑے اور قرار واقعی سزا دے کر مدینہ واپس آئے، انہوں نے آستانہ نبوت پر پہنچ کر دستک دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، جس حالت میں تھے اسی حالت میں باہر تشریف لے آئے اور جوشِ مسرت سے گلے لگا کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا، اور دیر تک مفصل کیفیت دریافت فرماتے رہے۔

(طبقات ابن سعد حصہ مغازی سریہ زید الی ام القریٰ)

مہم موتہ اور شہادت

موتہ دمشق کے قریب ایک مقام کا نام تھا، حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ جو شاہِ بصریٰ کے دربار میں سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آرہے تھے، اسی مقام پر شرجیل ابن عمر غسانی کے ہاتھ سے شہید ہوئے، یہ پہلا موقعہ تھا کہ دربارِ رسالت کے ایک قاصد کے ساتھ اس قسم کی جسارت کی گئی، (ایضاً باب غزوہ موتہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کے انتقام کے لیے تین ہزار مجاہدین کی جمعیت فراہم کر کے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو لوائے قیادت عطا کیا اور فرمایا اگر زید رضی اللہ عنہ

شہید ہوں تو جعفر رضی اللہ عنہ اوران کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اس جماعت کے امیر ہوں گے، (بخاری باب غزوہ موتہ) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ چونکہ اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر متوقع تھے کہ امارت کا طغرائے امتیاز ان کے سینہ پر آویزاں ہوگا اس لیے انہوں نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید رضی اللہ عنہ کو مجھ پر امیر بنائیں گے، ارشاد ہوا، اسکو جانے دو تم نہیں جان سکتے کہ بہتر کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد قسم الاول جزء ثالث)

جمادی الاولی ۸ھ میں یہ مہم روانہ ہوئی، چونکہ غنیم کو اس فوج کشی کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی، اس لیے ایک لاکھ کا ٹڈی دل لشکر اُمنڈ آیا تھا، لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کثرت کی پرواہ نہ کی اور علم سنبھال کر پیادہ پا دشمن کی صف میں گھس گئے، ان کے اتباع میں دوسرے سردارانِ فوج نے بھی ہلہ کردیا، دیر تک گھمسان کی جنگ رہی، اس حالت میں نیزہ کے ایک وار نے اسلامی سالارِ فوج یعنی حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، ان کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا اور شدید کشت وخون کے بعد واصلِ بحق ہوئے، ان کے بعد حضرت خالد سیف اللہ نے علم ہاتھ میں لیا اور غازیانِ دین کو مجتمع کرکے ایک ایسا حملہ کیا کہ غنیم کے پاوں اکھڑ گئے۔ (بخاری باب غزوہ موتہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے میدانِ جنگ سے اطلاع آنے کے قبل ہی لوگوں کو امرائے فوج کی خبر شہادت سنادی اور وفورِ غم سے آبدیدہ ہوگئے، (ایضا) حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی شفیق باپ کا سایہ اُٹھ جانے سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں، تو آپ بھی ضبط نہ فرماسکے اور اس قدر روئے کہ گلو گرفتہ ہوگئے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ کیا ہے فرمایا یہ جذبہ محبت ہے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

انتقام

حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محبوب ووفاشعار غلام کی مفارقت کا شدید غم تھا، حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد ان کے صاحبزادہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک جمعیت کے ساتھ انتقام پر مامور فرمایا؛ چونکہ وہ نہایت کمسن تھے اس لیے بعض نے ان کی سیادت پر ناپسندیدگی ظاہر کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا، تم لوگ پہلے جس طرح اس کے باپ کی سرداری پر طعن وطنز کرتے تھے اسی طرح اب اس کی امارت کو ناپسند کرتے ہو، خدا کی قسم زید سزاوارِ امارت ومحبوب ترین شخص تھا، اور اس کے بعد اسامہ رضی اللہ عنہ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری ذکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ)

یہ مہم ابھی روانہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ آفتاب رسالت غروب ہوگیا؛ لیکن خلیفہ اول نے ہجوم مصائب وصعوبات گوناگوں کے باوجود کوچ کا حکم دے دیا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے پدر شفیق کے قاتلوں سے انتقام لے کر غیر معمولی کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔

اخلاق

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے صحیفہ اخلاق میں وفاشعاری کا باب سب سے نمایاں ہے، گزشتہ واقعات سے اس کا اندازہ ہوا

ہوگا، آقائے نامدار کی رضامندی ان کا پرلطف مقصدِ حیات تھا، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ گو ایک معمر عورت تھیں تاہم انہوں نے محض اس لیے ان سے نکاح کر لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو بہت زیادہ محبوب رکھتے تھے۔

(طبقات ابن سعد کرہ ام ایمن رضی اللہ عنہا)

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے متعلقین کا بے حد ادب واحترام ملحوظ رکھتے تھے، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس جن کو انہوں نے ناموافقت کے باعث طلاق دے دی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی طرف سے پیام لے کر گئے تو محض اس خیال سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر فرمائی ہے تعظیماً دیکھ نہ سکے اور جو کچھ کہنا تھا منہ پھیر کر کہا۔ (مسلم باب زواج زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا)

گو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اخلاقی کارناموں کی تفصیل نہیں ملتی تاہم درحقیقت ان کے وہ اوصاف حسنہ ومحاسن جمیلہ ہی تھے جس نے ان کو اوران کی اولاد کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب بنا دیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے بعد زندہ رہتے تو آپ ان ہی کو اپنا جانشین بناتے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ ان کے پوتے محمد بن اسامہ کو مدینہ کی مسجد میں دیکھا تو تعظیم سے گردن جھکا لی اور بولے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو اس کو بھی محبوب رکھتے۔ (بخاری ذکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ)

حلیہ اور عمر

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، ناک پست اور رنگ گہرا گندمی ۴۵ یا ۵۵ برس کی عمر میں شہادت پائی۔

(اصابہ تذکرہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ)

ازواج

مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، بیویوں کے نام یہ ہیں:

ام ایمن، ام کلثوم بنت عقبہ، درہ بنت لہب، ہند بنت العوام، زینب بنت جحش، ناموافقت کے باعث ان کو طلاق دے دی اوراس کے بعد وہ امہات المومنین میں شامل کی گئیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ)

اولاد

دو لڑکے اسامہ بن زید، زید بن زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی، لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا موخر الذکر دونوں بچوں نے بچپن ہی میں داغِ مفارقت دیا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز، ثالث)

بَابُ ذِكْرِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

باب 49: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

231- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا

اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَخْزُوْمِيَّةِ فَقَالُوْا مَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ذَهَبْتُ اَسْاَلُ الزُّهْرِيَّ عَنْ حَدِيْثِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ فَصَاحَ بِيْ قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَلَمْ تَحْتَمِلْهُ عَنْ اَحَدٍ قَالَ وَجَدْتُّهُ فِيْ كِتَابٍ كَانَ كَتَبَهُ اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجْتَرِئْ اَحَدٌ اَنْ يُّكَلِّمَهُ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ اِنَّ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ كَانَ اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ قَطَعُوْهُ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں قریش ایک مخزومی عورت کے بارے میں بہت پریشان تھے، انہوں نے کہا: اس بارے میں بات کرنے کی جرأت صرف اسامہ بن زید کر سکتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بنو مخزوم سے تعلق رکھنے والی ایک عورت نے چوری کر لی لوگوں نے کہا: اس عورت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا کیونکہ کسی کو بھی جرأت نہیں ہے' اس بارے میں وہ آپ سے بات کرے پھر اسامہ بن زید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنی اسرائیل میں کوئی امیر آدمی چوری کرتا تھا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تھا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (چوری کی) ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

بَابٌ

باب 50: بلاعنوان

232- حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبَّادٍ يَحْيٰى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا الْمَاجِشُوْنُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ نَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا وَّهُوَ فِي الْمَسْجِدِ اِلٰى رَجُلٍ يَّسْحَبُ ثِيَابَهُ فِيْ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْظُرْ مَنْ هٰذَا لَيْتَ هٰذَا عِنْدِيْ قَالَ لَهُ اِنْسَانٌ اَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ اُسَامَةَ قَالَ فَطَاْطَاَ ابْنُ عُمَرَ رَاْسَهُ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا، وہ اس وقت مسجد میں موجود تھے وہ شخص مسجد کے ایک کونے میں اپنے کپڑے کو پھیلا رہا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بولے: ذرا دیکھو یہ کون شخص ہے؟ کاش یہ میرے پاس ہوتا (تو میں اسے سمجھاتا) ایک صاحب نے ان سے کہا: کیا آپ اسے جانتے نہیں ہیں؟ اے ابوعبدالرحمٰن! یہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ''محمد'' ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے سر کو جھکایا اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے زمین کریدتے رہے پھر بولے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر اسے دیکھ لیتے تو اس سے محبت کرتے۔

233- حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَاْخُذُهُ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا وَقَالَ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ مَوْلًى لِاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ اَيْمَنَ

بْنِ اُمِّ اَيْمَنَ وَكَانَ اَيْمَنُ بْنُ اُمِّ اَيْمَنَ اَخَا اُسَامَةَ لِاُمِّهٖ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاٰهُ ابْنُ عُمَرَ لَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَقَالَ اَعِدْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِىْ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِىْ حَرْمَلَةُ مَوْلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهٗ بَيْنَمَا هُوَ مَعَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اِذْ دَخَلَ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ فَلَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَقَالَ اَعِدْ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ لِىَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ بْنِ اُمِّ اَيْمَنَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ رَاٰى هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ فَذَكَرَ حُبَّهٗ وَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّ اَيْمَنَ قَالَ وَ حَدَّثَنِىْ بَعْضُ اَصْحَابِىْ عَنْ سُلَيْمَانَ وَكَانَتْ حَاضِنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر چونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

زہری بیان کرتے ہیں' حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام نے مجھے یہ بات بتائی ہے' ایمن بن اُمّ ایمن رضی اللہ عنہما کا بیٹا حجاج اور ایمن بن اُمّ ایمن رضی اللہ عنہما، جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ماں کی طرف سے بھائی تھے اور یہ ایک انصاری فرد تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں دیکھا کہ وہ رکوع اور سجدہ مکمل ادا نہیں کر رہے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دوبارہ نماز ادا کرو۔

حرملہ جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے اسی دوران حجاج بن ایمن اندر آئے انہوں نے رکوع اور سجدہ مکمل ادا نہیں کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نماز دوبارہ ادا کرو جب وہ چلے گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا یہ کون شخص تھا، میں نے جواب دیا: یہ ایمن کا بیٹا حجاج تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ لیتے تو اس سے محبت کرتے۔ پھر انہوں نے ان کے ساتھ اور سیّدہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کی دوسری اولاد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تذکرہ کیا۔ راوی بیان کرتے ہیں' سیّدہ اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائی ماں تھیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

نام ونسب

اسامہ نام، ابومحمد کنیت، حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محبوب رسول لقب، والد کا نام زید تھا، اسامہ بن زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن زید امرو القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی۔

پیدائش، اسلام اور ہجرت

۷ھ بعثت میں مکہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام اور منہ بولے بیٹے تھے اور ان کی

حدیث233: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3537' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8171' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:20863' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:3812' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:231

ماں برکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی تھیں، اس لیے ان کو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا شرف ورثہ میں ملا تھا، انہوں نے آنکھ کھولتے ہی اسلام کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی، اس لیے ان کی زندگی کا کوئی حصہ کفر وشرک کی آلودگیوں سے ملوث نہ ہوا، ہجرت کا شرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ حاصل کیا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

غزوات

ہجرت عظمیٰ کے بعد مغازی اور سرایا کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، لیکن ابتدائی لڑائیوں میں کم سنی کے باعث شریک نہ ہو سکے، سریہ حرقہ سے میدان جنگ میں آنے کی ابتدا معلوم ہوتی، (گو اسکی تصریح نہیں ملتی لیکن قیاس یہی چاہتا ہے) صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں اس سریہ کا نام سریہ حرکات لکھا ہے، اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ وہی سریہ ہے جس کے امیر غالب لیثی تھے اور جوھ میں واقع ہوا تھا؛ لیکن حاکم نے اکلیل میں لکھا ہے کہ یہ دوسرا سریہ تھا، جوھ میں ہوا، ان دونوں سریوں کے الگ الگ ہونے کی اس امر سے بھی شہادت ملتی ہے کہ سریہ غالب کے امیر حضرت غالب رضی اللہ عنہ تھے، اور اس سریہ حرقہ میں امارت وقیادت خود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے اشارۃ ظاہر ہوتا ہے اور حاکم نے اکلیل میں اس کی تصریح کی ہے، یہ سریہ ھ کا واقعہ ہے، اس وقت ان کی عمر زیادہ سے زیادہ، سال کی تھی، مگر ان کی فطری استعداد وصلاحیت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے اس سریہ کی سرداری کا شرف حاصل کیا، مگر ناآزمودہ کار تھے، اس لیے بعض فاش غلطیاں ہو گئیں، جن کو وہ خود اپنی زبان سے بیان کرتے تھے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ہم لوگوں کو حرقہ کی طرف بھیجا تھا، صبح کو دشمنوں سے مقابلہ ہوا، دشمن ہزیمت کھا کر بھاگ گئے، میں نے اور ایک انصاری نے ایک شخص کا تعاقب کیا جب وہ زد میں آگیا تو لا الہ الا اللہ پکار اٹھا، اس کے اس اعلان پر انصاری نے ہاتھ روک لیا، مگر میں نے نیزوں سے کام تمام کر دیا، واپسی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو واقعہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ اسامہ تم نے ایک شخص کو کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا، میں نے عرض کیا، اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ایسا کیا تھا، آپ نے یہ عذر ناقابل قبول سمجھا اور بار بار اس جملہ کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو اتنی ندامت ہوئی کہ دل میں کہنے لگا کاش آج کے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھو زرقانی: ۲/)

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اے اسامہ! تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا یعنی ظاہر اسلام کے لیے زبان کا اقرار کافی ہے، اس سریہ کے متعلق ایک یمانی کی روایت ہے کہ یہ اسامہ کے میدانِ جنگ میں قدم رکھنے کا پہلا موقع تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اس کے قبل کسی غزوہ میں نہیں شریک ہوئے اور اسی سے ان کی جنگ آزمائی کی ابتدا ہوئی۔

فتح مکہ

فتح مکہ اسلام کی فتح وشکست کا آخری معرکہ تھا، اسامہ اس میں شریک تھے اور فتح مکہ کے بعد بیت اللہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی سواری پر آپ کے ساتھ سوار تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ جلو میں تھے، خانہ کعبہ کھلنے کے بعد چاروں آدمی ساتھ داخل ہوئے ان کے داخلہ کے بعد دروازہ بند کر لیا گیا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

امارت سریہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایک سے زائد سریے اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بھیجے، ان میں سب سے اہم وہ سریہ تھا، جس میں ان کو اجلہ صحابہ پر شرف امارت عطا ہوا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے سفیر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ از دی شاہ بصری کے دربار سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آرہے تھے، کہ مقام موتہ میں شرجیل بن عمرو غسانی نے ان کو شہید کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اس کے انتقام میں حضرت زید کی زیر قیادت ایک سریہ روانہ کیا، لیکن یہ بھی شہید ہوئے اور ان کے ساتھ اکابر صحابہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بھی جام شہادت پیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو ان بزرگوں کی شہادت کا بڑا قلق ہوا، چنانچہ اپنی وفات کے کچھ دنوں پہلے ان شہدا کے انتقام کے لیے ایک اور سریہ روانہ کیا اور چونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید شہید ہوئے تھے، اس لیے اس سریہ کا امیر اسامہ رضی اللہ عنہ کو بنایا، اس میں ان کی دلد ہی بھی مدِ نظر تھی، اور والد کی شہادت کی وجہ سے انتقام کا جو جذبہ ان میں ہو سکتا تھا وہ دوسرے میں ممکن نہ تھا۔

چنانچہ صفر ۱۱ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے سریہ کی تیاری کا حکم دیا اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس کے متعلق ضروری ہدایات فرمائیں، لیکن ابھی یہ سریہ روانہ نہ ہوا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو بیماری کی علامات شروع ہو گئیں، مگر آپ پر حضرت زید رضی اللہ عنہ اور جعفر کی شہادت کا اتنا اثر تھا، کہ اس کی روانگی ملتوی نہ فرمائی اور اسی بیماری کی حالت میں اپنے دست مبارک سے علم مرحمت فرمایا اور سریہ روانہ ہو گیا، پہلی منزل مقام جرف میں کی، اس سریہ میں حضرت عمر ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور قتادہ بن نعمان رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے کبار صحابہ سب اسامہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تھے، بعض لوگوں کو یہ ناگوار ہوا اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو مہاجرین اولین پر امیر بنایا ہے، آپ کو اس کی خبر ہوئی تو اس سے بہت تکلیف پہنچی اور اسی بیماری کی حالت میں سر میں پٹی باندھے ہوئے نکلے اور منبر پر چڑھ کر ایک مختصر تقریر فرمائی کہ اسامہ بن زید کو امیر بنانے میں بعض لوگوں نے جو نکتہ چینیاں کی ہیں، اس کی اطلاع مجھ کو ملی، اسامہ کی امارت پر یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، تم لوگ اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، خدا کی قسم وہ افسری کا سزاوار تھا اور اس کے بعد اس کا لڑکا افسری کا سزاوار ہے، وہ مجھ کو بہت محبوب تھا، اور یہ بھی ہر حسن ظن کے لائق ہے اس لیے تم لوگ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آیا کرو کہ وہ تمہارے بہتر لوگوں میں ہے، اس تقریر کے بعد آپ کا شانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

اس سریہ کی پہلی منزل گاہ، جرف مدینہ کے قریب ہی تھی، اس لیے جانے والوں کا سلسلہ برابر جاری تھا، لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں آتے تھے اور رخصت ہو کر جاتے تھے، اسامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیمار چھوڑ کر گئے تھے، اس لیے وہ بھی دیکھنے آجاتے تھے اتوار کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا مرض زیادہ بڑھ گیا، اسامہ رضی اللہ عنہ منزل گاہ سے مزاج پرسی کے لیے آئے اس وقت آپ پر غفلت طاری تھی، اسامہ رضی اللہ عنہ نے آکر بوسہ دیا، آپ بالکل خاموش تھے، تاہم اسامہ رضی اللہ عنہ کی دعا کے لیے دست مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور اسامہ رضی اللہ عنہ پر رکھتے تھے، اسامہ رضی اللہ عنہ

دیکھ کر واپس گئے اور دوسرے دن صبح کو پھر دیکھنے آئے، اس دن افاقہ تھا؛ آپ نے اسامہ کو روانگی کا حکم دیا، چنانچہ انہوں نے فوج کو کوچ کا حکم دے دیا؛ لیکن قبل اس کے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ جرف سے روانہ ہوں، ان کی ماں ام ایمن کا آدمی ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آخر ہے، فوراً مدینہ چلے آؤ، چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اسی وقت مدینہ پہنچے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اس دنیائے فانی کو چھوڑ رہے تھے، آپ کی وفات کے بعد پوری فوج جرف سے مدینہ آگئی اور یہ مہم اس وقت ملتوی ہوگئی اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہوگئے اور جسم مبارک کو قبر انور میں اتارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

(طبقات ابن سعد حصہ مغازی:،، جسم مطہر کو قبر میں اتارنے کا واقعہ طبقات، میں ہے، مختصراً اس سریہ کا ذکر بخاری کتاب المغازی باب غزوہ زید بن حارثہ باب بعثت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ بن زید میں بھی ہے)

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آخری وقت تک برابر اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانگی کی تاکید فرماتے رہے تھے، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھتے ہی اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانگی کا حکم دیا اور بریدہ حصیب علم کو لے کر جرف پہنچ گئے، لیکن اسی درمیان میں ارتداد کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا، لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فی الحال اس مہم کو روک دیجئے خود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے مجھ کو سکون کی حالت میں بھیجا تھا؛ مگر اب حالات دوسرے ہیں اس لیے فی الحال یہ مہم ملتوی کر دیجئے، لیکن آپ نے جواب دیا کہ خواہ مجھ کو پرندے نوچ کھائیں، لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورا کیے بغیر نہیں رہ سکتا، (تاریخ الخلفاء سیوطی) بہر حال آپ اس مہم کو روکنے پر آمادہ نہ ہوئے، اور فوج کو روانگی کا حکم دیا۔

پہلی مرتبہ گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی فہمائش سے لوگوں نے اسامہ کی امارت منظور کر لی تھی، لیکن دل سے سب ناپسند کرتے تھے، اس لیے دوبارہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانگی کا حکم دیا تو انصار کی جماعت نے آپ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے بجائے کسی سن اور معمر شخص کو امارت کا عہدہ دیا جائے، یہ پیام سن کر آپ بہت برہم ہوئے اور فرمایا، ابن خطاب! جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنایا ہے تم مجھ سے اس کے معزول کرنے کی خواہش کرتے ہو! اور بلا کسی قسم کی تبدیلی کے بعینہ وہی فوج روانہ کی اور تھوڑی دور خود پیادہ پا رخصت کرنے کے لیے گئے، اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ! آپ سوار ہو کر چلیں، ورنہ ہم لوگ سواریوں سے اتر پڑیں گے، فرمایا نہ مجھ کو سوار ہونے کی ضرورت ہے، نہ تم کو اترنے کی، میرے پیروں کو اللہ کی راہ میں غبار آلود ہونے دو، (تاریخ الخلفاء سیوطی) غرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس شان سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کیا، اور اسامہ رضی اللہ عنہ نے منزل مقصود پر پہنچ کر دشمنوں سے نہایت کامیاب مقابلہ کیا اور اپنے والد بزرگوار کے قاتل کو واصل جہنم کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتح کا مژدہ بھیجا، آپ اس فتح سے اس قدر مسرور ہوئے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی واپسی پر مہاجرین وانصار کو لے کر مدینہ سے باہر ان کے استقبال کو نکلے، اسامہ رضی اللہ عنہ نہایت شاندار طریقہ سے مدینہ میں داخل ہوئے، آگے آگے بریدہ بن عصیب پرچم لہرا رہے تھے اور اس کے پیچھے

اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے سبحہ نامی گھوڑے پر سوار تھے، مدینہ آتے ہی انہوں نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر گھر گئے۔ (ابن سعد حصہ مغازی)

عہد فاروقی

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے، اس لیے آپ کے جانشین بھی ان کا بہت لحاظ رکھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ہمیشہ ان کا خیال رکھا؛ چنانچہ جب آپ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کے وظائف مقرر کیے تو اپنے صاحبزادہ عبداللہ کا ڈھائی ہزار اور اسامہ رضی اللہ عنہ کا تین ہزار مقرر کیا، عبداللہ نے عرض کیا اس تفریق کا کیا سبب ہے، جب کہ میں تمام غزوات میں اسامہ رضی اللہ عنہ کے دوش بدوش رہا اور آپ ان کے والد زید سے کبھی پیچھے نہ رہے، فرمایا یہ سچ ہے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو تم سے اور ان کے والد کو تمہارے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ (مستدرک حاکم)

عہد عثمانی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فتنہ وفساد کے خیال سے ملکی معاملات میں علانیہ کوئی حصہ نہیں لیا، لیکن خیر خواہ مسلمان کی حیثیت سے قیام نظم اور انسداد مفاسد پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خفیہ طور پر گفتگو کرتے تھے، لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فتنوں کے فرو کرنے کے متعلق گفتگو کیجئے جواب دیا، تم لوگ علانیہ مجھ کو درمیان میں ڈالنا چاہتے ہو اور میں ان سے خفیہ گفتگو کرتا ہوں کہ مبادا میری علانیہ گفتگو سے نیا فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو اور اس کی ساری ذمہ داری مجھ پر عائد ہو جائے۔ (بخاری)

عہد معاویہ رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب زیادہ شورش بڑھی تو اسامہ بالکل علیحدہ ہوگئے، (اصابہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی معرکہ آرائیوں میں بالکل کنارہ کش رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ شیر کی داڑھ میں گھستے تو میں بخوشی گھس جاتا، لیکن اس معاملہ میں حصہ لینا پسند نہیں کرتا، (بخاری) گو وہ مسلمانوں کی خونریزی کے خوف سے ان لڑائیوں میں غیر جانبدار تھے، تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر جانتے تھے اور آخر دم تک اس غیر جانبداری پر کف افسوس ملتے تھے، ابراہیم کی روایت ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امداد نہ کرنے پر اس درجہ نادم رہے کہ آخر میں توبہ کی۔ (استیعاب)

وفات

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر زمانہ امارت ۵۴ھ میں مدینہ میں وفات پائی، (استیعاب) اس وقت ساٹھ سال کی عمر تھی۔

اہل وعیال

اسامہ رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں اور کثرت سے اولادیں ہوئیں، پہلی شادی سال کی عمر میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم، نے زینب بنت حنظلہ کے ساتھ کردی تھی، مگر اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی، دوسری شادی نعیم بن عبداللہ النحام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ایما سے اپنے یہاں کردی، ان کے بطن سے ابراہیم بن اسامہ رضی اللہ عنہ تھے، اس کے علاوہ خود اسامہ رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، ان سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں۔

نام اولاد

محمد، ہندہ، فاطمہ بنت قیس، جبیر، زید، عائشہ، ام حکم بنت عتبہ، بنت ابی ہمدان سہمی، برزہ بنت ربعی، حسن، حسین

ذریعہ معاش

دربار خلافت سے ۳ ہزار وظیفہ ملتا تھا، اس کے علاوہ وادی القری میں کچھ جائیدا تھی، جس کے انتظام کے لیے اکثر جایا کرتے تھے۔ (ابن سعد حزو، ق اول، صفحہ: ۰)

فضائل اخلاق

بہت سے فضائل بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہ میں مشترک ہیں؛ لیکن اکابر صحابہ میں منفرد طور پر بعض مخصوص فضائل ایسے ہیں جو ان کی خصوصیات شمار کیے جاتے ہیں، مثلاً ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اکثر صفات میں اشتراک ہے، لیکن عبداللہ بن عمر کا علم وفضل اور ابوذر رضی اللہ عنہ غفاری کا زہد وتقویٰ، ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتا تھا اور یہی صفات ان کی زندگی کے روشن ابواب کہے جاسکتے ہیں، اسی طرح اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بارگاہ نبوت میں پذیرائی اور ان کی محبوبیت ان کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا، جو بلا استثنا کسی صحابی کو حاصل نہ تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے بارہا اپنی زبان مبارک سے اس کا اظہار فرمایا ہے، اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کا طرز عمل بھی اس کا شاہد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو اپنے متعلقین میں حضرت حسنین رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی، لیکن اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید وہ شخص ہیں جو اس محبت میں بھی شریک وسہیم تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ایک زانو پر اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھاتے اور ایک پر حسن رضی اللہ عنہ کو اور دونوں کو ملا کر فرماتے کہ خدایا میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں اس لیے تو بھی رحم فرما (مسند احمد بن حنبل) دوسری روایت میں ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اس لیے تو بھی محبت فرما، (بخاری، جلد، کتاب المناقب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ مجھ کو سب لوگوں میں محبوب تر ہے۔ (مستدرک)

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ اس کا باپ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا، اب یہ سب سے عزیز ہے۔

(بخاری کتاب المغازی، باب بعث اسامہ رضی اللہ عنہ)

ایک مرتبہ اسامہ رضی اللہ عنہ چوکھٹ پر گر پڑے اور پیشانی پر زخم آگیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس کا خون صاف کردو، آپ کو کراہت معلوم ہوئی تو خود اٹھ کر صاف کر کے لعاب دہن لگایا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

کبھی کبھی وفورِ محبت میں مزاح بھی فرماتے تھے، ایک مرتبہ اسامہ رضی اللہ عنہ کا شانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے تھے، حضرت عائشہ بھی تشریف فرما تھیں، آپ اسامہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اگر یہ بیٹی ہوتی تو میں ان کو خوب زیور پہناتا اور بناؤسنگار کرتا، تاکہ ان کا چرچا ہوتا اور ہر جگہ سے پیام آتے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

بارگاہِ نبوت میں اسامہ رضی اللہ عنہ کے رسوخ کا اس سے اندازہ ہوگا کہ جب کوئی ایسی سفارش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے کرنی ہوتی جس میں ام المومنین حضرت عائشہ جھجکتیں تو وہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی جاتی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی لوگوں نے کہا اس کے بارے میں کون شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے سفارش پر آمادہ ہوتا ہے، اسامہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی ہمت نہ پڑی، انہوں نے جاکر آپ سے گفتگو کی؛ لیکن حدود اللہ کا معاملہ تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے نہ سنی؛ بلکہ آپ کو ناگوار ہوا اور فرمایا اگر بنی اسرائیل میں کوئی شریف آدمی چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور اگر معمولی آدمی اس کا مرتکب ہوتا تھا تو اس کے ہاتھ کاٹتے تھے، خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا۔ (بخاری، جلد، کتاب المناقب ذکر اسامہ رضی اللہ عنہ وطبقات ابن سعد)

اسامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے محرم راز اور معتمد علیہ تھے اور ان کی حیثیت اہل بیت میں ممبر خاندان کی تھی، آپ اہم سے اہم اور نازک سے نازک خانگی امور تک میں بھی ان سے مشورہ لیتے تھے، افک جیسے نازک اور اہم معاملہ میں جس میں منافقین نے ناموس نبوت پر حرف لانا چاہا تھا اور جس کی صفائی خود زبان وحی والہام نے دی، اسامہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک مشورہ تھے، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب افک والوں نے اتہام لگایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید سے اپنی اہل خانہ کی علیحدگی کے بارہ میں مشورہ کیا اور ان سے حالات دریافت کئے۔ (بخاری، جلد، کتاب الشہادت وجلد، کتاب الاعتصام باب قولہ تعالیٰ وامرہم شوریٰ بینہم)

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اسامہ رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھتے تھے، اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہ کرام بھی ان کو بہت مانتے تھے، عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہ کرام نہ صرف اسامہ رضی اللہ عنہ؛ بلکہ ان کی اولاد تک کا احترام کرتے تھے، ایک دن ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مسجد کے گوشہ میں دیکھا، لوگوں سے کہا، دیکھو کون شخص ہے، کسی نے کہا ابو عبدالرحمن، تم اس کو نہیں پہچانتے، یہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد ہیں، آپ نے یہ سن کر سر جھکالیا اور زمین کرید کر کہنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو دیکھتے تو محبوب رکھتے۔ (بخاری، جلد، کتاب المناقب ذکر اسامہ رضی اللہ عنہ)

اس غیر معمولی محبت کی وجہ سے قدرۃً کچھ منافق اسامہ رضی اللہ عنہ کے حاسد بھی پیدا ہو گئے تھے یہ لوگ اسامہ رضی اللہ عنہ کو ذلیل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے کبیدہ خاطر کرنے کے لیے کہتے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ زید رضی اللہ عنہ کے نطفہ سے نہیں ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو اس سے تکلیف پہنچتی؛ لیکن ان کے خاموش کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا، عربوں میں قیافہ شناسی کا ملکہ بہت تھا، قائف کی بات عام طور پر ہم پایہ وحی سمجھی جاتی تھی، اتفاق سے ایک دن مجزز مدلجی جس کو قیافہ شناسی میں خاص مہارت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت زید رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ دونوں سر سے پیر تک ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، صرف پاؤں کھلے ہوئے تھے اس نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے پیدا ہیں، یہ سن کر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم، کو بہت مسرت ہوئی، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہنستے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا تم کو کچھ معلوم ہے، مجرز نے ابھی اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاوں دیکھ کر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے پیدا ہیں، (بخاری، جلد کتاب الفرائض باب القائف) اس واقعہ میں یہ بات لحاظ رکھنے کے قابل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو قائف کے کہنے پر محض اس وجہ سے مسرت ہوئی کہ اس سے دشمنوں کی زبان بند ہوگئی ورنہ شان نبوت اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کاہنوں، منجموں اور قائفوں کی بات کا یقین کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے پاس جو چیز اچھی اور بیش قیمت ہوتی اس کو اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیتے، ذی یزن نے حالت شرک میں حکیم بن حرام کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں ہدیۃً ایک بیش قیمت حلہ پیش کیا، آپ نے فرمایا میں مشرک کا ہدیہ نہیں قبول کرتا، لیکن اب چونکہ تم لا چکے ہو اس لیے قیمتاً لے لوں گا، چنانچہ پچاس دینار میں خرید لیا اور ایک مرتبہ پہن کر اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیدیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

دحیہ کلبی نے کتان کا کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دیا تھا، آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا، انہوں نے اپنی بیوی کو دیدیا، ایک دن آپ نے پوچھا، کتان کیوں نہیں پہنتے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کو دیدیا، فرمایا اچھا اس سے کہدو کہ نیچے سینہ بند پہن لے ورنہ بدن دکھائی دے گا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت) غرض آپ اپنے اہل وعیال اور اسامہ رضی اللہ عنہ میں کوئی تفریق نہیں کرتے تھے۔

فضل وکمال

اس لحاظ سے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے دامنِ تربیت میں پرورش پائی تھی، آپ کو سراپا علم ہونا چاہئے تھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال یا زیادہ سے زیادہ بیس سال کی تھی، اس لیے سن شعور کو پہنچنے کے بعد صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضیاب ہونے کا زیادہ موقع نہ ملا؛ تاہم اس مدت میں جو کچھ بھی آپ نے حاصل کرلیا، اس کو کم نہیں کہا جاسکتا، اقوال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کافی ذخیرہ ان کے سینہ میں محفوظ تھا، بعض مرتبہ کبار صحابہ کو جس چیز کا علم نہ ہوتا، اس میں وہ ان کی طرف رجوع کرتے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جب طاعون کے متعلق کوئی حکم نہ ملا تو آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے طاعون کے بارہ میں کیا سنا ہے؛ انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، فرماتے ہیں کہ طاعون ایک قسم کا عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقہ پر بھیجا گیا تھا، اس لیے جب تم سنو کہ فلاں جگہ طاعون پھیلا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور خود تمہارے یہاں یہ وبا پھیلے وہاں سے بھاگنے کی نیت سے نہ نکلو۔ (بخاری)

آپ کے عمل سے دوسرے لوگ سند لاتے تھے، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عزیز کا ازار بہت نیچا دیکھا تو اس کو ملامت کی، انہوں نے کہا میں نے اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کو نیچا ازار پہنے دیکھا ہے، میمونہ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، یہ ممکن ہے کہ ان کا پیٹ بھاری تھا، اس لیے اس پر نہ ٹھہرتا رہا ہو اور نیچے کھسک جاتا ہو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

اخلاق وعادات

چونکہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے دامنِ تربیت میں پرورش پائی تھی، اس لیے ان پر قدرۃ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصا اثر پڑا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے آتے جاتے تھے، اور اکثر سفر میں بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تھا، اس لیے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ موقع ملتا تھا، اکثر وضو وغیرہ کے وقت پانی ڈالنے کی خدمت انجام دیتے تھے۔

(بخاری، جلد، کتاب الوضو باب الرجل یوضی صاحبہ)

پابندی سنت

سنت کی پابندی شدت سے کرتے تھے، آخر عمر میں جبکہ قویٰ ریاضت جسمانی کے متحمل نہ تھے، اس وقت بھی مسنون روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک غلام نے کہا اب آپ کی عمر ضعف وناتوانی کی ہے، آپ کیوں دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزہ کا التزام کرتے ہیں، کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان دونوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل)

اطاعتِ والدین

والدین کی خوشنودی کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے اور اس میں بڑی مالی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے، محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت ایک ہزار تک پہنچ گئی تھی، اس زمانہ میں اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کر کے اس کا مغز نکالا، لوگوں نے پوچھا یہ کر رہے ہو، آج کل درختوں کی قیمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے اور تم اس کو ضائع کرتے ہو، کہا میری ماں نے فرمائش کی تھی اور وہ جس چیز کی فرمائش کرتی ہیں، اگر اس کا حصول میرے امکان میں ہوتا ہے تو اس کو میں ضرور پوری کرتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب **51**: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بن خطاب کے مناقب کا بیان

234- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَرٰى رُؤْيَا اَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا اَعْزَبَ وَكُنْتُ اَنَامُ فِي

حدیث234: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1070' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2479' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3919' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:6330' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7070' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:4417' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1588' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:1645' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1400

الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ مَلَكَيْنِ اَخَذَانِيْ فَذَهَبَا بِيْ اِلَى النَّارِ فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَاِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ وَاِذَا فِيْهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لِيْ لَنْ تُرَاعَ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا

✧✧ حضرت سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں جو بھی شخص جو خواب دیکھتا تھا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا تھا۔ میری بھی آرزو تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کروں میں نوجوان کنوارا آدمی تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد میں سویا کرتا تھا میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ دو فرشتوں نے آ کر مجھے پکڑ لیا ہے اور مجھے لے کر جہنم کی طرف گئے ہیں وہ کنویں کی مانند لپٹی ہوئی (یعنی گول) تھی اور اس کے دو کنارے تھے جیسے کنوئیں کے ہوتے ہیں۔ اس میں کچھ لوگ موجود تھے جنہیں میں جانتا تھا میں نے یہ پڑھنا شروع کیا: میں جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں، میں جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ان دونوں فرشتوں سے ایک اور فرشتہ آ کر ملا اور اس نے مجھ سے کہا: تم خوفزدہ نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے یہ خواب سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا، سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ نے فرمایا: عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر وہ رات کے وقت نوافل ادا کیا کرے۔ (تو مناسب ہے)

سالم بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کے وقت تھوڑی دیر کے لئے سویا کرتے تھے۔

235- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اُخْتِهٖ حَفْصَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بہن سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا تھا: عبداللہ نیک آدمی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

نام ونسب

عبداللہ نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، آبائی سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ بن عمر بن خطاب ابن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر، ماں کا نام زینب تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن حصین۔

ولادت

یہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما غزوہ احد میں جو ۳ھ میں پیش آیا، چودہ برس کے تھے، اس حساب سے ان کی پیدائش کا تخمینی زمانہ بعثت کا دوسرا سال ہے اور نبوی میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ابن عمر کا

سن تقریباً پانچ برس کا ہوگا۔

اسلام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے در و دیوار پر اسلام کو پرتو فگن دیکھا اور اسلام ہی کے دامن میں ان کی نشو و نما ہوئی، بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اس طرح اسلام قبول کیا تھا جس طرح خاندان کے بڑے بزرگ کے تبدیل مذہب کے گھر کے کمسن بچے بھی غیر شعوری طور سے اپنے مذہب کو بدل ڈالتے ہیں، جن غیر معتبر راویوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے، درحقیقت ان کو بیعتِ رضوان کے واقعہ کے ساتھ التباس ہوا ہے، صحیح بخاری میں خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی منقول ہے کہ جب میرے باپ مسلمان ہوئے تو میں چھوٹا بچہ تھا، (صحیح بخاری، باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ) ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا بچہ حق و باطل کی تمیز کی وہ دقتِ نگاہ نہیں رکھتا، جو اس زمانہ میں اس کو کسی مذہب کے بذاتِ خود رد و قبول پر آمادہ کر سکے۔

ہجرت

انوار اسلام کی چمک کے ساتھ ساتھ مشرکین کے ظلم و طغیان کی گرج بھی برابر بڑھتی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کا خاندان بھی ان کی ستم کیشیوں سے محفوظ نہ رہا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔

بدر

ہجرت کے بعد حق و باطل کی پہلی آویزش غزوہ بدر ہے، اس وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر کل ۱۱ سال کی تھی، تاہم جانبازی کے شوق میں شرکت کی درخواست کی، صغیر السن ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے قبول نہ فرمائی۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت ج ق اول تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

احد

اس کے ایک سال بعد، دوسرا معرکہ احد میں ہوا، اس میں بھی انہوں نے اپنا نام پیش کیا، مگر چونکہ چودہ سال سے متجاوز نہیں ہوئے تھے، اس لیے اس مرتبہ بھی ان کی درخواست مسترد ہوگئی۔ (بخاری کتاب المغازی)

خندق

احد کے دو سال بعد ۵ھ غزوہ خندق میں ان کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی؛ چنانچہ یہی وہ سب سے پہلا معرکہ ہے جس میں ان کو سرکار رسالت سے شرکت کی اجازت ملی۔ (ایضاً باب غزوہ خندق)

بیعت رضوان

۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ہم رکاب ہوئے اور بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا اور حسنِ اتفاق یہ کہ یہ شرف اپنے پدر عالی قدر سے پہلے حاصل کیا، اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حدیبیہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

عبداللہ کو ایک انصاری کے پاس گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا کہ جہاد میں وہ اس پر سوار ہو سکیں، عبداللہ باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہ سے بیعت لے رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے پہنچ کر پہلے خود بیعت کی اور اس کے بعد گھوڑا لے کر گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی، انہوں نے بھی جا کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ حدیبیہ)

خیبر

اس کے بعد غزوہ خیبر میں بھی وہ مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حلال وحرام کے جو بعض خاص احکام جاری فرمائے وہ ان کے راوی ہیں۔ (صحیح بخاری، باب غزوہ خیبر)

فتح مکہ

قریش اور اسلام کی فتح وشکست کا آخری معرکہ فتح مکہ تھا، اس وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر ۲۰ سال کی تھی، پورے جوان ہو چکے تھے اور ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے دوسرے مجاہدین کے دوش بدوش تھے، سامان جنگ میں ایک تیز رفتار گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی اور خود اپنے ہاتھ سے گھوڑے کے لیے گھانس کاٹ رہے تھے اس حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی نظر پڑی تو تعریف کے لہجہ میں فرمایا کہ عبداللہ ہے عبداللہ، فتح کے بعد خانہ کعبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے پیچھے پیچھے داخل ہوئے، چنانچہ ان کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اونٹ پر سوار مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوئے تھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ سوار تھے، عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ جلو میں تھے، خانہ کعبہ کے صحن میں اونٹ بٹھا کر کنجیاں منگائیں اور کعبہ کھول کر تینوں ایک ساتھ داخل ہوئے، ان لوگوں کے بعد سب سے پہلا داخل ہونے والا میں تھا۔ (بخاری کتاب المغازی باب فتح مکہ)

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں بھی صف آرا تھے، چنانچہ حنین کی واپسی کے بعد کے واقعات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ جب ہم غزوہ حنین سے لوٹے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتکاف کی نذر کے متعلق پوچھا جو جاہلیت کے زمانہ میں مانی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اُس کے پورا کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ حنین)

محاصرہ طائف

اس کے بعد طائف کا محاصرہ ہوا، اس محاصرہ میں بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما پیش پیش تھے، چنانچہ اس محاصرہ کے واقعات بیان کرتے تھے کہ جب محاصرہ میں مسلمانوں کو کامیابی نہ ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کہ انشا اللہ کل محاصرہ اٹھا کر واپس ہو جائیں گے، یہ ارشاد لوگوں پر گراں گذرا انہوں نے عرض کیا، کیا بغیر فتح کیے ہوئے لوٹ چلیں؟ آپ نے فرمایا اچھا کل پھر لڑلو، چنانچہ دوسرے دن لڑے اور فتح کے بجائے الٹے زخمی ہوئے، آپ نے پھر فرمایا کہ انشاء اللہ کل واپس جائیں گے، اس مرتبہ لوگوں

نے بخوشی منظور کرلیا، اس پر آپ مسکرا دیے۔ (بخاری کتاب المغازی غزوہ طائف)

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا آخری حج تھا، اس میں مسلمانوں کا جم غفیر آپ کے ہمرکاب تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس شرف میں شریک تھے، چنانچہ حجۃ الوداع کے واقعات میں ان کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے بال منڈائے تھے اور بعضوں نے صرف ترشوانے پر اکتفا کی تھی۔ (بخاری جلد باب حجۃ الوداع)

غزوہ تبوک

۹ھ میں غزوہ تبوک پیش آیا، اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ۳۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لیے تبوک کا رخ کیا تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں بھی شریک تھے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حجر، (قدیم اقوام عاد و ثمود کی آبادیاں) کی طرف گذرے تو فرمایا ان لوگوں کے مسکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے (خدا کی نافرمانی کرکے) اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے، اگر گذرنا ہے تو خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ۔ (بخاری کتاب المغازی غزوہ تبوک)

غرض غزوہ خندق سے لے کر آخر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی زندگی میں کوئی ایسی بڑی مہم نہ تھی جس میں انہوں نے شرکت کی عزت حاصل نہ کی ہو۔

عہد صدیقی

ابن عمر رضی اللہ عنہما عہدہ صدیقی میں کہیں نہیں نظر آتے۔

عہد فاروقی

البتہ عہد فاروقی کے بعض فتوحات میں شریک رہے، لیکن محض ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے نافع کا بیان ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما نہاوند کی جنگ میں شریک ہوئے اور بیمار پڑ گئے تو پیاز کو تاگے میں پرو کر دوا میں پکاتے تھے، جب اس میں پیاز کا مزہ آجاتا تھا تو اس کو نکال کے دوا پی لیتے تھے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز و قسم اول) شام اور مصر کی فتوحات میں بھی شرکت کا پتہ چلتا ہے؛ لیکن ان فتوحات میں ان کا کوئی نمایاں کارنامہ نہیں ہے اور اس زمانہ میں سلطنت کے انتظامی امور میں بھی انہوں نے کوئی حصہ نہیں لیا، غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر اپنے عزیزوں کو اس میں پڑنے نہ دیتے تھے، تاہم جہاں امت کے نفع ونقصان کا کوئی سوال پیش آجاتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار کی سخت گیری کے خطرہ کو برداشت بھی کر لیتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وقت آخر ہوا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنی بہن ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہیں رکھتے جس سے ان کے خیال میں آئندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں جرات تو کر گیا مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اٹھا

رہا ہوں، میں پہنچا تو پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے حالات پوچھتے رہے، پھر میں نے جرات کر کے عرض کیا کہ میں لوگوں کی چہ میگوئیاں گوش گذار کرنے حاضر ہوا ہوں ان کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائیں گے، فرض کیجئے کہ وہ چرواہا جو آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہے، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو شرکاء کا کیا حشر ہوگا؟ ایسی حالت میں انسانوں کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا، پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے اگر میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نامزد نہیں فرمایا تھا، اور اگر کر جاؤں تو بھی کوئی حرج نہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نامزد کر گئے تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے اسوہ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دیں گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنا جائیں گے، (صحیح مسلم مطبوعہ مصر) چنانچہ انہوں نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا، جس میں متعدد اکابر صحابہ شامل تھے۔

عہد عثمانی

ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد سب سے پہلے انتخاب خلیفہ کی مجلس شوریٰ میں نظر آتے ہیں، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب میں عبداللہ بحیثیت مشیر شریک ہوں، مگر صرف مشورہ دے سکتے ہیں خلیفہ نہیں نامزد کیے جا سکتے۔ (طبری)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کو ملکی معاملات میں حصہ لینے کا موقع ملا، مگر انہوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قضاء کا عہدہ پیش کیا، انہوں نے معذرت کر دی کہ میں نہ دو شخصوں کیدرمیان فیصلہ کرتا ہوں اور نہ دو شخصوں کی امامت کرتا ہوں؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک جاہل جس کا ٹھکانا دوزخ ہے دوسرا عالم مائل الی الدنیا، اس کا مستقر بھی دوزخ ہے، تیسرا جو اجتہاد کرتا ہے اور صحیح رائے قائم کرتا ہے اس کے لیے نہ عذاب ہے نہ ثواب، حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمہارے باپ تو فیصلے کرتے تھے، بولے یہ صحیح ہے؛ لیکن جب ان کو کسی پیچیدہ بات میں دشواری پیش آتی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی طرف رجوع کرتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشواری ہوتی تھی تو جبرئیل سے دریافت فرماتے تھے میں کس کی طرف رجوع کروں گا، کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جس نے خدا کی پناہ مانگی اس نے پناہ کی جگہ پناہ مانگی، اس لیے خدارا مجھ کو کہیں کا عامل نہ بنایئے، ان کے انکار پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زیادہ اصرار نہیں کیا، البتہ یہ عہد لے لیا کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز، قسم اول)

مگر ملکی انتظام سے اس کنارہ کشی کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ میں برابر شریک ہوتے رہے چنانچہ ھ میں، افریقہ، اتونس، الجزائر، مراکش، کی مہم میں شریک ہوئے، (فتوح البلدان بلاذری) پھر ۰۰ھ میں خراساں اور طبرستان کے معرکوں میں سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، (ابن اثیر) جب فتنہ وفساد شروع ہوا تو بالکل کنارہ کش ہو گئے اور پھر کسی چیز میں حصہ نہیں لیا، اسی احتیاط کی بنا پر خلافت کے اعزاز سے بھی انکار کر دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپ سے درخواست کی

کہ آپ امیر ابن امیر ہیں ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہیں فرمایا، جہاں تک میرے امکان میں ہے اپنے لیے ایک پچھنے کے برابر بھی خون نہ بہنے دوں گا، لوگوں نے دھمکی دی کہ اگر آپ اس بارگراں کو نہیں سنبھالتے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے؛ لیکن انہوں نے اس دھمکی کی بھی مطلق پرواہ نہ کی اور خلافت جیسے رفیع اعزاز سے جو اس وقت فتنوں کا مرکز بن گیا تھا اپنے کو بچائے رکھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز، قسم اول)

البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کس کی خلافت تسلیم کی، ابن حجر کا بیان ہے کہ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارہ میں مسلمانوں کا اختلاف تھا اس لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، کیونکہ ان کی رائے تھی کہ جب تک کسی شخص پر لوگوں کا اجماع نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنی چاہیے۔ (فتح الباری)

لیکن مستدرک نے غسان بن عبدالحمید کی روایت نقل کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شرط پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی کہ وہ ان کے ساتھ خانہ جنگی میں نہ شریک ہوں گے اور جناب امیر نے ان کو اس کی اجازت بھی دے دی تھی، (مستدرک حاکم، طبع حیدر آباد) ہمارے نزدیک مستدرک کی روایت زیادہ صحیح اور قریب قیاس ہے؛ کیونکہ ابن حجر نے جس اصول کی بنا پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دست کش ہونا بتایا ہے، اس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے، گو علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق نہیں ہوا تھا، تاہم اسلام کے ارباب حل وعقد یعنی مہاجرین وانصار کی اکثریت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی اور ان کی نہایت ہی مختصر جماعت آپ سے الگ رہی، البتہ یہ مسلم ہے کہ انہوں نے جنگ جمل اور صفین میں کسی کا ساتھ نہیں دیا اور ان کے ہاتھ سے کسی مسلمان کا ایک قطرہ خون نہیں گرا؛ لیکن ضمیر حق پرست تھا اس لیے جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر آخر دم تک متاسف رہے، فرماتے تھے کہ گو میں نے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا، لیکن حق پر مقاتلہ افضل ہے۔ (استیعاب)

جنگ صفین کے بعد جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا گیا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نام پیش کیا تھا، (ابن اثیر) مگر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا، حکم کے فیصلہ سناتے وقت آپ بھی عام مسلمانوں کے ساتھ امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے دومتہ الجندل آئے تھے۔

ان واقعات کے بعد مسلمانوں میں دو نئے فرقے پیدا ہو گئے تھے، ایک وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا سمجھتا تھا، دوسرا وہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی برائیاں بیان کرتا تھا کہ وہ احد میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے، اس بارہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے پوچھی تو فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور آپ کے داماد تھے اور دیکھو کہ وہ گھر ان کا ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو، (صحیح بخاری کتاب التفسیر، وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کر لی اور اس عہد کے بعض معرکوں میں شریک ہوئے؛ چنانچہ قسطنطنیہ کی مہم میں شریک تھے۔

(ابن اثیر حالات حملہ قسطنطنیہ)

معاویہ بن یزید، مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت

یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بادشاہ ہوا، مگر اس کی خلافت صرف تین مہینہ رہی، اس کے بعد وہ خود خلافت سے دست بردار ہوگیا، (ابوالفداء، مطبوعہ مصر) اب اس کی وفات کے بعد ایک طرف مکہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا اور عراق حجاز ویمن کے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، دوسری طرف شام میں مروان نے اپنی بیعت لی، گواکثر اسلامی ممالک ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مائل تھے، لیکن حضرت ابن عمران رضی اللہ عنہ کے دعوائے خلافت کو بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول جزء، تذکرہ ابن عمر) چنانچہ ان ہی کے زمانہ میں جب فریقین میں جنگ برپا تھی تو ایک شخص نے ان سے آکر کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ فتنہ کو روکنے کے لئے لڑو، انہوں نے جواب دیا تھا کہ جب فتنہ تھا تو ہم لڑے، فتنہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو کفار اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ اپنے خدا کی عبادت کرسکیں، اب یہ خانہ جنگی جہاد نہیں؛ بلکہ بادشاہی کے لیے لڑائی ہے (صحیح بخاری کتاب التفسیر، باب حتی لاتکون فتنۃ) مگر بااین ہمہ جب عبدالملک کی طرف سے حجاج ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے مکہ معظمہ گیا اور خانہ کعبہ کے ایک حصہ کو اپنے گولوں کا نشانہ بنایا تو وہ سخت برہم ہوئے اور اپنی برہمی کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ (مستدرک حاکم، حیدرآباد)

خلافت عبدالملک

مروان کے بعد جب عبدالملک کی خلافت پر بیعت ہوئی تو آپ نے بھی تحریری بیعت نامہ بھیج دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ خدا اور رسول کی سنت پر میں اور میرے لڑکے امیر المومنین عبداللہ الملک کی سمع وطاعت کا بقدر استطاعت عہد کرتے ہیں، (بخاری جلد باب کیف یبایع الامام الناس) عبدالملک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بڑا احترام کرتا تھا اور مذہبی معاملات میں ان کی اقتدا کرتا تھا اور حج کے موقع پر ارکان میں آپ کی اقتدا کا فرمان جاری کرتا تھا۔ (بخاری)

علالت اور وفات

۷۴ھ میں تراسی چوراسی برس کی عمر میں وفات پائی، وفات کا واقعہ یہ ہے کہ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر میں بجھی ہوئی تھی ان کے پاوں میں چبھ گئی یہ زہر ان کے جسم میں سرایت کرگیا اور یہی زخم ان کی موت کا باعث ہوا، عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا، بلکہ حجاج کے اشارہ سے اس طرح زخمی کیے گئے تھے؛ البتہ اس کی تفصیل میں اختلاف ہے، مستدرک کی روایت ہے کہ حجاج نے جب خانہ کعبہ میں منجنیق نصب کرائی اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا تو اس کا یہ فعل شنیع ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بہت ناپسند ہوا، آپ نے اس کو بہت برا بھلا کہا، حجاج برافروختہ ہوگیا اور اس کے اشارے سے شامیوں نے زخمی کردیا۔ (مستدرک حاکم)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عبدالملک نے حجاج کو ہدایت کی تھی کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت نہ کرے، یہ حکم اس پر بہت شاق گذرا؛ لیکن عدول حکمی بھی نہیں کرسکتا تھا، اس لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور آپ کو زخمی کرادیا۔ (تہذیب التہذیب)

ابن سعد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس میں اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام لگایا کہ انہوں

نے نعوذ باللہ کلام اللہ میں تحریف کی ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی تردید کی اور فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے، نہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ میں اتنی طاقت ہے نہ تجھ میں یہ مجال ہے، مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ علانیہ کوئی بُرا برتاؤ نہیں کر سکتا تھا، اس لیے خفیہ انتقام لیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

ابن خلقان اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت میں اس کے علاوہ دو روایتیں نقل کی گئی ہیں، ایک یہ کہ ایک دن حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت تنگ ہو گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آفتاب تیرا انتظار نہیں کر سکتا، حجاج نے کہا جی میں آتا ہے کہ تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں، فرمایا تجھ کوتاہ بین سے یہ بھی کچھ بعید نہیں، دوسری روایت یہ ہے کہ عبدالملک نے فرمان جاری کیا کہ تمام حجاج مناسک حج میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کریں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما عرفات اور دوسرے مواقف سے بغیر حجاج کا انتظار کیے بڑھ جاتے تھے، حجاج کی فرعونیت کب اس کو گوارا کرتی؛ مگر عبدالملک کے حکم سے مجبور تھا، اس لیے آپ کی جان کا خواہاں ہو گیا۔ (ابن خلکان، مطبوعہ مصر، واسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت: ۳۰ر)

ابن عبدالبر نے استیعاب میں بھی یہی دونوں روایتیں نقل کی ہیں، اگرچہ ان روایتوں کی صورت واقعہ میں اختلاف ہے، مگر تضاد نہیں، اس لیے ان میں سے کسی کو غلط نہیں کہا جا سکتا، ہو سکتا ہے کہ یہ تمام واقعات یکے بعد دیگرے آتے رہے، مگر حجاج ضبط کرتا رہا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے اس کی پیش نہیں چلتی اور وہ اس کو مطلق دھیان میں نہیں لاتے تو آخر میں آپ کا قصہ ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا، لیکن علی الاعلان وہ آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا، اس لیے یہ صورت نکالی کہ اپنے آدمیوں میں سے کسی کو حکم دیا کہ وہ حج کے موقع پر جب لوگوں کا اژدحام ہوتا ہے مسموم نیزہ سے آپ کے پاؤں میں خراش دیدیں، اس اژدحام میں زخمی کرنے والا گرفتار بھی نہ ہو سکے گا اور زہر کے اثر سے آپ کا کام بھی تمام ہو جائے گا اور یہ ہوا، جب آپ بیمار ہوئے تو حجاج عیادت کو آیا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ کاش مجھ کو ملزم کا پتہ چل جاتا تو میں اس کی گردن اُڑا دیتا، آپ نے فرمایا تم ہی نے یہ سب کچھ کیا اور پھر کہتے ہو کہ میں مجرم کو قتل کر دیتا، نہ تم حرم میں اسلحہ باندھنے کی اجازت دیتے نہ یہ واقعہ پیش آتا، (مستدرک حاکم) یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو مدینہ منورہ میں وفات پانے کی تمنا بہت تھی، چنانچہ جب آپ کی حالت نازک ہوئی تو دعا کرتے تھے کہ خدایا مجھ کو مکہ میں موت نہ دے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول جز) اور اپنے صاحبزادہ سالم سے وصیت بھی کی کہ اگر میں مکہ ہی میں مر جاؤں تو حدود حرم کے باہر دفن کرنا؛ کیونکہ جس زمین سے ہجرت کی پھر اسی میں پیوند خاک ہوتے اچھا نہیں معلوم ہوتا، وصیت کے چند دنوں بعد سفر آخرت کیا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول) اور علم وعمل کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔

تجہیز وتکفین

وفات کے بعد وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا، مگر حجاج نے مداخلت کی اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی، مجبوراً "فخ" مہاجرین کے قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔ (تلخیص مستدرک، جلد، وطبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت تذکرہ ابن عمر)

فضل وکمال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی صحبت آپ کی بارگاہ کی دائمی حاضر باشی، سفر وحضر کی ہمرکابی، فاروق اعظم کی تعلیم وتربیت اور خود ان کی تلاش وجستجو نے مذہبی علوم کا دریا بنا دیا تھا، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بے کران تھے، آپ کا شمار علمائے مدینہ کے اس زمرہ میں تھا جو علم وعمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد)

تلاوت وتفسیر قرآن

تلاوت قرآن کے ساتھ آپ کو غیر معمولی شغف تھا، اس کی سور وآیات پر فکر وتدبر میں عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ صرف بقرہ پر برس صرف کیے، (موطا امام مالک مطبع احمدی دہلی) اس غیر معمولی شغف نے آپ میں قرآن کی تفسیر وتاویل کا غیر معمولی ملکہ پیدا کر دیا تھا، فہم قرآن کا ملکہ آپ میں عنفوان شباب ہی میں پیدا ہوگیا تھا، چنانچہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی علمی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے گرد صحابہ رضی اللہ عنہ کا مجمع تھا، ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی اس مثال:

"أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السماء تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا" (ابراھیم)

تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ وہ پاک درخت کے مثل ہے جسکی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان تک ہیں وہ اپنے خدا کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے۔

کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ درخت کون سا ہے، جو مرد مسلم کی طرح سدا بہار ہے، اس کے پتے کبھی خزاں رسیدہ نہیں ہوتے اور ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، اس سوال کے جواب میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہ حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک خاموش رہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے؛ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے ہی سمجھ چکے تھے؛ لیکن اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کی خاموشی کی وجہ سے چپ رہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے جواب کیوں نہ دیا، تمہارا جواب دینا مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(بخاری وفتح الباری، کتاب التفسیر سورہ ابراہیم وکتاب العلم باب الفہم)

قرآن کے الفاظ کے معنوں پر بہت غائر نظر تھی، وہ ان کے ایسے جامع معنی اختیار کرتے تھے جو مفہوم پر پورے طور سے عادی ہوتی تھے، چنانچہ "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوكِ الشمس الى غسق الليل" میں دلوک کے معنی ڈھلنے کے لیتے تھے۔

"دلوک" لغت میں ڈھلنے زرد ہونے غروب ہونے، تینوں معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے معنی مطلق ڈھلنے کے لیتے تھے، (موطا امام مالک مطبع احمدی دہلی باب ماجاء فی دلوک الشمس وغسق اللیل) اس معنی سے ظہر، عصر اور مغرب تینوں کے اوقات متعین ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ میل یا زوال کی تین منزلیں ہیں، ایک متعارف جس میں سمت الراس سے زوال ہوتا

ہے، جو ظہر کا وقت ہے، دوسرا جس میں سمت نظر سے ڈھلتا ہے، یہ عصر کا وقت ہے، تیسرا وہ جس میں سمت افق سے ڈھل کر غروب ہو جاتا ہے، یہ مغرب کا وقت ہے۔

بعض اوقات آیات کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کی لاعلمی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہو جاتے ہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی فہم قرآنی سے اس قسم کے شکوک کا ازالہ کر دیتے تھے، ایک شخص کو قرآن پاک کی اس آیت:

"وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ" (التوبہ)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے، اس کو عذاب الیم کی بشارت دیدو۔

کے بارہ میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ زکوٰۃ دینے کے بعد کیوں انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے اور عدم انفاق کی صورت میں عذاب الیم کی وعید کیوں ہے، اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا، آپ نے بتایا کہ یہ وعید اس شخص کے لیے ہے، جو سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ نہیں دیتا، وہ قابل افسوس ہے اور یہ آیت زکوٰۃ کے نزول کے قبل کی ہے، زکوٰۃ تو خود ہی مال کو طاہر کر دیتی ہے۔

(بخاری، کرزن پریس دہلی)

اسی آیت میں ایک شخص نے کنز کے معنی پوچھے، آپ نے ایسے لطیف معنی بتائے کہ اگر یہ آیت نزول زکوٰۃ کے بعد کی بھی ہوتی تب بھی اس پر کوئی اعتراض نہ ہو سکتا، کنز کے لغوی معنی مال مدفونہ کے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ کنز اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا کی جائے، اس معنی سے لاینفقون کا مفہوم صرف یکنزون سے ادا ہو جاتا ہے اور ینفقونہا سے مزید تاکید ہو جاتی ہے اور کنز کے لغوی معنی بھی نہیں جاتے، کیونکہ زکوٰۃ نہ دی جائے گی تو خواہ مخواہ جمع ہی ہوگا، ورنہ پھر زکوٰۃ کا مطالبہ اور عذاب الیم کی وعید کیوں ہوتی اور جمع بمنزلہ دفن کے ہے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قرآن پاک اصل مفہوم و منشاء اور اس کے انداز بیان کو سمجھنے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کیسا ملکہ حاصل تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ فتنہ میں قتال کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، قرآن کا حکم ہے کہ:

قاتلو هم حتی لاتکون فتنة ان لوگوں سے مقاتلہ کرو یہاں تک کہ فتنہ نہ باقی رہے

یہ سوال مسلمانوں کی خانہ جنگی کے زمانہ میں کیا گیا تھا، انہوں نے فرمایا تم فتنہ کے معنی کیا سمجھتے ہو، یہاں قتال علی الفتنہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم بادشاہت کے لیے لڑو، بلکہ قتال سے وہ قتال مراد ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے مشرکین کے ساتھ فرمایا تھا، کہ ان کے دین میں داخل نہ ہونا مسلمانوں کے لیے فتنہ تھا۔ (موطا امام مالک)

صحیح بخاری میں اس واقعہ کے متعلق جو روایت ہے وہ اس سے زیادہ صحیح ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہنگامہ کے زمانہ میں دو آدمی ان کے پاس آئے اور کہا سب لوگ ختم ہو چکے، آپ عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ کیوں نہیں میدان میں آتے، فرمایا خدا نے بھائی کا خون حرام کیا ہے اس لیے میں نہیں نکلتا، دونوں نے کہا خدا تو خود فرماتا ہے۔

"وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ" (البقرہ)

یعنی ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص خدا کے لیے ہو جائے۔

فرمایا بیشک ہم لڑے، یہاں تک فتنہ باقی نہ رہا اور دین خدا کے لیے ہو گیا اور تم لوگ اس لیے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو اور دین غیر خدا کے لیے ہو جائے، دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا یہ اس وقت کا حکم ہے جب مسلمان تعداد میں کم تھے اور وہ اپنے مذہب کا اعلان نہیں کر سکتے اور جب کرتے تھے تو کفار ان کو ستاتے تھے، یہی فتنہ تھا جس کو روکنے کے لیے جہاد تھا، اب مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی، اس لیے اب اس فتنہ کا ڈر نہیں رہا۔ (یہ دونوں روایتیں صحیح بخاری: ۲، کتاب التفسیر باب قاتلوھم حتی لاتکون فتنة میں ہیں)

حدیث

تفسیر قرآن کے بعد حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شمار اساطین حفاظ حدیث میں ہے، اگر ان کی مرویات کی تعداد حدیث کی کتابوں سے علیحدہ کر لی جائے تو ان کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائیں گے۔

(تہذیب الکمال: مطبوعہ مصر)

حدیث کی طلب وجستجو

ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا شوق اور اس کی اس قدر جستجو تھی کہ اپنی غیر حاضری کے اقوال اور افعال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ان لوگوں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے پوچھ لیا کرتے تھے اور ان کو یاد رکھتے تھے، (اصابہ) اگر کوئی ایسی حدیث یا ایسا مسئلہ سنتے، جو ان کے علم میں نہ ہوتا، تو فوراً خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، یا حدیث کے راوی کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرتے، ایک مرتبہ کسی نے ایک مسئلہ بیان کیا، جو ان کے علم میں نہ تھا، فوراً خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اس کی تصدیق کی، (صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا) ایک مرتبہ ایک لیثی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے سونا چاندی کی بیع صرف اس صورت میں جائز رکھی ہے کہ برابر ہو، ان کو اس کا علم نہ تھا، اس لیے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس کی تصدیق کی۔ (ایضا، باب الرباء)

حدیث کی اشاعت وتعلیم

اس تلاش وجستجو نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حدیث کا دریا بنا دیا تھا جس سے ہزاروں لاکھوں مسلمان سیراب ہوئے، ان کی ذات سے حدیث کا وافر حصہ اشاعت پذیر ہوا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے بعد ساٹھ سال سے زیادہ زندہ رہے، اس میں آپ کا مشغلہ صرف علم کی اشاعت تھا، (استیعاب) اسی لیے آپ نے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا کہ اس سے یہ مبارک سلسلہ منقطع ہو جاتا، مدینہ میں مستقل حلقہ درس تھا، اس کے علاوہ اشاعت کے لیے سب سے بہترین موقع حج کا تھا، جس میں تمام اسلامی ملکوں کے مسلمان جمع ہوتے تھے، چنانچہ آپ اس موقع پر فتوی دیتے تھے، اس سے بہت جلد مشرق سے مغرب تک احادیث پھیل جاتی تھیں، (اسد الغابہ) لوگوں کے گھروں پر جا کر حدیث سناتے تھے، زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عبداللہ بن مطیع کے یہاں گئے، عبداللہ نے خوش آمدید کہا اور ان کے لیے فرش بچھایا، انہوں نے کہا میں اس

وقت تمہارے پاس صرف ایک حدیث سنانے کی غرض سے آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے دستبرداری کی وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (مسند احمد بن حنبل)

ان کی تعلیم کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا، علی بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں حالتِ نماز میں کنکریوں سے شغل کر رہا تھا، نماز تمام کر چکا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹوکا اور کہا جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے، اس طریقہ سے پڑھا کرو، پھر خود ہی طریقہ بتایا۔ (موطا امام مالک العمل فی الجلوس فی الصلوٰۃ)

ایک مرتبہ سعید بن یسار مکہ کے راستہ میں آپ کے ساتھ تھے صبح ہونے کے قریب ہوئی تو سعید نے سواری سے اتر کر وتر پڑھی اور پڑھ کر پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مل گئے، انہوں نے پوچھا کہاں تھے، کہا صبح ہو جانے کے خوف سے سواری سے اتر کر وتر ادا کی، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تمہارے لیے اسوہ حسنہ نہیں ہے، سعد نے کہا خدا کی قسم ضرور ہے، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ ہی پر بیٹھے بیٹھے وتر پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک باب الامر بالدیہ)

خود آپ کی ذات گرامی اوصاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی زندہ تصویر اور ایسا جامع مرقع تھی جو سینکڑوں درس اور ہزاروں تلقینات سے زیادہ کارآمد تھی جس کا صرف ایک نظر دیکھ لینا اور چند ساعتیں آپ کی صحبت اٹھا لینا برسوں کے درس و تدریس کے برابر ہوتا ہے، آپ کے صحیفہ زندگی میں تمام احادیث عملاً بعنوان جلی مرقوم تھیں وہ تمام صحابہ اور تابعین جنہوں نے ان کو دیکھا تھا، بالاتفاق ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے تھے، حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی وفات کے بعد ہر شخص کچھ نہ کچھ بدل گیا، عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نہیں بدلے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتی تھیں کہ عہد نبوی کی حالت و کیفیت کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی پابند نہیں رہا، حضرت نافع جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خادم اور شاگرد خاص تھے اور جو ان کی خدمت میں تیس برس رہے تھے، وہ تابعین اور اپنے شاگردوں سے کہتے کہ اگر اس زمانہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما ہوتے تو ان کو آثار نبوی کی شدت سے اتباع کرتے ہوئے دیکھ کر تم یہی کہتے کہ یہ دیوانہ ہے۔

(مستدرک، وطبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

آپ کی ذات دوسروں کے لیے نمونہ تھی، لوگ دعا کرتے تھے کہ خدایا ہماری زندگی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کو زندہ رکھ کہ ان کی اقتدا سے فیض یاب ہوتے رہیں، ان سے زیادہ عہد رسالت کا کوئی واقف کار نہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز، قسم اول)

اکابر علماء مشکلات میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، سعید بن جبیر جو خود بھی بڑے تابعی تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے لعان کے متعلق مجھ سے سوال کیا، مجھ کو معلوم نہ تھا، میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جا کر دریافت کیا، (مسلم کتاب اللعان) ابن شہاب زہری جن سے بڑا کوئی محدث تابعین میں نہیں گذرے، کہا کرتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ برس تک افادہ خلق میں مصروف رہے، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات چھپی نہ تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ کرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

چونکہ آپ ایک عالم کے مقتدا تھے، آپ کا ہر قول وفعل دوسروں کے لیے نمونہ بن جاتا تھا، اس لیے اپنے ان اموروا عمال کی جن کا سنت سے تعلق نہ ہوتا، بلکہ طبعاً یا بدرجہ مجبوری سرزد ہوتے تو تصریح فرمادیتے تھے، آپ مروہ میں بال بنوار ہے تھے، لوگ گردو پیش جمع ہو کر دیکھنے لگے، فرمایا یہ سنت نہیں ہے، بلکہ بال تکلیف دے رہے تھے، اس لیے بنوادیے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز، قسم اول)

ایک شخص آپ کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا، چوتھی رکعت میں پلتھی مار کر بیٹھا اور دونوں پاوں موڑ لیے، آپ نے اس کو مذموم بتایا، اس نے کہا آپ ایسے بیٹھتے ہیں، فرمایا مجبوری سے کرتا ہوں، (موطا امام مالک العمل فی الجلوس فی الصلوٰۃ) آپ کا بدن بھاری تھا اس لیے مسنون طریقہ سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

احتیاط فی الحدیث

لیکن اس فضل وکمال، اس وسعت علم اور اس دقت نظر کے باوجود حدیث بیان کرنے میں حد درجہ محتاط تھے، محمد بن علی راوی ہیں کہ صحابہ کی جماعت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں کوئی محتاط نہ تھا، وہ حدیث میں کمی وبیشی سے بہت ڈرتے تھے، (تذکرۃ الحفاظ) ابو جعفر کا بیان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں کمی وزیادتی سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے، (مستدرک) سعید اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ حدیث نبوی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ محتاط میری نظر سے کوئی نہیں گذرا، (اصابہ) اس لیے آپ عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ مدینہ کے راستہ میں میرا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ساتھ ہوا، اس درمیان میں انہوں نے صرف ایک حدیث بیان کی، (بخاری، باب الفہم فی العلم) امام شعبی کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھا؛ لیکن انہوں نے کوئی حدیث نہیں بیان کی، اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ روایت حدیث کو برا سمجھتے تھے یا کم بیان کرتے تھے؛ بلکہ بلا ضرورت نہیں بیان کرتے تھے۔

وہ احادیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے الفاظ میں روایت کرنا ضروری سمجھتے اور اس میں تغیر پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ حدیث سنا رہے تھے کہ:

مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَشَاةٍ مِنْ بَيْنِ رَبِيضَيْنِ إِذَا أَتَتْ هَؤُلَاءِ نَطَحَتْهَا وَإِذَا أَتَتْ هَؤُلَاءِ نَطَحَتْهَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فوراً ٹوک دیا کہ یہ حدیث اس طرح نہیں؛ بلکہ یوں ہے، "كَشَاةٍ بَيْنَ غَنَمَيْنِ" عبید عمر میں آپ ست بڑے تھے، اس لیے ان کو غیرت آگئی، بہت برہم ہوئے، ان کے اس بے جا غصہ کا یہ جواب دیا کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے اس طریقہ سے نہ سنا ہوتا تو نہ تردید کرتا۔ (مسند ابن حنبل)

اس احتیاط کی بنا پر اکابر علما آپ کی مرویات کو اتنی قابل اعتماد سمجھتے تھے کہ پھر کسی مزید توثیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی، امام شعبی فرماتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بہت درست ہوتی تھی، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ ان کی رائے کے بعد پھر کسی دوسری رائے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، موطا امام مالک جس کو امت نے کتاب اللہ کے بعد صداقت اور وثوق میں دوسرا درجہ دیا ہے زیادہ تر ان ہی کی روایات پر مشتمل ہے، خصوصاً وہ روایات جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے ان کے خادم وشاگرد نافع نے بیان کی ہیں اور ان سے امام مالک نے سنا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں تقریباً پندرہ برس رہے، پھر شیخین کا پورا زمانہ دیکھا اور حضرت عمر کی خدمت میں گویا تیس برس رہے، پھر حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں تیس برس رہے، پھر امام مالک حضرت نافع کے حلقہ درس میں دس بارہ برس بیٹھے، اسی طرح "مالک عن نافع عن ابن عمر" کا سلسلہ محدثین کے نزدیک سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے اور بجا کہا جاتا ہے کہ:

این سلسلہ از طلائے ناب است   این خانہ تمام آفتاب است

ذات نبوی کے علاوہ آپ کے شیوخ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہ، اور حفصہ رضی اللہ عنہ جیسے اکابر امت ہیں۔ (تہذیب التہذیب، دائرۃ المعارف حیدر آباد)

تلامذہ

آپ کے علم کی کثرت اور فیضان نے آپ کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا، صاحبزادوں میں بلال، حمزہ، زید، سالم، عبداللہ، عبید اللہ، عمر، پوتوں میں ابو بکر، محمد، عبداللہ، غلاموں میں نافع، اسلم، بھتیجوں میں حفص، عبداللہ، عام لوگوں میں زید، خالد، عروہ، ابن زبیر، موسیٰ بن طلحہ، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، عامر بن سعد، حمید بن عبدالرحمٰن، سعید ابن میسب، عون بن عبداللہ، قاسم، محمد بن ابی بکر، مصعب بن سعد، ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، انس بن سیرین، بسر بن سعید، بکر بن عبداللہ المزنی، ثابت البنانی، جبلہ بن سحیم، حرملہ، حکم بن مینا، حکیم بن ابی جرہ، حمید بن عبدالرحمٰن حمیری، ابو صالح الصمان زادان ابو عمر، زبیر بن عربی زیاد بن جبیر، ابو عقیل، زہرہ بن معبد، سالم بن ابی الجعد، زید بن جبیر، خشمی، سعد بن عبیدہ، سعید ابن حارث، سعید بن عمرو، صفوان بن محرز، طاؤس عطا، عکرمہ، مجاہد، سعید ابن جبیر، ابو الزبیر، عبداللہ بن شقیق، عقیلی عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن مرہ ہمدانی، عبداللہ ابن کیسان، عبید بن جریج، عبداللہ بن مقسم، عکرمہ بن خالد مخزومی، علی بن عبداللہ البارقی، علی بن عبدالرحمٰن وغیرہ ہم۔

(تہذیب التہذیب تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

فقہ

حدیث کے بعد فقہ کا درجہ ہے کہ اسی پر تشریع اسلامی کا دارومدار ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو تفقہ فی الدین میں درجہ کمال حاصل تھا، آپ کی ساری عمر علم وافتا میں کٹی، مدینہ کے ان مشہور صاحب فتاویٰ صحابہ رضی اللہ عنہ میں جن کے فتاویٰ کی تعداد زیادہ ہے، ایک ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، (اعلام الموقعین ابن قیم) فقہ مالکی جو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی فقہ ہے، اس کا تمام تر دارومدار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فتاوی پر ہے، (مقدمہ مسوی شرح موطا شاہ ولی اللہ صاحب) اس بنا پر امام مالک فرماتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ائمہ دین میں تھے، (تہذیب التہذیب) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فتاوی جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے، (اعلام الموقعین ابن قیم) کبار کی رائے ہے کہ تنہا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال، اسلامی مسائل کے استفتاء کے لیے کافی ہیں۔

احتیاط فی الفتاویٰ

مگر اس تفقہ کے باوجود حدیث کی طرح فتاوی میں بھی بہت محتاط تھے، جب تک کسی مسئلہ کے متعلق پورا یقین نہ ہوتا، فتویٰ نہ دیتے، حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ وہ اپنے فتوں میں اور اعمال میں نہایت سخت محتاط تھے اور خوب سوچ سمجھ کر کہنے والے اور کرنے والے تھے۔ (استیعاب)

اگر کوئی مسئلہ نہ معلوم ہوتا تو اپنی کسرِ شان کا لحاظ کیے بغیر نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے، ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا، آپ کو علم نہ تھا، فرمایا مجھے نہیں معلوم، اس کو ان کی صاف بیانی پر تعجب ہوا، کہنے لگا، ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی خوب آدمی ہیں جو چیز معلوم نہ تھی اس سے صاف لاعلمی ظاہر کر دی، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت) عقبہ بن مسلم کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، فرمایا مجھ کو نہیں معلوم، تم میری پیٹھ کو جہنم کا پل بنانا چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ کو ایسا فتویٰ دیا تھا۔ (اصابہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما کو آپ کا یہ طرزِ عمل تعجب انگیز معلوم ہوتا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو ابن عمر رضی اللہ عنہما پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہیں اور مستفتی کو لوٹا دیتے ہیں، (تذکرہ الحفاظ) اگر کبھی فتویٰ دینے کے بعد غلطی معلوم ہوتی تو بلا پس و پیش پہلے فتویٰ سے رجوع کر لیتے اور مستفتی کو صحیح فتویٰ سے آگاہ کر دیتے، ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آبی مردار کے متعلق استفتاء کیا کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں، آپ نے ناجائز بتایا، بعد میں قرآن منگا کر دیکھا تو یہ حکم ملا "احل لكم صيد البحر وطعامه" چنانچہ انہوں نے عبدالرحمٰن کے پاس کہلا بھیجا کہ اس کے کھانے میں کوئی ہرج نہیں، (موطا امام مالک، باب ماجاء فی صید البحر) دوسرے عام مفتیوں کو بھی اپنی رائے و قیاس سے فتویٰ دینے سے منع فرماتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بصرہ کے مفتی تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہما ان سے ملے تو پہلی ہدایت یہی فرمائی کہ تم بصرہ کے مفتی ہو، لوگ تم سے استفتا کرتے ہیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر فتوی نہ دیا کرو، (اعلام الموقعین) آپ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے علاوہ کوئی تیسری قسم تھی ہی نہیں۔ (ایضاً)

قیاس واجتہاد

تاہم اس احتیاط کے باوجود بعض مسائل میں قیاس واجتہاد ناگزیر ہے؛ کیونکہ کتاب وسنت میں تمام مسائل کا استقصا نہیں ہے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا، ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں اور عملی مثالوں کی طرف رجوع کرتے تھے، جب مقصد حاصل نہ ہوتا تو اجتہاد کرتے، (تذکرہ الحفاظ ذہبی) لیکن مستفتی سے کہہ دیتے کہ یہ میرا قیاس ہے، طاوس کا بیان ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوتا جس کے بارہ میں کتاب اور سنت میں کوئی حکم نہ ہوتا، تو پوچھنے والوں سے کہتے کہ، اگر کہو تو اپنے قیاس سے بتا دوں۔ (اعلام الموقعین)

لیکن قیاس واجتہاد میں بھی آپ کو ایسا خداداد ملکہ حاصل تھا اور آپ کی رائے بھی اتنی صائب اور فیصلہ کن سمجھی جاتی کہ بڑے بڑے ائمہ اس کے بعد پھر کسی دوسرے کی رائے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے، امام ابن شہاب زہری نے اپنے شاگرد امام مالک کو ہدایت

کی تھی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں کسی کی رائے کو ترجیح نہ دینا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے بعد ساٹھ برس تک زندہ رہے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کی کوئی بات ان سے چھپی نہ تھی، (تذکرہ الحفاظ) امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بڑے صائب الرائے تھے، (متدرک) بڑے بڑے مشائخ کہا کرتے تھے کہ جس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو اختیار کیا اس نے پھر تلاش وتفحص کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ (تذکرہ الحفاظ:

بعض فتاوے

ایک شخص نے حاملہ عورت کے روزہ کی نسبت پوچھا کہ اگر حاملہ کو روزہ سخت معلوم ہو، یا اس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، تو وہ روزہ رکھے یا افطار کرلے فرمایا افطار کرلے اور روزہ کے عوض روزانہ ایک مد گیہوں مسکین کو دیدیا کرے، (موطا امام مالک: جدیۃ من افطرفی رمضان) قرآن پاک کی آیت، "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ" کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہ کی دو جماعتیں ہیں، ایک اس حکم کو منسوخ سمجھتی ہے اور دوسرے اس کو حاملہ، دودھ پلانی والی اور کبیر السن بوڑھوں کے لیے مخصوص کرتی ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فتویٰ دوسرے فریق کی تائید کرتا ہے۔

عورتوں کے استعمالی زیوروں کی زکوٰۃ کے بارہ میں صحابہ رضی اللہ عنہ اور مجتہدین کا اختلاف ہے، ایک گروہ اس کی بھی زکوٰۃ واجب ٹھہراتا ہے، جو حنفیہ کا مسلک ہے، دوسرا گروہ زیور میں زکوٰۃ کے وجوب کا قائل نہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل دوسرے گروہ کا موئد ہے؛ چنانچہ اپنی لڑکیوں کو سونے کے زیورات پہناتے تھے اور ان کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے، (ایضاً: مالا زکوٰۃ فیہ من الحلی اولتبر والعنبر) اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ فیصلہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمالی زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے کہ وہ ایک طرح سے عملاً عورت کے ضروریات میں سے ہیں، ہاں البتہ اگر کوئی زیور کو سرمایہ کے طور پر تجارت کی غرض سے رکھے تو بے شبہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، صحابہ رضی اللہ عنہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے اور مجتہدین میں امام شافعی وغیرہ اس طرف گئے ہیں۔

سکھائے ہوئے کتے کے شکار کی حلت کا مسئلہ تو خود قرآن پاک میں مذکور ہے، مگر اس کی بعض تفصیلات میں لوگوں کا اختلاف ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ تھا کہ اگر کتے نے شکار کا کوئی حصہ خود نہیں کھایا ہے تو خواہ وہ شکار مردہ ملے یا زندہ، دونوں صورتوں میں کھایا جاسکتا ہے۔ (موطا امام مالک ماجاء فی صید المعلمات)

اگرچہ غلام کے افعال عموماً آقا کی مرضی کے تابع ہیں، تاہم اس کے کچھ فطری حقوق ایسے ہیں جن میں اس کو مکمل اختیار ہے اور آقا کی مرضی اور منشاء کو کوئی دخل نہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما غلام کے ان حقوق کے بڑے محافظ تھے، فرماتے تھے کہ اگر غلام کو آقا نے شادی کی اجازت دے دی تو پھر طلاق دینے نہ دینے کا کامل اختیار اسی غلام کو ہوگا، آقا کو اس میں کوئی دخل نہ ہوگا، یعنی اگر آقا طلاق دلانا چاہے تو غلام طلاق دینے پر مجبور نہیں ہے۔ (ایضاً ماجاء فی طلاق العبد)

اسی طرح آپ عورتوں کے حقوق کے بھی بڑے محافظ تھے کہ ان کے شوہران کو بازیچہ اطفال نہ بنالیں کہ جب تک چاہا کھیلا اور جب چاہا بگاڑ دیا، ایک شخص نے آکر پوچھا کہ ابو عبدالرحمن میں اپنی بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دیدیا تھا، یعنی طلاق اس کی

مرضی پر محول کردی تھی اس نے طلاق لے لی، آپ کا کیا فتویٰ ہے، فرمایا عورت نے جو کچھ کیا صحیح کیا، یعنی طلاق پڑ گئی اس نے کہا ایسا نہ کیجئے فرمایا میں کرتا ہوں کہ تم نے خود کیا۔ (ایضا ما جاء فی الخلیۃ والبریہ واشاہ ذالک)

ربا (سود) کے معاملہ میں بہت سخت تھے، اگر ربا کا خفیف شائبہ بھی نکلتا، تو اس کو ناجائز سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک سنار نے پوچھا کہ میں سونے کی چیزیں بنا کر اس سے زیادہ وزن کے سونے کے ساتھ بیچتا ہوں اور یہ زیادتی میری محنت کا صلہ ہوتی ہے، آپ نے منع کیا، سونار بار بار پوچھتا تھا اور آپ منع کرتے تھے، آخر میں فرمایا کہ دینار سے دینار اور درہم سے درہم کے تبادلہ میں کسی قسم کی زیادتی نہ ہونا چاہئے اس کا مجھ سے عہد لیا گیا ہے اور میں تم سے عہد لیتا ہوں۔ (ایضا بیع الذہب والورق عیناً وتبراً)

اس تشدد کی بنا پر آپ قرض کے معاملہ میں کسی جانب سے بھی رعایت پسند نہ کرتے تھے؛ چنانچہ یہ صورت بھی آپ کے نزدیک ناپسندیدہ تھی کہ ایک شخص مدتِ معینہ کے لیے قرض لے پھر قرض خواہ مدت معینہ سے پہلے روپیہ لینا چاہے اور اس کے عوض میں رقم کا کچھ حصہ چھوڑ دے، (زرقانی شرح موطا: مطبوعہ مصر) گو ربا کا فائدہ قرض خواہ کو ملتا ہے، اس لیے عام معنی میں یہ شکل ربا کے تحت میں نہیں آتی، لیکن چونکہ قرض کے سلسلہ میں رعایت ہے اور اس سے ایک فریق کو فائدہ پہنچتا ہے، اس لیے اس میں ان کو ربا کا شائبہ نظر آیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فضل وکمال کی جستجو میں جہاں تک ہم اندازہ کر سکے ہیں، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی علوم کے علاوہ عرب کے دوسرے مروجہ علوم شاعری، نسابی اور خطابت کو آپ کی بارگاہ علم میں بار نہ تھا، اس کا ایک کھلا ہوا سبب یہ ہے کہ آپ زہد و اتقا کے سبب سے مذہبی علوم کے علاوہ دوسرے علوم میں وقت صرف کرنا پسند نہ فرماتے تھے، اس لیے جو وقت بھی ملتا تھا، وہ اسی علمی جہاد میں صرف ہوتا تھا، دوسرا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے جاہلانہ جذبات سے آپ کا دامن اخلاق ہمیشہ پاک رہا، حسن وعشق، حسب ونسب، غلط تہور وشجاعت آپ کے نزدیک بے معنی الفاظ تھے، اس لیے آپ شاعر اور نساب نہ بن سکے کہ یہی چیزیں عرب کی شاعری کے عناصر اور اسکی ماۂ خمیر ہیں۔

سیاست کے خارزار سے ہمیشہ دامن کشاں رہے، اس لیے تیغ زبان کے جوہر نہ کھلے؛ چنانچہ انہوں نے خطیب کی حیثیت سے کوئی خاص شہرت نہیں حاصل کی، تاہم اپ کے مختصر کلمات اور حکیمانہ اقوال پر زور خطبوں سے زیادہ وقیع، زیادہ پر اثر اور زیادہ مفید تھے، اہل علم کے بارے میں فرماتے تھے کہ " آدمی اس وقت اہل علم کے زمرہ میں شمار ہونے کے قابل ہوگا جب وہ اپنے سے بلند آدمی پر حسد نہ کرے گا اور اپنے سے کمتر کو حقیر نہ سمجھے گا اور اپنے علم کی قیمت نہ لے گا، ایمان کے متعلق فرماتے تھے کہ بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک وہ مذہب کے اس بلند مقام پر نہ پہنچ جائے جہاں سے عوام اس کے مذہب میں اس کو احمق نظر آئیں، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بندہ خواہ وہ خدا کے نزدیک برگزیدہ ہی کیوں نہ ہو، مگر جب دنیا کا کچھ حصہ اس کو مل جاتا ہے تو خدا کے یہاں اس کا کوئی نہ کوئی درجہ ضرور گھٹ جاتا ہے (ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ مقصد دوم) نیکی کے بارے میں ارشاد تھا کہ نیکی بہت آسان شے ہے، خندہ جبینی اور شیریں کلامی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت ترجمہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مطبوعہ مصر)

فضائلِ اخلاق

خشیتِ الٰہی تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، خشیت یہ ہے کہ خدا کے ذکر سے انسان کے قلب میں گداز پیدا ہو، قرآن پاک میں صحابہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ہے "اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوبُہُم" کہ جب خدا یاد آتا ہے تو ان کے دل ہل جاتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں یہ کیفیت بڑی نمایاں تھی، چنانچہ وہ قرآن پاک کی یہ آیت:

اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ(آیہ)

کیا مسلمانوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد سے ان کے دل میں خشوع پیدا ہو۔

پڑھتے تھے تو ان پر بے انتہا رقت طاری ہوتی، (اصابہ، مطبع شرفیہ مصر) ایک مرتبہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے، "فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ" تلاوت کی تو آپ اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گئے اور پاس بیٹھنے والوں پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ بہ مشکل برداشت کر سکے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز، قسم اول) فتنہ کے زمانہ میں جب ہر حوصلہ مند اپنی خلافت کا خواب دیکھتا تھا، ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے فضل و کمال، زہد و اتقا، لوگوں میں اپنی عام ہر دلعزیزی اور مقبولیت؛ بلکہ اکثروں کی خواہش کے باوجود خدا کے خوف سے محترز رہے، نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا، ایک دن ابن عمر رضی اللہ عنہما خانہ کعبہ میں سربسجود ہو کر کہہ رہے تھے کہ خدایا تو خوب جانتا ہے کہ میں نے حصولِ دنیا میں قریش کی مزاحمت صرف تیرے خوف سے نہیں کی۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

عبادت وریاضت

آپ بڑے عبادت گذار وشب زندہ دار تھے، اوقات کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں صرف ہوتا، نافع روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رات بھر نمازیں پڑھتے تھے، صبح کے قریب مجھ سے پوچھتے کہ سپیدہ صبح نمودار ہوا؟ اگر میں ہاں کہتا تو پھر طلوع سحر تک استغفار میں مشغول ہو جاتے اور اگر نہیں کہتا تو بدستور نماز میں مشغول رہتے، (اصابہ) روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد نبوی سے دن چڑھے نکلتے بازار کی ضروریات پوری کرتے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما) پھر نماز پڑھ کر گھر جاتے، محمد بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رات بھر میں چار پانچ مرتبہ اُٹھ اُٹھ کر نمازیں پڑھتے تھے، ابن سیرین کا بیان ہے کہ رات کو جتنی مرتبہ آنکھ کھلتی تھی اٹھ کر نماز پڑھتے تھے، (اصابہ) تلاوت قرآن سے بڑا شغف تھا، ایک رات میں پورا قرآن ختم کر دیتے، حج کسی سال ناغہ نہیں ہوا حتی کہ فتنہ کے زمانہ میں بھی جب مکہ بالکل غیر مامون حالت میں تھا، انہوں نے حج نہ چھوڑا، چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حجاج کی جنگ کے زمانہ میں جب انہوں نے حج کا قصد کیا تو لوگوں نے روکا کہ یہ حج کا موقع نہیں فرمایا اگر کسی نے روک دیا تو اسی طرح رک جاؤں گا، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو دشمنوں نے روکا تھا، صلح حدیبیہ کے زمانہ میں تو آپ رک گئے تھے اور اگر نہ روکا تو سعی وطواف پورا کروں گا، چنانچہ صرف اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی نیت کی تھی، انہوں نے اس موقع پر عمرہ کی نیت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے اس واقعہ سے مشابہت ہو جائے، (صحیح بخاری، کتاب المناسک باب اذا احصر المعتمر) وہ یوں بھی تمام مسائل کے بڑے واقف کار تھے اور بکثرت حج کیے تھے، اس

لیے صحابہ رضی اللہ عنہ کی جماعت میں مناسکِ حج کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے، (ابن خلکان) معمولی سے معمولی عبادت بھی نہ چھوٹتی تھی، چنانچہ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے تھے، (ابوداود: جلد اول) مسجد جاتے وقت نہایت آہستہ آہستہ چلتے کہ جتنے قدم زیادہ پڑیں گے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول)

پابندی سنت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس اور پرتو تھی، لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا، (مستدرک حاکم) صرف عبادات ہی میں نہیں ؛ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے لیے سفر میں نکلتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اس سفر میں جن جن مقامات پر اترتے تھے وہاں وہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، گذرا کرتے تھے، (اصابہ) انتہا یہ ہے کہ جس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی طہارت کی تھی، اس پر پہنچ کر وہ بھی طہارت کرلیا کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لے گئے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی عمل تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ذوالحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، مسلم جلد اول باب التعریس بذی الحلیفہ)

عام دعوت خصوصاً ولیمہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روزہ کی حالت میں بھی دعوت ولیمہ رد نہ کرتے تھے، اگرچہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہوسکتے تھے، مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے، (صحیح بخاری، باب اجابۃ الداعی فی العرس وغیرہا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مکہ میں داخل ہونے کے قبل بطحا میں تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے، (ابوداود) عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھتے تھے؛ چنانچہ ارکان میں صرف رکنِ یمانی کو چھوڑتے تھے، ترویہ کے دن احرام کھولتے تھے، رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے، چپل پہنتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کیا کرتے تھے، (بخاری) غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے وہ تمام حرکات وسکنات جو آپ نے بر سبیل سنت کیے یا طبعاً صادر ہوئے، ابن عمر رضی اللہ عنہما ان سب کی اقتداء کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

زہد وورع

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی زہد وتقویٰ کا نمونہ تھی، لوگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ان کے جیسے بہت سے لوگ تھے، لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، عام طور پر لوگوں میں آخر عمر میں جب قویٰ کا انحطاط ہوتا ہے، تو زہد وتقوی کا میلان ہوتا ہے، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی پیشانی پر عنفوان شباب ہی میں زہد وورع کا نور چمکتا تھا اور جوانان قریش میں آپ کی ذات دنیا کی ہوا وہوس اور نفس کی خواہشوں پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والی ذات تھی،

(تہذیب التہذیب) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم میں سوائے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کوئی ایسا نہ تھا جس کو دنیاوی دلفریبیوں نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو، البتہ ان کا دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہیں ہوا، (تہذیب التہذیب) اس سے بڑھ کر اُنکے زہد وتقویٰ کی کیا سند ہو سکتی تھی، کہ خود زبانِ رسالت نے ان کو "رجلٌ صالحٌ کی سند عطا کی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نوعمری کے زمانہ میں اکثر مسجد میں سویا کرتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے دوزخ کے فرشتوں کو خواب میں دیکھا، جا کر اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ جوان صالح ہے اس کے بعد وہ اکثر نمازوں میں مشغول رہے، (صحیح بخاری کتاب الرؤیا) اور آخر عمر تک یہی زندگی قائم رہی، ایک مرتبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اصحاب کو دیکھنا چاہتا ہو، جن میں آپ کے بعد بھی کوئی تغیر نہیں ہوا، تو وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھے، ان کے علاوہ ہم سے ہر شخص کو حوادث زمانہ نے کچھ نہ کچھ بدل دیا ہے، (مستدرک) حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما زہد وتقویٰ اور اصابت رائے میں ہم سب پر فائق تھے، (مستدرک) ان کی پوری زندگی بزرگوں کے بیانات کی لفظ بہ لفظ تصدیق کرتی ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی تقویٰ اور پابندی سنت کا خیال رکھتے تھے، ایک مرتبہ پانی مانگا، کسی نے شیشہ کے گلاس میں لاکر پیش کیا، انہوں نے انکار کر دیا، جب دوبارہ وہ لکڑی کے پیالے میں لایا تو پی لیا، پانی پی کر وضو کے لیے برتن مانگا، انہوں نے طشت وآفتاب پیش کیا، آپ نے انکار کر دیا، اور لوٹے سے وضو کیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزق اول)

مال ودولت آپ کی نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں تھی اور بڑی سے بڑی دولت کو ٹھکرا دیتے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یزید کو ولی عہد بنانا چاہا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عندیہ کے لئے بھیجا، انہوں نے آ کر کہا کہ آپ صحابی اور امیر المومنین کے لڑکے ہیں، لوگ بھی آپ کی بیعت پر آمادہ ہیں، پھر کیوں نہ ہم لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرلیں، انہوں نے پوچھا کیا سب آمادہ ہیں؟ کہا وہاں معدودے چند اشخاص کے سوا سب تیار ہیں، کہا اگر تین آدمی بھی میرے مخالف ہیں تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں ہے، جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ وہ کشت وخون کو ناپسند کرتے ہیں تو دبے لفظوں میں کہا کہ پھر آپ ایسے شخص کے ہاتھ پر کیوں نہ بیعت کرلیں جس پر سب متفق ہو جائیں گے، اس کے عوض آپ کو اس قدر زمین اور نقد ومال دیا جائے گا کہ آپ کی پشتہا پشت کے لیے کافی ہوگا، یہ سن کر آپ غصہ سے بیتاب ہو گئے اور کہا تمہاری یہ مجال، ابھی میرے یہاں سے نکل جاؤ اور پھر کبھی صورت نہ دکھانا، میرا دین تمہارے درہم ودینار کے عوض فروخت نہیں ہو سکتا، مجھ کو امید ہے کہ جب دنیا سے جاؤں گا تو میرے ہاتھ ان آلائشوں سے پاک ہوں گے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول) زہد وتقوی کی اصل آزمائش کا وہ وقت ہوتا ہے جب دنیا اپنے تمام ساز وسامان اور دلفریبیوں کے ساتھ دعوت دیتی ہے، مگر انسان اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بارہا ایسے موقعے ملے کہ اگر آپ چاہتے تو دنیاوی جاہ وجلال اور شان وشوکت کے بلند سے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے تھے، مگر انہوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلافت قبول کرنے کی خواہش کی اور اس پر سخت اصرار کیا، مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور ان فتنوں میں پڑنا

گوارانہ کیا، (استیعاب) اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے جس سے ان کی اصلی فطرت کا پتہ چلتا ہے، سفیان ثوریؒ امام شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، مصعب بن زبیر، عبدالملک رضی اللہ عنہ بن مروان اور ابن عمر رضی اللہ عنہما، چاروں آدمی خانہ کعبہ میں جمع تھے، سب کی رائے ہوئی کہ ہر شخص رکن یمانی پکڑ کر اپنی اپنی دلی تمناوں کے لیے دعا مانگے، پہلے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اٹھے اور دعا مانگی کہ خدایا تو بڑا ہے اور تجھ سے بڑی ہی چیزیں مانگی جاتی ہیں اس لیے میں تجھ کو تیرے عرش، تیرے حرم، تیرے نبی اور تیری ذات کی حرمت کا واسطہ دلا کر دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ حجاز پر میری حکومت اور عام خلافت نہ تسلیم کرلی جائے، اس کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اٹھے اور رکن یمانی پکڑ کر دعا مانگی کہ تو تمام چیزوں کا رب ہے، آخر میں سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے، میں تیری اس قدرت کا واسطہ دے کر جس کے قبضہ میں تمام عالم ہے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ میں عراق کا والی نہ ہو جاؤں اور سکینہ میرے نکاح میں نہ آجائے، اس کے بعد عبدالملک نے کھڑے ہو کر دعا کی کہ اے زمین وآسمان کے خدا میں تجھ سے ایسی چیزیں مانگتا ہوں جس کو تیرے اطاعت گذار بندوں نے تیرے حکم سے مانگا ہے، میں تجھ سے تیری ذات کی حرمت، تیری مخلوقات و بیت الحرم کے رہنے والوں کے حق کا واسطہ دے کر دعا مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھا، جب تک کہ مشرق ومغرب پر میری حکومت نہ ہو جائے، اور اس میں جو شخص رخنہ اندازی کرے، اس کا سر نہ قلم کردوں، جب یہ لوگ دعا مانگ چکے تو وہ بادہ حق کا سرشار اٹھا، جس کے نزدیک دنیاوی طمطراق کی حقیقت سراب سے زیادہ نہ تھی اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ تو رحمٰن ورحیم ہے، میں تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہوں جو تیرے غضب پر غالب ہے کہ تو مجھے آخرت میں رسوا نہ کر اور اُس عالم میں مجھے جنت عطا فرما۔ (ابن خلقان، مطبوعہ)

براء روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی لاعلمی میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا وہ چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ لوگ کندھوں پر تلواریں رکھے آپس میں کٹے مرتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہاتھ لاو بیعت کریں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

عموماً پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے تھے، ایک شخص چورن لایا، آپ نے پوچھا، کیا ہے؟ اُس نے کہا اگر کھانا ہضم نہ ہو تو اس سے ہضم ہو جاتا ہے، فرمایا، اس کی مجھ کو کیا ضرورت ہے میں نے تو مہینوں سے شکم سیر ہو کر کھانا ہی نہیں کھایا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

مشتبہات سے اجتناب

شدت ورع کی بنا پر ہمیشہ مشتبہ چیزوں سے پرہیز فرماتے تھے، مروان نے اپنے زمانہ میں میل کے نشان کے پتھر نصب کرائے تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہما ادھر رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، (ازالۃ الخفا: ۰ر، بحوالہ مصنف ابن ابی بکر) کہ اس میں پتھر کی پرستش کا خیالی شائبہ ہے اس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کے وقت تک کھیتوں کا لگان لیا کرتے تھے، لیکن ایک مرتبہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے کھیتوں کے کرایہ سے منع کیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سنا تو جا کر ان سے تصدیق

چاہی، رافع نے کہا کہ ہاں منع کیا ہے کہا تم کو معلوم ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زمین پر لگان لیا جاتا تھا، اگر چہ ان کو اس کا یقین نہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایسا حکم دیا ہوگا، مگر محض اس احتمال کی بنا پر لگان لینا چھوڑ دیا کہ شاید بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ممانعت فرمادی ہو اور مجھے علم نہ ہوا ہو۔ (بخاری: ر، باب ما کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یواسی بعضھم بعضا فی الزراعۃ والثمر)

ککڑی اور خربوزہ صرف اس لیے نہ کھاتے تھے کہ اس میں گندی چیزوں کی کھاد دی جاتی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

ایک مرتبہ کسی نے کھجور کا سرکہ ہدیہ بھیجا، پوچھا کیا چیز ہے، معلوم ہوا کھجور کا سرکہ ہے انہوں نے اس خیال سے پھکوا دیا کہ سکر نہ پیدا ہو گیا ہو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزوق)

اگر چہ غنا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے تاہم احتیاط کا اقتضا یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے؛ چنانچہ جب اپنے صاحبزادے کو گنگناتے ہوئے سنتے تو تنبیہ فرماتے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزوق)

اگر کسی چیز میں صدقہ کے شائبہ کا بھی وہم ہوتا تو اس کو استعمال نہ کرتے ایک دن بازار گئے وہاں ایک دودھاری بکری بک رہی تھی، اپنے غلام سے کہا لے لو، اس نے اپنے دام سے خرید لیا، آپ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لیے افطار کے وقت اسی بکری کا دودھ پیش کیا گیا، فرمایا کہ یہ دودھ بکری کا ہے اور بکری غلام کی خریدی ہوئی ہے اور غلام صدقہ کا ہے اس لیے اس کو لے جاو، مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول جز)

ایک مرتبہ کہیں دعوت میں تشریف لے گئے، وہاں پھولدار فرش بچھا ہوا تھا، کھانا چنا گیا تو پہلے ہاتھ بڑھایا، پھر کھینچ لیا اور فرمایا کہ دعوت قبول کرنا حق ہے، مگر میں روزہ سے ہوں، یہ عذر پھولدار فرش کی وجہ سے تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول)

ایک مرتبہ احرام کی حالت میں سردی معلوم ہوئی، فرمایا مجھ کو اُڑھا دو، آنکھ کھلی تو چادر کی لحاف پھول بوٹوں پر نظر پڑی جو ابریشم سے کڑھے ہوئے تھے، فرمایا اگر اس میں یہ چیز نہ ہوتی تو استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔ (اصابہ تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

صدقات وخیرات

صدقہ وخیرات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نمایاں وصف تھا، ایک ایک نشست میں بیس بیس ہزار تقسیم کر دیتے تھے، دودو تین تین ہزار کی رقمیں تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) بسا اوقات یکمشت ۳۰ ہزار کی رقم خدا کی راہ میں لٹادی، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت) قرآن پاک میں نیکوکاری کے لیے محبوب چیز خدا کی راہ میں دینے کی شرط ہے، "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت کی عملی تفسیر تھے، آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزوں کو راہِ خدا میں دیدیتے تھے، چنانچہ جو غلام آپ کو پسند ہوتا اس کو راہ خدا میں آزاد کر دیتے اور آپ کی نظر میں وہ غلام پسندیدہ ہوتا، جو عبادت گذار ہوتا، غلام اس راز کو سمجھ گئے تھے، اس لیے وہ مسجدوں کے ہو رہتے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے ذوق عبادت کو دیکھ کر خوش ہوتے اور آزاد کر دیتے، آپ کے احباب مشورہ دیتے کہ آپ کے غلام آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور صرف آزادی کے لیے یہ دینداری دکھاتے ہیں، آپ فرماتے: "من خدعنا باللہ انخدعنا لہ" جو شخص ہم کو خدا کے ذریعہ سے دھوکہ دیتا ہے ہم اس کا دھوکہ کھا جاتے ہیں، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزء ق اول) آپ کو ایک لونڈی بہت محبوب تھی، اس کو راہ خدا میں آزاد کر کے اپنے ایک

غلام کے ساتھ بیاہ دیا، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، لڑکے کو آپ چومتے اور فرماتے کہ اس سے کسی کی بو آتی ہے، (اصابہ) اسی طریقہ سے ایک دوسری چہیتی لونڈی کو آزاد کر دیا اور فرمایا

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" (ایضاً) آپ اس کثرت سے غلام آزاد کرتے تھے کہ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہو گئی تھی، (تہذیب التہذیب) ایک مرتبہ انہوں نے نہایت عمدہ اونٹ خریدا اور سوار ہو کر حج کو چلے، اتفاق سے اس کی چال بہت پسند آئی، فوراً اتر پڑے اور حکم دیا کہ سامان اتار لو اور اس کو قربانی کے جانوروں میں داخل کر دو۔ (بخاری جلد)

مسکین نوازی

مسکین نوازی آپ کا نمایاں وصف تھا، خود بھوکے رہتے، لیکن مسکینوں کی شکم سیری کرتے، عموماً بغیر مسکین کے کھانا نہ کھاتے تھے۔

آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالاں رہتی تھیں اور شکایت کیا کرتی تھیں کہ جو کھانا میں ان کے لیے پکاتی ہوں وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلا دیتے ہیں، فقراء اس کو سمجھ گئے تھے اس لیے مسجد کے سامنے آپ کی گذرگاہ پر آ کر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو لیتے آتے تھے بیوی نے عاجز ہو کر ایک مرتبہ کھانا فقراء کے گھروں پر بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ راستہ میں نہ بیٹھا کریں اور اگر وہ بلائیں تو بھی نہ آئیں ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے واپس ہو کر حسب معمول گھر آئے اور غصہ میں حکم دیا کہ فلاں فلاں محتاجوں کو کھانا بھجوا دو، کیا تم چاہتی ہو کہ میں رات فاقہ میں بسر کروں؛ چنانچہ بیوی کے اس طرز عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزو قسم اول)

اگر دستر خوان پر کسی فقیر کی صدا کانوں میں پہنچ جاتی تو اپنے حصہ کا کھانا اس کو اٹھوا دیتے اور خود روزہ سے دن گذار دیتے، ایک مرتبہ مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی، ابھی دستر خوان چنا ہی گیا تھا کہ ایک فقیر نے صدا لگائی فرمایا فقیر کو دیدو، بیوی کو عذر ہوا، پھر دوبارہ فرمایا کہ نہیں دیدو مجھ کو یہی پسند ہے، لیکن چونکہ بیوی نے آپ کی فرمائش سے پکائی تھی، اس لیے اس کو نہ دیا اور کھانے کے لیے انگور کے چند دانے خریدے گئے، ایک سائل آیا، حکم دیا انگور دیدو لوگوں نے عرض کیا آپ اس کو کھا لیجئے اس کو دوسرے دے دیئے جائیں گے فرمایا نہیں یہی دیدو مجبوراً وہی دینے پڑے اور دے کر پھر اس سے خریدے گئے، (ایضا) آپ کا یہ سلوک ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے تھے؛ چنانچہ جب دستر خوان پر بیٹھتے اور کوئی خوش پوش اور مرفہ الحال دکھائی پڑتا، تو نہ بلاتے، لیکن آپ کے بھائی اور لڑکے وغیرہ اس کو بیٹھا لیتے اور اگر کوئی خستہ حال اور مسکین نظر آتا، تو اس کو فوراً بلاتے اور فرماتے یہ لوگ شکم سیر اشخاص کو بلاتے ہیں اور جو بھوکے اور کھانے کے حاجتمند ہوتے ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (ایضا)

فیاضی اور سیر چشمی

فقراء و مساکین کے علاوہ آپ کے ہم چشم اور ہم رتبہ اشخاص پر بھی آپ کا ابر کرم رہتا تھا، اگر کبھی بھولے سے کوئی چیز کسی کے

پاس چلی جاتی تو پھر اس کو واپس نہ لیتے تھے، عطا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لیے، جب ادا کیے تو دو سو زیادہ آ گئے میں نے واپس کرنا چاہا تو کہا تمہیں لے لو، (ایضاً) اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک اور رقم کسی سے قرض لی جب واپس کی تو مقروضہ درہم سے زیادہ کھرے درہم ادا کیے، قرض خواہ نے کہا یہ درہم میرے درہموں سے زیادہ کھرے ہیں، فرمایا عمداً ایسا کیا تھا، (ایضا) آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بیس ہزار درہم ایک وقت تقسیم کر دئے، تقسیم ہو جانے کے بعد جو لوگ آئے ان کو ان لوگوں سے قرض لے کر دیتے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزدق) جن کو پہلے دے چکے تھے، اقامت کی حالت میں بھی اکثر روزہ رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی مہمان آ جاتا تو افطار کرتے کہ مہمان کی موجودگی میں روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما) جہاں مہمان جاتے دن کی مسنون مہمانی کے بعد اپنا سامان خود کرتے، جب مکہ جاتے تو عبداللہ بن خالد کے گھرانے میں اترتے؛ لیکن دن کے بعد اپنی جملہ ضروریات بازار سے پوری کرتے تھے، (ایضا)

ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے، راستہ میں ایک اعرابی ملا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کیا اور سواری کا گدھا اور سر کا عمامہ اتار کر اس کو دیدیا، ابن دینار ساتھ تھے، یہ فیاضی دیکھ کر بولے، خدا آپ کو صلاحیت دے یہ اعرابی تو معمولی چیزوں سے خوش ہو جاتے ہیں، یعنی اتنی فیاضی کی ضرورت نہ تھی، فرمایا ان کے والد میرے والد کے دوست تھے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ صلہ رحمی ہے۔ (ایضا)

استغنا

اس فیاضی کے ساتھ حد درجہ مستغنی المزاج واقعہ ہوئے تھے، کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا، لوگ خدمت بھی کرنا چاہتے تو آپ قبول نہ کرتے، عبدالعزیز بن ہارون نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ آپ اپنی ضروریات کی اطلاع مجھ کو دیا کیجئے، ان کو جواب میں لکھ بھیجا کہ جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے ان کی امداد کرو اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے کے ہاتھ سے مراد لینے والا۔ (ایضا)

مگر اسی کے ساتھ کسی کا ہدیہ بھی واپس نہیں کرتے تھے، چنانچہ مختار اکثر مال و متاع بھیجا کرتا تھا، آپ قبول کر لیتے اور فرماتے کہ میں کسی سے مانگتا نہیں، لیکن جو خدا دیتا ہے اس کو رد بھی نہیں کرتا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز و اول) آپ کی پھوپی رملہ نے دو سو دینار بھیجے، انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے ایک لاکھ کی رقم اس خیال سے پیش کرنی چاہی کہ آپ یزید کی خلافت پر راضی ہو جائیں، آپ نے فرمایا: میرا ایمان اتنا سستا نہیں ہے۔ (ایضا)

محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کا سرمایہ حیات اور جان حزین کی تسکین کا باعث تھی، آپ کی وفات کے بعد ایسے شکستہ دل ہوئے کہ اس کے بعد نہ کوئی مکان بنایا اور نہ باغ لگایا، (ازالۃ الخفاء مقصد دوم) وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو بے اختیار رو پڑتے، (ابن معتد تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما) جب سفر سے لوٹتے تو روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر

سلام کہتے، (ایضا) ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس شیفتگی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ آلِ اطہار رضی اللہ عنہ سے بھی وہی تعلق تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھا، آپ نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا عراقی، فرمایا لوگو ذرا اس کو دیکھنا یہ شخص مجھ سے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھتا ہے، حالانکہ ان لوگوں نے نبی کے جگر گوشہ کو شہید کیا ہے، جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، فرماتے تھے کہ یہ دونوں میرے باغ دنیا کے دو پھول ہیں۔ (بخاری، باب رحمۃ الولد تقبیلہ ومعانقۃ)

یہ محبت آلِ اطہار رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی؛ بلکہ جس چیز کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ کسی قسم کی نسبت ہوتی، اس سے آپ کو وہی شغف تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کبھی ایک درخت کے نیچے اترے تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ اس کو پانی دیتے تھے کہ خشک نہ ہو جائے، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ محبت تھی کہ تنگی کی حالت میں بھی وہاں سے نکلنا گوارا نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے تنگ حالی کی شکایت کی اور مدینہ سے جانے کی اجازت چاہی، اس سے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کریگا قیامت میں میں اس کا شفیع ہوں گا۔ (مسند احمد بن حنبل)

اختلاف اُمت کا لحاظ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کام سے جس میں امت مسلمہ کے اختلاف وافتراق کا ادنیٰ خطرہ بھی نکلتا ہو احتراز فرماتے تھے، ان کی حق پرستی مسلم ہے، لیکن امت کے ضرر کے خیال سے بعض مواقع پر خاموش ہو جاتے تھے، فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ سے کہا کہ خلافت کا ہم سے زیادہ حقدار کون ہے، میرے دل میں خیال آیا کہ جواب دوں کہ تم سے زیادہ وہ حقدار ہے جس نے تم کو اور تمہارے باپ کو اس پر مارا تھا، مگر فساد کے خیال سے خاموش رہا، (طبقات ابن سعد جز ق: وبخاری) اختلاف امت سے بچنے کا ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں خیال رکھتے تھے، منیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز میں قصر کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ رہا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ابتدا میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے، مگر کچھ دنوں کے بعد پوری چار پڑھنے لگے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تفریق کے خیال سے امام کے پیچھے چار پڑھتے، لیکن اکیلے ہوتے تو قصر کرتے اور فرماتے کہ "الخلاف منکر" (ابوداود، وسملم جلد باب قصر الصلوٰۃ بمعنیٰ) اختلاف ناپسندیدہ ہے، فرمایا کرتے تھے کہ اگر میری خلافت پر دو شخص کے علاوہ پوری امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم متفق ہو جائے تو بھی میں ان دو سے نہ لڑوں گا، لوگوں کو نصیحت کرتے کہ ہم دوسروں سے اس لیے لڑتے تھے کہ دین فساد کا ذریعہ نہ بنے اور خالص خدا کے لیے ہو جائے اور تم لوگ اس سے لڑتے ہو کہ دین غیر خدا کا ہو کر فتنہ وفساد کی بنیاد بن جائے، ایک شخص نے کہا کہ آپ سے زیادہ فتنہ پرداز امت محمد میں کوئی نہیں، فرمایا یہ کیسے خدا کی قسم نہ میں نے ان کا خون بہایا، نہ ان کی جماعت میں اختلاف ڈالا، نہ ان کی مجتمع قوت منتشر کی، اس نے بر سبیل مبالغہ کہا کہ اگر آپ چاہتے تو دو شخص بھی آپ کی خلافت میں اختلاف نہ کرتے، آپ نے فرمایا میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ ایک شخص کہے کہ میں تمہاری خلافت سے راضی ہوں، دوسرا کہے کہ میں راضی نہیں ہوں، براء روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی لاعلمی میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا وہ فرماتے جاتے تھے کہ لوگ تلواریں لیے

آپس میں کٹے مرتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیت کے لیے ہاتھ بڑھاو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزء ق)

اسی اختلاف امت سے بچنے کے لیے ہر خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تھے کہ مبادا انکار کسی نئے فتنہ کی بنیاد نہ بن جائے، چنانچہ فتنہ کے زمانہ میں ہر امیر کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور زکوۃ ادا کر دیتے خود فرماتے تھے کہ میں دورِ فتن میں جنگ وجدل سے الگ رہتا ہوں اور ہر غالب کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں، (ایضا) مگر یہ اطاعت اسی حد تک تھی جہاں تک مذہب اجازت دیتا اور اگر اس سے مذہبی پابندی میں کوئی خلل پڑتا، تو اطاعت ضروری نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ ابتداً حجاج کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن جب اس نے نماز میں تاخیر شروع کی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی؛ بلکہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ (طبقات، جز ق، تذکرہ ابن عمر)

اس احتیاط کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ وفساد اور افتراق کا جو طوفان اٹھا، جس میں بہت کم ایسے مسلمان تھے، جن کا ہاتھ ایک دوسرے کے خون سے رنگین نہ ہوا ہو، ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے کمالِ احتیاط کے باعث اس ہنگامہ عام میں بھی بچے رہے، چنانچہ محمد کہتے ہیں کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص مستثنی کیا جا سکتا ہے تو وہ عبداللہ بن عمر ہیں۔

اظہارِ حق میں جرات وبیباکی

اس مصالحانہ اور مرنج ومرنجان زندگی کے باوجود دینی اور مذہبی معاملات میں ان کی حق گوئی مصالح امت کے خیال پر غالب آجاتی تھی، چنانچہ بنی امیہ کے جابرانہ طرز عمل پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، حجاج کے مظالم سے دنیائے اسلام تنگ آگئی تھی ؛مگر کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی؛ لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بے خوف وخطر اس کے منہ پر کہہ دیتے، ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، آپ نے فرمایا یہ خدا کا دشمن ہے اس نے حرام الٰہی کو تباہ کیا، بیت اللہ کو تباہ کیا، اولیا اللہ کو قتل کیا، (تذکرہ الفاظ) ایک مرتبہ حجاج نے دوران خطبہ میں کہا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کلام اللہ میں تغیر وتبدل کیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جھلا کر فرمایا کہ تو جھوٹ بکتا ہے نہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ میں اتنی طاقت ہے اور نہ تیری یہ مجال ہے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت، جزو، قسم اول،) مرض الموت میں جب حجاج عیادت کو آیا اور انجان بن کر کہا کاش زخمی کرنے والے کا مجھ کو علم ہو جاتا تو بگڑ کر کہا کہ وہ تمہارا نیزہ تھا حجاج نے پوچھا یہ کیسے کہا تم نے ایام حج میں لوگوں کو مسلح کیا اور حرم محترم میں ہتھیاروں کو داخل کیا، پھر پوچھتے ہو، کس نے زخم کیا، (بخاری) ایک مرتبہ حجاج مسجد میں خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت آخر ہو گیا آپ نے آواز دی کہ نماز کا وقت جا رہا ہے، تقریر ختم کرو اس نے نہ سنا، دوبارہ پھر کہا اس مرتبہ بھی اس نے خیال نہ کیا تیسری مرتبہ پھر کہا تین مرتبہ کہنے کے بعد حاضرین سے فرمایا، اگر میں اٹھ جاؤں تو تم بھی اٹھ جاؤ گے لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ یہ کہہ کر کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو نماز کی ضرورت نہیں ہے اٹھ گئے اس کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا اور نماز پڑھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، کہا کہ ہم لوگ نماز کے لیے مسجد میں آتے ہیں، اس لیے جس وقت نماز کا وقت آجائے، اس وقت فوراً تم کو نماز پڑھنی چاہیے، نماز کے بعد جس قدر تمہارا دل چاہے، بکا کرو، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم،) اسی وجہ سے خلفائے بنو امیہ اپنی رعونت کے باوجود ان کا بہت لحاظ کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے وقت سے خط لکھنے کا یہ طریقہ تھا کہ کاتب بسم اللہ کے بعد اپنا نام لکھتا، پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتا کہ منجانب فلاں ابی فلاں لیکن خلفائے امیہ نے جہاں اور بدعات رائج کیں وہاں اس طریقہ کو

بھی بدل دیا اور اظہار ترفع کے لیے یہ طریقہ رائج کیا کہ خط میں پہلے خلیفہ کا نام لکھا جائے پھر بھیجنے والا اپنا نام تحریر کرے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خوداری اس کو گوارا نہیں کر سکتی تھی، اس لیے انہوں نے جو بیعت نامہ لکھا، اس میں اسی سابق طریقہ پر "من عبداللہ بن عمر الی عبداللہ بن مروان" لکھا، اس تحریر کو دیکھ کر درباریوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور سے پہلے اپنا نام لکھا ہے، عبدالملک نے کہا کہ ابوعبدالرحمٰن کی ذات سے اتنا بھی بہت غنیمت ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت، قسم اول،)

مساوات

اسلام نے ان تمام امتیازات کو جن سے ایک انسان کی تحقیر اور دوسرے کی بیجا عظمت ظاہر ہو مٹا دیا، ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مساوات کا عملی نمونہ تھے، وہ ان تمام امتیازات کو جن سے مساوات میں فرق آتا ہو ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ جہاں لوگ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہوں نہ بیٹھتے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت) اپنے غلاموں کو بھی مساوات کا درجہ دیدیا تھا اور ان کو عزت نفس کی تعلیم دیتے تھے، دستور تھا کہ غلام تحریر میں پہلے آقا کا نام لکھتا، پھر اپنا، انہوں نے اپنے غلاموں کو ہدایت کردی کہ جب مجھ کو خط لکھو تو پہلے اپنا نام لکھو، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) غلاموں کو دسترخوان پر ساتھ بٹھاتے ایک مرتبہ دسترخوان بچھا ہوا تھا، ادھر سے کسی کا غلام گذرا تو اس کو بھی بلا کر ساتھ بٹھایا، (مسلم: رباب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک) غلاموں کے کھانے پینے کا خیال بال بچوں کی طرح رکھتے تھے، ایک مرتبہ ان لوگوں کے کھانے میں تاخیر ہوگئی، خانساماں سے پوچھا غلاموں کو کھانا کھلا دیا، اس نے نفی میں جواب دیا برہم ہو کر فرمایا جاؤ ابھی کھلا دو، انسان کے لیے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ اپنے غلاموں کے خورد ونوش کا خیال نہ رکھے، (اصابہ) غلاموں کو نہ کبھی برا بھلا کہتے تھے اور نہ کبھی ان کو مار پیٹ کرتے تھے، اگر کبھی غصہ کی حالت میں ایسا کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو اس کو کفارہ کے طور پر آزاد کر دیتے، سالم کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی کسی غلام کو لعنت ملامت نہیں کی، ایک مرتبہ غصہ میں ال ع کہنے پائے تھے کہ زبان روک لی اور فرمایا میں ایسی بات زبان سے نکال رہا ہوں جو نہ نکالنی چاہیے، ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی بات پر مار بیٹھے، مارنے کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کو آزاد کر دیا۔

تواضع وانکسار

اس مساوات کا دوسرا پہلو انکسار و تواضع ہے، جب تک یہ صفت نہ ہوگی، اس وقت تک مساوات کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا، ابن عمر رضی اللہ عنہما میں یہ صفات بھی بدرجہ اتم موجود تھیں، اپنی تعریف سننا خود پرستی کا پہلا زینہ ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی تعریف سننا سخت ناپسند کرتے تھے، ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا، انہوں نے اس کے منہ میں مٹی جھونک دی اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے کہ مداحوں کے منہ میں خاک ڈالا کرو، (مسند ابن حنبل) اپنے لیے معمولی انسانوں سے زیادہ شرف گوارا نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا تم سبط ہو تم وسط ہو فرمایا: سبحان اللہ سبط بنی اسرائیل تھے اور امت وسط پوری امت محمد یہ ہے، ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہیں، اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے تو جھوٹا ہے، بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو سلام کرتے، بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے، طفیل بن کعب جو روزانہ صبح وشام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بلا امتیاز تاجر مسکین اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے، ایک دن میں نے ان سے پوچھا آپ بازار کیوں جاتے ہیں، حالانکہ نہ خرید و

فروخت کرتے ہیں، نہ کسی جگہ بیٹھتے ہیں، فرمایا صرف لوگوں کو سلام کرنے کی غرض سے (موطائے امام مالک، باب جامع السلام) اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے تو پلٹ کر سلام کرتے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت، جز، ق،) تواضع کا ایک مظہر حلم بھی ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو پیہم گالیاں دینی شروع کیں، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں اور میرے بھائی عالی نسب ہیں، پھر خاموش ہو گئے۔ (اصابہ)

ہر دلعزیزی

اس مساوات، تواضع اور علم کا یہ نتیجہ تھا کہ عام طور پر لوگوں میں آپ کو محبوبیت حاصل تھی، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلا، لوگ بکثرت ان کو سلام کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگ مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ اگر چاندی سونے کے عوض بھی محبت خریدنا چاہوں تو اس سے زیادہ نہیں مل سکتی۔

سادگی

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تصویر حیات تکلفات کے آب و رنگ سے یکسر پاک تھی، گو آپ بہت فارغ البال تھے اوپر گذر چکا ہے؛ کہ ۰۰۰، ۰ ہزار ایک ایک نشست میں لوگوں کو دے ڈالتے تھے؛ لیکن خود ان کی زندگی یہ تھی کہ کل اثاث البیت کا جائزہ لیا، تو فرش اور بستر ملا کر بھی اس کی قیمت سو درم (یعنی تقریباً بیس روپے) تک نہیں پہنچی تھی، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت، جز، ق،) فاروق اعظم کا بیٹا اور یہ مسکنت اللہ اکبر، ہر وہ چیز ناپسند تھی جس میں تنعم کی بو ہوتی، چنانچہ جمعہ کے علاوہ اور دنوں میں خوشبو کا استعمال بھی پسند خاطر نہ تھا، ایک مرتبہ کپڑے بخورات میں بسائے گئے، ان کو جمعہ کے دن استعمال کیا، پھر اتار کر رکھ دیا، اتفاق سے دوسرے دن سفر پیش آیا، منزل کے قریب پہنچ کر کپڑے مانگے تو وہی جوڑا پیش کیا گیا، لیکن اس میں خوشبو کا اثر تھا اس لیے واپس کر دیا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت، جز، ق) طریقہ طعام بھی نہایت سادہ تھا، اگر دستر خوان نہ بچھتا تو بڑے برتن میں کھانا رکھ دیا جاتا، سب مع اہل و عیال اسکے اطراف بیٹھ کر کھا لیتے، اس کش مکش میں کھانے والوں کو کبھی کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت، جز، ق)

دعوت وغیرہ میں عام طور پر معمول سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کا دستر خوان اس دن بھی تکلفات سے خالی ہوتا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک دن ایک اونٹنی ذبح کی اور مجھ سے کہا مدینہ والوں کو مدعو کر آو، میں نے عرض کیا، کس چیز کی دعوت دیتے ہیں، روٹی تک تو ہے نہیں فرمایا، بس خدا تم کو بخشے گوشت موجود ہے، شوربہ موجود ہے، جس کا دل چاہے گا، کھائے گا، جس کا دل نہ چاہے گا نہ کھائے گا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت، جز، ق)

اسی سادگی کی بناء پر تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جو کام خود کر سکتے تھے وہ دوسروں سے نہ کراتے تھے حتی کہ اونٹنی وغیرہ بٹھانے میں بھی دوسروں سے مدد نہ لیتے تھے، (بخاری) گھر بھی اپنے ہاتھ سے بناتے تھے، خود فرماتے تھے کہ میں نے بلا کسی اعانت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے ایک گھر بنایا تھا۔

ذریعہ معاش

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب صحابہ رضی اللہ عنہ کے وظیفے مقرر کیے گئے، تو ڈھائی ہزار ان کا وظیفہ بھی مقرر ہوا اور

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ہزار مقرر ہوا، انہوں نے اعتراض کیا کہ جب میں کسی چیز میں ان سے اور آپ ان کے والد سے پیچھے نہ رہے تو پھر اس تفریق کا کیا سبب ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سچ کہتے ہو، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے والد کو تمہارے والد سے اور ان کو تم سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گئے، (مستدرک حاکم) اس کے علاوہ لگانی زمینیں بھی تھیں۔ (بخاری، جلد، باب کراء المزارع)

لباس

لباس بہت معمولی پہنتے تھے، عموماً قمیص، ازار اور سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے، چپل پہنتے تھے، ازار نصف ساق تک ہوتا تھا، رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے تھے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ رنگ پسند تھا، کبھی کبھی بیش قیمت لباس بھی پہن لیتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ میں نے ان کو پانسو تک کی چادر اوڑھے دیکھا ہے، انگوٹھی بھی رکھتے تھے جس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کندہ تھا، مگر وہ صرف مہر وغیرہ کے وقت کام آتی تھی، پہنتے نہ تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز، ق تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

حلیہ

شکل وصورت میں وہ اپنے والد بزرگوار سے بہت مشابہ تھے اور دراز قامت اور بھاری بھرکم تھے، رنگ گندمی تھا، کندھوں تک کاکلیں تھیں، کبھی کبھی مانگ بھی نکالا کرتے تھے، داڑھی بقدر ایک مشت رکھتے تھے، موچھیں اس قدر گہری کترواتے تھے کہ لبوں کی سپیدی نمایاں ہو جاتی تھی زرد خضاب کرتے تھے۔ (تذکرہ ابن عمر رضی اللہ عنہما)

ازواج واولاد

ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعدد بیویاں تھیں جن سے بارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں، ابوبکر، ابوعبیدہ، واقد، عبداللہ، عمر، حفصہ اور سودہ، صفیہ بنت ابی عبیدہ کے بطن سے تھے، عبدالرحمٰن ام علقمہ بنت علقمہ کے بطن سے تھے، سالم، عبیداللہ، ابوسلمہ اور قلابہ مختلف لونڈیوں کے بطن سے تھے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَمَّارٍ وَّحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب **52**: حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

236-حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اِسْرَآئِيلُ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِيْ جَلِيسًا صَالِحًا فَاَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَاِذَا شَيْخٌ قَدْ جَآءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا اَبُو الدَّرْدَاءِ فَقُلْتُ اِنِّيْ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَ لِيْ جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِيْ قَالَ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَوَلَيْسَ عِنْدَكُمْ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ اَفِيْكُمُ الَّذِيْ اَجَارَهُ

حدیث236: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3533' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3811' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:27578' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6330' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:5383' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8299

اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِيْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ اَحَدٌ غَيْرُهٗ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ يَقْرَاُ عَبْدُاللّٰهِ (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى) فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَقْرَاَنِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ

✧✧ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں شام آیا میں نے وہاں دو رکعت ادا کیں اور پھر دعا کی اے اللہ! مجھے نیک ساتھی عطا کر پھر میں کچھ لوگوں کے پاس آیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا وہاں ایک بزرگ آدمی آئے اور آ کر میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں نے دریافت کیا: یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ وہ مجھے نیک ساتھی عطا کرے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھے عطا کر دیا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا: کوفہ سے انہوں نے فرمایا: اتمہارے ہاں ''اُمّ عبد'' کے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن مسعود) نہیں ہیں۔

جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں، تکیے اور وضو کے پانی کے نگران تھے اور تم میں وہ صاحب نہیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دی؟ یعنی اپنے نبی کی زبانی ایسا کیا اور کہا: تمہارے درمیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص رازدار موجود نہیں ہیں کہ ان جیسا کوئی اور محرم راز آپ کا نہیں تھا؟

انہوں نے دریافت کیا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس سورت حال کو کیسے پڑھتے تھے؟ واللیل اذا یغشٰی، میں نے ان کے سامنے قرأت کرنی شروع کی واللیل اذا یغشٰی والنهار اذا تجلی والذکر والانثٰی۔

تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھ کر مجھے یہ آیت سکھائی تھی۔

237- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ ذَهَبَ عَلْقَمَةُ اِلَى الشَّامِ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِيْ جَلِيسًا صَالِحًا فَجَلَسَ اِلٰى اَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مِمَّنْ اَنْتَ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ يَعْنِيْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْ مِنْكُمُ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِيْ عَمَّارًا قُلْتُ بَلٰى قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّوَاكِ وَالْوِسَادِ اَوِ السِّرَارِ قَالَ بَلٰى قَالَ كَيْفَ كَانَ عَبْدُاللّٰهِ يَقْرَاُ (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى) قُلْتُ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ مَا زَالَ بِيْ هٰؤُلَاءِ حَتّٰى كَادُوْا يَسْتَنْزِلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ ابراہیم بیان کرتے ہیں' علقمہ شام گئے جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے دعا کی اے اللہ! مجھے نیک ساتھی عطا کر پھر وہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اہل کوفہ سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہارے درمیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص رازدار موجود نہیں ہیں؟ ان جیسا اور کوئی نہیں تھا یعنی حضرت حذیفہ' علقمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے جواب دیا: جی ہاں! انہوں نے دریافت کیا: کیا تمہارے درمیان وہ شخصیت موجود نہیں ہے' جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی پناہ عطا کی؟ یعنی شیطان کی شر سے یعنی اس سے

مراد حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے جواب دیا: جی ہاں! انہوں نے دریافت کیا: کیا تمہارے درمیان مسواک، تکیہ اور چادر اٹھا کر جانے والے صحابی موجود نہیں ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! انہوں نے دریافت کیا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس سورت کو کیسے پڑھتے تھے؟ میں نے جواب دیا: اس طرح۔

انہوں نے فرمایا: یہ لوگ اس چیز کے بارے میں میرے ساتھ بحث ہی کرتے رہتے ہیں جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہوئی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

نام، نسب، خاندان

عمار نام، ابوالیقظان کنیت، والد کا نام یاسر رضی اللہ عنہ اور والدہ کا نام سمیہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے:

عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن الودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر الاکبر بن یام بن عنس بن مالک العنسی القحطانی۔ (اسد الغابہ تذکرہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ قحطانی النسل تھے، یمن ان کا اصلی وطن تھا، اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش میں دوسرے دو بھائی حارث اور مالک کے ساتھ مکہ پہنچے، وہ دونوں واپس لوٹ گئے، لیکن انہوں نے یہیں طرحِ اقامت ڈال دی اور بنو مخزوم سے حلیفانہ تعلق پیدا کر کے ابو حذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی ایک لونڈی سمیہ نام سے شادی کر لی جس سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، ابو حذیفہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ان کے بچپن ہی میں آزاد کر کے تاحیات دونوں باپ بیٹے کو لطف و محبت سے اپنے ساتھ رکھا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

اسلام

ابو حذیفہ کی وفات کے بعد ہی اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب ابن سنان رضی اللہ عنہ ایک ساتھ ایمان لائے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے صہیب کو ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر دیکھ کر پوچھا "تم کس ارادہ سے آئے ہو" بولے "پہلے تم اپنا ارادہ بیان کرو" میں نے کہا: "محمد سے مل کر ان کی کچھ باتیں سننا چاہتا ہوں" بولے "میرا بھی مقصد یہی ہے" غرض دونوں ایک ساتھ داخل ہوئے اور ساقیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہی جام نے دونوں کو نشہ توحید سے مخمور کر دیا؛ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے ان کے والدین بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جس وقت ایمان لائے، تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ صرف پانچ غلام اور دو عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ دیکھا، (بخاری باب فضائل الصدیق رضی اللہ عنہ) یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا تھا ورنہ صحیح روایت کی بنا پر اس وقت تک تیس اصحاب سے زیادہ اس دائرہ میں داخل ہو چکے تھے، جنہوں نے مشرکین کے خوف سے اعلان نہیں کیا تھا۔ (فتح الباری واسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ گو ایک بے یار و مددگار غریب الوطن تھے، دنیاوی وجاہت و طاقت بھی حاصل نہ تھی اور سب سے زیادہ

ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں، تاہم جوشِ ایمان نے ایک دن سے زیادہ مخفی ہو کر رہنے نہ دیا، مشرکین نے ان کو اور ان کے خاندان کو لاچار و مجبور دیکھ کر سب سے زیادہ مشقِ ستم بنالیا، طرح طرح کی اذیتیں دیں، ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت میں لٹایا دہکتے ہوئے انگاروں سے جلایا، اور گھنٹوں پانی میں غوطے دیئے لیکن جلوہ توحید نے کچھ ایسا وارفتہ کر دیا تھا کہ ان تمام سختیوں کے باوجود ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول جز ثالث)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہ کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیزہ سے شہید کیا؛ چنانچہ تاریخ اسلام کی یہ پہلی شہادت تھی، جو استقلال واستقامت کے ساتھ راہِ خدا میں واقع ہوئی، ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اسی گرداب اذیت میں جان بحق ہوئے۔ (اصابہ تذکرہ سمیہ رضی اللہ عنہا ام عمارہ رضی اللہ عنہ)

ایک دفعہ مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹادیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اس طرف سے گذرے تو ان کے سر پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا "اے آگ تو ابراہیم علیہ وسلم کی طرح عمار رضی اللہ عنہ پر ٹھنڈی ہوجا" اسی طرح جب ان کے گھر کی طرف سے گذرتے اور خاندانِ یاسر رضی اللہ عنہ کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو فرماتے "اے آلِ عمار رضی اللہ عنہ تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے"۔ (مستدرک حاکم)

ایک دفعہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے گردشِ زمانہ کی شکایت کی، ارشاد ہوا "صبر کرو، پھر دعا فرمائی، اے خدا آلِ یاسر رضی اللہ عنہ کو بخش دے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

ایک روز مشرکین نے ان کو پانی میں اس قدر غوطے دیئے کہ بالکل بدحواس ہو گئے یہاں تک کہ اس حالت میں ان جفا کاروں نے جو کچھ چاہا ان کی زبان سے اقرار کرالیا، اس کے بعد گو اس مصیبت سے گلوخلاصی ہوگئی، تاہم غیرت ملی نے عرق عرق کر دیا، دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے پوچھا، عمار رضی اللہ عنہ کیا خبر ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ! نہایت ہی بُری خبر ہے، آج مجھے اس وقت تک مخلصی نہ ملی جب تک میں نے آپ کی شان میں بُرے الفاظ اور ان کے معبودوں کے حق میں کلماتِ خیر استعمال نہ کئے، ارشاد ہوا، تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا، میرا دل ایمان سے مطمئن ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے پونچھ کر فرمایا، کچھ مضائقہ نہیں اگر یہ پھر ایسا ہی کرو، اس کے بعد ہی قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی:

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ (نحل)

جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کرے مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے اس سے کوئی مواخذہ نہیں۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

ایک مرتبہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا قریش مسلمانوں کو اس قدر اذیت پہنچاتے تھے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دینے پر مجبور ہو جائیں؟ بولے، خدا کی قسم ہاں! وہ ان کو مارتے تھے، بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے، یہاں تک کہ ضعف اور کمزوری سے وہ اُٹھنے بیٹھنے سے بھی مجبور ہو جاتے تھے، اسی حالت میں وہ جو کچھ چاہتے تھے ضمیر کے

خلاف ان سے اقرار کرالیتے تھے" (اسد الغابہ تذکرہ عمار رضی اللہ عنہ) غرض حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی انہیں گرفتاران مصائب میں تھے، جنہوں نے راہِ خدا میں صبر واستقامت کے ساتھ گوناگوں مصائب اور مظالم برداشت کیے، لیکن آئینہ دل سے توحید کا عکس زائل نہ ہوا، ضعیفی کے عالم میں جن لوگوں نے ان کی پیٹھ ننگی دیکھی تھی، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت تک کثرت کے ساتھ سیاہ لکیریں، تپتی ہوئی ریت اور دہکتے ہوئے انگاروں کے داغ ان کی پیٹھ میں موجود تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول جز ثالث)

ہجرت

ان کے حبشہ کی ہجرت کے متعلق اربابِ سیر میں اختلاف ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ وہ دوسری ہجرت میں شریک تھے، مدینہ کی ہجرت کا عام حکم ہوا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بھی اس سرزمین امن کی راہ لی اور حضرت مبشر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے یہاں حضرت حذیفہ بن الیمان انصاری رضی اللہ عنہ سے بھائی چارہ کرادیا اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعہ زمین مرحمت فرمایا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

تعمیر مسجد

مدینہ کی ہجرت کے چھ سات مہینوں کے بعد مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بناڈالی گئی، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جوش دلانے کے لیے خود کام میں حصہ لیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اینٹ گارالا لا کر دیتے تھے اور زبان پر رجز جاری تھا:

نحن المسلمون نبتني المساجدا

ہم مسلمان ہیں، ہم مسجد بناتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹ اٹھاتے تھے، ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی طرف سے گذرے تو آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سر سے غبار صاف کر کے فرمایا افسوس عمار! تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مستدرک حاکم)

ایک دفعہ کسی نے ان کے سر پر اس قدر بوجھ لاد دیا کہ لوگ چلا اُٹھے، آج عمار رضی اللہ عنہ مرجائیں گے، آج عمار رضی اللہ عنہ مرجائیں گے، وہ اس سے پہلے بھی تکلیف مالا یطاق کی شکایت کر چکے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے سنا تو کچھ اینٹیں اتار کر پھینک دیں اور فرمایا، افسوس ابن سمیہ رضی اللہ عنہ تمہیں گروہ باغی قتل کردے گا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

غزوات

غزوہ بدر سے غزوہ تبوک تک جس قدر اہم معرکے پیش آئے، سب میں وہ جانبازی شجاعت کے ساتھ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے، عہد صدیقی کی اکثر خونریز جنگوں میں بھی خوب دادِ شجاعت دی، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں ان کا ایک کان شہید ہو گیا، جو سامنے ہی زمین پر پھڑک رہا تھا، لیکن وہ بے پرواہی کے ساتھ حملے پر حملے کر رہے تھے اور جس طرف رخ کرتے تھے صفیں کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے، ایک دفعہ مسلمانوں کے پاؤں پیچھے پڑنے

لگے، انہوں نے ایک بلند چٹان پر کھڑے ہوکر للکارا، اے گروہِ مسلمانان! کیا جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہوں، آو میرے پاس آو (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث) اس صدا نے سحر کا کام کیا اور جنت کے شیدائی یکا یک سنبھل کر ٹوٹ پڑے۔

کوفہ کی حکومت

خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ نے ۲۰ ھ میں ان کو کوفہ کا والی بنایا اور اہل کوفہ کے نام حسب ذیل فرمان جاری فرمایا:

"أما بعد فإن بعثت إليكم عمار بن ياسر أميرا وابن مسعود معلما ووزيرا وقد جعلت ابن مسعود على بيت مالكم وإنهما لمن النجباء من أصحاب محمد من أهل بدر فاسمعوا لهما وأطيعوا واقتدوا بهما وقد آثرتكم بابن أم عبد على نفسي وبعثت عثمان بن حنيف على السواد ورزقتهم كل يوم شاة فاجعل شطرها وبطنها لعمار والشطر الثاني بين هؤلاء الثلاثة"

(طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

امابعد میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر مقرر کر کے بھیجتا ہوں، خزانہ کا اہتمام والصرام بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا ہے، یہ دونوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان شریف اصحاب میں سے ہیں جو غزوہ بدر میں شریک تھے، اس لیے ان دونوں کی فرمانبرداری اطاعت اور پیروی کرو، میں نے ام عبد کے بیٹے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو اپنے سے الگ کر کے تمہارے پاس بھیج کر تم کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے، عثمان بن حنیف کو عراق (کی پیمائش) پر مامور کر کے بھیجتا ہوں اور ان کے رسد کے لے روزانہ ایک بکری مقرر کرتا ہوں جس کا ایک حصہ اور شکم عمار کے لیے مخصوص رہے گا اور باقی حصے ان تینوں میں تقسیم ہوں گے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ایک سال ماہ تک نہایت خوش اسلوبی اور بیدار مغزی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیئے، لیکن اسی اثناء میں اہل بصرہ اور اہل کوفہ کی باہمی منافست اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی غیر جانبداری نے کوفہ کے رئیسوں کو ان سے ناراض کر دیا، واقعہ کی تفصیلی کیفیت یہ ہے:

بصرہ کی کثرت آبادی کے لحاظ سے اس صوبہ کا رقبہ نہایت مختصر تھا، اس بنا پر عمرو بن سراقہ نے بصرہ والوں کی طرف سے دربار خلافت میں درخواست کی کہ کوفہ کے وسیع علاقہ سے ماہ یا ماسبندان کا پرگنہ بصرہ میں شامل کر دیا جائے، کوفہ والوں کو خبر ہوئی تو وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والیِ کوفہ سے خواستگار ہوئے کہ وہ اس کی مخالفت کریں اور امہرمز اور ایذج کے اضلاع پر بھی اپنا دعویٰ پیش کریں، کیونکہ ان دونوں کو اہلِ بصرہ کی اعانت وامداد کے بغیر ہم لوگوں نے فتح کیا تھا، لیکن حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے سر مہری کے ساتھ اس کو ٹال دیا اور فرمایا، مجھے ان جھگڑوں کی کیا ضرورت ہے؟ اس پر ایک کوفی رئیس عطارد نے غضبناک ہو کر کہا "اے کن کٹے! پھر تو ہم سے خراج کس بنا پر طلب کرتا ہے؟" حضرت عمار رضی اللہ عنہ صرف یہ کہہ کر خاموش ہو رہے "افسوس تم نے میرے سب سے زیادہ بہتر اور محبوب کان کو گالی دی۔ (تاریخ طبری)

غرض حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں بالکل غیر جانبداری اختیار کر لی اور کوفہ والوں کے احتجاج کے باوجود رامہرمز، ایذج اور ماہ کا علاقہ بصرہ میں شامل کر دیا گیا، یہ نقصان ایسا نہ تھا جو والی کی طرف سے اہل کوفہ کے دلوں میں ناراضی کی گرہ نہ ڈالتا، اس کے بعد ہی شکوہ شکایت اور سازش کا سلسلہ شروع ہوا اور امیر المومنین کو باور کرایا گیا کہ وہ اس منصب کی اہلیت نہیں رکھتے، انجام کار دار الخلافہ بلا کر اس عہدہ سے معزول کیے گئے، (تاریخ طبری) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معزولی کے بعد دوسرے روز بلا کر پوچھا کہ "تم میرے اس طریق عمل سے کچھ ناراض تو نہ ہوئے؟" بولے جب آپ پوچھتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ میں نہ تو پہلے اپنی تقرری سے خوش ہوا تھا اور نہ اب اپنی معزولی سے ناراض ہوں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول جز ثالث)

تحقیقات پر مامور ہونا

خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں تمام ملک شورش و فتنہ پردازی کا آماجگاہ ہو گیا، ھ میں خلیفہ وقت نے اس شورش کے اصلی اسباب کی تحقیق و تفتیش کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن مرتب کیا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی اس کے ایک رکن قرار پائے اور فتنہ پردازی کے اصل مرکز صوبہ مصر کی طرف روانہ کیے گئے۔

خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ سے اختلاف

تحقیقاتی کمیشن کے تمام ارکان نے بہت جلد اپنے متعلقہ مقامات سے واپس آکر قابلِ اطمینان رپوٹ پیش کر دی، لیکن حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی واپسی میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی اور دار الخلافہ میں ان کی نسبت طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے، یہاں تک کہ عبد اللہ بن ابی سرح والیِ مصر کے ایک خط نے توقف کی اصلی وجہ ظاہر کر دی، اس خطہ کے فقرے یہ ہیں:

ان عمارا قد استمالہ قوم بمصر وقد انقطعوا الیہ منہم عبد اللہ بن السوداء خالد بن ملجم وسودان بن حمران وکنانہ بن بشر

عمار کو مصر کی ایک قوم نے اپنا طرفدار بنا لیا ہے، اور ان میں سے عبد اللہ بن اسودا اور خالد بن ملجم سود بن حمران اور کنانہ بن بشران کی طرف جا ملے ہیں

غرض وہ مصر سے واپس آئے تو انقلاب پسند جماعت کا اثر ان کے خیالات مین نمایاں تھا، (تاریخ طبری) عام مجمعوں میں علانیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرزِ حکومت اور عمال کی بے اعتدالیوں پر نکتہ چینی کرتے تھے، یہاں تک کہ اسی حالت مین کبھی کبھی طرف دارانِ خلافت سے جھڑپ بھی ہوگئی، ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے ان کو اس قدر مارا کہ تمام جسم ورم کر گیا، شکم میں خراش آئی اور پسلی کی ایک ہڈی کو سخت صدمہ پہنچا، بنی مخزوم نے جن سے جاہلیت میں حلف وموالات کا تعلق تھا یہ سن کر کاشانہ خلافت کو گھیر لیا اور دھمکی دی کہ اگر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہوں گے تو ہم ضرور انتقام لیں گے۔ (استیعاب)

اس قسم کے واقعات سے اختلاف کی خلیج روز بروز زیادہ وسیع ہوتی گئی، یہاں تک کہ جب مصری مفسدین مدینہ پہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی معرفت کہلا بھیجا کہ وہ اپنے اثر سے ان کو واپس کر دیں تو انہوں نے صاف انکار کر دیا، (طبری) بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محاصرہ کی کاروائی میں شریک تھے۔

سفارتِ کوفہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت کا بارگراں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر ڈالا گیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ان سے جو خاص اُنس وخلوص تھا اس کے لحاظ سے تمام مہماتِ امور میں وہ ان کے دست وبازو ثابت ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے جب شہید خلیفہ کے قصاص کا مطالبہ کر کے جنگی تیاریوں کے لیے بصرہ کا رخ کیا تو خلیفہ چہارم کے حکم سے وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے کہ اہل کوفہ کو خلافت کے تحفظ وحمایت پر آمادہ کریں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جامع مسجد میں ایک مجمع کے سامنے غیر جانبداری کا وعظ بیان فرمارہے تھے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم ابھی ہماری مسجد سے نکل جاو، اور منبر پر کھڑے ہوکر ایک نہایت پرجوش تقریر کی، (اخبار الطوال) حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ منبر پر چڑھ گئے اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا "صاحبو! بیشک میں جانتا ہوں کہ عائشہ رضی اللہ عنہ دنیا اور آخرت میں حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم ہیں، لیکن اس وقت خدا تمہاری آزمائش کررہا ہے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیتے ہو، (مسند احمد بن حنبل) حجر بن عدی نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور دوسرے روز صبح کے وقت تقریباً ساڑھے نو ہزار جانباز سپاہیوں کی ایک فوجِ گراں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئی۔ (اخبار الطوال)

جنگ جمل

ماہ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں دونوں طرف کی فوجیں مقام ذی قار میں مجتمع ہوئیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں تو انہیں نظر آنے لگا کہ وہ غلطی پر ہیں؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حق عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور باغی گروہ ان کو قتل کرے گا؛ اس کے ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی بات یاد دلائی کہ وہ اس وقت اس خانہ جنگی سے کنارہ کش ہوگئے۔

جمعرات کے روز جنگ شروع ہوئی، حضرت عمار رضی اللہ عنہ میسرہ پر متعین تھے، چونکہ انہیں یقین تھا کہ وہ حق کا ساتھ دے رہے ہیں، اس لیے غیر معمولی جوش سے لڑے، یہاں تک کہ حامیانِ خلافت کی فتح پر اس افسوس ناک جنگ کا خاتمہ ہوا۔ (اخبار الطوال)

جنگ صفین

جنگ جمل کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صفین کا معرکہ پیش آیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھے، اس وقت ۹۱ برس کا ان کا سن تھا، لیکن حمایتِ حق کے جوش نے اکانوے برس کے بڈھے کو شجاعت وجانبازی کا مجسم پتلا بنادیا تھا، رعد کی طرح گرجتے ہوئے جس طرف گھس جاتے تھے صفیں کی صفیں درہم برہم کردیتے تھے، ایک دفعہ اثنائے جنگ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم بردار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی تو بولے میں اسی علمبردار

سے تین دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لڑ چکا ہوں اب یہ چوتھی مرتبہ ہے، خدا کی قسم اگر وہ ہم کو شکست دیتے ہوئے مقام ہجر تک بھی پسپا کر دیں جب بھی میں یہی سمجھوں گا کہ ہم لوگ حق پر ہیں اور وہ غلطی پر۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

شہادت

ایک روز شام کے وقت جب آفتاب غروب ہو رہا تھا اور جنگ پورے زور کے ساتھ جاری تھی، حضرت عمار رضی اللہ عنہ دودھ کے چند گھونٹ حلق سے فرو کر کے بولے "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ دودھ کا یہ گھونٹ تیرے لیے دنیا کا آخری توشہ ہے" اور کہتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے کہ آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا، آج میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گروہ سے ملوں گا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث) کچھ ایسے عزم واستقلال سے حملہ آور ہوئے تھے کہ جس طرف نکل گئے پرے کا پرا صاف ہو گیا اور جس پر وار کیا ڈھیر ہو کر رہ گیا، واقف کار مسلمان ان پر ہاتھ اٹھانے سے پہلو بچاتے تھے، لیکن اسی حالت میں ابن الغادیہ کے نیزہ نے ان کو مجروح کر کے زمین پر گرا دیا اور ایک دوسرے شامی نے بڑھ کر سر تن سے جدا کر دیا، یہ دونوں قاتل جھگڑتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں پہنچے، کیونکہ ان میں کا ہر ایک اس کارنامہ کو اپنی طرف منسوب کرتا تھا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حاضر دربار تھے، انہوں نے کہا" خدا کی قسم یہ دونوں جہنم کے لیے جھگڑ رہے ہیں" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر کہا عمرو! تمہاری یہ کیا حالت ہے؟ جو لوگ ہمارے لیے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں، ان کو ایسا کہتے ہو، بولے خدا کی قسم ایسا ہی ہے، کاش آج سے بیس برس پہلے مجھے موت آگئی ہوتی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے سخت پریشانی لاحق ہوئی اور اس جنگ سے کنارہ کش ہونے کے لیے تیار ہو گئے، لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل ہم نہیں ہیں؛ بلکہ وہ جماعت ہے جو ان کو میدان جنگ میں لائی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث، ومستدرک حاکم)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت سے درحقیقت حق وناحق کا فیصلہ ہو گیا، حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جنگ جمل اور معرکہ صفین میں شریک تھے، لیکن اس وقت تک کسی طرف سے اپنی تلوار بے نیام نہیں کی تھی، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت نے ثابت کر دیا کہ انہیں حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا چاہئے؛ چنانچہ اس کے بعد تلوار کھینچ کر شامی فوج پر ٹوٹ پڑے اور شدید کشت وخون کے بعد شہادت حاصل کی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

تجہیز وتکفین

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے مونس وجاں نثار کی شہادت کی خبر سنی تو آہ سرد کھینچ کر فرمایا، "خدا نے عمار رضی اللہ عنہ پر رحم کیا، جس دن اسلام لائے، خدا نے رحم کیا، جس دن شہید ہوئے، اور خدا ان پر رحم کرے گا جس دن زندہ اٹھائے جائیں گے، میں نے ان کو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا تھا جب کہ صرف چار یا پانچ صحابہ رضی اللہ عنہ کو اعلانِ ایمان کی توفیق عطا ہوئی تھی، قدیم صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی ان کی مغفرت میں شک نہیں کر سکتا، عمار رضی اللہ عنہ اور حق لازم وملزوم تھے، اس لیے ان کا قاتل یقیناً جہنمی ہوگا، اس کے بعد تجہیز وتکفین کا حکم دیا، خود جنازہ کی نماز پڑھائی اور خون آلود پیراہن کے ساتھ

برس کی عمر میں اس حامیِ حق کو زیرِ زمین نہاں کر دیا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

اخلاق

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا معدنِ اخلاق گراں مایہ جواہر سے لبریز تھا، جفاکشی، استقامت، استقلال اور حقانیت کے واقعات پہلے گذر چکے ہیں، ورع و تقویٰ کے باعث سکوت و کم سخنی ان کا خاص شعار تھا، فتنہ و فساد سے ہمیشہ پناہ مانگا کرتے تھے، لیکن خدا نے سب سے بڑے فتنہ میں ان کا امتحان لیا اور کامیابی کے ساتھ حق کا طرف دار بنا دیا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

سادگی، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ فرشِ خاک ان کے لیے سب سے زیادہ راحت بخش بستر تھا، غزوہ ذات العشیرہ کے موقع میں بنی مدلج کے چند آدمی ایک نخلستان سے نہر نکال رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا "ابوالیقظان چلو دیکھیں یہ لوگ کیا کر رہے ہیں" غرض وہاں پہنچ کر گھنٹوں تماشا دیکھتے رہے، یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہوا اور دونوں اسی جگہ ایک درخت کے نیچے فرشِ خاک پر بے تکلفی کے ساتھ سو رہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

عہدِ فاروقی میں کوفہ کے والی تھے، لیکن ایک گورنر کی سادگی و بے تکلفی یہ تھی کہ خود بازار جا کر سودا سلف خریدتے، حضرت مطرف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کوفہ میں، میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا، اثنائے گفتگو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بعض بے اعتدالیوں کا تذکرہ آیا تو ایک شخص نے جو وہاں بیٹھا ہوا اپنے چرمی پیراہن میں پیوند ٹانک رہا تھا، برہم ہو کر کہا، اے فاسق کیا تو امیر المومنین کی مذمت کر رہا ہے؟ میرے دوست نے عفو خواہی کر کے کہا ابوالیقظان! جانے دو یہ میرے مہمان ہیں، اس وقت میں نے پہچانا کہ عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر رضی اللہ عنہ یہی ہیں۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا ہر ایک قدم صرف خدائے پاک کی خوشنودی و رضا مندی کی راہ میں اٹھتا تھا، جنگ جمل اور غزوہ صفین میں بھی درحقیقت اسی مطمحِ نظر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیرِ علم لا کر کھڑا کیا، صفین کی فوج کشی میں ساحلِ فرات کی راہ سے میدانِ جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے، اور بار بار کہتے جاتے تھے، اے خدا! اگر میں جانتا کہ پہاڑ سے کود کر آگ میں جل کر یا پانی میں ڈوب کر جان دینا تیری خوشنودی کا باعث ہوگا تو ضرور تجھے خوش کرتا میں لڑنے جاتا ہوں، لیکن اس میں بھی تیری رضا جوئی مقصود ہے، امید ہے کہ اس مقصد میں تو مجھے ناکام نہ رکھے گا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث) آپ کی اخلاقی عظمت اور قوتِ ایمانی کا ضامن خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا یہ قول کہ "عمار رضی اللہ عنہ کے رگ و پے میں ایمان سرایت کئے ہوئے ہے" اور شیطان سے مامون رہنے کی دعا ہے۔ (مستدرک حاکم)

مذہبی زندگی

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو خدائے واحد کی عبادت و پرستش میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا رات رات بھر نماز اور وظائف میں مشغول رہتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت:

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ

کیا وہ شخص جو رات کو بندگی کرتا ہے سجدہ کر کے اور کھڑا ہو کر آخرت سے خوف کھاتا ہے اور اپنے خدا کی رحمت کا

امیدوار رہتا ہے (کہیں نافرمان بندوں کے برابر ہوسکتا ہے)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہی کی نسبت نازل ہوئی ہے، (مستدرک حاکم) خشوع وخضوع اور توجہ الی اللہ کو نماز کی اصل روح سمجھتے تھے، ایک دفعہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو جلدی جلدی دوگانہ ادا کر کے بیٹھ رہے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اس قدر عجلت کیوں کی؟ بولے اس وقت مجھے شیطان سے مسابقت کرنا پڑی، (مسند احمد بن حنبل) معذوری کی حالت میں نماز قضا نہیں ہوتی تھی، ایک مرتبہ سفر کے موقع پر غسل کی حاجت پیش آئی اور باوجود سعی وکوشش پانی دستیاب نہ ہوا، چونکہ جانتے تھے کہ مٹی پانی کانعم البدل ہے، اس لیے تمام جسم پر خاک مل کر نماز پڑھ لی، جب سفر سے واپس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے اس کا تذکرہ کیا تو ارشاد ہوا، "ایسی حالت میں بھی صرف تیمم کافی ہے"۔ (مسند احمد بن حنبل)

جمعہ کے روز خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھ کر عموماً سورہ یٰسین تلاوت فرماتے تھے، (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث) خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا اور اس میں ایجاز واختصار خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، ایک دفعہ کسی نے اس اختصار پر اعتراض کیا تو بولے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ نماز کو طول دینا اور خطبہ مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی علامت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد بلند وبالا، نرگس آنکھیں، سینہ چوڑا اور بدن خوب بھرا ہوا، شہادت کے وقت گوان کی عمر نوے اکانوے برس کی تھی تاہم بظاہر پیری کے آثار بہت کم طاری ہوئے تھے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 53: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

238- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُالْاَعْلٰی حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِیْنًا وَّاِنَّ اَمِیْنَنَا اَیَّتُهَا الْاُمَّةُ اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اے امت! ہمارا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

239- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ. قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ نَجْرَانَ لَاَبْعَثَنَّ یَعْنِیْ عَلَیْكُمْ یَعْنِیْ اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ فَاَشْرَفَ اَصْحَابُهٗ فَبَعَثَ اَبَا

حدیث238: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4121' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2419' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 136' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 12989' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 7001' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 8199' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 12885' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 228' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 866' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 3825' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 32295'

حدیث239: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6827' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 23445

عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

✧✧ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے فرمایا میں ضرور بھیجوں گا۔ امین شخص کو جو واقعی امین ہوگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اس بات کے منتظر رہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھجوایا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

نام، نسب، خاندان

عامر نام، ابوعبیدہ کنیت، امین الامۃ لقب، گووالد کا نام عبداللہ تھا لیکن دادا کی طرف منسوب ہو کر ابن الجراح کے نام سے مشہور ہوئے، سلسلہ نسب یہ ہے عامر بن عبداللہ بن الجراح ابن ہلال بن اُہیب بن ضبہ بن الحارث بن الفہر القرشی الفہری، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں فہر پر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

ماں بھی اسی فہری خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور اصحاب سیر کی تحقیق کے مطابق مسلمان ہوئیں۔

اسلام

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ ودعوت پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)۔

غزوات

مشرکین قریش نے مدینہ پہنچنے کے بعد بھی مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دیا، اور مبازرت طلبی کر کے میدانِ جنگ کی دعوت دی، چنانچہ غزوہ بدر اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شجاعت جانبازی کے ساتھ اس جنگ میں سرگرم پیکار ہوئے، ان کے والد عبداللہ بھی اس وقت تک زندہ تھے اور کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے، انہوں نے تاک تاک کر خود اپنے لخت جگر کو نشانہ بنانا چاہا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر تک طرح دیتے رہے، لیکن جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آتے تو بالآخر جوشِ توحید نسبی تعلق پر غالب آ گیا، اور ایک ہی ہاتھ میں ان کا کام تمام کر دیا، درحقیقت یہ والہانہ جوش اور مذہبی دارفتگی کی نہایت سچی مثال تھی جس میں ماں، باپ، بھائی، بہن، غرض تمام رشتہ دار بالکل ایک اجنبی دشمن کی طرح نظر آتے ہیں، چنانچہ قرآن پاک نے اس انقطاع الی اللہ کی ان الفاظ میں داد دی۔

"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ" (مجادلہ)

تم نہ پاؤ گے اس قوم کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لائی کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت رکھتے ہوں گے گو وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا ان کے کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں یہی وہ مسلمان ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنے فیضان غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔

غزوہ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور زرہ کی دو کڑیاں چبھ گئیں تھیں جس سے سخت تکلیف ہوئی تھی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دانت سے پکڑ کر کھینچا اگر چہ ان کڑیوں نے نکلتے نکلتے ان کے دو دانت شہید کر دیئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری میں دو دانت کیا جان بھی نثار ہو جاتی تو پرواہ نہ تھی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز و ثالث)

غزوہ خندق، اور بنو قریظہ کی سرکوبی میں بھی سرگرم پیکار تھے، پھر ھ میں جب قبیلہ ثعلبہ اور انمار نے قحط زدہ ہو کر اطراف مدینہ میں غارت گری شروع کی تو بارگاہ رسالت سے ان کی سرکوبی پر مامور ہوئے، چنانچہ انہوں نے ربیع الثانی کے مہینے میں چالیس آدمیوں کے ساتھ ڈاکوؤں کے مرکزی مقام ذی القصہ پر چھاپہ مار کر ان کو پہاڑوں میں منتشر کر دیا اور ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے جس نے مدینہ پہنچ کر بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی)

اسی سال بیعت رضوان میں شریک ہوئے، بلکہ مقام حدیبیہ میں قریش مکہ سے جو عہد نامہ طے پایا اس پر ان کی شہادت بھی تھی، (ایضاً) پھر ۷ ھ میں خیبر کی فتح کشی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہوئے اور اس کی فتح میں شجاعت و بہادری کے ساتھ حصہ لیا ان مہمات سے فارغ ہو کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک جمعیت کے ساتھ ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لیے انہوں نے دربار رسالت سے کمک طلب کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی زیر امارت دوسو جنگی بہادر روانہ فرمائے اس امدادی فوج کی ہمت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے، غرض جب یہ فوج حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی فوج سے مل گئی تو قدرۃ امامت و سپہ سالاری عام کی بحث پیدا ہوئی، ظاہر ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی جلالتِ شان و علو مرتبت کے مقابلہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس اشرف گرامی کا استحقاق نہ تھا؛ تاہم ان کے ضد اور اصرار سے حضرت ابوعبیدہ نے اطاعت کا طوق خود اپنے گلے میں ڈال لیا اور نہایت کامیابی کے ساتھ حملہ کر کے غنیم کو زیر و زبر کر دیا۔ (ایضاً)

رجب ۸ ھ میں ایک دوسری مہم خود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کی گئی؛ تا کہ قریشی قافلوں کی نقل وحرکت کا پتہ چلائیں، اور سامانِ رسد میں صرف کھجوریں ساتھ کر دی گئیں، یہاں تک کہ جب یہ سرمایہ ختم ہونے لگا تو چند دنوں تک صرف ایک ایک کھجور پر قناعت کرنا پڑی، لیکن خدائے پاک نے بہت جلد یہ مصیبت دور کر دی اور سمندر کے کنارے ایک ایسی عظیم الشان مچھلی مل گئی کہ مجاہدین نے عرصہ تک اس پر گذر اوقات کی اور کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوہ سیف البحر)

اسی سال مکہ فتح ہوا پھر حنین اور طائف کی جنگیں پیش آئیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان تمام معرکوں میں جانبازی کے ساتھ پیش پیش رہے۔

متفرق خدمات

جنگی مہمات کے علاوہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بعض دوسری اہم خدمتیں بھی سپرد ہوئیں، مثلاً ھ میں اہل نجران نے بارگاہ

نبوت میں حاضر ہوکر ایک معلم دین کی درخواست کی جو مذہبی تعلیم وتلقین کے سوا ان کے جھگڑوں کو بھی فیصل کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا "ابوعبیدہ اُٹھ" جب وہ کھڑے ہوئے تو اہل نجران سے مخاطب ہوکر فرمایا یہ امت کا امین ہے اس کو تمہارے ساتھ کرتا ہوں۔ (بخاری قصہ اہل نجران)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اہل بحرین سے مصالحت کرلی تھی، اور علاء بن الحضرمی کو بحرین کا امیر مقرر کیا تھا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ وہاں سے جزیہ کی رقم لانے پر مامور ہوئے جب لے کر مدینہ پہنچے تو اس روز نماز صبح میں انصار رضی اللہ عنہ کا غیر معمولی مجمع ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے تبسم ہوکر فرمایا شاید تم لوگوں کو ابوعبیدہ کے آنے کی اطلاع ہوگئی ہے، لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بشارت ہو کہ آج تمہیں خوش کردوں گا؛ لیکن خدا کی قسم میں تمہارے فقر وافلاس سے نہیں ڈرتا؛ بلکہ مجھے ڈر ہے کہ پہلی قوموں کی طرح تمہارے اوپر بھی دنیا کشادہ ہوجائے گی اور جس طرح ان کو منافست باہمی اور حسد وطمع سے ہلاک کردیا ہے، تمہیں بھی ہلاک کرے گی۔ (بخاری کتاب الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا)

۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمرکاب تھے، اس سفر سے واپس آنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے وفات پائی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا جھگڑا پیدا ہوگیا، لیکن صلحائے امت کی کوشش سے بہت جلد فرو ہوگیا، اس آتش خرمن سوز کے بجھانے میں امین امت کی کوشش بھی کسی سے کم نہ تھیں، چنانچہ انہوں نے انصار رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔

یا معشر الانصار انکم کنتم اول من نصرفلاتکونوا اول من غیر (بخاری کتاب الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا)

اے گروہِ انصار تم نے سب سے پہلے امداد وامانت کا ہاتھ بڑھایا تھا، اس لیے تم ہی سب سے پہلے افتراق واختلاف کے بانی نہ ہوجاو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود ان کے نام کو پیش کرکے فرمایا، دیکھو یہ عمر بن الخطاب موجود ہیں، جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی ذات سے خدا نے دین کو معزز کیا ہے، یہ دیکھو ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ موجود ہیں جن کو امین الامت کا خطاب عطا کیا گیا ہے ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو، لیکن ان دونوں بزرگوں نے بالاتفاق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اپنے استحقاق سے انکار کیا، اور بڑھ کر سب سے پہلے بیعت کرلی (ایضا) اس کے بعد تمام مہاجرین وانصار بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے اور فتنہ کا ابر تاریک افق اسلام سے چھٹ گیا۔

شام کی سپہ سالاری

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند نشینی کے بعد ۱۳ھ میں ملک شام پر کئی طرف سے لشکرکشی کا اہتمام کیا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حمص پر یزید بن ابی سفیان کو دمشق پر شرجیل کو اردن پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین پر مامور کیا، اور ہدایت کی کہ جب سب ایک جگہ مجتمع ہوجائیں تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار عام ہوں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب عرب کی سرحد سے باہر نکلے تو کثیر التعداد رومی فوجوں کا سامنا ہوا یہ دیکھ کر انہوں نے تمام

اسلامی فوجوں کو یکجا کرلیا اور دربارِ خلافت سے مزید کمک طلب کی، چنانچہ حضرت خالید بن ولید رضی اللہ عنہ جو عراق کی مہم پر مامور تھے، دربارِ خلافت کے حکم سے راہ میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑتے ہوئے شامی فوج سے آکر مل گئے اور متحد فوج نے بصریٰ، فحل اور اجنادین کو فتح کر کے دمشق کا محاصرہ کرلیا۔

فتح دمشق

دمشق کا محاصرہ جاری تھا کہ خلیفہ اول نے داعی اجل کو لبیک کہا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ابتدائی حکومت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیدار مغزی اور حسنِ تدبیر کے ساتھ فصیل پھاند گئے اور شہر میں داخل ہو کر دروازے کھول دیئے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ تیار کھڑے تھے، فوراً اندر گھس گئے، عیسائیوں نے یہ رنگ دیکھا تو مصلحت اندیشی کے ساتھ اسلامی سپہ سالار اعظم سے مصالحت کر لی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبر نہ تھی، وہ شہر کے دوسرے حصہ میں سرگرم پیکار تھے، عیسائی آکر ملتجی ہوئے کہ ہم کو خالد رضی اللہ عنہ سے بچایے، وسط بازار میں دونوں آدمیوں کا سامنا ہوا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی، مفتوحہ حصہ کو بھی صلح میں رکھا، اور اس پر صلح کے شرائط جاری کیے۔

معرکہ فحل

دمشق فتح کر کے اسلامی فوجیں آگے بڑھیں اور مقام فحل میں خیمہ افگن ہوئیں، رومیوں کا پڑاو فحل کے سامنے مقام ہسیان میں تھا، انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا اور گفت وشنید کے لیے ایک سفیر بلایا، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس عہدہ پر مامور ہوئے، لیکن یہ سفارت بے نتیجہ رہی اور رومیوں نے براہِ راست حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرنے کے لیے قاصد بھیجا، جس وقت وہ پہنچا تو یہ دیکھ کر متحیر رہ گیا کہ یہاں پر ایک ادنی واعلیٰ ایک ہی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اور افسری اور ماتحتی کی کوئی تمیز نظر نہیں آتی آخر اس نے گھبرا کر پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ لوگوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا، اس وقت وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے، اس نے متعجب ہو کر کہا کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ فرمایا ہاں" قاصد نے کہا" تمہاری فوج کو دو اشرفیاں فی کس دیں گے، تم یہاں سے چلے جاو، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا، اور قاصد کے تیور دیکھ کر فوج کو تیاری کا حکم دے دیا، غرض دوسرے دن جنگ شروع ہوئی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک ایک صف میں جا کر کہتے تھے۔

عباد اللہ استوجبوا من اللہ النصر بالصبر فان اللہ مع الصابرین

خدا کے بندو! صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو کیونکہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود فوج میں تھے اور دانشمندی کے ساتھ سب کو لڑا رہے تھے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی قلیل تعداد نے رومیوں کی پچاس ہزار باقاعدہ فوج کو شکست دے دی، اور ضلع اردن کے تمام مقامات فرزندانِ توحید کے زیرنگین ہو گئے۔

فتح حمص

یہاں سے چھوٹے چھوٹے مقات فتح کرتے ہوئے حمص کی طرف بڑھے اور محاصرہ کا سامان پھیلا دیا، اہل حمص کچھ عرصہ

تک کمک کی امید پر مدافعت کرتے رہے، لیکن جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو انہوں نے خود بخود شہر حوالہ کر دیا، (ابن اثیر جلد صفحہ وفتوح البلدان صفحہ) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہاں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر لاذقیہ کا رخ کیا اور راہ میں شیرز، حماۃ، معرۃ النعمان اور دوسرے مقامات میں اسلامی جھنڈا گاڑتے ہوئے منزل مقصود پر دم لیا۔

لاذقیہ نہایت مستحکم مقام تھا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کو فتح کرنے کی ایک نئی تدبیر اختیار کی، یعنی میدان میں بہت سے پوشیدہ غار کھدوائے، اور محاصرہ اٹھا کر حمص کی طرف روانہ ہوگئے شہر والوں نے جو مدت کی قلعہ بندی سے تنگ آگئے اس کو تائید غیبی خیال کیا، اور اطمینان کے ساتھ شہر پناہ کا دروازہ کھول کر کاروبار میں مصروف ہوگئے، لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس رات کو اپنے سپاہیوں کے ساتھ پلٹ کر غاروں میں چھپ رہے تھے، صبح کے وقت نکل کر دفعۃً شہر میں گھس گئے اور آسانی کے ساتھ اسلام کا علم بلند کر دیا۔ (فتوح البلدان بلاذری صفحہ)

یرموک کی فیصلہ کن جنگ

رومیوں کی متواتر ہزیمتوں نے ان کے آتشِ غیظ وغضب کو بھڑکا دیا اور ہرقل شہنشاہ روم کی دعوت پر تمام اطراف ملک سے ٹڈی دل فوج مجتمع ہوگئی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خود شامی امراء اور رؤساء نے جو باوجود مذہبی اختلاف کے ان کے اخلاق کے گرویدہ ہوگئے تھے، تمام واقعات کی اطلاع دی انہوں نے اچھی طرح سے غنیم کی تیاریوں کی تحقیقات کر کے اپنے ماتحت افسروں کو جمع کیا، اور ایک پر جوش تقریر کے بعد اس مہیب سیلاب کے روکنے کے متعلق مشورہ طلب کیا، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا میرے رائے یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو شہر میں چھوڑ کر ہم لوگ مقابلہ کے لئے نکلیں اس کے ساتھ خالد رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا جائے کہ دمشق اور فلسطین سے چل کر مدد کو آئیں، شرجیل بن حسنہ نے کہا یزید کی رائے یقیناً مخلصانہ ہے، لیکن ہم کو اپنا ننگ وناموس شہر کے عیسائی باشندوں کے رحم پر نہ چھوڑنا چاہئے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تو پھر سردست اس کی تدبیر یہ ہے کہ ہم عیسائیوں کو شہر بدر کر دیں، شرجیل نے اُٹھ کر کہا اے امیر یہ صریحاً نقضِ عہد ہوگا تجھ کو ہرگز اس کا حق نہیں ہے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لی، اور بالآخر بحث ومباحثہ کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ مفتوحہ ممالک چھوڑ کر تمام فوجیں دمشق میں جمع ہوں، غرض اس قرارداد کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں سے جو کچھ جزیہ یا خراج لیا تھا واپس کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہاری حفاظت کا معاوضہ تھا، لیکن جب ہم پر سردست، اس سے عاجز ہیں تو پھر ہم کو اس سے مستفید ہونے کا کوئی استحقاق نہیں ہے، چنانچہ کئی لاکھ رقم جو وصول ہوئی تھی سب واپس کر دی گئی، عیسائیوں پر اس قدر حق پسندی وانصاف کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ "خدا تم کو پھر واپس لائے۔ (فتوح البلدان)

دمشق میں جب اسلامی فوجیں مجتمع ہوگئیں تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر یرموک کے میدان میں (جو جنگی ضروریات کے لحاظ سے نہایت مناسب موقع تھا) مورچہ جمایا، اسی اثناء میں اُردن سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا کہ آپ کی معاونت نے اس علاقہ پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے اور ہر طرف بغاوت وشورش پھیل گئی ہے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ہم کو مصلحۃً پیچھے ہٹنا پڑا تا کہ تمام منتشر قوت مجتمع ہو جائے، بہر حال تم اپنی جگہ جمے رہو، میں عنقریب آکر تم سے ملتا

ہوں۔

مسلمانوں کے پیچھے ہٹ آنے سے رومیوں کی ہمت بڑھ گئی اور ایک عظیم الشان جمعیت کے ساتھ یرموک پہنچ کر مسلمانوں کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوئے؛ تاہم جو عربی تلوار کا مزہ چکھ چکے تھے وہ دل سے صلح کے متمنی تھے، سپہ سالار اعظم باہان کی بھی یہی خواہش تھی، غرض جارج نامی ایک رومی قاصد اسلامی لشکر گاہ میں پہنچا کہ کسی مسلمان سفیر کو ساتھ لے جائے، اس وقت شام ہو چکی تھی، ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی، مسلمانوں کے موثر طریقہ عبادت خشوع وخضوع اور محویت واستغراق نے اس پر عجیب وغریب کیفیت طاری کی، وہ استعجاب کے ساتھ دیکھتا رہا، یہاں تک کہ جب نماز ہو چکی تو اس نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے چند سوالات کئے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کی یہ آیتیں پڑھیں۔

يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۝ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۝ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ (نساء)

اے اہل کتاب اپنے دین میں زیادہ غلو نہ کرو اور خدا کی طرف حق کے سوا غلط باتیں نہ منسوب کرو حقیقت میں مسیح بن مریم خدا کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے ان کی طرف ڈال دیا تھا۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (نساء)

مسیح بن مریم اور ملائکہ مقربین کو خدا کی بندگی میں عار نہیں ہے۔

جارج نے ان آیتوں کا ترجمہ سنا تو بے اختیار پکار اٹھا، بے شک عیسیٰ علیہ السلام کے یہی اوصاف ہیں اور درحقیقت تمہارا پیغمبر سچا ہے، یہ کہہ کر بطیب خاطر مسلمان ہو گیا، وہ اپنی قوم میں واپس جانا نہیں چاہتا تھا، لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بدعہدی کا گمان نہ ہو واپس جانے پر مجبور کیا، اور فرمایا کہ کل جو سفیر یہاں سے جائے گا اس کے ساتھ چلے آنا۔ (طبری کے نزدیک جارج خالد رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے اسلام لایا)

غرض دوسرے روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ سفیر بنا کر بھیجے گئے؛ لیکن اس سفارت کا بھی اس کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلا کہ دونوں فریق اور بھی زیادہ جوش وخروش کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گئے؛ کیونکہ مسلمانوں کی صرف دو شرطیں تھیں جو ہر موقع پر پیش کی جاتی تھیں اور اس میں تغیر وتبدل قطعاً ناممکن تھا یعنی "اسلام" "یا جزیہ" دوسری طرف رومی جو اپنی شہنشاہی کے نشہ میں سرشار تھے ایسے شرائط کا سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، بہرحال جنگ شروع ہوئی اور گو مسلمان تعداد میں صرف تیس بتیس ہزار تھے تاہم افسران فوج کی دانش مندی، فن سپہ گری کی واقفیت اور خود سپاہیوں کے غیر معمولی جوش نے غنیم کے پاؤں اکھاڑ دیئے، اس جنگ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تقریباً ستر ہزار رومی کھیت رہے، مسلمان بھی کم وبیش تین ہزار شہید ہوئے، جن میں ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، ہشام بن العاص ابان رضی اللہ عنہ، سعید رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے جنگ آزما افسر بھی تھے۔

فتح یرموک کے بعد تمام ملک شام مسلمانوں کے خیر مقدم کے لیے تیار تھا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حمص پہنچ کر حضرت

خالد رضی اللہ عنہ سیف اللہ کو قنسرین روانہ کیا اور خود حلب کی طرف بڑھے، یہ دونوں مقامات آسانی کے ساتھ مفتوح ہو گئے، چند دنوں کے بعد اہل انطاکیہ نے بھی سپر ڈال دی، غرض بید المقدس کے سوا تمام شام پر آسانی کے ساتھ قبضہ ہو گیا۔

بیت المقدس

ہم پہلے لکھے آئے ہیں کہ فلسطین کی مہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی، چنانچہ وہ بڑے بڑے شہر فتح کر کے عرصہ سے بیت المقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنی مہم سے فرصت ہوئی تو وہ بھی اس فوج سے آملے، عیسائیوں نے ایک عرصہ کی قلعہ بندی سے تنگ آکر صلح کی درخواست کی اور مزید اطمینان کے لیے یہ شرط لگائی کہ امیر المومنین خود یہاں آکر اپنے ہاتھ سے معاہدہ صلح لکھیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اس شرط سے مطلع کیا اور ملک شام تشریف لانے کی دعوت دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہو کر مقام جابیہ پہنچے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ ان کا استقبال کیا، بیت المقدس کے نمائندے بھی یہیں پہنچے اور معاہدہ صلح ترتیب پانے کے بعد اس مقدس شہر پر قبضہ ہو گیا۔ (فتوح البلدان)

رومیوں کی آخری کوشش

شام جیسے سرسبز و شاداب ملک کا ہاتھ سے نکل جانا رومیوں کے لیے سخت سوہان روح تھا، انہوں نے جزیرہ اور آرمینیہ والوں کی امداد سے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی اور ایک عظیم الشان جمعیت کے ساتھ حمص کی طرف بڑھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی ادھر ادھر سے فوجیں جمع کیں اور دربار خلافت کو تمام واقعات سے مطلع کیا، چنانچہ امیر المومنین کے حکم سے عراق سے ایک بہت بڑی کمک پہنچ گئی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس عظیم الشان قوت کے ساتھ رومی سیلاب کو روکنے کے لیے آگے بڑھے، میدان جنگ میں پہنچ کر باقاعدہ صف آرائی کی اور ایک پر جوش موثر تقریر کے بعد فرمایا، مسلمانو آج جو ثابت قدم رہ گیا اور اگر زندہ بچا تو ملک و مال ہاتھ آئے گا اور مارا گیا تو شہادت کی دولت ملے گی، میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص مرے اور مشرک ہو کر نہ مرے وہ ضرور جنت میں جائے گا، اس زمانہ میں اسلام کا ہر ایک فرزند جوش ملی اور غیرت دینی کا مجسم پتلا تھا، اس تقریر نے اور بھی گرما دیا، غرض! مجاہدین نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کے پاوں اکھڑ گئے اور مرج الدیباج تک بھاگتے چلے گئے، اس طرح رومیوں کی آخری کوشش بھی ناکام رہی اور پھر انہیں کبھی پیش قدمی کا حوصلہ نہ ہوا۔

امارت

حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دمشق کے امیر یا والی مقرر ہوئے تھے لیکن ۱۸ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے یہ عہدہ بھی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ دمشق سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے لوگوں سے کہا، تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ امین امت تمہارا والی ہے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، غرض اسی لطف و محبت کے ساتھ امارت یا

ولایت کا چارج لینے کے بعد ملکی انتظامات میں مصروف ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتظامی حیثیت سے ملک شام میں جو مختلف اصلاحیں جاری کیں، ان میں سے اکثر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عمل میں آئیں، ۱۸ھ میں جب عرب میں قحط پڑا تو نہایت سرگرمی کے ساتھ شام سے چار ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے بھیجے (طبری) اشاعت اسلام کا بھی ان کو خاص خیال تھا، چنانچہ قبیلہ تنوخ، بنوسلیح اور عرب کے دوسرے بہت سے قبائل جو مدت سے شام میں آباد ہو گئے تھے اور عیسائی مذہب کے پیرو تھے، صرف ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی کوشش سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، بعض شامی اور رومی عیسائی بھی ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام لائے۔

طاعونِ عمواس

۱۸ھ میں تمام ممالک مفتوحہ میں نہایت شدت کے ساتھ طاعون کی وبا پھیلی خصوصاً شام میں اس نے بہت نقصان پہنچایا، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تدبیر انتظام کے لیے دارالخلافہ چھوڑ کر مقام سرغ پہنچے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے سرداروں نے یہاں استقبال کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شدت کی کیفیت سن کر پہلے مہاجرین رضی اللہ عنہ اور پھر انصار رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا، سب نے مختلف رائیں دیں، اس کے بعد مہاجرین فتح سے جو عموماً قریش کے بوڑھے تجربہ کار لوگ تھے مشورہ چاہا، انہوں نے ایک زبان ہو کر کہا سرِ دست یہاں سے لوگوں کا منتقل ہو جانا مناسب ہوگا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منادی کرادی کہ میں کل صبح واپس جاؤں گا، سب ساتھ چلیں، چونکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نہایت شدت کے ساتھ تقدیر کے قائل تھے، اس لیے ان کو یہ حکم ناگوار ہوا اور آزادی کے ساتھ کہا "افرارا من قدر اللہ" یعنی تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ عموماً حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف ظاہر کرنا ناپسند کرتے تھے، اس لیے انہوں نے کہا کاش! تمہارے سوا کوئی دوسرا یہ جملہ کہتا، ہاں تقدیر الٰہی سے بھاگتا ہوں لیکن تقدیر الٰہی کی طرف۔ (مسلم باب الطاعون)

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر بلایا کہ کچھ دنوں کے لیے یہاں چلے آؤ، تم سے کچھ کام ہے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس طلبی کا مقصد سمجھ گئے اور لکھا کہ جو مقدر ہے وہ ہوگا میں مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لیے یہاں سے ٹل نہیں سکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ کسی طرح ٹلنے کا نام نہیں لیتے تو پھر تاکید لکھا کہ فوج کو لے کر کسی بلند اور صحت بخش مقام کی طرف چلے جاؤ، اس وقت جہاں پڑاؤ ہے وہ نہایت نشیبی اور مرطوب جگہ ہے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر جابیہ اُٹھ گئے۔ (فتح الباری)

جابیہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون میں مبتلا ہوئے، جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی، تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جو ان کے اسلامی بھائی تھے اپنا جانشین کیا اور لوگوں کو جمع کر کے ایک نہایت موثر تقریر کی، آخر میں فرمایا، صاحبو یہ مرض خدا کی رحمت اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ہے، پہلے بہت سے صلحائے روزگار اس میں جاں بحق ہو گئے ہیں اور اب عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے خدا سے اس سعادت میں حصہ پانے کا متمنی ہے۔ (مسند)

نماز کا وقت آیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشین کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، ادھر نماز ختم ہوئی اور اُدھر راضی

برضائے الٰہی یعنی ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ امین الامت نے داعیِ حق کو لبیک کہا، حضرت معاذ بن جبل نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور حاضرین کے سامنے ایک موثر پر درد تقریر کے بعد کہا" صاحبو! آج تم سے ایک شخص ایسا اُٹھ گیا کہ خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ صاف دل، بے کینہ، سیر چشم، عاقبت اندیش، باحیا اور خیر خواہِ خلق کبھی نہیں دیکھا، پس خدا سے اس کے لیے رحم و مغفرت کی دعا کرو"۔ (اصابہ)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اٹھاون برس کی عمر پائی اور اس قلیل عرصہ میں اپنے حیرت انگیز کارناموں کا منظر دیکھا ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے، فانا للہ و انا الیہ راجعون

اخلاق و عادات

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ اخلاق میں خدا ترسی، اتباعِ سنت، تقویٰ، زہد، تواضع، مساوات اور ترحم کے ابواب نہایت روشن ہیں۔

خوفِ خدا کا یہ حال تھا کہ محض معمولی واقعات ان کے لیے سرمایہ عبرت بن جاتے اور اکثر خدا کی ہیبت و جلال کو یاد کر کے چشم پرنم ہو جاتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص ان کے گھر آیا دیکھا تو زار و قطار رو رہے ہیں اس نے متعجب ہو کر پوچھا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خیر ہے؟ یہ رونا دھونا کیسا؟ کہنے لگے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے آیندہ فتوحات اور تمول کا ذکر کرتے ہوئے شام کا تذکرہ فرمایا اور کہا، ابوعبیدہ! اگر اس وقت تک تمہاری عمر وفا کرے تو تمہارے لیے صرف تین خادم کافی ہوں گے ایک خاص تمہاری ذات کے لیے ایک تمہارے اہل و عیال کے لیے اور ایک سفر میں ساتھ جانے کے لیے اسی طرح سواری کے تین جانور کافی ہیں، ایک تمہارے لیے ایک غلام کے لیے ایک اسباب و سامان کے لیے، لیکن اب دیکھتا ہوں تو میرا گھر غلاموں سے اور اصطبل گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے آہ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا جو اسی حال میں ملے گا جس حال میں میں اسے چھوڑ جاؤں گا۔ (مسند)

ہادی دین کی اطاعت محبت اور خدمت گذاری میں امین امت سے زیادہ کون پیش پیش رہتا؟ واقعہ بدر میں باپ کو قتل کیا، رسول برحق کی راحت رسانی کے لیے دو دانت شہید کیے، غزوہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا تو صرف اس لیے طوقِ اطاعت گلے میں ڈال لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق باہمی کی ہدایت کی تھی اور فرمایا کہ میں تمہاری اطاعت نہیں کرتا؛ بلکہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گردن جھکاتا ہوں۔ (مسند)

امین اُمت کا آخری لمحہ حیات بھی اطاعتِ رسول میں گذرا، شام میں طاعون کی شدت ہوئی تو بڑے بڑے ثابت قدم بزرگوں کے پاؤں ڈگمگا گئے، لیکن انہوں نے صرف اس وجہ سے ٹلنے کا نام نہ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھاگنے کی ممانعت کی تھی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ زہد و بے نیازی کے بادشاہ تھے، ان کی نظر میں دنیا اور اس کی نعمتیں ایک حقیر ذرہ سے بھی زیادہ بے وقعت تھیں، شام کی آب و ہوا نے بڑے بڑے صحابہ کے طرزِ معاشرت کو بدل دیا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سفر شام کے موقع پر افسروں کو پر تکلف قبائیں، اور زرق برق پوشاک پہنے دیکھا تو اس قدر غصہ ہوئے کہ گھوڑے سے اتر پڑے

اور سنگریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکنے لگے کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں، لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جس حال میں ملے وہ وہی عرب کی سادگی تھی، بدن پر سادہ کپڑے اور سواری میں اونٹنی جس کی نکیل بھی معمولی رسی کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے قیام گاہ پر تشریف لائے تو وہاں اس سے بھی زیادہ سادگی تھی، یعنی ڈھال، تلوار اور اونٹ کے کجاوہ کے سوا کوئی سامانِ راحت نہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کاش تم ضروری سامان تو فراہم کر لیتے، اس بے نیاز عالم نے جواب دیا" امیر المومنین ہمارے لیے بس یہی ہے"۔ (اصابہ)

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھیجے، انہوں نے تمام رقم فوج میں تقسیم کر دی اور اپنے لیے ایک حبہ بھی نہ رکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا الحمد للہ کہ اسلام میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

امین امت کی خاکساری اور تواضع کا اس سے اندازہ ہوگا کہ انہوں نے باوجود سپہ سالار اعظم ہونے کے جاہ وحشم سے کبھی سروکار نہ رکھا، رومی سفراء جب کبھی اسلامی لشکر گاہ میں آئے تو انہیں ہمیشہ سردارِ فوج کی شناخت میں دقت پیش آئی، ایک دفعہ ایک رومی قاصد آیا، وہ یہ دیکھ کر متحیر ہو گیا کہ یہاں سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں، بالآخر اس نے گھبرا کر پوچھا تھا سردار کون ہے؟ لوگوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا، دیکھا تو ایک نہایت معمولی وضع قطع کا عرب فرشِ خاک پر بیٹھا ہے۔

مساواتِ اسلامی کا حد درجہ خیال تھا، ان کے لشکر گاہ میں ایک معمولی مسلمان سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے سردار کو ہو سکتی ہے، ایک دفعہ ایک مسلمان نے غنیم کے ایک سپاہی کو پناہ دی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا؛ لیکن سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس کو پناہ دیتے ہیں؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان سب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے۔ (مسند)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خلق وترحم تمام خلق اللہ کے لیے عام تھا، شام میں ان کی شفقت اور رعایا پروری نے عیسائیوں کو بھی مرہونِ منت بنا رکھا تھا، وہاں عیسائیوں کو نماز کے وقت ناقوس بجانے کی اور عام گذرگاہوں میں صلیب نکالنے کی سخت ممانعت تھی، لیکن انہوں نے عرضی پیش کی کہ کم سے کم سال میں ایک دفعہ عید کے روز صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خوشی کے ساتھ یہ درخواست منظور کر لی اس رواداری کا یہ اثر ہوا کہ شامی خود اپنے مذہب رومیوں کے دشمن ہو گئے اور خوشی کے ساتھ جاسوسی اور خبر رسانی کے فرائض انجام دینے لگے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خانگی زندگی کے حالات نامعلوم ہیں تاہم اس قدر یقینی ہے کہ جذبہ انقطاع الی اللہ نے بیوی بچوں سے غیر معمولی شغف پیدا ہونے نہ دیا۔

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد لمبا، جسم نحیف ولاغر، چہرہ کم گوشت، سامنے کے دو دانت خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قربان ہو گئے

تھے، ڈاڑھی گھنی نہ تھی، اور بعض روایات کے مطابق خضاب استعمال کرتے تھے۔

اولاد وازواج

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی صرف دو بیویوں سے اولاد ہوئی، ہند بنت جابر سے یزید اور درجا سے عمیر پیدا ہوئے، لیکن دونوں لاولد فوت ہوئے۔

بَابُ ذِكْرُ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ

باب 54: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

نام، نسب

مصعب نام، ابومحمد کنیت، والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام حناس بنت مالک تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے: مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی القرشی (اسد الغابہ، تذکرہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ)

ابتدائی حالات

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مکہ کے ایک نہایت حسین وخوشرو نوجوان تھے، ان کے والدین ان سے نہایت شدید محبت رکھتے تھے، خصوصاً ان کی والدہ حناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لخت جگر کو نہایت ناز ونعمت سے پالا تھا، چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانہ میں میسر آسکتی تھی استعمال فرماتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے "مکہ میں مصعب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حسین، خوش پوشاک اور پروردہ نعمت نہیں ہے۔"

(طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

اسلام

خدائے پاک نے حسن ظاہری، سلامتِ ذوق اور طبع لطیف کے ساتھ آئینہ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا، صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ توحید کے دلربا خط وخال نے شرک سے متنفر کردیا اور آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر اس کے شیدائیوں میں داخل ہو گئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین تھے اور مسلمانوں پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی، اس پر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور چھپ چھپ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، لیکن ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی ماں اور خاندان والوں کو خبر کردی، انہوں نے سنا تو محبت نفرت سے مبدل ہوگئی اور مجرم توحید کے لیے شرک کی عدالت نے قید تنہائی کا فیصلہ سنایا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ)

ہجرت حبشہ

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک قید کے مصائب برداشت کرتے رہے، لیکن زندان خانہ کی تلخ زندگی نے بالآخر ترک وطن پر مجبور کر دیا، اور متلاشیانِ امن وسکون کے ساتھ سرزمین حبش کی راہ لی، اس ناز پروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم ونازک کپڑوں کی حاجت تھی، نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ دنیاوی عیش وتنعم کی فکر تھی، صرف جلوہ توحید کے ایک نظارہ نے تمام فانی ساز وسامان سے بے نیاز کر دیا، غرض ایک مدت کے بعد حبش سے پھر مکہ واپس آئے، ہجرت کے مصائب سے رنگ وروپ باقی نہ رہا تھا، تو خود ان کی ماں کو اپنے نورِ نظر کی پریشان حالی پر رحم آ گیا اور مظالم کے اعادہ سے باز آ گئی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

تعلیم دین واشاعتِ اسلام

اس اثناء میں خورشید اسلام کی ضیا پاش شعاعیں کوہِ فاران کی چوٹیوں سے گذر کر وادیِ یثرب تک پہنچ چکی تھیں اور مدینہ منورہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کر لیا تھا انہوں نے دربارِ نبوت میں درخواست بھیجی کہ ہماری تعلیم وتلقین پر کسی کو مامور فرمایا جائے، حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ جوہر شناس نے اس خدمت کے لیے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور چند زریں نصائح کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچ کر حضرت اسعد زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور گھر گھر پھر کر تعلیم قرآن واشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے، اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گویوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تو نماز وتلاوت قرآن کے لیے کبھی حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے گھر میں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ عبد الاشہل کے سردار (حضرت) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفیق (حضرت) اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے کہا اس داعیِ اسلام کو اپنے محلّہ سے نکال دو، جو یہاں آ کر ہمارے ضعیف الاعتقاد اشخاص کو گمراہ کرتا ہے، اگر اسعد (میزبان حضرت مصعب رضی اللہ عنہ) سے مجھ کو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو میں تم کو اس کی تکلیف نہ دیتا، یہ سنکر حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے نیزہ اُٹھایا اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ واسعد رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر خشم آلود لہجہ میں کہا، تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے کہ ضعیف رائے والوں کو گمراہ کرو؟ اگر تم کو اپنی جانیں عزیز ہیں تو بہتر یہ ہے کہ ابھی یہاں سے چلے جاؤ، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نرمی سے جواب دیا، بیٹھ کر ہماری باتیں سنو، اگر پسند آئے قبول کرو ورنہ ہم خود چلے جائیں گے، حضرت اسید رضی اللہ عنہ نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے اور غور سے سننے لگے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے چند آیات کریمہ تلاوت کر کے اس خوبی کے ساتھ عقائد ومحاسن اسلام بیان فرمائے کہ تھوڑی ہی دیر میں حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا دل نورِ ایمان سے چمک اُٹھا اور بیتاب ہو کر بولے، کیسا اچھا مذہب ہے کیسی بہتر ہدایت ہے، اس مذہب میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے نہا دھو کر پاک کپڑے پہنو، پھر صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو، انہوں نے فوراً اس ہدایت کی تعمیل کی اور کلمہ پڑھ کر کہا، میرے بعد ایک اور شخص ہے جس کو ایمان پر لانا ہوگا، اگر وہ اس دائرہ میں داخل ہو گیا تو تمام قبیلہ عبد الاشہل اس کی پیروی کرے گا، میں ابھی اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ غیظ وغضب کے عوض عشق ومحبت کا سودا خرید کر اپنے قبیلہ میں واپس آئے تو حضرت سعد بن معاذ

رضی اللہ عنہ نے دور ہی سے دیکھ کر فرمایا، خدا کی قسم اس شخص کی حالت میں ضرور کچھ انقلاب ہوگیا ہے اور جب قریب آئے تو پوچھا کہو کیا کر آئے؟ بولے، خدا کی قسم وہ دونوں ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے، میں نے ان کو منع کیا تو وہ بولے کہ ہم وہی کریں گے جو تم پسند کرو گے، لیکن مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بنی حارثہ اس وجہ سے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے نکلے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے؛ تاکہ اس طرح تمہاری تذلیل ہو، چونکہ بنی حارثہ اور عبدالاشہل میں دیرینہ عداوت تھی، اس لیے حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا افسوں کارگر ہوگیا، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جوشِ غضب سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور تخالف مذہبی کے باوجود اسعد رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے دوڑے، لیکن جب یہاں پہنچ کر بالکل سکون واطمینان دیکھا تو سمجھ گئے کہ اسید نے ان دونوں سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے لیے محض اشتعال دلایا ہے، غرض نسبی ترحم فوراً مذہبی تعصب سے مبدل ہوگیا اور خشم گین لہجہ میں بولے ابوامامہ خدا کی قسم اگر رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ نہایت سختی کے ساتھ پیش آتا تمہیں کیونکر ہمارے محلہ میں علانیہ ایسے عقائد پھیلانے کی ہمت ہوئی جس کو ہم سخت ناپسند کرتے ہیں، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نرمی سے جواب دیا کہ پہلے ہماری باتیں سنو، اگر پسند آئیں تو قبول کرو ورنہ ہم خود تم سے کنارہ کش ہوجائیں گے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو منظور کرلیا، تو انہوں نے ان کے سامنے بھی اس خوبی سے اسلام کا نقشہ پیش کیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا چہرہ نورِ ایمان سے چمک اُٹھا، اسی وقت مسلمان ہوئے اور جوش میں بھرے ہوئے اپنے قبیلہ والوں کے پاس آئے اور بآنگ بلند سوال کیا، اے بنی اشہل بتاؤ میں تمہارا کون ہوں؟ انہوں نے کہا تم ہمارے سردار اور ہم سب سے زیادہ عاقل اور عالی نسب ہو، بولے خدا کی قسم تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاو۔

اس طرح عبدالاشہل کا تمام قبیلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اثر سے اسلام کا حلقہ بگوش ہوگیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد :، وخلاصہ الوفاء)

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مہمان رہے؛ لیکن جب بنی نجار نے ان پر تشدد شروع کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مکان پر اُٹھ آئے اور یہیں سے اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے، یہاں تک کہ خطمہ، وائل اور واقف کے چند مکانات کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر روشن ہوگئے۔ (سیرت ابن ہشام جلد :، وخلاصہ الوفاء)

مدینہ میں جمعہ قائم کرنا

مدینہ منورہ میں جب کلمہ گویوں کی ایک معتد بہ جماعت پیدا ہوگئی، تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے دربارِ نبوت سے اجازت حاصل کر کے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نماز جمعہ کی بناڈالی، پہلے کھڑے ہوکر ایک نہایت موثر خطبہ دیا، پھر خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور بعد نماز حاضرین کی ضیافت کے لیے ایک بکری ذبح کی گئی، اس طرح وہ شعار اسلامی جو عبادت الٰہی کے علاوہ ہفتہ میں ایک دفعہ برادرانِ اسلام کو باہم بغل گیر ہونے کا موقع دیتا ہے، خاص حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تحریک سے قائم کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

بیعت عقبہ ثانیہ

عقبہ کی پہلی بیعت میں صرف بارہ انصار شریک تھے؛لیکن حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ایک ہی سال میں تمام اہل یثرب کو اسلام کا فدائی بنادیا، چنانچہ دوسرے سال تہتر اکابر داعیان کی پر عظمت جماعت اپنی قوم کی طرف سے تجدید بیعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں مدعو کرنے کے لیے روانہ ہوئی، ان کے معلم دین حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، انہوں نے مکہ پہنچتے ہی سب سے پہلے آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر اپنی حیرت انگیز کامیابی کی مفصل داستان عرض کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے نہایت دلچسپی کے ساتھ تمام واقعات سنے اور ان کی محنت و جانفشانی سے بے حد محظوظ ہوئے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی ماں نے بیٹے کے آنے کی خبر سنی تو کہلا بھیجا، اے نافرمان فرزند کیا تو ایسے شہر میں آئے گا جس میں میں موجود ہوں اور تو پہلے مجھ سے ملنے نہ آئے، انہوں نے جواب دیا، میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی سے ملنے نہیں جاؤں گا، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ ملاقات حاصل کر چکے تو اپنی ماں کے پاس آئے، اس نے کہا میں سمجھتی ہوں کہ تو اب تک ہمارے مذہب سے برگشتہ ہے بولے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین برحق اور اس اسلام کا پیرو ہوں جس کو خدا نے خود اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے پسند کیا ہے، ماں نے کہا کیا تم اس مصیبت کو بھول گئے جو تم کو ایک دفعہ سرزمین حبش میں برداشت کرنی پڑی اور اب یثرب میں سہنا پڑتی ہے؟ افسوس دونوں دفعہ تم نے غمخواری کا کچھ شکریہ ادا نہ کیا، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ شاید پھر مجھ کو قید کرنے کی فکر میں ہے چلا کر بولے، کیا تو جبراً کسی کو اس کے مذہب سے پھیر سکتی ہے؟ اگر تیرا منشاء ہے کہ پھر مجھ کو قید کر دے تو پہلا شخص جو میری طرف بڑھے گا اس کو یقیناً قتل کر ڈالوں گا، ماں نے یہ تیور دیکھے تو کہا، بس تو میرے سامنے سے چلا جا اور یہ کہہ کر رونے لگی، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اس کیفیت سے متاثر ہوئے اور کہنے لگے اے ماں! میں تجھے خیر خواہی و محبت سے مشورہ دیتا ہوں کہ تو گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول برحق ہیں، اس نے کہا چمکتے ہوئے تاروں کی قسم! میں اس مذہب میں داخل ہو کر اپنے آپ کو احمق نہ بناؤں گی جا میں تجھ سے اور تیری باتوں سے ہاتھ دھوتی ہوں، اور اپنے مذہب سے وابستہ رہوں گی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

ہجرت مدینہ

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے مکہ آنے کے بعد ذی الحجہ محرم اور صفر کے مہینے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ہی کی خدمت میں بسر کیے، اور پہلی ربیع الاول کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ دن پہلے مستقل طور پر ہجرت کر کے مدینہ کی راہ لی۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

غزوات

۲ھ سے حق و باطل میں خونریز معرکوں کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ میدان فصاحت کی طرح عرصہ و غا میں بھی نمایاں رہے، غزوہ بدر میں جماعتِ مہاجرین کا سب سے بڑا علم ان کے ہاتھ میں تھا، غزوہ اُحد میں بھی علمبرداری کا تمغائے شرف ان ہی کو ملا۔

شہادت

اس جنگ میں ایک اتفاقی غلطی نے جب فتح وشکست کا پانسہ پلٹ دیا اور فاتح مسلمان ناگہانی طور سے مغلوب ہو کر منتشر ہو گئے تو اس وقت بھی یہ علمبردار اسلام یکہ وتنہا مشرکین کے نرغہ میں ثابت قدم رہا، کیونکہ لوائے توحید کو پیچھے کی طرف جنبش دینا اس فدائی ملت کے لیے سخت عار تھا، غرض اسی حالت میں مشرکین کے شہسوار ابن قمیہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جس سے داہنا ہاتھ شہید ہو گیا، لیکن بائیں ہاتھ نے فوراً علم کو پکڑ لیا، اس وقت ان کی زبان پر یہ آیت جاری تھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران)

اور محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔

ابن قمیہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی قلم تھا، لیکن اس دفعہ دونوں بازوؤں نے حلقہ کر کے علم کو سینہ سے چمٹا لیا، اس نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی اور زور سے نیزہ تاک کر مارا کہ اسکی انی ٹوٹ کر سینہ میں رہ گئی اور اسلام کا سچا فدائی اسی آیت کا اعادہ کرتے ہوئے فرشِ خاک پر دائمی راحت کی نیند سو رہا تھا، لیکن اسلامی پھریرا سرنگوں ہونے کے لیے نہیں آیا تھا، ان کے بھائی ابوالروم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کو سنبھالا اور آخر وقت تک شجاعانہ مدافعت کرتے رہے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

تجہیز وتکفین

لڑائی کے خاتمہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی لاش کے قریب کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ (الاحزاب)

مؤمنین میں سے چند آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے جو کچھ عہد کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا۔

پھر لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا "میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین وخوش پوشاک کوئی نہ تھا، لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال اُلجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے" پھر ارشاد ہوا بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہو گے اس کے بعد غازیانِ دین کو حکم ہوا کشتگانِ راہ خدا کی آخری زیارت کر کے سلام بھیجیں اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزِ قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

اس زمانہ میں غربت وافلاس کے باعث شہیدانِ ملت کو کفن تک نصیب نہ ہوا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی لاش پر صرف ایک چادر تھی کہ جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہو جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتے، بالآخر چادر سے چہرہ چھپایا گیا، پاؤں پر اذخر کی گھاس ڈالی گئی، (بخاری باب غزوہ احد) اور ان کے بھائی حضرت ابوالروم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سویط بن سعد رضی اللہ عنہ کی مدد سے سپردِ خاک کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون

(طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

فضل وکمال

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نہایت ذہین، طباع اور خوش بیان تھے، یثرب (مدینہ) میں جس سرعت کے ساتھ اسلام پھیلا اس سے ان کے ان اوصاف کا اندازہ ہوسکتا ہے، قرآن شریف جس قدر نازل ہو چکا تھا اس کے حافظ تھے، مدینہ میں نماز جمعہ کی ابتداء ان ہی کی تحریک سے ہوئی اور یہی سب سے پہلے امام مقرر ہوئے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

اخلاق

اخلاقی پایہ نہایت بلند تھا ظلم کے مکتب نے مزاج میں صرف متانت ہی پیدا نہ کی تھی؛ بلکہ مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنادیا تھا، خصوصاً ملک حبش کی صحرانوردیوں نے جفاکشی، استقلال واستقامت کے نہایت زرین اسباق دیئے تھے اور اچھی طرح سکھا دیا تھا کہ دشمنوں میں رہ کر کس طرح اپنا مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے، یہی وجہ تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نومسلموں کی تعلیم و تربیت اور اشاعتِ اسلام جیسے اہم خدمات پر ان کو مامور فرمایا تھا۔

مزاج قدرۃً نہایت لطافت پسند تھا، اسلام قبول کرنے سے پہلے عمدہ سے عمدہ پوشاک اور بہتر سے بہتر عطریات استعمال فرماتے، حضرمی جوتا جو اس زمانہ میں صرف امراء کے لیے مخصوص تھا وہ ان کے روزمرہ کے کام میں آتا، غرض ان کے وقت کا اکثر حصہ آرائش، زیبائش اور زلفِ مشکیں کے سنوارنے میں بسر ہوتا تھا، لیکن جب اسلام لائے تو شرابِ توحید نے کچھ ایسا مست کردیا کہ تمام تکلفات بھول گئے، ایک روز دربارِ نبوت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لیے صرف ایک کھال کا ٹکڑا تھا جس میں جابجا سے پیوند لگے ہوئے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو سب نے عبرت سے گردنیں جھکالیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا؛ الحمدللہ اب دنیا اور تمام اہل دنیا کی حالت بدل جانا چاہیے، یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکہ میں کوئی ناز پروردہ نہ تھا لیکن نیکوکاری کی رغبت اور خدا اور رسول کی محبت نے اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز کردیا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد میانہ، چہرہ حسین نرم ونازک اور زلفیں نہایت خوبصورت تھیں۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

اہل وعیال

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا جس سے زینب نامی ایک لڑکی یادگار چھوڑی۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

بَابُ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

قَالَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَانَقَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ

باب 55: حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

نافع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ معانقہ کیا تھا۔

240- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ سَمِعَ اَبَا بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنبَرِ وَالْحَسَنُ اِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ اِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّاِلَيْهِ مَرَّةً وَّيَقُوْلُ اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

✧✧ حسن بصری بیان کرتے ہیں انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برسرِ منبر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ کے ایک پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے آپ نے ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھا اور ایک مرتبہ ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

241- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا اَوْ كَمَا قَالَ

✧✧ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور یہ دعا کی۔ ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور تو بھی ان دونوں سے محبت کر'' (یا جیسے آپ نے ارشاد فرمایا)

242- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِيْ حُسْنِهٖ شَيْئًا فَقَالَ اَنَسٌ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عبیداللہ بن زید کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا اسے طشت میں رکھا گیا تھا اس نے اس کی بے حرمتی شروع کی اور ان کی ظاہری شکل کے بارے میں کچھ کہا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے (راوی بیان کرتے ہیں) اس وقت انہوں نے خضاب لگایا ہوا تھا۔

243- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ

حديث240: اخرجه البخارى فى "صحيحه" رقم الحديث:3430' اخرجه ابوداؤد فى "سننه" رقم الحديث:4290' اخرجه الترمذى فى "جامعه" رقم الحديث:3773' اخرجه النسائى فى "سننه" رقم الحديث:1410' اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث:20408' اخرجه الحاكم فى "المستدرك" رقم الحديث:4809' اخرجه النسائى فى " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:1718' اخرجه البيهقى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:11705' اخرجه الطبرانى فى "معجمه الصغير" رقم الحديث:766' اخرجه الطبرانى فى "معجمه الاوسط" رقم الحديث:1531' اخرجه الطبرانى فى " معجمه الكبير" رقم الحديث:2590' اخرجه الحميدى فى "مسنده" رقم الحديث:793

حديث241: اخرجه البخارى فى "صحيحه" رقم الحديث:3528' اخرجه النسائى فى " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:8171' اخرجه البيهقى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:20863

حديث242: اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث:13774' اخرجه ابويعلى فى "مسنده" رقم الحديث:2841

حديث243: اخرجه الطبرانى فى "معجمه الكبير" رقم الحديث:2582

✧✧ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے پر تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

244- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَیْتُ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ یَقُوْلُ بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهٌ بِعَلِیٍّ وَعَلِیٌّ یَضْحَكُ

✧✧ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور یہ کہہ رہے تھے۔ میرے باپ کی قسم! یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

245- حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ وَّصَدَقَةُ قَالَا اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا خیال رکھو۔

246- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ وَّقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ اَنَسٌ قَالَ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ

✧✧ زہری بیان کرتے ہیں' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا ہے' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کوئی مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

247- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ یَعْقُوْبَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ نُعْمٍ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَسَاَلَهٗ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهٗ یَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ یَسْاَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ ابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا

✧✧ ابن ابی نعم بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا: کسی نے اُن سے حالت احرام

حدیث244: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3349' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:40' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8161' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:39' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:2527

حدیث245: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3509' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :971

حدیث246: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:12696

حدیث247: اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6969' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1927

والے شخص کے بارے میں سوال کیا تھا جو مکھی کو مار دیتا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل عراق مکھی کے بارے میں سوال کرتے ہیں جبکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو شہید کر دیا تھا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یہ دونوں (میرے دونوں نواسے) دنیا میں میرے پھول ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

اہل جنت کے سردار ہونے کے شرف کا بیان

حضرت حسن حضرت فاطمہ زہراء کے بطن سے حضرت علی کے صاحبزادے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنگن پھول تھے۔ اور تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں حضرت حسن کی کنیت "ابومحمد" تھی۔ صحیح تر روایت کے مطابق سن تین ہجری کے ماہ رمضان کی پندرہ تاریخ کو پیدا ہوئے اور سن پچپن میں وفات ہوئی۔ بعض حضرات نے سن وفات ۵۸ھ اور بعض نے ۴۹ھ اور بعض ۴۴ھ لکھا ہے بقیع میں دفن کیے گئے ان سے ایک بڑی جماعت کو شرف روایت حاصل ہے جس میں ان کے صاحبزادے حضرت حسن ابن حسن اور حضرت ابوہریرہ بھی شامل ہیں تاریخی روایت کے مطابق حضرت علی کی شہادت (رمضان ۴۰ھ) کے بعد کوفہ میں جن لوگوں نے حضرت حسن کو خلیفہ بنایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی ان تعداد چالیس ہزار تھی لیکن وہ امت کو افراق وانتشار سے بچانے کی خاطر چھ ماہ بعد ہی ۱۵ جمادی الاول ۴۱ھ کو حضرت امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

سید الشہداء حضرت حسین کی کنیت ابوعبداللہ ہے، سن چار ہجری کے ماہ شعبان کی پانچ تاریخ کو پیدا ہوئے اپنے بڑے بھائی حضرت حسن سے صرف ۱۰ ماہ ۳۰ دن چھوٹے تھے ۱۰ محرم ۶۱ھ جمعہ کے دن کربلا (عراق) کی سرزمین پر یزید ابن معاویہ کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے ایک روایت تو یہ ہے کہ سنان ابن انس نخعی نے آپ کو شہید کیا جب کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ شمر ذی الجوش نے شہید کیا اور آپ کی نعش مبارک اور آپ کے اہل بیت کو میدان کربلا سے عبداللہ ابن زیاد کے پاس خولی ابن یزید اصبحی لے کر آیا، روایتوں میں آتا ہے کہ کربلا کے میدان میں حضرت حسین کے ساتھ آپ کی اولاد، آپ کے بھائیوں اور اہل بیت میں سے ۲۳ مردوں کو شہید کیا گیا شہادت کے دن حضرت حسین کی عمر اٹھاون سال کی تھی۔

دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ شاندار جبہ زیب تن فرما کر انتہائی وجیہانہ شان کے ساتھ گھر سے باہر تشریف لائے، آپ کی ظاہری حالت بہت خوبصورت معلوم ہو رہی تھی، اتنے میں ایک یہودی سے ملاقات ہوئی جس کی شکستہ حالی اس کے لباس اور بدن سے عیاں ہو رہی تھی، سخت تپتی دھوپ میں جان گداز محنت نے اس کو بے حال کر رکھا تھا اور اس نے پانی کا گھڑا گردن پر اٹھایا ہوا تھا، اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے کہا "مجھے ایک سوال پوچھنا ہے" حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے سوال پوچھنے کی اجازت دی تو اس نے کہا "تمہارے نانا کا فرمان ہے دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے، تم مومن ہو

اور میں کافر ہوں، میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ دنیا تمہارے لئے جنت ہے کہ تم اس میں عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہو اور میرے لئے قید خانہ ہے کہ فقر نے مجھے خستہ حال کر چھوڑا ہے اس کی یہ بات سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو آخرت میں میرے لئے تیار کردہ نعمتوں کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کرنی ہیں تو ان نعمتوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے تو یہی کہے گا کہ میں قید خانہ میں ہوں اور اگر تو اس عذاب کو دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں تیرے لئے تیار کر رکھا ہے تو اس عذاب کو دیکھ کر تو یقین کر لے گا کہ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے تو جنت میں ہے۔ (الحسن والحسین)

کرامات سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حافظ حدیث ابن عبدالبر (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ "ہم کو کئی سندوں سے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ قریب المرگ ہوئے تو انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بھائی! ابا جان کو امر خلافت کا خیال ہوا تھا کہ اسلام کی خدمت کریں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر ان کو خلافت نہ دے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا والی بنایا، ان کی وفات کے بعد پھر ابا جان کو اس کا خیال ہوا تو سلطنت خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دی گئی اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ میں ابا جان کو یقین تھا کہ خلافت ان کو تجاوز نہ کرے گی، یعنی وہی خلیفہ مقرر کئے جائیں گے؛ لیکن خلافت کی باگ ڈور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، یعنی وہ خلیفہ بنائے گئے، پھر ایک فتنہ برپا ہوا جس میں تلواریں کھینچ لی گئیں اور لڑائیاں ہوئیں، یعنی وہ خلافت ابا جان کو بلا غبار نہیں ملی، خدا کی قسم میں یہ امر تجویز نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع کر دے، یعنی میرا اندازہ یہ ہے کہ خلافت اہل بیت میں نہیں رہے گی اور یقیناً میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوفہ کے بیوقوف تم کو حرکت دے کر جنگ وجدل کی طرف متوجہ کر دیں اور تم کو وطن سے باہر نکال دیں۔

ان امور کا اس وقت تک بظاہر کوئی قرینہ تو نہ تھا کہ کوئی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نازیبا برتاؤ کریں گے؛ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو کشف کے ذریعہ یہ سب کچھ معلوم ہو جانا آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

مقام بقیع میں مدفن امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خواہش پر کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کیا جاؤں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اقرار فرمایا تھا، یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مجھے دفن ہونے کی اجازت دے دی تھی اور جب میں مر جاؤں تو اس کی درخواست ان سے پھر کر لینا؛ لیکن اس کے ساتھ ہی میرا گمان ہے کہ قوم تم کو اس بات سے روکے گی اور اگر وہ ایسا کریں یعنی میرے دفن سے تم کو روکیں تو ان سے بار بار نہ کہنا، الحاصل حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جا کر کہا: انہوں نے جواب دیا نہایت خوشی سے؛ لیکن مدینہ کے گورنر مروان

نے ان کو وہاں دفن کرنے سے منع کر دیا، اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء مسلح ہو کر لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے؛ لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اس ارادہ جنگ سے باز رکھا اور کہا اس موقع پر اگر چہ مروان نے نامعقول اور ناشائستہ حرکت کی ہے؛ لیکن تمہارا آمادہ جنگ ہونا مناسب نہیں، آخر کار حضرت حسن رضی اللہ عنہ مقامِ بقیع میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس دفن ہوئے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت رفقاء اہل بیت کی کثرت کی وجہ سے کسی سے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو دفن سے روکا جائے گا؛ لیکن امام عالی مقام نے ظاہراً حالت کے خلاف جس ہونے والے واقعہ کو بذریعہ کشف ظاہر کیا وہ آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ

امام عالی مقام کا نام و نسب یوں ہے: حسین بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے (عبداللہ آپ کے چھوٹے بیٹے حضرت علی اصغر کا نام ہے)، آپ کے القاب سبط رسول، ریحانہ رسول، سید شباب اہل الجنہ وغیرہا ہیں۔ آپ کی والدہ سیدہ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء ہیں۔ آپ 5 شعبان المعظم 4 ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی کا واقعہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے متعلق پیش گوئی فرمادی تھی۔ حضرتِ ام فضل رضی اللہ عنہ (زوجہ عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ وہ رسول کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک ناپسندیدہ خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کی وہ بہت ہی ناپسندیدہ ہے۔ فرمایا ہوہ کیا ہے؟ عرض کی میں نے دیکھا ہے گویا آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا آپ کے جسم سے جدا ہوا ہے اور میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے اچھا (خواب) دیکھا ہے، فاطمہ انشاء اللہ بیٹا جنم دے گی وہ تمہاری گود میں ہوگا۔ پس جیسے آپ نے فرمایا ویسے ہی ہوا اور حسین رضی اللہ عنہ میری گود میں آئے۔ فرماتی ہیں ایک دن میں رسول کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہیں (حسین رضی اللہ عنہ کو) آپ کی گود میں رکھا دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا وجہ ہے؟ فرمایا جبرائیل علیہ السلام ابھی آئے ہیں اور انہوں نے خبر دی ہے کہ بیشک میری امت کے لوگ میرے اس بیٹے کو قتل کر دینگے۔ میں نے کہا اس بیٹے کو۔ تو کہا ہاں اور میرے پاس سرخ رنگ کی مٹی بھی لائے ہیں۔ (تہذیب التہذیب جز:2، صفحہ:300، طبع دارالفکر بیروت)

محدث ابونعیم نے روایت کیا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کرب وبلاء کی بو ہے۔ اور اے ام سلمہ جس روز یہ مٹی خون میں بدل جائے گی تو جان لینا کہ میرا بیٹا قتل کر دیا گیا ہے۔ فرماتی ہیں میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیا۔

علاوہ ازیں سیدہ عائشہ صدیقہ حضرت علی المرتضٰی حضرت فاطمہ الزہراء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور مقام شہادت کے بارے میں روایات اور پیش گوئیاں کتب معتبرہ میں موجود ہیں۔ لیکن یہ بات قابل حیرت ہے کہ نبی اکرم اور آپ کے اہلبیت میں سے کسی سے اس حادثہ فاجعہ کے ٹل جانے کی دعاء ثابت نہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم اور تمام اہل بیت رسول چاہتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اس امتحان عظیم سے گزر کر جہاد اور شہادت فی سبیل اللہ کا حق ادا کر کے مسلمانوں کے لئے روشنی کا اونچا مینارہ ثابت ہوں اور خدا تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ وارفع درجات کے مستحق ٹھہریں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام رکھنے کا واقعہ

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حسین کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا حرب فرمایا بلکہ وہ حسین ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے اپنے تینوں نواسوں (حسن، حسین اور محسن) کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبر، شبیر اور مشبر کے نام پر رکھے ہیں۔

آپ نے خود کان میں اذان پڑھی۔ تحنیک فرمائی (یعنی کھجور چبا کر لعاب میں مکس کر کے کھلائی)، عقیقہ فرمایا، بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔

پانچ مبارک ہستیوں کی شان وعظمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بے حد پیار تھا۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ رنگ کی بالوں سے بنی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حسن آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمالیا پھر حسین آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمالیا پھر فاطمہ آئیں تو انہیں چادر میں داخل فرمالیا پھر علی آئے تو انہیں چادر میں داخل فرمایا پھر فرمایا: اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور رکھے اے اہلبیت اور تم کو خوب پاک فرمائے۔ اسی حدیث مبارک سے پنجتن پاک کی اصطلاح بنی۔

وقت مباہلہ میں اہل بیت کو ساتھ لے جانے کا واقعہ

ہجرت کے 9ویں سال جب نجران کے عیسائیوں کو آپ نے اسلام کی دعوت دی جب آپ نے دلائل سے اتمام حجت فرمائی تو آپ نے انہیں مباہلہ (ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے) کا چیلنج کیا۔ اس موقع پر جب حضور مباہلہ کے لئے تشریف لائے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ دائیں جانب اور حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے۔ اس موقع پر عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری (اسقف) نے کہا: اے عیسائیوں کی جماعت ہرگز مباہلہ نہ کرنا میں

ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دے تو اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو جڑوں سے اکھاڑ دے گا۔ پھر کہا اگر تم نے آج مباہلہ کرلیا تو تمہارا نام ونشان مٹ جائے گا اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی نظر نہیں آئے گا۔ اسکے بعد عیسائیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کردیا اور جزیہ دینے پر صلح کرلی۔ ان روایات سے شہزادہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت شان روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت حسین رضی اللہ عنہ

اسی طرح خلفاء ثلثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اپنے دور خلافت میں شہزادہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت فرمائی۔ فتح ایران کے بعد جب بے پناہ خزانے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئے تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ 2 دو ہزار درہم مقرر فرمایا اور نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وظیفہ پانچ ہزار درہم مقرر فرمایا اور شاہ ایران یزدجرد کی بیٹی حضرت شہر بانو کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا۔

رجب 60ھ میں صحابی رسول کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا تو گورنر مدینہ ولید بن عقبہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کی بیعت (یعنی یزید کی حکومت کی تائید کرنے) کا مطالبہ کیا تو آپ نے یزید کے فسق وفجور کی بنیاد پر اس کی بیعت کرنے سے صاف صاف انکار فرمادیا۔

اس کے بعد آپ 4 شعبان 60ھ کو مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اسی اثناء میں کوفہ کے لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے (اور وہاں خلافت راشدہ کی بنیاد رکھنے) کی دعوت دی۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم ابن عقیل کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ بھیجا۔ اہل کوفہ نے ابتداء میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی لیکن بعد میں یزیدی گورنر عبیداللہ ابن زیاد کے ڈرانے دھمکانے کے بعد آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور امام مسلم اور آپ کے دونوں بیٹوں محمد وابراہیم کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کردیا۔

آپ کی سیرت کے چند درخشاں گوشے

1۔ آپ کی سیرت کا سب سے روشن ودرخشاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے یزید جیسے فاسق وفاجر ظالم حکمران کی حمایت نہیں فرمائی اور اس سلسلہ میں نہ صرف بڑی بڑی پیش کشوں کو ٹھکرا دیا۔ بلکہ ہجرت وطن سے لے کر مال واولاد، احباب اقرباء حتیٰ کہ جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ آپ کا یزید سے کوئی ذاتی اختلاف نہ تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سرالشہادتین میں فرماتے ہیں: پس امام حسین یزید کی بیعت وحمایت سے رک گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فاسق وفاجر، شرابی اور ظالم تھا۔ اور مشہور مفسر محدث اور مورخ حافظ ابن کثیر دمشقی اپنی تصنیف البدایہ والنہایہ جلد: 8 میں لکھتے ہیں: یزید کے متعلق یہ باتیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ وہ سازوراگ کا دلدادہ، شرابی، ناچ، گانے کا شیدائی، خوبرولڑکوں اور نوعمر حسین وجمیل گانے والی لونڈیوں کا شوقین تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہر صبح شراب کے نشہ میں مدہوش اٹھتا تھا۔ جبکہ اسلام میں ایسا شخص مسلمانوں کی امامت وحکومت کا اہل نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن پاک میں سورۃ شعراء کی آیت 181 میں ہے: ترجمہ: اور تم گناہ کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔ جو کہ زمین

میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ فاسق و ظالم کو امیر و حکمران نہ بناؤ۔ جبکہ حدیث پاک میں نبی اکرم نے فرمایا: ترجمہ: ایسے شخص کی اطاعت نہیں جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو۔

باطل کے خلاف شہادت حسین کے مقاصد

لہٰذا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے کیسے ممکن تھا کہ ایسے خبیث ولعین کی بیعت کرتے۔ آپ نے ظالم و جابر، فاسق و فاجر حکمران کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ اپنا سب کچھ لٹا دیا اور قیامت تک کے مسلمانوں کو درس دیا کہ امارت و حکومت صرف صالح لوگوں کا حق ہے۔ فاسق و فاجر، ظالم و جابر مسلمانوں کا حاکم نہیں ہوسکتا۔ نیز آپ نے مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ ایک مسلمان کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اسلام کے اصولوں پر سودے بازی کرے۔ مسلمان جان و مال و اولاد اور عزت و آبرو تو قربان کرسکتا ہے لیکن اسلام کے اصولوں پر سودے بازی نہیں کرسکتا۔

لہٰذا آج اگر ہم محبت حسین کا دعویٰ کر کے فاسقوں، فاجروں اور ظالموں کو ووٹ دے کر حکومت کے لئے منتخب کریں تو اس سے بڑھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ منافقت اور کیا ہوگی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ غلامان حسین یزیدان وقت کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور کسی فاسق و فاجر کو ووٹ دے کر اسے حکومت کے لئے منتخب نہ کریں۔

2۔ آپ کی سیرت کا ایک اور روشن ترین پہلو صبر و استقامت ہے کہ آپ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے.... میدان کربلا میں آپ کے ساتھی، بھتیجے، بھانجے اور بیٹے خاک و خون میں غلطاں تھے.... خیموں میں بیٹیاں، بہنیں اور بیویاں اپنے بعد بے سہارا نظر آرہی تھیں.... ان نہایت خوفناک حالات میں یزیدی افواج آپ کو بار بار پیش کش کررہی تھیں کہ آپ اگر اب بھی یزید کی بیعت کرلیں تو آپ کو قتل نہیں کیا جائے گا.... لیکن آپ استقامت کا پہاڑ بن کر اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

3۔ آپ صبر کا مجسمہ بنے رہے اور اپنے اہل بیت کو بھی صبر کی تلقین کرتے رہے۔ اِعلامُ الوَرٰی بِاَعلامِ الھُدٰی میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ سے فرمایا اے میری بہن! اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا ہر شے فانی ہے۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ جن کی شہادت پر تم نے صبر کیا تھا۔ بیشک میرے لیے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں۔ پھر فرمایا: اے میری بہن! میں تجھے قسم دیتا ہوں میری قسم کو پورا کرنا:

مجھ پر اپنا گریبان چاک نہ کرنا اور مجھ پر اپنے چہرے کو ہرگز نہ نوچنا اور ہائے افسوس اور ہائے ہلاکت کے الفاظ سے بین نہ کرنا جب میں جام شہادت نوش کرجاؤں۔

الغرض امام حسین امام الصابرین تھے۔ لہٰذا آپ کے محبین کو بھی صبر و استقامت کا پیکر بننا چاہئے۔

4۔ آپ نے میدان کربلا میں ایسے حالات میں جبکہ آپ کے تمام ساتھی اور رشتہ دار شہید ہوچکے تھے اور آپ کا اپنا جسم تیروں سے چھلنی ہوچکا تھا۔ نماز کو ترک نہیں کیا اس میں بھی امت کے لئے درس تھا کہ نماز بڑا قیمتی متاع ہے۔ ایسے خوفناک حالات میں بھی نماز کا ترک کرنا جائز نہیں۔

5۔آپ نے یزید کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس سلسلہ میں کسی خطرہ کی پرواہ نہیں کی۔ جبکہ اس سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہ نے تینوں خلفائے رسول حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مکمل تعاون فرمایا بلکہ اپنے بیٹوں کے نام خلفاء کے نام پر رکھے اور ان کی بیعت کی ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ لہٰذا جو شخص حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان سے دشمنی رکھتا ہے وہ نہ صرف ان کا دشمن ہے بلکہ وہ اہلبیت رسول کا بھی دشمن ہے۔

6۔خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں شدید اختلاف پیدا ہوگیا۔ خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام و مصر میں الگ خلافت قائم کرلی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہ دونوں بھائیوں نے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح و اتحاد کی خاطر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے امت کو ایک امیر کی امارت پر متحد فرمادیا۔ اور اس طرح رسول اللہ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ جس میں آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (بخاری شریف)

الغرض امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت مسلمانوں پر لازم کردی گئی ہے جسکا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ یزیدیوں کے مقابلہ میں قافلہ امام حسین میں شامل رہیں۔

شہادت حسین سے آسمان کے سیاہ ہونے کا واقعہ

خلف بن خلیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت آسمان کالا ہوگیا اور دن میں ستارے نکل آئے، محمد بن صلت اسدی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ربیع بن منذر ثوری (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آکر امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع دی اور وہ اندھا ہوگیا، جس کو دوسرا آدمی کھینچ کر لے گیا، ابن عیینہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا قبیلہ جعفیین کے دو آدمی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے جن میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہوئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپیٹتا تھا اور دوسرے آدمی کو اتنا سخت استسقاء ہوگیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگالیتا اور اس کی آخری بوند تک چوس جاتا، سدیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جگہ مہمان گیا، جہاں قتل حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر ہورہا تھا، میں نے کہا: حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جو شریک ہوا وہ بُری موت مرا، جس پر گفتگو کرنے والے نے کہا: اے عراقیو! تم کتنے جھوٹے ہو، مجھے دیکھو میں قتل حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا؛ لیکن اب تک بُری موت سے محفوظ ہوں، اسی لمحہ اس نے جلتے ہوئے چراغ میں اور تیل ڈال کر بتی کو اپنی انگلی سے ذرا بڑھایا ہی تھا کہ پوری بتی میں آگ لگ گئی، جسے وہ اپنی پھونک سے بجھا رہا تھا کہ اس کی ڈاڑھی میں آگ لگ گئی، وہ وہاں سے دوڑا اور پانی میں کود پڑا؛ تاکہ آگ بجھ جائے؛ لیکن آخر کار جب اسے دیکھا تو جل کر کوئلہ ہوگیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی دکھا دیا کہ تیری شرارت کا یہ انجام

ہے۔

عمارہ بن عمیرؒ نے بیان کیا ہے کہ "جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر مسجد کے برآمدے میں برابر برابر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس پہنچا جب کہ وہ لوگ کہہ رہے تھے وہ آ گیا کہ اتنے میں ایک سانپ نے آ کر ان سروں میں گھسنا شروع کر دیا اور عبید اللہ بن زیاد کے نتھنے میں گھستا اور اس میں تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر آ جاتا۔ اس واقعہ کو امام ترمذیؒ نے بیان کر کے سند کو بھی صحیح کہا ہے۔

مٹی کا امام حسین کی شہادت کی خبر دینے کا واقعہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی حضور کی گود میں کھیلتے تھے اس وقت سے ہی آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تذکرہ عام کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت فضل بنت حارث رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور آنحضرت کی چچی ہیں۔ ان سے مروی ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دے کر ذرا دوسری طرف متوجہ ہو گئی اور پھر (مڑ کر میں نے جو آپ کی طرف نظر اٹھائی تو) کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہ کہتی ہیں: میں نے پوچھا اے اللہ تعالیٰ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ میری امت (یعنی مسلمانوں ہی سے بعض لوگوں کی جماعت) میرے اس بیٹے کو عنقریب قتل کر دے گی۔ میں نے پوچھا کیا اس بیٹے کو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب اہلبیت)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے کہ آقائے دو جہاں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس جگہ کی مٹی عطا فرمائی جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پانا تھی۔ چنانچہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دونوں میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے کہ جبرائیل امین علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ کی امت میں سے ایک جماعت آپ کے اس بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کے بعد قتل کر دے گی اور آپ کو (وہاں کی تھوڑی سی) مٹی دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مٹی کو اپنے سینہ مبارک سے چمٹا لیا اور روئے پھر فرمایا: اے اُم سلمہ! جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو جان لینا کہ میرا یہ بیٹا قتل ہو گیا۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور وہ ہر روز اس کو دیکھتیں اور فرماتیں اے مٹی! جس دن تو خون ہو جائے گی وہ دن عظیم ہوگا۔

(خصائص الکبریٰ 2:125، سر الشہادتین 28، المعجم الکبیر للطبرانی 3:108)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے ہی خبر دے دی تھی بلکہ جس مقام پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پانا تھی اس مقام کی نشاندہی بھی فرما دی تھی۔ چنانچہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو جبریل امین نے خبر دی کہ میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ میرے بعد زمین

طف میں قتل کر دیا جائے گا اور جبرائیل میرے پاس (اس زمین کی) یہ مٹی لائے ہیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ مٹی حسین کا مدفن ہے۔ (سر الشہادتین: 24)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کئی سال پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ بات شہرت پا چکی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کربلا کے مقام پر ہوگی۔ چنانچہ حضرت اُنس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بارش برسانے پر مامور فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی جو مل گئی۔ اس دن حضور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے فرشتے کی آمد پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اُم سلمہ! دروازے کا خیال رکھنا کوئی اندر داخل نہ ہو۔ اس اثناء میں کہ آپ دروازے پر نگہبان تھیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور بزور اندر چلے گئے۔ وہ حضور علیہ السلام کے کندھوں پر جا چڑھے۔ رسول اللہ ان کو گود میں لے کر چومنے لگے تو فرشتے نے عرض کی: کیا آپ اس کو محبوب رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں فرشتے نے کہا: بے شک آپ کی اُمت اس کو قتل کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں یہ قتل کیے جائیں گے پس اس نے اپنا ہاتھ مارا اور آپ کو سرخ مٹی دکھا دی۔ وہ مٹی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لی اور اپنے کپڑے کے کونے میں باندھ لی۔

راوی فرماتے ہیں۔ ہم سنا کرتے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور اکرم کو اپنی سب ازواج میں سے زیادہ محبوب تھیں ان کو مٹی عطا نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی اور زوجہ مطہرہ کے سپرد فرمائی بلکہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرمائی اور فرمایا کہ اے اُم سلمہ! جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو یہ سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنی نگاہ نبوت سے یہ دیکھ رہے تھے کہ میرے بیٹے کی شہادت کے وقت ازواج مطہرات میں سے صرف اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہی زندہ ہوں گی۔ چنانچہ جب واقعہ کربلا ظہور پذیر ہوا اس وقت صرف اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہی زندہ تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی تمام ازواج مطہرات وفات پا چکی تھیں۔ محبوب خدا نے نہ صرف یہ کہ اس جگہ کی نشاندہی فرما دی تھی بلکہ اس سن کی طرف اشارہ بھی فرما دیا تھا جس سن و سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہونے والی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد کا فرمان ہے: ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت (حکومت) سے اللہ کی پناہ مانگو (البدایہ والنہایہ لابن کثیر، 8:321)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساٹھ ہجری کے سال سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ساٹھ ہجری میں میرے جگر کے ٹکڑوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں گے اور انہیں بڑی بے دردی سے شہید کر دیا جائے گا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو لوگوں نے رخصت کی راہ دکھائی اور کہا کہ کوفی بے وفا ہیں۔ وہ دھوکہ کریں گے۔ اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کے قدم منزل شہادت کی طرف کشاں کشاں بڑھ رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ اتنی مدت کے انتظار کے بعد آج وہ مبارک گھڑی آ رہی ہے جس گھڑی میں میرے نانا جی کے جوہر

شہادت کا ظہور تام ہونا قرار پایا ہے۔ وہ خود کو خوش نصیب تصور کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے جسم کو شہادت عظمیٰ کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب میدان کربلا پہنچے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو بارہا کہا کہ شہادت میرا مقدر ہو چکی ہے۔ مجھ کو تو شہید ہونا ہے لیکن میں تم پر شہادت ٹھونسنا نہیں چاہتا۔ تم میں سے جس کسی نے جانا ہے رات کے اندھیرے میں چلا جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ چونکہ آپ کو معلوم تھا کہ میری شہادت جوہر نبوی کے ظہور تام کے لیے مقدر کر دی گئی ہے۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے جان دینے سے خود کو بچانے کی کوشش نہ کی۔ وہ کسی بھی لمحہ زندگی میں بارگاہ خداوندی میں اس انجام سے بچنے کی دعا کرتے نظر نہیں آتے اگر آپ دعا کرتے تو ممکن تھا کہ کربلا میں پانسا پلٹ جاتا اور اہلِ بیت کے ایک ایک فرد کے شہید ہونے کی بجائے یزیدی لشکر تہس نہس ہو جاتا۔ دعا سے حالات تو بدل جاتے ہیں لیکن اس طرح جوہر شہادت نبوی کا ظہور ممکن نہ ہوتا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اگر چاہتے تو آسمان کی طرف توجہ فرماتے، خدا کی ذات قدیر بادلوں کو حکم کرتی، وہ برستے اور پیاس کی کوئی صورت نہ رہتی لیکن یہ شہادت نبوی کا ظہور تھا اور شہادت جتنی مظلومیت اور غربت کی حالت میں ہو۔ جتنی بے کسی کی حالت میں ہو۔ اس قدر رتبے میں بلند سے بلند تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پانی پی کر بھی شہید ہو سکتے تھے لیکن پانی پی کر شہید ہونا اور بات تھی اور پیاس کی شدت میں تڑپ تڑپ کر شہید ہونا اور بات ہے۔ مظلومیت کی یہ ساری کیفیات جوہر شہادت کے ظہور کے نقطہ کمال تک پہنچانے کے لیے تھیں۔ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑی رگڑنے سے چشمہ پیدا ہو سکتا ہے تو نواسہء رسول کے لیے یہ بعید نہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے حکم سے میدانِ کربلا میں پانی کے کئی چشمے بہہ نکلتے۔ اگر آپ فرات کی طرف اشارہ کرتے تو فرات اپنا رخ بدل کر آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں آ جاتا۔ الغرض آپ رضی اللہ عنہ جو چاہتے خدا تعالیٰ کی ذات وہ کر دیتی مگر نہ آپ رضی اللہ عنہ نے چاہا اور نہ خدا تعالیٰ کی ذات نے ایسا کیا۔ اس لیے کہ یہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا باب رقم ہونے والا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں رقم نہ ہو سکا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت دس محرم الحرام کو بڑی شہرت، چرچے اور تحمل کے ساتھ رونما ہوئی۔

ایک عبدالشیطان کی گستاخی اور امام کی دعائے ضرر سے اس کی ہلاکت

پھر آپ رضی اللہ عنہ اونٹ سے اترے اور گھوڑے پر سوار ہو کر صف آرا ہو گئے اور اس بات کا انتظار کیا کہ ابتدائے جنگ لشکر ابن سعد کی جانب سے ہو۔ کہتے ہیں کہ لشکر ابن سعد میں سے عبداللہ نامی ایک شخص جو در حقیقت عبدالشیطان تھا، نے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا اور میدان جنگ میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے اہل و عیال اور بچوں کے خیموں کے گرد آگ روشن کی گئی ہے تاکہ وہاں کوئی نہ پہنچ سکے۔ کہنے لگا: اے حسین رضی اللہ عنہ تمہیں آخرت کی آگ سے پہلے ہی دنیا کی آگ مبارک ہو امام عالی مقام علیہ السلام نے یہ سن کر اس کے حق میں بدعا کی۔ اسی وقت اس کے گھوڑے کے پاوں میں لغزش ہوئی اور وہ

آگ سے بھری ہوئی خندق میں جا گرا۔ وہ جہنمی اسی آگ میں جل کر جہنم رسید ہوا۔ اس کے بعد لشکر ابن سعد سے دو آدمی اور نکلے اور طالب مبارزت ہوئے امام عالی مقام کی جانب سے دو افراد مقابلہ کے لئے برآمد ہوئے اور ان دونوں کو جہنم کے تاریک گڑھوں تک پہنچا دیا۔

رفقائے امام کا ان پر نثار ہونا

کہتے ہیں کہ جب لشکریان سعد نے مبارزت طلب کی تو امام مظلوم رضی اللہ عنہ نے خود پیش قدمی فرمائی، جنگ کے لئے سوار ہوئے اور مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن سب بھائیوں عزیزوں اور غلاموں نے عرض کی: اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ و سلامت موجود ہے ہم آپ علیہ السلام کو جنگ نہ کرنے دیں گے۔

بَابُ مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَّوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَیْكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّةِ

باب 56: حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے تمہارے جوتوں کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی تھی۔

248- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ اَبُوْ بَكْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا یَعْنِیْ بِلَالًا

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے: ابوبکر ہمارے سردار ہیں۔ انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کروایا ہے، یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو۔

249-- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عُبَیْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ عَنْ قَیْسٍ اَنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَیْتَنِیْ لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِیْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَیْتَنِیْ لِلّٰهِ فَدَعْنِیْ وَعَمَلَ اللّٰهِ

✧✧ قیس بیان کرتے ہیں' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا اگر آپ مجھے اپنی ذات کے لئے خرید رہے ہیں تو مجھے اپنے ساتھ رکھیں اور اگر آپ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھے خرید رہے ہیں تو مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کروں۔

حدیث248: اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث: 5239' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث: 1015' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحديث :292' اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 31966' اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 32337

حدیث249: اخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" رقم الحديث: 32336

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

نام، نسب

بلال نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا، یہ حبشی نژاد غلام تھے؛ لیکن مکہ ہی میں پیدا ہوئے، بنی جمح ان کے آقا تھے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

اسلام

حضرت بلال رضی اللہ عنہ صورت ظاہری کے لحاظ سے تو ایک سیاہ فام حبشی تھے، تاہم آئینہ دل شفاف تھا، اس کو ضیائے ایمان نے اسوقت منور کیا، جب کہ وادی بطحاء کی اکثر گوری مخلوق غرورِ حسن وزعمِ شرافت میں ضلالت وگمراہی کی ٹھوکریں کھا رہی تھی، جن معدودے چند بزرگوں نے داعیِ حق کو لبیک کہا تھا ان میں صرف ساتھ آدمیوں کو اس کے اعلان کی توفیق ہوئی تھی جن میں ایک یہ غلام حبشی بھی تھا، سچ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ابتلاء واستقامت

کمزور ہمیشہ سب سے زیادہ ظلم وستم کا آماجگاہ رہتا ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جو ذاتی حالت تھی، اس کے لحاظ سے وہ اور بھی اس ناموس جفا کے شکار ہوئے، گونا گوں مصائب اور طرح طرح کے مظالم سے ان کے استقلال واستقامت کی آزمائش ہوئی، تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے گئے، مشرکین کے لڑکوں نے گلے مبارک میں رسیاں ڈال کر بازیچہ اطفال بنایا؛ لیکن ان تمام روح فرسا آزمائشوں کے باوجود توحید کی مضبوط رسی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا، ابوجہل ان کو منہ کے بل سنگریزوں پر لٹا کر اوپر سے پتھر کی چکی رکھدیتا اور جب آفتاب کی تمازت بیقرار کر دیتی تو کہتا، بلال رضی اللہ عنہ اب بھی محمد کے خدا سے باز آ، لیکن اس وقت بھی دہن مبارک سے یہی احد احد نکلتا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

ستم پیشہ مشرکین میں امیہ بن خلف سب سے زیادہ پیش پیش تھا، اس کی جدت طرازیوں نے ظلم وجفا کے نئے طریقے ایجاد کیے تھے، وہ ان کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتا، کبھی گائے کی کھال میں لپیٹتا، کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر جلتی ہوئی دھوپ میں بٹھاتا اور کہتا تمہارا خدا لات اور عزیٰ ہے، لیکن اس وارفتہ توحید کی زبان سے احد احد کے سوا اور کوئی کلمہ نہ نکلتا، مشرکین کہتے کہ تم ہمارے ہی الفاظ کا اعادہ کرو تو فرماتے کہ میری زبان ان کو اچھی طرح ادا نہیں کرسکتی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

آزادی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک روز حسبِ معمول وادی بطحاء میں مشقِ ستم بنائے جارہے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس طرف سے گذرے تو یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر دل بھر آیا اور ایک گرانقدر رقم معاوضہ دے کر آزاد کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے سنا تو فرمایا، ابوبکر تم مجھے اس میں شریک کرلو، عرض کیا یا رسول اللہ میں آزاد کرا چکا ہوں۔ (ایضاً وبخاری)

ہجرت

وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن خثعمی رضی اللہ عنہ سے مواخات ہوئی، ان دونوں میں نہایت شدید محبت پیدا ہوگئی تھی، عہدِ فاروق میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شامی مہم میں شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، بلال رضی اللہ عنہ تمہارا وظیفہ کون وصول کرے گا؟ عرض کیا" ابورویحہ رضی اللہ عنہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں میں جو برادرانہ تعلق پیدا کر دیا ہے وہ کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

موذن

مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس اور مجبور نہ تھا، یہاں پہنچنے کے ساتھ شعار اسلام و دین متین کی اصولی تدوین و تکمیل کا سلسلہ شروع ہوا، مسجد تعمیر ہوئی، خدائے لایزال کی عبادت و پرستش کے لیے نماز پنجگانہ قائم ہوئی اوراعلان عام کے لیے اذان کا طریقہ وضع کیا گیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سب سے پہلے وہ بزرگ ہیں جو اذان دینے پر مامور ہوئے۔ (بخاری باب بدوالاذان)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز نہایت بلند و بالا و دلکش تھی، ان کی ایک صدا توحید کے متوالوں کو بے چین کر دیتی تھی، مرد اپنا کاروبار، عورتیں شبستان حرم اور بچے کھیل کود چھوڑ کر والہانہ وارفتگی کے ساتھ ان کے ارد گرد جمع ہوجاتے، جب خدائے واحد کے پرستاروں کا مجمع کافی ہوجاتا تو نہایت ادب کے ساتھ آستانہ نبوت پر کھڑے ہوکر کہتے **حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، الصلوٰۃ یا رسول اللہ!** یعنی یارسول اللہ نماز تیار ہے، غرض آپ تشریف لاتے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی صدائے سامعہ نواز تکبیر اقامت کے نعروں سے بندگانِ توحید کو بارگاہِ ذوالجلال والاکرام میں سربسجود ہونے کے لیے صف بصف کھڑا کر دیتی۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اگر کسی روز مدینہ میں موجود نہ ہوتے تو حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ان کی قائم مقامی کرتے تھے، صبح کی اذان عموماً کچھ رات رہتے ہوئے دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ صبح کے وقت دو اذانیں مقرر کی گئی تھیں، آخری اذان حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دیتے تھے، چونکہ وہ نابینا تھے، اس لیے ان کو وقت کا پتہ نہ تھا، جب لوگ ان سے کہتے کہ "صبح ہوگئی" تو اُٹھ کر ندائے تکبیر بلند فرماتے تھے، اسی بنا پر رمضان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے بعد کھانا پینا جائز تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان صرف اس لیے ہے کہ جو لوگ رات بھر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے ہیں وہ کچھ آرام کریں اور جو تمام رات خواب راحت میں سرشار رہے ہیں وہ بیدار ہو کر نماز صبح کی تیاری کریں، لیکن وہ صبح کا وقت نہیں ہوتا؛ بلکہ کچھ رات باقی رہتی ہے۔ (بخاری باب الاذان بعد الفجر و باب اذان الاعمٰی منہ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سفر و حضر ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن خاص تھے، ایک دفعہ سفر درپیش تھا، ایک جگہ رات ہوگئی، بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ اگر اسی جگہ پڑاو کا حکم ہوتا تو بہتر تھا، ارشاد ہوا، مجھے خوف ہے کہ نیند تم کو نماز سے غافل کر دے گی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنی شب بیداری پر اعتماد تھا، انہوں نے بڑھ کر ذمہ لیا کہ وہ سب کو بیدار

کردیں گے، غرض پڑاو کا حکم ہوا اور سب لوگ مشغولِ راحت ہوئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مزید احتیاط کے خیال سے شب زندہ داری کا ارادہ کرلیا اور رات بھر اپنے کجاوہ پر ٹیک لگائے بیٹھے رہے، لیکن اتفاقِ وقت اس حالت میں بھی آنکھ لگ گئی اور ایسی غفلت طاری ہوئی کہ طلوعِ آفتاب تک ہوشیار نہ ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے خواب راحت سے بیدار ہو کر سب سے پہلے ان کو پکارا اور فرمایا "بلال رضی اللہ عنہ تمہاری ذمہ داری کیا ہوئی؟" عرض کیا یارسول اللہ آج کچھ ایسی غفلت طاری ہوئی کہ مجھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا تھا، ارشاد ہوا، بے شک خدا جب چاہتا ہے تمہاری روحوں پر قبضہ کرلیتا ہے اور جب چاہتا ہے تم میں واپس کردیتا ہے اچھا اُٹھو، اذان دو اور لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرو۔ (بخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت)

غزوات

حضرت بلال رضی اللہ عنہ تمام مشہور غزوات میں شریک تھے، غزوہ بدر میں انہوں نے امیہ بن خلف کو تہِ تیغ کیا جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور خود ان کی ایذا رسانی میں بھی اس کا ہاتھ سب سے پیش پیش تھا۔ (اسد الغابہ)

فتح مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ہمرکاب تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس موذن خاص کو معیت کا فخر حاصل تھا۔ (کتاب المغازی باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلی مکہ) انہیں حکم ہوا کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر توحید کی پرعظمت صدائے تکبیر بلند کریں، خدا کی قدرت وہ حریم قدس جو کو ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی پرستش کے لیے تعمیر کیا تھا، مدتوں صنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد کے نغمہ توحید سے گونجا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث)

آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے محسن وولی نعمت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے خدا کے لئے آزاد کیا ہے یا اپنی مصاحبت کے لیئے، فرمایا خدا کے لیے، بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ راہِ خدا میں جہاد کرنا مومن کا سب سے بہتر کام ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ پیامِ صوت تک اسی عمل خیر کو لازمہ حیات بنالوں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلال! میں تمہیں خدا اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اس عالم پیری میں داغِ مفارقت نہ دو، اس موثر فرمان نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عہد صدیقی کے غزوات میں شریک ہونے سے باز رکھا۔ (بخاری وطبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو انہوں نے پھر شرکتِ جہاد کی اجازت طلب کی، خلیفہ اول کی طرح خلیفہ دوم نے بھی ان کو روکنا چاہا؛ لیکن جوشِ جہاد کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا، بے حد اصرار کے بعد اجازت حاصل کی، اور شامی مہم میں شریک ہوگئے، (بخاری وطبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میں شام کا سفر کیا تو دوسرے افسرانِ فوج کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بھی مقام جابیہ میں ان کو خوش آمدید کہا اور بیت المقدس کی سیاحت میں ہمرکاب رہے، ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اذان دینے کی فرمائش کی تو بولے گو میں عہد کر چکا ہوں کہ حضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا، تاہم آج آپ کی خواہش پوری کروں گا یہ کہہ کر اس عندلیب توحید نے کچھ ایسے لحن میں خدائے ذوالجلال کی عظمت وشوکت کا نغمہ سنایا کہ تمام مجمع بیتاب ہوگیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ

ہچکی بندھ گئی، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی بے اختیار رور ہے تھے، غرض سب کے سامنے عہد نبوت کا نقشہ کھینچ گیا اور تمام سامعین نے ایک خاص کیفیت محسوس کی۔ (تاریخ طبری واسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

شام میں توطن

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ملک شام کی سرسبز و شاداب زمین پسند آگئی تھی، انہوں نے خلیفہ دوم سے درخواست کی کہ ان کو اور ان کے اسلامی بھائی حضرت ابورویحہ رضی اللہ عنہ کو یہاں مستقل سکونت کی اجازت دی جائے، یہ درخواست منظور ہوئی تو ان دونوں نے قصبہ خولان میں مستقل اقامت اختیار کر لی اور حضرت ابوالدرداء انصاری رضی اللہ عنہ کے خاندان سے جو پہلے ہی یہاں آکر آباد ہو گیا تھا، رشتہ ومناکحت کی سلسلہ جنبانی فرماتے ہوئے کہا، ہم دونوں کافر تھے، خدا نے ہماری ہدایت کی، ہم غلام تھے، اس نے آزاد کرایا، ہم محتاج تھے، اس نے مالدار بنایا، اب ہم تمہارے خاندان سے پیوستہ ہونے کی آرزو رکھتے ہیں، اگر تم رشتہ ازدواج سے یہ آرزو پوری کرو گے تو خدا کا شکر ہے، ورنہ کوئی شکایت نہیں، اسلام نے کالے، گورے حبشی اور عربی کی تفریق مٹادی تھی، انصار رضی اللہ عنہ نے نہایت خوشی کے ساتھ ان کے اس پیام کو لبیک کہا اور اپنی لڑکیوں سے شادی کر دی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک شام میں متوطن رہنے کے بعد ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمار ہے ہیں "بلال! خشک زندگی کب تک؟ کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو؟ اس خواب نے گزشتہ زندگی کے پر لطف افسانے یاد دلائے، عشق ومحبت کے مرجھائے ہوئے زخم پھر ہرے ہو گئے، اسی وقت مدینہ کی راہ لی اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے، آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا، اور مضطربانہ جوش ومحبت کے ساتھ جگر گوشگانِ رسول یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو چمٹا چمٹا کر پیار کر رہے تھے، ان دونوں نے خواہش ظاہر کی کہ آج صبح کے وقت اذان دیجئے، گو ارادہ کر چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ اذان نہ دیں گے؛ تاہم ان کی فرمائش ٹال نہ سکے، صبح کے وقت مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اٹھا، اس کے بعد نعرہ توحید نے اس کو اور بھی پر عظمت بنا دیا؛ لیکن جب "اشہد ان محمد رسول اللہ" کا نعرہ بلند کیا تو عورتیں تک بیقرار ہو کر پردوں سے نکل پڑیں اور تمام عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارے آنسوؤں سے تر ہو گئے، بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں ایسا پر اثر منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ (ایضا)

وفات

۲۰ھ میں اس مخلص باوفا نے اپنے محبوب آقا کی دائمی رفاقت کے لیے دنیائے فانی کو خیر باد کہا، کم وبیش ساٹھ برس کی عمر پائی، دمشق میں باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے۔ (اسد الغابہ)

اخلاق

محاسنِ اخلاق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پایہ فضل وکمال کو نہایت بلند کر دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے

تھے :ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا" یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں، اور انہوں نے سردار بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا ہے۔ (مستدرک حاکم)

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری ان کا مخصوص مقصدِ حیات تھا، ہر وقت بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر تشریف لے جاتے تو خادم جان نثار کی طرح ہمراہ ہوتے، عیدین واستسقاء کے مواقع پر علم لے کر آگے آگے چلتے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث میں) وعظ و پند کی مجلسوں میں ساتھ جاتے، افلاس و ناداری کے باوجود ان کو جو کچھ میسر آجاتا اس کا ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کے لیے پس انداز کرتے، ایک دفعہ برنی کھجوریں (جو نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں لائے، آپ نے تعجب سے پوچھا، بلال رضی اللہ عنہ یہ کہاں سے؟ عرض کیا میرے پاس جو کھجوریں تھیں وہ نہایت خراب قسم کی تھیں، چونکہ مجھے حضور کی خدمت میں پیش کرنا تھا اس لیے میں نے دو صاع دے کر یہ ایک صاع اچھی کھجوریں حاصل کیں، ارشاد ہوا، اُف! اُف ایسا نہ کرو، یہ تو عین ربا ہے، اگر تمہیں خریدنا تھا تو پہلے اپنی کھجوروں کو فروخت کرتے پھر اس کی قیمت سے اس کو خرید لیتے۔ (بخاری)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مکہ کی زندگی میں جن عبرتناک مظالم ومصائب کے متحمل ہوئے، اس سے ان کی غیر معمولی استقامت واستقلال کا اندازہ ہوا ہوگا، تواضع وخاکساری ان کی فطرت میں داخل تھی، لوگ ان کے فضائل ومحاسن کا تذکرہ کرتے تو فرماتے، میں صرف ایک حبشی ہوں جو کل تک معمولی غلام تھا، (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث) صداقت، بے لوثی اور دیانت داری نے ان کو نہایت معتمد علیہ بنا دیا تھا، ان کے ایک بھائی نے جو بزعم خود اپنے آپ کو عرب سمجھتے تھے، ایک عربی خاتون کے پاس نکاح کا پیام بھیجا، اس کے خاندان والوں نے جواب دیا کہ اگر بلال رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آکر تصدیق کریں گے تو ہم کو بخوشی منظور ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا، صاحبو! میں بلال بن رباح رضی اللہ عنہ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، میں جانتا ہوں کہ اخلاق ومذہب کے لحاظ سے یہ بُرا آدمی ہے، اگر تم چاہو تو اس سے بیاہ دو ورنہ انکار کرو، انہوں نے کہا، بلال! تم جس کے بھائی ہو گے اس سے تعلق پیدا کرنا ہمارے لیے عار نہیں۔ (مستدرک حاکم)

مذہبی زندگی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن خاص تھے، اس بنا پر اس کو ہمیشہ خانہ خدا میں حاضر رہنا پڑتا تھا، معاملات دنیاوی سے سروکار نہ ہونے کے باعث عبادت وشب زندہ داری ان کا خاص مشغلہ تھا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم کو کس عملِ خیر پر سب سے زیادہ ثواب کی امید ہے، عرض کیا میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے، البتہ ہر طہارت کے بعد نماز ادا کی ہے۔ (بخاری) نماز میں سب سے پہلے آمین کہتے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے سبقت نہ کیا کرو۔ (اصابۃ تذکرہ بلال رضی اللہ عنہ بحوالہ بخاری)

ایمان کو تمام اعمال حسنہ کی بنیاد سمجھتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ بولے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاو، پھر جہاد، پھر حج مبرور۔ (بخاری)

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد نہایت طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گوں؛ بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال گھنے، خمدار اور اکثر سفید تھے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

ازواج

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں، ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف و معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرادیا تھا، بنی زہرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بھی رشتہ مصاہرت قائم ہوا تھا، لیکن کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

بَاب ذِكْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 57: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

250 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ حَدَّثَنَا اَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ مِثْلَهُ وَالْحِكْمَةُ الْإِصَابَةُ فِي غَيْرِ النُّبُوَّةِ

✧✧ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور دعا کی اے اللہ! اسے حکمت کا علم عطا کر۔

ایک روایت میں ارشاد ہوتا ہے' انہیں کتاب کا علم عطا کر۔

راوی بیان کرتے ہیں' حکمت سے مراد صحیح نتیجے تک پہنچنا ہے جو نبوت کے علاوہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نام، نسب

عبداللہ نام، ابوالعباس کنیت، والد کا نام عباس رضی اللہ عنہ اور والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا، شجرہ نسب یہ ہے:

عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ابن عم اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ کے خواہر زادہ تھے، کیونکہ ان کی والدہ حضرت ام الفضل حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔

ولادت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین سال قبل مکہ کی اس گھاٹی میں تولد پذیر ہوئے جہاں مشرکین قریش نے تمام

حدیث 250: اخرجه ابن ماجه في "سننه" رقم الحديث: 166

خاندان ہاشم کو محصور کر دیا تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو بارگاہِ نبوت میں لے کر آئے تو آپ نے منہ میں لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی۔ (اسد الغابہ تذکرہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

اسلام

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بظاہر فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا، لیکن حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی میں داعیِ توحید کو لبیک کہا تھا، ابن سعد کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد عورتوں میں ان کا ایمان سب پر مقدم تھا، اس بنا پر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یومِ ولادت ہی سے توحید کی لوریوں میں پرورش پائی اور ہوش سنبھالنے کے ساتھ وہ قدرۃً ایک پرجوش مسلم ثابت ہوئے، امام بخاری ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں:

کان ابن عباس مع امہ من المستضعفین ولم یکن مع ابیہ علی دین قومہ وقال الاسلام یعلو ولا یعلی۔ (بخاری)

ابن عباس رضی اللہ اپنی ماں کے ساتھ ضعفائے اسلام میں تھے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مکہ میں رہ گئے تھے، وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام سربلند رہے گا، مغلوب نہ ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب یہ آیت تلاوت فرماتے:

" اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ "(النساء)

تو فرماتے کہ میں بھی اپنہ والدہ کے ساتھ ان لوگوں میں شامل تھا جن کو خدا نے معذور قرار دیا ہے۔ (بخاری)

ہجرت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ھ میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی، لیکن وہ اپنے والد کے حکم سے اکثر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے تھے، ایک روز انہوں نے واپس آکر بیان کیا، میں نے رسول اللہ کے پاس ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو میں نہیں جانتا ہوں، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کون تھے؟، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے ان کو بلا کر فرطِ محبت سے اپنے آغوش عاطفت میں بٹھایا، اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی، اے خدا اس میں برکت نازل فرما اور اس سے علم کو روشنی پھیلا۔

(اصابہ تذکرہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

عہدِ طفولیت ومصاحبت رسول

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گو فطرۃً ذہین، سلیم الطبع، متین اور سنجیدہ تھے، تاہم انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کا جو زمانہ پایا وہ درحقیقت ان کا عہد طفولیت تھا، جس میں انسان کو کھیل کود سے دل آویزی ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ میں لڑکوں کے ساتھ گلیوں میں کھیلتا پھرتا تھا، ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے ایک گھر کے دروازہ میں چھپ گیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر مجھے پکڑ لیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا، جا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا لا وہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم، کے کاتب تھے، میں دوڑ کر ان کے پاس گیا اور کہا چلیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یاد فرماتے ہیں، کوئی خاص ضرورت ہے۔ (مسند)

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں اور ان کو نہایت عزیز رکھتی تھیں، اس لیے وہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے، کبھی کبھی رات کے وقت بھی ان ہی کے گھر سو رہتے تھے، اس طرح ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کے وقت اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے پاس سو رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، تشریف لائے اور چار رکعت نماز پڑھ کر استراحت فرما ہوئے، پھر کچھ رات باقی تھی کہ بیدار ہوئے اور مشکیزہ کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے میں بھی اُٹھ کر بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر پکڑ کر مجھے داہنی طرف کر لیا۔ (بخاری)

اسی سلسہ میں بارہا خدمت گذاری کا شرف بھی حاصل ہوا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے بیدار ہوئے، انہوں نے وضو کے لیے پانی لا کر رکھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرما کر پوچھا، پانی کون لایا تھا؟ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے خوش ہو کر دعائیں دیں اور فرمایا

اللھم فقھه فی الدین وعلمه التاویل

یعنی اے خدا! اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا۔ (مسند احمد)

ایک دفعہ وہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے پیچھے کھڑے ہوئے، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کر لیا، لیکن وہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کے برابر کھڑا ہونا کسی کے لیے مناسب ہے، حالانکہ آپ رسول خدا ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ازدیاد علم وفہم کی دعا فرمائی۔ (مسند احمد، ومستدرک)

خلفائے راشدین کا عہد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صرف تیرہ برس کے تھے کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی، سوا دو برس کے بعد خلیفہ اول نے بھی داغِ مفارقت دیا، خلیفہ دوم یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو وہ سنِ شباب کو پہنچ چکے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جوہر قابل پا کر خاص طور سے اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کی علمی صحبتوں مین شریک کیا، یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا، صحیح بخاری میں خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو جوان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔ (بخاری)

محدث ابن عبدالبر استیعاب میں تحریر فرماتے ہیں

"کان عمر یحب ابن عباس ویقربه"

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو محبوب رکھتے تھے اور ان کو تقرب دیتے تھے، بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کا جواب دینا چاہتے؛ لیکن کم سنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی ہمت بندھاتے اور فرماتے علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہیں ہے تم اپنے نفس کو حقیر نہ بناو، (ایضا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر پیچیدہ اور مشکل مسائل ان سے حل کراتے تھے اور ان کی فطری ذہانت وطباعی سے خوش ہو کر داد دیتے تھے، انشا اللہ علم وفضل کے بیان میں اس کی تفصیل آئے گی۔

خلیفہ ثالث کے عہد میں عبداللہ بن ابی سرح والی مصر کے زیر اہتمام ھ میں افریقہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ سے چل کر اس مہم میں شریک ہوئے اور ایک سفارت کے موقع میں جرجیر شاہِ افریقہ سے مکالمہ ہوا، اس کو ان کی ذہانت وطباعی سے نہایت حیرت ہوئی اور بولا میں خیال کرتا ہوں کہ آپ "حبر عرب" (عرب کے کوئی عالم تبحر) ہیں۔ (اصابۃ تذکرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

امارت حج

چونکہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے اس لیے اس سال وہ خود امارتِ حج کا فرض انجام نہ دے سکے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا، خالد بن عاس کو میں نے مکہ کا والی مقرر کیا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ امارتِ حج کے فرائض انجام دینے پر شاید ان کی مزاحمت کی جائے اور اس طرح خانہ خدا میں فتنہ وفساد اٹھ کھڑا ہو اس لیے میں تم کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجتا ہوں۔ (طبری واقعات ھ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس خدمت کو سرانجام دے کر واپس آئے تو مدینہ نہایت پر آشوب ہو رہا تھا، خلیفہ ثالث شہید ہو چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بارِ خلافت اٹھانے پر لوگ مجبور کر رہے تھے انہوں نے ان سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خلافت کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں خیال کرتا ہوں کہ اس حادثہ عظیم کے بعد کوئی شخص اس بار کو اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ ضرور ہے کہ اب جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی اس پر خونِ ناحق کا اتہام لگایا جائے گا، تاہم لوگوں کو اس وقت آپ کی ضرورت ہے۔

غرض اہل مدینہ کے اتفاقِ عام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے اور نئے سرے سے ملکی نظم ونسق کا اہتمام شروع ہوا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ سردست موجودہ عمال وحکام برقرار رکھے جائیں؛ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ اس سے انکار کیا تو انہوں نے دوسرے روز اپنی رائے واپس لے لی اور کہا امیر المومنین میں نے رائے دینے کے بعد غور کیا تو آپ ہی کا خیال انسب نظر آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فوراً اصل حقیقت کو تاڑ گئے اور بولے میرے خیال میں مغیرہ کی پہلی رائے خیر خواہی پر مبنی تھی، لیکن دوسری دفعہ انہوں نے آپ کو دھوکہ دیا۔

حضرت علی نے پوچھا رضی اللہ عنہ خیر خواہی کیا تھی؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: آپ جانتے ہیں کہ معاویہ اور ان کے احباب دنیا دار ہیں، اگر آپ ان کو برطرف کر دیں گے تو وہ تمام ملک میں شورش وفتنہ پردازی کی آگ بھڑکا دیں گے اور اہل شام وعراق کو خلیفہ ثالث کے انتقام پر اُبھار کر آپ کے خلاف کھڑا کر دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تمہاری رائے مصالح دنیاوی کے لحاظ سے نہایت صائب ہے؛ تاہم میرا ضمیر اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں جن لوگوں کی بداعمالیوں سے واقف ہوں ان کو اپنے عہدوں پر برقرار رہنے دوں، خدا کی قسم میں کسی کو نہ رہنے دوں گا، اگر سرکشی کریں گے تو تلوار سے فیصلہ کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میری بات مانیے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جایئے یا اپنی جاگیر پر ینبع چلے جایئے، لوگ تمام دنیا کی خاک چھان ماریں گے، لیکن آپ کے سوا کسی کو خلافت کے لائق نہ پائیں گے، خدا کی قسم اگر آپ ان مصریوں کا ساتھ دیں گے تو کل ضرور آپ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا اتہام لگایا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اب کنارہ کش ہونا میرے امکان سے باہر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بجائے شام کا والی مقرر کرنا چاہا، لیکن انہوں نے انکار کیا، اور بار بار یہی مشورہ دیا کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھ کر اپنا طرفدار بنالیجیے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر نہایت سختی سے انکار کر دیا اور فرمایا خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ (طبری)

غرض اس تشدد آمیز طرزِ عمل پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ واقعہ بن کر سامنے آیا، تمام ملک میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی، ایک طرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے مطالبہ اصلاح وانتقام کا علم بلند کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا اور دوسری طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں ایک عظیم الشان جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

جنگ جمل

حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ کو محفوظ رکھنے کے خیال سے ایک فوجِ گراں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے، لیکن وہ پہلے داعیانِ اصلاح کے قبضہ میں آچکا تھا، اس لیے طرفین نے میدان ذی قار میں صف آرائی کی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جناب امیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل حجاز کی افسری پر مامور ہوئے اور جنگ شروع ہونے پر نہایت شجاعت وجانبازی کے ساتھ نبرد آزما ہوئے، یہاں تک کہ حامیانِ عرشِ خلافت کی فتح پر اس افسوس ناک خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا۔

ولایت بصرہ

بصرہ پر دوبارہ قبضہ ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہاں کے گورنر بنائے گئے اور زیاد ان کے مشیر اور بیت المال کے مہتمم مقرر ہوئے۔

معرکہ صفین

جنگ جمل کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے معرکہ صفین پیش آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے ایک جماعت فراہم کر کے جناب امیر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں میدانِ جنگ میں پہنچے اور نہایت جانبازی و پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو میسرہ کا افسر مقرر فرمایا تھا۔

چونکہ دنوں طرف سے روزانہ تھوڑی تھوڑی فوجیں نکل کر معرکہ آرا ہوتی تھیں، اس لیے اس جنگ کا سلسلہ طویل عرصہ تک قائم رہا، لیکن رفتہ رفتہ حامیانِ خلافت کا پلہ بھاری ہونے لگا یہاں تک کہ ایک روز شامی فوجوں نے شکست کے خوف سے اپنے نیزوں پر قرآن مجید بلند کر کے صلح کی دعوت دی، گو جناب مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور ان کے چاہنے والوں نے اپنی فوج کو اس دامِ تزویر سے محفوظ رکھنے کی بے پناہ کوشش کی تاہم مخالف کا جادو چل چکا تھا، ایک بڑی جماعت نے دعوتِ قرآن کو تسلیم کرنے پر اصرار کیا۔

ثالثی اور اس کا حشر

غرض جنگ ملتوی ہوگئی اور مسئلہ خلافت کا فیصلہ دو حکم پر محمول ہوا، شامیوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا اور اہلِ عراق کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ثالث بنانا چاہتے تھے؛ لیکن لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا آپ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک ہی ہیں حکم کو غیر جانبدار ہونا چاہئے۔

دونوں فریق کے اتفاق سے دومۃ الجندل حکمین کے لیے مقامِ اجلاس قرار پایا اور ہر ایک نے اپنے حکم کے ساتھ چار ہزار آدمیوں کی جمعیت ساتھ کر دی، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو فوج گئی تھی اس کے افسر شریح بن ہانی اور مذہبی نگران حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہایت نیک طینت وسادہ مزاج تھے وہ جب تخلیہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کسی فیصلہ پر متفق ہو کر باہر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا، خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکہ دیا ہوگا اگر کسی رائے پر اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز اعلان میں سبقت نہ کیجئے گا وہ نہایت چالاک ہیں، کیا عجب ہے کہ آپ کے بیان کی مخالفت کر بیٹھیں، بولے، ہم دونوں ایک ایسی رائے پر متحد ہوئے ہیں کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں، غرض دوسرے روز مسجد میں مسلمانوں کا مجمع ہوا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اصرار پر کھڑے ہو کر یہ متفق علیہ فیصلہ سنایا۔

صاحبو! ہم نے علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر کے پھر نئے سرے سے مسلمانوں کو مجلسِ شوریٰ کے انتخاب کا حق دیا وہ جس کو چاہے اپنا امیر بنائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ نہایت صحیح ثابت ہوا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قرارداد سے منحرف ہو کر کہا، صاحبو! بیشک علی رضی اللہ عنہ کو جیسا کہ ابوموسیٰ نے معزول کیا، میں بھی معزول کرتا ہوں؛ لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ

کو اس منصب پر قائم رکھتا ہوں؛ کیونکہ وہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس خلاف بیانی پر ششدرہ گئے، چلا کر کہنے لگے یہ کیا غداری ہے؟ یہ کیا بے ایمانی ہے؟ افسوس! ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے عمرو کی غداری سے ڈرایا تھا؛ لیکن میں نے اس پر اطمینان رکھا، مجھے کبھی یہ گمان نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی پر کسی چیز کو ترجیح دیں گے، غرض اسی ثالثی نے گتھی کو سلجھانے کے بجائے اور زیادہ الجھا دیا، جناب امیر رضی اللہ عنہ کے اعوان وانصار میں تفریق واختلاف کی ہوا چل گئی اور ایک بڑی جماعت نے لشکر حیدری سے کنارہ کش ہو کر خارجی فرقہ کی بنیاد ڈالی، اس کا عقیدہ تھا کہ معاملاتِ دین میں حکم مقرر کرنا کفر ہے، اس بنا پر دونوں حکم اور ان کے انتخاب کرنے والے کافر ہیں۔ (یہ تمام واقعات طبری سے ماخوذ ہیں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خارجیوں کے پاس بھیجا کہ بحث ومباحثہ سے ان کی ضلالت دور کردیں، لیکن قلوب تاریک ہو چکے تھے، آنکھوں پر ضلالت وگمراہی کا پردہ پڑ چکا تھا، اس لیے ارشاد وہدایت کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔

معرکہ نہروان

خارجیوں نے نہروان میں مجتمع ہو کر عملاً سرکشی اختیار کی اور تمام ملک میں قتل وغارتگری کا بازار گرم کردیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ شام پر فوج کشی کے خیال سے روانہ ہو چکے تھے، ان سرکشوں کا حال سن کر نہروان کی طرف پلٹ پڑے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گورنری کے عہد پر بصرہ پہنچ گئے تھے، وہ وہاں سے تقریباً سات ہزار کی جمعیت فراہم کر کے مقام نخیلہ میں افواجِ خلافت سے مل گئے اور نہروان پہنچ کر نہایت بہادری وپامردی کے ساتھ سرگرم پیکار ہوئے۔ (تاریخ الطوال)

ایران کی حکومت

جنگِ نہروان نے گو خارجیوں کا زور توڑ دیا تھا تاہم ان کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے فارس، کرمان اور ایران کے دوسرے اضلاع میں پھیل کر ایک عام شورش برپا کردی اور ذمیوں کو بھڑکا کر آمادہ بغاوت کردیا، چنانچہ ایران کے اکثر صوبوں میں عمال نکال دیئے گئے، اور عجمیوں نے خراج ادا کرنے سے قطعاً انکار کردیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عمال کو بلا کر اس شورش کے متعلق مشورہ طلب کیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایران میں تسلط قائم کرنے کا ذمہ لیتا ہوں؛ چونکہ بصرہ ایران کے باغی اضلاع سے بلکل متصل تھا اور وہ ایک عرصہ سے وہاں کامیابی کے ساتھ گورنری کے فرائض انجام دے رہے تھے، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کو تمام ایران کا حاکم اعلیٰ بنادیا۔ (تاریخ طبری)

بغاوت کا استیصال

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ پہنچ کر زیاد بن ابیہ کو ایک زبردست جمعیت کے ساتھ ایران کی بغاوت فرو کرنے پر مامور فرمایا، چنانچہ انہوں نے بہت جلد کرمان، فارس اور تمام ایران میں امن وسکون پیدا کردیا۔ (ایضا)

مکہ میں عزلت نشینی

ایک روایت کے مطابق ۴۰ھ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے عہد امارت سے مستعفی ہو کر مکہ میں عزلت نشینی اختیار کر لی، وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو اسود دکلی قاضی بصرہ میں باہم مخالفت تھی، ابو الاسود نے بارگاہ خلافت میں ان کی شکایت لکھی کہ انہوں نے بیت المال میں تصرف بے جا کیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جواب طلب کیا تو انہوں نے لکھا: ان الذی بلغک و باطل وانی لما تحت یدی ضابط قائم لہ ولہ حافظ فلا تصدق الظنون

آپ کو جو خبر ملی ہے وہ قطعاً غلط ہے، میرے قبضہ میں جو کچھ ہے میں اس کا محافظ و نگہبان ہوں، آپ ان بدگمانیوں کو باور نہ فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں ان سے بیت المال کا تمام و کمال حساب طلب کیا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ ناگوار گذار، انہوں نے برداشتہ خاطر ہو کر لکھا۔

فہمت تعظیمک مرزأۃ مابلغک أنی رزأتہ من مال أہل ہذا البلد فابعث إلی عملک من أحببت فإنی ظاعن عنہ والسلام (تاریخ طبری: ذکر ما کان فیھا من الاحداث)

میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس شکایت کو کہ میں نے اس شہر والوں کے مال میں کچھ خورد برد کیا ہے، زیادہ اہمیت دینا چاہتے ہیں، اس لیئے آپ اپنے کام پر جس کو چاہے بھیج دیجئے میں اس سے کنارہ کش ہوتا ہوں۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب زیادہ باز پرس کی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ابھی میں نے اپنا پورا حق نہیں لیا ہے اور بیت المال سے ایک بڑی رقم لے کر مکہ چلے گئے۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بصرہ کی گورنری پر مامور تھے، البتہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی تو انہوں نے بطور حفظ ماتقدم پہلے ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر جان و مال کی امان حاصل کی اور مکہ جا کر گوشہ نشین ہو گئے۔ (طبری ذکر بیعت حسن بن علی رضی اللہ عنہ)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے منع کرنا

۶۰ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جب یزید مسند نشین حکومت ہوا تو شیعانِ علی مرتضیٰ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس انقلاب سے فائدہ اٹھانے پر ابھارا اور کوفہ آنے کی دعوت دی، چنانچہ وہ مدینہ سے مکہ آئے اور یہاں سے عازم کوفہ ہوئے۔

چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کوفیوں کی غداری کا دیرینہ تجربہ رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بہ اصرار کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: اے ابن عم میں اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن وہ نہیں ہوتا، اس طریقہ سے جانے میں

مجھ کو تمہاری ہلاکت وتباہی کا خوف ہے، اہل عراق نہایت غدار ہیں، تم ان کے قول وقرار پر اعتبار نہ کرو، تم اہل حجاز کے سردار ہو، اس لیے کوفہ جانے سے یہاں مقیم رہنا زیادہ مناسب ہے، ہاں اگر اہل کوفہ درحقیقت تمہارے عقیدت کیش ہیں تو ان کو لکھو کہ وہ پہلے اپنے ملک سے دشمن کو نکال باہر کریں، پھر ان کے پاس جاو، اگر یہ منظور نہ ہو تو یمن کی راہ لو، وہاں بہت سے قلعے اور گھاٹیاں ہیں، ملک نہایت وسیع وفراخ ہے اور تمہارے والد کا اثر بھی خاصہ ہے، علاوہ ازیں دشمن کے دور ہونے کے باعث لوگوں سے مراسلت ومکاتبت کر سکتے ہو اور تمام ملک میں اپنے داعی پھیلا سکتے ہو، مجھے امید ہے کہ اس طرح زیادہ آسانی واطمینان کے ساتھ تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ: اے ابن عم! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ میرے سچے خیر خواہ مہربان ہیں؛ لیکن اب سفر کوفہ کی تیاریاں ہو چکی ہیں اور میں نے وہاں جانے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اگر تم جاتے ہو تو خدارا بیوی، بچوں کو ساتھ نہ لے جاو، خدا کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم بھی اس طرح نہ شہید کیے جاؤ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے ذبح کیے گئے۔

لیکن مشیتِ الٰہی میں کس کو دخل تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ضد واصرار کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے تمام خاندان کے ساتھ راہی کوفہ ہوئے اور میدان کربلا نے وہ خونیں منظر پیش کیا جس سے جگر پاش پاش ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے خاندان کی تباہی کا جو روح فرسا صدمہ ہوا ہوگا اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ وہ بیس سال سے گوشہ نشین تھے؛ لیکن اس واقعہ کے بعد تمام دنیا ان کے سامنے تیرہ وتار تھی، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) شاید اسی جگر خراش سانحہ کا اثر ہو۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار

اسی سال حضرتِ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں خلافت کا دعویٰ کیا، چونکہ حجاز وعراق میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے معتقدین کی ایک بڑی جماعت تھی، اس لیے انہوں نے ان سے بیعت کے لیے بے حد اصرار کیا اور بصورتِ انکار آگ میں جلا دینے کی دھمکی دی، لیکن وہ تمام جھگڑوں سے کنارہ کش ہو چکے تھے، اس بنا پر انہوں نے نہایت سختی سے انکار کیا اور ابوطفیل کو کوفہ بھیج کر اپنے معتقدین سے مدد طلب کی۔

ابوطفیل کا بیان ہے کہ ہم کوفہ سے چار ہزار جان نثاروں کی ایک جماعت لے کر نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے غلافِ کعبہ تھام کر پناہ حاصل کی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مکان کے اردگرد لکڑیوں کا انبار لگایا جا چکا تھا، ہم نے ان سے کہا اگر آپ اجازت دیجئے تو اس شخص سے مخلوقِ الٰہی کو نجات دیں، بولے نہیں یہ حرم ہے، یہاں کشت وخون جائز نہیں، تم صرف میری حفاظت کرو اور مجھے پناہ دو۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما درحقیقت بنوامیہ کی بہ نسبت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے، ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، کیا آپ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑ کر حرم

الٰہی کو حلال کرنا چاہتے ہیں؟ بولے معاذ اللہ! حرم میں خونریزی کرنا تو صرف بنو امیہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھا ہے، میں خدا کی قسم کبھی ایسی جرات نہ کروں گا، میں نے کہا لوگ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں، معلوم نہیں ان کو خلافت کا دعویٰ کس بنا پر ہے؟ فرمایا، کیوں نہیں ان کے والد زبیر رضی اللہ عنہ حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان کے نانا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے رفیق غار تھے، ان کی ماں اسماء رضی اللہ عنہ ذات النطاق تھیں، ان کی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہ ام المومنین تھیں، ان کے والد کی پھوپھی خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی حرم محترم تھیں، اور ان کی دادی صفیہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی پھوپھی تھیں، پھر وہ ایک خود بھی پاک باز مومن او قاریٔ قرآن ہیں، خدا کی قسم! اگر وہ میرے ساتھ کوئی احسان کریں گے تو ایک رشتہ دار کا احسان ہوگا اور اگر وہ میری پرورش کریں گے تو یہ اپنے ایک ہمسر محترم کی پرورش ہوگی۔ (بخاری)

طائف منتقل ہونا

لیکن اس دلی ہمدردی و جانبداری کے باوجود انکار بیعت سے جو مخالفت پیدا ہوگئی تھی، اس کی بنا پر مکہ میں ان کا رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا، اس لیے کوفی معاونین کی حفاظت میں مکہ سے طائف منتقل ہوگئے اور بقیہ زندگی کے دن وہیں پورے کیے۔

وفات

۵۸ ھ میں پیمانہ حیات لبریز ہوگیا، ایک روز سخت بیمار ہوئے، بسترِ علالت کے ارد گرد احباب و معتقدین کا ہجوم تھا، بولے میں ایک ایسی جماعت میں دم توڑوں گا جو روئے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب، مشرف و مقرب ہے، اس لیے اگر میں تم لوگوں میں مروں تو یقیناً تم ہی وہ بہتر جماعت ہو، غرض ہفت روزہ علالت کے بعد طائر روح نے قفسِ عنصری چھوڑا، محمد بن حنیفہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سپرد خاک کر کے کہا، خدا کی قسم! آج دنیا سے حبر امت اُٹھ گیا، غیب سے ندا آئی۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (فجر)

یعنی اے نفسِ مطمئن اپنے خدا کی طرف خوشی خوشی لوٹ آ (بخاری)

علم و فضل

فضل و کمال کے اعتبار سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اس عہدِ مبارک کے ممتاز ترین علماء میں تھے ان کی ذات ایسی زندہ کتاب خانہ تھی، جس میں تمام علوم و معارف بہ ترتیب جمع تھے، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری، وغیرہ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں ان کو یدِ طولیٰ حاصل نہ رہا ہو۔

تفسیر

بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر و تاویل میں جو مہارت اور آیات قرآنی کے شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کے علم میں جو وسعت ان کو حاصل تھی وہ کم کسی کے حصہ میں آئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو علم و فضل میں ان کے ہمسر تھے، فرماتے تھے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے کیا اچھے ترجمان ہیں، شقیق تابعی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موسم میں عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیا اور اس میں سورہ نور کی تفسیر بیان کی میں کیا بتاؤں وہ کیا تفسیر تھی، اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی تھی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی، اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی۔ (متدرک حاکم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی علمی مجلسوں میں یہ برابر شریک ہوتے تھے اور قرآن پاک کے فہم میں وہ اکثر بڑے بڑے صحابہ سے بازی لے جاتے تھے، ایک دن فاروق اعظم کے حلقہ مجلس میں اکابر صحابہ کا مجمع تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا:

"أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ" (البقرة)

کیا تم میں سے کوئی اس کو پسند کرے گا کہ اس کا کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں رواں ہوں، اس کے لیے ہر قسم کے پھل اس میں موجود ہوں، اور اس شخص پر بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ناتواں بچے ہوں، اس حالت میں اس باغ میں ایسا بگولہ آیا، جس میں آگ بھری تھی، اس نے باغ کو جلا دیا، اسی طریقہ سے اللہ تمہارے لیے کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے، شاید تم بچو۔

لوگوں نے کہا واللہ اعلم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آ گیا، بولے اگر نہیں معلوم تو صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ نہیں معلوم، ابن عباس رضی اللہ عنہما جھجکتے ہوئے بولے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا تم اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو جو دل میں ہو بیان کرو، کہا اس میں عمل کی مثال دی گئی ہے، جواب گو صحیح تھا، تاہم ناکافی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسا عمل؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے زیادہ نہ بتا سکے، تب خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس میں اس دولت مند کی تمثیل ہے جو خدا کی اطاعت بھی کرتا ہے، لیکن اس کو شیطانی وسوسہ گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کے تمام اچھے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

(بخاری جلد، کتاب التفسیر باب قولہ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الخ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے ان کو شیوخ بدر کے ساتھ مجلسوں میں شریک کرتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس سے شکایت پیدا ہوئی، انہوں نے کہا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلسوں میں کیوں شریک کرتے ہو، ان کے برابر تو ہمارے لڑکے ہیں، فرمایا تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو، اس کے بعد ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لئے ایک دن ان کو بلا بھیجا اور لوگوں سے پوچھا کہ

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ

(جب خدا کی نصرت اور فتح آ گئی تو اے پیغمبر توبہ اور استغفار کرنا)

کے بارہ میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ نصرت و فتح پر ہم کو خدا کی حمد و ثناء کا حکم دیا گیا ہے، کوئی خاموش رہا، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ابن عباس! تمہارا بھی یہی خیال ہے، انہوں نے کہا نہیں پوچھا پھر

کیا ہے؟ عرض کیا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمر نے فرمایا جو تم کہتے ہو یہی میرا بھی خیال ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ فسبح بحمد ربک الخ)

درحقیقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فہم تفسیر قرآن میں ایسی دقیقہ رس تھی کہ وہاں تک مشکل سے دوسروں کا خیال پہنچ سکتا تھا؛ چنانچہ اس سورہ کا مقصد خاص محرمان اسرار کے علاوہ عام لوگ کم سمجھ سکتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی کہ اس میں خدا نے فتح ونصرت اور اسلام کی مقبولیت کے ایفائے عہد پر حمد وثناء کا حکم دیا ہے، لیکن مقرب بارگاہ رسالت، محرم اسرار نبوت، ثانی اثنین فی الغار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے جوئے اشک رواں ہوگئی کہ اس کی صبح وصل کا نور چھنتا ہوا ورشام فراق کی تاریکی چھاتی ہوئی نظر آ گئی تھی۔ (بخاری)

بظاہر اس سورہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا؛ لیکن اگر انسان کے مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھ کر اس کی ترتیب اور اس کے معنی پر غور کیا جائے تو مطلب واضح ہو جاتا ہے، دنیا میں انسان ایک نہ ایک مقصد لے کر آتا ہے، اور اس کے حصول کے بعد اس کے آنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، پھر قیام کی ضرورت باقی نہیں رہتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین الٰہی کی تبلیغ کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے وہ پوری ہو چکی تو خدا نے فرمایا کہ جب خدا کی مدد اور اس کی فتح آ چکی اور تم نے دیکھ لیا لوگ جوق در جوق خدا کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اب تم خدا کی تحمید وتقدیس کرو، اس سے مغفرت چاہو وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، یعنی خدا کو کچھ کام تمہارے ذریعہ لینا تھا وہ لے چکا اب تم کو اس سے ملنے کی تیاری کرنی چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر میں ہمیشہ عام، جامع اور قرینِ عقل شق کو اختیار کرتے تھے، سورہ کوثر کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اور متعدد اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے منقول ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے سورہ کوثر کے نزول کے وقت پوچھا جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے، لوگوں نے عرض کیا خدا اور اس کا رسول خوب جانتا ہے، فرمایا خدا نے مجھ سے ایک نہر کا وعدہ کیا ہے جس میں بیشمار بھلائیاں ہیں، قیامت کے دن اس حوض پر میری امت آئے گی (مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کوثر سے مراد نہر لیتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "خیر کثیر" مراد لیتے ہیں (بخاری کتاب التفسیر انا اعطینک الکوثر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر سے عطیہ الٰہی کی وسعت اور عظمت بہت بڑھ جاتی ہے، اور دوسری تفسیریں بھی اس کے تحت میں آ جاتی ہیں، اور قرآن پاک کے سلسلہ کلام کا بھی یہی اقتضا ہے کہ کوثر سے مراد "خیر کثیر" لیا جائے، تاکہ اس کے بعد کفار سے برات (قل یاایھا الکافرون) اور فتح ونصرت (فتح مکہ) کی بشارت اسی سلسلہ میں داخل ہو جائے۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (شوریٰ)

کہہ دو اے محمد: تبلیغ رسالت کے عوض میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا، صرف یہ کہ قرابت داری کی محبت ملحوظ رکھو۔

عام مفسرین "قربیٰ" سے مراد خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے اہل بیت لیتے ہیں، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما قریش کے تمام قبائل کو اس میں شامل کرتے ہیں، ایک مرتبہ کسی نے ان سے "مودۃ فی القربیٰ" کی تفسیر پوچھی، سعید بن جبیر بولے اس سے مراد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی قرابت ہے، یعنی آپ کے اہل بیت کی قرابت، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تم نے جلد بازی سے کام لیا، قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی قرابت نہ رہی ہو، اس آیت میں یہ سب شامل ہیں۔

(ایضاً باب قولہ تعالیٰ قل لا الخ)

تفسیر قرآن اور فہم قرآن کے فطری ملکہ کے علاوہ شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ کے بارہ میں اس قدر حاضر المعلومات تھے کہ بمشکل کوئی ایسی آیت نکل سکے گی جس کے تمام جزئیات اور مالہ وماعلیہ سے پوری ان کو واقفیت نہ ہو۔

لَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (نساء)

اے مسلمانو! (اظہار اسلام کے لیے) جو تم کو سلام کرے، اس کو تم خواہ مخواہ نہ کہو تو مسلمان نہیں ہے۔

بظاہر یہ ایک عام حکم ہے اس کی تفسیر بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ممنونِ احسان ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں ایک شخص کچھ مالِ غنیمت لیے ہوئے تھا، مسلمانوں کا سامنا ہوا تو اس نے سلام کیا، ان لوگوں نے (شبہ میں) مارڈالا، اور مالِ غنیمت چھین لیا، اس پر یہ حکم نازل ہوا۔ (بخاری باب قولہ تعالیٰ، لاتقولوا، مسند احمد بن حنبل)

اسی طریقہ سے اس آیت:

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ (حجر)

ہم نے تم میں سے بعض ان لوگوں کو جو آگے بڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں جان لیا ہے اور ان کو بھی جو پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک خوبصورت عورت جماعت کی نماز میں شریک ہوتی تھی، بعض محتاط اشخاص اگلی صف میں چلے جاتے تھے کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعض دیکھنے کی نیت سے پیچھے رہتے تھے اور رکوع میں بغل کے راستہ سے نظر ڈال لیتے تھے، ان کی اس خیانت پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسند احمد بن حنبل)

قرآن مجید کا یہ حکم:

"لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" (آل عمران)

اور جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بظاہر انسانی فطرت کے کس قدر خلاف ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے کیے پر خوش ہوتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے اس پر بھی تعریف کا خواہاں رہتا ہے، اگر بہت بلند اخلاق کا شخص ہے تو زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہ دوسرا جذبہ اس میں نہ ہوگا، اس تہدیدی حکم کے استفسار کے لیے مروان نے اپنے دربان کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کہ ان سے جا کر پوچھو کہ ہم میں سے کون ایسا ہے، جس کے دل میں یہ جذبہ نہ ہو، اس حکم کے مطابق تو ہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اس کو ہم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں، یہ ایک خاص موقعہ پر اہل کتاب کے بارہ میں نازل ہوئی تھی، پھر یہ آیت۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ (آل عمران)

جب خدا نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی ہے یہ وعدہ لیا کہ وہ اسے لوگوں کو کھول کھول کے سنائیں گے۔

تلاوت کر کے کہا کہ ان کو یہ حکم ملا تھا، مگر انہوں نے بالکل اس کے برعکس عمل کیا، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان سے کسی بات کے متعلق استفسار فرمایا، انہوں نے اصل جواب جو ان کی کتاب میں تھا چھپا ڈالا اور اپنے حسب منشاء دوسرا فرضی جواب دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، پر ظاہر کیا کہ انہوں نے اصل جواب دیا ہے اور پھر اس فعل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر شاداں و فرحاں ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں (جیسا کہ اہل کتاب اپنی چالاکی پر خوش ہوئے تھے) اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف کے خواہاں ہوتے ہیں (جیسا کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خوشنودی کے خواہاں ہوئے تھے) تو ایسے لوگوں کے لیے عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

ذیل کے واقعہ سے ان کی فراست، طباعی، دقیقہ سنجی، اور قوتِ استنباط کا اندازہ ہوگا، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے مجمع میں سوال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ کی ایک طاق رات ہے، تم لوگ اس سے کون سی طاق رات سمجھتے ہو؟ کسی نے ساتویں کسی نے پانچویں، کسی نے تیسری بتائی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم کیوں نہیں بولتے، عرض کیا اگر آپ فرماتے ہیں تو مجھ کو کیا عذر ہوسکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے بولنے ہی کے لیے تمہیں بلایا ہے، کہا میں اپنی ذاتی رائے دوں گا، فرمایا ذاتی رائے تو پوچھتا ہی ہوں، کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کے عدد کو بہت اہمیت دی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ سات آسمان، سات زمین، ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا ہے کہ ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس میں غلہ، انگور، شاخ، زیتون، کھجور، کے درخت، گنجان باغ، اور میوے اُگائے، یہ بھی سات باتیں ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ تم لوگ اس بچہ سے بھی گئے گذرے ہوئے، جس کے سر کے گوشہ بھی ابھی درست نہیں ہوئے، یہ جواب کیوں نہ دیا، (مستدرک حاکم) گو بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی سات کی تعیین کی تھی، لیکن کسی استدلال کے ساتھ نہیں، سبھوں نے ایک ایک طاق رات اپنے اپنے قیاس و فہم کے مطابق لی، کسی نے سات کی شب بھی لی، لیکن ابن عباس نے قرآن سے اس کی تائید پیش کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر میں نہایت دلیری سے کام لیتے تھے، بعض محتاط صحابہ رضی اللہ عنہ اس دلیری کو ناپسند کرتے تھے، لیکن بالآخر ان کو بھی ان کی مہارتِ تفسیر کا اعتراف کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا، اور اس نے آیت " کانتا رتقا ففتقنا" کا مطلب پوچھا، انہوں نے امتحان کی غرض سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پوچھ کر بتاو، اس نے جا کر پوچھا، انہوں نے بتایا کہ آسمان کا فتق یہ ہے کہ پانی نہ برسائے زمین کا فتق یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے، سائل نے واپس آکر یہ جواب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنایا انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نہایت سچا علم مرحمت ہوا ہے، مجھ کو تفسیر قرآن میں ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی؛ لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے، (اصابہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے بعد

قرآن کے سائلین کو خود جواب نہ دیتے تھے، بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ عمرو بن حبشی نے ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا، انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھو، قرآن کے جاننے والے جو لوگ باقی رہ گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہیں۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ ابو جعفر نحاس)

علوم قرآنی میں علم النسخ کی اہمیت بالکل عیاں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بحر زخار کے بھی شناور تھے، اور تمام ناسخ اور منسوخ احکام ان کے ذہن میں مستحضر تھے، یہ اس علم کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ بغیر اس پر حاوی ہوئے وعظ کی لب کشائی کی اجازت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے، ایک اور واعظ وعظ کہہ رہا تھا، اس سے پوچھا ناسخ منسوخ جانتے ہو کسے کہتے ہیں، اس نے کہا نہیں، فرمایا: تو تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ ابو جعفر نحاس)

گو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی تعلیم میں بخل نہ کرتے تھے، اور ان کا دروازہ ہر طالب قرآن کے لیے کھلا ہوا تھا، تاہم وہ اس نکتہ سے بھی بے خبر نہ تھے کہ جب کثرت سے قرآن کی اشاعت ہوگی اور ہر کس و ناکس فہم قرآن کا مدعی ہو جائے گا تو امت میں اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا، ان کی اس نکتہ رسی کا اعتراف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کرنا پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں سارے ممالک محروسہ میں حافظ قرآن مقرر کر دیئے تھے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیں، ایک دن ابن عباس ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حاکم کوفہ کا خط آیا کہ کوفہ والوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مژدہ سنکر تکبیر کا نعرہ لگایا، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے کہ اب ان میں اختلاف کا تخم پڑ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ سے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا، اس واقعہ کے بعد یہ گھر چلے آئے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کا کہنا کھٹکتا رہا، چنانچہ آدمی بھیج کر ان کو بلا بھیجا، انہوں نے عذر کر دیا، دوبارہ پھر آدمی بھیجا کہ تم کو آنا ہوگا، اس تاکید پر یہ چلے آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے کوئی رائے ظاہر کی تھی، انہوں نے کہا پناہ بخدا اب میں کبھی دوبارہ کوئی خیال نہ ظاہر کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں طے کر چکا ہوں کہ جو تم نے کہا تھا اس کو کہلوا کر رہوں گا، اس اصرار پر انہوں نے کہا کہ آپ نے جب کہا کہ میرے پاس خط آیا ہے کہ کوفہ والوں نے اتنا اتنا قرآن یاد کر لیا، اس پر میں نے کہا کہ ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تم نے کیسے جانا، انہوں نے سورہ بقرہ کی یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ، وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ، وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (بقرہ)

اے محمد لوگوں میں سے بعض ایسے آدمی بھی ہیں جن کی باتیں تم کو دنیاوی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی دلی باتوں پر خدا کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ دشمنوں میں بڑا جھگڑالو ہے اور جب وہ تمہارے پاس لوٹ کر جائے تو ملک میں پھرے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو اس کو عزت نفس گناہ

پر آمادہ کرے، ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی رضاجوئی کے لیے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔ یہ آیتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے سچ کہا۔ (مستدرک حاکم شرط شیخین)

حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہ میں ہیں جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں، اگر حدیث کی کتابوں سے ان کی روایتیں علیحدہ کر لی جائیں تو اس کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائیں گے، ان کی مرویات کی بڑی تعداد ہے، ان میں متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں، ان کے علاوہ روایتوں میں بخاری منفرد ہیں اور میں مسلم۔

(تہذیب الکمال)

ان کی روایات کی کثرت اور معلومات کی وسعت خود ان کی ذاتی کاوش وجستجو کا نتیجہ ہیں، گو بہت سی روایتیں براہِ راست خود زبانِ وحی والہام سے لی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی وفات کے بعد ایک انصاری سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، وفات پا گئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب زندہ ہیں چلو ان سے تحصیل علم کریں، انہوں نے کہا ابن عباس! مجھ کو تم پر حیرت ہوتی ہے، تم دیکھتے ہو کہ لوگ علم میں خود تمہارے محتاج ہیں، پھر تم دوسروں کے پاس جاتے ہو، یہ جواب سن کر ان کو چھوڑ دیا اور تنہا جہاں کہیں سراغ ملتا کہ فلاں شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے کوئی حدیث سنی ہے، فوراً مشقت اٹھا کر اس کے پاس پہنچتے اور اطلاع دیتے وہ گھر سے نکل آتا اور کہتا کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے کوئی حدیث سنی ہے، وہ کہتا: اے ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے کیوں زحمت گوارا کی، کسی دوسرے کو بھیج دیا ہوتا، کہتے نہیں یہ میرا فرض تھا، اس طریقہ سے عرب کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن چن کر خرمنِ علم کا انبار لگایا، جب ان کے فضل وکمال کا چرچا زیادہ ہوا، اس وقت ان انصاری نے جنہوں نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تھا، ندامت کے ساتھ اقرار کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما ہم سے زیادہ عقل مند تھے۔

(مستدرک حاکم' فضائل ابن عباس رضی اللہ عنہما سعی ابن عباس رضی اللہ عنہما فی طالب العلم)

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جس شخص کے متعلق مجھ کو پتہ چلتا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں خود اس کے مکان پر جا کر حاصل کرتا؛ حالانکہ اگر میں چاہتا تو راوی کو اپنے یہاں بلوا سکتا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ابو رافع رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے غلام تھے، اس لیے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے افعال دیکھنے اور اقوال سننے کا زیادہ موقع ملتا تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پاس کاتب لے کر آتے اور پوچھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں دن کیا کیا، ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے اور کاتب قلمبند کرتا جاتا۔ (اصابہ)

اسی تلاش وجستجو نے ان کو اقوال وافعال نبوی کا سب سے بڑا حافظ بنا دیا تھا، اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کو جو عمر اور مرتبہ میں ان

سے کہیں زیادہ تھے، ان کے مقابلہ میں اپنے قصورِ علم کا اعتراف کرنا پڑتا تھا، یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حائضہ طواف رخصت کیے بغیر لوٹ جائے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری کا تب وحی کو معلوم ہوا تو انہوں نے پوچھا تم حائضہ عورت کو یہ فتویٰ دیتے ہو، انہوں نے کہا ہاں، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ فتویٰ نہ دیا کرو، انہوں نے کہا میں تو یہی دوں گا، اگر آپ کو شک ہے تو فلاں انصاریہ سے جا کر پوچھ لیجئے کہ اس کو یہ حکم دیا تھا یا نہیں، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جا کر پوچھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ صحیح نکلا، چنانچہ ہنستے ہوئے واپس آئے اور بولے تم نے سچ کہا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل)

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ان میں اور مسور بن مخرمہ میں محرم کے سر دھونے کے بارہ میں اختلاف ہوا، یہ کہتے تھے محرم سر دھو سکتا ہے، مخرمہ اس کے خلاف تھے، اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حنین کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تحقیق کے لیے بھیجا، یہ اس وقت کپڑا آڑ کیے ہوئے کنوئیں پر نہا رہے تھے، عبداللہ نے سلام کیا، انہوں نے پوچھا کون؟ کہا میں ہوں عبداللہ بن حنین، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، احرام کی حالت میں کس طرح سر دھوتے تھے، ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عملاً نقشہ کھینچ کر بتا دیا۔ (ابوداود کتاب المناسک باب المحرم یغسل راسہ)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے کسی قول وفعل کے بارہ میں اختلاف ہوتا تو وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف رجوع کرتے، اس بارہ میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے کہاں سے احرام باندھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہ میں بہت اختلاف ہے، سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ابوالعباس مجھ کو حیرت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے اصحاب رضی اللہ عنہ میں آپ کے احرام باندھنے کی جگہ کی تعیین میں بہت زیادہ اختلاف ہے، انہوں نے کہا میرے معلومات اس بارہ میں سب سے زیادہ ہیں، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایک ہی حج کیا ہے، اس لیے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا، جو لوگ اس وقت موجود تھے انہوں نے اسی کو یاد رکھا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ چلی تو پھر آپ نے لبیک کہا، اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ یہ سمجھے کہ آپ نے یہیں ابتدا کی ہے، چنانچہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو کر چلے اسی وقت سے لبیک کہنا شروع کیا، اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلندی پر چڑھے اس وقت سے کہنا شروع کیا، لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ نے مسجد میں احرام باندھا، اس کے بعد جب اونٹنی چلی تب، اور جب بلند مقام پر چڑھے تب دونوں مرتبہ لبیک کہا۔ (ابوداود کتاب المناسک باب وقت الاحرام)

روایتوں میں احتیاط

عموماً کثیر الروایت راویوں کے متعلق یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے میں محتاط نہیں ہوتے اور رطب ویابس کا امتیاز نہیں رکھتے، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ذات اس سے مستثنیٰ اور اس قسم کے شکوک وشبہات سے ارفع واعلیٰ تھی، وہ حدیث بیان کرتے وقت اس کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے کہ کوئی غلط روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی جانب نہ منسوب ہونے پائے، جہاں اس قسم کا کوئی خفیف سا بھی خطرہ ہوتا، وہ بیان نہ کرتے تھے، چنانچہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علی وسلم کی حدیث

بیان کرتے تھے، جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا، لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی رطب و یابس حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں، اس وقت سے ہم نے روایت ہی کرنا چھوڑ دیا، (مسند دارمی باب فی الحدیث عن الثقات) لوگوں سے کہتے کہ تم کو قال رسول اللہ کہتے وقت یہ خوف نہیں معلوم ہوتا کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے، یا زمین شق ہو جائے اور تم اس میں سما جاؤ، (ایضا باب ماتقی من تفسیر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اسی احتیاط کی بنا پر فتویٰ دیتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا نام نہ لیتے تھے، (مسند احمد ابن حنبل جلد صفحہ) کہ آپ کی طرف نسبت کرنے کا بار نہ اٹھانا پڑے۔

حلقہ درس

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، سینکڑوں طلب گار روزانہ ان کے خرمنِ کمال سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ درس و تدریس کے لیے وقف تھا کبھی کوئی شخص ان کے چشمہ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا، اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ درس و تدریس اور علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں اور ان میں باقاعدہ ہر علم و فن کی جدا جدا تعلیم ہوتی تھی، ابو صالح تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ایک ایسی علمی مجلس دیکھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہوگا، اس مجلس کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مکان کے سامنے آدمیوں کا اتنا اژدحام تھا کہ ان کی کثرت سے آمد و رفت مشکل تھی، میں نے جا کر اس اژدحام کی اطلاع دی تو مجھ سے پانی مانگا، میں پانی لایا، انہوں نے وضو کیا، وضو کر کے بیٹھ گئے، پھر مجھ سے کہا جاؤ قرآن کے جس شعبہ کے متعلق جو سائل ہوں ان کو اطلاع دو، میں نے اطلاع دی، دیکھتے دیکھتے سائلوں سے سارا گھر اور تمام حجرے بھر گئے، جس نے جو سوال کیا اس کے سوال سے زیادہ اس کو جواب دے کر رخصت کیا، پھر مجھ سے کہا جاؤ حرام و حلال اور فقہ کے سائلوں کو بلاؤ میں نے ان لوگوں کو اطلاع دی، چنانچہ ان کا جم غفیر آیا اور جن کو جو سوالات کرنا تھے پیش کیے، فرداً فرداً سب کو نہایت تشفی بخش اور ان کے سوالات سے زیادہ جواب دے کر رخصت کیا، پھر فرمایا کہ اب تمہارے دوسرے بھائیوں کی باری ہے، اس کے بعد فرائض وغیرہ کے سائلوں کو بلایا، ان کی تعداد بھی اتنی بڑی تھی کہ پورا گھر بھر گیا، ان کے پیشروؤں کی طرح ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دے کر فارغ ہوئے تو مجھ سے کہا عربی زبان، شعر و شاعری اور ادب و انشاء کے سائلوں کو بلا لاؤ، چنانچہ میں نے اطلاع دی، یہ لوگ آئے، ان کے ہجوم کا بھی وہی حال تھا، ان لوگوں نے جو سوالات کیے، ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دیئے، ابو صالح یہ واقعہ بیان کر کے کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کی اتنی بڑی مجلس نہیں دیکھی تھی۔ (مستدرک حاکم)

درس کے ان مستقل حلقوں کے علاوہ کبھی کسی نماز کے بعد تقریر اور خطبہ کے ذریعہ سے تعلیم دیتے، عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عصر کے بعد ہم لوگوں کے سامنے تقریر کی اور اتنی دیر تک کرتے رہے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تارے نکل آئے، لوگوں نے نماز نماز کی آوازیں بلند کرنا شروع کیں، ایک تمیمی نے مسلسل نماز کہنا شروع کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما جھنجھلا کر بولے "لاام لک" تو مجھ کو سنت کی تعلیم دیتا ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر، عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھتے تھے، عبداللہ بن شقیق کے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی، انہوں نے جا کر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں صحیح ہے۔
(مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، باب الجمع بین الصلوتین فی الحضر)

حضر کے علاوہ سفر میں بھی ان کا یہ چشمہ فیض جاری رہتا تھا، چنانچہ جب چند دنوں کے لیے حج کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لے جاتے تھے، اس وقت بھی ان کی قیامگاہ طالبانِ علم کی درسگاہ بن جاتی۔ (استعاب)

ترجمان کا تقرر

اسلامی فتوحات کے بعد جب اسلام عرب کے حدود سے نکل کر ایران ومصر وغیرہ میں پھیلا تو وہ قومیں اسلام کے حلقہ اثر میں آئیں جن کی زبانِ عربوں سے جدا تھی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی آسانی کے لیے مخصوص ترجمان رکھے کہ ان کو سوال میں زحمت نہ ہو۔ (مسلم)

تلامذہ

ان کی اس فیض رسانی وعلم وعرفان کی بارش نے ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا، جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، مشہور تلامذہ اور شاگردوں کی مختصر فہرست یہ ہے۔

بیٹوں میں محمد اور علی، پوتوں میں محمد بن علی، بھائیوں میں کثیر، بھتیجوں میں عبداللہ بن عبیداللہ، اور عبداللہ بن معبد، عام لوگوں میں عبداللہ بن عمر، ثعلبہ بن حکم، مسور بن مخرمہ، ابوالطفیل، ابوامامہ بن سہل، سعید بن مسیب، عبداللہ بن حارث، عبداللہ بن عبداللہ، عبداللہ بن شداد، یزید بن اصم، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، ابوحمزہ ضبعی، ابومجلز لاحق بن حمید، ابورجاء عطاردی، قاسم بن محمد، عبید بن اسباق، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عکرمہ، عطاء، طاوس، کریب، سعید بن جبیر، مجاہد، عمرو بن دینار، ابوالجوزاء، اوس بن عبداللہ ربعی، ابوالشعثاء، جابر بن زید، بکر بن عبداللہ مزنی، حصین بن جندب، حکم بن اعرج، ابوالجویرہ، حطان بن خفاف، حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، رفیع ابوالعالیہ، مقسم، ابوصالح السمان، سعد بن ہشام، سعید بن ابوالحسن بصری، سعید بن حویرث، سعید بن ابی ہند، ابوالحباب سعید بن یسار، سلیمان بن یسار، ابوزمیل سماک بن ولید، سنان بن سلمہ، صہیب، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، عامر الشعبی، عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن کعب بن مالک، عبداللہ بن عبید، عبید بن حنین، عبدالرحمٰن بن مطعم، عبدالرحمٰن بن وعلہ، عبدالعزیز بن رفیع، عبدالرحمٰن بن عاص نخعی، عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور، عبیداللہ بن یزید الملکی، علی بن ابوطلحہ، عمرو بن مرہ، عمرو بن میمون، عمران بن حطان، عمار بن ابی عمار، محمد بن عباد بن جعفر، مسلم بن صبیح، سلم القریر، موسیٰ بن سلمہ، میمون بن مہران جزری، نافع بن جبیر بن مطعم، ناعم، نضر بن انس، یحییٰ بن یعمر، ابوالبختری الطائی، ابوالحسن الاعرج، یزید بن ہرمز، ابوحمزہ قصاب، ابوالزبیر مکی، ابوعمر البہرانی، ابوالمتوکل الناجی، ابولنضرہ العبدی، فاطمہ بنت حسین، محمد بن سیرین وغیرہم۔ (تہذیب التہذیب)

فقہ وفرائض

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ فقہ کی سنگ بنیاد ہیں، اس کی تشریح کے لیے ایک دفتر چاہیے، اس لیے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں، تاہم ان کی فقہ دانی کا سرسری اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ خلیفہ مامون الرشید کے پر پوتے نے

جو اپنے زمانہ کے امام تھے، ان کے فتاویٰ ۰ جلدوں میں جمع کیے تھے۔ (اعلام الموقعین)

مکہ میں فقہ کی بنیاد ان ہی نے رکھی، وہ تمام فقہاء جن کا سلسلہ مکہ کے شیوخ تک پہنچتا ہے، وہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے خوشہ چین تھے، ایک فقیہ و مجتہد کے لیے قیاس ناگزیر ہے، کیونکہ وقتاً فوقتاً بہت سے ایسے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں جو حضرت حامل شریعت علیہ السلام کے عہد میں نہ تھے اور ان کے متعلق کوئی صریح حکم موجود نہیں ہے، ایسے وقت میں مجتہد کا یہ فرض ہے کہ وہ منصوصہ احکام اور ان میں علت مشترک نکال کر ان پر قیاس کر کے حکم صادر کرے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے جواب مل جاتا تو فبہا، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے بھی مقصد برآری نہ ہوتی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ دیکھتے، اگر اس سے بھی عقدہ حل نہ ہوتا تو، پھر اجتہاد کرتے، (اعلام الموقعین) مگر اسی کے ساتھ قیاس بالرائے کو برا سمجھتے تھے، چنانچہ وہ اس کی مذمت میں کہتے ہیں کہ جو شخص کسی مسئلہ میں ایسی رائے دیتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہیں ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب وہ خدا سے ملے گا تو اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا۔

(اعلام الموقعین)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو زندہ جلا دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا تو کہا اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو جلانے کی بجائے قتل کی سزا دیتا؛ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے سنا ہے کہ جو شخص مذہب تبدیل کرے اس کو قتل کر دو، پھر فرمایا کہ: جو عذاب خدا کا مخصوص ہے اس کو تم لوگ نہ دو، یعنی آگ میں کسی کو نہ جلاو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما پر افسوس ہے۔ (مستدرک حاکم)

فقہ کے ساتھ ساتھ فرائض میں بھی درک تھا، اگر چہ وہ اس فن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے برابر نہ تھے، تاہم عام صحابہ رضی اللہ عنہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس فن میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، عبید اللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حساب اور فرائض میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

دیگر علوم

ان مذہبی علوم کے علاوہ ان تمام علوم میں جو اس زمانہ میں لازمہ شرافت سمجھے جاتے تھے کافی دستگاہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ مذہبی علوم کے علاوہ ان کے حلقہ درس میں عربی شعر و شاعری اور ادب وانشاء کے طالبین بھی آتے تھے، عربوں میں شاعری لازمہ شرافت تھی، بالخصوص قریش کی آتش بیانی مشہور تھی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نہ صرف سخن سنج تھے، بلکہ خود بھی اشعار کہتے تھے، ابن رشیق نے ان کے یہ چند اشعار کتاب العمدہ میں نمونہ کے طور پر نقل کیے ہیں۔

اذا طارقات الهم ضاجعت الفتی واعمل فکر اللیل واللیل عاکر

جب رات کے آنے والے غم کسی جواں مرد کے ساتھ ہم خواب ہوتے ہیں اور شب کے آخر حصہ میں تفکرات اپنا عمل کرتے

ہیں۔

وباكرني في صاحبة لم يجد بها سواى ولا من نكبة الدهر ناصر

اور وہ صبح کو میرے پاس اسی حالت میں اپنی حاجت لے کر آتا ہے کہ اس میں اور اس کی زمانہ کی بدبختیوں میں اس کا کوئی مدد گار نہیں ہوتا۔

فرجت بمالي همه من مقامه ونائله همّ طروق مسام

تو میں اپنے مال کے ذریعہ اس کا غم دور کرتا ہوں اور اس کے رات کی آنے والی تفکرات دور ہو جاتے ہیں۔

وكان له فضل على بظنّه بى الخيراني للذى ظن شاكر

اور میں اسی کا ممنون ہوں کیونکہ وہ میرے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور جو شخص میرے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اس کا میں مشکور ہوتا ہوں۔

شعر گوئی کے ساتھ فصیح و بلیغ بھی تھے، اگر چہ خطیب کی حیثیت سے انہوں نے کوئی شہرت نہیں حاصل کی؛ تاہم ان کی روزانہ کی گفتگو بھی ادب کی چاشنی سے خالی نہ ہوتی تھی، مسروق کا بیان ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما گفتگو کرتے تھے تو فصیح ترین آدمی معلوم ہوتے تھے۔ (کتاب العمدہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان میں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو گفتگو ہوئی ہے، وہ حسن بیان کا ایک دل آویز نمونہ ہے۔ (استیعاب)

معاویہ رضی اللہ عنہ: اجرك الله ابا العباس في ابى محمد الحسن بن على

معاویہ رضی اللہ عنہ: ابو العباس خدا تمہیں ابی محمد الحسن بن علی کی موت پر اجر دے۔

فقال ابن عباس رضی الله عنهما : انالله وانا اليه راجعون وغلبه البكاء فرده ثم قال لايسد دالله مكانه حفرتك ولايزيد موته في اجلك والله لقد اصبنا بمن هواعظم منه فقد فما ضيعاوالله بعده

ابن عباس رضی اللہ عنہما: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انا لله وانا اليه راجعون پڑھا اور آنسو ضبط کر کے بولے، خدا کی قسم ان کی موت سے تمہاری قبر پر نہ ہو جائے گی اور نہ ان کی موت سے تمہاری زندگی میں کچھ اضافہ ہوگا، خدا کی قسم ہم کو ان سے بڑے کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا، خدا کی قسم اس کے بعد ہمارا کیا چارہ تھا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: كم كانت سنه

معاویہ رضی اللہ عنہ: کتنی عمر تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما: مولده اشهر من ان تتعرف سنه

ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان کی ولادت اتنی مشہور ہے کہ تم کو ان کی عمر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: احسبه ترك اولادا صفارا

معاویہ رضی اللہ عنہ: میرا خیال ہے کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما: كان كانا

صغیرا فکسر ولئن اختار اللہ لا بی محمد ما عندہ وقبضہ الی رحمتہ لقد ابقی اللہ اباعبداللہ وفی مثلہ الخلف الصالح

ابن عباس رضی اللہ عنہما: ہم سب چھوٹے تھے، پھر بڑے ہوئے، اگر خدانے ابومحمد حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی رحمت کی طرف بلالیا اور ابھی اس نے ابوعبداللہ (حسین رضی اللہ عنہ) کو زندہ رکھا ہے اور ان کے ایسے لوگ خلف صالح ہوتے ہیں۔

تقریر اس قدر شیریں ہوتی تھی کہ بے ساختہ سننے والوں کی زبانوں سے مرحبا نکل جاتا، ہم نے مستدرک حاکم کے حوالہ سے اوپر کہیں نقل کیا ہے کہ شقیق بیان کرتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ حج کے موسم میں سورہ نور کی تفسیر اس اچھوتے انداز سے بیان کی تھی کہ اس سے بہتر نہ میرے کانوں نے سنی تھی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی اگر اس کو فارس وروم سن لیتے تو پھر ان کو اسلام سے کوئی چیز نہ روک سکتی، ابن ابی شیبہ کی روایت میں اتنا اور اضافہ ہے کہ ایک شخص بولا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شیریں بیانی اور حلاوت پر میرا بے اختیار دل چاہتا تھا کہ ان کا سر چوم لوں۔ (اصابہ بحوالہ ابن ابی شیبہ تذکرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جامعیت

اوپر کی تفصیل سے ان کی جامعیت کا اندازہ ہوا ہوگا، عبداللہ بن عبداللہ کے اس تبصرہ سے اس کا پورا اندازہ ہوگا وہ کہا کرتے تھے کہ اس زمانہ کے علوم میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، معاملہ فہمی اور اصابت رائے میں وہ سب پر فائق تھے، نسب دانی اور تاویلِ قرآن کے بڑے ماہر تھے، احادیث نبوی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کا ان سے زیادہ کوئی واقف کار نہ تھا، شعروشاعری، ادب، تفسیر، حساب اور فرائض میں ممتاز درجہ رکھتے تھے اور ان سب میں ان کی رائے بے نظیر ہوتی تھی، ان کے علمی مذاکرے کے دن مقرر تھے، کسی دن فقہ کا درس دیتے تھے، کسی دن تاویل قرآن پر روشنی ڈالتے، کسی دن مغازی کے واقعات کا تذکرہ کرتے، کسی دن ایامِ عرب کی داستان سناتے، کسی دن شعروشاعری کا چرچا ہوتا، غرض ان کا چشمہ معرفت فیض ہر دن نئے رنگ سے اُبلتا تھا، میں نے کسی بڑے سے بڑے عالم کو نہیں دیکھا جو تھوڑی دیر کے لیے ان کی صحبت میں بیٹھا ہو اور ان کے کمالِ علم کے سامنے اس کی گردن نہ جھک گئی ہو، کسی علم کے متعلق کوئی سوال بھی کرتا اس کو اس کا جواب ضرور ملتا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

معاصرین کا اعتراف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ رضی اللہ عنہ کی جماعت میں گو عمر میں بہت چھوٹے تھے مگر ان کا علم سب سے بڑا تھا، ان کے تمام معاصرین جن میں سے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہ تک تھے ان کے فضل وکمال کے معترف تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ابن عباس رضی اللہ عنہما ادھیڑ عمر والوں میں نوجوان ہیں، ان کی زبان سائل اور ان کا ذہن رسا ہے، مجاہد تابعی کہتے تھے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ سے بہتر کسی شخص کا فتویٰ نہیں دیکھا، علاوہ اس شخص کے جو قال رسول اللہ کہتا ہے، طاؤس کہتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے پانچ سو اصحاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مباحثہ کرتے اور دونوں میں اختلاف رائے ہوتا تو آخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی

رائے پر فیصلہ ہوتا۔

عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ سنت کا عالم، ان سے زیادہ صائب الرائے، ان سے بڑا دقیق النظر کسی کو نہیں دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود اپنے ملکہ اجتہاد اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مشکلات کے لیے تیار کرتے تھے، قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں کبھی کوئی باطل تذکرہ نہیں سنا اور ان سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔ (یہ تمام اقوال استیعاب سے منقول ہیں)

طاؤس تابعی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بہت رہا کرتے تھے، ابوسلیم نے ان پر اعتراض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر تم اس چھوکرے سے کیوں چمٹے رہتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ستر اصحاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے جب وہ کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے تھے تو آخر میں ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا آج اس امت کا عالم اُٹھ گیا، امید ہے کہ خدا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کا قائم مقام بنائے گا، (اصابہ) مشہور عالم صحابی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن میرے والد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ اُٹھ کر چلے تو میرے باپ نے کہا کہ ایک دن یہ شخص اس امت کا حبر (زبردست عالم) ہوگا، (اصابہ) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے کثرت علم کی وجہ سے حبر الامہ کہلانے لگے۔

معاصرین کی عزت

اس ذاتی علم وفضل کے باوجود دوسرے علماء کی بڑی عزت کرتے تھے، اور ان سے نہایت تواضع اور انکسار سے پیش آتے تھے، ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہوئے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے احتراماً ان کی رکاب تھام لی، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عم رسول ایسا نہ کیجئے، فرمایا ہم کو اپنے علماء کا ایسا ہی احترام کرنا چاہئے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ چوم کر کہا ہم کو اپنے نبی کے اہل بیت کا ایسا ہی احترام کرنا چاہئے۔ (مستدرک حاکم فضائل ابن عباس رضی اللہ عنہما)

بدعت سے نفرت

عقیدہ کی صحت مذہب کی روح ہے، اس میں جہاں رخنہ پیدا ہوا، مذہب کی بنیادیں ہل جاتی ہیں، تقدیر کا مسئلہ مذہب میں ایسا نازک اور پیچیدہ ہے کہ اس میں ادنے افراط وتفریط سے عظیم الشان فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہ کے آخر زمانہ میں نومسلم عجمیوں کے ذریعہ سے خیر وشر اور قضاء وقدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چلی تھی، ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے، اس وقت ان کی آنکھوں کی بصارت زائل ہو چکی تھی پھر بھی لوگوں سے کہا کہ مجھ کو اس شخص تک پہنچادو، لوگوں نے پوچھا آپ اس کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کریں گے؟ بولے اگر ہوسکا تو اس کی ناک کاٹ ڈالوں گا اور اگر

گردن ہاتھ میں آ گئی تو اس کو توڑ دوں گا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میں بنوفہر کی عورتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خزرج کا طواف کر رہی ہیں اور سب کی سب اعمالِ شرک میں مبتلا ہیں، تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے، میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ایسے لوگوں کی بُری رائے یہیں تک نہ محدود رہے گی، بلکہ جس طرح انہوں نے خدا کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا ہے، اسی طرح اس کی خیر کی تقدیر سے منکر ہو جائیں گے۔ (مسند احمد بن حنبل)

رسول اللہ کی محبت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر معمولی شیفتگی اور گرویدگی تھی، آپ کی وفات کے موقع کے ایک واقعہ کو یاد کرتے تو روتے روتے بیقرار ہو جاتے ہیں، سعید بن جبیر تابعی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، پنجشنبہ کا دن کون پنجشنبہ اتنا کہنے پائے تھے، ابھی مبتدا کی خبر نہ نکلی تھی کہ زار و قطار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ سامنے پڑے ہوئے سنگ ریزے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے، ہم لوگوں نے کہا ابوالعباس رضی اللہ عنہ پنجشنبہ کے دن میں کیا خاص بات تھی، بولے اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی بیماری نے شدت پکڑی تھی، آپ نے فرمایا، لاؤ میں تم لوگوں کو ایک پرچہ پر لکھ دوں کہ گمراہی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاؤ، اس پر لوگ جھگڑنے لگے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا مناسب نہیں ہے اور کہنے لگے کہ (بیماری کی تکلیف سے) ہذیان ہو گیا ہے اور آپ سے بار بار پوچھتے تھے کہ یہ حکم آپ حواس کی حالت میں دے رہے ہیں، یا ہذیان ہے، آپ نے فرمایا میرے پاس سے ہٹ جاؤ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف مجھے لے جانا چاہتے ہو۔ (مسند احمد بن حنبل)

رسول اللہ کی خدمت

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ ان کی خالہ تھیں، یہ ان کے پاس بہت رہا کرتے تھے، اکثر راتوں کو بھی رہ جاتے تھے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت گذاری کا بھی انہیں موقع ملتا رہتا تھا، ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا ہے، آپ نے دعا دی خدایا ان کو دین میں سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، جائے ضرورت سے فارغ ہو کر تشریف لائے، تو ایک طشت پانی ڈھکا ہوا رکھا دیکھا پوچھا کس نے رکھا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا میں نے، فرمایا: خدایا ان کو قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما، (مستدرک حاکم) کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان سے کام لیا کرتے تھے، ایک دفعہ یہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، سمجھ گئے کہ میرے پاس آ رہے ہیں، بچپن کا زمانہ تھا بھاگ کے ایک مکان کے دروازے کی آڑ میں چھپ رہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے پشت سے آ کر پکڑ لیا اور فرمایا جاؤ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ، معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے کاتب تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جا کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ضرورت

ہے، فوراً چلو۔ (مستدرک حاکم، بشرط شیخین)

رسول اللہ کا احترام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا اتنا احترام کرتے تھے کہ نماز میں بھی آپ کے برابر کھڑا ہونا گستاخی سمجھتے تھے، ایک مرتبہ آخر شب میں نماز کے لیے کھڑے ہوئے، ابن عباس رضی اللہ عنہما آکر پیچھے کھڑے ہوگئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے برابر کرلیا، اس وقت تو یہ ساتھ کھڑے ہوگئے، مگر جیسے ہی آپ نے نماز شروع کی ابن عباس رضی اللہ عنہما ہٹ کر اپنی جگہ پر آگئے، نماز ختم کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ میں نے تم کو اپنے ساتھ کھڑا کیا تھا تم پیچھے کیوں ہٹ گئے، عرض کیا کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اس معقول عذر پر خوش ہوئے اور ان کے لیے فہم وفراست کی دعا فرمائی۔ (ایضا)

امہات المومنین کا احترام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ اس غیر معمولی عقیدت کا فطری اقتضا یہ تھا کہ وہ امہات المومنین کے ساتھ بھی اس عزت وتکریم سے پیش آتے تھے، جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور لوگ مقام شرف میں جنازہ کی شرکت کے لیے جمع ہوئے تو انہوں نے کہا کہ: لوگو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی حرم محترم کا جنازہ ہے، نعش آہستہ اٹھاؤ ہلنے نہ پائے۔

(مسلم کتاب الرضاع باب جواز ہبتہا الفرتہا)

یہ احترام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ اسی تعظیم سے پیش آتے تھے، البتہ خاندانی مناقشوں کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے کچھ بدمزگی ہوگئی تھی، مگر ان کی وفات سے پہلے خود ان کے درِ دولت پر حاضر ہو کر صفائی کرلی۔

ذکوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے حاجب بیان کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور حضوری کی اجازت چاہی میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے جاکر عرض کیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمن ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے بھی کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آنے کی اجازت چاہتے ہیں، بولیں ان کو آنے کی ضرورت نہیں عبداللہ بن عبدالرحمن نے کہا، اماں: ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے سعادت مند بیٹے ہیں، وہ سلام کرتے ہیں اور رخصت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں ان کو اجازت دیجئے، فرمایا خیر اگر تم چاہتے ہو تو بلالو، چنانچہ ان کو باریابی کی اجازت مل گئی، بیٹھنے کے بعد عرض کیا، آپ کو بشارت ہو (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے پاس پہنچا چاہتی ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا تم کو بھی بشارت ہو، اس خوش آیند سلسلہ کلام کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ اب آپ کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے اعزہ واحباب سے ملنے میں صرف روح کو جسم کا ساتھ چھوڑنے کی دیر ہے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی محبوب ترین بیوی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ہمیشہ طیب ہی چیز کو محبوب رکھتے تھے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کیے۔ (مسند احمد بن حنبل: ج ۱ ص ۲۷۶، بیروت)

بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 58: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

251- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت خبر آنے سے پہلے لوگوں کو ان کی شہادت کے بارے میں بتا دیا آپ نے فرمایا: "یہ جھنڈا زید نے تھاما تھا وہ شہید ہو گئے، پھر جعفر نے تھام لیا وہ شہید ہوئے پھر ابن رواحہ نے تھام لیا تو وہ بھی شہید ہو گئے یہ بات کہتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے (آپ نے فرمایا) یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کی تلوار نے تھام لیا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کر دی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

نام ونسب

خالد نام، ابوسلیمان کنیت، سیف اللہ لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، خالد بن ولید ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، ماں کا نام لبانہ تھا، یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قریبی عزیز تھی۔

خاندانی حالات

خالد رضی اللہ عنہ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا، قبہ اور اعنہ یعنی فوج کی سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ ان ہی کے خاندان میں تھا (عقد الفرید، جلد) اور ظہور اسلام کے وقت خالد اس عہدہ پر ممتاز تھے (استیعاب) چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو دستہ مسلمانوں کی نقل وحرکت کا پتہ لگانے آیا تھا، اس کے سردار خالد تھے، (بخاری کتاب المغازی الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل العرب) غزوہ احد میں مسلمانوں کے خلاف بڑی شجاعت سے لڑے اور مشرکین مکہ کے اکھڑے ہوئے پاؤں ان ہی کی ہمت افزائی سے دوبارہ جمے۔

اسلام

ان کے اسلام کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں، سب میں مستند روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے، جو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اسلام کے سلسلہ میں اوپر لکھی جا چکی ہے اس کی رو سے ان کے اسلام کا زمانہ اور ھ کے درمیان ہے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حدیث251: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2645' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:12135' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:16374' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4189

جب اسلام لانے کے قصد سے حبشہ سے چل کر عرب آئے اور اس کے لیے مدینہ کا رخ کیا تو راستہ میں قریش کا ایک اور خوش قسمت ہیرو اسی غرض سے مدینہ کا رخ کرتا ہوا نظر آیا، یہ خالد بن ولید تھے، وہ بھی اسلام ہی لانے کی نیت سے مدینہ جا رہے تھے، عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے ان کو راستہ میں دیکھ کر پوچھا کہاں کا قصد ہے، بولے خدا کی قسم خوب پانسہ پڑا، یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، یقیناً نبی ہے، چلو اسلام کا شرف حاصل کریں، آخر کب تک؟ چنانچہ یہ دونوں ایک ساتھ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور پہلے خالد رضی اللہ عنہ پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھو مسند احمد بن حنبل)

ہجرت

قبولِ اسلام کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ لوٹ آئے، مگر خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے مدینہ ہی میں مستقل قیام اختیار کرلیا۔

غزوات

جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت خالد رضی اللہ عنہ اپنے خاندانی عہدہ پر ممتاز تھے، اسلام کے بعد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کا یہ اعزاز قائم رکھا، اس سے فتوحات اسلامی میں بڑی مدد ملی، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) خالد رضی اللہ عنہ جس طرح قبول اسلام سے پہلے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، اسی طرح اسلام کے بعد مشرکوں کے لیے سخت ترین خطرہ بن گئے، چنانچہ اکثر غزوات میں ان کی تلوار مشرکین کا شیرازہ بکھرتی رہی۔

غزوہ موتہ

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے غزوہ موتہ میں شریک ہوئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں حارث بن عمیر ازدی کے ہاتھ ایک خط شاہ بصری کے پاس بھیجا تھا، یہ بزرگ خط لے کر مقام موتہ تک پہنچے تھے کہ شرجیل ابن عمرو غسانی نے شہید کردیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور عام مسلمانوں پر اس کا سخت اثر ہوا؛ چنانچہ آپ نے اس کے انتقام کے لیے ہزار کی جمعیت زید بن رضی اللہ عنہ حارثہ کی سرکردگی میں روانہ کی، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی) اور ہدایت فرمائی کہ اگر زید شہید ہوں تو جعفر ان کی جگہ لیں، اور یہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ قائم مقامی کریں؛ چنانچہ اسی ترتیب سے تینوں بزرگوں نے میدان جنگ میں جام شہادت پیا، آخر میں خالد رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا، (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ موتہ) مگر مسلسل تین افسروں کی شہادت سے مسلمانوں کے دل ٹوٹ چکے تھے، اس لیے وہ دوبارہ شکست تو نہ دے سکے، مگر خالد رضی اللہ عنہ اپنی جنگی قابلیت سے باقی ماندہ فوج کو بچالائے، اسی جنگ میں خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے تلواریں ٹوٹی تھیں جس کے صلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کو "سیف اللہ" کا معزز لقب عطا فرمایا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ موتہ)

فتح مکہ

فتح مکہ میں میمنہ کے افسر تھے، (مسلم طبع مصر) لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی، روسائے قریش نے بلا مزاحمت ہتھیار ڈال دیئے، صرف چند مشرک خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے گئے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی

اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنا دستہ مکہ کے بالائی حصہ کدا کی جانب سے لے کر آئیں، چنانچہ یہ آ رہے تھے، کہ راستہ میں مشرکوں کا ایک جتھا مزاحم ہوا اور پیہم تیر بازی شروع کر دی، خالد رضی اللہ عنہ نے بھی جوابی حملہ کیا، اس میں چند مشرک مارے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے باز پرس کی، انہوں نے کہا کہ ابتدا ان ہی کی جانب سے ہوئی تھی، آپ نے فرمایا خیر مرضی الٰہی بہتر ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی: ، بخاری باب فتح مکہ)

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد بنو ثقیف و ہوازن "اوطاس" کے میدان میں جمع ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو خبر ہوئی تو آپ بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کو نکلے، قبیلوں کے لحاظ سے فوج کے مختلف حصے تھے، بنو سلیم کا قبیلہ مقدمۃ الجیش تھا، اس کی کمان خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تھی، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی) چنانچہ اس جنگ میں وہ نہایت شجاعت و شہامت سے لڑے اور بہت سے وار جسم پر کھائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، عیادت کے لیے تشریف لائے زخموں کو دم کیا اور خالد رضی اللہ عنہ جلد شفایاب ہو گئے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

طائف

حنین کے مشرکوں کی شکست خوردہ فوج بڑھ کر طائف کے قلعہ میں بند ہو گئی اور جیسے ہی مسلمان ادھر سے گذرے اس نے قلعہ کے اندر سے تیر برسانا شروع کر دیے، بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، مسلمانوں نے بھی مدافعانہ حملہ کیا، اس فوج کا مقدمۃ الجیش بھی خالد کی ماتحتی میں تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی)

تبوک

۹ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو خبر ملی کہ رومیوں نے مسلمانوں کے خلاف شام میں فوج جمع کی ہے اور اس کا مقدمۃ الجیش بلقا تک پہنچ چکا ہے، چنانچہ آپ ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلے، لیکن خبر غلط نکلی اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، تاہم احتیاطاً ۰۰۰۰ دن مقام تبوک میں آپ نے قیام فرمایا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی) اس نواح کے عربی النسل عیسائی روسا قیصر روم کے ماتحت تھے، ان ہی کے ذریعہ سے رومی ریشہ دوانیاں کیا کرتے تھے، اس لیے ان کا مطیع کرنا ضروری تھا، چنانچہ ایلہ اور اوزح کے رئیسوں نے اطاعت قبول کر لی، (زرقانی) صرف دومۃ الجندل کا رئیس اکیدر بن عبدالملک باقی رہ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو آدمیوں کے ساتھ اس کو مطیع بنانے پر مامور فرمایا، اس کے بھائی حسن نے مقابلہ کیا مگر مارا گیا اور اس کے بقیہ ساتھی بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے، خالد نے اکیدر کو گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں حاضر کیا، یہاں آ کر اس نے بھی جزیہ دے کر اطاعت قبول کر لی اور آپ نے اس کو جان و مال کا امان نامہ عطا فرمایا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی)

سریہ بنو خزیمہ

اس سنہ میں دعوت اسلام کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کو تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ بنو

حذیمہ کی طرف بھیجا، انہوں نے آپ کی ہدایت کے مطابق ان کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے قبول کرلی، مگر ناواقفیت کی وجہ سے صحیح الفاظ میں اسلام کا اظہار نہ کرسکے اور بجائے "اسلمنا" کے یعنی ہم اسلام لائے، "صبانا" کہا یعنی ہم بے دین ہوگئے، مشرکین سے وہ مسلمانوں کو "صابی" بے دین کہتے سنتے تھے، اس لیے انہوں نے بھی ان ہی الفاظ میں اسلام کا اظہار کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کو نہ سمجھ سکے اور سب کی گردنیں اڑانے کا حکم دیدیا، بہت سے مہاجرین وانصار نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کردیا، پھر بھی بہتیرے لوگ مارے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے یہ واقعہ سنا تو بہت متاسف ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر اس سے طبری ظاہر کردی کہ خدایا! میں خالد رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے بری ہوں (بخاری کتاب المغازی باب سریہ بنوحذیمہ) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سب کی دیت دے کر بھیجا، انہوں نے سب کو جان ومال کا پورا معاوضہ دیا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی) اور کتوں تک کا خون بہا ادا کیا اور اس کے بعد جتنا مال بچا سب ان ہی لوگوں میں تقسیم کردیا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

سریہ نجران

اس سلسلہ کا ایک اور سریہ ۱۰ھ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بنوعبدالمدان نجرانی کی طرف بھیجا گیا، چونکہ ایک مرتبہ خالد رضی اللہ عنہ کی جلد بازی کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا، اس لیے اس مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے خاص طور سے ہدایت فرمادی کہ محض اسلام کی دعوت دینا، تلوار نہ اٹھانا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی پوری پابندی کی اور میدان جنگ کے سپاہی دفعتہً مبلغ اسلام کے قالب میں آگئے اور ان کی کوشش سے بنوعبدالمدان نے اسلام قبول کرلیا اور سیف اللہ نے ان کی مذہبی تعلیم و تربیت کے بعد جب یہ لوگ اسلامی مسائل سے واقف ہوگئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو اطلاع دی، آپ نے سب کو طلب فرمایا؛ چنانچہ یہ لوگ حاضر ہوئے اور دیدار جمال نبوی سے فیضیاب ہوکر واپس گئے۔ (زرقانی)

سریہ یمن

اسی سنہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک سریہ یمن روانہ کیا، اسی سریہ میں دوسری جانب سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جب دونوں ملیں تو امارت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق رہے گی، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت حصہ مغازی) اور چلتے چلتے یہ ہدایت فرمادی کہ جنگ کا آغاز تمہاری جانب سے نہ ہو، البتہ اگر یمن والے پیشقدمی کریں تو تم مدافعت کرسکتے ہو، چنانچہ ان لوگوں نے یمن پہنچ کر اسلام پیش کیا، لیکن اس کا جواب تیر اور پتھر سے ملا، اس وقت مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور یمنی پسپا ہوئے، مگر ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کی گئی؛ بلکہ دوبارہ پھر اسلام پیش کیا گیا اور انہوں نے بلاجبر واکراہ اس کو قبول کرلیا۔

سریہ عزیٰ

عزیٰ قریش وکنانہ کا صنم کدہ تھا، جس کی یہ لوگ بڑی عظمت کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے خالد رضی اللہ عنہ کو اس کے گرانے پر مامور فرمایا، انہوں نے اس کی تعمیل کی، آپ نے پوچھا تم نے وہاں کچھ دیکھا بھی تھا، عرض کیا نہیں فرمایا: پھر جاؤ اس گرانے کا اعتبار نہیں؛ چنانچہ وہ دوبارہ واپس گئے، اس مرتبہ یہاں ایک بھیانک شکل کی عورت نکلی، (یہی عورتیں صنم کدوں میں

بداخلاقیوں کی بنیاد ہوتی تھیں) خالد رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو اطلاع دی، فرمایا ہاں جاؤ اب تم نے کام پورا کیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروتحصہ مغازی)

مدعیانِ نبوت کا استیصال

عہد صدیقی میں جب مدعیانِ نبوت کا فتنہ اٹھا اور اس کے استیصال کے لیے فوجیں روانہ کیں گئیں تو خالد رضی اللہ عنہ طلیحہ کی سرکوبی پر مامور ہوئے، انہوں نے اس کا بہت کامیاب مقابلہ کیا اور اس کے اعوان وانصار کو قتل اور اس کے قوت وباز وعینیہ بن حصین کو ۳۰ آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر کے پابجولان دربار خلافت میں حاضر کیا۔ (یعقوبی)

یمامہ میں شرجیل بن حسنہ مشہور کذاب مسیلمہ سے برسرپیکار تھے، خالد طلیحہ سے فارغ ہو کر ان کی مدد کو آگے بڑھے، راستہ میں مجاعہ ملا اس کے ساتھیوں سے مقابلہ ہوا، ان کو شکست دے کر مجاعہ کو گرفتار کر کے یمامہ پہنچے اور مسیلمہ حضرت حمزہ کے مشہور قاتل وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مرتدین کی سرکوبی

مدعیان نبوت کی مہم سے فارغ ہو کر منکرین زکوۃ اور مرتدین کی طرف بڑھے اور سب سے پہلے اسد وغطفان سے نبرد آزما ہوئے، ان میں کچھ جان سے مارے گئے اور کچھ گرفتار ہوئے، جو باقی بچے وہ تائب ہو گئے (تاریخ الخلفاء سیوطی) ان معرکوں کے علاوہ ارتداد کے سلسلہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں، ان سب میں خالد رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے، طبری کے یہ الفاظ ہیں:

ان الفتوح فی اہل الراداۃ کلھا کانت لخالد بن ولید وغیرہ (طبری)

یعنی ارتداد میں جتنی فتحیں ہوئی وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ کا کارنامہ ہے۔

عراق پر فوج کشی اور اس کے اسباب

جزیرۃ العرب اس عہد کی دو عظیم الشان سلطنتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا، ایک طرف شام میں رومی چھائے ہوئے تھے، دوسری طرف عراق پر کیانی خاندان قابض تھا، یہ دو سلطنتیں ہمیشہ عربوں کی آزادی سلب کرنے کی فکر میں رہتی تھیں، گو پورے طور پر عربوں پر ان کا قابو نہ چلا، تاہم جب بھی ان کو موقع ملا، انہوں نے عرب پر تسلط جمانے کی کوشش کی، یمن کے حمیری خاندان کا خاتمہ ایرانیوں کے ہاتھوں ہوا، گو حمیری برائے نام حکمران رہے، مگر اس کا سیاہ سپید تمام تر ایرانیوں کے ہاتھ میں تھا، بحرین اور عمان بھی ان کے زیر اثر تھے، ان کے علاوہ مختلف اوقات میں عرب کے سولہ مقامات ایرانی مرزبانوں کے قبضہ میں رہ چکے تھے، (تاریخ الملوک عمر وصفہانی: ۰، مطبوعہ برلن) عراق لخمی خاندان کو بھی ایرانیوں ہی نے مٹایا ایرانیوں کا یہ اقتدار ظہور اسلام کے وقت تک باقی تھا، چنانچہ جنگ ذی قار میں جب ایرانیوں نے عربوں سے شکست کھائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا، آج عرب نے عجم سے اپنا منصفانہ بدلہ لیا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

یہی حال قیصری حکومت کا تھا، جب جب اس کو موقع ملتا تھا، شام کی جانب سرزمین عرب میں قدم بڑھاتی رہی، شام میں جو عرب خاندان آباد تھے، ان پر آل جفنہ قیصر کی جانب سے حکومت کرتے تھے، گو آل جفنہ عربی النسل تھے، لیکن ان کا تقرر قیصری

حکومت کرتی تھی، (تاریخ الملوک) حبشہ کے عیسائیوں نے رومیوں کے اشارے سے عرب کی مرکزیت توڑنے کے لیے یمن کو فتح کر کے صنعاء میں ایک کعبہ بنایا کہ خانہ کعبہ کے پجاری تقسیم ہو جائیں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ظہور اسلام کے بعد جب عرب متحد ہو کر ایک مرکز پر جمع ہو گئے، تو ان دونوں سلطنتوں کے لیے عرب کا سوال اور زیادہ اہم ہو گیا، اگر پہلے ملک گیری کی ہوس تھی تو اب عربوں سے سیاسی خطرہ نظر آ رہا تھا، چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے خسرو پرویز کو دعوت اسلام کا خط لکھا تو اس نے چاک کر ڈالا اور بولا، میرا غلام مجھ کو یوں لکھتا ہے اور فوراً آپ کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا، (طبری) اسی طرح شرجیل بن عمرو نے جو قیصر کی جانب سے بصریٰ کا حاکم تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے قاصد کو قتل کرا دیا، غرض ان حالات میں عرب کی خود مختاری کو باقی رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ ان دونوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ اب عربوں سے کھیلنا آسان کام نہیں ہے، تاہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق نے اس وقت تک کوئی پیش قدمی نہیں کی۔

لیکن وہ قبائل جو ہمیشہ سے ایرانی حکومت کا تختہ مشق بنتے چلے آ رہے تھے، انتقام کے جذبات سے لبریز تھے، چنانچہ عہد صدیقی میں جب ایران میں بدنظمی پیدا ہوئی اور ایرانیوں نے کسریٰ بن ہرمز کی لڑکی کو ایران کے تخت پر بٹھایا تو ان قبائل کے جذبات انتقام دفعتہ بھڑک گئے، اور مثنیٰ بن حارث شیبانی نے اپنا جتھا لے کر عراق عجم کی سرحد پر تاخت و تاراج شروع کر دی، لیکن بغیر خلیفہ وقت کی سرپرستی کے کامیابی مشکل تھی، اس لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے باضابطہ اجازت حاصل کی، آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی امداد پر مامور کیا اور شرف امارت بھی عطا کیا۔ (فتوح البلدان، فتوح عراق)

عراق کی فوج کشی

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فتنہ ارتداد کی مہموں سے فارغ ہو کر عراق کی طرف بڑھے اور مقام نباج میں مثنیٰ سے مل گئے اور بانقیا اور بارسوما کے حاکموں کو مطیع کرتے ہوئے ایلہ کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا، یہاں عرب و ہندوستان کے بری و بحری خطوط آ کر ملتے تھے، چنانچہ یہاں کا حاکم ہرمزان ہی راستوں سے دونوں مقام پر حملے کیا کرتا تھا (ابن خلدون) ہرمز کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو فوراً اردشیر کو دربار ایران اطلاع بھیجی اور خود مقابلہ کے لیے بڑھا، کاظمہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، ایرانیوں نے اپنے کو زنجیروں میں جکڑ لیا تھا، کہ پاؤں نہ اکھڑنے پائیں، لیکن قعقاع بن عمر کی شجاعت نے زنجیر آہن کے ٹکڑے کر ڈالے، اور ایرانیوں نے بری طرح شکست کھائی۔

جنگ مذار

ابھی یہ معرکہ ختم ہوا تھا کہ ایرانیوں کی امدادی فوج کو جو قارن بن قریانس کی ماتحتی میں ہرمز کی مدد کو آ رہی تھی، مذار میں ہرمز کے قتل اور ایرانیوں کی شکست کی خبر ملی، اس لیے قارن نے اسی جگہ اپنی فوج کی تنظیم کی اور شکست خوردہ فوج سردار قباذ اور انوشجان کو امیر العسکر بنا کر نہر کے قریب پڑاؤ ڈالا، خالد کو اطلاع ہوئی، تو وہ فوج لے کر مذار کی طرف بڑھے، لب دریا دونوں کا مقابلہ ہوا، معقل نے قارن کو اور عاصم نے نوشجان کو اور عدی نے قباذ کو ختم کیا، اور اس شدت کی جنگ ہوئی کہ تیس ہزار ایرانی کام آئے، یہ تعداد اس کے علاوہ ہے جو نہر میں ڈوب کر مرے۔ (طبری:، ابن خلدون)

جنگ کسکر

جنگ مذار کے انجام کی خبر ایران پہنچی تو اردشیر نے اندرزغر اور بہمن کو یکے باد دیگرے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا، اندرزغر مدائن اور کسکر ہوتا ہوا دلجہ پہنچا، حیرہ اور کسکر کے تمام دہقانی اور آس پاس کے عرب بھی ایرانیوں کی حمایت میں اپنی اپنی فوجیں لے کر اندرزغر کے قریب آ کر خیمہ زن ہوئے، اس درمیان میں بہمن بھی پہنچ گیا، خالد رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو سوید بن مقرن کو ایک دستہ پر مامور کر کے ضروری ہدایات دے کر پیچھے چھوڑا، اور خود بڑھ کر مورچہ بندی میں مصروف ہوگئے اور ساحل کی قربت سے فائدہ اٹھا کر نشیبی زمین میں تھوڑی فوج چھپادی، کہ جنگ چھڑنے کے بعد وہ نکل کر حملہ آور ہو جائے، اس انتظام سے فراغت کے بعد جنگ چھڑگئی، دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا، جب فریقین تھکنے لگے، تو مسلمان کمین گاہوں سے نکل کر ٹوٹ پڑے، اس اچانک حملے نے ایرانیوں کے پاؤں اکھاڑ دیے، مگر وہ جدھر بھاگتے تھے، مسلمان سامنے تھے، اس لیے جو سپاہی جہاں تھا وہیں ختم ہو گیا، اندرزغر نکل بھاگا، لیکن پیاس کی شدت سے وہ مر گیا، جنگ کے بعد مسلمانوں نے عام آبادی سے کوئی تعرض نہیں کیا اور ان کو پوری آزادی دیدی۔ (طبری)

جنگ الیس

گزشتہ جنگ میں عربی النسل عیسائی قبائل بھی ایرانیوں کے ساتھ ہوگئے اردشیر نے بہمن کو وربی قبائل سے مل جانے کا حکم دیا، چنانچہ بہمن الیس کی طرف بڑھا اور یہاں کے حاکم جابان کو یہ ہدایت دے کر کہ میری واپسی تک جنگ شروع نہ کرنا، الیس روانہ کر دیا اور خود اردشیر کے پاس مشورے کے لیے چلا گیا، وہاں سے لوٹا، تو باقی عربی قبائل اور عربی چھاونی کی ایرانی سپاہ اکٹھا ہو چکی تھی، اس درمیان میں خالد رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے ان کے پہنچتے ہی جنگ شروع ہوگئی، دیر تک کشت وخون کا سلسلہ جاری رہا، خالد رضی اللہ عنہ نے منادی کرادی کہ لڑائی روک کر لوگوں کو صرف گرفتار کرو، چنانچہ مسلمان دار وگیر میں مصروف ہوگئے، اور لڑنے والوں کو زندہ گرفتار کر کے نہر کے کنارے قتل کرنا شروع کر دیا، اور ایرانی بری طرح مفتوح ہوئے۔ (ابن خلدون:۰۰۰۰۰، طبری: تار)

الیس سے فراغت کے بعد خالد رضی اللہ عنہ مغیشیا کی طرف بڑھے، یہاں کے باشندے مسلمانوں کا رخ دیکھ کر پہلے ہی شہر خالی کر چکے تھے، اس لیے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

امغیشیا

امغیشیا کے قریب ہی حیرہ تھا یہاں کے حاکم آزادبہ کو خطرہ پیدا ہوا کہ مسلمان امغیشیا کی طرف بڑھیں گے، اس لیے اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے لڑکے کو خالد رضی اللہ عنہ کو روکنے کے لیے آگے بھیج دیا اور پیچھے سے خود مدد کے لیے پہنچا، امغیشیا اور حیرہ کے درمیان نہر فرات تھی، آزادبہ کے لڑکے نے اس کا بند باندھ دیا، اس سے مسلمانوں کی کشتیاں رک گئیں اور ملاحوں نے جواب دیا کہ ایرانیوں نے نہر کا رخ پھیر دیا ہے اس لیے کشتیاں نہیں چل سکتیں، مسلمان کشتیوں سے اتر پڑے اور گھوڑوں پر ابن آزادبہ کی طرف بڑھے، فرات کے دہانہ پر دونوں کا مقابلہ ہوا، ابن آزادبہ مارا گیا اور فوج بھی تباہ ہوئی۔ (ابن اثیر)

حیرہ کی صلح

اس کے بعد دریا کا بند کھول کر مسلمان حیرہ کی طرف بڑھے، لیکن ان کے پہنچنے کے قبل آزاد بہ حیرہ چھوڑ چکا تھا، مسلمان مقام غرئیین میں ٹھہر گئے، حیرہ میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ اس عرصہ میں قلعہ بند ہو گئے، خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا محاصرہ کر لیا، پہلے صلح کی گفت وشنید ہوتی رہی، لیکن بے نتیجہ رہی، ایرانیوں نے قلعہ کے اوپر سے سنگباری شروع کر دی، مسلمانوں نے پیچھے ہٹ کے تیروں سے جواب دیا اور قلعہ اور محلات کی دیواریں چھلنی کر دیں، جب شہری آبادی محاصرہ سے گھبرا گئی، تو قسیسون اور راہبوں نے قلعہ والوں سے فریاد کی کہ اس خونریزی کی ساری ذمہ داری تم پر ہے، اس کو بند کرو، آخر میں جب قلعہ والوں نے بھی عاجز ہو کر خالد رضی اللہ عنہ سے صلح کی گفتگو کر کے ایک لاکھ نوے ہزار سالانہ خراج پر صلح کر لی اور خالد رضی اللہ عنہ نے ایک مفصل صلح نامہ لکھ کر حوالہ کیا۔ (طبری)

ملحقات حیرہ

حیرہ کی صلح کے بعد اطراف کے کاشتکاروں اور دیہی آبادیوں نے بھی جو حیرہ کے شرائط کی منتظر تھیں کئی لاکھ سالانہ پر صلح کر لی، حیرہ اور ملحقات حیرہ کی کامل تسخیر کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے محافظین سرحد میں ضرار بن آزدر، ضرار بن خطاب، قعقاع بن عمرو، مثنی بن حارثہ اور عتبہ بن شماس افسران سرحد کو دجلہ کی ترائی میں بڑھنے کا حکم دیا، یہ لوگ ساحل تک بڑھتے ہوئے چلے گئے۔

انبار کی تسخیر

اس وقت گو اردشیر مر چکا تھا اور ایرانیوں میں اندرونی اختلافات کا طوفان برپا تھا، لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں سب متحد تھے، طبری کے یہ الفاظ ہیں، وکان اھل فارس بموت اردشیر مختلفین فی الملک مجتمعین علی قتال خالد متساندین، یعنی اردشیر کی موت کی وجہ سے بادشاہت کے بارے میں ایرانیوں میں اختلاف تھا، لیکن خالد رضی اللہ عنہ سے جنگ کے بارے میں سب متحد اور ایک دوسرے کے معاون تھے، چنانچہ انہوں نے اپنی مرکزیت قائم کرنے کے لیے فرخزاد کو عنان حکومت سپرد کر دی تھی اور ان کی فوجیں عین التمر، انبار اور فراض تک پھیلی ہوئی تھیں، اس لیے خالد رضی اللہ عنہ حیرہ کے بعد انبار کی طرف بڑھے، لیکن ان کے پہنچتے پہنچتے یہاں کے باشندے قلعہ بند ہو چکے تھے، چنانچہ ان کے پہنچتے ہی جنگ شروع ہو گئی، ایرانی قلعہ کے اندر سے تیر باری کر رہے تھے، اس لیے مسلمانوں کا جوابی حملہ کامیاب نہ ہوتا تھا، خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے چاروں طرف چکر لگا کر اس کے استحکامات کا اندازہ لگا کر حکم دیا کہ آنکھوں پر تاک تاک کر تیر مارو، اس تدبیر سے دن بھر میں ایک ہزار آنکھیں بیکار کر دیں، اس مصیبت نے انبار کے باشندوں کو گھبرا دیا اور فوج بدحواس ہو گئی، شیرزاد ایرانی سپہ سالار نے یہ صورت دیکھ کر صلح کا پیام دیا، لیکن شرائط ایسے پیش کیے کہ خالد رضی اللہ عنہ ان کو منظور نہ کر سکے، اور خندق کا جو حصہ زیادہ تنگ تھا اسے بیکار اونٹوں کو ذبح کر کے پاٹ دیا، اور مسلمان اس پر سے اتر کے قلعہ تک پہنچ گئے اور ایرانی سمٹ کر قلعہ کے اندر ہو گئے، مگر وہ آنکھوں کی نشانہ بازی سے پہلے ہی گھبرا گئے تھے، مسلمانوں کی اس غیر متوقع آمد سے ہمت چھوٹ گئی اور شیرزاد نے بہمن کو فوج کی حالت جتا کر صلح پر آمادہ کر لیا، اس نے مجبور ہو کر صلح کر لی، اس کے

بعد انبار کے باشندوں نے صلح کی خواہش کی، چنانچہ پہلے ابواذ یج والے پھر اہل کلوازی نے صلح کرلی۔ (طبری:، وفتوح البلدان بلاذری)

عین التمر

خالد رضی اللہ عنہ انبار کی مہم میں مصروف تھے کہ بہرام چوبین کا لڑکا مہران مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے عین التمر پہنچ گیا، عربی قبائل میں نمر، تغلب اور ایاد، عقہ بن عقہ کے ساتھ علیحدہ مقابلہ پر آمادہ تھے، (ابن اثیر) اس لیے خالد رضی اللہ عنہ انبار کے بعد عین التمر کی طرف بڑھے، ایرانیوں نے ایرانی سپاہ قلعوں میں محفوظ کردی اور عربی قبائل کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے بڑھا کر ان پر جاسوس متعین کردیے، کہ اگر ان میں قومی عصبیت نظر آئے تو فوراً تدارک ہوسکے، بعض انصاف پسند ایرانی اس پر معترض ہوئے، ان کو جواب دیا کہ ان ہی کی قوم نے ہمارا ملک تباہ کیا ہے اس لیے انہیں آپس میں کٹانا چاہیے، عقہ مقام کرخ میں اپنی فوج مرتب کررہا تھا کہ خالد پہنچ گئے اور اس کو گرفتار کرلیا، اس کی فوج نے سردار کی گرفتاری سے گھبرا کر میدان جنگ چھوڑ دیا، جو بچ گئے اور گرفتار ہوئے، خالد رضی اللہ عنہ ان کی قوم فروشی پر بہت مشتعل تھے، اس لیے پہلے عقہ کا کام تمام کردیا، پھر سب کی گردنیں اڑادیں، مہران کو عربوں کی حالت کی خبر ملی، تو وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا، لیکن جب شکست خوردہ عرب پہنچے تو پھر اس کہ ہمت بندھی اور ایرانی قلعہ بند ہوگئے، خالد سیدھے قلعہ تک بڑھتے چلے گئے، (طبری جلد) ایرانیوں نے نکل کر مقابلہ کیا اور تھوڑے مقابلہ کے بعد قلعہ میں داخل ہوگئے، مسلمانوں نے محاصرہ کرلیا، بالآخر ایرانیوں نے صلح کی درخواست کی لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا، اور بزور شمشیر قلعہ فتح کیا، (فتوح البلدان بلاذری) لیکن فتح کے بعد پھر کوئی سختی نہیں کی اور معمولی خراج کے سوا زمین پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا۔ (فتوح البلدان بلاذری)

دومۃ الجندل میں ہمیشہ سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہوا کرتی تھیں، چنانچہ عہد رسالت میں بھی اسی قسم کی ایک سازش ہوئی تھی، اسی لیے غزوہ دومۃ الجندل ہوا تھا، (ابن خلدون) عہد صدیقی میں پھر اس کا ظہور ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے تدارک کے لیے عیاض بن غنم کو روانہ کیا، لیکن کلب، غسان اور تنوخ کے قبائل متحد تھے، اس لے عیاض کے لیے تنہا ان سب کا مقابلہ کرنا دشوار تھا، انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو مدد کے لیے بلا بھیجا، وہ عراق کی مہم چھوڑ کر عیاض کی مدد کو چلے آئے، اس وقت یہاں دو حکمران تھے، اکیدر اور جودی، اکیدر کو خالد رضی اللہ عنہ عہد رسالت میں مطیع کرچکے تھے، اس لیے خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سن کر وہ خوف سے جودی کی حمایت سے کنارہ کش ہوگیا، اور جب جودی جنگ کے لیے بالکل آمادہ ہوگیا تو اکیدر دومۃ الجندل چھوڑ کر ہٹ گیا، مگر چونکہ پہلے اس کا شریک رہ چکا تھا، اس لیے گرفتار کراکے قتل کردیا گیا، خالد رضی اللہ عنہ اور عیاض نے دو سمتوں سے دومۃ الجندل کا محاصرہ کرلیا، جودی کی فوج میں متعدد افسر تھے خود جودی، ودیعہ کلبی، ابن رومانس، ابن ایہم اور ابن حدود جان ان سب نے متحدہ حملہ کیا، جودی اور ودیعہ گرفتار ہوئے، باقی فوج قلعہ میں گھس گئی، مگر قلعہ میں زیادہ گنجائش نہیں تھی، اس لیے فوج کا ایک حصہ باہر رہ گیا، اگر مسلمان چاہتے تو ان یں سے ایک بھی نہ بچ سکتا، لیکن حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے بنوکلب کو امان دیدی، (طبری، وابن اثیر) اور خالد رضی اللہ عنہ نے جودی کو قتل کرادیا اور قلعہ کا پھاٹک اکھاڑ کے اندر گھس گئے اور قلعہ پر قبضہ ہوگیا۔

جنگ حصید وخنافس

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے عراق چھوڑ کر شام چلے آنے کے بعد جزیرہ کے عربوں نے ایرانیوں کو عراق کی واپسی پر توجہ

دلائی، وہ ان کا اشارہ پاتے ہی آمادہ ہوگئے اور زرمہر اور روزبہ نے خنافس اور حصید کی طرف فوجیں بڑھادیں، زبرقان بن بدر حاکم انبار نے قعقاع حاکم حیرہ کو اطلاع دی، انہوں نے ایرانیوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے اسی وقت الگ الگ فوجیں اعبد بن فد، اور عروہ بن جعد کی قیادت میں دونوں مقاموں پر روانہ کردیں، ان دونوں نے بڑھ کر ریف میں ان کو روک دیا، روزبہ اور زرمہر یہاں عربوں کا انتظار کررہے تھے، کہ خالد رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل سے حیرہ واپس آگئے اور امروالقیس بن کلبی نے اطلاع بھیجی کہ ہذیل بن عمران مصیخ میں اور ربیعہ بن بجیر ثنی اور بشر میں روزبہ اور زرمہر کی امداد کے لیے فوجیں لیے پڑے ہیں، یہ خبر سن کر خالد رضی اللہ عنہ نے عیاض کو حیرہ میں چھوڑا اور خود قعقاع اور ابولیلیٰ کی مدد کو خنافس روانہ ہوگئے، یہ دونوں عین التمر میں تھے، خالد یہیں آکر ان سے ملے اور قعقاع خود بڑے روزبہ نے زرمہر سے مدد طلب کی، وہ مدد لے کر پہنچا، حصید میں دونوں کا مقابلہ ہوا، زرمہر اور روزبہ دونوں مارے گئے اور ان کی فوج ہٹ کر خنافس میں جمع ہوگئی، ابولیلی تعاقب کرتے ہوئے خنافس پہنچے، تو ایرانی خنافس چھوڑ کر مصیخ چلے گئے، خالد کو اس کی اطلاع دی گئی، انہوں نے قعقاع، ابولیلی اور عروہ کو ایک خاص مقام پر شب میں جمع ہونے کا حکم دیا اور خود بھی معینہ شب میں وہاں پہنچ گئے اور سب نے مل کر متحدہ شب خون مارا، ایرانی بالکل بے خبر تھے، اس لیے مدافعت بھی نہ کرسکے اور سب کے سب مارے گئے۔ (طبری)

جنگ ثنی وبشر

ربیعہ بن بجیر ثنی اور بشر میں بدستور فوجیں لے پڑا تھا، مصیخ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے قعقاع اور ابولیلیٰ کو ثنی پر شبخون مارنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک مقررہ شب کو تینوں نے مل کر تین سمتوں سے حملہ کیا، صرف ہذیل امیر العسکر باقی بچا اور کل فوج کھیت رہی، ہذیل ثنی سے بھاگ کر بشر پہنچا، یہاں بھی عربوں کا ایک جتھا موجود تھا، خالد رضی اللہ عنہ اس کو صاف کرتے ہوئے رضاب پہنچے، یہاں عقہ کا لڑکا بلال مسلمانوں کا منتظر تھا، مگر خالد رضی اللہ عنہ کے آتے آتے یہ بھاگ نکلا۔

جنگ فرائض

اور خالد رضی اللہ عنہ رضاب ہوتے ہوئے فرائض کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا، یہاں شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں، شام کی سرحد کی وجہ سے رومی بھی ایک فریق بن گئے اور انہوں نے ایرانیوں کی چھاونی اور تغلب دایاد (عرب) سے مدد مانگ بھیجی، ان کو اس میں کیا عذر ہوسکتا تھا، فوراً آمادہ ہوگئے، اور اب مسلمانوں کا مقابلہ ایرانیوں اور رومیوں دونوں سے ہوگیا، اس لیے خالد رضی اللہ عنہ نے بھی نہایت اہتمام سے اسلامی فوج کو از سرنو منتظم کیا، فرات کے ایک جانب مسلمان تھے اور دوسری جانب اتحادی، اتحادیوں نے پیام دیا کہ یا تم دریا عبور کرکے بڑھو یا ہمیں بڑھنے دو، خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو بڑھنے کا موقع دیا اور فرات کے اس پار لب دریا دونوں کا مقابلہ ہوا، مسلمان نہایت پامردی سے لڑے اور اتحادیوں کی فوجیں پسپا ہونے لگیں، خالد رضی اللہ عنہ کی للکار پر مسلمان شہ سواروں نے گھیر گھیر کر مارنا شروع کیا، اتحادی دو طرف سے گھرے ہوئے تھے، پیچھے ہٹتے تھے تو فرات کا لقمہ بنتے تھے اور آگے بڑھتے تھے تو تلوار سامنے تھی، اسی کشمکش میں سب کے سب کام آگئے، فتح کے دس دن بعد تک مسلمان یہاں مقیم رہے، اس کے بعد حیرہ لوٹ گئے، اس معرکہ کے بعد عراق کی پیشقدمی رک گئی، (طبری: ۸) اور خالد رضی

اللہ عنہ خفیہ حج کو چلے گئے۔

فتوحات شام

اوپر ان حالات کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے، جن کی بنا پر مسلمانوں کا ایرانیوں اور رومیوں سے نبرد آزما ہونا ناگزیر امر تھا، اس لیے عراق کے ساتھ ساتھ شام پر بھی فوج کشی ہوئی تھی اور ہر ہر صوبہ علیحدہ علیحدہ فوجیں بھیجی گئی تھیں، خالد رضی اللہ عنہ عراق کی مہم سر کر چکے تھے، کہ دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ عراق چھوڑ کر شام میں اسلامی فوجوں سے مل جائیں، اس حکم کے مطابق حج سے واپس ہونے کے بعد عراق کا انتظام مثنی کے سپرد کر کے، شام روانہ ہوگئے اور راستہ میں حدردار، ارک، سوی، حوارین، قصم، مرج راہط وغیرہ سے نپٹتے ہوئے شام پہنچے اور پہلے بصریٰ کی طرف بڑھے۔ (ابن اثیر)

بصریٰ

یہاں اسلامی فوجیں پہلے سے ان کی منتظر تھیں، اس لیے خالد رضی اللہ عنہ نے آتے ہی بصریٰ کے بطریق پر حملہ کر کے پسپا کر دیا اور اس شرط پر صلح ہوگئی کہ مسلمان رومیوں کی جان و مال کی حفاظت کریں گے اور وہ اس کے عوض میں جزیہ دیں گے۔

(فتوح البلدان بلاذری)

اجنادین

اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے اور ہرقل نے ان کے مقابلہ کے لیے الگ الگ دستے بھیجے تھے، تا کہ ایک مرکز پر جمع نہ ہوں؛ لیکن فلسطین کی مہم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق تھی، بصریٰ کے بعد تذارق اور قبقلاء نے اجنادین (فلسطین) میں اپنی فوجیں ٹھہرائیں، خالد رضی اللہ عنہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ بصریٰ سے فارغ ہو کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مدد کو پہنچے، ھ میں مقام اجنادین میں دونوں کا مقابلہ ہوا، تذارق اور قبقلا دونوں مارے گئے۔

دمشق

اجنادین کے بعد دمشق کی طرف بڑھے، امیر فوج ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تین سمتوں سے اس کا محاصرہ کیا، ایک سمت پر خالد رضی اللہ عنہ مامور ہوئے، تین مہینے تک کامل محاصرہ قائم رہا، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس درمیان میں ایک دن دمشق کے پادری کے گھر لڑکا پیدا ہوا، اس کے جشن میں دمشق کے بے فکرے شرابیں پی کر ایسے بدمست ہو کر سوئے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی، خالد رضی اللہ عنہ دوران جنگ میں اکثر راتوں کو سوتے نہ تھے؛ بلکہ فوجی انتظامات اور دشمنوں کی سراغ رسانی میں لگے رہتے تھے، (طبری) ان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی، چنانچہ فوج کو یہ ہدایت دے کر کہ تکبیر کی آواز سنتے ہی شہر پناہ کے پھاٹک پر حملہ کر دینا، چند آدمیوں کے ساتھ کمند ڈال کر شہر پناہ کی دیوار کے اس پار اتر گئے اور پھاٹک کے چوکیدار کو قتل اور اس کا قفل توڑ کر تکبیر کا نعرہ لگایا، تکبیر کی آواز سنتے ہی فوج ریلا کر کے اندر داخل ہوگئی، دمشق والے ابھی تک غافل سو رہے تھے اس ناگہانی حملہ سے گھبرا گئے اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی درخواست کر کے شہر پناہ کے تمام دروازے خود کھول دیے، ایک طرف سے خالد رضی اللہ عنہ فاتحانہ داخل ہوئے اور

دوسری طرف سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مصالحانہ وسط شہر میں دونوں سے ملاقات ہوئی، (ابن اثیر) گو نصف حصہ بزور شمشیر فتح ہوا، لیکن شرائط سب مصالحانہ رکھے گئے۔ (فتوح البلدان بلاذری)

فحل

دمشق کی فتح نے رومیوں کو بہت برہم کر دیا اور وہ بڑے جوش وخروش کے ساتھ مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گئے، سقلا ر رومی فحل میں فوجیں لے کر خیمہ زن ہوا، اس لیے مسلمان دمشق کے بعد ادھر بڑھے، مقدمۃ الجیش خالد رضی اللہ عنہ کی کمان میں تھا، اس معرکہ میں بھی رومیوں نے بری طرح شکست کھائی۔

دمشق کا دوسرا معرکہ

فحل کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور خالد رضی اللہ عنہ حمص کی طرف بڑھے، یوحنا کے کنیسہ کی وجہ سے یہ مقام بھی رومیوں کا ایک اہم مرکز تھا، ہرقل کو خبر ہوئی تو اس نے توذر بطریق کو فوج دے کر مقابلہ کے لیے بھیجا، اس نے دمشق کے مغربی سمت مرج روم میں پڑاو ڈال دیا، مسلمان بھی آگے بڑھ کر مرج روم کی دوسری سمت ٹھہرے، اس درمیان میں رومیوں کی ایک اور فوج شنس کی سرکردگی میں پہنچ گئی، اس لیے خالد رضی اللہ عنہ توذر کے مقابلہ کو بڑھے اور ابوعبیدہ شنس کے توذر نے مقابلہ نہیں کیا؛ بلکہ دمشق واپس لینے کے ارادہ سے آگے بڑھا، خالد رضی اللہ عنہ بھی عقب سے اس کے ساتھ ہو گئے، دمشق میں یزید بن ابوسفیان موجود تھے، وہ شنس کی آمد کی خبر سن کر اس کے روکنے کو نکلے، دمشق کے باہر دونوں میں سخت معرکہ ہوا، ابھی جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ پیچھے سے خالد رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور ایک طرف سے انہوں نے اور دوسری طرف سے یزید نے مل کر رومیوں کو پامال کر دیا اور معدودے چند کے علاوہ کوئی رومی باقی نہ بچا۔ (ابن اثیر)

حمص

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شیرز، معرہ حمص، اور لاذقیہ وغیرہ کو لے کر بعلبک اور حمص فتح کیا۔

یرموک

ان پیہم شکستوں نے رومیوں میں آگ لگادی اور دولاکھ کا ٹڈی دل مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے امنڈ آیا، (فتوح البلدان) رومی سپہ سالار ماہان اس کو لے کر یرموک کے میدان میں اترا، اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصوں میں منتشر تھے، یہ سب ایک مرکز پر جمع ہو گئے اور طرفین میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں، رومیوں کے جوش وخروش کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گوشہ نشیں راہب وقسیس اپنی اپنی خانقاہوں سے نکل کر، مذہب کا واسطہ دلا کر رومیوں میں جوش پیدا کر رہے تھے، خالد رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیے فوج کو جدید طرز سے حصوں میں تقسیم کر کے سب پر الگ الگ، افسر مقرر کیے اور جہاد پر نہایت ولولہ انگیز تقریر کی، اتفاق سے ایک مسلمان کے منہ سے نکل گیا کہ رومیوں کے مقابلہ میں ہمارے تعداد بہت کم ہے، خالد رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو کر بولے فتح وشکست تعداد کی قلت وکثرت پر نہیں؛ بلکہ تائید ایزدی پر ہے، اگر میرے گھوڑے کے سم

درست ہوتے تو میں اس سے دونی تعداد کی پرواہ نہ کرتا۔ (طبری)

ضروری انتظامات کے بعد عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو حملہ کا حکم دیدیا اور یرموک کے میدان میں ہنگامہ کارزار گرم ہوگیا، عین اس حالت میں ایک عیسائی رومی فوج سے نکل کر اسلامی لشکر میں آگیا اور خالد رضی اللہ عنہ سے مذہب اسلام پر گفتگو شروع کردی کہ اگر میں تمہارے مذہب میں داخل ہو جاؤں تو کیا میرے لیے آخرت کا دروازہ کھل جائے گا، خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یقیناً چنانچہ وہ میدان جنگ میں مشرف باسلام ہوگیا۔ (طبری)

اس جنگ کا سلسلہ مدتوں جاری رہا، مسلمان افسروں نے غیر معمولی شجاعت و بہادری کا ثبوت دیا، آخر رومیوں نے ایسی شکست کھائی کہ پھر ان کی اتنی بڑی تعداد نہ فراہم ہوسکی۔

حاضر

یرموک کی فتح کے بعد ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو قنسرین کی طرف بھیجا اور خود حمص واپس ہو گئے، مقام حاضر میں خالد رضی اللہ عنہ کو میناس رومی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ملا، خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو شکست دی، اہل حاضر نے امان کی درخواست کی اور کہا ہم کو اس جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا ہماری رائے بھی اس میں شریک نہ تھی، اس لیے ہم کو امان دی جائے، خالد رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کرلی۔ (طبری)

قنسرین

حاضر سے قنسرین پہنچے، اہل قنسرین پہلے جنگ کے ارادہ سے قلعہ بند ہو گئے؛ لیکن پھر اہل حمص کے انجام پر غور کر کے صلح کی درخواست کی، خالد رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر منظور کرلی کہ شہر کے استحکامات توڑ دیے جائیں، قنسرین کے بعد ہرقل بالکل مایوس ہوگیا اور شام پر آخری نگاہ ڈال کر قسطنطنیہ چلا گیا، چلتے وقت یہ حسرت انگیز الفاظ اس کی زبان پر تھے اے شام! تجھ کو آخری سلام ہے، اب میں تجھ سے جدا ہوتا ہوں، افسوس اس سرزمین میں جس پر میں نے حکمرانی کی ہے، اطمینان خاطر کے ساتھ نہ آسکوں گا۔ (ابن اثیر)

بیت المقدس

قنسرین کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ ہوا، عیسائی اس شرط سے بلاجنگ حوالہ کرنے کو آمادہ ہو گئے کہ خود امیر المومنین اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ لکھنے کے لیے شام کا سفر کیا اور تمام افسران فوج کو جابیہ میں طلب کیا، خالد رضی اللہ عنہ بھی آئے، ان کا دستہ دیبا وحریر میں ملبوس تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو گھوڑے سے اتر پڑے اور کنکریاں مار کر فرمایا تم لوگوں نے اتنی جلدی اپنی عادتیں بدل دیں؛ ان لوگوں نے اسلحہ دکھا کر کہا کہ لیکن سپہ گری کا جوہر نہیں گیا ہے، فرمایا تب کوئی مضائقہ نہیں۔ (طبری فتح بیت المقدس)

حمص کی بغاوت

۱۷ھ میں حمص کے باشندے باغی ہوگئے، لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور خالد رضی اللہ عنہ کی بروقت توجہ سے بہت جلد بغاوت فرو ہوگئی اور شام کے پورے علاقہ پر مسلمانوں کا کامل تسلط ہوگیا۔

معزولی

اسی ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کردیا، معزولی کے سنہ میں مورخین کا بیان مختلف ہے، عام شہرت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی معزول کیا تھا، لیکن یہ بیان صحیح نہیں ہے، صحیح روایت یہ ہے کہ ھ میں یعنی خلافتِ فاروقی کے سال بعد معزول ہوئے، ابن اثیر کی بھی یہی تحقیق ہے، وہ لکھتے ہیں فی ھذہ السنۃ وھی سنۃ سبعۃ عشر عزل خالد بن ولید یعنی ھ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ معزول کیے گئے، ان کی معزولی کا سبب یہ ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ فوجی آدمی تھے، ان کا مزاج تند تھا، اس لیے ہر معاملہ میں خود رائی سے کام لیتے تھے اور بارگاہ خلافت سے استصواب ضروری نہیں سمجھتے تھے، فوجی اخراجات کا حساب وکتاب بھی نہیں بھیجتے تھے، عراق کی پیش قدمی روکنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرضی کے خلاف بغیر ان کی اجازت کے خفیہ حج کو چلے گئے، ان کا یہ طرز عمل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ناگوار ہوا، (طبری) اور آپ نے تنبیہ کی انہوں نے بار ہا لکھا کہ بغیر میرے حکم کے کوئی کام نہ کیا کرو اور نہ کسی کو کچھ دیا لیا کرو، انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ مجھ کو میری موجودہ حالت پر چھوڑ دیجئے تو کام کرسکتا ہوں، ورنہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہوں، (اصابہ) اسی زمانہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے برہم رہتے تھے اور بار بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے معزول کرنے کا مشورہ دیتے تھے، لیکن وہ ہمیشہ جواب دیتے کہ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کرسکتا، جس کو اللہ نے بے نیام کیا ہے، (طبری) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں بھی خالد رضی اللہ عنہ نے یہ روش نہ چھوڑی، لیکن انہوں نے بھی فوراً معزول نہیں کیا؛ بلکہ عرصہ تک سمجھاتے رہے، چنانچہ پھر ایک مرتبہ لکھا کہ بغیر میری اجازت کے کسی کو ایک بکری بھی نہ دیا کرو، مگر خالد رضی اللہ عنہ نے کوئی اثر نہیں لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے چکے تھے۔ (اصابہ)

دوسری وجہ یہ تھی کہ عام مسلمانوں کو خیال پیدا ہوگیا تھا کہ اسلامی فتوحات کا دارومدار خالد رضی اللہ عنہ کے قوت بازو پر ہے، (ابن اثیر) جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتے تھے۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اخراجات اسراف کی حد تک پہنچ جاتے تھے جو دوسرے افسروں کے لیے نمونہ نہ بن سکتے تھے، چنانچہ شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے، اشعث بن قیس کو دس ہزار انعام یکمشت دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح کے پاس حکم بھیجا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے دریافت کریں کہ انہوں نے یہ روپیہ کس مد سے دیا ہے، اگر مسلمانوں کے مال سے دیا ہے تو خیانت کی اور اگر اپنی جیب سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے، اس لیے دونوں حالت میں وہ معزولی کے قابل ہیں، یہ فرمان عین میدان جنگ میں ابوعبیدہ کو ملا، انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تم نے یہ روپیہ کہاں سے دیا، کہا اپنے مال سے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان سنا کر معزولی کی علامت کے طور پر ان کے سر سے

ٹوپی اتار لی اور عمامہ گردن میں ڈالدیا، خالد رضی اللہ عنہ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں نے فرمان سنا اور مانا اور اب بھی اپنے افسروں کے احکام سننے اور خدمات بجالانے کو تیار ہوں۔(ابن اثیر)

اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دبدبہ اور خالد رضی اللہ عنہ کی حق پرستی، دونوں کا اندازہ ہوتا ہے، معزولی کے بعد دربار خلافت سے طلبی ہوئی، چنانچہ خالد حمص سے ہوتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شکایت کی کہ آپ نے میرے معاملہ میں زیادتی سے کام لیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی جواب دیا، مال غنیمت کے حصوں سے، اگر میرے پاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نکلے تو آپ لے لیجئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فورا حساب کرایا کل ۲۰ ہزار زیادہ نکلے، وہ بیت المال میں جمع کرادیے اور فرمایا کہ، خالد رضی اللہ عنہ اب بھی میرے دل میں تمہاری وہی عزت ومحبت ہے اور تمام ممالک محروسہ میں فرمان جاری کرادیا کہ میں نے خالد رضی اللہ عنہ کو خیانت کے جرم یا غصہ وغیرہ کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے؛ بلکہ محض اس لیے معزول کیا کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ اسلامی فتوحات کا دارومدار خالد رضی اللہ عنہ کے قوت بازو پر نہیں ہے۔

مذکورہ بالا فتوحات کے علاوہ خالد رضی اللہ عنہ دوسری مہموں میں بھی شریک ہوکر دادِ شجاعت دیتے رہے، لیکن ان میں آپ کی حیثیت معمولی مجاہد کی تھی، اس لیے ان کی تفصیل قلم انداز کی جاتی ہے۔

گورنری

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بمصالح خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کردیا تھا، لیکن معزول کرنے کے بعد ان سے ان کے رتبہ کے مطابق کام لیے اور ان کے جوہر اور ان کی فطری صلاحیتوں سے سپہ سالاری کے بجائے دوسرے شعبوں میں فائدہ اٹھایا، چنانچہ معزولی کے بعد رہا، حران، آمد اور لرتہ کا گورنر مقرر کردیا، لیکن ایک سال کے بعد وہ خود مستعفی ہوگئے۔(مستدرک حاکم)

وفات

گورنری سے استعفاد ینے کے بعد مدینہ میں مقیم ہوگئے اور کچھ دن بیمار رہ کر ۲۲ھ میں وفات پائی، بعض لوگ آپ کی وفات حمص میں بتاتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے جنازہ میں شریک تھے، (اصابہ اور مستدرک حاکم) اور ۲۲ھ میں انہوں نے شام کا کوئی سفر نہیں کیا، آپ کی وفات سے مدینہ کی عورتوں خصوصا بنی عذرہ میں کہرام برپا تھا۔

اولاد

اولاد کی تعداد کی تفصیل نہیں ملتی، صرف دولڑکوں، مہاجر اور عبدالرحمٰن کا نام ملتا ہے ان دونوں میں باپ کی شجاعت کا اثر تھا، چنانچہ مہاجر بن خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں سرگرمی سے حصہ لیا، (استیعاب) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں قسطنطنیہ کے مشہور معرکہ میں فوج کے ایک کماندار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے، (ابوداود کتاب الجهاد باب قوله تعالى ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة) حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسلیمان تھی، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس نام کا بھی کوئی لڑکا رہا ہوگا، مگر تصریح نہیں ملتی۔

فضل وکمال

چونکہ ابتدا سے لے کر آخر تک خالد رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی میدان جنگ میں گذری اس لیے ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشہ چینی کا موقع کم ملا، وہ خود کہتے تھے کہ جہاد کی مشغولیت نے مجھ کو تعلیم قرآن کے بڑے حصہ سے محروم رکھا، (اصابہ) تاہم وہ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے دولت علم سے بے بالکل بے بہرہ نہ تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے بعد مدینہ میں جو جماعت صاحب علم وافتا تھی، ان میں ایک ان کا نام بھی تھا، لیکن فطرۃ سپاہی تھے، اس لیے مسند افتا پر نہ بیٹھے اور ان کے فتاویٰ کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں ہے، (اعلام الموقعین: جلد فصل اصحاب الفتویٰ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ابن عباس رضی اللہ عنہما، جابر بن عبداللہ، مقدام بن معدی کرب، قیس بن ابی حازم، اشتر نخعی، علقمہ، ابن قیس، جبیر بن نضیر وغیرہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں؛ (تہذیب التہذیب) ان کی مرویات کی تعداد کل اٹھارہ ہے جن میں سے دو متفق علیہ ہیں اور ایک میں بخاری منفرد ہیں۔

(فضائل اخلاق) رضائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام کے لیے سب سے بڑی دولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی رضا جوئی اور خوشنودی تھی، اس کے لیے وہ اپنے جذبات کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے تابع فرمان کر دیتے تھے، خالد رضی اللہ عنہ گو تند مزاج تھے، لیکن فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ان کی تند مزاجی حلم وعفو سے بدل جاتی تھی، ایک مرتبہ ان میں اور عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر میں کسی معاملہ میں بحث ہوگئی اور سخت کلامی تک نوبت پہنچ گئی، عمار رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے شکایت کی، اتفاق سے اسی وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور شکایت سن کر بہت برہم ہوئے اور عمار کو برا بھلا کہنا شروع کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خاموش تھے، عمار رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا حضور ان کی زیادتیوں کو ملاحظہ فرما رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے سر اٹھا کر فرمایا کہ "جو شخص عمار رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت رکھتا ہے وہ اللہ سے بغض وعناد رکھتا ہے" خالد رضی اللہ عنہ پر اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ ان کا بیان ہے کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے پاس سے اٹھا تو عمار رضی اللہ عنہ کی رضا جوئی سے زیادہ کوئی چیز میرے لیے محبوب نہ تھی اور ان سے مل کر ان کو منایا۔ (مسند احمد بن حنبل)

احترام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

خالد رضی اللہ عنہ کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا اتنا احترام تھا کہ وہ کسی کی زبان سے آپ کی شان میں کوئی ناروا کلمہ برداشت نہیں کر سکتے تھے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ سونا آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اہل نجد میں تقسیم کر دیا، قریش وانصار کو شکایت ہوئی، انہوں نے شکایت کی کہ آپ نے سب سونا نجدی سرداروں کو دیدیا، اور ہم لوگوں کو بالکل نظر انداز فرما دیا، آپ نے فرمایا کہ ان کو تالیف قلب کے خیال سے دیتا ہوں، یہ سن کر نجدیوں کے گروہ سے ایک شخص نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے ڈر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہوں تو پھر اللہ کی اطاعت کون کرتا ہے؟ خالد رضی اللہ عنہ کو اس گستاخی پر غصہ آگیا اور اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی؛ لیکن آپ نے روک دیا۔ (بخاری)

آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تبریک

وہ ہر اس چیز کے ساتھ جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ساتھ شرف انتساب حاصل ہوتا والہانہ عقیدت رکھتے تھے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے موئے مبارک ایک ٹوپی میں سلوا لیے تھے، جس کو پہن کر میدان جنگ میں جاتے تھے، یرموک کے معرکے میں یہ ٹوپی گر گئی تھی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے اور آخر بڑی تلاش وجستجو کے بعد ملی۔ (اصابہ)

جہاد فی سبیل اللہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کتاب زندگی کا سب سے جلی عنوان اور سب سے روشن باب جہاد فی سبیل اللہ ہے، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی میں گذرا، غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عراق وشام کی فتوحات کے حالات میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے، ان کے اسی ذوق جہاد اور شجاعانہ کارناموں کے صلہ میں ان کو دربار نبوی سے سیف اللہ کا لقب ملا، تقریباً سوا سو لڑائیوں میں اپنی تلوار کے جوہر دکھائے، جسم میں ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیروں اور تلواروں کے زخم سے زخمی نہ ہوا ہو، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) ذوق جہاد میں کہا کرتے تھے کہ مجھے میدان جنگ کی وہ سخت رات جس میں اپنے دشمنوں سے لڑوں، اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے، جس میں میری محبوبہ مجھ سے ہمکنار ہو، (اصابہ) آخر وقت جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہتے تھے کہ افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گذری اور آج میں بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیاں رگڑ کے جان دے رہا ہوں، (استیعاب) اللہ نے آپ کے قدموں میں یہ برکت دی تھی کہ جدھر رخ کیا کبھی ناکام واپس نہ لوٹے خود کہتے تھے کہ میں نے جس طرف کا رخ کیا فتحیاب ہوا (اصابہ) اس قول کی صداقت پر ان کے کارنامے شاہد ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو ان کی شجاعت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب ان کے ہاتھ میں علم آجاتا تو آپ مطمئن ہو جاتے، چنانچہ غزوہ موتہ میں جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے غائبانہ فرمایا کہ اب لڑائی کا تنور گرمایا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت ق، جلد، تذکرہ خالد رضی اللہ عنہ) چونکہ سپہ گری ان کا آبائی پیشہ تھا، اس لیے ان کے پاس سامان حرب کافی تھا، جس کو انہوں نے اسلام لانے کے بعد راہ للہ میں وقف کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ واسد الغابہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا مدح کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ان جان فروشیوں اور قربانیوں کی بہت قدر فرماتے تھے اور متعدد موقعوں پر مدحیہ لہجہ میں ان کا اعتراف فرمایا کرتے، فتح مکہ کے موقع پر جب کہ مسلمان مختلف سمتوں سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے ایک گھاٹی کی طرف خالد رضی اللہ عنہ بھی نمودار ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، دیکھو کون ہے، انہوں نے عرض کیا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، فرمایا کہ یہ اللہ کا بندہ بھی کیا خوب ہے، (مسند احمد بن حنبل) خود بھی قدردانی فرماتے تھے اور لوگوں کو بھی ان کا لحاظ رکھنے کی ہدایت فرماتے تھے، ایک موقع پر لوگوں سے فرمایا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو تم لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دو، کیونکہ وہ اللہ کی تلوار ہے، جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے۔ (اصابہ)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تو ابن جمیل، خالد رضی اللہ

عنہ، اور عباس رضی اللہ عنہ نے دینے سے انکار کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو معلوم ہوا، تو فرمایا کہ "ابن جمیل فقیر تھا، اللہ نے اس کو دولتمند کیا، یہ اس کا بدلہ ہے، لیکن خالد رضی اللہ عنہ بن ولید پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، انہوں نے اپنا تمام سامان حرب اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے، پھر ان پر زکوٰۃ کیسی، رہا عباس کا معاملہ تو ان کا میں ذمہ دار ہوں، کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ چچا باپ کی جگہ ہے۔(ابوداودو مسلم، مصر)

مزاج

ان کی پوری زندگی سپاہیانہ تھی، اس لیے مزاج میں حرارت اور تیزی تھی، ذرا سی خلاف مزاج بات پر بگڑ جاتے تھے، عمار بن رضی اللہ عنہ یاسر کے ساتھ سخت کلامی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے اسی طرح بنوجذیمہ کے معاملہ میں (جن پر آپ نے مشرک سمجھ کر حملہ کردیا) جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تو بہت برہم ہوئے۔(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

حق پرستی

لیکن اس تند مزاجی کے باوجود ہٹ دھرمی نہ تھی اور حق بات کو قبول کرنے اور دوسروں کے فضائل کے اعتراف میں عار نہ کرتے تھے، معزولی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے کہ مجمع عام میں اس طرح معزول کیا جاتا ہے کہ سر سے ٹوپی اتار لی جاتی ہے، عمامہ گردن میں باندھ دیا جاتا ہے اور آپ دم نہیں مارتے اور جب ان کی جگہ پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار مقرر ہوتے ہیں تو یہ لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اب اس امت کا امین تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے۔(اصابہ)

اشاعت اسلام

اشاعت اسلام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے، خالد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی زندگی میں اور آپ کے بعد برابر اس فریضہ کو ادا کرتے رہے، فتح مکہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اشاعتِ اسلام کی غرض سے جو سرایا بھیجے، ان میں سے متعدد سریے ان کی سرکردگی میں کیے گئے، اور بنوجذیمہ، بنوعبدالمدان نجرانی ان ہی کی کوششوں سے مشرف باسلام ہوئے، اور اہل یمن کے اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی کوششیں بھی شامل تھیں، فتنہ ردہ میں طلیحہ کی جماعت بنوہوازن، بنوسلیم اور بنوعامر وغیرہ دوبارہ ان ہی کی کوششوں سے اسلام لائے، (ابن خلدون، جلد، بعوث مرتدین) ان جماعتوں کے علاوہ منفرد طور پر بھی بعض مشہور لوگ آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، جنگ یرموک میں قیصر روم کے سفیر جارج کے قبول اسلام کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے۔(ابن اثیر

بَابُ مَنَاقِبِ سَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 59: حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام "سالم" کے مناقب کا بیان

252- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُاللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَّا اَزَالُ اُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ اسْتَقْرِئُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِىْ حُذَيْفَةَ وَاُبَىِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَا اَدْرِىْ بَدَاَ بِاُبَىٍّ اَوْ بِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

✧✧ مسروق بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سامنے (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: وہ ایک ایسے صاحب ہیں کہ جب سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے، میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قرآن پڑھنے کا طریقہ چار لوگوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، ابوحذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل۔

راوی بیان کرتے ہیں' مجھے یہ یاد نہیں ہے' آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا ذکر پہلے کیا تھا یا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر پہلے کیا تھا۔

حضرت سالم مولی رضی اللہ عنہ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ

نام،نسب

سالم نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض عبید بن ربیعہ اور بعض مغفل لکھتے ہیں، یہ ایرانی الاصل ہیں، اصطخر ان کا آبائی مسکن تھا، حضرت ثبیتہ بنت رضی اللہ عنہ یعار انصاریہ رضی اللہ عنہ کی غلامی میں مدینہ پہنچے، انہوں نے آزاد کردیا، تو حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا متبنیٰ کرلیا، اس لحاظ سے ان میں انصار و مہاجر کی دونوں حیثیتیں مجتمع ہیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

وہ عموماً سالم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھے، حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ بھی ان کو اپنے لڑکے کی طرح سمجھتے تھے اور اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے بیاہ دیا تھا، لیکن جب قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی

" ادعوهم لابائهم"

یعنی لوگوں کو اپنے نسبی آباء کے انتساب سے پکارا کرو تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ بھی ابن کے بجائے مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (ابوداؤد کتاب انکاح اب فی سن حرم)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ جوان ہوئے اور قرآن نے خود ساختہ ابوت (باپ) وبنوت (بنی) کے تعلق کو کالعدم کردیا تو حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کا زنان خانہ میں آنا جانا ناگوار گذرنے لگا، چنانچہ ان کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! سالم کو ہم اپنا لڑکا سمجھتے تھے، اور وہ ہمیشہ گھر میں آتا جاتا تھا، لیکن اب ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کو ناگوار گذرتا ہے، ارشاد ہوا کہ اس کو دودھ پلادو تو وہ تمہارا محرم ہوجائے گا، غرض اس طرح وہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی فرزند ہوگئے لیکن ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سالم رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص اجازت تھی،

حدیث252: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3595' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3810' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:6767' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6242' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8001' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:8411' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2245' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1549

ورنہ جوانی کی حالت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ (ابوداود کتاب النکاح باب فی من حرم)

اسلام وہجرت

حضرت سالم رضی اللہ عنہ غالباً مکہ میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسکن گزین تھے، دعوت اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو انہوں نے ابتدا ہی میں لبیک کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے مواخات کرادی۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

ہجرت کے موقع میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، مدینہ پہنچ کر حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے اور حضرت معاذ بن ماعض انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات ہوئی۔ (ابوداود کتاب انکاح باب فی من حرم)

غزوات

غزوہ بدر، احد، خندق اور عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جنگوں میں معرکہ آرا تھے، عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں یمامہ کہ مہم پر بھیجے گئے، مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ میں تھا، ایک شخص نے اس پر نکتہ چینی کی اور کہا "ہم کو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے، اس لیے ہم کسی دوسرے کو علمبردار بنائیں گے، بولے، اگر میں بزدلی دکھاؤں تو میں سب سے زیادہ بدبخت حاملِ قرآن ہوں، یہ کہہ کر نہایت جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور درحقیقت انہوں نے اپنے کو بہترین حاملِ قرآن ثابت کیا، اثنائے جنگ میں داہنا ہاتھ قلم ہوا تو بائیں ہاتھ نے قائم مقامی کی، وہ بھی شہید ہوا تو دونوں بازوؤں نے حلقہ میں لے کر لوائے توحید کو سینہ سے چمٹا دیا، زبان پر یہ فقرہ جاری تھا: (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ،" (آل عمران)

"وَكَاَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ" (آل عمران)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں اور کتنے انبیاء ایسے ہیں جن کے ساتھ بہت سے اللہ والوں نے جہاد کیا ہے۔

شہادت

زخموں سے چور ہو کر گرے تو پوچھا، ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ لوگوں نے کہا "شہید ہوئے" بولے، اس شخص نے کیا کیا جس نے مجھ سے اندیشہ ظاہر کیا تھا؟ جواب دیا گیا کہ وہ بھی شہید ہوئے، فرمایا، مجھے ان دونوں کے درمیان دفن کرنا۔ (اسعد الغابہ جلد)

ابن سعد کی روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر جب مسلمانوں کے پاؤں پیچھے پڑنے لگے تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کہا افسوس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ہمارا یہ حال نہ تھا، وہ اپنے لیے ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑے ہو گئے اور علم سنبھالے ہوئے آخر لمحہ حیات تک جانبازانہ شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے، اختتام جنگ کے بعد دیکھا گیا تو اس شہید ملت کا سر اپنے منہ بولے باپ (حضرت) ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر تھا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز)

انا للہ وانا الیہ راجعون

فضل وکمال

حضرت سالم رضی اللہ عنہ ان بزرگوں میں تھے جو طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہ میں فنِ قرات کے امام سمجھے جاتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا کرتے تھے کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سالم رضی اللہ عنہ مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل سے (بخاری) خدائے پاک نے خوش گلو اس قدر بنایا تھا کہ جب آیاتِ قرآنی تلاوت فرماتے تو لوگوں پر ایک عام محویت طاری ہو جاتی اور راہ گیر ٹھٹک کر سننے لگتے، ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے میں دیر ہوئی، آپ نے توقف کی وجہ پوچھی تو بولیں کہ ایک قاری تلاوت کر رہا تھا اس کے سننے میں دیر ہوگئی اور خوش الحانی کی اس قدر تعریف کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خود چادر سنبھالے ہوئے باہر تشریف لے آئے، دیکھا تو سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، آپ نے خوش ہو کر فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے جیسے شخص کو میری امت میں بنایا۔ (اصابہ تذکرہ سالم)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنی خوش الحانی وحفظِ قرآن کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی تشریف آوری سے پہلے جس قدر مہاجرین مدینہ پہنچے تھے، حضرت سالم رضی اللہ عنہ مسجد قبا میں ان کی امامت کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ العبد والمولی)

وہ مسجد قباء کے امام تھے، مہاجرین اولین جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، اکثر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے، (بخاری کتاب الاحکام) غرض قرآنِ کریم کی برکت اور علم وفضل نے ان کو غیر معمولی عظمت وشرف کا مالک بنا دیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی بے حد تعریف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ جب دمِ واپسیں کے وقت انہوں نے منصب خلافت کے متعلق وصیت فرمائی تو کہا، اگر سالم موجود ہوتے تو میں اس مسئلہ کو مجلس شوریٰ میں پیش ہونے نہ دیتا، یعنی وہ ان کو اپنا جانشین بناتے۔ (اسد الغابہ)

اخلاق

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے قبائے فضل پر محاسنِ اخلاق کا طغرا نہایت خوشنما ہے، گزشتہ واقعات سے ان کی استقامت، وفاشعاری و پارسائی کا اندازہ ہوا ہوگا، اہلِ حاجت کے لیے دستِ کرم کشادہ تھا؛ چونکہ کوئی اولاد نہ تھی اس لیے انہوں نے اپنے متروکہ مال اسباب میں سے ایک ایک ثلث مختلف اسلامی ضروریات اور غلاموں کی گلوخلاصی کے لیے اور ایک ثلث اپنے سابق آقاؤں کے لیے وصیت فرمائی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی سابق مالکہ حضرت ثبیتہ بنت یعار رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا حصہ بھیجا تو انہوں نے لینے سے انکار کیا اور بولیں کہ میں نے بغیر امید صلہ آزاد کیا تھا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اس حصہ کو بیت المال میں داخل فرما دیا۔

(استیعاب تذکرہ سالم رضی اللہ عنہ مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ)

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 60: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

253- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّقَالَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا وَّقَالَ اسْتَقْرِئُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ مَّوْلٰی اَبِیْ حُذَيْفَةَ وَاُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدزبان اور بدمزاج نہیں تھے آپ ارشاد فرماتے تھے۔ میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: قرآن پڑھنے کا طریقہ چار آدمیوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود، ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم، ابی بن کعب، اور معاذ بن جبل۔

254- حَدَّثَنَا مُوْسٰی عَنْ اَبِیْ عَوَانَةَ عَنْ مُّغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ دَخَلْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِیْ جَلِيْسًا فَرَاَيْتُ شَيْخًا مُّقْبِلًا فَلَمَّا دَنَا قُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّكُوْنَ اسْتَجَابَ اللّٰهُ قَالَ مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَفَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ اَوَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمُ الَّذِیْ اُجِيْرَ مِنَ الشَّيْطَانِ اَوَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِیْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ كَيْفَ قَرَاَ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ (وَاللَّيْلِ) فَقَرَاْتُ (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰی قَالَ اَقْرَاَنِيْهَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهُ اِلٰی فِیَّ فَمَا زَالَ هٰٓؤُلَاءِ حَتّٰی كَادُوْا يَرُدُّوْنِیْ

✧✧ علقمہ بیان کرتے ہیں' میں شام آیا میں نے دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد دعا کی اے اللہ! مجھے کوئی اچھا ساتھی عطا کر پھر میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو میرے قریب آئے تو میں نے یہ سوچا شاید میری دعا قبول ہوگئی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے جواب دیا: اہلِ کوفہ سے۔ انہوں نے دریافت کیا: تمہارے درمیان (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین) تکیے' وضو کے پانی کو ساتھ لے کر چلنے والے بزرگ نہیں ہیں۔ کیا تمہارے درمیان وہ بزرگ نہیں ہیں جنہیں شیطان سے پناہ دی گئی کیا تمہارے درمیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص رازدان موجود نہیں ہیں۔ (پھر انہوں نے دریافت کیا) حضرت ابن ام عبد رضی اللہ عنہ اس کو کیسے پڑھتے تھے؟ ''واللیل'' تو میں نے یہ آیت پڑھی: وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰی

انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زبانی میری زبان سے پڑھوا کر مجھے یہ سورت اسی طرح پڑھائی تھی لیکن یہ لوگ اس بارے میں میری بات نہیں مانتے۔

255- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَاَلْنَا حُذَيْفَةَ عَنْ رَّجُلٍ قَرِيْبِ السَّمْتِ وَالْهَدْیِ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی نَاْخُذَ عَنْهُ فَقَالَ مَا اَعْرِفُ اَحَدًا اَقْرَبَ سَمْتًا وَّهَدْيًا وَّدَلًّا بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ

✧✧ حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایسے صاحب کے بارے میں دریافت کیا: جو آداب و روایات اور ہدایت کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوں تاکہ ہم ان سے استفادہ کریں۔تو انہوں نے جواب دیا: آداب' ہدایت اور رہنمائی کے اعتبار سے میرے علم کے مطابق ابن اُمِ عبد (حضرت عبداللہ بن مسعود) سے زیادہ اور کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں ہے۔

256- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِيْنًا مَّا نُرَى اِلَّا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرَى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ اُمِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ اسود بن یزید بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا ہے: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے جتنا عرصہ ہم وہاں ٹھہرے رہے ہم یہی سمجھتے رہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے ایک فرد ہیں۔ہم جتنا عرصہ بھی وہاں رہے ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا فرد سمجھتے رہے کیونکہ وہ اور ان کی والدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نام،نسب

عبداللہ نام،ابوعبدالرحمن کنیت، والد کا نام مسعود اور والدہ کا نام ام عبد تھا،شجرہ نسب یہ ہے،عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد مسعود ایام جاہلیت میں عبد بن حارث کے حلیف تھے۔

(اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ،مطبوعہ،بیروت: تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

ابتدائی حالات

ایام جاہلیت میں زمانہ طفولیت عموماً بھیڑ بکریوں کے چرانے میں بسر ہوتا تھا یہاں تک کہ شرفاء وامراء کے بچے بھی اس سے۔

حدیث255: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5746' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3807' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:23389' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7063' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:5376' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8565' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:8487' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:426

حدیث256: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4123' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2460' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3806' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:5375' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8388' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:20370' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:8497

مستثنیٰ نہ تھے، گویا یہ ایک درس گاہ تھی جہاں سادگی، جفاکشی وفا شعاری اور راستبازی کا عملی سبق دیا جاتا تھا۔

مکہ میں جب دعوتِ توحید کا غلغلہ بلند ہوا تو حضرت عبداللہ اسی درسگاہ میں تعلیم پا رہے تھے اور عقبہ بن معیط کی بکریاں ان کے سپرد تھیں۔ (تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

اسلام

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے مونس وہمدم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرف سے گذرے جہاں یہ بکریاں چرا رہے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا صاحبزادے تمہارے پاس کچھ دودھ ہو تو پیاس بجھاؤ، بولے میں آپ کو دودھ نہیں دے سکتا؛ کیونکہ یہ دوسرے کی امانت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس نے بچے نہ دیے ہوں عرض کیا ہاں اور ایک بکری پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی یہاں تک کہ وہ دودھ سے لبریز ہو گیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو علیحدہ لے جا کر دوہا تو اس قدر دودھ نکلا کہ تینوں آدمیوں نے یکے بادیگرے خوب سیر ہو کر نوش فرمایا، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت جلد تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن سے فرمایا خشک ہو جا اور وہ پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا۔

اس کرشمہ قدرت نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دل پر بے حد اثر کیا، حاضر ہو کر عرض کیا مجھے اس موثر کلام کی تعیم دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت سے ان کے سر پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا، تم تعلیم یافتہ بچے ہو، غرض اس روز سے وہ معلم دین مبین کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے اور بلا واسطہ خود مہبط وحی والہام سے ستر سورتوں کی تعلیم حاصل کی جن میں کوئی ان کا شریک وسہیم نہ تھا۔ (مسند ابن حنبل)

اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمیشہ خدمت بابرکت میں حاضر رہنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خادم خاص بنالیا انشاء اللہ آگے ایک خاص باب میں خدمت گذاریوں کی تفصیل آئے گی۔

جوشِ ایمان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس زمانہ مین ایمان لائے تھے جب کہ مومنین کی جماعت صرف چند اصحاب پر مشتمل تھی اور مکہ کی سرزمین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نے علانیہ بلند آہنگی کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی جرات نہیں کی تھی؛ چنانچہ ایک روز مسلمانوں نے باہم مجتمع ہو کر اس مسئلہ پر گفتگو کی اور سب نے بالاتفاق کہا، خدا کی قسم قریش نے اب تک بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سنا؛ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اس پرخطر فرض کو کون انجام دے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کیا، لوگوں نے کہا کہ تمہارا خطرہ میں پڑنا مناسب نہیں، اس کام کے لیے تو ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا خاندان وسیع ہو اور وہ اس کی حمایت میں مشرکین کے دستِ ستم سے محفوظ رہے، لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جوشِ ایمان سے برانگیختہ ہو کر کہا، مجھے چھوڑ دو خدا میرا محافظ ہے۔

غرض دوسرے روز چاشت کے وقت جب کہ تمام مشرکین قریش اپنی انجمن میں حاضر تھے، اس وارفتہ اسلام نے ایک طرف

کھڑے ہوکر سازِ توحید پر مضراب لگائی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد علم القرآن کا سحر آفرین راگ چھیڑا، مشرکین نے تعجب اور غور سے سنکر پوچھا، ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟ کسی نے کہا کہ محمد پر جو کتاب اتری ہے اس کو پڑھتا ہے، یہ سننا تھا کہ تمام مجمع غیظ وغضب سے مشتعل ہوکر ٹوٹ پڑا اور اس قدر مارا کہ چہرہ ورم کر آیا، لیکن جس طرح پانی کے چند چھینٹے آگ کو اور زیادہ مشتعل کر دیتے ہیں، اسی طرح حضرت عبداللہ کا شعلہ ایمان اس ظلم وتعدی سے بھڑک اٹھا، مشرکین مارتے گئے لیکن ان کی زبان بند نہ ہوئی۔

حضرت عبداللہ جب اس فرض کو انجام دے کر خستگی وشکستہ حالی کے ساتھ اپنے احباب میں واپس آئے تو لوگوں نے کہا کہ ہم اسی ڈر سے تم کو جانے نہ دیتے تھے، بولے، خدا کی قسم! دشمنان خدا آج سے زیادہ میری نظر میں کبھی ذلیل نہ تھے، اگر تم چاہو تو کل میں پھر اسی طرح ان کے مجمع میں جاکر قرآن کریم کی تلاوت کروں، لوگوں نے کہا بس جانے دو، اس قدر کافی ہے کہ جس کا سننا وہ ناپسند کرتے تھے اس کو تم نے بلند آہنگی کے ساتھ ان کے کانوں تک پہنچا دیا۔ (اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

ہجرت

حضرت عبداللہ کے جوش وغیرت ایمان نے رفتہ رفتہ تمام مشرکین قریش کو دشمن بنا دیا، یہاں تک کہ ان کی مسلسل وپیہم ایذا رسانیوں سے تنگ آکر دو دفعہ سرزمین حبش کی صحرا نوردی پر مجبور ہوئے، پھر تیسری دفعہ دائمی ہجرت کا ارادہ کرکے یثرب کی راہ لی اور یہاں پہنچ کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے مدینہ تشریف لانے کے بعد ان دونوں میں بھائی چارہ کرا دیا اور مستقل سکونت کے لیے حضرت عبداللہ کو مسجد نبوی کے متصل ایک قطعہ زمین مرحمت فرمایا۔

(طبقات ابن سعد قسم اول جلد تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

غزوات

حضرت عبداللہ تمام مشہور واہم جنگوں میں جانبازی وپامردی کے ساتھ سرگرم پیکار تھے، غزوہ بدر میں دو انصاری نوجوانوں نے سرخیل کفار ابوجہل بن ہشام کو تہ تیغ کیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کہ کوئی ابوجہل کی خبر لاتا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی، اس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا کہ ابوجہل تو ہی ہے۔ (بخاری)

غزوہ احد، خندق، حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، مکہ سے واپس آتے ہوئے راہ میں غزوہ حنین پیش آیا، اس جنگ میں مشرکین اس طرح یکا یک ٹوٹ پڑے کہ مسلمان بدحواسی کے ساتھ منتشر ہوگئے اور دس ہزار کی جماعت میں صرف اسی اصحاب ثابت قدمی کے ساتھ شمع نبوت کے اردگرد پروانہ وار اپنی فدویت کے جوہر دکھاتے رہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان ہی جان نثاروں میں تھے، فرماتے ہیں کہ جب مشرکین نے سخت حملہ کیا تو ہم لوگ تقریباً اسی قدم تک پسپا ہوئے؛ لیکن پھر جم کر کھڑے ہوگئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے رہوار کو آگے بڑھاتے تھے؛ لیکن وہ پیچھے کی طرف ہٹتا تھا اسی حالت میں آپ ایک دفعہ زین سے جھکے میں نے پکار کر کہا، آپ سربلند رہیں خدا نے آپ کو رفعت عطا فرمائی ہے، فرمایا مجھے ایک مٹھی خاک اٹھا دو، میں نے خاک اٹھا کر دی تو آپ نے مشرکین کے منہ کی جانب پھینک دی، جس سے ان کی آنکھیں غبار آلود ہوگئیں، پھر ارشاد ہوا مہاجرین وانصار کہاں ہیں؟ میں نے ارشارہ سے بتایا تو حکم ہوا کہ انہیں آواز دے کر بلاؤ میں نے چیخ کر پکارا تو

یکا یک سب کے سب پلٹ پڑے، اس وقت ان کی تلواریں نور ایمان سے اس طرح چمک رہی تھیں جس طرح شعلہ دہکتا ہے، غرض بگڑا ہوا کھیل پھر بن گیا، مشرکین مغلوب ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ (احمد)

جنگ یرموک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک عزلت نشین رہے، لیکن عہد فاروقی میں جن عظیم الشان فتوحات کا سلسلہ چھڑ گیا تھا اس نے بالآخران کی رگ شجاعت میں بھی ہیجان پیدا کیا، ھ میں گوشہ خلوت سے نکل کر رزمگاہ شام کی طرف چل کھڑے ہوئے اور میدان یرموک کی فیصلہ کن جنگ میں سرگرم پیکار ہوکر خوب داد شجاعت دی۔ (اسد الغابہ)

عہدہ قضاء

۲۰ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر کیے گئے ۔۔ہ قضاء کے علاوہ خزانہ کی افسری مسلمانوں کی مذہبی تعلیم اور والی کوفہ کی وزارت کے فرائض بھی ان کے متعلق تھے، چنانچہ فرمان تقرری کے الفاظ یہ ہیں:

إني قد بعثت عمار بن ياسر أميراً، و عبد الله بن مسعود معلماً ووزيراً، وهما من النجباء من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، من أهل بدر، فاقتدوا بهما، وأطيعوا واسمعوا قولهما، وقد آثرتكم بعبد الله على نفسي (اسد الغابه فى معرفة الصحابة،مطبوعه،بيروت)

میں نے تم پر عمار بن یاسر کو امیر اور لین مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے، ابن مسعود کو بیت المال کی افسری بھی دی ہے، یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ان ذی عزت اصحاب میں سے ہیں جو کہ معرکہ بدر میں شریک تھے اس لیے ان کو سمعا وطاعۃ کہو اور اتباع کرو، حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے لیے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) رضی اللہ عنہ کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کامل دس سال تک نہایت مستعدی وخوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، اس طویل عرصہ میں بساط سیاست پر گونا گوں انقلاب ہوئے، خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، خلفیہ ثالث رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا اور خاص کوفہ کی عنان حکومت اہل کوفہ کی شکایت واحتجاج پر یکے بعد دیگرے مختلف والیوں کے ہاتھ میں آئی؛ لیکن وہ حسن احتیاط اور انصاف کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے تھے اس کے لحاظ سے کسی کو ان سے شکایت پیدا نہ ہوئی۔

فطری رحم دلی، نرمی اور تلطف کے باعث عفو، درگذر اور چشم پوشی ان کا مخصوص شیوہ تھا؛ لیکن اسی کے ساتھ وہ اس راز سے بھی واقف تھے کہ بارگاہِ عدالت میں جب کسی مجرم پر کوئی جرم ثابت ہوجائے تو اس کے ساتھ نرمی ودرگذر سے پیش آنا، درحقیقت نظامِ حکومت ارکان واساطین کو متزلزل کردینا ہے، اس بنا پر وہ اثبات جرم کے بعد اپنی طبعی نرمی وشفقت کے باوجود قانونِ معدلت کے اجراء میں کبھی دریغ نہ فرماتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے برادرزادہ کو شراب خواری کے جرم میں پیش کیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تحقیقات کے بعد حد جاری کرنے کا حکم دے دیا، لیکن جب درے پڑنے لگے تو اس کا دل رحم وشفقت سے بھر آیا اور منت وساجت کے ساتھ سفارش کرنے لگا، انہوں نے غضبناک ہوکر فرمایا تو نہایت ظالم چچا ہے، اس کو حد شرعی کا مستحق ثابت

کر کے چھوڑ دینے کی سفارش کرتا ہے، جواب ممکن نہیں، اسلام میں سب سے پہلے ایک عورت پر حد جاری کی گئی جس نے چوری کی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ تم لوگوں کو اعراض و چشم پوشی سے کام لینا چاہئے، کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمہیں بخش دے۔

بعض اوقات ایک ہی جرم مجرموں کے اختلاف حیثیات کے لحاظ سے ان کو مختلف سزاوں کا مستوجب قرار دیتا ہے، حضرت عبداللہ اس نکتہ سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے، ایک دفعہ ان کو اطلاع دی گئی کہ مسیلمہ کذاب کے متبعین میں سے کچھ لوگ اب تک موجود ہیں جو اس کو رسولِ خدا کہتے ہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چند سپاہی بھیج کر ان کو گرفتار کرادیا اور سب کی توبہ قبول کر کے چھوڑ دیا؛ لیکن ان کے سرگروہ ابن نواحہ کے لیے قتل کی سزا تجویز کی، لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو بولے کہ ابن نواحہ اور ابن اثال دو شخص مسیلمہ کذاب کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر بن کر گئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان سے پوچھا کہ تم مسیلمہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سفیر نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کرادیتا، اس بنا پر جبکہ وہ اب تک اس کے اس باطل عقیدہ سے باز نہیں آیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کا پورا کرنا ضروری تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری عہدِ خلافت میں جب کوفہ سازش فتنہ پردازی اور بدامنی کا مرکز ہوگیا تو عہدہ قضاء کے لحاظ سے قدرۃً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی غیر معمولی دشواریاں پیش آئیں، ایک دفعہ عقبہ بن ولید کے دورِ امارت میں ایک ساحر کا مقدمہ پیش ہوا جو امیر کوفہ کے سامنے اپنی بازیگری کے کرشمے دکھا رہا تھا، لیکن فیصلہ صادر ہونے سے پہلے ہی جندب نامی ایک شخص نے اس کو قتل کر ڈالا؛ چونکہ یہ صریحاً معاملاتِ حکومت میں مداخلت بیجا تھی، اس لیے انہوں نے قاتل کی گرفتاری کا حکم دے کر دربارِ خلافت کو مفصل واقعہ سے مطلع کیا، وہاں سے حکم آیا کہ معمولی تنبیہ وتعزیر کے بعد اس کو چھوڑ دو اور لوگوں کو سمجھاو کہ پھر آئندہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہونے پائے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اہل کوفہ کو جمع کر کے فرمایا، صاحبو! صرف شک وشبہ پر کوئی کام نہ کرو اور عدالت کو اپنے ہاتھ میں نہ لے لو، مجرموں اور خطا کاروں کو سزا دینا ہمارا فرض ہے، تم کو اس میں مداخلت کی ضرورت نہیں۔ (تاریخ طبری)

اسی سال ولید بن عقبہ والی کوفہ پر شراب خواری کا الزام لگایا گیا اور ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ وہ تخلیہ میں شراب پیتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ جاسوسی میرا فرض نہیں ہے، اگر ایک شخص چھپ کر کوئی کام کرتا ہے تو میں اس کی پردہ داری کے درپے نہیں ہوسکتا، ولید نے یہ جواب سنا تو ناراض ہو کر ان کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ کیا مفسدین کو ایسا ہی جواب دینا مناسب تھا؟ میں چھپ کر کون کام کرتا ہوں، یہ تو اس شخص کے لیے کہا جاسکتا ہے جو مشکوک ہو، غرض اسی سوال وجواب میں بات بڑھ گئی اور دونوں ایک دوسرے سے کشیدہ خاطر اٹھے۔ (تاریخ طبری)

خزانہ کی افسری

حضرت عبداللہ منصب قضاء کے ساتھ خزانہ کی افسری پر بھی مامور تھے، کوفہ عظمت وسعت وکثرتِ محاصل کے لحاظ سے اس کا

بیت المال نہایت اہمیت رکھتا تھا، اس سے لاکھوں روپے کے وظائف جاری تھے، فوجی مرکز ہونے کے باعث ہزاروں سپاہیوں کی تنخواہیں مقرر تھیں اور خراسان، ترکستان اور آرمینیہ پر وقتاً فوقتاً جو فوج کشی ہوتی رہتی تھی، اس کے مصارف ادا کئے جاتے تھے، اس بنا پر دوسرے اہم مشاغل کے ساتھ اس شعبہ کی اس طرح نگرانی کرنا کہ ایک حبہ بھی ادھر کا ادھر نہ ہونے پائے درحقیقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی انتظامی قابلیت، بیدار مغزی اور حساب فہمی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

ذاتی حیثیت سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زہد و بے نیازی کے اقلیم کے بادشاہ تھے، دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتوں کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیتے تھے، لیکن قومی سرمایہ کے تحفظ میں اس قدر سخت تھے کہ اعزہ احباب، افسر اور والیٔ ملک کے ساتھ بھی کسی قسم کی رعایت ملحوظ نہ رکھتے تھے، ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ والی کوفہ نے بیت المال سے قرض لیا، اور ناداری کے باعث عرصہ تک ادا نہ کر سکے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مہتمم بیت المال کی حیثیت سے نہایت سختی کے ساتھ ان سے تقاضا شروع کیا، یہاں تک کہ ایک روز تلخ کلامی کی نوبت پیش آئی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جھلا کر چھڑی زمین پر پھینک دی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا" اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے" چونکہ وہ نہایت مستجاب الدعوات مشہور تھے، اس لیے حضرت عبداللہ نے خوف زدہ ہو کر کہا دیکھو میرے لیے بددعا نہ کرنا، بولے" خدا کی قسم! اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو میں تمہارے لیے سخت بددعا کرتا" حضرت عبداللہ نے ان کی برافروختگی کا یہ انداز دیکھا تو تیزی کے ساتھ کاشانہ امارت سے باہر نکل آئے۔

اس واقعہ کی رپورٹ دربار خلافت میں پہنچی تو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سخت ناراضی ظاہر فرمائی اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی بنا کر بھیجا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی گو اس ناراضی سے مستثنیٰ نہ تھے تاہم وہ ایک عرصہ تک اپنے عہدہ پر برقرار رہے۔ (تاریخ طبری)

معزولی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیر عہد حکومت میں جب سازش ومفسدہ پردازی کا بازار گرم ہوا تو مخفی ریشہ دوانیوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی زیادہ دنوں تک اپنے عہدہ پر برقرار رہنے نہ دیا، اور یکا یک معزول کر دیئے گئے، معزولی کی خبر نے کوفہ کی علمی دنیا کو ماتم کدہ بنا دیا، احباب معتقدین، تلامذہ اور اعیانِ شہر کی ایک بڑی جماعت نے مجتمع ہو کر اس فرمانِ عزل پر سخت ناراضی ظاہر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مصر ہوئے کہ آپ کوفہ سے تشریف نہ لے جائیں اگر اس کی پاداش میں کوئی مصیبت پیش آئے گی تو ہم سب اپنی جانیں قربان کرنے کو حاضر ہیں، بولے امیر المومنین کی اطاعت مجھ پر فرض ہے میں نہیں چاہتا کہ فتنہ وفساد جو عنقریب برپا ہونے والا ہے اس کی ابتداء میری ذات سے ہو، غرض وہ عمرہ کی نیت کر کے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ (اصابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تجہیز وتکفین

جب مقام ربذہ میں پہنچے تو وسطِ راہ میں ایک عورت کو سرگرداں وپریشان دیکھ کر پوچھا خیر ہے، کہا ایک مرد مسلمان کی تجہیز

وتکفین کیجئے پوچھا کون؟ کہا ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ"

فدیته بابی و امی

" کہہ کر مع اپنے ساتھیوں کے اتر پڑے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک بلند پایہ اورنہایت زاہد ومتقشف صحابی تھے وہ دارالخلافت کی روز افزوں تمدنی زندگی سے اس قدر بیزار ہوئے کہ ربذہ کے سنسان جنگل میں اٹھ آئے اور بالآخر اسی سرزمین نے ان کے لیے اپنا آغوشِ شوق پھیلا دیا، یہ لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے ان کا دم واپسیں تھا، اپنی تجہیز وتکفین کے متعلق ضروری ہدایات دے کر واصل بحق ہوئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر کی وصیت کے مطابق ان کی تجہیز وتکفین کر کے نمازِ جنازہ پڑھا کر سپردِ خاک کیا۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مکہ پہنچ کر امیر المومنین کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع دی اور عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے کہ زندگی کے بقیہ ایام عزلت نشینی وعبادت الٰہی میں بسر ہوں۔

علالت

۳۲ھ میں جب کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سن مبارک ساٹھ برس سے متجاوز ہو چکا تھا ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا، خدا مجھے آپ کی آخری زیارت سے محروم نہ رکھے، میں نے گزشتہ شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ سامنے حاضر ہیں، اسی حالت میں ارشاد ہوتا ہے، ابن مسعود! میرے بعد تمہیں بہت تکلیف پہنچائی گئی، آو میرے پاس چلے آو، فرمایا خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟ بولا، ہاں، فرمایا تم میرے جنازہ میں شریک ہو کر مدینہ سے کہیں جاؤ گے۔

یہ خواب درحقیقت واقعہ ہو کر پیش آیا، چند ہی دنوں کے بعد اس طرح بیمار ہوئے کہ لوگوں کو ان کی زندگی سے مایوسی ہوگئی، امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چونکہ ایک گونہ شکر رنجی تھی اور انہوں نے دو برس سے ان کا مقررہ وظیفہ مطلقاً بند کر دیا تھا، اس لیے وہ اس آخری لمحہ حیات میں عفوخواہی وعیادت کے لیے تشریف لائے اور اس طرح گفتگو شروع کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ : آپ کو کس مرض کی شکایت ہے؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: اپنے گناہوں کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ : آپ کیا چاہتے ہیں؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: خدا کی رحمت۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ : آپ کے لیے طبیب بلاؤں؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: مجھے طبیب ہی نے بیمار ڈالا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ : آپ کا وظیفہ جاری کر دوں؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: آپ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا۔

حضرت عبداللہ: کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج و دست نگر ہو جانے کا خوف ہے؟

میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہر رات سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں؛ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ مست نہ ہوگا۔ (یہ تمام تفصیل اسد الغابہ سے ماخوذ ہے)

مذکورہ بالا سوال وجواب سے بعض اصحاب سیر کو یہ غلط فہمی ہے کہ اس آخری وقت میں بھی دونوں ایک دوسرے سے صاف نہ ہوئے؛ لیکن طبقات ابن سعد کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ باہمی عفو خواہی کے صیقل نے دونوں کے آئینۂ قلب کو بالکل شفاف کر دیا تھا، محمد بن سعد نے اس واقعہ کی صحت پر خاص طور سے زور دیا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول)

وفات

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب سفر آخرت کا یقین ہوگیا تو انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنے مال واسباب اور اولاد نیز خود اپنی تجہیز وتکفین کے متعلق مختلف وصیتیں فرمائیں اور ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر پاکر ۳۲ھ میں داعیِ اجل کو لبیک کہا، مستند وصحیح روایت کے مطابق امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنازے کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علم وفضل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں ہیں جو اپنے علم وفضل کے لحاظ سے تمام دنیائے اسلام کے امام تسلیم کئے گئے ہیں، تم نے پہلے پڑھا ہے کہ وہ ایام جاہلیت میں عقبہ بن معیط کی بکریاں چراتے تھے، لیکن خدا کی قدرت معلم ربانی کی نگاہ انتخاب نے گلہ بانی کی درسگاہ سے نکال کر اپنے حلقۂ تلمذ میں داخل کر لیا اور علم وفضل کے آسمان پر مہر منیر بنا کر چمکایا۔

علم کا شوق

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ابتداء ہی سے علم کے شائق تھے، قبول اسلام کے ساتھ ہی انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تعلیم دیجئے بشارت ملی

انك غلام معلم تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔

اس شوق کا یہ اثر تھا کہ شب وروز سرچشمہ علم سے مستفیض ہوتے، خلوت، جلوت، سفر، حضر، غرض ہر موقع پر ساقیِ معرفت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، لیکن طلب صادق کی پیاس نہ بجھتی؛ یہاں تک کہ آپ جب داخل حرم نہ ہوتے تو اپنی والدہ حضرت ام عبد رضی اللہ عنہ کو بھیجتے کہ وہ خانگی زندگی کے معلومات بہم پہنچائیں۔ (مسند اعظم)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت وصحبت کا اثر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص میں شامل تھے، مسواک اٹھا کر رکھنا، جوتہ

پہنانا، سفر کے موقع پر کجاوہ کسنا اور عصا لے کر آگے چلنا آپ کی مخصوص خدمت تھی، اس ختم گذاری کے ساتھ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ہمدم وہمراز بھی تھے، (مستدرک) مخصوص صحبتوں میں شریک کئے جاتے بلا اذن تخلیہ کے موقعوں پر حاضر ہوتے اور راز کی تمام باتیں سن سکتے تھے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو حضور کے بستر مسواک اور وضو کے پانی والے معزز خطاب دے رکھا تھا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یمن سے آئے اور کچھ دنوں تک مدینہ میں رہے، ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم ان کو عرصہ تک خاندان رسالت کا ایک رکن گمان کرتے رہے، (صحیح مسلم) غرض اس خدمت گذاری اور ہر وقت کی حاضر باشی نے ان کو قدرۃ سب سے زیادہ خرمن کمال کی خوشہ چینی کا موقع دیا۔

قرآن

قرآن کریم جو اصل اصول اسلام ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے سب سے بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں کہ ستر سورتیں میں نے خاص مہبط وحی والہام صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سن کر یاد کی تھیں، (بخاری) ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں جن کی نسبت میں یہ نہ جانتا ہوں کہ کب کہاں اور کس بارہ میں اتری ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کا مجھ سے زیادہ عالم ہوتا تو میں اس کے پاس سفر کر کے جاتا، ایک دفعہ انہوں نے مجمع عام میں دعویٰ کیا کہ تمام صحابہ جانتے ہیں کہ میں قرآن کا سب سے زیادہ عالم ہوں، گو سب سے بہتر نہیں ہوں، شقیق اس جلسہ میں موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ کے حلقوں میں شریک ہوا، مگر کسی کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کا منکر نہیں پایا۔

ابوالاحوص فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے چند احباب کے ساتھ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چلنے کے قصد سے کھڑے ہوئے تو ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا، میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے زیادہ کوئی شخص قرآن کا عالم ہے، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں! یہ اس وقت بارگاہِ رسالت میں حاضر رہتے تھے جب کہ ہم لوگ غائب ہوتے تھے اور ان کو ان موقعوں میں باریاب ہونے کی اجازت تھی جب کہ ہم لوگ روک دیئے جاتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس دن سے بہت دوست رکھتا ہوں جس دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو اور سب سے پہلے ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کا نام لیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب وفات پائی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے سے کہا، کیا عبداللہ نے اپنے جیسا کسی کو چھوڑا دوسرے نے کہا نہیں وخلوت جلوت ہر موقع پر حاضر رہتے تھے جبکہ ہم لوگوں کے لیے یہ ممکن نہ تھا۔ (مسلم باب میں فضائل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس عہد نبوت کا جمع کیا ہوا ایک مصحف بھی تھا جس کو وہ نہایت عزیز رکھتے تھے، چنانچہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصحف صدیقی کے سوا تمام مصاحف کو تلف کر دینے کا حکم دیا تو انہوں نے نہایت

ناگواری کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی۔

چونکہ اس مصحف کے نقل وترتیب کی خدمت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انجام دی تھی، اس لیے وہ اکثر ان کی ناتجربہ کاری پر معترض ہوتے تھے، شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، ستر سے کچھ زیادہ سورتیں میں نے خاص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سن کر یاد کی تھیں، حالانکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت لڑکے تھے اور لڑکوں کے ساتھ کھیلتے پھرتے تھے، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) اس سے بڑھ کر ان کی قرآن دانی کی اور کیا سند ہوسکتی ہے کہ خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر لوگوں سے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سالم رضی اللہ عنہ، معاذ رضی اللہ عنہ، اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔ (بخاری باب القراء میں اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

تفسیر

قرآن مجید کی تفسیر اور مناسب موقعوں پر برجستہ آیاتِ قرآنی کی تلاوت میں خاص مہارت رکھتے تھے، ایک دفعہ یہ حدیث زیر بحث تھی کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال مارے گا قیامت کے روز خدا اس پر نہایت غضبناک ہوگا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی تصدیق میں برجستہ یہ آیت تلاوت فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ (آل عمران)

بے شک وہ لوگ جو خدا کے عہد اور اپنی قسموں کے معاوضہ میں نفع قلیل حاصل کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ (مسند و بخاری)

اسی طرح ایک دفعہ اپنے حلقہ درس میں بیان فرمارہے تھے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے، ارشاد ہوا کہ شرک، پھر قتلِ اولاد پھر آپ نے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا، اس حدیث کو بیان کرکے انہوں نے برجستہ اس آیت سے اس کی تصدیق فرمادی:

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا (الفرقان) (مسند احمد)

جو لوگ خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو نہیں پکارتے اور ناحق جان نہیں مارتے کہ اللہ نے اس کو حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو شخص ایسا کریگا وہ ان گناہوں کا خمیازہ اٹھائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیریں حدیث وتفسیر کی کتابوں میں بکثرت منقول ہیں، اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

تفسیر بالرائے سے احتراز

محض اپنی رائے وقیاس سے آیات قرآنی کی تشریح وتفسیر کرنا علمائے امت کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے، حضرت عبداللہ اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو نہایت برہم ہوتے، ایک مرتبہ کسی نے آکر کہا کہ ایک شخص مسجد میں،

يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ

کی تفسیر محض اپنی رائے سے کر رہا ہے، وہ کہتا ہے کہ "قیامت کے روز اس قدر دھواں ہوگا کہ لوگ اس میں سانس لے کر زکام یا اسی قسم کی ایک بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے، بولے دانشمندی یہ ہے کہ اگر انسان کسی امر سے واقف ہو تو بیان کرے اور اگر ناواقف ہو تو اللہ اعلم کہہ کر خاموش ہو جائے، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ قریش کی نافرمانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے باعث تمام عرب قحط کی مصیبت میں مبتلا تھا، لوگ جب آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے تو بھوک کی شدت اور ضعف و ناتوانی کے باعث زمین سے آسمان تک دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا، خدائے پاک نے اس موقع پر کفار کو متنبہ کیا کہ اس سے بھی ایک زیادہ ہولناک اور سخت انتقام کا دن آنے والا ہے، اور وہ جنگ بدر کا دن ہے۔ (مسند و بخاری)

قرات

قرات میں غیر معمولی کمال حاصل تھا، صحاح میں بکثرت ایسی روایتیں ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ قرات میں ابن ام عبد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی کی جائے، ایک مرتبہ وہ نماز میں سورہ نساء تلاوت فرما رہے تھے کہ خیر الانام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد تشریف لائے اور ان کی خوش الحانی اور با قاعدہ ترتیل سے خوش ہو کر فرمایا:

اسئل تعطه اسئل تعطه

جو کچھ سوال کرو پورا کیا جائے گا، جو کچھ سوال کرو پورا کیا جائے گا۔

پھر ارشاد ہوا کہ جو پسند کرتا ہے کہ قرآن کو اسی طرح تر و تازہ پڑھنا سیکھے، جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اس کو قراۃ ابن ام عبد کی اتباع کرنا چاہئے۔

دوسرے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس بشارت و تہنیت کے خیال سے تشریف لائے، اور پوچھا کہ رات آپ نے خدا سے کیا دعا مانگی؟ بولے میں نے کہا اے خدا! مجھے ایسا ایمان عطا کر جس کو کبھی جنبش نہ ہو، ایسی نعمت دے جو کبھی ختم نہ ہو اور خلد بریں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی رفاقت نصیب کر۔ (مسند)

وہ تلاوت قرآن کے نہایت شائق تھے اور تنہائی کے موقع میں عموماً اس سے دل بہلایا کرتے، بسا اوقات خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے قرآن کی کوئی سورت پڑھوا کر سنتے اور محظوظ ہوتے، خود کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ سورہ نساء پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر نازل ہوا اور آپ کو میں سناوں! ارشاد ہوا کیوں نہیں؛ لیکن میں دوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہوں، غرض میں نے تعمیل ارشاد کی اور جب اس آیت پر پہنچا

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا

آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ (مسند احمد و بخاری)

روایت میں خوف و احتیاط

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ نبوت میں جو مخصوص تقرب حاصل تھا اس کے لحاظ سے نہایت، وسیع معلومات

رکھتے تھے، لیکن روایت میں وہ حد درجہ محتاط تھے ابوعمر شیبانی کہتے ہیں کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت میں کامل ایک سال رہا، لیکن بہت کم قال رسول اللہ کا لفظ ان کی زبان سے سنا، ایک مرتبہ انہوں نے ایک حدیث بیان کی تو تمام جسم میں رعشہ آ گیا اور کہنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب یا اسی کے مشابہ۔ (تذکرۃ الحفاظ)

عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ تقریباً ایک سال تک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں میری آمد ورفت رہی، لیکن میں نے کبھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے کچھ بیان کرتے ہوئے نہیں سنا، ایک مرتبہ حدیث بیان کرتے ہوئے اتفاقاً ان کی زبان سے قال رسول اللہ کا فقرہ نکل گیا، تو دیکھا کہ ان کا تمام بدن تھرا اٹھا اور خوف وہراس سے عرق عرق ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول جز ثالث)

تلامذہ کو احتیاط کی ہدایت

شاگردوں کو بھی عموماً روایت حدیث میں احتیاط کی ہدایت کیا کرتے اور فرماتے کہ جب تم کوئی حدیث بیان کرو تو اس خیال کو پیش نظر رکھو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مقدس پرہیزگار اور ہدایت یاب تھے۔ (مسند احمد)

کثرت روایات کی وجہ

لیکن ان واقعات سے یہ قیاس نہ کرنا چاہئے کہ وہ مطلقاً حدیثیں روایت نہیں کرتے تھے، کیونکہ معلم دین ہونے کی حیثیت سے حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات کا پھیلانا ان کے فرائض منصبی میں داخل تھا، یہی وجہ ہے کہ خوف واحتیاط کے باوجود صحاح ومسانید میں ان سے بکثرت روایات منقول ہیں، چنانچہ آپ کے جملہ مرویات کی تعداد ہے ان میں سے بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں ان کے علاوہ بخاری میں ہیں اور مسلم میں ہیں۔ (تہذیب الکمال)

مذاکرہ حدیث کا شوق

بسا اوقات وہ مذاکرہ حدیث کے شوق میں تلامذہ واحباب کے گھر پر تشریف لے جاتے اور دیر تک عہد نبوت کا ذکر مذکور رہتا، وابصہ اسدی فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں دوپہر کے وقت اپنے گھر میں تھا کہ یکایک دروازہ سے السلام علیکم کی آواز بلند ہوئی میں نے جواب دیا باہر نکل کر دیکھا، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، میں نے کہا ابوعبدالرحمٰن! یہ ملاقات کا کون سا وقت ہے؟ بولے آج بعد مشاغل ایسے پیش آ گئے کہ دن چڑھ گیا اور اب فرصت ملی تو یہ خیال آیا کہ کسی سے باتیں کر کے عہد مقدس کی یاد تازہ کرلوں، غرض وہ بیٹھ کر حدیثیں بیان فرمانے لگے، اور دیر تک پرلطف صحبت رہی۔ (مسند احمد)

آداب روایت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حدیث روایت کرتے وقت نہایت مودب متین اور سنجیدہ بن جاتے تھے اور اس طرح نقشہ کھینچ دیتے تھے کہ گویا سامع خود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سن رہا ہے، ایک مرتبہ انہوں نے ایک طولانی حدیث بیان فرمائی جس میں قیامت، جنت اور مومنین وسبحان رب العزت کے سوال وجواب کا تذکرہ تھا، حدیث ختم

کر کے متبسم ہوئے اور فرمایا، تم پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنستا ہوں؟ لوگوں نے کہا آپ کیوں ہنستے ہیں؟ اس لیے کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح تبسم فرمایا تھا۔ (مسند احمد، عبداللہ بن مسعود)

فقہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان فاضل صحابہ رضی اللہ عنہ میں ہیں جو فقہ کے موسس اور بانی سمجھے جاتے ہیں، خصوصاً فقہ حنفی کی عمارت تمام تر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کے سنگِ اساس پر تعمیر ہوئی۔

پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تو اس کے ساتھ تعلیم دین کی خدمت بھی سپرد ہوئی تھی، اس بنا پر ان کو قدرۃ ایک حلقہ درس قائم کرنا پڑا اور عام مسلمانوں میں مسائل فقہ اور اپنے اجتہادات کی ترویج واشاعت کا نہایت کافی موقع ہاتھ آیا، اس طرح تمام خطہ عراق فقہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا پیرو ہو گیا اور ان کی درس گاہ سے بڑے بڑے اہل کمال سند فضیلت لے کر نکلے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مخصوص تلامذہ میں سے علقمہ اور اسود نے فقہ میں خاص شہرت حاصل کی، پھر ان کے بعد ابراہیم نخعی نے کوفہ کی فقہ کو بہت کچھ وسعت دی، یہاں تک کہ ان کو فقیہ العراق کا لقب ملا۔

اصول فقہ

قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس فقہ اسلامی کی عمارت کے چار ستون ہیں اور یہی اصول فقہ کے موضوع فن بھی ہیں، ان میں سے دونوں موخر الذکر کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیش آئی، کیونکہ مہبط وحی والہام کی موجودگی میں اجماع وقیاس کی ضرورت ہی کیا تھی۔

اجماع

اجماع کو عملی حیثیت سے رواج دینا گو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاص طغرائے امتیاز ہے، تاہم اصولی حیثیت سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو مستحسن قرار دیا اور فرمایا:

مارای المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن ومارا وا سیئا فھو عنداللہ سئی

جس چیز کو تمام مسلمان بہتر سمجھ لیں وہ خدا کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جس کو برا سمجھ لیں وہ خدا کے نزدیک بھی برا ہے۔

اور یہی درحقیقت اجماع کی اصلی روح ہے

قیاس

اصولِ فقہ کا چوتھا رکن قیاس ہے، جو درحقیقت قرآن پاک، حدیث نبوی اور اجماع ہی کی ایک شاخ ہے، لیکن توسیع فقہ اور نئے نئے مسائل کی گتھیوں کی سلجھانے کے لحاظ سے وہ خاص اہمیت رکھتا ہے، یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں اور نہ اس قدر احاطہ ممکن تھا، اس لیے علت مشترکہ نکال کر ان جزئیات غیر منصوصہ کو احکام منصوصہ پر قیاس کرنا فقیہ

یا مجتہد کا سب سے اہم فرض ہے اور درحقیقت یہی وہ موقع ہے جہاں اس کی قوتِ اجتہاد تفریع مسائل و استنباط احکام کا امتحان ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عملاً قیاس شرعی سے کام لے کر آیندہ نسلوں کے لیے ایک وسیع شاہراہ قائم کر دی اور ضمناً بہت سے ایسے قاعدے مقرر کر دیے جو آج ہمارے علم اصولِ فقہ کی بنیاد ہیں، ہم یہاں ان کے چند قیاسی مسائل نقل کرتے ہیں جن سے ان کی قوت استنباط کا اندازہ ہوگا۔

حج یا عمرہ کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی احرام باندھ لے اور دشمن کے سدِ راہ ہو جانے سے حج یا عمرہ کے ارکان کو پورا نہ کر سکے تو وہ صرف قربانی کا جانور بھیج کر احرام کھول دے اور آیندہ جب کبھی موقع میسر آئے اپنے ارادہ کو پورا کرے جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے غزوہ حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجبوری کو علتِ مشترکہ قرار دے کر مریض یا دوسرے مجبور اشخاص کے لیے بھی یہی حکم جاری فرماتے ہیں، چنانچہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ میں عمرہ کے لیے احرام باندھ چکا تھا کہ اتفاقاً سانپ نے کاٹ کھایا اور اب جانے کی طاقت نہیں رہی، بولے تم صرف قربانی بھیج کر احرام کھول دو اور جب ممکن ہو عمرہ ادا کرو۔ (موطا امام محمد)

اس قیاس سے ضمناً دو نہایت اہم اصول منضبط ہوتے ہیں، (ا) اشتراک علت اشتراکِ حکم کا باعث ہے۔ سبب کا خاص ہونا حکم کی تعمیم پر کچھ اثر نہیں ڈالتا۔

علم فرائض کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ میت سے جس کو زیادہ قرابت ہوگی، اس کو وراثت میں ترجیح دے جائے گی، مثلاً حقیقی بھائی کو اخیافی یا علاتی بھائی پر صرف اس لیے ترجیح ہے کہ اول الذکر کو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے قرابت ہے، برخلاف اس کے دونوں موخر الذکر میں صرف ایک ہی حیثیت پائی جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس اصول کو دوسرے قرابت داروں میں بھی پیش نظر رکھتے ہیں، مثلاً ایک میت نے زید اور بکر دو چچازاد بھائی چھوڑے اور زید اس رشتہ کے علاوہ میت کا اخیافی بھائی بھی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس صورت میں ازدیادِ قربت کی علت مرجحہ نکال کر زید کو بکر پر ترجیح دیتے ہیں، لیکن جمہور علمائے اہل سنت عصبہ ہونے کی حیثیت سے ان دونوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ (التوضیح والتسویح)

اجتہاد

مذکورہ بالا قیاسی مسائل کے علاوہ فقہ اسلامی کی بہت سی پیچیدہ گتھیاں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ناخن اجتہاد سے حل ہوئیں، آپ استنباط احکام و تفریع مسائل پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے، اور نصوص شرعیہ میں ناسخ و منسوخ، موقت و موبد کی تفریق کر کے صحیح استنباطِ حکم راہ پیدا کر لیتے تھے، مثلاً ایک دفعہ استفتاء آیا کہ ایک حاملہ عورت کے لیے جس کا شوہر مر گیا ہو، عدت کیا ہے؟ چونکہ قرآن مجید میں عدت کے متعلق مختلف احکام ہیں، سورہ بقرہ میں عام حکم ی ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (البقرة)

تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو چار مہینے دس دن تک روکے رکھیں۔

اور سورہ نساء میں خاص حاملہ عورتوں کے لیے جن کے شوہر مر گئے ہوں یہ حکم ہے۔

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق)

اور جو عورتیں حاملہ ہوں ان کی مدت یہ ہے کہ اپنا حمل وضع کریں

اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ جس میں زیادہ مدت صرف ہو وہی زمانہ عدت قرار دیا جائے، تا کہ دونوں آیتوں کا توافق پیدا ہو جائے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حاملہ عورت کے حق میں سورہ بقرہ کی آیت کو سورہ نساء کی آیت سے منسوخ قرار دے کر وضع حمل عدت قرار دی اور فرمایا کہ میں اس کے لیے مباہلہ کر سکتا ہوں کہ سورہ بقرہ، سورہ نساء کے بعد نازل ہوئی ہے۔ (التوضیح والتلویح)

یہ مسئلہ کہ جہری نمازوں میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ آج تک احناف اور دیگر فرقِ اسلامیہ کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مبحث ہے اور اس کا کسی طرح فیصلہ ہی نہیں ہونے پاتا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ بحث پیدا ہو چکی تھی، چنانچہ ایک شخص نے بطریق استفتاء اس مسئلہ کو ان کے سامنے پیش کیا انہوں نے جواب دیا۔

انصت فان فی الصلوٰۃ شغلا سیکفیك ذاك الامام (موطا امام محمد)

خاموش رہو کیونکہ نماز میں توجہ قائم نہیں رہتی امام کا پڑھنا تمہارے لیے کافی ہے۔

اس جواب میں درحقیقت حسب ذیل تین دلیلوں کی طرف اشارہ ہے جو آج بھی احناف کے لیے مخالفین کے مقابلہ میں بمنزلہ سپر ہے

وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا ۔ (الاعراف)

جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو۔

مقتدی کی قرات سے نماز میں توجہ قلب باقی نہیں رہتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا فرمان ہے "**من کان له امام فقراۃ الامام قراۃ له**"

"یعنی جو امام کے پیچھے ہو اس کے لیے امام کی قرات کافی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس فرائض کا یہ استفتاء آیا کہ ایک میت نے ورثہ میں ایک لڑکی ایک پوتی اور ایک بہن چھوڑی ہے، اس کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی انہوں نے جواب دیا کہ لڑکی اور بہن نصف کی مستحق ہیں اور پوتی محروم الارث ہے، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے جواب کے ساتھ یہی استفتاء حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا، انہوں نے فرمایا اگر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ابوموسیٰ کے قول کو ترجیح دوں تو میں گمراہ ہوں گا، بیشک لڑکی نصف پائے گی، لیکن دو ثلث پورا کرنے کے لیے ایک سدس پوتی کو بھی ملے گا اور جو باقی رہے گا وہ بہن کا حصہ ہے، (مسند احمد، بخاری) یہ جواب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا جب تک یہ بڑا عالم ہم میں موجود ہے اس وقت تک ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ آج یہی فتویٰ تمام مسلمانوں کا معمول بہ ہے۔

معاصرین فضل و کمال کے معترف تھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تبحر علمی و ملکہ اجتہاد کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ معترف تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ان کو دیکھتے تو چہرہ بشاش ہو جاتا اور فرماتے: کنیف ملیء علما (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث) (مستدرک حاکم، مناقب) ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چند کوفیوں نے ان کے تقویٰ، حسنِ خلق اور تبحر علمی کی بیحد تعریف کی، انہوں نے پوچھا کیا تم سچے دل سے کہتے ہو؟ بولے ہاں، فرمایا: تم لوگوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو کچھ تعریف کی ہے میں ان کو اس سے بھی بہتر خیال کرتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد ق)

ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر کسی کے حلق سے بیوی کا دودھ فرد ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے، انہوں نے جواب دیا کہ وہ اس پر حرام ہو جائے گی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ موجود تھے، انہوں نے روک کر کہا آپ یہ کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ رضاعت صرف دو سال تک ہے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر اعتراف فضل کے لہجہ میں لوگوں سے کہا جب تک یہ حبر یعنی عالم متجر تم میں موجود ہے مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ (موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے جو تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے تھا کہا تہبند ذرا اوپر کر کے باندھو، اس نے کہا ابن مسعود تم بھی تہ بند اوپر کرو، بولے میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، میری ٹانگیں پتلی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ردوقدح کا حال سنا تو اس شخص کو کوڑے لگوائے کہ تو نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے شخص سے منہ زوری کی۔ (اصابہ)

نامعلوم مسائل میں رائے زنی سے احتراز

ایک طرف تو ان کی قوتِ اجتہاد و جلالت شان کا یہ حال تھا، لیکن دوسری طرف حزم واحتیاط کا یہ عالم تھا کہ نامعلوم مسائل میں کبھی رائے زنی سے کام نہ لیتے اور اپنے شاگردوں کو ہمیشہ ہدایت فرمایا کرتے کہ جس چیز کو تم نہ جانتے ہو اس کی نسبت یہ نہ کہا کرو کہ میری رائے یہ ہے یا میرا خیال یہ ہے بلکہ صاف کہہ دیا کرو کہ میں نہیں جانتا۔ (اعلام الموقعین)

مسروق جو ان کے خاص تلامذہ میں ہیں بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکثر حسرت وافسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جبکہ علماء باقی نہ رہیں گے اور لوگ ایسے جاہلوں کو سردار بنالیں گے جو تمام امور کو محض اپنی عقل ورائے سے قیاس کریں گے۔ (اعلام الموقعین)

ایک مرتبہ ان کے پاس یہ استفتاء آیا کہ ایک عورت کا نکاح ہوا لیکن اس میں مہر کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا، اس کے لیے کیا حکم ہے وہ مہر دوراثت کی مستحق ہے یا نہیں؟ چونکہ ان کو اس کے متعلق کوئی واقفیت نہ تھی اس لیے لوگوں کے ضد اور اصرار کے باوجود تقریباً ایک مہینہ تک خاموش رہے، لیکن جب زیادہ مجبور کئے گئے تو بولے میرا فیصلہ یہ ہے کہ وہ مہر مثل اور وراثت کی مستحق ہے اور اس کو عدت میں بیٹھنا چاہئے، پھر فرمایا، اگر یہ صحیح ہے، تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہے، اس وقت حاضرین میں دو

صحابی حضرت جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ موجود تھے، انہوں نے اٹھ کر کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے حق میں بھی یہی فیصلہ فرمایا تھا، اس توافق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو غیر معمولی مسرت حاصل ہوئی۔ (ابوداود باب فیمن تزوج ولم یسم صداقھا)

فتویٰ سے رجوع کرنا

اگر وہ کبھی کوئی فتویٰ دیتے اور بعد کو اس کے خلاف ثابت ہو جاتا تو فوراً اس سے رجوع کر لیتے، ایک مرتبہ کوفہ میں ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو ہاتھ نہ لگایا ہو تو اس کے بعد اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواز کا فتویٰ دیا، لیکن جب مدینہ آئے اور لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ربیبہ لڑکیوں کے سوا اور تمام صورتوں میں ناجائز ہے، چنانچہ انہوں نے کوفہ واپس آکر براہ راست مستفتی سے ملاقات کی اور اپنے فتویٰ سے رجوع کر کے فسخ نکاح کا حکم دیا۔ (موطا امام مالک)

معاصرین سے استفادہ

نامعلوم مسائل میں ان کو اپنے اہل علم معاصرین سے استفادہ کرنے میں عار نہ تھا، ایک مرتبہ انہوں نے اپنی بیوی سے ایک لونڈی خریدی اور شرط یہ قرار پائی کہ اگر وہ فروخت کی جائے تو اس کی قیمت ان کی بیوی کو ملے گی، چونکہ ان کو خود اس بیع کی تکمیل میں شک تھا، اس لیے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فتویٰ پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ بیع مشروط سے ملکیت حاصل نہیں ہوتی تم اس کے قریب نہ جاو۔ (موطا امام محمد)

امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے چھ شخص مجتہد تسلیم کئے جاتے تھے، اور وہ باہم مسائل فقیہ میں بحث ومذاکرہ کرتے رہتے تھے، علی رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک ساتھ اور عمر رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک ساتھ امام شعبی کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ، زید اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہم ایک دوسرے سے استفادہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کے مسائل باہم ملتے جلتے ہیں۔

ارباب علم کی قدرشناسی

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اربابِ علم وفضل کی نہایت عزت کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت ان کا قول تھا کہ، اگر تمام عرب کا علم ایک پلہ میں رکھا جائے اور عمر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے پلہ میں تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلہ بھاری رہے گا، وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک گھڑی بیٹھنا میں سال بھر کی عبادت سے بہتر جانتا ہوں۔

(استیعاب تذکرہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نسبت فرمایا کرتے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما بہترین ترجمان قرآن ہیں، اگر وہ عہد رسالت میں ہم لوگوں کا سن پاتے تو کوئی ان کی برابری نہ کر سکتا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

علقمہ ان کے شاگرد تھے، انہوں نے محض اپنی ذہانت وکثرتِ معلومات کے باعث ان کے حلقہ درس میں ممتاز عزت حاصل

کر لی تھی، حضرت عبداللہ ان کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ علقمہ کے معلومات سے میرے معلومات زیادہ نہیں ہیں۔

(تہذیب التہذیب)

احترام خلافت

منصب خلافت کا نہایت ادب واحترام ملحوظ رکھتے تھے اور کبھی خلیفہ وقت کا کوئی حکم یا فعل سنت ماضیہ کے خلاف نظر آتا تو عملاً اس کی مخالفت نہ فرماتے تھے کہ اس سے امت مرحومہ میں تفریق وانتشار کا اندیشہ تھا، ایک سال حج کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں دو کے بجائے چار رکعتیں ادا کیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو متاسف ہو کر بولے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی دو ہی رکعتیں تھیں، اب یہ کیا انقلاب ہے؟ (بخاری) لیکن عملاً انہوں نے چار ہی رکعتیں پڑھیں، لوگوں نے اس پر تعجب ظاہر کیا تو بولے کہ خلافت کا احترام ضروری ہے۔ (مسند اعظم)

درس وتدریس

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں باقاعدہ حدیث، فقہ اور قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے، ان کی درس گاہ میں شاگردوں کا بڑا مجمع رہتا تھا، جن میں سے علقمہ رحمہ اللہ، اسود رحمہ اللہ، مسروق، عبیدہ حارث، قاضی شریح اور ابووائل نہایت نام آور ہوئے خاص کر علقمہ ان کی صحبت میں اس التزام سے رہے تھے اور ان کے طور وطریقہ کے اس قدر پابند تھے کہ لوگوں کا بیان تھا کہ جس نے علقمہ کو دیکھ لیا اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیا۔

شاگردوں کی ایک جماعت سفر میں بھی عموماً ہمراہ ہوتی تھی، علقمہ اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ اگر خود جانے سے مجبور ہوتے تو اپنے کسی رفیق کو ساتھ کر دیتے اور تاکید کرتے کہ ہمیشہ حاضر خدمت رہیں، عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حج کا قصد کیا علقمہ نے مجھ کو ان کے ہمراہ بھیجا اور تاکید کی کہ ہر وقت حاضر رہوں اور جو کچھ معلومات حاصل ہوں ان سے ان کو مطلع کروں۔ (مسند احمد)

ایک مرتبہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ان کے وسیع حلقہ درس کو دیکھ کر کہا ابوعبدالرحمٰن کیا آپ کی طرح آپ کے یہ نوجوان شاگرد بھی باقاعدہ قرات کر سکتے ہیں؟ بولے اگر آپ کی خواہش ہو تو کسی کو سنانے کا حکم دوں، حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے علقمہ کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے تقریباً پچاس آیتوں کی ایک سورت پڑھ کر سنائی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب کی طرف دیکھ کر کہا، کیا رائے ہے؟ انہوں نے نہایت تعریف کی۔ (بخاری)

معتقدین کا ہجوم

تلامذہ کے علاوہ معتقدین کا ایک بڑا مجمع بھی ہر وقت حاضر رہتا تھا، شقیق کا بیان ہے کہ، ہم لوگ مسجد میں بیٹھ کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مکان سے برآمد ہونے کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ (بخاری)

طارق بن شہاب کہتے ہیں ہم لوگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گرد بیٹھتے اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے، ایک

روز حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص السلام یا ابا عبدالرحمٰن کہتا ہوا تیزی کے ساتھ اس طرف سے گذرا، انہوں نے جواب دیا صدق اللہ ورسولہ یعنی خدا اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے یہ کہہ کر داخل حرم ہوئے، ہم لوگوں کو اس جواب پر سخت حیرت تھی، باہم مشورہ ہوا کہ ان کے برآمد ہونے کے بعد کون اس کے متعلق سوال کرے؟ میں نے کہا کہ میں پوچھوں گا، غرض وہ تشریف لائے اور میں نے پوچھا بولے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خاص خاص آدمیوں کو سلام کرنا، تجارت کا ترقی کرنا، اعزہ کے ساتھ بدسلوکی، جھوٹی گواہی دینا اور حق کو چھپانا، قربِ قیامت کی نشانی ہے۔ (بخاری)

قوتِ تقریر اور وعظ و پند

تقریر وخطابت میں خاص مہارت رکھتے تھے، ایجاز واختصار کے ساتھ تاثیران کی تقریر اور وعظ کی ممتاز صفت تھی، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر تقریر فرمائی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تقریر کا حکم دیا، ان دونوں نے باری باری اختصار کے ساتھ اپنا بیان ختم کیا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا، انہوں نے کھڑے ہو کر حمد ونعت کے بعد کہا۔

ایھا الناس ان اللہ ربنا و ان الاسلام دیننا و ان ھذا نبینا (واومابیدہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) رضینا مارضی اللہ لنا ورسولہ، السلام علیکم

صاحبو! بے شک خدا ہمارا مالک ہے، اسلام ہمارا مذہب ہے اور یہ (ہاتھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، خدا اور اس کے رسول نے جو کچھ ہمارے لیے پسند کیا ہے ہم نے بھی اس کو پسند کیا، السلام علیکم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اس مختصر تقریر کی نہایت تعریف کی اور فرمایا، ابن ام عبد نے سچ کہا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

حضرت عبداللہ بن مسعود اپنے مواعظ حسنہ میں عموماً توحید، نماز باجماعت اور خوف خدا کی تلقین فرماتے اور تمثیلات سے ذہن نشین کراتے تھے، مثلاً ایک وعظ میں انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے جس کے نامہ اعمال میں توحید کے سوا اور کوئی نیکی نہ تھی، مرنے کے وقت وصیت کی کہ میری لاش کو جلا کر اور چکی میں پیس کر سمندر میں ڈال دینا، لوگوں نے اس کی وصیت پوری کی، خدا نے اس کی روح سے سوال کیا تو نے اپنی لاش کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ بولا خدایا تیرے خوف اور ڈر سے، اس گذارش پر دریائے رحمت جوش میں آیا اور وہ بخشدیا گیا، (مسند احمد) اس تمثیل سے درحقیقت یہ سمجھانا تھا کہ خشیت باری تمام اعمالِ حسنہ کی روح ہے۔

کثرتِ وعظ سے احتراز

وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ وعظ و پند کی کثرت اس کے اثر کو زائل کر دیتی ہے، اس بنا پر لوگوں کے ضد واصرار کے باوجود بہت کم منبر وعظ پر تشریف لے جاتے اور جو کچھ کہنا ہوتا اس کو نہایت مختصر صاف وسادہ لیکن موثر الفاظ میں فرماتے کہ سامعین تقریر کی طوالت سے گھبرا نہ اٹھیں، ایک مرتبہ وعظ سننے کے شوق میں معتقدین کا ہجوم تھا، یزید بن معاویہ نخعی نے ان کو خبر دی، لیکن وہ بہت دیر کے بعد گھر سے برآمد ہوئے اور فرمایا، صاحبو! مجھے معلوم تھا کہ آپ دیر سے میرا انتظار کر رہے ہیں، لیکن میں اس ڈر سے باہر نہیں آیا

کہ کثرتِ بیان آپ کو تھکا دے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی تکلیف کے خیال سے کئی کئی دن ناغہ دے کر وعظ فرماتے تھے۔ (مسند احمد)

یوں تو ان کا دولت کدہ ہر وقت طالبان علم کا مرجع رہتا تھا، لیکن طلوع آفتاب کے بعد کے وقت مسئلہ مسائل کے لیے مخصوص تھا، ابووائل بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن فجر کی نماز کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہ اس وقت تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے، طلوع آفتاب کے بعد ایک شخص نے پوچھا میں نے رات نماز میں پوری مفصل پڑھیں، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھی ہوں گی، ہم نے قرائن کی تلاوت سنی ہے اور مجھے وہ قرائن یاد ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، پڑھا کرتے تھے، آپ دس مفصل اور دو سورتیں آل عم کی پڑھتے تھے۔

(مسلم، مطبوعہ مصر اس حدیث میں اور واقعات بھی ہیں، مگر ان کا تعلیم سے تعلق نہیں ہے اس لیے ہم نے حذف کر دیئے)

اخلاق

سنت نبوی کی پیروی کے شوق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اخلاق وطرز معاشرت میں ایک گونہ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم ومحامد کی جھلک پیدا کر دی تھی، عبدالرحمن بن یزید کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، آپ ہم کو کسی ایسے شخص کا پتہ دیجئے جو خلق وہدایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے قریب تر ہوتا کہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں، بولے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی ہدایت، حسن خلق اور طور طریقے کے پابند تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں مین سے جو لوگ موجود ہیں وہ جانتے ہیں کہ بارگاہِ نبوت میں تقرب کے لحاظ سے ابن ام عبد کا درجہ سب سے بلند ہے۔ (جامع ترندی مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے چند دیرینہ احباب ان سے ملنے آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امتحاناً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت ان کے خیالات دریافت کئے، سب نے بالاتفاق تعریف کی اور کہا امیر المومنین! ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ متقی پرہیزگار، خلیق، نرم دل اور بہتر ہم نشین نہیں دیکھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میرا بھی یہی خیال ہے، بلکہ تم نے جو کچھ تعریف کی میں ان کو اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں، انہوں نے قرآن پڑھا، حلال کو حلال اور حرام کو حرام کیا وہ دین کے فقیہ اور سنت کے عالم تھے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنے ایک دوست ابوعمیر سے ملنے گئے، اتفاق سے وہ موجود نہ تھے انہوں نے ان کی بیوی کو سلام کہلا بھیجا اور پینے کے لیے پانی مانگا، گھر میں پانی موجود نہ تھا، ایک لونڈی کسی ہمسایہ کے یہاں سے لانے گئی اور دیر تک واپس نہ آئی، ابوعمیر کی بیوی نے غضبناک ہو کر اس کو سخت وسست کہا اور اس پر لعنت بھیجی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر تشنہ لب واپس چلے آئے دوسرے روز ابوعمیر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس قدر جلد بازی کے ساتھ واپس چلے آنے کی وجہ پوچھی بولے خادمہ نے جب پانی لانے میں دیر کی تو تمہاری بیوی نے اس پر لعنت بھیجی، چونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس پر لعنت بھیجی جاتی ہے اگر وہ بے قصور ہوتا ہے تو بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے، میں نے خیال کیا کہ خادمہ اگر معذور ہوئی تو

بے وجہ میں اس لعنت کے واپس آنے کا باعث ہوں گا۔ (بخاری)

ایک بار انہوں نے ایک شخص سے ایک لونڈی خریدی؛ لیکن قیمت بے باق ہونے سے پہلے بائع مفقود الخبر ہو گیا حضرت عبداللہ نے ایک سال تک اس کو تلاش کیا؛ مگر کچھ پتہ نے چلا بالآخر مایوس ہو کر ایک ایک دو دو درہم کر کے اس کی طرف سے صدقہ کر دیا اور فرمایا اگر وہ واپس آئے گا تو قیمت ادا کروں گا اور یہ صدقہ میری طرف سے ہوگا۔

تمیم بن حرام فرماتے ہیں کہ مجھ کو اکثر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہے، لیکن میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو دنیا سے بے نیاز اور آخرت کا طالب نہ دیکھا، (اصابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو برس تک ان کا وظیفہ بند کر دیا تھا، وفات کے وقت انہوں نے ان کی اولاد کے لیے جاری کر دینا چاہا؛ لیکن حضرت عبداللہ نے نہایت بے نیازی کے ساتھ انکار کر دیا، بولے، کیا آپ کو میری اولاد کے محتاج و دست نگر ہو جانے کا اندیشہ ہے؟ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مہمان نوازی کا نہایت شوق تھا، انہوں نے کوفہ میں موضع الرمادہ کا مکان مخصوص طور سے مہمانوں کے لیے خالی کر دیا تھا۔ (تاریخ طبری میں)

مذہبی زندگی

عبید اللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رات کے وقت جب کہ تمام دنیا محو راحت ہوتی تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ کر صبح تک آہستہ آہستہ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، (اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی تمام طاق راتیں شب قدر کی تلاش میں بسر ہوتی تھیں، ابوعقرب کہتے ہیں کہ میں رمضان میں ایک روز علی الصبح ان کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے فرما رہے ہیں، خدا اور اس کے رسول نے سچ کہا میں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا تھا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاع نہیں ہوتی؛ چنانچہ آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ (مسند احمد)

سارا گھر صبح سویرے بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا، خود صبح صادق سے طلوع آفتاب تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے۔

ابو وائل راوی ہیں کہ ایک دن ہم لوگ صبح کی نماز پڑھ کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے دروازہ پر کھڑے ہو کر سلام کیا، اندر آنے کی اجازت ملی؛ لیکن ہم لوگ تھوڑی دیر دروازے پر ٹھہرے رہے کہ اتنے میں لونڈی نے آ کر کہا آتے کیوں نہیں، ہم لوگ گھر میں گئے تو وہ بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے، کہا اجازت ملنے کے بعد تم لوگوں کو اندر آنے سے کس نے روکا تھا؟ ہم لوگوں نے کہا کسی نے نہیں، خیال ہوا ممکن ہے بعض اہل بیت سو رہے ہوں، کہا ابن ام عبد کی اولاد پر تم نے غفلت کا گمان کیا، اس کے بعد پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے، جب سمجھے کہ آفتاب نکل چکا تو لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا؟ اس نے جا کر دیکھا تو ابھی طلوع نہ

ہوا تھا، پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا، اس نے جا کے دیکھا تو طلوع ہو چکا تھا تو پھر یہ دعا پڑھی، اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو آج کے دن معاف کر دیا، مہدی راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ بھی کہا تھا اور ہمارے گناہوں کے بدلے میں ہم کو ہلاک نہیں کیا۔ (مسلم باب ترتیل القراۃ واجتناب الہذ)

نمازیں نہایت کثرت سے پڑھتے تھے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل خیر کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا، میں نے کہا پھر کیا ہے؟ فرمایا والدین کے ساتھ نیکوکاری، میں نے کہا پھر؟ حکم ہوا، راہ خدا میں جہاد کرنا، اس کے بعد خاموش ہو گیا، ہاں اگر میں اپنا سوال آگے بڑھاتا تو آپ اس پر کچھ اور اضافہ فرماتے، (بخاری) غرض اس ارشاد کے مطابق وہ فرائض ٹھیک وقت پر ادا کرتے تھے، ایک مرتبہ ولید بن عقبہ والی کوفہ کو پہنچنے میں دیر ہو گئی، حضرت عبداللہ نے بغیر توقف وانتظار کے نماز پڑھا دی، ولید نے برہم ہو کر کہلا بھیجا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ کیا امیر المومنین کا کوئی حکم ہے یا اپنی ایجاد؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہ تو امیر المومنین کا حکم ہے اور نہ اپنی ایجاد، البتہ خدا کو یہ ناپسند ہے کہ تم اپنے مشاغل میں مصروف رہو اور لوگ نماز میں تمہارے منتظر رہیں۔ (مسند احمد)

رمضان کے علاوہ ہفتہ میں دو دن دوشنبہ اور جمعرات عموماً روزوں کے لیے مخصوص تھے، عاشورے کا روزہ بھی پابندی کے ساتھ رکھتے تھے، باوجود اس کے عبدالرحمن ابن یزید کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی فقیہ کو اس قدر کم روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، چنانچہ ایک دفعہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ روزے کیوں نہیں رکھتے؟ بولے میں روزہ پر نماز کو ترجیح دیتا ہوں اگر روزے رکھوں گا تو ضعف کے باعث نماز نہ ہو سکے گی۔ (طبقات ابن سعد، قسم اول)

خانگی زندگی

بیوی بچوں سے محبت رکھتے تھے، گھر میں داخل ہوتے تو باہر ہی سے کھکھارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے، تاکہ گھر کے لوگ باخبر ہو جائیں، ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک روز عبداللہ رضی اللہ عنہ کھکھارتے ہوئے اندر آئے، اس وقت ایک بڈھی عورت مجھے تعویذ پہنا رہی تھی، میں نے ان کے ڈر سے اس کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا، عبداللہ آ کر میرے پاس بیٹھ گئے، اور گلے کی طرف دیکھ کر پوچھا، یہ دھاگہ کیسا ہے؟ میں نے کہا تعویذ ہے، انہوں نے اس کو توڑ کر پھینک دیا اور کہا عبداللہ کا خاندان شرک سے بری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ تعویذ اور گنڈے شرک میں داخل ہیں، میں نے کہا، آپ یہ کیا فرماتے ہیں میری آنکھیں جوش کر آتی تھیں تو میں فلاں یہودی سے تعویذ لینے جایا کرتی تھی اور اس کے تعویذ سے سکون ہو جاتا تھا، بولے یہ سب عمل شیطانی ہے تمہارے لیے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا کافی ہے۔

أَذْهِبَ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ۔

(مسند احمد وابوداود)

خوف دور کر اے پروردگار شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا نہیں، وہ شفا ایسی ہے جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی۔

پوشاک نہایت سادہ پہنتے تھے، ہاتھ میں ایک آہنی انگوٹھی رہتی تھی، (طبقات) جو غالباً مہر وغیرہ کے کام آتی ہوگی، غذا بھی پر تکلف نہ تھی، کھانے کے بعد عموماً نبیذ (چھوہاروں کا شربت) استعمال فرماتے تھے، ایک مرتبہ علقمہ نے ان سے کہا خدا آپ پر رحم کرے، آپ تمام امت کے مقتدا اور پیشوا ہو کر نبیذ پیتے ہیں، بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیذ پیتے ہوئے دیکھا تھا، اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتا تو استعمال نہ کرتا۔ (مسند اعظم)

وظیفہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے بیت المال سے پانچ ہزار درہم کا سالانہ وظیفہ مقرر تھا جو ان کی وفات سے دو برس پہلے خلیفہ ثالث کے حکم سے بند کر دیا گیا تھا، لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سفارش کر کے ان کی اولاد کے لیے جاری کرا دیا، اس طرح ان کے پسماندوں کو ایک مشت دس یا پندرہ ہزار درہم مل گئے، اس کے علاوہ انہوں نے تقریباً ۹۰۰۰۰ ہزار درہم نقد چھوڑے۔

(طبقات ابن سعد، قسم اول)

حلیہ

حلیہ یہ تھا، جسم لاغر، قد کوتاہ، رنگ گندم گوں اور سر تا کانوں تک نہایت نرم و خوبصورت زلف، حضرت عبداللہ اس کو اس طرح سنوارتے تھے کہ ایک بال بھی بکھرنے نہیں پاتا تھا۔

ٹانگیں نہایت پتلی تھیں، حضرت عبداللہ ہمیشہ ان کو چھپائے رکھتے تھے ایک مرتبہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے لیے مسواک توڑنے کے خیال سے پیلو کے درخت پر چڑھے تو ان کی پتلی ٹانگیں دیکھ کر لوگوں کو بے اختیار ہنسی آ گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا، تم ان کی پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہو؛ حالانکہ یہ قیامت کے روز میزان عدل میں کوہِ احد سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی۔

(طبقات ابن سعد، صفحہ ۱۱۰)

بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 61: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

257- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَّعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◇◇ ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا کی ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک غلام موجود تھے اس غلام نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر انہیں یہ بات بتائی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُنہیں رہنے دو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

258- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِي اَمِيْرِ

حدیث 257: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3554' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 4571

اَلْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاوِیَةَ فَاِنَّهٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اِنَّهٗ فَقِیْهٌ

✧✧ ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کیونکہ وہ وتر کی صرف ایک رکعت ادا کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: وہ ٹھیک کرتے ہیں کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔

259- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانَ عَنْ مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاهُ یُصَلِّیْهَا وَلَقَدْ نَهٰی عَنْهُمَا یَعْنِی الرَّكْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ

✧✧ حمران بن ابان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، تم لوگ یہ نماز ادا کر رہے ہو' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں لیکن ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس نماز سے منع کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' اس سے مراد عصر کے بعد والی دو رکعات ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب

معاویہ رضی اللہ عنہ نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام ابوسفیان تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، معاویہ بن صخر ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی، ماں کا نام ہندہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی قرشیہ امویہ، اس طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ پانچویں پشت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

خاندانی حالات اور اسلام

ان کا خاندان بنوامیہ زمانہ جاہلیت سے قریش میں معزز ممتاز چلا آتا تھا، ان کے والد ابوسفیان قریش کے قومی نظام میں عقاب یعنی علمبرداری کے عہدہ پر ممتاز تھے، ابوسفیان آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور مسلمانوں کی ایذارسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں کوئی امکانی کوشش باقی نہیں رکھی، اس زمانہ میں اسلام کے خلاف جس قدر تحریکیں ہوئیں، ان سب میں علانیہ یا درپردہ ان کا ہاتھ ضرور ہوتا تھا، فتح مکہ کے دن ابوسفیان اور معاویہ دونوں مشرف باسلام ہوئے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں دولتِ اسلام سے بہرور ہو چکے تھے، لیکن باپ کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا، لیکن یہ روایت مسلمہ روایت کے بالکل خلاف ہے اور اس کی تائید میں اور کوئی شہادت نہیں ملتی اسی لئے ناقابل اعتبار ہے تاہم اس قدر یقینی ہے کہ ابوسفیان کی اسلام سے دشمنی کے باوجود معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں سے کوئی خاص عناد نہ تھا؛ چنانچہ ان کے اسلام لانے سے پہلے بدر اور احد وغیرہ بڑے بڑے معرکے ہوئے مگر ان میں سے کسی میں

حدیث259: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:562' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:16954' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:4168

مشرکین کے ساتھ معاویہ کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا۔

اثار نبوی سے برکت اندوزی

امیر کے پاس آثار نبوی میں ایک کرتہ ناخن اور موئے مبارک تھے، زندگی بھر برکت کے لئے اس کو حرز جان بنائے رہے مرتے وقت وصیت کرتے گئے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتہ مرحمت فرمایا تھا وہ اسی دن کے لئے محفوظ رکھا ہے اور ناخن اور موئے مبارک شیشہ میں محفوظ ہیں اس کرتہ میں مجھے کفنانا اور ناخن اور موئے مبارک آنکھوں اور منہ کے اندر بھر دینا شاید خدا اس کی برکت سے مغفرت فرمائے۔ (استیعاب)

حضرت زہیر رضی اللہ عنہ بن کعب کو نعتیہ قصیدہ کے صلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رداء مبارک مرحمت فرمائی تھی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بیش قرار رقم دیکر ان سے خرید لیا تھا، یہی چادر بعد میں تمام خلفاء کے پاس منتقل ہوتی رہی جس کو وہ عیدین میں اوڑھ کر نکلتے تھے۔ (اصابہ تذکرہ زہیر رضی اللہ عنہ بن کعب)

بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

باب 62: سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی سردار ہیں۔

260- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّي فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِي

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: فاطمہ رضی اللہ عنہا میری جان کا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

فاطمہ رضی اللہ عنہا نام، زہرا لقب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں، سنہ ولادت میں اختلاف ہے، ایک روایت ہے کہ سنہ ۱/ بعثت میں پیدا ہوئیں، ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد قبل نبوت پیدا ہوئی، آپ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی، اس بناپر بعضوں نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ سنہ ۱/ بعثت کے آغاز میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی ہونگی اور چونکہ دونوں کی مدت میں بہت کم فاصلہ ہے، اس

حدیث260: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3510' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث: 32269

لیے یہ اختلاف روایت ہوگیا ہوگا، ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ برس پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر جب ہو رہی تھی، پیدا ہوئیں، بعض روایتوں میں ہے کہ نبوت سے تقریباً ایک سال پیشتر پیدا ہوئیں۔

نکاح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب مشہور روایت کے مطابق ۱۸ سال اور اگر سنہ ابعثت کو ان کا سالِ ولادت تسلیم کیا جائے تو پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینہ کی ہوئیں تو ذی الحجہ سنہ ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہوگا؛ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرات کی ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا؛ بلکہ وہی الفاظ فرمائے؛ لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حال میں روایت کی ہیں؛ لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں، یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟ بولے کچھ نہیں، آپ نے فرمایا اور وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی؟ (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی) عرض کی وہ تو موجود ہے، آپ نے فرمایا: بس وہ کافی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اس کو ۴۸۰ درہم پر فروخت کیا اور قیمت لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں۔

زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کا سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نذر کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں، حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے، جن میں سے وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کر چکے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان ہی سے کوئی مکان دلوا دیجئے، آپ نے فرمایا کہ کہاں تک، اب ان سے کہتے شرم آتی ہے، حارثہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپ کا ہے، خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے؛ غرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس میں چلی گئیں، شہنشاہِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کو جو جہیز دیا وہ بان کی چار پائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نئے گھر میں گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا؛ پھر اندر آئے، ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور

بازوں پر پانی چھڑکا؛ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں، ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ (یہ تمام تفصیل صحیح بخاری۔ طبقات ابن سعد)

داغِ بے پدری

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۲۸ سال کی تھی کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں اور اب صرف وہی باقی رہ گئی تھیں، اس لیے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ ہوا، وفات سے پہلے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا، تشریف لائیں تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں، وہ رونے لگیں؛ پھر بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنس پڑیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو کہا، پہلی دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا، جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تمہیں مجھ سے آکر ملوگی تو ہنسنے لگی۔ (صحیح بخاری)

وفات سے پہلے جب بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر بولیں: وَاكَرْبَ أَبَاهُ ہائے میرے باپ کی بے چینی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔

(بخاری، كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ، حدیث نمبر: ، شاملہ، موقع الاسلام)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ جب تک زندہ رہیں کبھی تبسم نہیں فرمایا (اسد الغابہ) بخاری میں لکھا ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نعش مبارک کو دفن کرکے واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خاک ڈالتے اچھا معلوم ہوا؟۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، یہ تمام بزرگ میراث کے مدعی تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ایک قائم مقام موجود تھا، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائداد خالصہ جائداد تھی اور اس میں قانونِ وراثت جاری نہیں ہوسکتا تھا، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ کو اپنے اعزہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں؛ لیکن دقت یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جو متروکہ چھوڑتے ہیں وہ کل کا کل صدقہ ہوتا ہے اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس بنا پر میں اس جائداد کو کیونکر تقسیم کرسکتا ہوں؛ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اہلِ بیت جس حد تک اس سے فائدہ اُٹھاتے تھے اب بھی اٹھا سکتے ہیں، صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ اس گفتگو سے کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت قلق ہوا اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر ناراض ہوئیں کہ آخر وقت تک ان سے گفتگو نہیں کی (بخاری شریف) طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بعد کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگئی تھیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کو ۶ ماہ گذرے تھے کہ رمضان سنہ ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی، پوری ہوئی، یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی، اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا تھا؛ لیکن اگر دوسری روایتوں کا لحاظ کیا جائے تو اس سے مختلف ثابت ہوگا؛ چنانچہ ایک روایت میں ۲۹ سال، ایک میں ۲۴ سال اور ایک میں ۳۰ سال مذکور ہے، زرقانی نے لکھا ہے کہ پہلی روایت ۲۹ سال زیادہ صحیح ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین میں خاص جدت کی گئی، عورتوں کے جنازہ پر جو آجکل پردہ لگانے کا دستور ہے اس کی ابتدا ان ہی سے ہوئی، اس سے پیشتر عورت اور مرد سب کا جنازہ کھلا ہوا جاتا تھا؛ چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں انتہا کی حیاء وشرم تھی، اس لیے انہوں نے حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کھلے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں، اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا جگر گوشہ رسول! میں نے حبش میں ایک طریقہ دیکھا ہے، آپ کہیں تو اس کو پیش کروں، یہ کہہ کر خرمے کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہوگئی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بے حد مسرور ہوئیں کہ یہ بہترین طریقہ ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جنازہ بھی اسی طریقہ سے اُٹھایا گیا۔ (اسد الغابہ)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے متعلق بھی سخت اختلاف ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ وہ بقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئیں، ابن زبالہ نے یہی لکھا ہے اور مورخ مسعودی نے بھی اسی قسم کی تصریح کی ہے، مورخ موصوف نے سنہھ میں بقیع کی ایک قبر پر ایک کتبہ دیکھا تھا، جس میں لکھا تھا کہ یہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی قبر ہے (خلاصۃ الوفا) لیکن طبقات کی متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دارِ عقیل کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد)

ایک روایت یہ ہے کہ وہ خاص اپنے مکان میں دفن کی گئیں، اس پر ابن شیبہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر پردہ دار جنازہ کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن طبقات کی ایک روایت سے اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سلمی کے گھر میں بیمار ہوئی تھیں وہیں انتقال کیا اور وہیں ان کو غسل دیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جنازہ اٹھا کر باہر لائے اور دفن کیا (طبقات)

آج حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر متفقہ طور پر دارِ عقیل ہی میں سمجھی جاتی ہے؛ چنانچہ محمد لبیب بک تبنونی نے جو سنہھ میں خدیو مصر کے سفرِ حجاز میں ہمرکاب تھے، اپنے سفرنامہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ (الرحلۃ الحجابیہ)

اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پانچ اولادیں ہوئیں، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، محسن رضی اللہ عنہ، اُم کلثوم رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا، محسن رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں انتقال کیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ میں مشہور ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان

سب سے نہایت محبت تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل باقی رہی۔

حلیہ

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا (ترمذی) اور رفتار بھی بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تھی۔ (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی سفر میں گئے تھے واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کا گوشت پیش کیا، ان کو عذر ہوا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی ہے۔ (مسند)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں گوشت تناول فرمارہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اُٹھ کھڑے ہوئے؛ چونکہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دامن پکڑا کہ وضو کر لیجئے، ارشاد ہوا: بیٹی! وضو کی ضرورت نہیں ہے، تمام اچھے کھانے آگ ہی پر تو پکتے ہیں۔ (مسند)

فضل وکمال

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں (اصابہ) آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّى فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي۔

(بخاری، كِتَاب الْمَنَاقِبِ، بَاب مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْقَبَةِ، حدیث نمبر: ،شاملہ، موقع الإسلام)

ترجمہ: فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اس کو ناراض کریگا مجھ کو ناراض کریگا۔

ابوجہل کی لڑکی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا، بارگاہِ نبوت میں اطلاع ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا۔ (بخاری، كِتَاب النِّكَاحِ، بَاب ذَبِّ الرَّجُلِ عَنْ ابْنَتِهِ فِي الْغَيْرَةِ وَالْإِنْصَافِ، حدیث نمبر: ،شاملہ، موقع الإسلام)

ترجمہ: آل ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے؛ لیکن میں اجازت نہ دونگا اور کبھی نہ دونگا؛ البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کرسکتے ہیں، فاطمہ میرے

جسم کا ایک حصہ ہے، جس نے اس کو اذیت دی مجھ کو اذیت دی۔

إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ قَالَ حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ أَبَدًا .

(بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وعصاہ وسیفہ، حدیث نمبر: شاملہ، موقع الاسلام)

ترجمہ: اس کے بعد ابو العاص بن ربیع کا جو آپ کے داماد تھے ذکر فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کہی اس کو سچ کر کے دکھلا دیا اور جو وعدہ کیا وفا کیا اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا ہوا؛ لیکن خدا کی قسم! ایک پیغمبر اور ایک دشمنِ خدا کی بیٹیاں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔

اس کا یہ اثر ہوا کہ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی حیات تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چند مقدس خواتین میں فرمایا ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ قرار پائی ہیں؛ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ .

(ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، باب فضل خدیجۃ رضی اللہ عنہا، حدیث نمبر: شاملہ، موقع الاسلام)

ترجمہ: تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم علیہ السلام، خدیجہ رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آسیہ رضی اللہ عنہا کافی ہیں۔

زہد وورع کی یہ کیفیت تھی کہ گو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں اور اسلام میں رہبانیت کا قلع قمع بھی کر دیا گیا تھا اور فتوحات کی کثرت مدینہ میں مال وزر کے خزانے لٹا رہی تھی؛ لیکن جانتے ہو کہ اس میں جگر گوشہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کتنا حصہ تھا؟ اس کا جواب سننے سے پہلے آنکھوں کو اشکبار ہو جانا چاہیے۔

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گھٹے پڑ گئے تھے، گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو جاتے تھے، چولہے کے پاس بیٹھتے بیٹھتے کپڑے دھوئیں سے یاسہ ہو جاتے تھے؛ لیکن با ایں ہمہ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لیے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ جانِ پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔ (ابوداود)

ایک دفعہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، دیکھا انہوں نے ناداری سے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔

یوں کی ہے اہلِ بیت مطہر رضی اللہ عنہا نے زندگی یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام رضی اللہ عنہ تھا (شبلی)

صرف یہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو آرائش یا زیب وزینت کی کوئی چیز نہیں دیتے تھے: بلکہ اس قسم کی

جو چیزیں ان کو دوسرے ذرائع سے ملتی تھیں ان کو بھی ناپسند فرماتے تھے؛ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو سونے کا ہار دیا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا: کیوں فاطمہ! کیا لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بطورِ خیر مقدم کے گھر کے دروازے پر پردے لگائے اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپ حسب معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے تو اس دنیوی ساز وسامان کو دیکھ کر واپس گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا تو پردہ چاک کر دیا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال ڈالے، بچے آپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے آپ نے فرمایا: یہ میرے اہلِ بیت ہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان زخارف سے آلودہ ہوں، اس کے بدلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے کنگن خرید لاؤ۔ (یہ تمام واقعات ابوداود اور نسائی میں مذکور ہیں)

صدق وراستی میں بھی ان کا کوئی حریف نہ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَارَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّاأَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر:، شاملہ، موقع جامع الحدیث۔ الاستیعاب)

ترجمہ: میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو صاف گو نہیں دیکھا؛ البتہ ان کے والد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔

حد درجہ حیادار تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا تو شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں، اپنے جنازہ پر پردہ کرنے کی جو وصیت کی تھی وہ بھی اسی بنا پر تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت کرتی تھیں، جب وہ خورد سال تھیں اور آپ مکہ معظّمہ میں مقیم تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے نماز پڑھنے کی حالت میں ایک مرتبہ آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھ لاکر ڈال دی، قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، کسی نے جاکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی وہ اگرچہ اس وقت صرف پانچ یا چھ برس کی تھیں؛ لیکن جوشِ محبت سے دوڑی آئیں اور اوجھ ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے نہایت محبت کرتے تھے، معمول تھا کہ جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہوجاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

آپ ہمیشہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے؛ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں کبھی کبھی خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہوجاتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں صلح کرادیتے تھے، ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا آپ گھر میں تشریف لے گئے اور صفائی کرادی،

گھر سے مسرور نکلے، لوگوں نے پوچھا آپ گھر میں گئے تھے تو اور حالت تھی، اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں؟ فرمایا میں نے ان دو شخصوں میں مصالحت کرادی ہے جو مجھ کو محبوب تر ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر کچھ سختی کی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر چلیں پیچھے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شکایت کی، آپ نے فرمایا: بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہئے کہ کون شوہر اپنی بی بی کے پاس خاموش چلا آتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اب میں تمہارے خلاف مزاج کوئی بات نہ کروں گا۔

بَابُ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

باب 63: سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

261- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ اِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى مَا لَا اَرٰى تُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ ابن شہاب بیان کرتے ہیں' ابوسلمہ بیان کرتے ہیں' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا: ان پر بھی سلام ہو اللہ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوں۔ آپ اس چیز کو ملاحظہ کر لیتے ہیں جسے میں نہیں دیکھ پاتی۔ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کو دیکھ سکتے تھے۔)

262- حَدَّثَنَا اٰدَمُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ

حدیث261: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3045' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:447 اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:5232' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:2693' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:3953' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2638' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24326' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7098' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8901' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:782' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:86' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:856' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:827' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث:1480' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1627

حدیث262: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3230' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2431' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:1834' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3280' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:19541' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7114' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:7245' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:106' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:504' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث:566' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1632

النِّسَآءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَآئِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مردوں میں بہت سے کامل گزرے ہیں خواتین میں کامل صرف عمران کی صاحبزادی مریم ہیں۔ فرعون کی بیوی آسیہ ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام خواتین پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ''ثرید'' کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

263- حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَضْلُ عَآئِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام خواتین پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

264- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِالْمَجِيْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَآئِشَةَ اشْتَكَتْ فَجَآءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ تَقْدَمِيْنَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ

✧✧ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور عرض کی: اے اُم المومنین! آپ اپنے سچے پیش رو حضرات کے پاس جارہی ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

265- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عَلِىٌّ عَمَّارًا وَّالْحَسَنَ اِلَى الْكُوْفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ اِنِّىْ لَاَعْلَمُ اَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوْهُ اَوْ اِيَّاهَا

✧✧ ابووائل بیان کرتے ہیں' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا تاکہ ان لوگوں کو جنگ کے لئے تیار کریں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں یہ جانتا ہوں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں زوجہ محترمہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا ہے تم ان کی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی پیروی کرتے ہو؟ یا (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) پیروی کرتے ہو۔

حدیث263: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3250' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2446' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3887' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:3947' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3281' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2069' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:12619' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7113' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:6483' اخرجه النسائی فی سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:6692' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3670' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:260' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1978' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:60' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:1068

حدیث265: اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1646

266- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذَلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللَّهُ خَيْرًا فَوَاللَّهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انہوں نے سیّدہ اسماء سے ایک ہار ادھار لیا وہ گم ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں میں سے کچھ کو اسے ڈھونڈنے کو بھیجا۔ ان حضرات کی نماز کا وقت ہوگیا ان حضرات نے وضو کے بغیر نماز پڑھ لی جب یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس بات کی شکایت کی تو تیمم سے متعلق آیت نازل ہوگئی۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: (اے اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا) اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جگہ عطا کرے۔ اللہ کی قسم! آپ کو جب بھی کوئی مشکل پیش آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے نکلنے کا راستہ دیا اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت رکھ دی۔

267- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ فِي مَرَضِهِ جَعَلَ يَدُورُ فِي نِسَائِهِ وَيَقُولُ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا حِرْصًا عَلَى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي سَكَنَ

✧✧ ہشام اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے آپ اپنی ازواج کے گھر منتقل ہوتے تو یہ دریافت کرتے کہ کل میں کہاں ہوں گا؟ آپ کو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچنے کی خواہش تھی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب میرا مخصوص دن آیا تو آپ کو سکون ہوگیا۔

268- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ

حدیث266: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:329' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:367' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 317' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 310' اخرجه الامام مالك فی "الموطا" رقم الحدیث:120' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:746' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24344' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1709' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:261' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:299' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:969' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:131' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:966' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث:1504' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:8804' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:165

حدیث267: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1323' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:13208' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2443

حدیث268: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2435' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2441' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3879' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:3951' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 26556' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 7109' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 6728' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 8898' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11723

بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ وَاللَّهِ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَإِنَّا نُرِيدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيدُهُ عَائِشَةُ فَمُرِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْمُرَ النَّاسَ أَنْ يُهْدُوا إِلَيْهِ حَيْثُ مَا كَانَ أَوْ حَيْثُ مَا دَارَ قَالَتْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَأَعْرَضَ عَنِّي فَلَمَّا عَادَ إِلَيَّ ذَكَرْتُ لَهُ ذَاكَ فَأَعْرَضَ عَنِّي فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللَّهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا

✧✧ ہشام اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں لوگ اہتمام کے ساتھ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخصوص دن میں تحائف بھیجا کرتے تھے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میری ساتھی خواتین (دیگر ازواج مطہرات) ایک دن سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکٹھی ہوئیں اور بولیں: اللہ کی قسم! اُمّ سلمہ (رضی اللہ عنہا) لوگ اہتمام کے ساتھ تحائف سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخصوص دن میں بھیجتے ہیں ہم بھی اسی طرح بھلائی کی خواہش مند ہیں جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی خواہش مند ہیں۔

آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عرض کریں کہ وہ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ وہ آپ کی خدمت میں تحفہ بھیج دیا کریں خواہ آپ کہیں بھی کسی بھی گھر میں موجود ہوں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔

جب آپ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں نے پھر اس بات کا تذکرہ آپ سے کیا آپ نے پھر مجھے کوئی جواب نہیں دیا؟

جب تیسری مرتبہ ایسا ہوا تو میں نے اس بات کا تذکرہ آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ رحمۃ اللہ علیہا رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے کوئی تکلیف نہ دو کیونکہ اللہ کی قسم! جب مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو تم میں سے اس کے علاوہ اور کسی بیوی کے لحاف میں نازل نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

عائشہ نام، صدیقہ اور حمیرا لقب، ام عبداللہ کنیت، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، ماں کا نام زینب تھا، ام رومان کنیت تھی اور قبیلہ غنم بن مالک سے تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بعثت کے چار برس بعد شوال کے مہینہ میں پیدا ہوئیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا، جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے پرتوفگن ہوئیں، اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسلام کی ان برگزیدہ شخصیتوں میں ہیں جن کے کانوں نے کبھی کفر وشرک کی آواز نہیں سنی، خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا اُن کو مسلمان پایا۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا، وائل کی کنیت ابوالقعیس تھی، وائل کے بھائی افلح، حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے وہ ان کے سامنے آتی تھیں (بخاری) رضاعی بھائی بھی کبھی کبھی ملنے آیا کرتا تھا۔ (بخاری)

نکاح

تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں یہ شرف صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنواری بیوی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب ہوئی تھیں؛ لیکن جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد خولہ بنتِ حکیم رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اُم رومان سے کہا اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو چونکہ یہ ایک قسم کی وعدہ خلافی تھی، بولے کہ جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں؛ لیکن مطعم نے خود اس بنا پر انکار کر دیا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر میں گئیں تو گھر میں اسلام کا قدم آجائے گا بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خولہ کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کر دیا، پانچ سو درہم مہر قرار پایا، یہ سنہ ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں، یہ نکاح اسلام کی سادگی کی حقیقی تصویر تھا، عطیہ رضی اللہ عنہا اس کا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، ان کی انا آئی اور ان کو لے گئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر نکاح پڑھا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی، جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی، تب میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا، اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھا بھی دیا۔ (طبقات ابن سعد)

نکاح کے بعد مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ۳ سال تک رہا، سنہ ۱۳ نبوی میں آپ نے ہجرت کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے اور اہل وعیال کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ آئے تھے، جب مدینہ میں اطمینان ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ اُم رومان رضی اللہ عنہا، اسماء رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے آئیں، مدینہ میں آکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سخت بخار میں مبتلا ہوئیں، اشتدادِ مرض سے سر کے بال جھڑ گئے (صحیح بخاری، باب الہجرۃ) صحت ہوئی تو اُم رومان کو رسم عروسی ادا کرنے کا خیال آیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹ سال کی تھی، سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ اُم رومان نے آواز دی، ان کو اس واقعہ کی خبر تک نہ تھی، ماں کے پاس آئیں؛ انہوں نے منہ دھویا، بال درست کیئے، گھر میں لے گئیں، انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں، یہ گھر میں داخل ہوئیں تو سب نے مبارک باد دی، تھوڑی دیر کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے (صحیح بخاری، تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا و سیرۃ النبی مجلد) شوال میں نکاح ہوا تھا اور شوال ہی میں یہ رسم ادا کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے عرب کے بعض بیہودہ خیالات میں اصلاح ہوئی

(۱) عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے؛ اسی بنا پر جب خولہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے حیرت سے کہا کہ کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَنْتَ أَخٌ فِي الْإِسْلَامِ تم تو صرف مذہبی بھائی ہو

(۲) اہلِ عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے، زمانہ قدیم میں اس مہینہ میں طاعون آیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں۔

عام حالات

غزوات میں سے صرف غزوہ اُحد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (بخاری)

غزوہ مصطلق سنہ ۵ ھ کا واقعہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں، واپسی میں ان کا ہار کہیں گر گیا، پورے قافلہ کو اترنا پڑا، نماز کا وقت آیا تو پانی نہ ملا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی اور تیمم کی آیت نازل ہوئی، اس اجازت سے تمام لوگ خوش ہوئے، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آل ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم لوگوں کے لیے سرمایہ برکت ہو؛ اسی لڑائی میں واقعہ افک پیش آیا، یعنی منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگائی احادیث اور سیر کی کتابوں میں اس واقعہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے؛ لیکن جس واقعہ کی نسبت قرآن مجید میں صاف مذکور ہے کہ سننے کے ساتھ لوگوں نے یہ کیوں نہیں کہدیا کہ بالکل افترا ہے، اس کو تفصیل کے ساتھ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

سنہ ۹ ھ میں تحریم اور ایلاء وتخییر کا واقعہ پیش آیا اور واقعہ تحریم کی تفصیل حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں آئے گی؛ البتہ واقعہ ایلا کی تفصیل اس مقام پر کی جاتی ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے، دو دو مہینے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی، آئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن گو شرفِ صحبت کی برکت سے تمام ابنائے جنس سے ممتاز ہوگئی تھیں؛ تاہم بشریت بالکل معدوم نہیں ہوسکتی تھی، خصوصاً وہ دیکھتی تھیں کہ فتوحاتِ اسلام کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور غنیمت کا سرمایہ اس قدر پہنچ گیا ہے کہ اس کا ادنی حصہ بھی ان کی راحت وآرام کے لیے کافی ہوسکتا ہے، ان واقعات کا اقتضا تھا کہ ان کے صبر وقناعت کا جام لبریز ہوجاتا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ بیچ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ادھر اُدھر بیویاں بیٹھی ہیں اور توسیع نفقہ کا تقاضا ہے، دونوں اپنی صاحبزادیوں کی تنبیہ پر آمادہ ہوگئے؛ لیکن انہوں نے عرض کی کہ ہم آئندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گے۔

دیگر ازواج اپنے مطالبہ پر قائم رہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون خاطر میں یہ چیز اس قدر خلل انداز ہوئی کہ آپ نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواجِ مطہرات سے نہ ملیں گے اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں آپ گھوڑے سے گر پڑے اور ساقِ (پنڈلی) مبارک پر زخم آیا، آپ نے بالا خانے پر تنہا نشینی اختیار کی، واقعات کے قرینہ سے لوگوں نے خیال کیا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دیدی؟ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ اکبر پکار اُٹھے۔

جب ایلا کی مدت یعنی ایک مہینہ گذر چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ سے اُتر آئے، سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے وہ ایک ایک دن گنتی تھیں، بولیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ایک مہینے کے لیے عہد فرمایا تھا، ابھی تو انتیس ہی دن ہوئے ہیں، ارشاد ہوا مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے، اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی، اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو مطلع فرمادیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں، دنیا اور آخرت؛ اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دیکر عزت واحترام کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی راحت کی طلب گار ہو تو خدا نے نیکوکاروں کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے؛ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان تمام معاملات میں پیش پیش تھیں، آپ نے ان کو ارشادِ الٰہی سے مطلع فرمایا، انہوں نے کہا: میں سب کو چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں، تمام اور ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔ (صحیح بخاری۔صحیح مسلم، باب الایلاء)

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں آئے آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے پر سر ٹیک کر لیٹے تھے، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مسواک تھی، مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمٰن سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی اور خدمتِ اقدس میں پیش کی، آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فخریہ کہا کرتی تھیں کہ تمام بیویوں میں مجھی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخر وقت میں بھی میرا جھوٹا آپ نے منہ میں لگایا۔

اب وفات کا وقت قریب آرہا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو سنبھالے بیٹھی تھیں کہ دفعۃً بدن کا بوجھ معلوم ہوا، دیکھا تو آنکھیں پھٹ کر چھت سے لگ گئیں تھیں اور روحِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ قدس میں پرواز کرگئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آہستہ سے سرِ اقدس تکیہ پر رکھ دیا اور رونے لگیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابواب مناقب کا سب سے زریں باب یہ ہے کہ ان کے حجرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن بننا نصیب ہوا اور نعشِ مبارک اسی حجرہ کے ایک گوشہ میں سپردِ خاک کی گئی؛ چونکہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے خدا نے دوسری شادی ممنوع قرار دی تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسال بیوگی کی حالت میں بسر کیے، اس زمانہ میں ان کی زندگی کا مقصد وحید قرآن وحدیث کی تعلیم تھا، جس کا ذکر آئندہ آئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو برس بعد سنہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے یہ سایۂ شفقت بھی باقی نہ رہا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے؛ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس قدر دلجوئی کی وہ خود اس کو اس طرح بیان فرماتی ہیں، ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کئے (مستدرک حاکم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے دس دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وظیفہ بارہ ہزار تھا، جس کی وجہ یہ تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ میں مقیم تھیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے جا کر ان کو واقعات سے آگاہ کیا تو دعوتِ اصلاح کے لیے بصرہ گئیں اور وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ پیش آئی، جو جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے، جمل اونٹ کو کہتے ہیں چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار تھیں اور اس نے اس معرکہ میں بڑی اہمیت حاصل کی تھی اس لیے یہ جنگ بھی اسی کی نسبت سے مشہور ہوگئی، یہ جنگ اگرچہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آ گئی تھی تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا، بخاری میں ہے کہ وفات کے وقت انہوں نے وصیت کی کہ مجھے روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ بقیع میں اور ازواج کے ساتھ دفن کرنا؛ کیونکہ میں نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے (کتاب الجنائز و مستدرک حاکم) ابن سعد میں ہے کہ وہ جب یہ آیت پڑھتی تھیں وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ترجمہ: اے پیغمبر کی بیویو! اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو، تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔ (طبقات ابنِ سعد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھارہ برس اور زندہ رہیں اور یہ تمام زمانہ سکون اور خاموشی میں گذرا۔

وفات

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اخیر زمانہ خلافت تھا کہ رمضان سنہ ۵۸ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی، اس وقت ۶۷ برس کا سن تھا اور وصیت کے مطابق جنۃ البقیع میں رات کے وقت مدفون ہوئیں، قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن ابی عتیق رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے قبر میں اُتارا، اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے، اس لیے انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اولاد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ابن الاعرابی نے لکھا ہے کہ ایک ناتمام بچہ ساقط ہوا تھا، اس کا نام عبداللہ تھا اور اسی کے نام پر انہوں نے کنیت رکھی تھی؛ لیکن یہ قطعاً غلط ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے تعلق سے تھی، جن کو انہوں نے متبنیٰ بنایا تھا۔

حلیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش رو اور صاحب جمال تھیں، رنگ سرخ و سفید تھا۔

فضل و کمال

علمی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عورتوں پر نہ صرف دوسری اُمہات المومنین پر نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر بلکہ باستثناء سے چند تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر فوقیت حاصل تھی، جامع ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا .

(ترمذی، كتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا، حدیث نمبر: ،شاملہ، موقع الاسلام)

ترجمہ: ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ملے ہوں۔

امام زہری رحمہ اللہ جو سرخیل تابعین میں سے تھے، فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةَ أعلم الناس يسألها الأكابر مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں، بڑے بڑے اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

مَارَأَيْتُ أَحَدًا أَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَلَا بِفَرِيْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِحَرَامٍ وَلَا بِفِقْهٍ، وَلَا بِطب، وَلَا بِشِعْرٍ، وَلَا بِحَدِيْثِ الْعَرَبِ وَلَا بِنَسَبٍ مِن عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا .

(سبل الهدى والرشاد، فی سیرة خیر العباد، شاملہ، موقع یعسوب)

ترجمہ: قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم، عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

- امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شہادت ہے:

لَوْجمع علم الناس كلهم، ثُمَّ علم أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَانَتْ عَائِشَةَ أَوْسَعَهُمْ عِلْمًا .

(المستدرک، کتاب معرفة الصحابة رضی اللہ عنہم، ذکر الصحابیات من أزواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہن، حدیث نمبر: ،شاملہ، موقع جامع الحدیث)

ترجمہ: اگر تمام مردوں کا اور اُمہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہے اور اس حیثیت سے وہ اس قدر بلند ہیں کہ بے تکلف ان کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ لیا جاسکتا ہے، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتوے دیتی تھیں اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر انہوں نے جو دقیق اعتراضات کیے ہیں ان کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے، اس رسالہ کا نام عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشہ رضی اللہ عنہا علی الصحابہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکثرین صحابہ میں داخل ہیں، ان سے ۱۰ر حدیثیں مروی ہیں، جن میں ر حدیثوں پر شیخین نے اتفاق کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منفرداً ان سے ر حدیثیں روایت کی ہیں ر حدیثوں میں امام مسلم منفرد ہیں، بعض لوگوں کا قول ہے کہ احکامِ شرعیہ میں سے ایک چوتھائی ان سے منقول ہے، علم کلام کے متعدد مسائل ان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں؛ چنانچہ روایت

باری، علم غیب، عصمتِ انبیاء، معراج، ترتیب خلافت اور سماع موتی وغیرہ کے متعلق انہوں نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں، انصاف یہ ہے کہ ان میں ان کی دقت نظر کا پلہ بھاری نظر آتا ہے، علم اسرار الدین کے متعلق بھی ان سے بہت سے مسائل مروی ہیں؛ چنانچہ قرآن مجید کی ترتیب نزول، مدینہ میں کامیابی، اسلام کے اسباب، غسل جمعہ، نمازِ قصر کی علت، صوم عاشورہ کا سبب، حج کی حقیقت اور ہجرت کے معنی کی انہوں نے خاص تشریحیں کی ہیں، طب کے متعلق وہی عام معلومات تھیں، جو گھر کی عورتوں کو عام طور پر ہوتی ہیں؛ البتہ تاریخ عرب میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، عرب جاہلیت کے حالات ان کے رسم ورواج، ان کے انساب اور ان کی طرزِ معاشرت کے متعلق انہوں نے بعض ایسی باتیں بیان کی ہیں، جو دوسری جگہ نہیں مل سکتیں، اسلامی تاریخ کے متعلق بھی بعض اہم واقعات ان سے منقول ہیں، مثلاً آغازِ وحی کی کیفیت، ہجرت کے واقعات، واقعہ افک، نزولِ قرآن اور اس کی ترتیب، نماز کی صورتیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے حالات، غزوہ بدر، اُحد، خندق، قریظہ کے واقعات، غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف کی کیفیت، فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کے ضروری حالات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات، خلافتِ صدیقی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا دعویٰ میراث، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ملالِ خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل حالات ان ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوئے ہیں۔

ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں، ترمذی میں موسیٰ ابن طلحہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

مَارَأَيْتُ أَحَدًا أَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ ۔

(ترمذی، کِتَابُ المَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، بَابٌ مِنْ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا، حدیث نمبر: ،شاملہ، موقع الاسلام)

ترجمہ: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔

اگرچہ احادیث میں روایت بالمعنی کا عام طور پر رواج ہے اور روایت باللفظ کم اور نہایت کم ہوتی ہے تاہم جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصلی الفاظ محفوظ رہ گئے ہیں، پوری حدیث میں جان پڑگئی ہے، مثلاً آغازِ وحی کے سلسلہ میں فرماتی ہیں:

لَایَرَی رُؤْیَا اِلَّاجَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ۔ (بخاری، بَابُ بَدْءِ الْوَحْیِ، حدیث نمبر: ،شاملہ، موقع الاسلام)

ترجمہ: آپ جو خواب دیکھتے تھے سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔

آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تو جبینِ مبارک پر عرق آجاتا تھا اس کو اس طرح ادا کرتی ہیں:

مِثْلُ الْجُمَانِ ۔

ترجمہ: پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے۔ (بخاری، کِتَابُ الشَّہَادَاتِ، بَابُ تَعْدِیلِ النِّسَاءِ بَعْضِہِنَّ بَعْضًا، حدیث نمبر: ،شاملہ، موقع الاسلام)

واقعہ افک میں انہیں راتوں کو نیند نہیں آتی تھی، اس کو اس طرح بیان فرماتی ہیں:

وَلَاأَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ۔ ترجمہ: میں نے سرمہ خواب نہیں لگایا۔

(بخاری، کِتَابُ المَغَازِی، بَابُ حَدِیثِ الْإِفْکِ، حدیث نمبر: ،شاملہ، موقع الاسلام)

صحیح بخاری میں ان کے ذریعہ سے ام زرع کا جو قصہ مذکور ہے، وہ جان ادب ہے اور اہلِ ادب نے اس کی مفصل شرحیں اور حاشیے لکھے ہیں، خطابت کے لحاظ سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں

ممتاز تھیں جنگ جمل میں انہوں نے جو تقریریں کی ہیں، وہ جوش اور زور کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتیں، ایک تقریر میں فرماتی ہیں:

لوگو! خاموش، خاموش، تم پر میرا مادری حق ہے، مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے، سوا اس شخص کے جو خدا کا فرمانبردار نہیں ہے، مجھ کو کوئی الزام نہیں دے سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر سر رکھے ہوئے وفات پائی ہے، میں آپ کی محبوب ترین بیوی ہوں، خدا نے مجھ کو دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا اور میری ذات سے مومن و منافق میں تمیز ہوئی اور میرے ہی سبب سے تم پر خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا؛ پھر میرا باپ دنیا میں تیسرا مسلمان ہے اور غارِ حرا میں دو کا دوسرا تھا اور پہلا شخص تھا جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خوش ہوکر اور اس کو طوق خلافت پہنا کر وفات پائی اس کے بعد جب مذہب اسلام کی رسی ہلنی ڈلنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اس کے دونوں سرے تھام لیے، جس نے نفاق کی باگ روک دی، جس نے ارتداد کا سرچشمہ خشک کر دیا، جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی، تم لوگ اس وقت آنکھیں بند کئے غدر وفتنہ کے منتظر تھے اور شور و غوغا پر گوش برآواز تھے، اس نے شگاف کو برابر کیا، بیکار کو درست کیا، گرتوں کو سنبھالا، دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا، جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے، ان کو تھان تک پہنچا دیا، جو پیاسے تھے، ان کو گھاٹ پر لے آیا اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انہیں دوبارہ پلایا جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہلِ شرک کے لیے آتشِ جنگ مشتعل کر چکا اور تمہارے سامان کی گٹھری کو ڈوری سے باندھ چکا تو خدا نے اُسے اُٹھالیا۔

ہاں میں سوال کا نشانہ بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لے کر نکلی؟ میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے، جس کو میں پامال کرنا چاہتی ہوں جو کچھ کہہ رہی ہوں سچائی اور انصاف کے ساتھ تنبیہ اور اتمامِ حجت کے لیے۔

(عقد الفرید، باب الخطیب و ذکر واقعہ جمل)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گو شعر نہیں کہتی تھیں، تاہم شاعرانہ مذاق اس قدر عمدہ پایا تھا کہ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ جو عرب کے مسلم الثبوت شاعر تھے، ان کی خدمت میں اشعار سنانے کے لیے حاضر ہوتے تھے، امام بخاری نے ادب المفرد میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کعب بن مالک کا پورا قصیدہ یاد تھا، اس قصیدہ میں کم و بیش چالیس شعر تھے، کعب کے علاوہ ان کو دیگر جاہلی اور اسلامی شعراء کے اشعار بھی بکثرت یاد تھے، جن کو وہ مناسب موقعوں پر پڑھا کرتی تھیں؛ چنانچہ وہ احادیث کی کتابوں میں منقول ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف ان علوم کی ماہر تھیں؛ بلکہ دوسروں کو بھی ماہر بنا دیتی تھیں؛ چنانچہ ان کے دامنِ تربیت میں جو لوگ پرورش پاکر نکلے؛ اگرچہ ان کی تعداد دو سو کے قریب ہے؛ لیکن ان میں جن کو زیادہ قرب و اختصاص حاصل تھا، وہ حسب ذیل ہیں:

عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، مسروق، عمرۃ، صفیہ بنتِ شیبہ، عائشہ بنت طلحہ، معاذۃ عدویہ۔

اخلاق و عادات

اخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بلند مرتبہ رکھتی تھیں، وہ نہایت قانع تھیں، غیبت سے احتراز کرتی تھیں،

احسان کم قبول کرتیں؛ اگر چہ خود ستائی ناپسند تھی، تاہم نہایت خود دار تھیں، شجاعت اور دلیری بھی ان کا خاص جوہر تھا۔
ان کا سب سے نمایاں وصف جود و سخا تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا، ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا، اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا، لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لیے کچھ نہیں ہے، فرمایا پہلے سے کیوں نہ یاد دلایا۔ (مستدرک حاکم)

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جوان کے متبنیٰ فرزند تھے ان کی فیاضی دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئیں اور قسم کھائی کہ ان سے بات نہ کریں گی؛ چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ مدت تک معتوب رہے اور بڑی دقت سے ان کا غصہ فرو ہوا۔ (صحیح بخاری، باب مناقب قریش)
نہایت خاشع، متضرع اور عبادت گذار تھیں، چاشت کی نماز برابر پڑھتیں فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اُٹھ آئے اور مجھ کو منع کرے تب بھی میں باز نہ آؤں گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راتوں کو اُٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتی تھیں اور اس کی اس قدر پابند تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب کبھی یہ نماز قضا ہو جاتی تو نمازِ فجر سے پہلے اُٹھ کر اس کو پڑھ لیتی تھیں، رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں، ذکوان ان کا غلام امامت کرتا اور وہ مقتدی ہوتیں؛ اکثر روزے رکھا کرتی تھیں، حج کی بھی شدت سے پابند تھیں اور ہر سال اس فرض کو ادا کرتی تھیں، غلاموں پر شفقت کرتیں اور ان کو خرید کر آزاد کرتی تھیں، ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ۶۷ ہے۔ (شرح بلوغ المرام، کتاب العتق)

بَابُ مَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ (وَقَوْلُ اللّٰه) (وَالَّذِيْنَ تَبَوَّئُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِمَّا اُوْتُوْا)

باب 64: انصار کے مناقب کا بیان

(ارشاد باری تعالیٰ ہے) ''وہ لوگ جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے شہر اور ایمان کو اپنا ٹھکانہ بنایا تو یہ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔ ہجرت کر کے ان کی طرف آتے ہیں اور یہ اپنے سینے میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو انہیں دیا گیا ہے''۔

269- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَاَيْتَ اسْمَ الْاَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمَّوْنَ بِهِ اَمْ سَمَّاكُمُ اللّٰهُ قَالَ بَلْ سَمَّانَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُنَّا نَدْخُلُ عَلٰى اَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا بِمَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ وَمَشَاهِدِهِمْ وَيُقْبِلُ عَلَيَّ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَزْدِ فَيَقُوْلُ فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا

✧✧ غیلان بن جریر بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کا کیا خیال ہے؟ انصار کا نام آپ نے خود رکھا یا اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھا ہے۔
راوی بیان کرتے ہیں، جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ ہمیں انصار کے مناقب اور جنگ میں ان

حدیث269: اخرجه النسائي في "سننه الكبرى" رقم الحديث: 11231

کے کارناموں کے بارے میں بتاتے تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے میری طرف متوجہ ہوکر (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) قبیلہ ازد سے تعلق رکھنے والے شخص کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: فلاں موقع پر تمہاری قوم نے یہ کیا اور وہ کیا۔

270- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوا فَقَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُخُوْلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ''جنگ بعاث'' کے دن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے پیش خیمہ بنادیا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ) تشریف لائے تو ان کے گروہ الگ ہوچکے تھے ان کے سردار مارے جاچکے تھے کچھ زخمی ہوچکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے پیش خیمے کے طور ایسا کیا جس کے نتیجے میں یہ لوگ اسلام میں داخل ہوگئے۔

271- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَاَعْطَى قُرَيْشًا وَّاللّٰهِ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْعَجَبُ اِنَّ سُيُوْفَنَا لَتَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِ قُرَيْشٍ وَّغَنَائِمُنَا تُرَدُّ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا الْاَنْصَارَ قَالَ فَقَالَ مَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْكُمْ وَكَانُوْا لَا يَكْذِبُوْنَ فَقَالُوْا هُوَ الَّذِي بَلَغَكَ قَالَ اَوَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالْغَنَائِمِ اِلٰى بُيُوْتِهِمْ وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ لَوْ سَلَكَتِ الْاَنْصَارُ وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَهُمْ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، فتح مکہ کے موقع پر کچھ انصار نے یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو (مالِ غنیمت) میں (بہت کچھ) عطا کردیا ہے۔ اللہ کی قسم! یہ تو بڑی حیرانگی کی بات ہے کیونکہ ابھی ہماری تلوروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور ہمارا مالِ غنیمت انہیں دیا جارہا ہے اس بات کا پتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چلا آپ نے انصار کو بلایا اور فرمایا: تمہارے حوالے سے مجھ تک کیا اطلاع پہنچی ہے، انصار جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یہ بات ٹھیک ہے جو آپ تک پہنچی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں مالِ غنیمت لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کے رسول کو لے جاؤ؟ اگر انصار ایک وادی (راوی کو شک ہے یا شاید) ایک گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی (راوی کو شک ہے) یا گھاٹی میں چلوں گا۔

حدیث270: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3633' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24365

حدیث271: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:13633' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:12715' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3229

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 65: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان "اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار سے تعلق رکھنے والا ایک فرد ہوتا"

اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن زید نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

272- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ الْاَنْصَارَ سَلَكُوْا وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ فِي وَادِي الْاَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَا ظَلَمَ بِاَبِي وَاُمِّي اٰوَوْهُ وَنَصَرُوْهُ اَوْ كَلِمَةً اُخْرٰى

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' ایک روایت میں یہ منقول ہے' حضرت ابوالقاسم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: اگر انصار ایک وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار سے تعلق رکھنے والا ایک فرد ہوتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میرے ماں باپ کوئی زیادتی نہ کریں ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو جگہ دی اور آپ کی مدد کی (راوی کو شک ہے یا اس کی جگہ کوئی اور لفظ استعمال کیا)

بَابُ اِخَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

باب 66: نبی اکرم ﷺ کا مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارگی قائم کرنا

273- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ اٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ اِنِّي اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا فَاَقْسِمُ مَالِي نِصْفَيْنِ وَلِي امْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِي اُطَلِّقْهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي اَهْلِكَ وَمَالِكَ اَيْنَ سُوْقُكُمْ فَدَلُّوْهُ عَلٰى سُوْقِ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَمَا انْقَلَبَ اِلَّا وَمَعَهُ فَضْلٌ مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ثُمَّ جَآءَ يَوْمًا وَّبِهِ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ قَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ شَكَّ اِبْرَاهِيْمُ

حدیث272: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6817' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3899' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:164' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:9353' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2514' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7269' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6972' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8319' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1092' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2484' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1201' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:85' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1428' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32352
حدیث273: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1943' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:728' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1218'

✧✧ ابراہیم بن سعد اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، جب یہ لوگ مدینہ منورہ آئے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔

حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا: میں انصار میں سب سے مالدار شخص ہوں میں اپنا مال دو حصوں میں تقسیم کر لیتا ہوں میری دو بیویاں ہیں آپ کو ان میں سے جو اچھی لگے آپ مجھے بتائیں میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ پھر جب اس کی عدت گزر جائے تو آپ اس کے ساتھ شادی کر لیجئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل خانہ اور مال میں برکت عطا فرمائے آپ لوگوں کا بازار کہاں ہے۔

لوگوں نے انہیں بنوقینقاع کے بازار کے بارے میں بتایا وہ وہاں چلے گئے اور جب واپس آئے تو (سودے بازی) کے نتیجے میں گھی اور پنیر ان کے پاس تھا اگلے دن وہ بازار پھر گئے اور پھر ایک دن جب وہ آئے تو ان پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے شادی کر لی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے مہر کتنا ادا کیا ہے، انہوں نے جواب دیا: سونے کی ایک گٹھلی (راوی کو شک ہے یا پھر یہ الفاظ ہیں:) ایک گٹھلی کے وزن جتنا سونا' یہ شک ابراہیم نامی راوی کو ہے۔

274- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّاٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ عَلِمَتِ الْاَنْصَارُ اَنِّيْ مِنْ اَكْثَرِهَا مَالًا سَاَقْسِمُ مَالِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ شَطْرَيْنِ وَلِيَ امْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَاُطَلِّقُهَا حَتّٰى اِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ فَلَمْ يَرْجِعْ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى اَفْضَلَ شَيْئًا مِّنْ سَمْنٍ وَّاَقِطٍ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى جَآءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ مَا سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں (مدینہ منورہ) آئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے مالدار آدمی تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: انصار یہ جانتے ہیں کہ میں ان سب میں مالدار ہوں۔ میں اپنا مال آپ کے اور اپنے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیتا ہوں، میری دو بیویاں ہیں آپ کو ان میں سے جو اچھی لگے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت ختم ہو جائے گی تو آپ اس سے شادی کر لیں۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل خانہ میں آپ کو برکت نصیب کرے۔ (پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

حديث274: اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث:1944' اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث:5346' اخرجه النسائي في " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:8322' اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:14140' اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث:3836' اخرجه الطبراني في " معجمه الكبير" رقم الحديث:5403' اخرجه عبدالرزاق في "مصنفه" رقم الحديث:10411

بازار خرید و فروخت کے لئے چلے گئے) اس دن جب وہ واپس آئے تو ان کے پاس کچھ گھی اور پنیر تھا کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے۔ انہوں نے عرض کی: میں نے ایک انصاری خاتون کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے اسے کتنا مہر دیا؟ انہوں نے عرض کی: ایک گٹھلی کے وزن جتنا سونا (راوی کو شک ہے شاید یہ لفظ ہیں) سونے کی ایک گٹھلی دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری (ذبح کر کے ہی کرو)

275- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُوْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ النَّخْلَ قَالَ لَا قَالَ يَكْفُوْنَنَا الْمَئُوْنَةَ وَتُشْرِكُوْنَنَا فِى التَّمْرِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انصار نے عرض کی: آپ ہمارے باغات ہمارے اور ان (مہاجرین) کے درمیان تقسیم کر دیں۔ انہوں نے کہا: نہیں ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے' محنت ہم کریں گے اور پیداوار میں آپ ہمارے شریک ہوں گے تو انصار نے کہا: ٹھیک ہے ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔

بَابُ حُبِّ الْاَنْصَارِ مِنَ الْاِيْمَان

باب 67: انصار سے محبت کرنا' ایمان کا حصہ ہے

276- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَدِىُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ

✧✧ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، انصار سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق ان سے بغض رکھے گا، جو شخص ان سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھے گا۔

277- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ..

حديث275: اخرجه البخارى فى "صحيحه" رقم الحديث:2200' اخرجه النسائى فى " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:8321' اخرجه ابويعلى فى "مسنده" رقم الحديث:6310' اخرجه البخارى فى "الادب المفرد" رقم الحديث:561

حديث276: اخرجه مسلم فى "صحيحه" رقم الحديث:76' اخرجه الترمذى فى "جامعه" رقم الحديث:3900' اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث:9424' اخرجه ابن حبان فى "صحيحه" رقم الحديث:7274' اخرجه النسائى فى "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:8323' اخرجه ابويعلى فى "مسنده" رقم الحديث:1007' اخرجه الطبرانى فى " معجمه الكبير" رقم الحديث:12339' اخرجه الطيالسى فى "مسنده" رقم الحديث:2182' اخرجه الطيالسى فى "مسنده" رقم الحديث:728

حديث277: اخرجه البخارى فى "صحيحه" رقم الحديث:17' اخرجه مسلم فى "صحيحه" رقم الحديث:74' اخرجه النسائى فى "سننه" رقم الحديث:5019' اخرجه الامام احمد فى "مسنده" رقم الحديث:12338' اخرجه النسائى فى " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:8331' اخرجه ابويعلى فى "مسنده" رقم الحديث:4308

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰیَةُ الْاِیْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰیَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے بغض رکھنا منافقت کی نشانی ہے۔

انصار سے محبت رکھنے کا بیان

"انصار" کا لفظ لغوی طور پر "ناصر" یا "نصر" کی جمع ہے اور اصطلاحا اس لفظ کا اطلاق مدینہ کے ان لوگوں پر ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور جان و مال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی دراصل مدینہ میں دو قبیلے آباد تھے۔ایک کے مورث اعلی کا نام "اوس" اور دوسرے کا مورث اعلی کا نام "خزرج" تھا اوس وخزرج' دونوں بھائی تھے اور آگے چل کر ان دونوں کی نسلوں نے دو زبردست قبیلوں کی صورت اختیار کرلی۔ مدینہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی آمد سے پہلے یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے کے خلاف بھیانک مخاصمت ودشمنی رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ہجرت نبوی کے وقت تک مسلسل ایک سو بیس سال سے ان دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ وعداوت چلی آرہی تھی، لیکن جوں ہی انہوں نے اسلام وتوحید اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق قائم کیا ان کی باہمی عداوت ومخاصمت، باہمی محبت وموانست میں بدل گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قبیلوں کو "انصار" کا لقب عطا فرمایا اور اسی لقب کے ذریعہ ان قبیلوں کے لوگ ممتاز ہوئے۔ ان کے بعد ان کی اولاد، ان کی نسلوں اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کے لئے بھی یہ لقب باقی رہا۔ انصار کے فضائل ومناقب کا کوئی ٹھکانہ نہیں، اسلام میں بلندتر، شرف واعزاز ان کو حاصل ہے قرآن کریم میں ان کی تعریف مذکور ہے اور یہ عظیم تر رتبہ ان کو اس بناء پر حاصل ہوا کہ انہوں نے نہایت مخلصانہ طور پر پیغمبر اسلام کو ٹھکانا دیا۔ جان ومال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مشن کے نہایت زبردست اور موثر ومعاون بنے۔ اور چونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت کر کے تمام عرب وعجم کے دشمنان دین کی عداوت مول لی۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان کی محبت کو ایمان کی علامت اور ان کی عداوت کو کفر ونفاق کی علامت، اسی طرح ان کے تئیں کمال محبت کو کمال ایمان کا موجب اور ان کے تئیں نقصان محبت کو نقصان ایمان کا موجب قرار دیا جائے بلکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر کوئی شخص اس بناء پر ان سے عدوات رکھے کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے معاون ومددگار بنے تو وہ شخص یقینی طور پر حقیقی کافر ہے۔

بَابُ قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اَنْتُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ

باب **68**: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار سے یہ کہنا: تم میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو

278- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النِّسَآءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِيْنَ قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ عُرُسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیث278: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4885' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2508' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:12820' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7270' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:14479

مُمْثِلًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ انصاری خواتین اور بچوں کو آتے ہوئے دیکھا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) وہ لوگ شادی سے آ رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہنا تم (انصار لوگ) میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب لوگ ہو، یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

279- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَائَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا فَكَلَّمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ اِنَّكُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ مَرَّتَيْنِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک انصاری خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کے ساتھ بات چیت کی اور فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز! ہو یہ بات آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔

بَابُ اَتْبَاعِ الْاَنْصَارِ

باب 69: انصار کے متعلقین کا بیان

280- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِكُلِّ نَبِيٍّ اَتْبَاعٌ وَّاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهٖ فَنَمَيْتُ ذٰلِكَ اِلَى ابْنِ اَبِي لَيْلٰى فَقَالَ قَدْ زَعَمَ ذٰلِكَ زَيْدٌ

✧✧ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انصار نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہر نبی کے پیروکار ہوتے ہیں ہم آپ کے پیروکار ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے' وہ ہمارے متعلقین کو بھی ہم میں شامل کر دیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اس بارے میں ابن ابی لیلیٰ کو بتایا تو وہ بولے: یہ بات حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔

281- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَتِ الْاَنْصَارُ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعًا وَّاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُهٗ لِابْنِ اَبِي لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذَاكَ زَيْدٌ قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهٗ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ

✧✧ عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں' میں نے انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ابوحمزہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' انصار نے یہ بات کہی' ہر قوم کے (متعلقین) ہوتے ہیں، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم آپ کے پیروکار ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ

حدیث279: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2509' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:13737

حدیث280: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3577' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:19355' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6990' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:4977' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:675' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1444'

ہمارے متعلقین کوبھی ہم میں شامل کردے۔ نبی اکرم ﷺ نے دعا کی' اے اللہ! ان کے متعلقین کوبھی ان میں شامل کردے۔

عمرو بیان کرتے ہیں' میں نے اس بات کا تذکرہ ابن ابی لیلیٰ سے کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ بات حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہوگی۔

شعبہ نامی راوی بیان کرتے ہیں' میرا خیال ہے اس سے مراد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہیں۔

بَابُ فَضْلِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ

باب 70: انصار کے خاندانوں کی فضیلت

282- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِالْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِیْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَیْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَّا اَرَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَیْنَا فَقِیْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ وَّقَالَ عَبْدُالصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ اَبُوْ اُسَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: انصار کے خاندانوں میں سب سے بہتر بنونجار ہیں پھر بنوعبدالاشہل ہیں پھر بنوحارث بن خزرج ہیں پھر بنوساعدہ ہیں ویسے انصار کا ہر خاندان بہتر ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہے' نبی اکرم ﷺ نے دوسروں کو ہم پر فضیلت دی تو ان سے کہا گیا نبی اکرم ﷺ نے آپ لوگوں کوبھی بہت سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند میں بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ بات ہے' یہ بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔

283- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ الطَّلْحِیُّ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰی قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اُسَیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَیْرُ الْاَنْصَارِ اَوْ قَالَ خَیْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ وَبَنُو عَبْدِالْاَشْهَلِ وَبَنُو الْحَارِثِ وَبَنُو سَاعِدَةَ

✧✧ حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، انصار میں سب سے بہتر (راوی کو شک ہے یا پھر یہ الفاظ ہیں:) انصار کے سب سے بہترین خاندان بنونجار' بنوعبدالاشہل' بنوحارث بن خزرج' بنو

حدیث282: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3596' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3910' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:392' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7285' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8338' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:12888' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3650' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:579' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1355' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1197' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث:1400' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1436' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2511

ساعدہ ہیں۔

284- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ خَيْرَ دُوْرِ الْاَنْصَارِ دَارُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ بَنِي عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَلَحِقَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ اَبَا اُسَيْدٍ اَلَمْ تَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ الْاَنْصَارَ فَجَعَلَنَا اٰخِرًا فَاَدْرَكَ سَعْدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُيِّرَ دُوْرُ الْاَنْصَارِ فَجُعِلْنَا اٰخِرًا فَقَالَ اَوَلَيْسَ بِحَسْبِكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِنَ الْخِيَارِ

✧✧ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: انصار کا سب سے بہترین خاندان بنونجار کا خاندان ہے پھران کے بعد بنوعبدالاشھل ہیں پھران کے بعد بنوحارث بن خزرج ہیں اور پھر بنوساعدہ کا خاندان ہے ویسے انصار کے ہر خاندان میں بہتری ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' پھر جب ہم سعد بن عبادہ سے ملے تو ابواسید نے کہا: آپ نے اس بات کا جائزہ لیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کچھ خاندانوں کو بہتر قرار دیا ہے اور ہمیں سب سے آخر میں رکھا ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! انصار کے خاندانوں کو بہتر قرار دیتے ہوئے ہمیں سب سے آخر میں رکھا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لئے اتنا کافی نہیں ہے' تم بہتر لوگوں میں (شامل) ہو؟

شرح

اور انصار کے تمام قبیلوں میں " میں تعیم بعد تخصیص ہے۔ یعنی پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خاص خاص قبیلوں کی فضیلت کا ذکر فرمایا اور پھر مجموعی طور پر تمام ہی قبیلوں کے بارے میں فرمایا کہ انصار کے سارے ہی قبائل خیر و بھلائی کی فضیلت رکھتے ہیں۔ اور ان کے سب قبیلے دوسرے تمام اہل مدینہ سے افضل ہیں۔ عسقلانی نے لکھا ہے کہ پہلے جو "خیر" کا لفظ ہے وہ تو "افضل" کے معنی میں ہے اور دوسرا "خیر" فضل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

مطلب یہ کہ یوں تو انصار کے تمام ہی قبائل کو خیر و بھلائی حاصل ہے۔ لیکن مراتب کے اعتبار سے ان میں تفاوت ہے۔ اور علماء لکھتے ہیں کہ یہ تفاوت قبول اسلام میں سبقت کے اعتبار سے یعنی جس قبیلے نے قبول اسلام میں جس قدر سبقت کی تھی اسی قدر اس کی فضیلت بڑھی ہوئی ہے واضح ہو " دار " (یعنی گھر) سے مراد قبیلہ ہے۔ انصار کے تمام قبائل مدینہ کے اپنے الگ الگ محلوں میں رہتے تھے۔ اور جس محلہ میں جو قبیلہ رہتا تھا وہ اسی قبیلہ کی نسبت سے "دار فلاں " کے نام سے جانا جاتا تھا۔ چنانچہ اس اعتبار سے کہ "قبیلہ " کا اصل نام "بنوفلاں " کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا تھا، بہت سی روایتوں میں "بنوفلاں " کا لفظ "دار" کے بغیر ہی نقل ہوا ہے۔ اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ اقوام وقبائل اور اشخاص میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دینا اور اس افضلیت کو بیان کرنا جائز ہے، اس کا شمار غیبت میں نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ اس کی بنیاد کسی کی عداوت یا تنقیص اور خواہش نفس نہ ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِىْ عَلَى الْحَوْضِ قَالَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 71: نبی اکرم ﷺ کا انصار سے یہ فرمان ’’تم صبر کرو یہاں تک کہ تم مجھے حوض پر مل جاؤ‘‘

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

285- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِىْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِىْ اُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِىْ عَلَى الْحَوْضِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ مجھے سرکاری ذمہ داری اسی طرح دیں جیسے آپ نے فلاں صاحب کو دی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب تمہیں میرے بعد امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑے گا تو تم صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم مجھے حوض پر آ کر ملو۔

286- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِىْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِىْ وَمَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے انصار سے یہ فرمایا تھا عنقریب میرے بعد تمہارے ساتھ ترجیحی سلوک ہو گا تم صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم مجھ سے مل لو اور ہماری تمہاری ملنے کی جگہ حوض کوثر ہو گی۔

287- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ خَرَجَ مَعَهُ اِلَى الْوَلِيْدِ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ اِلٰى اَنْ يُّقْطِعَ لَهُمُ الْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا لَا اِلَّا اَنْ تُقْطِعَ لِاِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَهَا قَالَ اِمَّا لَا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِىْ فَاِنَّهُ سَيُصِيْبُكُمْ بَعْدِىْ اَثَرَةٌ

✧✧ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا جب وہ ان کے ساتھ ولید کی طرف جا رہے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا' نبی اکرم ﷺ نے انصار کو بلا کر انہیں ''بحرین'' کی کچھ زرعی اراضی دینا چاہی تو انہوں نے عرض

حدیث285: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3581' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2189' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5383' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3641' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:5933' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:16404' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3651' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:551' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1969' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث:1449' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1845

کی: نہیں اگر آپ ہمارے مہاجرین بھائیوں کو بھی اسی طرح کی اراضی دیں گے تو ہم اسے قبول کریں گے۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ نہیں لیتے تو پھر صبر کرو یہاں تک کہ تم مجھ سے ملاقات کرلو اور میرے بعد تمہارے ساتھ امتیازی سلوک اختیار کیا جائے گا۔

مناقب انصار کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں (یعنی حسی یا معنوی راستہ پر) چلیں اور انصار کسی دوسرے راستہ پر چلیں۔ یا یہ فرمایا کہ (اور انصار) کسی دوسرے پہاڑی درہ میں چلیں تو میں اسی راستہ پر یا اسی پہاڑی درہ میں چلوں جو جماعت انصار کا راستہ ہے۔ انصار تو شعار کے مانند ہیں اور دوسرے لوگ دثار کے مانند (اے انصار) تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر بلا استحقاق فضیلت دی جائے گی تو تم صبر کئے رہنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر آ کر ملو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 867)

تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا" اس سے نسب وِلادی (پیدائشی نسب ونسل) میں تبدیلی کی خواہش یا تمنا کا اظہار مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو نسب ولادی میں تبدیلی حرام ہے دوسرے یہ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب چونکہ دنیا کے تمام نسبوں اور نسلوں سے اعلی واشرف ہے اس لئے اس نسب ونسل کی نسبت چھوڑ کر کسی دوسرے نسب ونسل کی طرف نسبت کی خواہش یا تمنا کے اظہار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں یہاں نسب بلادی یعنی وطنیت وشہریت کی نسبت ضرور مراد ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہجرت کا تعلق اگر دین سے نہ ہوتا اور اس کی طرف منسوب ہونا ضروری نہ ہوتا تو میں اس بات کو پسند کرتا کہ اپنی اصل وطنی وشہری نسبت کو ترک کر کے انصار کے شہر کی طرف اپنے کو منسوب کرتا اور "مہاجر" کہلانے کی بجائے "انصار" کہلاتا۔

لیکن "ہجرت" چونکہ بجائے خود ایک بہت بڑا دینی شرف ہے اور اس کی طرف منسوب ہونا بڑی فضیلت کی بات ہے اس لئے میں اپنی اس خواہش یا تمنا کی تکمیل نہیں کر سکتا پس اس ارشاد گرامی میں اگر چہ "انصار" کا اکرام اور ان کی زبردست عزت افزائی نیز "نصرت" کی طرف منسوب ہونے کی بڑی فضیلت ہے، لیکن اس میں "ہجرت" کی افضلیت اور رتبہ مہاجرین کی برتری کی طرف بھی ارشاد ہے کیونکہ مہاجرین تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن ودیار، اپنا گھر بار اپنے اہل وعیال اور اپنے قرابتداروں کو چھوڑ دینے کی بے مثال قربانی دی۔

جب کہ انصار نے گو اللہ کے دین اور اللہ کے رسول کی مدد ونصرت اور اس راہ میں بے پناہ ایثار کی فضیلت کاملہ حاصل کی لیکن وہ بہر حال ترک وطن، ترک قبیلہ اور ترک اہل وعیال جیسی عقوبت سے دوچار نہیں ہوئے۔ لہٰذا نصرت کی فضیلت ہجرت کی بعد کی اور انصار کی فضیلت مہاجرین کے بعد کی ہے اور بعض حضرات نے اس ارشاد گرامی کی مراد یہ بیان کی ہے کہ جو چیز مجھ کو انصار سے ممتاز کرتی ہے وہ ہجرت کی فضیلت ہے۔ اگر ہجرت کا شرف اور اس کی فضیلت میرے ساتھ نہ ہوتی۔ تو پھر میں بھی انصار کے ایک فرد کی طرح ہوتا اور رتبہ میں ان کے برابر اور ان کی مثل ہوتا، اس صورت میں کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے تو تواضع اور کسر نفسی کا پہلو اختیار فرمایا اور انصار کا دل ملانے کے لئے ان کی رفعت ومنزلت ظاہر فرمائی۔ "یا یہ فرمایا کہ "یہاں روای کو

شک ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یا تو "وادیا" کا لفظ فرمایا تھا یا "شعبا" کا اصل میں "وادی" تو اس قطعہ زمین یا اس راستہ کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں یا دو ٹیلوں کے درمیان ہو جس کو عربی میں فرجہ بھی کہتے ہیں اور فارسی میں "کاواک" اور شعب اس راستہ کو کہتے ہیں جو کسی پہاڑ کے اندر ہو کر گزرتا ہے۔

حجاز میں چونکہ پہاڑ اور پہاڑیاں بہت ہیں اس لئے وادیاں اور شعب یعنی درے اور گھاٹیاں بھی کثرت سے ہیں۔ اس زمانہ میں ہوتا یہ تھا کہ کسی قافلہ یا قبیلہ کا سردار جس درے یا گھاٹی میں ہو کر گزرنا چاہتا سارا قافلہ اور سارا قبیلہ اس کے پیچھے پیچھے اسی درے یا گھاٹی میں داخل ہوتا اور پھر وہاں سے گزر کر سب اپنی منزل یا کھلے راستہ پر پہنچ جاتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کبھی ایسا ہو کہ تمام لوگ دو گرہوں میں بٹ کر کسی منزل کی طرف چلیں، ان میں سے ایک گروہ انصار پر مشتمل ہو اور دوسرا گروہ باقی لوگوں پر اور ان دونوں گروہوں کے راستے الگ الگ ہوں تو میں دوسرے گروہ کا راستہ چھوڑ کر اس راستہ پر چلوں گا جو انصار نے اختیار کیا ہوگا، اس صورت میں کہا جائے گا کہ اس ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد انصار کے تئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تعلق وارتباط اور ان پر آپ کے کمال عنایت وشفقت کا اظہار ہے۔

اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ وادی اور شعب کے جو معنی یہاں مراد ہیں وہ "مسلک" اور "رائے" کے ہیں مطلب یہ کہ کسی معاملہ میں لوگوں کے درمیان رائے اور مسلک کے اختلاف کا اظہار ہو تو میں اسی رائے اور مسلک کو اختیار کروں گا، جو انصار کا اختیار کردہ ہوگا اور انہی کی موافقت کا اظہار کروں گا۔ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ اس ارشاد گرامی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد انصار کے ساتھ حسن موافقت ومرافقت کا اظہار کرنا ہے کیونکہ انصار نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں حسن وفا اور اچھی خدمت گزاری کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی اتباع اور ان کی طرف احتیاج کا اظہار کیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو متبوع مطلق ہے اور سب آپ کے تابع ہیں۔ "شعار" اور "دثار" "شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو پہننے میں جسم اور شعر یعنی بالوں سے لگا ہو جیسے کرتا وغیرہ اور "دثار" اس کپڑے کو کہتے ہیں جو پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر رہتا ہے جیسے چادر وغیرہ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو شعار کے ساتھ اس اعتبار سے تشبیہ دی کہ صدق ایمان اور خلوص محبت کا جوہر ان میں پیوست ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ انصار میرے خاص اعتباری اور راز دار لوگ ہیں سب لوگوں میں باعتبار قدر ومنزلت کے مجھ سے بہت قریب یہی لوگ ہیں۔

دوسرے لوگوں کو تم پر بلا استحقاق فضیلت دی جائے گی "اَثَرۃً یا اُثرۃً یا اِثرۃً کے معنی ہیں حق تلفی اور بلا استحقاق دوسرے کسی شخص کو عہدہ یا منصب یا عطا میں فضیلت دینا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ میرے بعد وہ زمانہ آئے گا جب لوگ عہدہ ومنصب کی تقسیم میں اپنی ذات کو مقدم رکھیں گے اور تم پر ترجیح دینگے، امارت وحکومت پر خود فائز کریں گے اور ایسے ایسے لوگ کہ جو حقیقی مرتبہ ومنزلت کے اعتبار سے کم رتبہ ہوں گے اعلی عہدہ ومناصب حاصل کر لینے کے سبب تم سے بالاتر وافضل بن جائیں گے، چنانچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا وہ پورا ہو کر رہا، خصوصا حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بعض عمال خلافت کی طرف سے اور اموی دور حکومت میں عام طور پر انصار کی بڑی حق تلفیاں کی گئیں۔ ان کے

فضل وشرف کونظر انداز کیا گیا اور حکومت وامارت کے مناصب سے ان کومحروم رکھنے کی کوشش کی گئی۔ یا اس ارشاد گرامی سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ فتوحات میں حاصل ہونے والا مال غنیمت امراء وحکام خود بانٹ لیا کریں گے اور عطا کے مال میں تمہارے حق میں نظر انداز کر کے اپنی ذات کو یا تم سے کم تر لوگوں کو تم پر فضیلت وترجیح دیں گے۔ یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملو" یعنی حق تلفی کی صورت میں تمہیں جس دل شکستگی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا اگر تم نے اس پر صبر کیا اور تمام تر شکایات کے باوجود نہ تو حاکم وقت سے بغاوت کے مرتکب ہوئے اور نہ ملی شیرازہ بکھرنے کا سبب بنے تو اس کا اجر تم کو اس وقت ملے گا جب حشر کے دن تم حوض کوثر پر آ کر مجھ سے ملو گے، کہ میری زیارت اور وہاں کی لازوال نعمتیں تمہیں باغ باغ کر دیں گی، پس یہ ارشاد گرامی دراصل انصار کے اس صبر کے عوض ان کے لئے سرفرازی جنت کی بشارت ہے۔

منقول ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ایک دن بعض انصار کے پاس بعض مہاجرین کی شکایت لے کر آئے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی شکایت کا ازالہ نہ کر سکے۔ اس پر انصار نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ہی فرمایا تھا کہ (اے انصار) تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر بلا استحقاق ترجیح دی جائے گی (یہ سن کر) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر اس وقت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا حکم دیا تھا، انصار نے کہا صبر کرنے کا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بولے: تو پھر (شکوہ شکایت کے بجائے) تمہیں صبر ہی کرنا چاہئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اسی بات کا حکم دیا ہے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

باب 72: نبی اکرم ﷺ کا یہ دعا کرنا "اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما"۔

288- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِيَاسٍ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَقَالَ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے (دعا کی): زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے، (اے اللہ!) تو انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ منقول ہیں: انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

289- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِينَا اَبَدًا

حدیث289: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2680' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8316' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:17668' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:7123'

فَاَجَابَهُمُ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، غزوۂ خندق کے موقع پر انصار یہ رجز پڑھ رہے تھے

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر زندگی بھر جہاد کرنے کی بیعت کی ہے''۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ جواب دے رہے تھے۔

''اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے تو انصار اور مہاجرین پر اپنا کرم کر''۔

290- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ جَآئَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

✧✧ حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں پر مٹی لاد کر منتقل کر رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت کر دے''۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ)

باب 73: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وہ دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں زیادہ ضرورت ہوتی ہے

291- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰى نِسَائِهٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا اِلَّا الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضُمُّ اَوْ يُضِيفُ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَكْرِمِیْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِیْ فَقَالَ هَيِّئِیْ طَعَامَكِ وَاَصْبِحِیْ سِرَاجَكِ وَنَوِّمِیْ صِبْيَانَكِ اِذَا اَرَادُوْا عَشَاءً فَهَيَّاَتْ طَعَامَهَا وَاَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَاَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَاَطْفَاَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهٖ كَاَنَّهُمَا يَاْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

حدیث 290: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2679' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1804' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3856' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 12745' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 8313' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 13071' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 3209' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 5875' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث: 1432

حدیث 291: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4607' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 7264' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 7176' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 7591' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 6182' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث: 740' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 3272

ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ اَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اپنی ازواج کو پیغام بھیجا تو جواب ملا کہ ہمارے پاس صرف کھانے کے لئے پانی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون شخص ہے جو اسے ساتھ لے جائے گا یا شاید یہ فرمایا: اس کی مہمان نوازی کرے گا۔ ایک انصاری نے عرض کی: میں، وہ انصاری اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور بولا: اللہ کے رسول کے مہمان کی مہمان نوازی کرو! وہ عورت بولی ہمارے پاس تو صرف بچوں کے کھانے کے لئے خوراک ہے۔ وہ انصاری بولا تم کھانا لگا دو چراغ جلا دو اور بچوں کو سلا دو، جب کھانے کا وقت ہوا تو اس نے کھانا لگا دیا چراغ جلا دیا اور بچوں کو سلا دیا پھر وہ کھڑی ہوئی اور اس نے یہ ظاہر کیا' جیسے وہ چراغ کو ٹھیک کر رہی ہے۔ لیکن اس نے چراغ کو بجھا دیا وہ دونوں مہمان کے سامنے یہ دکھاوا کرتے رہے' وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں حالانکہ ان دونوں نے رات بھوکے رہ کر گزاری۔ اگلے دن صبح جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات اللہ تعالیٰ مسکرا دیا (یا شاید یہ الفاظ ہیں:) اللہ تعالیٰ کو تمہارا یہ عمل بہت پسند آیا تو اس نے یہ آیت نازل کی۔

''اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود بھی اس کی شدید ضرورت ہوتی ہے اور جس شخص کو نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا وہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔''

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ

باب 74: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ''ان (انصار) کے اچھے لوگوں (کی اچھائی) کو قبول کرو اور بروں کی (برائی) سے درگزر کرو''

292- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا شَاذَانُ اَخُوْ عَبْدَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ مَرَّ اَبُوْ بَكْرٍ وَّالْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَجَالِسِ الْاَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُوْنَ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكُمْ قَالُوْا ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى رَاْسِهٖ حَاشِيَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے وہ لوگ بیٹھے رو رہے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا: تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ وہ بولے: ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنا یاد آ رہا ہے۔ یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے اپنے

حدیث 292: اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 12887' اخرجه النسائي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 8346' اخرجه الطبراني في "معجمه الكبير" رقم الحديث: 5425

سرمبارک پر چادر کے کنارے کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔

آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اس دن کے بعد آپ کبھی منبر پر تشریف فرما نہیں ہوئے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: ''میں تمہیں انصار کے بارے میں تلقین کر رہا ہوں یہ میرے انتہائی قریبی ساتھی ہیں ان کے ذمے جو لازم تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا اور اب ان کا حق باقی رہ گیا ہے تم لوگ ان کی اچھائیوں کو قبول کرنا اور ان کی برائیوں سے درگزر کرنا''۔

293- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُتَعَطِّفًا بِهَا عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَآءُ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَتَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ اَمْرًا يَضُرُّ فِيْهِ اَحَدًا اَوْ يَنْفَعُهُ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے ایک چادر اپنے کندھوں پر اوڑھی ہوئی تھی اور سر پر ایک پٹی باندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور پھر فرمایا:

''امابعد'' اے لوگو! دوسرے لوگوں کی کثرت ہو جائے گی اور انصار تھوڑے رہ جائیں گے۔

یہاں تک کہ یہ اس طرح ہوں گے جس طرح نمک آٹے میں ہوتا ہے۔ تم میں اگر کوئی شخص حکمران بنے اور کسی کو نقصان یا نفع پہنچانے کا مالک ہو تو اسے ان کے اچھے فرد کے ساتھ اچھائی کرنی چاہئے اور برے فرد کے ساتھ درگزر سے کام لینا چاہئے۔

294- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنْصَارُ كَرِشِي وَعَيْبَتِي وَالنَّاسُ سَيَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّوْنَ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: انصار میرے قریبی ساتھی ہیں لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور یہ کم رہ جائیں گے۔ تو تم ان کے اچھے فرد کی اچھائی کو قبول کرنا اور برے فرد سے درگزر کرنا۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 75: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

295- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث293: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3429

حدیث295: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3077' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4047' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث 3847' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:157' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18690' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7036' اخرجه النسائی فی " سننه الکبری" رقم الحدیث:8221' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1731' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:710' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32320

عَنْهُ يَقُوْلُ اُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهُ يَمَسُّوْنَهَا وَيَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهِ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ خَيْرٌ مِّنْهَا اَوْ اَلْيَنُ رَوَاهُ قَتَادَةُ وَالزُّهْرِيُّ سَمِعَا اَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی حلہ پیش کیا گیا، آپ کے اصحاب اسے چھوکر دیکھتے اور اس کی نرمی کو پسند کرتے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس کی نرمی کو پسند کرتے ہو، سعد بن معاذ کے (جنت کے) رومال اس سے بہتر ہیں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) اس سے زیادہ نرم ہیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

296- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ مُسَاوِرٍ خَتَنُ اَبِيْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَّعَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ فَاِنَّ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ اهْتَزَّ السَّرِيْرُ فَقَالَ اِنَّهُ كَانَ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَيَّيْنِ ضَغَائِنُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سعد بن معاذ کے مرنے پر عرش جھوم اٹھا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

ایک شخص نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی چارپائی ہلی تھی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ان دو قبیلوں کے درمیان کچھ اختلاف تھا میں نے خود نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سعد بن معاذ کے مرنے پر رحمان کا عرش جھوم اٹھا ہے۔

297- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ

حدیث296: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2466' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3848' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:158' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11200' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7030' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4922' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8225' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1260' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:5334' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث:871' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث:1485' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32316

حدیث297: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2878' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1768' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:5215' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11184' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7026' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:5938' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11096' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1188' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2240' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:945' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث:149

اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اُنَاسًا نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ فَجَآءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا بَلَغَ قَرِیْبًا مِّنَ الْمَسْجِدِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی خَیْرِکُمْ اَوْ سَیِّدِکُمْ فَقَالَ یَا سَعْدُ اِنَّ ھٰؤُلَآءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِكَ قَالَ فَاِنِّیْ اَحْکُمُ فِیْھِمْ اَنْ تُقْتَلَ مُقَاتِلَتُھُمْ وَتُسْبٰی ذَرَارِیُّھُمْ قَالَ حَکَمْتَ بِحُکْمِ اللّٰہِ اَوْ بِحُکْمِ الْمَلِكِ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' کچھ لوگوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا ثالث مقرر کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلوایا تو وہ گدھے پر بیٹھ کر آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے میں سب سے بہتر اور اپنے سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا: اے سعد! ان لوگوں نے تمہیں ثالث مقرر کیا ہے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے: میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ جو ان میں جنگجو ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا دیا جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ دیا ہے (یا شاید یہ الفاظ ہیں:) کہ تم نے بادشاہ کی طرح فیصلہ کیا ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

نام ونسب

سعد نام، ابوعمرو کنیت، سید الاوس لقب، قبیلہ عبدالاشہل سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن معاذ بن نعمان بن امرؤ القیس بن زید بن عبدالاشہل بن حشم بن حارث بن خزرج بن بنت (عمرو) بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا، جو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری کی چچازاد بہن تھیں، قبیلہ اشہل، قبائل اوس میں شریف ترین قبیلہ تھا، اور سیادت عامہ اس میں وراثۃً چلی آتی تھی، چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے تمام مورث اپنے اپنے زمانہ میں تاج سیادت زیب سر کئے تھے۔

والد نے ایام جاہلیت ہی میں وفات پائی، والدہ موجود تھیں ہجرت سے پیشتر ایمان لائیں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں۔

اسلام

اگرچہ عقبہ اولیٰ میں یثرب کی سرزمین پر خورشید اسلام کا پرتو پڑ چکا تھا، لیکن حقیقی ضیا گستری حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کی ذات سے وابستہ تھی، چنانچہ جب وہ داعی اسلام بن کر مدینہ پہنچے تو جو کان اس صدا سے نا آشنا تھے ان کو بھی چار و ناچار اس کے سننے کے لئے تیار ہونا پڑا۔

سعد بن معاذ ابھی حالت کفر میں تھے، ان کو مصعب کی کامیابی پر سخت حیرت اور اپنی قوم کی بے وقوفی پر انتہا درجہ کا حزن وملال تھا۔ (خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ)

لیکن ایک دن ان پر بھی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا اثر پڑ گیا، اسعد بن رضی اللہ عنہ زرارہ نے جن کے مکان میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ فروکش تھے، ان سے کہا تھا کہ سعد بن معاذ مسلمان ہو جائیں گے تو دو آدمی بھی کافر نہ رہ سکیں گے، اس

لئے آپ کو ان کے مسلمان کرنے کی فکر کرنی چاہیے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، آپ بیٹھ کر سن لیجئے، ماننے نہ ماننے کا آپ کو اختیار ہے سعد نے منظور کیا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں جن کو سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کلمہ شہادت پکار اٹھے اور مسلمان ہو گئے۔

قبیلہ عبدالاشہل میں یہ خبر فوراً پھیل گئی، سعد رضی اللہ عنہ گھر گئے تو خاندان والوں نے کہا کہ اب وہ چہرہ نہیں! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوچھا میں تم میں کس درجہ کا آدمی ہوں؟ سب نے کہا سردار اور اہل فضیلت فرمایا تم جب تک مسلمان نہ ہو گے میں تم سے بات چیت نہ کروں گا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم میں جو عزت حاصل تھی اس کا یہ اثر ہوا کہ شام ہونے سے قبل تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا اور مدینہ کے درودیوار تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے۔

اشاعتِ اسلام میں یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نہایت عظیم الشان کارنامہ ہے، صحابہ میں کوئی شخص اس فخر میں انکا حریف نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بناء پر فرمایا ہے "خیر دود الانصار بنو النجار ثم بنو عبدالاشھل" یعنی انصار کے بہترین گھرانے بنونجار کے ہیں اور ان کے بعد عبدالاشہل کا درجہ ہے، سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلہ کا اسلام عقبہ اولی اور عقبہ ثانیہ کے درمیان کا واقعہ ہے۔

مسلمان ہو کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو اسعد بن رضی اللہ عنہ زرارہ کے مکان سے اپنے ہاں منتقل کر لیا۔

غزوات اور دیگر حالات

کچھ دنوں بعد عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور امیہ بن خلف کے مکان پر (جو مکہ کا مشہور رئیس اور ان کا دوست تھا) قیام کیا (امیہ مدینہ آتا تھا تو انکے ہاں ٹھہرا کرتا تھا) اور کہا کہ جس وقت حرم خالی ہو مجھے خبر کرنا، چنانچہ دوپہر کے قریب اس کے ساتھ طواف کے لئے نکلے راستہ میں ابوجہل سے ملاقات ہوئی، پوچھا یہ کون ہیں؟ امیہ نے کہا "سعد" ابوجہل نے کہا تعجب ہے کہ تم صابیوں (بے دین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں) کو پناہ دے کر اور ان کے انصار بن کر مکہ میں نہایت اطمینان سے پھر رہے ہو، اگر تم ان کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہارا گھر پہنچنا دشوار ہو جاتا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے غضب آلود لہجہ میں جواب دیا، تم مجھے روکو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ میں تمہارا مدینہ کا راستہ روک دونگا امیہ نے کہا "سعد ابوالحکم (ابوجہل) مکہ کا سردار ہے، اس کے سامنے آواز پست کرو" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، چلو ہٹو، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان تم کو قتل کریں گے، بولا کیا مکہ میں آ کر ماریں گے؟ جواب دیا اس کی خبر نہیں۔ (بخاری)

اس پیشن گوئی کے پورا ہونے کا وقت غزوہ بدر تھا کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نہایت ساز و سامان سے تیاریاں کی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر ایمان لائے، رسالت کی تصدیق کی، اس بات کا قرار کیا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں حق اور درست ہے سمع

اور طاعت پر آپ سے بیعت کی پس جو ارادہ ہو کیجئے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا اگر آپ سمندر میں کودنے کو کہیں تو ہم حاضر ہیں ہمارا ایک آدمی بھی گھر میں نہ بیٹھے گا، ہم کو لڑائی سے بالکل خوف نہیں اور انشاء اللہ میدان میں ہم صادق القول ثابت ہونگے، خدا ہماری طرف سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے،

(زرقانی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تقریر سے خوش ہوئے فوجوں کی ترتیب کا وقت آیا تو قبیلہ اوس کا جھنڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حوالہ کیا، غزوہ احد میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر پہرہ دیا تھا۔

کفار سے مقابلہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر کیا جائے، عبداللہ بن ابی بن سلول کا بھی یہی خیال تھا لیکن بعض نوجوان جن کو شوق شہادت دامن گیر تھا باہر نکل کر لڑنے پر مصر تھے؛ چونکہ کثرت رائے انہی کو حاصل تھی اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی تائید کی اور زرہ پہننے کے لئے اندر تشریف لے گئے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر چلنے کے لئے مجبور کیا ہے؛ حالانکہ آپ پر آسمان سے وحی آتی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اپنی رائے واپس لے لو اور معاملہ کو بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلوار ڈھال اور زرہ لگا کر نکلے تو تمام لوگوں کو ندامت ہوئی، عرض کیا کہ ہم کو حضور کی مخالفت منظور نہیں جو حکم ہو ہم بجالانے پر آمادہ ہیں، ارشاد ہوا کہ اب کیا ہوتا ہے؟ نبی جب ہتھیار باندھ لیتا ہے تو جنگ کا فیصلہ کر کے اتارتا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

غرض کوہ احد کے دامن میں لڑائی شروع ہوئی، اسلامی لشکر پہلے فتحیاب تھا؛ لیکن پھر تاب مقاومت نہ لا کر پیچھے ہٹا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ ثابت قدم تھے اور آپ کے ساتھ دو اصحاب دادِ شجاعت دے رہے تھے انہی میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (زرقانی)

اس غزوہ میں ان کے بھائی عمرو شہید ہوگئے۔ (طبقات)

غزوہ خندق میں جو ۵ھ میں ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے مدینہ کے تہائی پھل عینیہ بن حصن بن سید کو دینے کا مشورہ کیا تھا، اس مشورہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ بھی شریک تھے۔ (طبقات)

لڑائی کا وقت آیا تو زرہ پہنے اور ہاتھ میں حربہ لئے میدان کو روانہ ہوئے، بنو حارثہ کے قلعہ میں ان کی ماں موجود تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھی تھیں، شعر پڑھتے ہوئے گذرے تو ماں نے کہا بیٹا تم پیچھے رہ گئے، جلدی جاؤ۔

جس ہاتھ میں حربہ تھا وہ باہر نکلا ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سعد کی ماں دیکھو زرہ بہت چھوٹی ہے، میدان میں پہنچے تو حبان بن عبد مناف نے جو عرقہ کا بیٹا تھا، ہاتھ پر ایک تیر مارا جس سے ہفت اندام کٹ گئی، (بخاری، دیگر کتب ورجال) اور نہایت جوش میں کہا لو میں عرقہ کا بیٹا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا خدا اس کا چہرہ دوزخ میں عرق آلود کرے۔

اس کے بعد مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگایا اور رفیدہ اسلمیہ کو ان کی خدمت پر مامور کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اسی خیمہ میں رہتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ان کی عیادت کو تشریف لاتے تھے؛ چونکہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، خدا سے دعا کی کہ قریش کی لڑائیاں باقی ہوں تو مجھے زندہ رکھ ان سے مجھ لڑنے کی بڑی تمنا ہے؛ کیونکہ انہوں نے تیرے رسول کو اذیت

دی، تکذیب کی اور مکہ سے نکال دیا اور اگر لڑائی بند ہونے کا وقت آ گیا ہے تو اس زخم سے مجھے شہادت دے اور بنی قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر، اس دعا کا دوسرا ٹکڑا مقبول ہوا، (بخاری) چنانچہ جب بنوقریظہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کرنا چاہا تو چونکہ وہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے کہلا بھیجا کہ ہم سعد کا حکم مانیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اطلاع کی وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، مسجد کے قریب پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا کہ اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو۔

پھر سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں، عرض کیا تو میں حکم دیتا ہوں کہ جو لوگ لڑنے والے ہیں قتل کئے جائیں، اولاد غلام بنائی جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سن کر کہا کہ تم نے آسمانی حکم کی پیروی کی؛ چنانچہ اس کے بموجب اپنے سامنے ۴۰۰ آدمی قتل کرائے۔

وفات

اس واقعہ کے بعد کچھ دنوں تک زندہ رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زخم کو داغا جس سے خون رک گیا، لیکن اس کے عوض ہاتھ پھول گیا تھا، ایک دن زخم پھٹا اور اس زور سے خون جاری ہوا کہ مسجد سے گذر کر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچا، لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی، پوچھا کیا معاملہ ہے جواب ملا کہ سعد رضی اللہ عنہ کا زخم پھٹ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو گھبرا اٹھے اور کپڑا گھسیٹتے ہوئے مسجد میں آئے دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا، نعش کو اپنی آغوش میں لے کر بیٹھے، خون برابر بہہ رہا تھا، لوگ آ آ کر جمع ہونا شروع ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور نعش کو دیکھ کر ایک چیخ ماری کہ ہائے ان کی کمر ٹوٹ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا نہ کہو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رو کر کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ خیمہ میں کہرام پڑا تھا دکھیا ماں یہ کہہ کر رو رہی تھی۔

ویل ام سعد اسعدا   براعة بخدا

ویل ام سعد اسعدا   صرامة وجدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور رونے والیاں جھوٹ بولتی ہیں؛ لیکن یہ سچ کہتے ہیں، جنازہ روانہ ہوا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ تھے، فرمایا کہ ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہیں، لاش بالکل ہلکی ہوگئی تھی، منافقین نے مضحکہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا جنازہ فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ (جامع ترمذی)

دفن کر کے واپس ہوئے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مغموم تھے، ریش مبارک ہاتھ میں تھی اور اس پر مسلسل آنسو گر رہے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات تاریخ اسلام کا غیر معمولی واقعہ ہے، انہوں نے اسلام کی جو خدمات انجام دی تھیں، جو مذہبی جوش ان میں موجود تھا اس کی بدولت وہ انصار میں صدیق اکبر سمجھے جاتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دشمن خدا (ابن ابی) نے مجھے سخت تکلیف دی ہے تم میں کوئی اس کا تدارک کر سکتا ہے؟ تو

سب سے پہلے انہوں نے اٹھ کر کہا تھا کہ قبیلہ اوس کا آدمی ہو تو مجھ کو بتائے میں ابھی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں؟

اس وقت اسی محبت صادق اور عاشقِ جاں نثار نے وفات پائی تھی، اس واقعہ کی اہمیت اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ فرشتے جنازہ میں موجود تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی موت سے عرش مجید جنبش میں آ گیا ہے۔(بخاری)

ایک انصاری فخریہ کہتا ہے

وما احتزعرش الله من موت هالك سمعنا به الا سعد ابی عمرو

کسی مرنے والے کی موت پر خدا کا عرش نہیں ہلا مگر سعد ابی عمرو کی موت پر

حلیہ

حلیہ یہ تھا کہ قد دراز، بدن دوہرا۔(ترمذی)

فضل وکمال

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال اوائلِ اسلام میں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے انہوں نے برس فائدہ اٹھایا، اس عرصہ میں بہت سی حدیثیں سنی ہونگی، لیکن چونکہ روایات کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم ہوا اس لئے ان کی روایتیں اشاعت نہ پا سکیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مذکور ہے جس میں ان کے عمرہ کا ذکر آیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں سعد بن ربیع کے احد میں قتل ہونے کا تذکرہ ہے۔

مناقب واخلاق

اخلاقی حیثیت سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بڑے درجہ کے انسان تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑھ کر عبدالاشہل کے تین آدمی تھے، سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ، اسید بن حضیر اور عبادہ رضی اللہ عنہ بن بشر۔

وہ خود کہتے ہیں کہ یوں تو میں ایک معمولی آدمی ہوں؛ لیکن تین چیزوں میں جس رتبہ تک پہنچنا چاہیے پہنچ چکا ہوں، پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنتا ہوں اس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین رکھتا ہوں، دوسرے نماز میں کسی طرف خیال نہیں کرتا، تیسرے جنازہ کے ساتھ رہتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ خصلتیں پیغمبروں میں ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اعمال پر جو اعتماد تھا وہ اس حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے جس میں مردہ کو قبر کے دبانے کا ذکر آیا ہے، اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ اگر قبر کی تنگی سے کوئی نجات پا سکتا تو سعد بن معاذ نجات پاتے۔(اخرجہ احمد والبیہقی عن عائشہ رضی اللہ عنہ)

ایک مرتبہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حریر کا جبہ بھیجا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہ اس کو چھوتے اور اس کی نرمی پر تعجب

کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اس کی نرمی پر تعجب ہے، حالانکہ جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بھی زیادہ نرم ہیں۔ (بخاری)

بَابُ مَنْقَبَةُ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

باب 76: حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے مناقب

298- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ اَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَّاِذَا نُوْرٌ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا حَتّٰى تَفَرَّقَا فَتَفَرَّقَ النُّوْرُ مَعَهُمَا وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اِنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَّرَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَقَالَ حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ كَانَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' دو حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر تاریک رات میں روانہ ہوئے ان کے آگے ایک نور موجود تھا جب وہ دونوں جدا ہوئے تو وہ نور دو حصوں میں بٹ گیا اور ان دونوں کے ساتھ گیا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ان میں ایک حضرت اسید رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے کوئی انصاری تھے۔

ایک روایت کے مطابق وہ دو حضرات' حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر

نام ونسب

اسید نام، ابو یحیٰی وابو عتیک کنیت، قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں نسب نامہ یہ ہے اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن حشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، ماں کا نام ام اسید بنت اسکن تھا۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے والد (حضیر) قبیلہ اوس کے سردار تھے، ایام جاہلیت میں اوس وخزرج میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ حضیری کے زیر قیادت ہوئیں، جنگ بعاث میں جو تمام لڑائیوں کا نچوڑ تھا سپہ سالاری کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا۔
اس میں انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا، خزرج کی ریاست عمرو ابن نعمان رحیلہ کے سپرد تھی وہ نہایت تدبر سے فوجوں کو لڑا رہا تھا اور اوسی شکست کھا رہے تھے یہ دیکھ کر حضیر خود مقابلہ کو آگے بڑھے اور عمرو مارا گیا اور اوس کو کامیابی نصیب ہوئی یہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا واقعہ ہے۔

اسلام

اس کے تین سال بعد بیعت عقبہ ہوئی اور حضرت مصعب بن عمیر اشاعت اسلام کے لئے مدینہ تشریف لائے حضرت اسید

حدیث298: اخرجه البخاري في "صحيحه" رقم الحديث:453' اخرجه ابوداؤد في "سننه" رقم الحديث:339' اخرجه ابويعلى في "مسنده" رقم الحديث:3007

رضی اللہ عنہ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسعد بن زرارہ کے مکان میں قیام کیا تھا اور بنوظفر کے قبیلہ میں بیٹھ کر تعلیم قرآن دیا کرتے تھے، بنوظفر کے مکانات عبدالاشہل سے متصل واقع تھے، ایک روز باغ میں مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوگئی، سعد رضی اللہ عنہ نے اسید سے کہا کہ ان کو جا کر منع کرو، ہمارے محلّہ میں آیندہ نہ آئیں اگر سعد بن زرارہ بیچ میں نہ ہوتے تو میں خود چلتا ان کے کہنے پر اسید نیزہ اٹھا کر باغ کی طرف اسلام کا قلع قمع کرنے روانہ ہوئے کارکنان قضا نے کہا۔

آمد آں یارے کہ نامی خواستیم

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کو آتا دیکھ کر داعی اسلام سے کہا کہ یہ اپنی قوم کے سردار ہیں اور آپ کے پاس آرہے ہیں ان کو مسلمان بنا کر چھوڑیئے گا، اسید نے قریب پہنچکر پوچھا، تم ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف کیوں بناتے ہو، اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی یہاں سے چلے جاو، مصعب رضی اللہ عنہ پر اس کا کیا اثر ہوسکتا تھا، فرمایا: آپ بیٹھ کر پہلے میری بات سن لیں، اگر پسند ہو تو خیر ورنہ جو مزاج میں آئے کیجئے گا، اسید بیٹھ گئے اور مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی حقیقت بیان کی، کلام پاک کی چند آتیں پڑھیں جن کو سن کر ان پر خاص اثر طاری ہوا اور بے اختیار منہ سے نکلا اس دین میں کیونکر داخل ہوسکتا ہوں؟ جواب دیا پہلے نہانا ضروری ہے پھر کپڑے پاک کرنا، کلمہ پڑھنا اور نماز پڑھنا، اسید رضی اللہ عنہ اٹھے اور نہا کر مسلمان ہوگئے چلتے وقت کہا میں جاتا ہوں اور دوسرے سردار کو بھیجتا ہوں ان کو بھی مسلمان کرنا، اور وہاں سے لوٹ کر حضرت سعد بن رضی اللہ عنہ معاذ کو روانہ کیا یہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا واقعہ ہے، بیعت عقبہ میں خود شریک ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عبدالاشہل کا نقیب تجویز کیا۔

غزوات اور دیگر حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو جو مہاجر اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے ان کا اسلامی بھائی بنایا، غزوات میں سے بدر کی شرکت میں اختلاف ہے احد میں شریک تھے اور زخم کھائے تھے لڑائی کی شدت کے وقت جب تمام مجمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹ گیا اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے تھے۔

غزوہ خندق میں لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی مسلمان • روز تک محصور رہے اور مشرکین شبخون کے ارادہ سے راتوں کو گشت لگاتے تھے اس وقت حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے ۱۰۰ آدمی لے کر خندق کی حفاظت کی۔ (طبقات: حصہ مغازی)

جب غطفانیوں نے لوٹ مار میں زیادہ سرگرمی دکھائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سرداروں (عامر بن طفیل اور زیمہ) کو بلا بھیجا ان دونوں نے باتفاق کہا کہ مدینہ کے پھلوں میں حصہ دلوایئے تو اس کی تدبیر کی جاسکتی ہے، اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر کھڑے تھے نیزہ سے دونوں کے سر کو ٹھونکا دے کر کہا لومڑی جا بھاگ، عامر کو یہ الفاظ ناگوار گذرے، پوچھا تم کون ہو؟ کہا اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر، سوال کیا حضیر کتائب کے بیٹے، کہا ہاں بولا کہ تمہارے باپ تم سے اچھے تھے، جواب دیا نہیں میں تم سے اور اپنے باپ دونوں سے اچھا ہوں کیونکہ وہ کافر تھے۔

اس کے ایک سال بعد اور غزوہ حدیبیہ سے ایک سال قبل، ابوسفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ایک آدمی بھیجا تھا، اس نے چھوٹا سا خنجر کمر میں رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھتا ہوا عبدالاشہل کی مسجد میں پہنچا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت دیکھتے ہی فرمایا یہ دھوکہ دینے آیا ہے، وہ قتل کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا، حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اس کی لنگی پکڑ کر کھینچ لی اور اس کا خنجر نیچے گر پڑا، وہ سمجھا کہ اب جان کی خیر نہیں، انہوں نے اس کا گریبان مضبوطی سے پکڑ لیا تھا کہ بھاگنے کا قصد نہ کرے۔ (طبقات)

خیبر میں سلمہ بن رضی اللہ عنہ اکوع کے چچا عامر نے ایک یہودی پر حملہ کیا تھا، مگر ان کی تلوار چٹ کر خود ان کو لگی گئی جس سے وہ جاں بحق تسلیم ہو گئے، حضرت اسید رضی اللہ عنہ اور بعض بزرگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ اپنے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں جو ایک طرح کی خودکشی ہے اس لئے ان کے اعمال رائیگاں گئے، سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، ارشاد ہوا کہنے والوں نے غلط کہا ان کو دوہرا ثواب ہے۔ (مسلم)

فتح مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے جن کا دستہ تمام لشکر کے پیچھے تھا اس میں حضرت اسید رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان تھے۔

(طبقات، حصہ مغازی)

غزوہ حنین میں قبیلہ اوس کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ (طبقات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بیعت سقیفہ میں نمایاں حصہ لیا، قبیلہ اوس سے کہا کہ خزرج سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا کر سیادت حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو تم پر ہمیشہ کے لئے تفوق حاصل کریں گے اور تم کو خلافت میں کبھی حصہ نہ دیں گے، میرے خیال میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لینا بہتر ہے اور مشورہ دے کر سب کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لیں اوس کی آمادگی کے بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قوت ٹوٹ گئی۔ (تاریخ طبری)

فتح بیت المقدس میں ۱۶ ھ ہجری کا واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے شام گئے۔

وفات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وصیت کی تھی کہ وہ جائداد اپنے ہاتھ میں لے کر قرض ادا کریں آسان صورت یہی تھی کہ جائداد فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جاتا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا، قرض خواہوں کو بلا کر ۴۰۰۰ درہم سالانہ پر راضی کیا اس طرح برس پھل فروخت کر کے ان کا کل قرض ادا کر دیا اور جائداد سالم بچ گئی فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائی کے بچوں کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا۔

اہل وعیال

بیوی نے عہد نبوت میں انتقال کیا تھا؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حج یا عمرہ سے لوگ واپس ہو رہے تھے کہ ذوالحلیفہ میں چند انصار کے لڑکوں نے اسید رضی اللہ عنہ ابن حضیر کو ان کی بیوی کے مرنے کی خبر سنائی، انہوں نے منہ پر کپڑا ڈال

کر رونا شروع کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا آپ کی مغفرت کرے آپ ایک جلیل القدر صحابی ہو کر ایک عورت کے لئے روتے ہیں، انہوں نے کپڑا ہٹا لیا اور کہا آپ سچ کہتی ہیں ہم کو صرف سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر رونا چاہیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو سنتے رہے۔ (مسند)

لڑکا غالباً ایک ہی تھا اور اس کا نام یحییٰ تھا، صحیح بخاری "باب نزول السکینہ والملئکۃ عند قراۃ القرآن" میں ان کا تذکرہ آیا ہے۔ (بخاری)

فضل وکمال

دوسرے اکابر صحابہ کی طرح قرآن وحدیث کی نشر واشاعت میں ان کا حصہ بھی ہے، انہوں نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابولیلی انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے جلیل المنزلت صحابہ ان کے راویان حدیث کے سلسلہ میں داخل ہیں۔

اخلاق وعادات

تزکیہ باطن نے تمام حجابات اٹھا دیئے تھے، ایک روز رات کو کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے، گھوڑا قریب بندھا تھا وہ بدکا، انہوں نے پڑھنا بند کیا تو وہ تھم گیا، دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو پھر بدکا ان کو ڈر ہوا کہ بچہ پاس لیٹا ہے کہیں کچل نہ جائے، تیسری مرتبہ باہر نکل کر دیکھا تو ایک سایہ بان نظر آیا جس میں چراغ کی طرح روشنی تھی، قرات ختم ہو چکی تھی اس لئے وہ اوپر چڑھتا ہوا نظر سے غائب ہو گیا، صبح اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ارشاد ہوا کہ فرشتے قرات سننے آتے ہیں، اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو روز روشن میں دیکھ سکتے تھے۔ (بخاری)

ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے پاس سے اٹھے تو سخت اندھیرا تھا، چھڑی ہاتھ میں تھی ایک صحابی اور ہمراہ تھے، آگے ایک روشنی ساتھ ساتھ چلتی تھی، راستہ میں الگ الگ ہوئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ جدا جدا ہو گئی۔ (بخاری)

اس واقعہ کو لوگوں نے کرامات صحابہ میں داخل کیا ہے۔

نہایت صاف گو تھے اور اس لئے سینہ کینہ سے پاک تھا، جو بات ہو منہ پر کہہ دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس فضیلت کی وجہ سے ان کو تمام انصار پر فضیلت دیتے تھے، نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بعد قبیلہ اوس تمام تر ان کا تابع فرمان تھا، ان کے اثر واقتدار کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں پیشتر سے تمام انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے پر اتفاق کر کے آئے تھے۔

ان کی ایک جنبش لب نے انصار کی تمام سوچی سمجھی ہوئی اسکیم درہم برہم کر دی تھی۔ انہیں عظیم الشان خدمات کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا نعیم الرجل اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ صحابہ کے بہترین اور برگزیدہ افراد میں داخل تھے۔

حضرت عبادہ بشر رضی اللہ عنہ

نام ونسب

عباد نام، ابوبشر، ابورافع کنیت، قبیلہ عبدالاشہل سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل بن حشم بن حارث بن خزرج بن عمرو (بنت) بن مالک بن اوس

اسلام

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔

غزوات اور عام حالات

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ سے برادری ہوئی، بدر میں شریک تھے، غزوہ احد اور تمام غزوات ومشاہد میں نمایاں حصہ لیا۔ کعب بن اشرف کے قتل میں محمد بن مسلمہ کے ساتھ شریک تھے اور بھی چند اشخاص تھے جن میں بعض کے نام یہ ہیں، ابوعبس بن جبر، ابونائلہ سلکان بن سلامہ، حارث بن اوس، ابن معاذ، اس واقعہ میں چونکہ غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی تھی اور اسلام کے ایک بڑے دشمن کا خاتمہ ہوا تھا اس لئے فرط مسرت میں چند شعر کہے ہیں جن کو صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے۔ (استیعاب)

اصل واقعہ ہم محمد بن سلمہ کے حالات میں آئندہ لکھیں گے ان اشعار سے اس کی کس قدر تفصیل معلوم ہوتی ہے! اور وہ یہ ہے کہ عباد رضی اللہ عنہ بن بشر نے اس کو دو مرتبہ آواز دی اور کہا ذرہ رہن رکھنے آئے ہیں، وہ جلدی سے باہر آیا، محمد بن مسلمہ نے گردن پکڑ کر تلوار کا وار کیا اور ابوعبس نے مار کر کونہ میں ڈال دیا، اس جماعت کی کل تعداد تھی۔

۸ ھ میں خندق کا معرکہ پیش آیا، اس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کا چند انصار کے ساتھ ہر رات پہرہ دیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد)

حدیبیہ میں ٦ ھ میں، قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سن کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ۰۰ سواروں کے ساتھ آگے بھیجا تھا، اس موقع پر عباد بن بشر ۰ سواروں کے ساتھ خالد کے سامنے پڑے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

غزوہ طائف کے بعد محرم ۹ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیم اور مزینہ میں صدقات کا عامل بنا کر بھیجا۔

(طبقات ابن سعد)

اسی سنہ میں بنی مصطلق میں بھی عامل صدقات ہو کر گئے اور دس روز رہ کر واپس آئے، یہاں صدقات وصول کرنے کے علاوہ اسلام کی تبلیغ بھی کرتے تھے، یعنی قرآن پڑھاتے تھے اور احکام شریعت کی تعلیم دیتے تھے، یہ تمام کام انہوں نے نہایت خوبی سے انجام دیئے، ابن سعد لکھتے ہیں: فلم یعد ما امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضیع حقا (طبقات ابن سعد) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ حکم دیا تھا اس سے سر مو تجاوز نہیں کیا اور کسی حق کو ضائع نہیں کیا۔

غزوہ تبوک (۹ ھ) میں رات کو تمام لشکر کے گرد گشت لگاتے تھے، پہرہ دینے والوں کی ایک خاص تعداد تھی اور یہ ان پر افسر

بنائے گئے تھے۔(طبقات ابن سعد)

وفات

حضرت عباد رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ میں تھے، اس بنا پر ان کی حدیثوں کا ہمارے پاس بڑا مجموعہ ہونا چاہیے تھا، لیکن اس کے خلاف ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں، جن میں ایک ابوداود میں مندرج ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ اس وقت تک اشاعتِ حدیث کا وقت نہیں آیا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہ کثرت سے ہر جگہ موجود تھے، جو خود آغوشِ نبوت کے پروردہ تھے اس بنا پر بیان روایت اور ترویج حدیث کی ضرورت ہی مفقود تھی۔

اس کے ماسوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب میدان جنگ بن گیا تھا، ہر طرف سے فتنے اٹھ رہے تھے، مدعیان نبوت کی الگ سازشیں تھیں، ایسے وقت میں ظاہر ہے کہ خامہ وقرطاس کی جگہ تیغ وعلم زیادہ ضروری تھے۔

ان فرائض کے بعد جب کبھی سکون واطمینان نصیب ہوتا، دوسرا فرض بھی ادا کرتے تھے، چنانچہ بنو مصطلق میں • روزہ کر قرآن مجید پڑھایا اور شریعت کے تمام ضروری مسائل تلقین کئے۔

اخلاق

جوش ایمان کا نظارہ غزوات میں معلوم ہوتا تھا، جانبازی اور سرفروشی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حفاظت میں رات رات بھر پہرہ دینا اور پھر دن کو شریک جہاد ہونا، وہ لازوال سعادت ہے جو بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے۔

یہ شب بیداری میدان جنگ تک محدود نہ تھی یوں بھی عبادت الٰہی میں رات کا بہت سا وقت صرف ہوتا تھا، ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھنے اٹھے اور حضرت عباد رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو فرمایا: خدا ان کی مغفرت کرے، امام بخاری نے تاریخ میں اور ابویعلی نے مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انصار میں تین شخص سب سے بہتر تھے، حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر، حضرت عباد رضی اللہ عنہ بن بشر رضی اللہ عنہ۔

بَابُ مَنَاقِبُ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 77: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب

299- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اسْتَقْرِئُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيٍّ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

حدیث299: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3595' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3810' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:6767' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:6242' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8001' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:8411' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2245' اخرجه احمد فی "فضائل الصحـ رقم الحدیث :1549

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے قرآن پڑھنا چار لوگوں سے سیکھو، ابن مسعود، ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم، ابی (بن کعب)، اور معاذ بن جبل۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

معاذ نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، امام الفقہاء کنز العلماء اور عالم ربانی القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان ادی بن سعد سے تھے، نسب نامہ یہ ہے: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر۔

سعد بن علی کے دو بیٹے تھے سلمہ اور ادی، سلمہ کی نسل سے بنوسلمہ ہیں، جن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن حرام مشہور صحابہ رضی اللہ عنہ گذرے ہیں ان لوگوں کے ماسوا اور بھی بہت سے بزرگوں کو اس خاندان سے انتساب تھا، لیکن سلمہ کے دوسرے بھائی ادی کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت صرف ایک فرزند تھا جس کی وفات پر خاندان ادی کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

امام سمعانی نے کتاب الانساب میں حسین بن محمد بن (کتاب الانساب ورق) طاہر کو اسی ادی کی طرف منسوب کیا ہے؛ لیکن یہ صحیح نہیں، تمام موثق روایتوں سے ثابت ہے کہ اسلام کے زمانہ میں اس خاندان میں صرف دو شخص باقی تھے، ایک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور دوسرے ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن۔

بنوادی کے مکانات ان کے بنواعمام (بنوسلمہ) کے پڑوس میں واقع تھے، مسجد قبلتین جہاں تحویل قبلہ ہوا تھا، یہیں واقع تھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا گھر بھی یہیں تھا۔

اسلام

طبیعت فطرۃ اثر پذیر واقع ہوئی تھی؛ چنانچہ نبوت کے بارہویں سال جب مدینہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول کرنے میں ذرہ بھی پس وپیش نہ کیا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ داعی اسلام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے توحید کا اقرار کیا اس وقت ان کا سن سال کا تھا۔

حج کا موسم قریب آیا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مکہ روانہ ہوئے، اہل مدینہ کی ایک جماعت جس میں مسلم اور مشرک دونوں شامل تھے ان کے ہمراہ ہوئی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لائے اور اس جماعت سے بیعت لی۔

یہ جماعت مکہ سے مدینہ واپس ہوئی، تو آفتاب اسلام کی روشنی گھر گھر پھیل گئی، یثرب تمام مطلع انوار ہو گیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کمسن تھے، مگر جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ بنوسلمہ کے بت توڑے جانے لگے تو بت شکنوں کی جماعت میں وہ سب کے پیش پیش تھے، بُت کا کسی کے گھر میں موجود ہونا اب ان کے لئے سخت تکلیف دہ تھا، بنوسلمہ کے اکثر گھر ایمان کی

روشنی سے منور ہو چکے تھے، لیکن اب بھی کچھ لوگ ایسے باقی تھے جن کا نفس آبائی مذہب چھوڑنے سے اعراض کرتا تھا، عمرو رضی اللہ عنہ بن جموح بھی انہی لوگوں میں تھے جو اپنے قبیلہ کے سردار اور نہایت معزز شخص تھے، انہوں نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا، جس کا نام مناۃ تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے نوجوان رات کو ان کے گھر پہنچے وہ بے خبر سو رہے تھے، ان لوگوں نے بت کو اٹھا کر محلہ کے ایک گڑھے میں پھینک دیا کہ آنے جانے والے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں، صبح کو بت کی تلاش کے لئے نکلے تو اپنے معبود کو ایک گڑھے میں اوندھا پڑا دیکھ کر عمرو کا غیظ و غضب اختیار سے باہر ہو گیا، بہر حال اس کو اٹھا کر گھر لائے، نہلایا، خوشبو لگائی اور اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا اور نہایت طیش میں کہا کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہے اگر مجھے اس کا نام معلوم ہو جائے تو بری طرح خبر لو؛ لیکن جب پھر یہی واقعہ کئی مرتبہ لگا تار پیش آیا تو کفر سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔

تعلیم وتربیت

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابتدا ہی سے ہونہار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہ آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور چند ہی دنوں میں فیض نبوت کے اثر سے اسلام کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ بن گئے اور ان کا شمار صحابہ کے برگزیدہ افراد میں ہونے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ بسا اوقات ان کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھاتے تھے اور اسرار و حکم کی تلقین کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا معاذ بن جبل! انہوں نے کہا: لبیك یا رسول الله وسعدیك آپ نے پھر ان کا نام پکارا، انہوں نے پھر اسی ادب اور محبت بھرے الفاظ سے جواب دیا، اسی طرح تین مرتبہ آپ نے انکا نام لیا، اور وہ اسی طرح برابر لبیک کہتے رہے، پھر ارشاد فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے کلمہ توحید پڑھ لے اس پر دوزخ حرام ہو جاتی ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو یہ بشارت سنا دوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ورنہ لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ (بخاری، باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر شفقت نبوی کا یہ حال تھا کہ وہ خود کوئی سوال نہ کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے کوڑے یا عصا سے ان کی پشت پر آہستہ سے ٹھوکر دی، اور فرمایا جانتے ہو بندوں پر خدا کا کیا حق ہے؟" عرض کیا "اللہ اور رسول کو زیادہ معلوم ہے، فرمایا" یہ کہ بندے اس کی عبادت کریں اور شرک سے اجتناب کریں" تھوڑی دور چل کر پھر پوچھا کہ " خدا پر بندوں کا کیا حق ہے؟" پھر عرض کی کہ " خدا اور رسول کو معلوم ہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہ وہ ان کو جنت میں داخل کرے۔ (مسند احمد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمیشہ شفقت نبوی سے سرفراز رہتے تھے، ان کو اٹھتے بیٹھتے، حامل نبوت سے تعلیم ملتی تھی، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دروازہ پر کھڑا دیکھا تو ایک چیز کی تعلیم دی، ایک اور مرتبہ لطف و کرم سے فرمایا کہ میں تمہیں جنت کا ایک دروازہ بتاؤں؟ گذارش کی ارشاد ہو، فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ (مسند احمد) پڑھ لیا کرو۔

تعلیم زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی تھی، مذہبی، اخلاقی، علمی عملی ہر قسم کی تعلیم سے وہ بہرہ ور ہوئے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، ایک روز صبح کے وقت جب لشکر اسلام منزل

مقصود کی طرف روانہ ہو رہا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے، پوچھا ایسا عمل بتایئے جو مجھ کو جنت میں داخل کرے اور دوزخ سے بچائے۔ فرمایا تم نے بہت بڑی بات پوچھی؛ لیکن جس کو خدا توفیق دے اس پر آسان بھی ہے، شرک نہ کرو عبادت کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، رمضان میں روزے رکھو، حج کرو، پھر فرمایا خیر کے کچھ دروازے ہیں میں تم کو بتاتا ہوں، روزہ جو سپر کا حکم رکھتا ہے، صدقہ جو آتش معصیت کو پانی کی طرح بجھا دیتا ہے اور نماز جو رات کے حصوں میں پڑھی جاتی ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی، تَتَجَافٰی جُنُوبُہُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (یعلمون تک) پھر فرمایا کہ اسلام کے سر اور عمود اور چوٹی کی خبر دیتا ہوں سر اور پاوں تو نماز ہے اور کوہان کی چوٹی جہاد۔

پھر ارشاد ہوا کہ ان تمام باتوں کی بیخ و بن صرف ایک چیز ہے، زبان اس کو روکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں اس پر مواخذہ ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثکلتک امک یا معاذ! بہت سے لوگ صرف اسی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ (مسند احمد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت کی تھی شرک نہ کرنا، خواہ تم کو کوئی اس کے عوض قتل کردے یا جلا دے، فرض نماز قصداً کبھی نہ ترک کرنا، کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے، خدا اس کی ذمہ داری سے بری ہو جاتا ہے، شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے، معصیت میں مبتلا نہ ہونا، کیونکہ مبتلائے معصیت پر خدا کا غصہ حلال ہو جاتا ہے، لڑائی سے نہ بھاگنا اگرچہ تمام لشکر خاک وخون میں لوٹ چکا ہو، موت عام ہو (بیماری آئے) تو ثابت قدم رہنا، اپنی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا ان کو ہمیشہ ادب دینا اور خدا سے خوف دلانا۔ (مسند)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تاکید کی تھی اور فرمایا تھا کہ جو ان کو عمل میں لائے، خدا اس کا ضامن ہوتا ہے، مریض کی عیادت، جنازہ کے ساتھ جانا، غزوہ کے لئے نکلنا، حاکم کی تعزیر یا توقیر کے لئے جانا، گھر میں بیٹھ رہنا جس میں وہ تمام لوگوں سے محفوظ ہو جائے اور دنیا سے سلامت رہے۔ (مسند)

اخلاقی تعلیم ان الفاظ میں دی، معاذ! ہر برائی کے پیچھے نیکی کر لیا کرو نیکی اس کو مٹا دے گی اور لوگوں کے سامنے اچھے اخلاق ظاہر کرو۔ (مسند)

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اتق دعوۃ المظلوم فان لیس بینھا و بین اللہ حجاب ! یعنی مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہو، کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ (بخاری)

یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا، معاذ! خبردار عیش وتنعم سے علیحدہ رہنا، کیونکہ خدا کے بندے عیش پرست اور تنعم پسند نہیں ہوتے۔ (مسند)

اجتماعی زندگی کی تلقین اس طرح کی: انسان کا بھیڑیا شیطان ہے، جس طرح بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور ہوتی ہے، اسی طرح شیطان اس انسان پر قابو پالیتا ہے جو جماعت سے الگ ہوتا ہے، خبردار! خبردار! متفرق نہ ہونا؛ بلکہ جماعت کے ساتھ رہنا۔ (مسند)

اشاعتِ اسلام کے متعلق فرمایا، معاذ! اگر تم ایک مشرک کو بھی مسلمان کرلو، تو تمہارے لئے دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ (مسند)

غرض یہ پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ تعلیمات جس بزرگ کے رگ و پے میں سرایت کرگئی تھیں وہ جماعت انصار کا وہ "نوجوان" تھا جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرد نہیں ؛ بلکہ ایک امت کہا کرتے تھے۔

غزوات اور عام حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لاکر مواخاۃ کی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مہاجری بھائی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تجویز فرمایا۔

۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس میں شریک تھے اور اس وقت ان کا سن سال کا تھا، بدر کے علاوہ تمام غزوات میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے شرف شرکت حاصل کیا۔

ان فضائل کے ماسوا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن حفظ کیا تھا۔

امامت مسجد

بنوسلمہ نے اپنے محلے میں ایک مسجد بنائی تھی جس کے امام حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے ایک دن عشا کی نماز میں انہوں نے سورہ بقرہ پڑھی، پیچھے صفوں میں ایک شخص تھا جو دن بھر کھیت میں کام کرنے کی وجہ سے بالکل تھکا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ نیت توڑ کر چل دیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو کہا کہ وہ منافق ہے، اس کو یہ نہایت ناگوار گذرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر شکایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: افتان انت؟ کیا لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرو گے؟

اس کے بعد فرمایا کہ چھوٹی سورتیں پڑھا کرو، کیونکہ تمہارے پیچھے صفوں میں بوڑھے ضعیف اور ارباب حاجت سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، تم کو ان سب کا خیال کرنا چاہیے۔ (بخاری)

امارت یمن اور اشاعت اسلام

۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے تشریف لائے تھے کہ رمضان میں ملوک حمیر (یمن) کا قاصد اہل یمن کے قبول اسلام کی خبر لے کر مدینہ پہنچا، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی امارت کے لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تجویز فرمایا۔

اس سے پیشتر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی جائداد قرض میں بیع ہو چکی تھی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بہت فیاض تھے اور خوب خرچ کرتے تھے اور لازماً اس کا بار جائداد پر پڑ رہا تھا، قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو کچھ دنوں گھر میں چھپ رہے، وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کو بلوائیے آپ نے آدمی بھیج کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلوایا، قرض خواہوں نے شور مچایا کہ ہمارا ابھی فیصلہ ہونا چاہیے، لیکن جائداد سے قرض بہت زیادہ ہو چکا تھا، اس لئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا، اس پر خدا رحم کرے گا، چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا، لیکن کچھ لوگ بضد رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی کل جائداد ان لوگوں پر تقسیم کر دی؛ لیکن قرض اب بھی ادا نہ ہوا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے زیادہ نہیں مل سکتا، اسی کو لیجاؤ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اب بالکل مفلس تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بہت خیال تھا، فرمایا کہ گھبرانا نہیں، خدا اس کی جلد تلافی کر دیگا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امارت یمن کے لئے منتخب فرمایا اگرچہ ان کی قابلیت پر آپ کو ہر طرح کا اطمینان تھا، تاہم امتحان لے لینا مناسب تھا، پوچھا "فیصلہ کس طرح کرو گے "؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن مجید سے فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر اس میں نہ ملے کہا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا اور اس میں بھی نہ ہو؟ کہا میں خود اجتہاد کروں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

امتحان ہو چکا تو اہل یمن کو ایک فرمان لکھوایا، جس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے رتبہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ تھا:

انی بعثت لکم خیر اھلی

میں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لئے بھیجتا ہوں۔

اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور صدقہ اور جذیہ کی رقمیں وصول کر کے ان کے پاس جمع کرنا اور معاذ بن رضی اللہ عنہ جبل کو سب پر امیر بناتا ہوں، ان کو راضی رکھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ناخوش ہو جائیں۔

یہ تمام مراحل طے ہو گئے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن کے سفر کی تیاری کی اور سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگ بھی ساتھ ساتھ تھے، روانگی کا وقت آیا تو کچھ دور تک خود سرکار دو عالم رضی اللہ عنہ نے مشایعت کی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے اور شہنشاہ مدینہ اونٹ کے ساتھ پاپیادہ چل رہے تھے اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، جس کے ایک ایک فقرہ سے شفقت ومحبت کا اظہار ہو رہا تھا، فرمایا معاذ! تم پر قرض بہت ہے اگر کوئی ہدیہ لائے تو قبول کر لینا، میں تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں، وداع کا وقت آیا تو حضرت سرور کائنات رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا شائد اب تم سے ملاقات نہ ہو، اب مدینہ واپس آؤ گے تو میرے بجائے میری قبر ملے گی، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابل پڑیں اور زار و قطار رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روو، رونا شیطانی حرکت ہے، رخصت ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حفظك الله من بين يديكِ ومن خلفك وعن يمينك وعن شمالك ومن فوقك ومن تحتك وأدرأ عنك شرور الإنس والجن، یعنی جاؤ، خدا تم کو ہر قسم کے آفات سے محفوظ رکھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف (مسند) نہایت حسرت سے دیکھا اور کہا کہ میں متقیوں کو اچھا سمجھتا ہوں خواہ کوئی ہوں (یہ غالباً خلفاء کی طرف اشارہ تھا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر یمن روانہ ہو گئے، جب یمن پہنچے تو سپیدہ صبح نمودار (مسند) تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول کسی دنیاوی فرمانروا کا نائب نہ تھا، ظاہری شان و شوکت سے اس کا جلوس بالکل خالی تھا، خدم و حشم، نقیب و چاوش خیل و سپاہ میں سے ایک چیز بھی اس کے ساتھ نہ تھی، تاہم اسلام و ایمان کا نور چہرہ مبارک پر چمک رہا تھا اور زبان ولب نعرہ تکبیر بلند کر رہے تھے، جس کو ہوا کی موجیں اڑا اڑا کر اہل یمن کے کانوں تک پہنچا رہی تھیں، غرض اس شان و شوکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول پہنچا تو قصر کفر کی بنیادیں ہل گئیں اور کفرستان یمن نعرہ توحید سے گونج اٹھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک یمن کے صرف امیر ہی نہ تھے؛ بلکہ محکمہ مذہبی کے بھی انچارج تھے، ایک طرف اگر وہ صوبہ یمن کے والی و گورنر تھے تو دوسری طرف دین اسلام کے مبلغ و معلم بھی اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عدالت و قضاء کے فرائض کے علاوہ مذہبی خدمات بھی انجام دیتے تھے؛ مثلاً لوگوں کو قرآن مجید پڑھانا اور اسلام کے احکام کی تعلیم و تلقین کرنا۔

قبیلہ حولان کی ایک عورت ان کے پاس آئی، اس کے بیٹے تھے۔ جن میں سب سے چھوٹا بھی بے داڑھی مونچھ کے نہ تھا شوہر کو گھر میں تنہا چھوڑ کر ان سب کو اپنے ساتھ لائی تھی ضعف کا یہ حال تھا۔ دو بیٹے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے آ کر پوچھا آپ کو یہاں کس نے بھیجا ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، اس نے کہا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ ہیں؟ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، کیا آپ بتائیں گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں جو جی چاہے پوچھو، اس نے کہا یہ بتائیے کہ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا حتی الامکان خدا سے ڈرے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اس نے کہا آپ کو خدا کی قسم ٹھیک ٹھیک بتائیے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اتنے پر تم راضی نہیں وہ بولی کہ لڑکوں کا باپ بہت بوڑھا ہے میں اس کا حق کس طرح ادا کروں؟ حضرت معاذ نے کہا جب یہ بات ہے تو تم ان کے حق سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتیں، اگر جذام نے ان کا گوشت پھاڑ دیا ہو اور اس میں سے خون اور پیپ بہ رہا ہو اور تم اپنا منہ اس میں لگا دو تب بھی حق نہ ادا ہوگا۔ (مسند)

یمن کا ملک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ حصوں پر تقسیم کر دیا تھا، صنعاء، کندہ، حضر موت، جند، زبید، (رمعہ، عدن اور ساحل تک اس میں شامل تھے) یمن کا صدر مقام جند تھا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یہیں رہتے تھے، باقی چار حصوں میں حسب ذیل حضرات حاکم تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید صنعاء

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ بن ابی امیہ کندہ

حضرت زیاد رضی اللہ عنہ بن لبید حضر موت

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری زبید اور ساحل

یہ چاروں بزرگ اپنے اپنے علاقوں سے صدقہ اور جزیہ وغیرہ کی رقمیں وصول کر کے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیتے تھے، خزانہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت عمال کے علاقوں میں دورہ کرتے تھے، اُن کے فیصلوں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ضرورت کے وقت خود مقدمہ کی سماعت کرتے تھے؛ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے علاقہ میں جا کر ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا، دورہ میں خیموں میں قیام فرماتے تھے؛ چنانچہ یہاں بھی آپ کے لئے خیمہ ہی نصب کیا گیا اور آپ اس میں فروکش ہوئے اور اس کے قریب ہی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بھی ایک خیمہ میں مقیم ہوئے۔ (بخاری)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صدقات کی تحصیل اس فرمان کے مطابق کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھوا کر عطا فرمایا تھا، یہ فرمان تاریخ کی کتابوں میں بتمامہا (طبری) مذکور ہے، اس میں غنیمت خمس، صدقات، جزیہ اور بہت سے مذہبی احکام کی تفصیل ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اس پر عمل کیا۔

ایک مرتبہ گایوں کا ایک گلہ ایک شخص لے کر آیا، گائیں تعداد میں کم تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ ایک بچہ لینا، اس لئے حضرت معاذ نے کہا کہ میں تاوقتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں اس پر کچھ نہ لوں گا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہیں فرمایا، اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ عہد نبوت کے عمال دنیاوی حکومتوں کے امراء وعمال کی طرح جبار اور ظالم نہیں ہوتے تھے، راعی اور رعایا کے جو تعلقات اسلام نے بیان کئے ہیں ان کی ہمیشہ نگہداشت کرتے تھے اور راعی پر شریعت کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں وہ ان پر نہایت شدت سے عمل درآمد کرتے تھے۔

فیصلوں میں بھی اس کی رعایت رکھی جاتی تھی کہ رعایا کی حق تلفی نہ ہو عمال کی عدالتوں میں حق وصداقت کو غلبہ ہوتا تھا، ایک یہودی مرگیا، ورثہ میں صرف ایک بھائی تھا جو مسلمان ہو چکا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مرافعہ (اپیل) ہوا، تو انہوں نے بھائی کو ترکہ دلوایا۔ (مسند)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حکومت یمن میں برس رہی ھ میں وہ عامل بنا کر یمن بھیجے گئے تھے اور ھ میں خود ہی اپنی مرضی سے واپس آگئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن میں بیت المال کے روپیہ سے تجارت کی تھی اس سے جو منافع تھا اس سے اپنا قرض پورا کیا، (استیعاب ابن عبدالبر) اس کے ماسوا ہدیہ کی رقم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبول کی تھی؛ چنانچہ جب یمن سے روانہ ہوئے تو ۳۰ راس ان کے ساتھ تھیں، یہ سب گو ایک طرح سے خود امیر وقت کے اشارہ کے مطابق ہوا تھا، لیکن چونکہ کوئی تصریحی حکم نہ تھا، اس لئے بیت المال کے سرمایہ سے اتنا فائدہ اٹھانا بھی کھٹکتا تھا۔

یمن سے واپسی

گورنری کی میعاد ختم کر کے مدینہ منورہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مال ومتاع کے ساتھ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان کے گذر اوقات کے بقدر علیحدہ کر کے بقیہ سارا سامان ان سے وصول کر لیا جائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بنا کر بھیجا تھا، اگر ان کی مرضی ہوگی اور میرے پاس

لائیں گے تو لے لوں گا، ورنہ ایک حبہ نہ لونگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ صاف جواب ملا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا خیال ظاہر کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں رہ کر اپنے نقصان کو پورا کرلوں، میں کچھ بھی نہ دونگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو کر واپس چلے آئے، تاہم وہ اپنے خیال پر قائم تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے گو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انکار کر دیا؛ لیکن آخر تائید غیبی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ پانی میں غرق ہو رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر نکالا اور اس مصیبت سے نجات دی سو کے اٹھے تو سیدھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور خواب بیان کر کے کہا کہ جو آپ نے کہا تھا مجھے منظور ہے وہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور خواب کا پورا واقعہ سنا کر قسم کھائی کہ جو کچھ ہے سب لا کر دونگا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم سے کچھ نہ لونگا، میں نے تم کو ہبہ کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا اب اپنے پاس رکھو، اب تمہیں اجازت مل گئی۔

شام کی روانگی

یہ مراحل طے ہوگئے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے شام کا قصد کیا اور اپنے اہل وعیال کو لے کر وہیں سکونت پذیر ہو گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے فتوحات اسلامی کا سیلاب بلاد شام سے گذر رہا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی فوج میں شامل تھے اور میدانوں میں داد شجاعت دیتے تھے۔

سفارت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی خوبی دیکھئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ میں بیک وقت مختلف کاموں اور گونا گوں فرائض کے انجام دینے کی قابلیت پیدا ہوگئی تھی، یہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مفتی شرع بھی تھے مجلس ملکی کے ممبر بھی، جامع حمص میں قرآن وحدیث کے معلم بھی تھے اور صوبہ یمن کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سلطنت کا سب سے بڑا صوبہ تھا حاکم وقت بھی، اسلام کے سفیر بھی تھے اور میدانِ جنگ میں غازی وشجاع ومجاہد بھی۔

سفارت کا منصب تفویض ہوا تو نہایت خوش اسلوبی سے متعلقہ فرائض انجام دیئے، شام کے ایک شہر فحل میں ھ میں معرکہ کی تیاریاں ہوئیں تو رومی صلح پر آمادہ ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ کسی شخص کو سفیر بنا کر ہمارے پاس بھیجے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تجویز کیا، حضرت معاذ رومی لشکر میں پہنچے تو وہاں نہایت ساز وسامان سے دربار آراستہ کیا گیا تھا، ایک خیمہ نصب تھا جس میں دیبائے زریں کا فرش بچھا ہوا تھا، معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ تکلفات دیکھے تو باہر کھڑے ہو گئے، ایک عیسائی نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ گھوڑا میں تھام لیتا ہوں، آپ اندر تشریف لے جائیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جن کی بزرگی اور تقدس کا عیسائیوں تک میں چرچا تھا، فرمایا کہ میں اس فرش پر جو غریبوں کا حق چھین کر تیار کیا گیا ہے بیٹھنا پسند نہیں کرتا، یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ گئے، عیسائیوں نے افسوس کیا ہم آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے؛ لیکن آپ کو

خود اس کا خیال نہیں، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جس کو تم عزت سمجھتے ہو اس کی مجھے حاجت نہیں، اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھ کر خدا کا کون غلام ہو سکتا ہے، رومی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس آزادی اور بے پروائی پر سخت متحیر تھے؛ یہاں تک کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر کوئی ہے انہوں نے کہا، "معاذ اللہ یہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر ہوں" رومی خاموش ہو گئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر انتظار کر کے ترجمان سے فرمایا کہ رومیوں سے کہو کہ اگر وہ کوئی معاملہ کی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ٹھہروں ورنہ جاتا ہوں، رومیوں نے کہا ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ ہمارے ملک پر کیوں حملہ کیا گیا؟ حبشہ کا ملک عرب سے قریب ہے، فارس کا بادشاہ فوت ہو چکا ہے اور سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے، ان ملکوں کو چھوڑ کر تم نے ہماری ہی طرف کیوں رخ کیا، حالانکہ ہمارا بادشاہ، تاجدارانِ روئے زمین کا شاہنشاہ ہے اور تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں تم سے جو کچھ کہنا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان ہو جاو، ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو، شراب چھوڑ دو، سور کا گوشت چھوڑ دو، اگر تم ایسا کرو گے تو ہم تمہارے بھائی ہیں اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو اور اس سے بھی اگر انکار ہے تو اعلان جنگ کرتا ہوں، اگر تم آسمان کے ستاروں اور روئے زمین کے ذروں کے برابر ہو تو ہم کو قلت و کثرت کی قطعی پرواہ نہیں۔

اور ہاں تم کو اس پر ناز ہے کہ تمہارا شہنشاہ تمہاری جان اور مال کا مالک ہے لیکن ہم نے جس کو بادشاہ بنایا ہے، وہ اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا، اگر وہ زنا کا مرتکب ہو تو اسے درے لگائے جائیں اور چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں وہ پردے میں نہیں بیٹھتا اپنے کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا، مال و دولت میں بھی اس کو ہم پر کوئی ترجیح نہیں، رومیوں نے ان باتوں کو بڑے غور سے سنا اور اسلام کی تعلیم پر پیرادان دین حنیف کے طور وطریق پر نہایت حیرت زدہ ہوئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا ہم آپ کو بلقاء کا ضلع اور دون کا وہ حصہ جو آپ کے علاقہ سے متصل ہے دیتے ہیں، آپ آپ لوگ اس ملک کو چھوڑ کر فارس جائیے، چونکہ یہ کوئی خرید و فروخت کا معاملہ نہ تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور اٹھ کر وہاں سے چلے آئے۔

فوجی خدمات

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اگر چہ اپنے عہد کے تمام غزوات میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوئے، تاہم دو موقعوں پر ان کو نہایت ممتاز فوجی عہدے تفویض ہوئے ایک مرتبہ سفارت سے واپس آئے تو لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں، اس موقع پر ان کو جو امتیاز حاصل ہوا، وہ یہ تھا کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو میمنہ کا افسر بنایا۔

جنگ یرموک میں بھی جو ۱۵ھ میں ہوئی تھی اور نہایت معرکہ کی تھی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو میمنہ کے ایک حصہ کا افسر بنایا گیا، عیسائیوں کا حملہ اس زور و شور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہو گیا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت استقلال اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا گھوڑے سے کود پڑے اور کہا میں پیدل لڑوں گا، اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکے تو گھوڑا حاضر ہے، ان کے بیٹے بھی میدان میں موجود تھے بولے یہ حق میں ادا کروں گا، کیونکہ میں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا

ہوں، غرض دونوں باپ بیٹے رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاوں پھر سنبھل گئے۔

مجلس شوریٰ کی رکنیت

مجلس شوریٰ کی باضابطہ شکل اگرچہ عہد فاروقی میں عالم وجود میں آئی؛ لیکن اس کا خاکہ عہد صدیقی میں تیار ہو چکا تھا، چنانچہ ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جن لوگوں سے سلطنت کے مہمات امور میں مشورہ لیتے تھے ان میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا نام نامی بھی داخل تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجلس شوریٰ کا باقاعدہ انعقاد کیا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں بھی اس کے رکن تھے۔ (کنز العمال:، بحوالہ طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت، جلد)

افواجِ شام کی سپہ سالاری

عہد فاروقی میں ملک شام کی تمام فوج حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت تھی ھ میں نہایت زور شور سے شام میں طاعون نمودار ہوا، جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسی میں وفات پائی، انتقال کے قریب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا اور چونکہ نماز کا وقت آ چکا تھا، حکم دیا کہ وہی نماز پڑھائیں ادھر نماز ختم ہوئی، اُدھر انہوں نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کچھ دنوں سپہ سالاری کے منصب پر فائز رہے۔

وفات

وبا اسی طرح زوروں پر تھی اور لوگ سخت پریشان تھے، حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ یہاں سے ہٹ چلو، یہ بیماری نہیں بلکہ آگ ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے سنا تو نہایت برہم ہوئے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا جس مین عمرو رضی اللہ عنہ کو سخت وست کہا، اس کے بعد فرمایا کہ یہ وباء بلاء نہیں خدا کی رحمت ہے، نبی کی دعوت ہے اور صالحین کے اٹھنے کی ساعت ہے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے، شام اسلام کے علم کے نیچے آ جائے گا، پھر ایک بیماری پیدا ہوگی، جو پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی جو اس میں مرے گا شہید ہوگا اور اس کے اعمال پاک ہو جائیں گے، الٰہی اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو یہ رحمت میرے گھر میں بھیج اور مجھ کو اس میں کافی حصہ دے۔

تقریر ختم کر کے اپنے بیٹے کے پاس آئے جن کا نام عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھا، دعا قبول ہو چکی تھی، دیکھا تو بیٹا اسی بیماری میں مبتلا تھا، باپ کو دیکھ کر کہا "اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ" یہ موت جو حق ہے، خدا کی طرف سے ہے، شک کرنے والوں میں نہ ہوجیے، حضرت معاذ نے جواب دیا "سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ" تو انشاللہ مجھے صابروں میں پائے گا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا، بیٹے کے فوت ہونے سے پہلے دو بیویاں اسی بیماری میں مر چکی تھیں، اب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تنہا رہ گئے تھے، ساعت مقررہ آئی تو خدا کا بندہ خاص بھی دائرہ رحمت میں شامل ہوا، دائیں ہاتھ کی کلمہ والی انگلی میں پھوڑا نکلا (مسند) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہایت خوش تھے، فرماتے تھے کہ تمام دنیا کی دولت اس کے سامنے ہیچ ہے تکلیف اس قدر

تھی کہ بے ہوش ہو ہو جاتے تھے با ایں ہمہ جب ہوش آتا تو کہتے "خدایا مجھ کو اپنے غم میں غمگین کر؛ کیونکہ میں تجھ سے نہایت محبت رکھتا ہوں اور اس کو تو خوب جانتا ہے" پھر بے ہوش ہو جاتے جب افاقہ ہوتا تو پھر یہی فرماتے وفات کی رات بھی عجیب رات تھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہایت بے چین تھے بار بار پوچھتے تھے "دیکھو صبح ہوئی" لوگ کہتے کہ ابھی نہیں جب صبح ہوئی اور خبر کی گئی تو فرمایا، اس رات سے خدا کی پناہ جس کی صبح جہنم میں داخل کرتی ہو، مرحبا اے موت! مرحبا! تو اس دوست کے پاس آئی جو فاقہ کی حالت میں ہے، الٰہی میں تجھ سے جس قدر خوف کرتا تھا، تجھ کو خوب معلوم ہے، آج میں تجھ سے بڑی امیدیں رکھتا ہوں میں نے کبھی دنیا اور درازی عمر کو اس لئے پسند نہیں کیا کہ درخت بونے اور نہر کھودنے میں وقت صرف کرتا؛ بلکہ اس لئے چاہتا تھا کہ فضائح وفواحش سے دور رہوں، کرم وجود کو فروغ دوں اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس بیٹھوں وفات کا وقت قریب پہنچا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ گریہ وبکا میں مشغول تھے لوگوں نے تسلی دی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اس کے ماسوا فضائل ومناقب سے ممتاز ہیں، آپ کو رونے کی کیا ضرورت؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے نہ موت کی گھبراہٹ ہے اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم، مجھے عذاب وثواب کا خیال ہے، اسی حالت میں روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی اور خالق کون ومکاں کا پیارا اپنے محبوب آقا کے جوار رحمت میں پہنچ گیا۔

وفات کے وقت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف ۳۶ سال کی تھی اور ۱۸ھ تھا، وفات بھی نہایت مبارک خط میں واقع ہوئی، بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جس میں بیسان ایک مشہور شہر تھا، جو نہر اردن کے قریب واقع تھا، اسی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، شہر کے مشرقی طرف وہ مقدس مقام واقع تھا جہاں سے حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھالئے گئے تھے، مدفن کے لئے وہی مقام تجویز ہوا اور نعش مبارک وہیں سپرد خاک کی گئی۔

حلیہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا رنگ سپید، چہرہ روشن، قد دراز، آنکھیں سرگیں اور بڑی بڑی ابرو پیوستہ، بال سخت گھونگھر والے، آگے دانت صاف اور چمکدار، بات کرنے میں دانت کی چمک ظاہر ہوجاتی تھی جس کو ان کا ایک عقیدت کیش "نور" اور "موتی" سے تعبیر کرتا ہے آواز بہت پیاری اور گفتگو نہایت شیریں تھی حسن ظاہر کے لحاظ سے وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ میں ممتاز تھے۔

اولاد

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سن ہی کیا تھا وفات کے وقت وہ شباب کی دوسری منزل پر تھے تاہم صاحب اولاد تھے اگرچہ بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لم یولد لہ قط یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سرے سے اولاد ہی نہیں ہوئی، لیکن مستند ذرائع سے ان کے ایک بیٹے کا پتہ چلتا ہے، جن کا نام عبدالرحمٰن تھا، صاحب استیعاب کا بیان ہے کہ یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یرموک میں شریک تھے اور ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پیشتر وفات پائی۔

ازواج کی تفصیل اگرچہ نامعلوم ہے، لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ طاعون عمواس میں ان کی دو بیویوں نے وفات پائی۔

علم وفضل

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جن علوم میں کمال تھا وہ قرآن، حدیث، اور فقہ ہیں، قرآن دانی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ خود حامل قرآن نے ان کی مدح فرمائی ہے؛ چنانچہ ایک حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کے ذریعہ سے مروی ہے ہمارے اس قول کی تصدیق کرتی ہے اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے صحابہ رضی اللہ عنہ میں چار بزرگوں سے قرآن پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی، اس میں سے ایک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے۔

حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہ کو روایت حدیث کی بہت کم ضرورت پڑتی تھی کہ خود حامل نبوت سامنے تھا، تاہم اس زمانہ میں بھی متعدد صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں؛ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا واقعہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت میں مذکور ہے، لیکن چونکہ وہ احادیث کی روایت میں بہت محتاط تھے اور نیز اس لئے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ سے لے کر اپنی وفات تک بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کے لئے برابر مدینہ سے باہر رہے اس لئے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے "حدیث او چنداں باقی نماند" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو تعلیم وروایت حدیث کے لئے شام بھیجا تھا اور وہیں ان کا ۱۸ھ میں عین عالم شباب میں انتقال ہوگیا۔

تاہم روایت حدیث کا سلسلہ زندگی کی اخیر سانس تک جاری تھا، عمواس کے طاعون میں جب انگلی کی سوزش ان کو بستر مرگ پر تڑپا رہی تھی زبان مبارک اس فرض کی ادائیگی میں مصروف تھی۔ (مستند)

چنانچہ وفات کے وقت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور کچھ اور لوگ پاس بیٹھے تھے وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا پردہ اٹھاؤ میں حدیث بیان کروں گا جس کو اب تک میں نے اس لئے مخفی رکھا تھا کہ لوگ تکیہ کر بیٹھیں گے، اس کے بعد ایک حدیث بیان کی۔ (مستند)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایتیں اگرچہ اور صحابہ رضی اللہ عنہ سے کم ہیں تاہم ان کا شمار راویانِ حدیث کے تیسرے طبقہ میں ہے ان کی احادیث کی مجموعی تعداد (۱۵۷) ہے جس میں دو حدیثوں پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

تلامذہ حدیث کی تعداد کثیر تھی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کا ایک بڑا طبقہ ان سے حدیث کی روایت کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ انصاری، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، جابر بن عبدالل رضی اللہ عنہ ہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ باہلی، ابولیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ۔

تلامذہ خاص میں حسب ذیل حضرات شامل ہیں، ابن عدی، ابن ابی اوفی اشعری، عبدالرحمٰن بن سمرۃ بعثی، جابر بن انس رضی اللہ عنہ، ابوثعلبہ خشنی، جابر بن سمرۃ السوائی، مالک بن نیحامر، عبدالرحمٰن بن غنم، ابومسلم خولانی، ابوعبداللہ صنابحی،

ابووائل، مسروق، جنادہ بن ابی امیہ، ابوادریس خولانی، جبیر بن نفیر، اسلم مولی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اسود بن ہلال، اسود بن یزید وغیرہم

فقہ

خود عہد نبوی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا شمار اکابر فقہاء میں تھا، اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہوسکتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فقیہ ہونے کی شہادت دی اور فرمایا

اعلمهم بالحلال والحرام معاذ ابن جبل رضی الله عنه

ہمارے صحابہ میں حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ان کے متعلق کہا لولا معاذ لھلک عمر یعنی اگر معاذ رضی اللہ عنہ نہ ہوں تو عمر ہلاک ہو جائے، اس سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے رتبہ اجتہاد و درجہ استنباط پر کافی روشنی پڑتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے علاوہ اور بھی متعدد مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے فقیہ ہونے کا اعلان کیا چنانچہ جب جابیہ میں خطبہ دیا تو فرمایا:

من اراد أن يسأل عنه الفقه فليأت معاذا

یعنی جسے فقہ سیکھنا ہو وہ معاذ کے پاس جائے

طلب علم اور شوق تحصیل

ان اوراق کو پڑھ کر تم کو تعجب ہوگا کہ ان کو یہ فضل و کمال کا منصب کیونکر ہاتھ آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو ان کا فطری شوق اور طبعی ذکاوت و ذہانت جس کا ہر موقع پر اظہار ہوتا تھا دوسرے خود معلم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے جوہر قابل اور مستند طالب علم کی طرف جوش التفات و عنایت خاص، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مجلس تعلیم و تربیت کی ایک درسگاہ ہوتی تھی، اس لئے ان کو اکثر اوقات اس سے استفادہ کا موقع حاصل ہوتا تھا۔

حضرت معاذ بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تنہا ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اوقات خاص میں ان کو مختلف مسائل تعلیم کیا کرتے تھے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت معاذ کو کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ رکھتے تو وہ آپ کی تلاش میں دور تک نکل جاتے؛ چنانچہ ایک مرتبہ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کہیں تشریف لے گئے ہیں تلاش کے لئے نکلے تو راستہ میں لوگوں سے پوچھتے جاتے تھے کہ حضور کدھر تشریف لے گئے ہیں، آخر ایک جگہ آپ کو پالیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ بھی پیچھے کھڑے ہوگئے اور نماز کی نیت باندھ لی، اس دن آپ نے دیر تک نماز ادا فرمائی، فارغ ہوئے تو معاذ نے پوچھا کہ "حضور نے بڑی لمبی نماز پڑھی"؟ فرمایا "یہ ترغیب و ترہیب کی نماز تھی میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی جس میں دو کے متعلق رضا مندی ظاہر ہوئی اور ایک کی نسبت میں روک دیا گیا، میں نے یہ چاہا تھا کہ میری امت غرق ہونے سے محفوظ

رہے تو یہ درخواست منظور کر لی گئی، ایک یہ خواہش کی تھی کہ غیر مسلم دشمن اسلام پر غالب نہ آسکے تو وہ بھی پوری کی گئی، ایک تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں میں اختلاف وتفریق نہ پڑنے پائے تو اس کو مسترد کر دیا گیا۔ (مسند)

غزوہ تبوک سے مراجعت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا اور خالی پا کر حضرت معاذ نے پوچھا کہ مجھ کو وہ عمل بتائیے جو میرے دخولِ جنت کا سبب بنے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال سے نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا: نج لقد سالت عن عظیم یعنی تم نے بہت بڑی بات پوچھی (مسند)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسے موقع کی ہر وقت تلاش رہتی تھی، موقع ملنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فوراً سوال کرتے، لیکن پاس نبوت ضروری تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج پہچان کر سوال کی جرات کرتے تھے، غزوہ تبوک سے قبل لوگ طلوع آفتاب کے وقت سواریوں پر سو رہے تھے اور اونٹ ادھر ادھر راستہ میں چر رہے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصروفِ خواب تھے اور ناقہ مبارک چرنے اور کھانے میں مشغول، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی، انہوں نے اس کی مہار کھینچی تو اور متوحش ہوا، اس کے بدکنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ بھی بدکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے مڑ کر پیچھے دیکھا تو معاذ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا، آپ نے پکارا معاذ! انہوں نے کہا حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے قریب آجاو، حضرت معاذ اس قدر قریب آ گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذ کے اونٹ بالکل برابر ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو لوگ کس قدر دور ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا سب لوگ سو رہے ہیں اور جانور چر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی سو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ اور التفات دیکھا تو کہا یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں تو ایسے امر کی نسبت سوال کروں جس نے مجھ کو غمگین مریض اور سقیم بنا دیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔ (مسند)

ایک اور سفر میں جیسا کہ آپ کہیں اوپر پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین دفعہ پکارا اور ہر دفعہ انہوں نے ادب سے جواب دیا، چنانچہ تیسری دفعہ ان کو پکارا تو فرمایا کہ: کلمہ لا الہ الا اللہ کا قائل جنت میں داخل ہوگا، اگرچہ وہ گنہگار ہو، حضرت معاذ نے اس کا اعلان کرنا چاہا تو فرمایا ایسا نہ کرو لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے۔

طبیعت تلاش اور کرید کی عادی تھی، ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص مسئلہ دریافت کیا تھا، آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا، ایک ظاہر بین کے لئے وہ جواب بالکل کافی تھا، لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم اس شخص کے لئے خاص ہے، یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے آپ نے فرمایا نہیں عام ہے۔ (مسند)

منصب تعلیم

تحصیل علم میں جدوجہد اور مسائل میں غور وخوض کا مرحلہ دشوار گذار طے ہوا تو منزل مقصود سامنے تھی، یعنی یہ کہ فیض تربیت

سے وہ فقیہ امام مجتہد اور معلم سب بن گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک ہی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مسند ارشاد پر متمکن ہو چکے تھے۔ فتح مکہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مکہ میں چھوڑ گئے کہ یہیں رہ کر لوگوں کو فقہ وسنت کی تعلیم دیں۔

(طبقات ابن سعد، صفحہ، قسم اول، مغازی)

۹ھ میں والی یمن بنا کر بھیجا، تو فصل قضایا کے علاوہ اہل یمن کی تعلیم بھی انہی کے ذمہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی منصب افتا پر سرفراز تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اہل شام کو تعلیم کی ضرورت تھی، یزید بن ابی سفیان والی شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کچھ لوگوں کو اس غرض کے لئے یہاں بھیجے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ وغیرہ کو بلایا اور شام جانے کی ہدایت کی حضرت معاذ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی اور تعلیم میں مشغول ہوئے، تمام ملک شام میں صرف دو صحابی تھے جن کی ذات علوم وفنون کا مرکز بنی ہوئی تھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی سکونت اگرچہ علاقہ فسلطین میں محدود تھی؛ لیکن اشاعت علوم کا دائرہ غیر محدود تھا، فلسطین سے متجاوز ہو کر دمشق اور حمص تک میں ان کے حلقہ درس قائم تھے اور خود حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ان مقامات میں جا کر درس دیا تھا طریقہ یہ تھا کہ مجلس میں چند صحابہ رضی اللہ عنہ کسی مسئلہ پر مباحثہ کرتے، حضرت معاذ خاموش بیٹھے رہتے، جب معاملہ طے نہ ہوتا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ کرتے تھے۔

ابوادریس خولانی ایک مرتبہ جامع دمشق میں گئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہیں جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ ان کو تسلی بخش جواب دیتا ہے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل ہیں۔ (مسند)

ابومسلم خولانی جامع حمص میں آئے تو دیکھا کہ ایک حلقہ قائم ہے جس میں صحابہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں اور سب سن کہولت کو پہنچ چکے ہیں، ان میں ایک نوجوان بھی ہے جب کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا ہے تو نوجوان سے فیصلہ کراتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ نوجوان معاذ بن جبل ہیں۔ (مسند)

غرض حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے درس وافادہ کا سلسلہ حمص تک وسیع تھا، شہروں کی جامع مسجدیں درسگاہ کا کام دیتی تھیں، وہ مختلف شہروں میں دورہ کرتے تھے اور جہاں جاتے تھے فیض وبرکت کا سرچشمہ جاری ہو جاتا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں صرف تین عالم ہیں، جن میں ایک شام میں اقامت پذیر ہے، یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے پوچھتے تھے کہ جانتے ہو عقلاء کون ہیں؟ لوگ لاعلمی ظاہر کرتے تو فرماتے معاذ بن رضی اللہ عنہ جبل اور ابودرداء رضی اللہ عنہ عقلاء سے مقصود ظاہر ہے کہ علمائے شریعت ہیں۔

مجتہد کے لئے سب سے زیادہ ضروری اصابت رائے ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس درجہ صائب الرائے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعوں پر ان کی رائے کو پسند فرمایا۔

پڑھ چکے ہیں کہ یمن روانہ کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ "مقدمہ آئے گا تو

کیونکر فیصل کروگے؟" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کتاب اللہ سے آپ نے فرمایا اگر اس میں نہ پاو، تو عرض کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاو تو عرض کی کہ "اجتہاد کروں گا" یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ ان کے سینہ پر اپنا دست مقدس پھیرا اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو اس بات کی توفیق دی جس کو میں پسند کرتا ہوں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے جواب سے گویا اصول فقہ کا یہ پہلا اصول مرتب ہوا کہ احکام اسلامی کے یہ تین بہ ترتیب ماخذ ہیں اول کتاب الٰہی پھر حدیث نبوی اور اس کے بعد قیاس

شروع زمانہ میں جو لوگ دیر میں پہنچتے اور کچھ رکعتیں چھوٹ جاتیں تو وہ نمازیوں سے اشارہ سے پوچھ لیتے کہ کتنی رکعتیں ہوئیں اور وہ اشارہ سے جواب دیدیتے، اس طرح لوگ فوت شدہ رکعتیں پوری کر کے صف نماز میں مل جاتے تھے، ایک دن جماعت ہو رہی تھی اور لوگ قعدہ میں تھے کہ معاذ رضی اللہ عنہ آئے اور دستور کے خلاف قبل اس کے کہ رکعتیں پوری کرتے جماعت کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو حضرت معاذ نے اٹھ کر بقیہ رکعتیں پوری کیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: قد سن لکم فهكذا فاصنعوا یعنی معاذ رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے ایک طریقہ نکالا ہے تم بھی ایسا ہی کرو (مسند) یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے کتنی قابل فخر مزیت ہے کہ ان کی سنت تمام مسلمانوں کے لئے واجب العمل قرار پائی اور آج تک اسی پر عمل درآمد ہے اور دنیا کے سارے مسلمان اسی کے مطابق اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرتے ہیں۔

نماز اور روزہ کے تین دور انہوں نے جس طرح قائم کئے ہیں، (مسند) وہ بھی ان کے تفقہ پر شاہد عدل ہے اسی بناء پر ان کے اجتہادات جہاں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مختلف تھے وہاں صحت اور یقین بھی انہی کو حاصل تھا۔

جماع کی ایک صورت خاص میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نہایت متردد تھے مگر عام صحابہ رضی اللہ عنہ کی تردید نہ کر سکتے تھے، لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے اختلاف تھا، آخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کا اجماع ہو گیا۔ (ایضاً)

اسی طرح ایک مرتبہ، ایک اور پیچیدہ صورت پیدا ہوئی، ایک حاملہ عورت کا شوہر دو برس غائب تھا لوگوں کو شبہہ ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ موجود تھے، بولے کہ عورت کے رجم کا آپ کے بے شک حق ہے لیکن بچہ کے رجم کرنے کے کیا معنی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت چھوڑ دیا اور فرمایا وضع حمل کے بعد سنگسار کیا جائے، لڑکا پیدا ہوا تو خوش قسمتی سے اپنے باپ کے بالکل مشابہ نکلا، باپ نے دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو فرمایا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا مثل عورتیں نہ پیدا کریں گی، اگر معاذ رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ (کنز العمال، بحوالہ صحیح بخاری ومسلم)

قدرت نے جس فیاضی سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کمالات عطا فرمائے تھے اس کا اعتراف طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہ میں ہر کہ

ومہ کو تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے عجزت النساء ان یلدن مثل معاذ رضی اللہ عنہ یعنی معاذ رضی اللہ عنہ جیسا شخص پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں۔

وہ خلافت کے مستحق تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ اگر معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ بناتا، خدا پوچھتا تو کہتا کہ اس شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، یأتی معاذ یوم القیامۃ رتوۃ بین العلماء۔

اخلاق وعادات

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب ومحامد کا ایک ایک باب پڑھ چکے اس سے ان کی اخلاقی خصوصیات معلوم ہوگئی ہونگی، ایک مسلمان کا سب سے بڑا وصف خالق کائنات کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور اس کی اطاعت وعبادت ہے، چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دوسرے تربیت یافتگان نبوت کی طرح پچھلی پہر رات سے اٹھ کر اس کاروبار میں مصروف ہوجاتے تھے، یہ اسی عشق الہٰی ومحبت خداوندی کا اثر تھا کہ جب عمواس میں طاعون کی وبا پھیلی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ و بن العاص نے آبادی چھوڑ کر میدان میں نکل جانے کی صلاح دی تو ان کو اس تجویز سے سخت تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ یہ رحمت الہٰی ہے، اے خدا اپنی اس رحمت کو تو میرے گھر بھیج۔

حب رسول

حب الہٰی کے بعد حب رسول کا درجہ ہے، سُن چکے ہیں کہ وہ جب کبھی آپ نہ پاتے تو کس طرح بے تابانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل جاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ سفر میں آپ جب کہیں اترتے تھے تو مہاجرین کو اپنے قریب اتارتے تھے؛ چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تشریف لے گئے صحابہ رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے، ایک جگہ ان کے ساتھ منزل کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہ کے مجمع سے جن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے اٹھ کر کہیں چلے گئے، معاذ رضی اللہ عنہ کو بڑی پریشانی ہوئی، شام تک انتظار کرتے رہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل گئے، راستہ میں آواز معلوم ہوئی، دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، معاذ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ آج آپ ہم میں تشریف نہ رکھتے تھے، ہم کو خوف ہوا کہ خدانخواستہ کوئی ضرر نہ پہنچا ہو، اس لئے اس وقت آپ کو ڈھونڈنے نکلے ہیں۔ (مسند)

ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب کرتے تھے، ایک بار یمن سے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یمن میں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کے لئے سجدہ جائز کرتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس محبت و جان نثاری کی بناء پر ان سے نہایت محبت کرتے تھے، ایک بار حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ مجھ کو تم سے بہت محبت ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا! میں بھی آپ کو نہایت محبوب رکھتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک وصیت کرتا ہوں اس کو کبھی ترک نہ کرنا، یہ کہہ کر ایک دعا بتائی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد ہمیشہ پڑھتے رہے۔

(اللّٰهُمَّ أَعِنِّى عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ) ۔(مسند، وادب المفرد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا اس قدر خیال تھا کہ اپنے تلمیذ خاص صنابحی کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی، صنابحی پر یہ اثر تھا کہ انہوں نے اپنے شاگرد ابوعبدالرحمٰن حبلی کو اور حبلی نے عقبہ بن مسلم کو اس کے پڑھنے کی وصیت کی تھی۔ (مسند)

مذکورہ بالا واقعات تمام تر عہد نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عہد میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی محبت کا جو حال تھا وہ اوپر گذر چکا؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی کیا کیفیت تھی اس کا بیان اب سننا چاہیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت معاذ کا اضطرار اور اضطراب قابل دید تھا، یمن سے واپس ہو کر آئے تو مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے محروم ہو چکا تھا، اس لئے انہوں نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کی۔

شام میں بھی محبوب کا فراق چین نہ لینے دیتا تھا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے درخواست کی آج اذان دیجئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو ارادہ کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دونگا؛ لیکن آج آپ کا ارشاد بجالاتا ہوں، اذان دینی شروع کی تو صحابہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آ گیا اور ان پر رقت طاری ہوگئی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تو روتے روتے بیتاب ہوگئے۔

امر بالمعروف

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے امر بالمعروف میں کبھی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی، شام گئے تو دیکھا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم شام تھے، ان سے پوچھا کہ ان کے وتر نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ امیر کو معلوم نہ تھا، پوچھا کیا وتر واجب ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ (مسند)

جود

نہایت فیاض تھے؛ چنانچہ اسی سخاوت کی بدولت ان کی تمام جائیداد بیع ہوگئی اسلام کو ان کی سخاوت سے بڑا فائدہ پہنچا۔

صدق

راست گفتاری ان کی مسلم تھی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صداقت کی تصدیق فرمائی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھا کہ آپ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مسند) صدق معاذ! صدق معاذ! صدق معاذ!

کینہ وحسد سے مبرا تھے، اقران اور ہمعصرا کثر حسد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، چند باکمال ایک زمانہ میں موجود ہوں تو کبھی ایک دوسرے کو اچھا نہ کہے گا؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس قسم کے رکیک و باطل خیالات سے پاک کر دیا تھا وہ ہمعصروں اور ہمسروں کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے اور وقت پر اس کو ظاہر بھی کر دیتے تھے۔

حضرت معاذ کی وفات کا وقت آیا تو تمام لوگ رو رہے تھے کہ علم اٹھا جا رہا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا فرمائیے آپ کے بعد کس سے پڑھیں انہوں نے کہا ذرا مجھے اٹھا کے بٹھا دو، بیٹھ گئے تو فرمایا "سنو علم وایمان اٹھ نہیں سکتے وہ بدستور رہیں گے، جو جستجو کرے گا پائے گا (تین مرتبہ فرمایا) علم چار آدمیوں سے سیکھو یعنی ابو درداء رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے۔ (مسند)

بَابُ مَنْقَبَةُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا

باب 78: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی منقبت کا بیان

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ اس سے پہلے بھی ایک نیک انسان تھے۔

300- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُالصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِالْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَكَانَ ذَا قِدَمٍ فِي الْاِسْلَامِ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ لَهٗ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى نَاسٍ كَثِيْرٍ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کا سب سے بہتر گھرانہ بنو نجار ہے اس کے بعد بنو عبدالاشہل ہے پھر بنو حارث بن خزرج ہیں پھر بنو ساعدہ ہیں۔ ویسے انصار کا ہر خاندان بہتر ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حالانکہ وہ ایک پرانے مسلمان تھے' میرا خیال ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو ہم پر

حدیث 300: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3596' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3910' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 392' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 7285' اخرجه النسائی فی "سننه الکبری" رقم الحدیث: 8338' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبری" رقم الحدیث: 12888' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 3650' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 579' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1355' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 1197' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1400' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث: 1436

فضیلت دے دی تو ان سے کہا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے تمہیں بھی بہت سے لوگوں پر فضیلت دے دی ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

سعد نام، ابو ثابت وابو قیس کنیت، سید الخزرج لقب، قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے: سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ بن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔ والدہ کا نام عمرہ بنت مسعود تھا اور صحابیہ تھیں، ۵ھ میں فوت ہوئیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دادا ولیم قبیلہ خزرج کے سردار اعظم تھے اور مدینہ کے مشہور مخیّر تھے، خاندان ساعدہ کی عظمت وجلالت کا سکہ انہی نے بٹھایا، مذہبا بت پرست تھے اور منات کی پوجا کرتے تھے جو مکہ میں مقام مشلل پر نصب تھا، ہر سال دس اونٹ اس کو نذر چڑھاتے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد عبادہ باپ کے خلف الرشید تھے، اسی شان سے اپنی زندگی بسر کی اور اپنے بیٹے کے لئے مسند امارت وریاست چھوڑ گئے۔

تعلیم وتربیت

عرب کے قاعدہ کے مطابق تیر اندازی اور تیرا کی سکھائی گئی، اگر چہ انصار میں ایک آدمی بھی لکھنا نہیں جانتا تھا، (طبقات ابن سعد: مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعلیم میں جو اہتمام ہوا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وہ جاہلیت میں ہی نہایت عمدہ عربی لکھ لیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

ان تینوں چیزوں میں اس درجہ کمال بہم پہنچایا کہ استاد ہو گئے اسی بناء پر لوگوں نے "کامل" کا لقب دیا۔

اسلام

عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اور ان کا شمار بلند پایہ صحابہ میں کیا گیا؛ چنانچہ بخاری میں ہے: **وقان ذا قدم فی الاسلام** یعنی بڑے پایہ کے مسلمان تھے۔ (بخاری)

بیعت عقبہ جس شان سے ہوئی انصار کے جس قدر آدمی اس میں شامل ہوئے جن اہم شرائط پر بیعت کا انعقاد ہوا، یہ کام اگر چہ خفیہ اور نہایت خفیہ تھا؛ لیکن پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا، قریش کو ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر لاحق رہتی تھی؛ چنانچہ جس وقت آپ رات کے وقت مکہ سے باہر انصار سے بیعت لے رہے تھے جبل ابو قبیس پر کوئی شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا وہ دیکھنا! سعد مسلمان ہوئے تو محمد بالکل نڈر ہو جائے گا۔

قریش کے کان میں اگر چہ یہ آواز پہنچ گئی، تاہم ان کا خیال ادھر منتقل نہ ہوا وہ قضاعہ اور تمیم کے سعد نامی اشخاص کو سمجھے اس وجہ سے بیعت میں مزاحمت نہ کی۔

دوسری رات کو پھر اسی پہاڑ سے چند شعر سنے گئے، جن میں صاف صاف ان کا نام ونشان موجود تھا، قریش کو سخت حیرت ہوئی اور تحقیق واقعہ کے لئے انصار کے فرودگاہ میں آئے، عبداللہ بن ابی بن سلول سے کہ قبیلہ خزرج کا رئیس تھا گفتگو ہوئی، اس نے اس واقعہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کی یہ لوگ چلے گئے تو مسلمانوں نے یاجج کا راستہ لیا، قریش نے ہر طرف ناکہ بندی کرادی تھی، سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ اتفاق سے ہاتھ لگ گئے، کافروں نے ان کو پکڑ کر ہاتھ گردن سے باندھ دیئے اور بال کھینچ کھینچ کر زدوکوب کرتے ہوئے مکہ لائے، مکہ میں مطعم بن عدی نہایت شریف انسان تھا، ابتدائے اسلام میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت کی تھی اس نے حارث بن امیہ بن عبد شمس کو ساتھ لیا اور ان کو پہچان کر قریش کے پنجہ ظلم وستم سے نجات دلائی۔

(طبقات ابن سعد، جلد، ق:۰)

ادھر انصار میں بڑی کھلبلی پڑی تھی مجلس شوریٰ قائم ہوئی جس میں طے پایا کہ چاہے جانیں خطرہ میں کیوں نہ پڑھ جائیں ؛مگر مکہ واپس چل کر سعد کا پتہ لگانا چاہیے، ان کا یہ ارادہ بھی قوت سے فعل میں نہ آیا تھا کہ سعد آتے ہوئے نظر آئے اور وہ ان کو لے کر سیدھے مدینہ روانہ ہوگئے۔ (طبقات ابن سعد)

غزوات اور عام حالات

چند مہینوں کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ تشریف لائے، اس وقت یثرب کا ہر گلی کوچہ شادمانی اور مسرت کا تماشا گاہ تھا دارابی ایوب رضی اللہ عنہ میں پہنچتے ہی تحفوں اور ہدیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکان سے ایک بڑا پیالہ ثرید اور عُراق سے بھرا پہنچا۔ (طبقات ابن سعد)

ہجرت سے کچھ مہینوں کے بعد اسلام کی تحریک نشو ونما پانے لگی، صفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوارا ایک بستی میں جو مکہ کی طرف واقع تھی، قریش کی فکر میں تشریف لے گئے اس لشکر میں کوئی انصاری نہ تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ (ایضاً، مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)

اسی سنہ میں بدر کا معرکہ پیش آیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شرکت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، بخاری اور مسلم ان کی شرکت ثابت کرتے ہیں؛ لیکن صاحبِ طبقات کو انکار ہے؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بدر میں شریک نہ تھے، علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے اور مسلم کے الفاظ سے اپنے دعویٰ پر نہایت لطیف استشہاد کیا ہے۔ (فتح الباری)

ابن سعد نے طبقات میں ان کا ذکر اس جماعت کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے، جو بدر میں شریک نہ تھی اور اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے غزوہ کا سامان کیا تھا؛ لیکن کتے نے کاٹ کھایا، اور وہ اپنے ارادے سے باز آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ افسوس ان کو شرکت کی بڑی حرص تھی، (اصابہ) تاہم مال غنیمت میں حصہ لگایا اور اصحاب بدر میں شامل کیا۔

(فتح الباری)

غزوہ بدر عہد نبوت کے غزوات میں سب سے پہلا مشہور غزوہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اب تک اگر چہ چار غزوے اور چار سرایا پیش آچکے تھے؛ لیکن انصار کی ان میں سے ایک میں بھی شرکت نہ تھی، اس کا سبب جیسا کہ ظاہر ہے یہ تھا کہ انصار کی

طرف سے بیعت میں صرف اس قدر وعدہ کیا گیا تھا کہ جو مدینہ پر چڑھ کر آئے گا، اس کو وہ روکیں گے مدینہ کے باہر جو معرکے ہوں ان کا اس میں کوئی تذکرہ نہ تھا۔

اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہم اعظم کا ارادہ کیا تو انصار کو شریک کرنے کے لئے رائے ومشورہ ضروری سمجھا، ایک مجمع میں جنگ کا مسئلہ پیش ہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر رائے دی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات نہ کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ سمجھ گئے، اٹھ کر کہا کہ شائد ہم لوگ مراد ہیں؟ تو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ سمندر کا حکم دیں تو اسے پامال کرڈالیں اور خشکی کا حکم ہو تو برک غماد (یمن کے ایک موضع کا نام ہے) تک اونٹوں کے کلیجے پگھلادیں (مسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور تیاری کا حکم دے دیا۔

تذکرہ نویسوں نے اسی روایت سے شرکت بدر پر استدلال کیا ہے، حالانکہ اس میں مذکور ہے کہ جب ابوسفیان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشوہ کیا، (اصل الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاورحین بلغہ اقبال ابی سفیان صحیح مسلم) اور یہ بالکل مطابق واقعہ ہے؛ لیکن اس کے بعد کا واقعہ وہ ہے جس کو ابن سعد روایت کرتے ہیں اس بنا پر طبقات کی روایت صحیح مسلم کے منافی نہیں؛ بلکہ اس کے اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح ہے۔

بدر کے بعد غزوہ احد واقع ہوا، مشرکین اس سروسامان سے آئے تھے کہ مدینہ والوں پر خوف طاری ہوگیا تھا، شہر میں تمام رات جمعہ کی شب پہرہ رہا اس موقع پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ چند اکابر انصار کے ساتھ مسجد نبوی میں ہتھیار لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی حفاظت کررہے تھے۔ (طبقات ابن سعد، صفحہ، حصہ مغازی)

جمعہ کے دن شوال کے ٦ تاریخ کو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزے منگا کر تین پھریرے لگائے اور خزرج کا علم حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کے سپرد کیا۔

یہ انتظامات مکمل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوکر نکلے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ اوس وخزرج کے سردار زرہیں پہنے اور جھنڈے لئے آگے آگے دوڑ رہے تھے، (ایضا) بیچ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور داہنے بائیں مہاجرین وانصار کا لشکر تھا کوکب نبوت اس شان سے نمایاں ہوا تو چشم کفر خیرہ ہوگئی اور منافقین کیدل دہل اُٹھے۔

سنیچر کے دن احد کے دامن میں معرکہ قتال برپا ہوا لڑائی اس شدت کی تھی کہ مسلمانوں کے پیرا کھڑ گئے تھے؛ لیکن میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے آگے تھے، مہاجرین اور انصار میں صرف آدمی آپ کے ساتھ تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھی بعض لوگوں نے انہی میں (زرقانی) شامل کیا ہے، غزوہ مریسیع (مصطلق) میں جو ھ میں ہوا تھا ان کو یہ اعزاز عطا ہوا کہ اوس وخزرج دونوں جماعتوں کا علم ان کو تفویض کیا۔ (طبقات، صفحہ، مغازی)

غزوہ خندق میں جو اسی سنہ میں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کو بلا کر مشورہ

کیا کہ عینیہ بن حصن کو میں مدینہ کی پیداوار کا ایک ثلث اس شرط پر دینا چاہتا ہوں کہ قریش کو چھوڑ کر واپس جائے، وہ نصف مانگتا ہے، اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ وحی ہے تو انکار کی مجال نہیں ورنہ اس کی بات کا جواب تو صرف تلوار ہے، خدا کی قسم! ہم اس کو پھل کی بجائے تلوار کا پھل دیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وحی نہیں اور وحی آتی تو تم سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی عرض کیا تو پھر تلوار ہے ہم نے جاہلیت میں بھی ایسی ذلت کبھی گوارا نہیں کی اور اب تو آپ کی وجہ سے اللہ نے ہم کو ہدایت دی، معزز اور مکرم کیا پھر دبنے کی کیا وجہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گفتگو سے بہت مسرور ہوئے اور دونوں کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ (استیعاب)

خندق کے معرکہ میں بھی انصار کا علم حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کے پاس تھا۔ (طبقات، صفحہ، حصہ مغازی)

۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمابہ پر حملہ کیا اور سعد کو ۳۰۰ آدمیوں کا افسر مقرر کر کے، مدینہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے۔ (ایضاً)

وہاں امداد کی ضرورت ہوئی، مدینہ میں خبر پہنچی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ۱۰ اونٹ اور چھوہاروں کے بہت سے گٹھے روانہ کئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی قرد میں مل گئے۔ (ایضاً)

۶ھ میں غزوہ حدیبیہ اور بیعت رضوان پیش آئی وہ دونوں میں موجود تھے۔

غزوہ خیبر (۷ھ) میں اسلامی لشکر میں تین جھنڈے تھے جن میں سے ایک حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

(طبقات، صفحہ، حصہ مغازی)

فتح مکہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رایت (فتح الباری، طبقات، صفحہ، واستیعاب) (جھنڈا) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، فوج اسلام کا ایک ایک دستہ شہر میں جارہا تھا اور ابوسفیان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے، انصار جن کے آگے آگے حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے اس شان سے گذرے کہ ابوسفیان کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں (بخاری) پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں، ان پر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ افسر ہیں اور جھنڈا بھی ان ہی کے ہاتھ میں ہے، قریب پہنچے تو ابوسفیان کو پکارا دیکھنا! آج کیسی سخت لڑائی ہوگی آج کعبہ حلال ہوجائے گا، ابوسفیان کا دل اپنی سابق حرکتوں کے سبب سے یونہیں تھوڑا تھوڑا تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا آج تو خوب لڑائی ہوگی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستہ سامنے سے گذرا تو ابوسفیان پکارا، یا رسول اللہ! اپنی قوم پر رحم کیجئے، آپ کو خدا نے رحیم اور نیکوکار بنایا ہے، سعد مجھ کو دھمکا گئے ہیں کہ ملحمہ عظمیٰ آج ہی ہے، آج قریش کا خاتمہ ہوجائے گا، ابوسفیان کی آواز پر کئی آوازیں اٹھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے کہا، ہمیں خوف ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جوش انتقام تازہ نہ ہوجائے، ضرار بن خطاب فہری نے چند شعر کہے تھے، ایک شخص کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا اور ان کو پڑھ کر فریاد کر:

یـا نبی الهدی الیك لجاحی قریش ولات حین لجا حین ضاقت علیهم سعة الارض وعاداهم اله السماء ان سعدا یرید قاصمة الظهر با هل الحجون و البطحاء

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے دامن میں قریش نے اس وقت پناہ لی ہے جبکہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں جب کہ ان پر فراخی کے باوجود زمین تنگ ہے اور آسمان کا خدا ان کا دشمن ہوگیا ہے سعد اہل مکہ کی پیٹھ توڑنا چاہتا ہے۔

اسی طرح کے اور بہت سے شعر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے تو دریائے رحمت موجزن ہوگیا ارشاد ہوا کہ سعد نے جھوٹ کہا، آج کعبہ کی عظمت دوبالا ہوگی، آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سعد سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کو دیدو، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمامہ بھیجا تو انہوں نے بیٹے کے ہاتھ میں جھنڈا دیدیا، لیکن جو خطرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سعد رضی اللہ عنہ سے تھا ان کو اپنے بیٹے سے ہوا، درخواست کی قیس کے سوا کسی اور شخص کے سپرد کیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کے سپرد کیا، صحیح بخاری میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اس کا یہی مطلب ہے۔ (بخاری، و فتح الباری، و استیعاب، سے یہ واقعات لئے گئے ہیں)

فتح مکہ کے بعد حنین کا معرکہ ہوا اس میں قبیلہ خزرج کا علم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ (طبقات ابن سعد، حصہ مغازی)

ان غزوات کے علاوہ بھی جو غزوات یا مشاہد عہد نبوی میں پیش آئے ان میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی نمایاں شرکت رہی، میدان جنگ میں انصار کے وہی علمبردار ہوتے تھے۔

سقیفہ بنی ساعدہ

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، مدینہ کا علاقہ انصار کی قدیم ملکیت تھا، اس کے ماسوا آغازِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی مدد انصار نے کی تھی جس زمانہ میں کہ اسلام بے خانماں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قبائل عرب پر اپنے کو پیش کرتے تھے کہ مجھ کو مکہ سے اپنے وطن لے چلو؛ لیکن قریش کے دبدبہ و رعب کی وجہ سے کوئی حامی نہیں بھرتا تھا، انصار کے ایک مختصر قافلہ نے جو صرف ۷۰، اشخاص پر مشتمل تھا، "عرب وعجم" کی جنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ آکر بیعت کی اور آپ کو اپنے وطن مدینہ میں مدعو کیا۔

عہد نبوت میں جو غزوات پیش آئے، ان میں تعداد، جاں بازی، فدائیت سب سے زیادہ انہی لوگوں سے ظاہر ہوئی، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قبائل عرب میں کوئی قبیلہ انصار سے زیادہ شہداء نہ لا سکے گا، میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ احد میں ۷۰، بیر معونہ میں ۷۰ اور یمامہ میں ۷۰ انصاری شہید ہوئے تھے۔ (بخاری)

ان باتوں کے ساتھ قرآن مجید اور حدیث میں ان کے فضائل ومناقب کثرت سے بیان کئے گئے ہیں، اس بنا پر انصار کے دل میں خلافت کا خیال پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔

انصار میں دو بزرگ تمام قوم کے پیشوا اور سردار تسلیم کئے جاتے تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انتقال کر چکے تھے، صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ باقی تھے، جن کا اوس وخزرج میں وجاہت وامارت کے لحاظ سے کوئی حریف مقابل نہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو سقیفہ بنی ساعدہ میں جو انصار کا دارالندوہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا لوگ جمع ہوئے، سعد رضی اللہ عنہ بیمار تھے، لوگ ان کو لائے وہ کپڑا اوڑھے ہوئے مسند پر آکر بیٹھ گئے اور تکیہ سے ٹیک لگالی اور اپنے اعزہ سے کہا کہ میری آواز دور تک نہ پہنچے گی جو میں کہوں اس کو باآواز بلند لوگوں تک پہنچاؤ، تقریر کا ماحصل یہ تھا کہ انصار کو جو شرف اور سبقت فی الدین حاصل ہے عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ برس سے زیادہ اپنی قوم میں رہے؛ لیکن ان کی کسی نے نہ سنی جو لوگ ان پر ایمان لائے وہ تعداد میں بہت کم تھے، ان میں نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی طاقت تھی نہ دین کے بلند کرنے کی قوت وہ تو خود اپنی حفاظت سے عاجز تھے۔

خدا نے جب تم کو فضیلت دینا چاہی تو یہ سامان بہم پہنچایا کہ تم ایمان لائے، رسول اور اصحاب کو پناہ دی، اپنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھا ان کے اعداء سے جہاد کیا یہاں تک کہ تمام عرب طوعاً یا کرہاً خلافت الٰہی میں شامل ہو گیا اور بعید وقریب سب نے گردنیں ڈال دیں پس یہ تمام مفتوحہ علاقہ تمہاری تلواروں کا مرہون منت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر تم سے خوش رہے اور وفات کے وقت بھی خوش گئے اس بنا پر تم سے زیادہ خلافت کا کوئی مستحق نہیں۔

تقریر ختم ہوئی تو تمام مجمع نے یک زبان ہو کر کہا کہ رائے نہایت معقول اور صائب ہے ہمارے نزدیک اس منصب کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہم آپ ہی کو خلیفہ بنائیں گے۔

اس کے بعد آپس میں گفتگو شروع ہوئی کہ مہاجرین کے دعوائے خلافت کا کیا جواب ہوگا بعضوں نے کہا یہ کہ دو امیر ہوں ایک ہمارا اور ایک ان کا سعد کے کان میں آواز پڑی تو بولے کہ یہ پہلی کمزوری ہے۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچ گئی تھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر آ پہنچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشتعل طبیعت نے تمام مجمع میں آگ لگادی، انصار کے خطباء بار بار تقریر کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اخیر میں تلواریں کھینچ گئیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رنگ بدلتا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور خود نہایت معرکۃ الآرا خطبہ دیا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی تو تمام انصار پکار اُٹھے کہ "نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر" یعنی ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔ (مسند)

تمام مجمع بیعت کے لئے اٹھا تو لوگوں نے شور مچایا کہ دیکھنا! سعد کچل نہ جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کو خدا کچلے، سعد اپنی ناکامی پر پہلے سے متاسف تھے، سخت برہم ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ مجھ کو یہاں سے لے چلو۔ (بخاری وطبری)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں بالکل تعرض نہ کیا بعد میں آدمی کو بھیجا کہ یہاں آکر بیعت کریں انہوں نے بیعت سے قطعاً انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان سے ضرور بیعت لیجئے بشیر بن رضی اللہ عنہ سعد انصاری بیٹھے تھے، بولے کہ اب وہ انکار کر چکے ہیں، کسی طرح بیعت نہ کریں گے مجبور کیجئے گا تو کشت وخون کی نوبت آئے گی، وہ اٹھیں گے تو ان کا گھر اور کنبہ بھی حمایت کرے گا جس سے ممکن ہے کہ تمام خزرج اٹھ کھڑا ہو اس لئے ایک سوتے فتنہ کو جگانا مناسب نہیں ہے، میرے خیال میں ان کو یوں ہی چھوڑ دیجئے، ایک آدمی ہیں کیا کریں گے؟ اس رائے کو سب نے پسند کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی

خلافت تک مدینہ میں مقیم رہے بعد میں ترک وطن کر کے شام کی سکونت اختیار کی اور دمشق کے قریب حوازن کا علاقہ نہایت سرسبز تھا اسی کو اپنے رہنے کے لئے پسند کیا۔

وفات

۱۵ھ میں وفات پائی کسی نے مار کر غسل خانہ میں ڈال دیا تھا گھر کے لوگوں نے دیکھا تو بالکل جان نہ تھی تمام جسم نیلا پڑ گیا تھا، قاتل کی بہت تلاش ہوئی؛ لیکن کچھ پتہ نہ چلا ایک غیر معلوم سمت سے آواز آئی:

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ رميناه بسهمج فلم يخطئ فوادہ

ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا، ایک تیر مارا جو خالی نہیں گیا۔ چونکہ قاتل نہیں ملا اور آواز سنی گئی بعضوں کا خیال ہوا کہ کسی جن نے قتل کیا ہے۔

اولاد

تین اولادیں چھوڑیں، قیس (بہت بڑے صحابی ہیں) سعید، اسحاق

بیوی کا نام فکیہہ تھا، صحابیہ تھیں اور چچازاد بہن ہوتی تھیں۔ (استیعاب)

مکان اور جائداد

جائیداد بہت تھی، جب مدینہ چھوڑا تو بیٹوں پر تقسیم کردی ایک لڑکا پیٹ میں تھا جس کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حصہ نہیں لگایا تھا، جب پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے قیس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنے باپ کی تقسیم فسخ کردو، کیونکہ ان کے فوت ہونے کے بعد لڑکا پیدا ہوا ہے، قیس نے کہا باپ نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اس کو بدستور قائم رکھوں گا، میرا حصہ موجود ہے اس کو وہ لے سکتا ہے۔ (ایضاً)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مکان بازار مدینہ کی انتہا پر واقع تھا اور جرار سعد کہلاتا تھا ایک مسجد اور چند قلعے بھی تھے ایک مکان بنو حارث میں بھی ان کی ملکیت تھا۔ (خلاصہ الوفاء)

فضل وکمال

حدیث کے ساتھ غیر معمولی اعتنا کیا، صحابہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کتابت اگرچہ عام ہوگئی تھی اور قرآن مجید لکھا جاچکا تھا، تاہم حدیث لکھنے کا رواج نہ تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حدیث لکھی تھی، مسند بن حنبل میں ہے:

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَمْرِو بْنِ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُمْ وَجَدُوْا فِي كُتُبِ أَوْ فِي كِتَابِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ

یعنی انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کتابوں یا کتاب میں پایا ہے۔

حدیث لکھنے کے ساتھ اس کی تعلیم کے ذریعہ سے اشاعت بھی کی، چنانچہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما،

امامہ بن سہل، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ وغیرہ ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

اخلاق وعادات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مرقع اخلاق میں جود وسخا کے خال وخط نہایت نمایاں ہیں، اسماء الرجال کے مصنف جب ان کا تذکرہ کرتے ہیں تو لکھتے ہیں: و کان کثیر الصدقات جدا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مشہور فیاض آدمی تھے اور تمام عرب میں یہ بات صرف انہی کو حاصل تھی کہ ان کی چار پشتیں جود وسخا میں نام آور ہوئیں ان کے دادا ولیم باپ (عبادہ) خود، بیٹا (قیس) اپنے زمانہ کے مشہور مخیر تھے۔

ولیم کے زمانہ میں خوانِ کرم اس قدر وسیع تھا کہ معمولاً قلعہ پر سے ایک شخص پکارتا کہ جس کو گوشت اور روغن اور اچھا کھانا مطلوب ہو ہمارے ہاں قیام کرے اس سخاوت عام نے آل ساعدہ کو مدینہ کا حاتم بنا رکھا تھا، ولیم کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ تک یہی رسم قائم رہی اور ان کے بعد قیس نے اس کو اسی طرح باقی رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف سے گذرے، قلعہ نظر آیا، تو نافع سے کہا دیکھو یہ سعد کے دادا کا قلعہ ہے جن کے سخاوت وجود کی تمام مدینہ میں دھوم تھی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فیاضی افسانہ بزم وانجمن ہے، بہت سے قصے مشہور ہیں، ہم چند صحیح واقعات اس مقام پر درج کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں سے برابر کھانا آتا تھا، اصابہ میں ہے،

کانت جفنة سعد تدور مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیوت ازواجه۔

صحابہ رضی اللہ عنہ میں اصحاب صفہ کی ایک جماعت تھی، جو دور دراز ملکوں سے ہجرت کر کے مدینہ آئی تھی، یہاں اس کا منشاء صرف تحصیل علم اور تکمیل مذہب ہوتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو ذی مقدرت صحابہ کے متعلق کر دیتے تھے، چنانچہ اور لوگ ایک دو آدمی اپنے ہاں لے جاتے تھے، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ ۸۰ آدمیوں کو برابر شام کے کھانے میں مدعو کرتے تھے۔

فطری سخاوت ہر جگہ نمایاں ہوتی تھی، ماں نے انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں مگر کیا صورت ہو؟ آپ نے فرمایا کہ پانی پلواو، سقایہ آل سعد جو مدینہ میں ہے، اسی صدقہ کا نتیجہ ہے۔ (مسند)

حمیت قومی انتہائی درجہ تک پہنچی ہوئی تھی، قضیہ افک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا کہ ابن ابی نے میرے گھر والوں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ) کو تہمت لگائی جس سے مجھے سخت تکلیف پہنچی کوئی ہے جو اس کا تدارک کرنے پر آمادہ ہو؟ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کہ اوس کے سردار تھے، بولے کہ میں حاضر ہوں، جو حکم ہو بجالاوں، اگر قبیلہ اوس کا آدمی ہے تو ابھی گردن ماردی جائے اور خزرج کا ہے تو جو فرمایئے بجالانے کو تیار ہوں (خزرج اور اوس میں دیرینہ عداوت تھی، جاہلیت میں بڑے معرکے کی لڑائیاں ہو چکی تھیں، اسلام نے صلح کرائی، تاہم دلوں میں کدورت باقی تھی، اس بنا پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کی یہ درخواست کہ خزرج کے معاملہ میں ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں، یہ معنی رکھتی تھی کہ اس پر غلبہ پانے کی ایک صورت نکل آئے، جو یقیناً

خزرج کے لئے ناقابل برداشت تھی) سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ سردار خزرج نے اٹھ کر کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو تم خزرج کو کبھی نہیں قتل کر سکتے اور نہ اس پر قادر ہو اگر تمہارے خاندان (اشہل) کا معاملہ ہوتا تو زبان سے ایسی بات نہ نکالتے، اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کے ابن عم تھے جواب دیا کہ تم یہ کیا کہتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو ہم ضرور ماریں گے، تم منافق ہو اور منافق کی طرف سے لڑ رہے ہو، اتنا کہنا تھا کہ دونوں قبیلے جوش میں اٹھ کھڑے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے، آہستہ آہستہ دھیما کیا، یہاں تک کہ حمیت کا غلغلہ پست ہو گیا۔ (بخاری، فتح الباری)

حب رسول کا یہ حال تھا کہ اپنے قبیلہ کی پوشیدہ باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوتیں پہنچا دیتے تھے، غزوہ ہوازن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور سرداران قریش کو غنیمت کی بڑی بڑی رقمیں دی تھیں اور انصار کو کچھ نہ دیا تھا، بعض نوجوانوں کو اس ترجیع پر رنج ہوا، اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم قوموں کو دیتے ہیں اور ہم کو محروم کرتے ہیں، حالانکہ قریش کا خون ہماری تلواروں سے اب تک ٹپک رہا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیا کہ یہ خیالات ہیں، فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ عرض کیا گو میں انصاری ہوں، لیکن یہ خیال نہیں ارشاد ہوا کہ جاؤ اور لوگوں کو فلاں خیمہ میں جمع کرو، اعلان ہوا تو مہاجرین اور انصار دونوں آئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کو چھانٹ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کے خطبہ دیا جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ کیا تم لوگ راضی نہیں کہ تمام لوگ مال و دولت لے کر جائیں اور تم خود مجھ کو اپنے ہاں لے چلو، تمام لوگ رو پڑے اور باتفاق کہا کہ آپ کے مقابلہ میں ساری دنیا کی دولت ہیچ ہے۔ (بخاری، ومسند)

غزوہ احد میں تمام مدینہ خطرہ میں پڑ گیا تھا لوگ شہر میں پہرہ دے رہے تھے اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا پہرہ دیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے جو محبت تھی اس کا یہ اثر تھا کہ ان کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ ان کے لئے دعا کی تو فرمایا: اللهم اجعل صلواتك ورحمتك على آل سعد رضی الله عنه بن عبادہ ۔

ایک مرتبہ فرمایا خدا انصار کو جزائے خیر دے، خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو۔

صدقات کے افسروں کی ضرورت ہوئی تو ان کو بھی منتخب کیا، لیکن جب امارت کی ذمہ داریوں سے واقف ہوئے تو عرض کیا کہ میں اس خدمت سے معذور ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر قبول فرمایا۔ (مسند)

ایک مرتبہ بیمار پڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر عیادت کے لئے تشریف لائے درد سے بے ہوش تھے کسی نے کہہ دیا کہ ختم ہو گئے بعض بولے ابھی دم باقی ہے، اتنا سننا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور ساتھ ہی تمام مجلس میں ماتم پڑ گیا۔ (بخاری)

نرمی طبع اور امن پسندی ذیل کے واقعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لا رہے تھے راستہ میں ابن ابی بیٹھا تھا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت کلامی کی صحابہ کو طیش آ گیا اور فریقین لڑنے پر آمادہ ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اس ارادہ سے باز

رکھا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکان چلے آئے، فرمایا سعد! تم نے کچھ سنا آج ابوحباب (ابن ابی) نے مجھے ایسا کہا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قصور معاف کیجئے، بات یہ ہے کہ اسلام سے قبل لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو مدینہ کا بادشاہ بنائیں، لیکن جب اللہ نے آپ کو حق وصداقت کے ساتھ مبعوث کیا تو وہ خیال بدل گیا، یہ اس غم وغصہ کا بخار ہے، آپ نے یہ سن کر معاف کر دیا۔

(بخاری)

بَابُ مَنَاقِبِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 79: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

301- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ عِنْدَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَّا اَزَالُ اُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خُذُوْا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

✧✧ مسروق بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا تو وہ بولے: وہ ایک ایسے صاحب ہیں کہ میں نے جب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قرآن پڑھنا چار لوگوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب۔

302- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيٍّ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ (لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ) قَالَ وَسَمَّانِيْ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَكٰى

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی (بن کعب) سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے' میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں' "لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ"

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا اس نے میرا نام لیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

حدیث301: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3595' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3810' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:6767' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6242' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8001' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:8411' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2245' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1549

حدیث302: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4677' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:799' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3792' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:13310' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7144' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:7998' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2843' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1679' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث:1193' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1675

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

ابی نام، ابوالمنذر وابوالطفیل کنیت، سید القراء، سید الانصار اور سید المسلمین القاب ہیں، قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے تھے جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا (حدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی سلسلہ نسب یہ ہے:

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار، (مسند احمد) والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ پھوپھی زاد بھائی تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی دو کنیتیں تھیں، ابوالمنذر اور ابوالطفیل، پہلی کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور دوسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی۔

حضرت ابی کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے مے نوشی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ندیموں کا جو حلقہ قائم کیا تھا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس کے ایک ضروری رکن تھے۔

اسلام

مدینہ میں یہود کا کافی مذہبی اقتدار تھا، غالباً وہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے، اسی مذہبی واقفیت نے ان کو اسلام کی آواز کی طرف متوجہ کیا ہوگا؛ چنانچہ مدینہ کے جن انصار نے دوسری دفعہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عقبہ میں بیعت کی تھی ان میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہی ان کے اسلام کی تاریخ ہے۔

مواخات

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں برادری ومواخات قائم ہوئی تھی، اس میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے جو عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی مواخاۃ ہوئی۔

غزوات اور عام حالات

حضرت ابی رضی اللہ عنہ عہد نبوت کے غزوات میں بدر سے لے کر طائف تک کے تمام معرکوں میں شریک رہے، غزوہ احد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کاٹ دی، پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا، (مسند جابر بن عبداللہ) حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت سے لے کر خلافت عثمانی تک اہم مذہبی اور ملکی خدمات انجام دیں، ھ میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل صدقات کے لئے عرب کے صوبہ جات میں عمال روانہ فرمائے، تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ بھی خاندان ہائے بلی، عذرہ اور بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہو کر گئے اور نہایت تدین کے

ساتھ یہ خدمت انجام دی، ایک دفعہ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے حسب معمول تمام جانور سامنے لاکر کھڑے کردیے کہ ان میں سے جو کو چاہیں انتخاب کرلیں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اونٹ سے ایک دو برس کے بچہ کو چھانٹا، صدقہ دینے والے نے کہا اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے قابل ہے اگر آپ کو لینا ہے تو یہ اونٹنی حاضر ہے، موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ کبھی نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کرسکتا، اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو، مدینہ یہاں سے کچھ دور نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائیں اس کی تعمیل کرنا، وہ اس پر راضی ہوگیا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس اونٹنی کو لے کر مدینہ آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے سامنے تمام قصہ دہرایا، آپ نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو اونٹنی دے دو قبول کرلی جائے گی اور خدا تم کو اس کا اجر دیگا، اس نے منظور کیا اور اونٹنی آپ کے حوالے کرکے اپنے مکان واپس آیا۔ (مسند احمد)

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے، ان کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب وتدوین کا اہم کام شروع ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس کے سرگروہ تھے وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے، یہ جماعت چونکہ ارباب علم پر مشتمل تھی، اس لئے کسی کسی آیت پر مذاکرہ ومباحثہ بھی رہتا تھا، چنانچہ سورہ براۃ کی یہ آیت: "ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ " (التوبۃ) لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے اخیر میں نازل ہوئی تھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اس کے بعد دو آئتیں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پڑھائی تھیں، سب سے آخیر آیت: " لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ " (التوبۃ) ہے۔ (مسند احمد)

خلافت فاروقی میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں بالاستقلال مقیم رہے، زیادہ تر درس وتدریس سے کام رہتا تھا، جب مجالس شوریٰ منعقد ہوتیں یا کوئی مہم آپڑتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے استصواب فرماتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پورے عہد حکومت میں مسند افتاء پر متمکن رہے اور اس کے سوا حکومت کا کوئی منصب ان کو نہیں ملا، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے، بولے کہ میں آپ کے دین کو دنیا میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتا۔ (کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے زمانہ خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے منتخب فرمایا۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ التراویح)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید میں لب ولہجہ کا اختلاف تمام ملک میں عام ہوچکا تھا، اس بنا پر آپ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحاب قرات کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قرات سنی، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سب کے لہجہ (تلفظ) میں اختلاف نظر آیا، یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں۔

قریش اور انصار میں ۱۲ شخص تھے، جن کو قرائن پر پورا عبور تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا، وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور زید لکھتے تھے، آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے ہیں، وہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرات کے مطابق ہیں۔ (کنز العمال)

وفات

۳۹ھ میں عمر طبعی کو پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن وفات پائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن گئے گئے۔

آل واولاد

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی صحیح تعداد اگر چہ نامعلوم ہے، لیکن جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں، طفیل، محمد بن عبداللہ، ربیع، ام عمر، ان میں سے اول الذکر دو بزرگ عہد رسالت میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کا نام ام الطفیل ہے وہ صحابیہ ہیں اور روایات حدیث کی فہرست میں ان کا نام داخل ہے۔

حلیہ

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا، قد میانہ، رنگ گورا مائل بہ سرخی، بدن دبلا۔

اخلاق عادات

مزاج میں تکلف تھا، مکان میں گدوں پر نشست رکھتے تھے، غالباً دیوار میں آئینہ لگایا تھا اور کنگھی کرتے تھے، اسی طرف بیٹھتے تھے، ایام پیری میں جب سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے، کنیز سر کے بال بناتی تھی۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھائی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو پوچھا، تم نے یہ کس سے سیکھی، اس نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا نام لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ساتھ لے کر ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور استفسار کیا، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ایسا ہی سیکھا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید تحقیق کے لئے پھر پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے تم نے سیکھا ہے، جواب دیا جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کو پھر دہرایا، تیسری مرتبہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا، بولے واللہ یہ آیت خدا نے جبریل پر نازل کی تھی اور جبریل نے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی، اس میں خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے گھر سے تکبیر کہتے ہوئے نکل گئے۔ (کنز العمال)

اسی طرح ایک مرتبہ ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے وہ آیت پڑھوائی، انہوں نے پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دوسری طرح پڑھا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی ناک کی طرف اشارہ کیا حضرت نے کہا اب ہم آپ کی متابعت کرتے ہیں۔ (کنز العمال)

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ، شامیوں کی ایک بڑی جماعت کو تعلیم قرآن کے لئے مدینہ لائے، ان لوگوں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھا، ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی آیت پڑھی انہوں نے ٹوکا، اس نے کہا مجھ کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھایا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کر دیا کہ ابی کو بلا لاؤ، اس وقت حضرت ابی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے، آدمی نے پہنچ کر کہا، آپ کو امیر المومنین بلاتے ہیں، انہوں نے پوچھا لیا کام ہے، انہوں نے واقعہ بیان کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ دونوں پر بگڑے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے اور غصہ میں اسی طرح دامن چڑھائے ہاتھ میں چارہ لئے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، انہوں نے ان سے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے آیت پڑھوائی، دونوں کی قرات میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید کی تائید کی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ برہم ہوئے اور کہا خدا کی قسم! عمر! تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر ہوتا تھا اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے، اب آج میرے ساتھ یہ برتاو کیا جاتا ہے، واللہ اگر تم کہو تو میں گھر میں بیٹھ رہوں نہ کسی سے بولوں اور نہ درس قرآن دوں یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، جب خدا نے آپ کو علم دیا ہے تو آپ شوق سے پڑھائیے۔ (کنز العمال)

طبعاً نہایت آزاد اور خود دار تھے، ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں ایک آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے پیچھے سے آواز آئی، ابن عباس رضی اللہ عنہما کھڑے رہو، مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، فرمایا کہ میرے غلام کو لیتے جاو، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ فلاں آیت انہوں نے اس طرح پڑھی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے مکان پہنچے تھے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور اجازت لے کر سب اندر پہنچے حضرت ابی رضی اللہ عنہ بال بنوا رہے تھے، دیوار کی طرف رخ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گدے پر بٹھایا گیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی پشت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھی، وہ اسی حالت میں بیٹھے رہے اور ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا، مرحبا یا امیر المومنین میری ملاقات کے لئے تشریف لانا ہوا یا کوئی اور غرض ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کام سے آیا ہوں اور ایک آیت پڑھ کر کہا یہ تو بہت سخت ہے (یعنی تلفظ میں) حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے قرآن اس سے سیکھا جس نے جبریل سے سیکھا تھا، وہ تو نہایت نرم اور تر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ تو احسان جتانا چاہتے ہیں مگر مجھے جواب سے تشفی نہیں ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں دونوں میں ایک باغ کی بابت جھگڑا ہو گیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا آپ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں میری یہ نیت نہ تھی آپ کا جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کرا لیجئے، میں راضی ہوں، انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ اسلام تھے، تاہم ایک فریق کے حیثیت سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اجلاس میں حاضر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابی رضی اللہ عنہ کے دعویٰ سے انکار تھا، انہوں نے ان سے

کہا آپ بھولتے ہیں، سوچ کر یاد کیجئے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا کہ مجھے کچھ یاد نہیں آتا تو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ کی صورت بیان کی، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کے پاس ثبوت کیا ہے، انہوں نے کہا کچھ نہیں، بولے تو آپ امیر المومنین سے قسم نہ لیجئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں تامل نہیں۔ (کنز العمال)

طبیعت غیور پائی تھی ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا فلاں آدمی اپنے باپ کی عورت (سوتیلی ماں) سے ہمبستر ہوتا ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ موجود تھے بولے کہ میں تو ایسے شخص کی گردن مار دیتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا ابی رضی اللہ عنہ کس قدر غیرت مند ہیں، لیکن میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔

بڑے مہمان نواز تھے، لیکن تکلف نہ تھا، ایک بار براء بن مالک رضی اللہ عنہ ملاقات کو آئے، پوچھا کیا کھاؤ گے؟ انہوں نے کہا ستو اور چھوہارے، اندر جا کر ستو لے آئے اور شکم سیر ہو کر کھلایا، براء بن مالک رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر آپ سے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو بڑی عمدہ بات ہے۔

علم وفضل

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حیات سعید کا ایک ایک لمحہ علم کے لئے وقف تھا، عین اس وقت جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم رہتا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں نبوت کے علمی جواہر سے اپنے علوم وفنون کی دوکان سجاتے تھے، انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا، اور قرآن کے سمجھنے اور حفظ وقرات میں مہاجرین وانصار دونوں میں ان کی فوقیت مسلم تھی، یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے۔

علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے، تورات انجیل کے عالم تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں وہ ان کو خاص طور پر معلوم تھیں، اس علمی جلالت شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کی تعظیم اور ان کا لحاظ کرتے تھے اور خود ان کے گھر پر جا کر مسائل پوچھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اسلام کی تاریخ میں حبر کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی درسگاہ میں حاضری کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا فضل وکمال صرف خرمن نبوت کا خوشہ چین تھا، انہوں نے حامل رضی اللہ عنہ وحی سے اس قدر سیکھ لیا تھا کہ پھر کسی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی، صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسب علم سے بے نیاز رہا ہو، صرف ابی رضی اللہ عنہ ابن کعب کی شخصیت تھی جو اس سے مستغنی تھی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اگرچہ مختلف علوم کے جامع تھے: لیکن وہ خاص فن جن میں ان کو امامت اور اجتہاد کا منصب حاصل تھا، قرآن، تفسیر، شان نزول، ناسخ ومنسوخ، حدیث وفقہ تھے اور ہم انہی علوم میں اپنی بساط کے مطابق ان کے کمالات

دکھائیں گے۔

قرآن مجید

سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید کا ذکر کرنا ہے اور یہ دکھانا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس کو کس نظر سے دیکھتے تھے، حضرت ابی مجتہد تھے، وہ قرآن مجید پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی نہایت معظم آیت ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا آیۃ الکرسی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا! ابی تمہیں یہ علم مسرور کرے۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں میں کیسا غور وخوض کرتے تھے، اب خود ان کی زبان سے قرآن کی حقیقت سنو، ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے، فرمایا: قرآن کو دلیل راہ نہ بناو، اس کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی چیز تمہارے لئے چھوڑی ہے اس میں تمہارا اور تمہارے قبل والوں کا اور جو کچھ زمانہ بعد میں ہوگا سب حال درج ہے:

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اس رائے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:

قرآن مجید اسلام کا مکمل قانون ہے۔

مسلمانوں کا بہترین دستور العمل ہے۔

اس کے قصص وحکایات نتیجہ خیز ہیں جو عمل اور عبرت کے لئے ہیں، گرمی محفل کے لئے نہیں۔

اس میں تمام قوموں کا نہایت کافی تذکرہ ہے۔

غور کرو! جو شخص ان حیثیتوں سے قرآن کریم کو دیکھتا ہوگا، اس کی وسعت معلومات اور دقت نظر میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی سے قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف ظاہر کیا تھا؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ورود فرما ہوئے تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تھے۔

قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال بھی اسی زمانہ سے پیدا ہوا، جس قدر آیتیں نازل ہوئیں وہ حفظ کر لیتے تھے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن یاد کر لیا، صحابہ رضی اللہ عنہ میں پانچ بزرگ تھے، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں پورا قرآن یاد کیا تھا، لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ ان سب میں ممتاز تھے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں ان کی مدح کرتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سن کر یاد کر لیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف توجہ مبذول فرماتے تھے، نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ بے جھجک جو چاہتے تھے، سوال کرتے تھے، ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ابتدا فرماتے تھے اور بغیر پوچھے بتاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں

تمہیں ایک ایسی سورۃ بتاتا ہوں جس کی نظیر نہ تورات وانجیل میں ہے اور نہ قرآن میں یہ کہہ کر باتوں میں مصروف ہو گئے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں گے، اس لئے جب آپ گھر جانے کے لئے اٹھے تو میں بھی ساتھ ہولیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر باتیں شروع کر دیں اور گھر کے دروازہ تک اسی طرح چلے آئے، میں نے عرض کیا وہ سورۃ بتا دیجئے، آپ نے سنا دی، (مسند احمد) ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نماز میں شروع سے شریک نہ تھے بیچ میں شریک ہوئے تھے، نماز ختم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قرات پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے، پھر پوچھا، ابی بن رضی اللہ عنہ کعب ہیں؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نماز ختم کر چکے تھے، بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی کیا منسوخ ہو گئی، یا آپ پڑھنا بھول گئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نہیں میں پڑھنا بھول گیا" اس کے بعد فرمایا میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا۔

ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ جب کوئی مسئلہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں نہ آتا تو وہ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی طرح خاموش نہیں رہتے تھے؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیر تک مذاکرہ جاری رکھتے اور جب سمجھ میں آجاتا تب اٹھتے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آیت پڑھی؛ چونکہ وہ قبیلہ ہذیل سے تھے، ان کی قرات علیحدہ تھی، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سنا تو کہا آپ نے یہ آیت کس سے پڑھی؟ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پڑھی ہے، انہوں نے کہا مجھ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوا اور عجیب عجیب باتیں ذہن میں آئیں میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا میرے اور ان کے درمیان قرات میں اختلاف ہو گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ آیت پڑھوائی اور فرمایا تم ٹھیک پڑھتے ہو، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پڑھوائی اور فرمایا تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو، پھر میں نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ٹھیک ٹھاک پڑھتے ہیں یہ کیونکر؟ اس قدر کدوکاوش پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ پسینہ پسینہ ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو ان کے سینہ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا الٰہی ابی کا شک دور کر! دستِ مبارک کی تاثیر، تسلی بن کر قلب میں اتر گئی اور ان کو کامل تشفی ہو گئی۔

حضرت ابی کا خاص فن قرات ہے اس فن میں ان کو اتنا کمال تھا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کی تعریف کی تھی صحابہ میں چند بزرگ تھے جن کے کمالات کی حامل وحی نے تعیین کر دی تھی ان میں حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا" واقراھم ابی بن کعب" یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابی رضی اللہ عنہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کی یاد کوئی مرتبہ تازہ کیا ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری ابی ہیں، شام کے مشہور سفر میں مقام جابیہ کے خطبہ میں فرمایا:" من اراد القرآن فلیات ابیا" یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ ابی کے پاس آئے۔ (مسند احمد)

فن قرات میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو جو دخل تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ خود حامل نبوت ان سے قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے؛ چنانچہ جس سال آپ نے وفات پائی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبریلؑ نے کہا تھا کہ ابی کو قرآن سنا دیجئے۔

جو سورۃ نازل ہوتی اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو سناتے اور یاد کراتے تھے، "سورہ لم یکن "نازل ہوئی تو فرمایا کہ خدا نے تم کو قرآن سنانے کا حکم مجھے کیا ہے، انہوں نے عرض کیا خدا نے میرا نام لیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرط مسرت میں بے اختیار رو پڑے۔

عبدالرحمٰن بن ابی ابزی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے، ان کو استاد کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو پوچھا! یا ابالمنذر (حضرت ابی کی کنیت) اس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہوگی، فرمایا کیوں نہیں، خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ" (یونس)

اسی قرات دانی کا نتیجہ تھا کہ ایک قرات خاص طور پر ان کی جانب منسوب ہوئی جس کا نام قرات ابی بن کعب تھا، اہل دمشق اسی قرات میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرات کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے عالمگیر ہونا چاہیے تھا؛ لیکن اس وقت تک زیادہ رواج نہ پاسکی، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سی آیتیں جو منسوخ ہو چکی تھیں اس میں موجود تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار کہا کہ ابی رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہیں، لیکن ہم کو بعض مواقع پر ان سے اختلاف کرنا پڑا ہے، ان کو اصرار ہے کہ انہوں نے جو کچھ سیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے، یہ سچ ہے لیکن جب بہت سی آیتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور ان کو اس کا علم نہیں ہوا تو پھر ہم ان کی قرات پر کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔ (مسند)

لیکن بعد میں اس کی اصلاح ہوگئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جب قرآن مجید کو جمع کیا گیا تو اس میں منسوخ شدہ آیتوں کا خاص خیال رکھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ان کی قرات نے قبول عام کی سند حاصل کرلی اور تمام ممالک اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرات پر مجتمع ہوگئے۔

حضرت ابی نے انتقال کے بعد اس فن میں اپنے دو جانشین چھوڑے جو اپنے عہد میں مرجع انام تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

قراء سبعہ میں سے نافع بن عبدالرحمٰن، ابو رویم مدنی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے اور عبداللہ بن کثیر مکی، حضرت عبداللہ بن عباس کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعب کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔

درس وتدریس

حضرت ابی بن رضی اللہ عنہ کعب کا مدرسہ قرات اس وقت ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا، عرب وعجم، روم وشام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ مدینہ منورہ کا رخ کرتے اور ان کی درس گاہ قرات سے فیض یاب ہوتے تھے۔

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے شائقین کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لاتے اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے استفادہ کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ انصاری شام میں تعلیم قرآن کے لئے بھیجے گئے تھے وہ اس درجہ کے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن بزرگوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا ان میں ایک وہ بھی تھے؛ لیکن بایں ہمہ وہ حضرت ابی کی قرات سے مستغنی نہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مقدس میں شامیوں کا ایک مجمع ساتھ لے کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، خود قرآن پڑھا اور دوسرے لوگوں کو بھی پڑھوایا۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ اگرچہ تلامذۃ کی تعلیم سے خاص دلچسپی لیتے تھے، لیکن مزاج تیز تھا اس لئے بہت جلد ان کا حلم وتحمل غیظ و غضب میں بدل جاتا تھا، اس لئے تلامذہ خاص کوئی سوال کرتے تو خوف لگا رہتا کہ کہیں غصہ میں جھنجھلا نہ اُٹھیں، زرین حبیش جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید تھے اور جن کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے تلمذ کا بھی شرف حاصل تھا، کوئی بات پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہ پڑتی تھی ایک دن ایک سوال کیا تو پہلے اس طرح عرض کیا کہ مجھ پر نظر عنایت فرمایئے میں آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہوں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں شاید یہ ارادہ ہوگا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھنے سے باقی نہ رہ جائے۔

اسی وجہ سے ان کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی، وہ قبل از وقت باتوں کا جواب نہیں دیتے تھے؛ بلکہ ناراض ہوتے تھے، مسروق نے ایک دن ایک سوال کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا بھی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں فرمایا ابھی ٹھہریے جب ایسا واقعہ پیش آئے گا تو آپ کے لئے اجتہاد کی تکلیف کی جائے گی۔

لیکن معقول سوالات سے خوش ہوتے تھے اور جواب مرحمت فرماتے تھے، زیاد انصاری نے پوچھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں قضا کر جاتیں تو آپ نکاح کر سکتے تھے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کر سکتے تھے، زیاد نے کہا پھر اس آیت کے کیا معنی **لایحل لك النساء من بعد** حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عورتوں کی ایک قسم حلال تھی۔ (مسند احمد)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی زندگی بڑی پر تکلف اور باوقار تھی، اس کا اثر ان کے حلقہ درس میں نظر آتا تھا، گھر اور مجلس دونوں جگہوں میں ان کی نشست گدے پر ہوتی تھی اور تلامذہ عام صف میں بیٹھتے تھے۔

نشست وبرخاست میں تلامذہ ان کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑے ہوتے تھے اس زمانہ میں یہ دستور بالکل نیا تھا، ایک مرتبہ سلیم بن حنظلہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے آئے جب وہ اُٹھے تو شاگردوں کا پورا مجمع پیچھے پیچھے ساتھ ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کو یہ روش ناپسند ہوئی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ آپ کے لئے فتنہ اور ان لوگوں کے لئے ذلت ہے۔

تلامذہ سے تحائف وہدایا قبول کر لیتے تھے اور اس میں کچھ مضائقہ نہ جانتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں انہوں نے طفیل بن عمرو دوسی کو قرآن پڑھایا تھا، انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس کو لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے، انہوں نے کہا ایک شاگرد کا ہدیہ ہے، آپ نے فرمایا اس

کو واپس کردو اور آیندہ ایسے ہدیہ سے پرہیز کرنا۔

اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا، اس میں بھی یہی صورت پیش آئی، اس لئے بعد میں ان باتوں سے اجتناب کلی کرلیا تھا؛ چنانچہ ملک شام کے لوگ جب آپ سے قرآن مجید پڑھنے مدینہ آئے تو مدینہ کے کاتبوں سے اس کو لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کرلیتے تھے، لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن ان سے دریافت کیا، ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کے ہاں کھانا نہیں کھاتا۔

قرات پڑھاتے وقت حروف مخارج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ تو چنداں دشواری پیش نہ آتی تھی؛ لیکن اعراب اور بدووں یا دیگر ملکوں کے باشندوں کو جن سے حروف صاف صاف ادا نہ ہوسکتے تھے ان کا پڑھانا نہایت مشکل کام تھا، لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس مشکل کو بھی آسان کرلیتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے جب اس کو یہ آیت پڑھائی "اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوم ،طَعَامُ الأَثِيم " تو اس سے "اُثیم" نکلتا نہ تھا، وہ یتیم کہتا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نہایت پریشان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذرے اور ان کی حیرانی دیکھ کر خود ان کے شریک ہوگئے اور ایرانی میں فرمایا کہو "طعام الظالم" اس نے اس کو صاف طور سے ادا کردیا، آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست کرو اور اس سے حرف نکلواو، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ابی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر قرآت پڑھتے تھے گھر پر اس کو قلمبند کرتے جاتے تھے، یہی قرآن ہے جو فن تاریخ قرات میں "مصحف ابی رضی اللہ عنہ" کے نام سے مشہور ہے، یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک موجود تھا، اس مصحف کی شہرت دور تک تھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے کے پاس جن کا نام محمد تھا اور مدینہ ہی میں رہتے تھے، عراق سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم لوگ مصحف کی زیارت کو آئے ہیں انہوں نے کہا وہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لے لیا تھا۔

تفسیر

حضرت ابی رضی اللہ عنہ مفسرین صحابہ میں ہیں اور ان سے اس فن میں ایک بڑا نسخہ روایت کیا گیا ہے، جس کے راوی امام ابوجعفر رازی ہیں، تین واسطوں سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ تک یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔

فن تفسیر میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے اگرچہ متعدد شاگرد تھے، جن کی روایتیں عموماً تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں؛ لیکن اس کا بڑا حصہ ابوالعالیہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے ابوالعالیہ کے تلمیذ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ تھے جن پر امام رازی کے سلسلہ روایات کا اختتام ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی روایتیں ابن جریر اور ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہیں، حاکم نے متدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی بعض روایتوں کو درج کیا ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے اس فن میں دو قسم کی روایتیں ہیں، پہلی قسم میں وہ سوالات داخل ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات عنایت فرمائے تھے دوسری قسم میں وہ تفسیریں ہیں جو خود حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا پہلا حصہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے، ظن وقیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ تک پہنچتا ہے کیونکہ حامل وحی سے زیادہ قرآن کا مطلب کون سمجھ سکتا ہے۔

دوسرا حصہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی رائے کا مجموعہ ہے اس میں مختلف حیثیتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں، بعض آیتوں میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول مدنظر ہے، بعض میں خیالات عصریہ کی جھلک ہے کسی میں اسرائیلیات کا رنگ ہے اور کہیں کہیں ان سب سے الگ ہو کر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے اور یہی ان کا علم تفسیر میں سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

شان نزول

حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے شان نزول کے متعدد روایتیں ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں۔

حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو بزرگ علم حدیث کے ماہر خیال کئے جاتے تھے ان میں ایک حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب بھی تھے، محدث ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

مکان احدہ بن سمع الکثیر یعنی حضرت ابی رضی اللہ عنہ ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے صحابہ جو اپنے مجالس درس میں مسند روایت پر متمکن تھے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے حلقہ تعلیم میں شاگردی کا زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔

چنانچہ ان کے حلقہ میں تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوایوب انصاری، عبادہ بن صامت، ابوہریرہ، ابوموسیٰ اشعری، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، سہل بن سعد، سلیمان بن صرور رضی اللہ عنہ کہ تمام صحابہ میں انتخاب تھے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے اوقات درس اگرچہ متعین تھے؛ تاہم ان وقتوں کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب مسجد نبوی میں نماز کو تشریف لاتے اور اس وقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوتی تو اس کی تشفی فرماتے تھے۔

قیس بن عباد مدینہ میں صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا، نماز کا وقت تھا لوگ جمع تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے، کسی چیز کے تعلیم دینے کی ضرورت تھی، نماز ختم ہوئی تو محدث جلیل اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لوگوں تک پہنچائی، ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے، قیس پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اس شان عظمت کا بڑا اثر پڑا۔ (مسند احمد)

روایت حدیث میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے باوجود اس کے وہ حاملِ نبوت کے مقرب بارگاہ تھے اور زندگی کا بیشتر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صرف کیا تھا بااین ہمہ روایت حدیث میں یہ شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد سے متجاوز نہیں ہے۔

فقہ

صحابہ میں کئی بزرگ تھے جو اجتہاد کا منصب رکھتے تھے اور استنباط مسائل کرتے تھے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا بھی ان میں شمار ہوتا تھا اور وہ حامل قرآن کی مقدس زندگی ہی میں مسند افتاء پر جلوہ افروز ہو چکے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی اہل الرائے اور اہل فقہ میں شامل رہے اور لوگ انہی سے استفادہ کیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا۔

آفاق عالم سے فتوے آتے تھے جن کے مستفتیوں میں صحابہ کا نام بھی داخل ہوتا تھا، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورہ پڑھنے کے بعد ذرا توقف کرتے تھے، لوگوں نے ان پر اعتراض کیا، انہوں نے حضرت ابی کے پاس استفتاء لکھ کر بھیجا کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہوگئی ہے، اس کے متعلق تحریر فرمایئے واقعیت کیا ہے؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شرع شریف کے مطابق ہے اور معترضین غلطی پر ہیں۔ (کنز العمال)

استنباط مسائل کا یہ طریقہ تھا کہ پیشتر قرآن مجید میں غور وخوض کرتے تھے پھر احادیث کی تلاش ہوتی تھی اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مر گیا میں حاملہ تھی، اب وضع حمل ہوا ہے؛ لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میعاد معین تک رکی رہو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فتویٰ پوچھنے کا حال اور ان کا جواب ان کے گوش گذار کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جاؤ اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ ابی کہتے ہیں کہ عورت حلال ہوگئی، اگر وہ مجھے پوچھیں تو یہیں بیٹھا ہوں آکر بلا لینا، عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آگئی انہوں نے کہا بلا لاو، حضرت ابی آئے، حضر عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا، انہوں نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" اس کے بعد کہا کہ جو حاملہ بیوہ ہوگئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو ان سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیجئے میں اس کو مسجد میں شامل کروں گا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ نہ ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دیجئے انہوں نے اس سے بھی انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ان

تین باتوں میں سے کوئی بات آپ کو ماننا ہوگی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایک بات بھی نہ مانوں گا، آخر دونوں شخصوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا بلا رضامندی آپ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید کی رو سے حکم نکالا ہے یا حدیث سے؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا حدیث سے وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیواز جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی، حضرت سلیمانؑ کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے؛ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی غیرت اس کو کب گوارا کرسکتی تھی، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اس کو مسجد میں شامل کرتا ہوں۔

سوید بن غفلہ، زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے، مقام عذیب میں ایک کوڑا پڑا ہوا تھا، سوید نے اٹھالیا، ان لوگوں نے کہا اسے پھینک دو شاید کسی مسلمان کا ہو، انہوں نے کہا میں ہرگز نہ پھینکوں گا پڑا رہے گا تو بھیڑیے کی غذا بنے گا اس سے تو بہتر ہے کہ میں اسے کام میں لاوں، اس کے کچھ دنوں بعد سوید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں مدینہ طیبہ پڑتا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھ کو بھی پیش آچکا ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے عہد میں ۱۰۰ دینار (۱۰۰) روپے پائے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو سال گزرنے کے بعد فرمایا کہ روپے کی تعداد، تھیلی کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال تک اور انتظار دیکھنا اگر کوئی اس نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالہ کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا۔ (کنزالعمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتع سے لوگوں کو روک دیں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں، پھر ارادہ کیا کہ حیرہ کے حلے پہننے سے منع کردیں؛ کیونکہ اس کے رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی تھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے بھی آپ مجاز نہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی پہنا ہے، (مسند احمد) یہ فتویٰ عموم بلوی کی بنا پر تھا، طرز استنباط معلوم کرنے کے بعد فقہ ابی کے چند مسائل بھی پڑھ لینا چاہیے۔

کتاب الصلوٰۃ

حضرت ابی رضی اللہ عنہ قرات خلف الامام کے قائل تھے؛ مگر اس کی یہ صورت تھی کہ ظہر اور عصر کی فرض نماز میں امام کے پیچھے قرات کرتے تھے، عبداللہ بن ابی ہذیل نے پوچھا کہ آپ قرات کرتے ہیں فرمایا ہاں۔ (کنزالعمال)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا یہ استدلال قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی بنا پر تھا قرآن میں ہے "وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور یہ ظاہر ہے کہ قرات سری میں جو ظہر و عصر میں ہوتی ہے قرآن کو کس طرح سنا جاسکتا ہے، اس لئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ قرات سری میں مقتدی قرات کرے اور جہری میں خاموش کھڑا رہے۔

ایک شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز پر شور کررہا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو غصہ ہوئے، اس نے کہا میں فحش نہیں بکتا،

انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے، مگر مسجد کے ادب کے یہ بات منافی ہے۔ (کنز العمال)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے اور سورہ برات تلاوت فرمائی تھی، یہ سورۃ حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھی، اثنائے خطبہ میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی میں نے تو اب تک نہیں سنی تھی، حضرت ابی نے اشارہ سے کہا خاموش رہو، نماز کے بعد جب اپنے اپنے گھر جانے کے لئے اٹھے تو دونوں بزرگوں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج تمہاری نماز بیکار ہوگئی اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے، یہ سن کر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور بیان کیا کہ ابی رضی اللہ عنہ ایسا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا ابی سچ کہتے ہیں۔ (کنز العمال: مسند احمد)

کتاب الحد

حضرت ابی رضی اللہ عنہ زنا کی سزا کے متعلق کہا کرتے تھے کہ تین قسم کے لوگوں کے لئے تین قسم کے حکم ہیں کچھ لوگ سزائے تازیانہ اور سنگساری دونوں کے مستحق ہیں کچھ فقط سنگساری کے اور کچھ صرف تازیانہ کے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی والے بوڑھے کو زنا کرنے کی صورت میں تازیانہ اور رجم دونوں، بیوی والے جوان کو محض رجم اور بے بیوی والے جوان کو فقط کوڑے لگائے جائیں۔

شبیب کے متعلق حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ قرآن مجید کی رو سے اس کو کوڑے مارے جائیں اور سنت کے لحاظ سے سنگسار کیا جائے، (کنز العمال) حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس خیال کے موید تھے۔

باب الاشربہ

نبیذ چھوہاروں کا شربت کی حلت پر عموماً علمائے اسلام متفق ہیں؛ لیکن ابی رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق ایک خاص اثر مروی ہے، ایک شخص نے نبیذ نوشی کے متعلق استفسار کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا نبیذ میں کیا رکھا ہے، پانی پیو، ستو پیو، دودھ پیو، سائل نے کہا شاید آپ نبیذ نوشی کے موافق نہیں، انہوں نے کہا شراب نوشی کی کیسے موافقت کرسکتا ہوں۔ (کنز العمال)

ان مسائل کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ فقہائے صحابہ میں اجتہاد و مسائل اور استنباط احکام کی حیثیت سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا رتبہ بھی نہایت بلند تھا۔

لکھنا جانتے تھے

حضرت ابی رضی اللہ عنہ لکھنا بھی جانتے تھے اور یہ اس زمانہ میں نعمت غیر مترقبہ تھی؛ چنانچہ وحی کی اکثر آیتیں وہی لکھتے تھے، مدینہ منورہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وحی لکھنے کا سب سے پہلے انہی کو شرف حاصل ہوا۔

اس زمانہ تک کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہ تھا، سب سے اول حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اس کی ابتدا کی بعد میں اور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

حب رسول

بدعات سے اجتناب، جرات اظہاحق، یہ اوصاف حضرت ابی رضی اللہ عنہ میں خاص طور پر موجود تھے، عبادت الٰہی کا ذوق شوق ایک مرتبہ اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تمام علائق ظاہری سے قطع تعلق کر کے زاویہ روحانیت میں معتکف ہو گئے تھے۔

رات کی ہولناک تاریکی میں جب کہ تمام کائنات بستر راحت پر پر مست نشہ خواب ہوتی تھی، وہ اپنے گھر کے ایک گوشہ میں معبود برحق کی عظمت وجلال کے تصور سے سرتاپا عجز و نیاز ہوتے تھے، زبان پر کلام الٰہی رواں ہوتا تھا اور آنکھوں کی اشک باری ان کے کشتِ عبادت کو سیراب کرتی تھی۔

قرآن مجید تین راتوں میں ختم کرتے تھے، رات کے ایک حصہ میں درود وسلام کا ورد کرتے تھے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ استن حنانہ کو اپنے گھر میں بطور تبرک رکھ لیا تھا اور جب تک دیمک نے چاٹ کر اس کوراکھ نہ کر دیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا۔ (بخاری)

بدعات سے اس قدر اجتناب تھا کہ جو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں نہ ہوئی تھیں، ان کا ارتکاب نہایت قبیح سمجھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خلافت کے زمانہ میں مسجد نبوی میں آئے تراویح کا وقت تھا لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کو باجماعت کر دیں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو امام بناتا ہوں آپ تراویح پڑھایا کریں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا جو بات پہلے نہیں کی ہے اس کو کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ (کنز العمال)

ان کا قلبِ مزکا صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں، اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ موجود تھے پوچھا چھوٹی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں؟ حضور نے فرمایا ایک کانٹا تک کفارہ ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا جوش ایمان اب اندازہ سے باہر تھا عذاب وثواب کا تصور آتش زیر پا بنا چکا تھا، خدا کی قہاریت و جباریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی، اسی بے اختیار کے عالم میں زبان سے نکلا! کاش مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی، لیکن حج، عمرہ، جہاد اور نماز باجماعت ادا کرنے کے قابل رہتا، دعا قلب صمیم سے نکلی تھی، حریم اجابت تک پہنچی، حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ و پے میں سرایت کر گئی؛ چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا حرارت معلوم ہوتی تھی۔

بَابُ مَنَاقِبُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 80: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

303- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ اُبَيٌّ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّاَبُوْ زَيْدٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قُلْتُ

لِاَنَسٍ مَّنْ اَبُوْ زَیْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِیْ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن چار حضرات نے جمع کیا۔ یہ چاروں انصاری تھے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا: میرے ایک چچا تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

زید نام، ابوسعید، ابوخارجہ، ابوعبدالرحمٰن کنیت، مقری، فرضی کاتب الوحی، جرالامت القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار، والدہ کا نام نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی تھا، جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھیں۔

انصار میں اسلام سے پہلے جو لڑائیاں ہوئی تھیں ان میں یوم بعاث سب سے زیادہ مشہور ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد اسی لڑائی میں قتل ہوئے، یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا ہے اس وقت ان کی عمر کل ۶ برس کی تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ والدہ کے ظل عاطفت میں پرورش پاتے رہے برس کے ہوئے تو اسلام کی آواز کان میں پڑی۔

اسلام

اس زمانہ میں اسلام مدینہ میں مسافر کی حیثیت سے مقیم تھا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مبلغ اسلام، توحید و رسالت کا وعظ کہہ رہے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسی صغرسنی میں اسلام قبول کیا، کسی انسان کا اگر بلوغ سے قبل ایمان لانا باعث فخر و مباہات ہوسکتا ہے، تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے گیارہ سال کی عمر میں یہ فخر حاصل کیا اور ابتداء ہی سے ان کا دامن شرک کے داغ سے پاک رہا۔

غزوات اور عام حالات

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہوتے ہی قرآن پڑھنا شروع کیا، اس بناء پر لوگ ان کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو یہ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے، لوگ ان کو آپ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ بنی نجار سے ہیں اور سورتیں پڑھ چکے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن کر بہت خوش ہوئے، زید رضی اللہ عنہ نے

حدیث303: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2465' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3794' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:13466' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7130' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8000' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:11972' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3255' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:1542' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر " رقم الحدیث:2092' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:2018' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2878

قرآن سنایا تو آپ کو بڑا تعجب ہوا۔

ابھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سن ۱۳ سال کا تھا کہ غزوہ بدر پیش آیا، انصار و مہاجرین کا مجمع جب میدان جنگ کو روانہ ہوا تو برس کے اس بچہ نے بھی لڑائی کا عزم بالجزم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیش ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کم سنی پر نظر فرما کر واپس کر دیا۔

غزوہ احد کی شرکت کے متعلق بھی اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ غزوہ خندق جو ۵ھ میں واقع ہوا تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلا غزوہ تھا، اس وقت ان کا سن ۱۶ سال کا تھا اور وہ شرکت جہاد کی عمر کے مطابق ہو چکے تھے۔

غزوہ خندق میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ معرکہ کارزار میں موجود تھے اور خندق کھودنے والی جماعت میں شامل تھے اور مٹی نکال کر باہر لاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو فرمایا کیسا اچھا لڑکا ہے؟ اتفاق سے ان کو نیند آ گئی، عمارہ بن حزم نے دیکھا تو مذاق سے ان کے ہتھیار اتار لئے، زید رضی اللہ عنہ کو خبر نہ ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس تھے مزاحاً فرمایا "یا ابارقاد" یعنی اے نیند کے باپ اٹھ اور لوگوں کو منع فرمایا کہ اس قسم کا مذاق نہ کیا کریں۔

غزوہ تبوک میں ان کے قبیلہ مالک بن نجارہ کا علم عمارہ بن حزم کے ہاتھ میں تھا، بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان سے لے کر زید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، عمارہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کون سی خطا ہوئی، فرمایا کچھ نہیں مجھے قرآن کا لحاظ مدنظر ہے، زید تم سے زیادہ قرآن پڑھ چکے ہیں۔

جنگ یمامہ میں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارک میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی حضرت زید رضی اللہ عنہ شامل تھے اس میں ان کو ایک تیر لگا، لیکن جس کا کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

اعمال عظیمہ

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان زندگی، اعمال صالحہ کا ایک مجموعہ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قرآن مجید اسلام کا اصل الاصول ہے، اس کے جمع کرنے کا فخر جس مقدس انسان کو حاصل ہوا وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری کاتب الوحی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک قرآن مجید ہڈی، کھال، کھجور کی شاخ اور مسلمانوں کے دلوں میں محفوظ تھا، صحابہ رضی اللہ عنہ میں بہت سے بزرگ تھے جن کو حفظ قرآن کا شوق پیدا ہو گیا تھا وہ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی انہی حفاظ میں تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی وفات کے بعد عرب کا ایک گروہ مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب سے مل گیا جس نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر فوج کشی کی اور مسیلمہ شکست کھا کر مارا گیا، لیکن اس غزوہ میں ۰ حفاظ نے جامِ شہادت پیا، اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر حفاظ کی شہادت کی یہی حالت رہی تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا، اس لئے قرآن مجید کو جمع کر لیجئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

نے منظور کیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ تم عقلمند اور جوان آدمی ہو، تمہاری طرف سے سب کو اطمینان ہے، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وحی لکھی تھی، اس لئے تم ہی اس کام کو انجام دو، حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کام مجھ پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ گراں تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ وہ کام کرنا چاہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سچ ہے؛ لیکن کار خیر میں کیا مضائقہ؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو پھر بھی اس کام کو انجام دینے میں تامل ہوا؛ لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مختلف پہلوؤں سے سمجھایا تو وہ آمادہ ہو گئے۔ (مسند، وبخاری)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لئے ان کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت مامور کی جن کی تعداد تک بیان کی جاتی ہے، ان میں حضرت ابی بن رضی اللہ عنہ کعب اور سعید بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جو کھجور کی شاخوں اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا ہوا تھا، جمع کیا حفاظ سے قرآن سنا، اس کے ماسوا وہ خود بھی حافظِ قرآن تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن جمع کر چکے تھے۔

(بخاری، باب القرآن، ومسند، اصل الفاظ یہ ہیں، بینا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نولف القرآن من الرقاع)

آیات کی صحت کے لئے بعض بعض موقعوں پر مباحثہ کی بھی نوبت آجاتی تھی ایک مقام پر پہنچ کر زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد یہ آیت (آیت رجم) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

غرض اس کدو کاوش کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ اہم کام انجام دیا اور پورا قرآن لکھ لیا گیا، مگر ایک آیت کے متعلق ثبوت نہ ملتا تھا (ثبوت کا یہ طریقہ تھا کہ دو آدمی گواہی دیتے تھے، (فتح الباری) وہ آیت ابوخزیمہ انصاری کے پاس تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت دو آدمیوں کے برابر قرار دی تھی، (بخاری، باب جمع القرآن) اس لئے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے گواہی کی ضرورت نہ سمجھی اس کے ماسوا حضرت زید کو وہ آیت خود بھی معلوم تھی۔

قرآن مجید کا یہ نسخہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ بنت عمر ام المومنین رضی اللہ عنہ کے مکان میں موجود رہا۔ (بخاری باب جمع القرآن)

عہد عثمانی میں جب اختلاف قرات رونما ہوا، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قبل اس کے کہ اسلام میں یہود ونصاریٰ جیسا اختلاف پیدا ہو، آپ اس کا جلد تدارک کیجئے، انہوں نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے طلب کیا اور چار بزرگوں کو جن میں ایک زید بھی تھے کتابت قرآن پر مامور کیا، ان بزرگوں نے مصحف صدیقی کی پانچ نقلیں لیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ممالک اسلامیہ میں بھجوا دیا اور مصحف صدیقی کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس باحتیاط واپس کیا۔ (ایضا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی لکھنے کا کام مختلف صحابہ کرام کے متعلق کیا تھا، متعدد صحابہ اس شرف سے بہرہ اندوز ہوتے تھے، ان میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام نامی نہایت ممتاز تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ قلم، دوات، کاغذ، چوڑی ہڈی یا پتلے پتلے پتھر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ جاتے تھے، جب وحی آتی آپ بولتے اور وہ لکھتے جاتے تھے، جہاں کہیں تحریر کے متعلق کوئی خاص ہدایت دینا ہوتی تو آپ فرما دیتے اور زید رضی اللہ عنہ اس کی تعمیل کرتے؛ چنانچہ ایک آیت میں جب "غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ" کے بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو اس کو ہڈی کے شگاف کے پاس لکھا (ہڈی ایک جگہ سے شق تھی) (مسند)

اصلاح امت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ساتھ ہی انصار میں خلافت کا مسئلہ پیش ہو گیا، سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام انصار جمع تھے اور رئیس انصار سعد بن عبادہ مجلس کے صدر نشین تھے، انہی کے انتخاب پر لوگوں کی تقریریں ہو رہی تھیں، انصار کی بڑی جماعت ان کی تائید میں تھی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی جلسہ میں موجود تھے، مگر رجحان عام کے خلاف آواز بلند کرنا اس وقت کوئی آسان کام نہ تھا، اس لئے خاموش تھے۔

اس کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، سقیفہ میں پہنچے اور مہاجرین کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بحث شروع کی تو سب سے پہلے جس انصاری نے ان کی تائید کی وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، انصار کی تقریریں ختم ہونے کے بعد انہوں نے ایک مختصر مگر پر معنی تقریر کی جس کا ایک فقرہ یہ تھا:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَإِنَّمَا الْإِمَامُ يَكُونُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَنَحْنُ أَنْصَارُهُ كَمَا كُنَّا أَنْصَارَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مسند احمد، باب حدیث زید بن ثابت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اس لئے امام کا بھی مہاجرین میں سے انتخاب ہونا چاہیے اور ہم اس کے انصار رہیں گے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے۔

ان کی یہ صدا ان کی قوم کے خلاف تھی، تاہم کوئی اس کو دبا نہ سکتا تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تقریر ختم ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر تحسین کی اور کہا خدا تم کو جزائے خیر دے اگر اس کے علاوہ کوئی بات پیش کی جاتی تو غالباً ہم لوگ ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ (ایضاً)

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انصار سے کہا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سلاطین و والیان ملک کے خطوط وقتاً فوقتاً موصول ہوتے تھے جو اکثر سریانی میں ہوتے تھے، مدینہ میں سریانی جاننے والے صرف یہود تھے، جن کو اسلام سے شدید بغض و عناد تھا، اس بناء پر مصلحت اور دور اندیشی کا تقاضا تھا کہ خود مسلمان اس زبان کو سیکھیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت نہایت ذکی اور فطین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن کو میں کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا اس کے سوا مجھے یہود پر اطمینان بھی نہیں اس لئے بہتر ہے کہ تم عبرانی سیکھ

لو، چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دن میں عبرانی اور سریانی میں اس قدر مہارت حاصل کرلی کہ خطوط پڑھ لیتے اور جواب لکھ دیتے تھے۔(مسند)

ان کی اسی ذہانت اور علم کی بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، نے ان کو کتابت کے عہدہ پر سرفراز فرمایا تھا، جس پر وہ آنحضرت کی وفات تک فائز رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں بھی ان کا یہ منصب بحال رہا؛ لیکن اب کام کی کثرت ہوگئی تھی اس لئے معیقیب دوسی ان کے مددگار مقرر کئے گئے۔

حکومت اسلامیہ کا ایک جلیل القدر منصب قضا ہے جو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ میں قائم ہوا، (بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قضا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے لیکن یہ صحیح نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے درمیانی عہد میں محکمہ قضا کو وجود کا لباس پہنا دیا تھا، چنانچہ یزید بن اخت المنر کو محکمہ قضا کے چند چھوٹے چھوٹے کام سپرد کئے تھے۔ کنز العمال بحوالہ طبقات ابن سعد) اس کے ماسوا بعض روایتوں کے بموجب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی قضا کا کاروبار سونپا گیا تھا، کنز بحوالہ جامع عبدالرزاق) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اس محکمہ کا مستقل وجود نہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بنیاد قائم کی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا قاضی مقرر کیا، طبقات ابن سعد اور اخبار القضاۃ میں ہے:

ان عمر استعمل زیدا علی القضاء وفرض له رزقاء

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید کو قاضی بنایا اور ان کی تنخواہ مقرر کی۔

اس وقت تک قاضی کے لئے عدالت کی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی اس لئے زید رضی اللہ عنہ کا گھر دارالقضا کا کام دیتا تھا، مکان فرش سے آراستہ تھا، اس کے صدر میں حضرت زید رضی اللہ عنہ فیصلہ کے وقت متمکن ہوتے تھے، دارالخلافت اور تمام قرب وجوار کے مقدمات حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے، یہاں تک کہ خود خلیفہ وقت (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پر بھی یہاں دعوے داخل کئے جاتے تھے اور اس کا فیصلہ بھی یہیں ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں کچھ نزاع ہوئی، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ آج بھی امراء و روساء کو کرسی دینے کا دستور ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اپنی جگہ خالی کردی، لیکن مساوات کا جو اصول اسلام نے قائم کیا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہ اس پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نہایت عام کردیا تھا، اس بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ آپ کی پہلی ناانصافی ہے مجھ کو اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا ہے؛ چنانچہ دونوں بزرگ عدالت کے سامنے بیٹھے، مقدمہ پیش ہوا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ مدعی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انکار تھا، شرعاً منکر پر قسم واجب ہوتی ہے؛ لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے خلافت کے ادب واحترام کی بناپر مدعی سے درخواست کی کہ اگرچہ یہ قاعدہ نہیں تاہم آپ امیرالمومنین کو قسم سے معاف کردیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس رعایت کی ضرورت نہیں، فیصلہ میں عمر اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہیے۔ (کنز العمال، بحوالہ بخاری و مسلم)

بیت المال کی افسری

ممالک اسلامیہ میں اگر چہ بہت سے مقامی بیت المال قائم تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ اس کے افسر تھے، ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ عہدہ ان کو تفویض فرمایا تھا، بیت المال کے عملہ میں زید رضی اللہ عنہ کا ایک غلام وہیب بھی تھا وہ نہایت ہوشیار تھا اور بیت المال کے کاموں میں مدد دیتا تھا، ایک دن وہ بیت المال میں گنگنا رہا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے پوچھا یہ کون ہے، زید رضی اللہ عنہ نے کہا میرا مملوک ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس کا ہم پر حق ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے (بیت المال کے کام کی طرف اشارہ تھا) چنانچہ ہزار اس کا وظیفہ مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

مجلس شوریٰ کی رکنیت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں انصار و مہاجرین کے ممتاز اصحاب کی جو مجلسِ شوریٰ تھی، حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی اس کے ایک رکن تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اسی جماعت کو باضابطہ کونسل قرار دیا تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ اس کے بھی ممبر تھے۔

امارت مدینہ منورہ

حضرت زید رضی اللہ عنہ میں علمی و دینی کمالات کے ساتھ انتظامی قابلیت بھی تھی اور ان پر اتنا اعتماد تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ سے سفر کیا تو اپنا جانشین انہی کو مقرر کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طرز عمل رہا، وہ جب حج کو مکہ معظمہ روانہ ہوتے تو زید رضی اللہ عنہ کو کاروبار خلافت سپرد کر جاتے تھے۔

خلافت فاروقی میں زید رضی اللہ عنہ کو تین مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہوا۔

۱۶ھ اور ۱۷ھ میں دو مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حج کے موقع پر تیسری مرتبہ ان کے شام کے سفر کے زمانہ میں شام پہنچ کر زید رضی اللہ عنہ کو آپ نے جب خط لکھا تو اس میں زید کا نام اپنے نام سے پہلے تحریر کیا یعنی "الی زید بن ثابت من عمر بن الخطاب" ہر دفعہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریوں کو نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے انتظام سے بہت خوش ہوتے اور واپس آ کر ان کو کچھ جاگیر دیا کرتے تھے۔

تقسیم مال غنیمت

ایمان کے ۷۰ سے اوپر شعبے اور شاخیں ہیں، امانت، ایمان کا ایک ضروری جزء ہے؛ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ایمان لمن لا امانة له

جس میں امانت نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں جو مال غنیمت آتا تھا اکثر آپ خود تقسیم فرماتے تھے، اس سے اس کام کی اہمیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یرموک کا واقعہ نہایت اہم اور مشہور ہے اس میں مال غنیمت کی تقسیم حضرت زید رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی، اس کے ماسوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ رضی اللہ عنہ کے وظائف مقرر کئے تو انصار کے وظائف کی تقسیم بھی انہی کے سپرد کی، انہوں نے عوالی سے تقسیم شروع کی اس کے بعد عبدالاشہل کا نمبر رکھا، اس کے بعد اوس کے محلہ کا، پھر قبائل خزرج کا اور سب سے اخیر میں اپنا حصہ لیا۔ (کتاب، ابی یوسف)

سیاسی خدمت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بارگاہ خلافت کے مقربین خاص میں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احباب میں ان کا ممتاز درجہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بھی وہ خاص معتمد تھے، خلافت عثمانی میں جب آتش فتنہ وفساد مشتعل ہوئی تو وہ خلیفہ وقت کے طرفدار تھے اور اس شورش وانقلاب کے زمانہ میں انہوں نے ایک دن انصار کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی جس کا ایک بلیغ فقرہ یہ تھا:

یا معشر الانصار کو نو انصار اللہ مرتین یعنی اے انصار خدا کے دو مرتبہ انصار بنو۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بدظن تھے، ان میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ انصاری بھی تھے، انہوں نے کہا کہ تم عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد پر صرف اس وجہ سے لوگوں کو آمادہ کرتے ہو کہ انہوں نے تم کو بہت سے غلام دیئے ہیں، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بھی بہت بااثر بزرگ تھے اس لئے زید کو خاموش ہونا پڑا۔

خانگی حالات اور اہل وعیال

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خانگی زندگی نہایت پرلطف تھی ان کی بیوی کا نام جمیلہ اور کنیت ام سعد اور ام العلا تھی سعد بن ربیع انصاری مشہور صحابی کی بیٹی تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اولاد میں خارجہ جو سب سے زیادہ مشہور اور فقہائے سبعہ میں تھے جمیلہ کے بطن ہی سے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹے اور پوتے بھی اپنے زمانہ میں مشہور اور علم حدیث میں مرجع الخلائق تھے ان کا مختصر شجرہ یہ ہے:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

زید، خارجہ، یحییٰ، سلیمان، عمارہ، سعد، اسماعیل، اسمعیل، سلیط، عبدالرحمن، عبداللہ، سلیمان، سعید، قیس، یعقوب، اسمعیل، زکریا

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے آزاد غلام جن کو موالی کہا جاتا ہے بہت سے تھے، لیکن ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں، ثابت بن عبید، وہب

وفات

پچپن، چھپن سال کا سن مبارک تھا کہ پیام اجل آ گیا اور ۴۶ ھ میں وفات پائی اس وقت تخت حکومت پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متمکن تھے اور مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر تھا وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا، چنانچہ اسی نے نماز جنازہ پڑھائی تمام لوگ سخت غمگین تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے موت کی خبر سن کر کہا آج حبر الامۃ اٹھ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بھی جنازہ میں شریک تھے، قبر میں لاش اتاری گئی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نہایت حسرت سے کہا دیکھو علم اس طرح جاتا ہے آج علم کا بڑا حصہ دفن ہو گیا، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مرثیہ میں یہ شعر لکھا۔

فمن للقوافي بعد حسان و ابنه　　　ومن للمعالي بعد زيد بن ثابت رضي الله عنه

حسان اور اس کے بیٹے کے بعد اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد معنی فہمی کا خاتمہ ہے

علم وفضل

قرات فرائض قضا اور فتویٰ میں وہ نہایت ممتاز تھے قرآن مجید میں علماء کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ راسخین فی العلم ہوں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ راسخ فی العلم تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو راسخین فی العلم شمار کرتے تھے۔

قرات

اسلام نے جن علوم وفنون کی بنیاد قائم کی ان میں قرات ایک ممتاز علم ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس فن میں جس قدر دخل تھا اس کا اعتراف صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین کے ہر فرد کو تھا، امام شعبی رضی اللہ عنہ جو علامۃ التابعین تھے کہا کرتے تھے کہ زید رضی اللہ عنہ فرائض کی طرح قرات میں بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہ سے فوقیت لے گئے تھے۔

قرآن مجید کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جو شغف تھا اس کا ظہور ان کے قبول اسلام کے وقت ہو چکا تھا، صرف برس کے سن میں وہ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے باقی زندگی کتابت وحی میں گذری تھی، مبلغ وحی پر قرآن کا جتنا حصہ اترتا ان کو معلوم ہو جاتا تھا اور وہ اس کو یاد کر لیتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ان کو پورا قرآن حفظ ہو گیا تھا۔

اس بناء پر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن لکھوایا تو اس خدمت کے لئے حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کو منتخب فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں جب اس کی نقلیں کرائیں تو اس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شرکت بھی ضروری سمجھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جو قاریوں کے سردار تھے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قرات کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سلسلہ قرات دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور چونکہ قرات قریش کے مطابق پڑھتے تھے، اس لئے لوگوں

کا رجحان انہی کی قرات کی طرف تھا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی زندگی تک اگر چہ وہ مرجع انام نہ ہو سکے، لیکن ان کی وفات کے بعد تمام عالم اسلامی ان ہی کی طرف رجوع کرتا تھا، مدینہ منورہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس تمام اکناف واطراف کی قبلہ حاجات بنی ہوئی تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے جو قرات قائم ہوئی تھی وہ ۱۳۰۰ سو برس گذرنے پر بھی باقی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو عبدالرحمٰن سلمی، ابوالعالیہ ریاحی، ابوجعفر، یہ سب ان کے شاگرد تھے، اور آج تک روئے زمین کی ۴۰ کروڑ مسلم آبادی معنوی طور سے ان کے آستانہ پر زانوئے تلمذ تہہ کرتی ہے۔

حدیث

قرآن کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ اگر چہ اور بزرگوں کی طرح کثیر الروایہ نہ تھے تاہم فن حدیث میں ان کا امتیاز یہ ہے کہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیت کرایہ پر اٹھانے کی ممانعت کی ہے زید رضی اللہ عنہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سنا تو کہا خدا رافع کی مغفرت کرے مجھ کو ان سے زیادہ روایت کی حقیقت معلوم ہے واقعہ یہ تھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہی حالت ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر نہ اٹھانا چاہیے، (مسند) رافع نے صرف اخیر کا ٹکڑا سن لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد ان کے یہاں دو رکعت نماز پڑھی تھی ان لوگوں نے انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا شروع کر دیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا خدا عائشہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت کرے ہم کو ان سے زیادہ حدیث کا علم ہے، عصر کے بعد نماز پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کچھ اعراب (دیہات کے رہنے والے) آگئے تھے وہ سوال کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے تھے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر پڑھی اور صرف فرض پڑھ کر مسائل بتانے کو ان کے پاس بیٹھ گئے، جب عصر کا وقت آیا تو ان سے فارغ ہوئے اور مکان جا کر یاد آیا کہ ظہر کے فرض کے بعد سنت نہیں پڑھی تھی، اس لئے ان کو عصر کے بعد تمام کیا، خدا عائشہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت کرے مجھے ان سے زیادہ معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (مسند)

جو احادیث صحیح ہوتیں اگر ان کی نسبت کوئی سوال کرتا تو تصدیق فرماتے تھے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے مروان کے سامنے فضیلت صحابہ پر حدیث پڑھی، مروان نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، زید رضی اللہ عنہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ مروان کے برابر تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا تم ان سے پوچھ سکتے ہو، مروان کو برا معلوم ہوا ان کو مارنے کے لئے درہ اٹھایا دونوں بزرگوں نے ابو سعید رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ (مسند)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زیادہ روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

ان کے رواۃ حدیث اور تلامذہ کی ایک بڑی جماعت ہے جن میں مخصوص حضرات کے نام یہ ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہ یزید خطمی (یہ لوگ صحابہ ہیں) سعید بن میسب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، ابان بن عثمان، خارجہ بن زید (حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے) سہل بن ابی حثمہ، ابوعمرو، مروان بن حکم، عبید بن سباق، عطاء بن یسار، بسر بن سعیہ، حجر مدری، طاوس، عروہ، سلمان بن زید، ثابت بن عبید، ام سعد رضی اللہ عنہ (زوجہ تھیں)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ کی تعداد نہایت قلیل ہے، یعنی صرف ۔ جن میں متفق علیہ ہیں، اور یہ روایت میں سخت احتیاط کا سبب ہے۔

ورنہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، آپ سے ہزاروں حدیثیں سنی ہونگی، سینکڑوں قسم کے واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہوگا، اس قلت روایت کا سبب ایک حدیث نبوی تھی جو حضرت زید رضی اللہ عنہ جیسے ثقہ راویان حدیث کو روایت کے وقت محتاط کر دیتی تھی۔

فرائض

اگرچہ فقہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ کمال حاصل تھا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں وہ منصب افتاء پر سرفراز تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی وہ دارالخلافت کے مفتی رہے؛ لیکن فقہ کے تمام ابواب میں فرائض کا باب حضرت زید رضی اللہ عنہ کا خاص فن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے افرض امتی زید بن ثابت یعنی میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید بن ثابت ہیں، حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کا یہ فقرہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فرائض دانی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے عالم فرائض ہونے کا تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کو اعتراف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ جابیہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ:

من کان یرید ان یسال من الفرائض فلیات زید ابن ثابت

یعنی جس کو فرائض کے سوالات کرنا ہوں، زید بن ثابت کے پاس جائے۔

ان کے کمالات کا اعتراف: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی علمی قابلیت کا اس درجہ پاس تھا کہ مدینہ سے باہر ان کو کہیں نہ جانے دیتے تھے، مختلف مقاموں میں بڑے بڑے عہدے خالی ہوتے، امور مہمہ کی انجام دہی کی ضرورت ہوتی اور ان کے لئے لوگوں کے نام پیش کئے جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے کسی کا انتخاب فرمادیتے مگر جب زید رضی اللہ عنہ کا نام پیش ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ زید رضی اللہ عنہ میری نظروں سے گر نہیں گئے، لیکن کیا کروں؟ شہر والے ان کے محتاج ہیں، کیونکہ جو چیز ان کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں ہے۔ (طبقات)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ زید خلافت فاروقی کے عالم اور حبر تھے، تمام لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہروں اور ملکوں میں پھیلا دیا تھا اور فتوی یا رائے دینے سے منع کر دیا تھا، لیکن زید رضی اللہ عنہ مدینہ میں بیٹھ کر اہل مدینہ اور تمام آنے جانے والوں کو فتویٰ دیتے تھے۔ (طبقات)

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ مجتہد ہونے کے باوجود وہ فتویٰ اور فیصلوں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پیرو تھے، جب کوئی مشکل مسئلہ آ جاتا اور لوگ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادات بیان کرتے تو سعید رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے کہ زید رضی اللہ عنہ نے کیا کہا ہے؟ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فیصلوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور جن مسائل کے متعلق حدیث وارد نہیں ہے ان کے بتاتے وقت سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے ان کا کوئی قول ہو تو پیش کرو۔ (طبقات)

امام مالک جو اپنے زمانہ میں دار الہجرۃ مدینہ کے امام تھے اور آج بھی فقہ وحدیث میں لاکھوں آدمیوں کے لئے امام مطلق ہیں، کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے امام تھے اور امام شافعیؒ نے فرائض کے تمام مسائل میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تقلید کی ہے۔

علم فرائض کی تدوین

فرائض کا فن نہایت مشکل ہے، قرآن مجید میں اگرچہ مجملاً فرائض کے تمام مہمات مسائل بیان کردیے گئے ہیں؛ لیکن ان کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال وصحابہ رضی اللہ عنہ کے قضایا اور فتاویٰ سے ہوتی ہے، قرآن مجید میں میراث ووصیت کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ نہایت مختصر ہے، میراث زوج، میراث زوجہ، اولاد ذکور، اولاد اناث، ماں، باپ، بھائی بہن کلالہ اور دیگر چند قسم کے ورثا کا تذکرہ آیا ہے اور ان کے حصول کی مقدار کی تعین کر کے کہدیا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے ان حدود سے متجاوز ہوگا اپنے نفس پر ظلم کریگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیصلوں میں اس اجمال کی تفصیل کی آپ کے بعد زید رضی اللہ عنہ بن ثابت نے اس فن کو اتنی ترقی دی کہ آگے چل کے اس پر کتابیں لکھی گئیں اور فرائض ایک مستقل فن بن گیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرائض میں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہ فتویٰ پوچھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جن کا فضل وکمال تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ سے استفتاء کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے وفات پائی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ متروکہ میں عمر کی لڑکیاں بھی حصہ پائیں گی؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے نزدیک تو نہ دینا اچاہیے؛ لیکن تم چاہو تو دے سکتے ہو، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر یہاں تک عمل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جتنے غلام مرے کسی کے مال میں لڑکیوں کا حصہ نہیں لگایا۔ (المدونۃ الکبریٰ امام مالک)

اہل یمامہ کے قتل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے متعلق فیصلہ کیا تھا یعنی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان کو مردوں کا وارث ٹھہرایا تھا، یہ نہیں کیا کہ مردوں کو باہم وارث بنا دیتے، (کنز العمال) طاعون عمواس میں جب خاندان کے خاندان صاف ہو گئے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اسی رائے پر فیصلہ کیا تھا، (ایضا) حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو صحابہ رضی اللہ عنہ میں جر اور بحر کہلاتے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے جوابات سے تسکین پاتے تھے۔

ایک روز اپنے شاگرد عکرمہ کو بھیجا کہ زید سے پوچھو کہ ایک شخص مرگیا ہے اور زوجہ اور والدین چھوڑے ان میں ورثہ کیونکر تقسیم ہوگا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا بیوی کو نصف باقی نصف میں ماں کو ثلث اور باپ کو بقیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال اس کے خلاف تھا وہ ماں کو کل مال میں ثلث دلاتے تھے؛ چنانچہ کہلا بھیجا یہ قرآن میں ہے یا آپ کی رائے ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میری ذاتی رائے ہے، یعنی استنباط ہے میں ماں کو باپ پر فضیلت نہیں دے سکتا۔ (ایضاً)

دور دراز ممالک سے استفتاء آتے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کا جواب لکھ کر بھیجتے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک خط کے ذریعہ سے دادا کے متعلق استفتاء کیا تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم لعبد اللہ معاویة أمیر المؤمنین من زید بن ثابت، فذكر الرسالة بطولها وفیها : إنی رأیت من نحو قسم أمیر المؤمنین یعنی عمر رضی اللہ عنه بین الجد والاخوة من الاب إذا كان أخا واحدا ذكرا مع الجد قسم ما ورثا بینهما شطرین فان كان مع الجد أخت واحدة قسم لها الثلث، فان كانتا أختین مع الجد قسم لهما الظطر وللجد الشطر، فان كان مع الجد أخوان فانه یقسم للجد الثلث، فان كانوا أكثر من ذلك فانی لم أرده حسبت ینقص الجد من الثلث شیئا ثم ما خلص للاخوة من میراث أخیهم بعد الجد، فان بنی الاب والام هم أولی بعضهم من بعض بما فرض اللہ لهم دون بنی العلة، فذلك حسبت نحوا من الذی كان عمر أمیر المؤمنین یقسم بین الجد والاخوة من الاب، ولم یكن یورث الاخوة من الام الذین لیسوا من الاب مع الجد شیئا، قال : ثم حسبت أمیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنه كان یقسم بین الجد والاخوة نحو الذی كتبت به إلیك فی هذه الصحیفة (کنز العمال)

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرائض کے مسائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ترتیب دیئے (اصل عبارت یہ ہے، فلما وضع زید بن ثابت الفرائض، کنز العمال) اور متعدد مسائل کا استنباط کیا، قرآن مجید نے وراثت کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فہم و عقل نے نئے نئے خیالات پیدا کئے، جو علم الفرائض کا جزو بن گئے، میراث موالی، میراث ولد الابن، میراث ولد ملاعنہ، میراث الولد من ابیہ وامہ، میراث لہ، مانعین وراثت اور اس قبیل کے دوسرے مسائل حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فکر رسا اور دماغ نکتہ سنج کی پیدا کردہ ہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دادا کی میراث کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا، صحابہ میں اس کے بہت سے مخالف موجود تھے، لیکن صحت اور اتفاق عام کا دامن حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

دادا کی میراث، علم فرائض کا نہایت معرکتہ الآرا مسئلہ ہے اور خود حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کی نسبت مختلف خیالات ظاہر

کئے ہیں، مگر جس رائے پر وہ اخیر وقت تک قائم تھے فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو قابل عمل تصور کیا۔

اسلام میں دادا کا حصہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لیا، ان کا ایک پوتا فوت ہوا تو وہ کل جائداد کا اپنے کو مستحق سمجھتے تھے لوگوں نے اس کے خلاف رائے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اس وقت وہ کنگھی کر رہے تھے اور کنیز بال درست کرتی تھی، پوچھا آپ نے کیوں تکلیف کی مجھ کو بلا لیا ہوتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وحی نہ تھی کہ جس میں گھٹنے بڑھنے کا احتمال ہوتا، ایک مسئلہ کے متعلق مشورہ کرنے آیا ہوں، اگر تمہاری رائے میرے موافق ہوگی تو عمل کروں گا، ورنہ تم پر کوئی الزام نہیں، زید رضی اللہ عنہ نے ایسی صورت میں رائے دینے سے انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آزردہ چلے آئے۔

ایک روز پھر گئے، زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کو لکھ کر پیش کروں گا؛ چنانچہ اس کو شجرہ کی شکل میں مرتب کر کے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں خطبہ دیا اور کہا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے میں اس کو نافذ کرتا ہوں۔ (کنز العمال)

اگرچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے علم فرائض کی تدوین کی، اس کے مختلف جزئیات کا استخراج کیا، متعدد نئے مسائل پیدا کئے، لیکن ان کے لئے ان میں سب سے اہم اور اشرف مسئلہ عول کی ایجاد ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عول کے موجد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے، اول تو اس واقعہ کی کوئی سند نہیں اور ہم نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ سند صحیح سے مروی ہے، یعنی عبد الرحمٰن ابی زناد نے خارجہ سے روایت کیا ہے جو خود حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرائض اور حساب میں دخل نہ تھا، اس لئے اس قسم کی ایجادیں ان کی طرف منسوب کرنا بداہتہ عقل کیخلاف ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے علم فرائض کی جو کچھ خدمت کی وہ مذکورہ بالا واقعات سے واضح ہوگئی اور حامل نبوت کا یہ ارشاد کہ میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید ہیں، حرف بحرف پورا اترا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس غیر معمولی ذہانت وذکاوت، جودت وفکر اور دماغ و دل پر اُس دور کے علماء کو تعجب ہوتا تھا۔

فقہ

فرائض کی طرح وہ فقہ میں بھی مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہ میں تھے، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں فتویٰ دیتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافتوں میں بھی وہ مدینہ منورہ کے مفتی اعظم تھے، فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہ کے تین طبقے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلے طبقے میں شمار تھا، انہوں نے اپنی زندگی میں جس قدر فتوے دیے ان کی تعداد نہایت کثیر ہے، اگر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔ (اعلام الموقعین، جلد قسم)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی فقہ انہی کے زمانہ میں قبول عام کی سند حاصل کر چکی تھی، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ زید بن ثابت کا کوئی قول ایسا نہیں جس پر لوگوں نے بالاجماع عمل نہ کیا ہو، صحابہ رضی اللہ عنہ میں سینکڑوں ایسے تھے

جن کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا، لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ کے فتووں پر ان کی زندگی ہی میں مشرق و مغرب عمل پیرا تھے۔ (ابن قیم جوزی)

لوگوں کا خیال ہے کہ علم فقہ کی شہرت و وسعت کا باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں چار بزرگوں کی ذات تھی، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، چنانچہ انہی کے تلامذہ سے آفاق عالم میں علم دین کی اشاعت ہوئی۔

لیکن مدینہ منورہ جو اسلام کا سرچشمہ اصلی اور نبوت کا دار القرار تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی بدولت علوم و فنون کا مرکز بنا تھا۔

فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہ کی دو مجلسیں تھیں ایک کے رئیس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، اور دوسرے کے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک تھے، یہاں مسائلِ علمیہ پر بحث ہوتی تھی اور اہم اور مشکل مسائل طے کئے جاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

یوں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا فیض ہر وقت جاری رہتا تھا، تاہم اس کے لئے ایک وقت بھی مخصوص تھا اور مسجد نبوی میں جو زیارت گاہ عام تھی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مکان سے ملحق تھی فتویٰ دینے کے لئے بیٹھتے تھے۔ (مسند)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مسائل فقہ کے اکثر ابواب پر حاوی تھے، ان کی تفصیل کے لئے ایک الگ مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، یہاں نمونہ کے طور پر ہم چند مسائل پر اکتفا کرتے ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ

فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ (مسند)

ایک شخص نے پوچھا کہ ظہر و عصر میں قرات ہے؟ فرمایا ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک قیام فرماتے تھے اور آپ کے لب ہلتے رہتے تھے (ایضا)۔ (اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرات کرنا چاہیے، سوال کا تعلق امام سے ہے، جماعت سے نہیں، سائل کا منشا یہ تھا کہ ظہر و عصر میں کچھ پڑھا جاتا ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسی کا جواب دیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جماعت میں امام کا پڑھنا، تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے صحیح بخاری میں خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں مذکور ہیں کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرات کرتے تھے)

کتاب الذبائح

ایک بھیڑیئے نے ایک بکری پر دانت مارا، لوگوں نے اس کو فوراً ذبح کر دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کی اجازت دے دی، (مسند) (ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا گلا کاٹ دیا جائے، قرآن مجید میں ہے، "الا ماذکیتم" چنانچہ جب یہ شرط (ذبح) پائی گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کھانا حلال کر دیا)

کتاب الھبہ

ایک شخص نے اپنا مکان اپنی زندگی تک کسی کو رہنے کے لئے دیا، تو اس کی وفات پر اس کی اولاد مالک سمجھی جائے گی، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسی کا بیان ہے، کہ العمری للوارث (ایضا)

عمریٰ کی اجازت کے ساتھ رقبیٰ کی ممانعت وارد ہوئی ہے، رقبیٰ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص اپنی کوئی چیز دوسرے آدمی کو اس شرط پر دے کہ اگر میں پہلے فوت ہوں تو تم مالک ہو اور تم پہلے مرو تو میری ملکیت پھر عود کر آئے گی، چونکہ ہبہ کے لئے تملیک ضروری ہے اور یہاں وہ شرط فاسد کے ساتھ وابستہ ہے، اس بنا پر یہ ہبہ ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

کتاب المزارعہ

نصف، ثلث اور ربع منافع پر کسی سے زراعت کرانا منع ہے۔ (ایضا)

جب تک باغ میں پھل اچھی طرح نہ آئے ہوں، یا درخت پر رطب چھوہارے ہوں تو ان کو اٹکل سے بیچنے کی ممانعت ہے، (ایضا) (مدینہ میں اسلام سے قبل پھل تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دیا جاتا تھا اور نقصان ہونے کی صورت میں فریقین میں جھگڑے تک کی نوبت آجاتی تھی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ تشریف لائے اور یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اس کو منع کر دیا، البتہ عربہ والوں کو جو مسکین تھے، اور صرف صدقات کے چھوہاروں پر ان کی گذر اوقات تھی، ناپ کر فروخت کرنے کی اجازت دیدی تھی)

ان مسائل کے بعد علوم شرعیہ کا حصہ ہم ختم کرتے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دنیا کے دوسرے علوم میں جو ترقی کی تھی، اس کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

فارسی، رومی، عبرانی، سریانی، قبطی، حبشی زبانیں

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھیں تھیں، ذہانت کا یہ حال تھا کہ پندرہ روز کی کوشش میں بلا تکلف خط لکھنے لگے تھے، بعد میں اس کو اور بھی ترقی دی، یہاں تک کہ توارۃ وانجیل کی زبانوں کے عالم بن گئے یہ عام روایت ہے، لیکن مسعودی نے لکھا ہے کہ ان کو فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی آتی تھیں، جن کو انہوں نے مدینہ میں ان زبانوں کے جاننے والوں سے سیکھا تھا۔ (کتاب التنبیہ والاشراف)

حساب

عرب میں حساب کا مطلق رواج نہ تھا، اس لئے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں خراج کا حساب رومی یا ایرانی کرتے تھے، عربوں کو ہزار سے اوپر گنتی بھی معلوم نہ تھی، عربی میں ہزار سے اوپر کے عدد کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے، لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حساب میں اس قدر دخل تھا کہ فرائض کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل اس کے ذریعہ سے حل کر لیتے تھے اس کے ماسوا مال کی تقسیم بھی کر سکتے تھے، چنانچہ غزوہ حنین میں جو ۸ھ میں ہوا تھا اور جس میں تقریبا ۱۲ ہزار آدمی شریک تھے، انہی کی مردم شماری اور لگائے ہوئے حصوں

کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم فرمایا تھا، انہوں نے پہلے لوگوں کی تعداد معلوم کی پھر مال غنیمت کو اس عدد پر پھیلا دیا، چند سرداروں کو مستثنیٰ کر کے جن کو بڑی رقمیں دی گئی تھیں فی کس ۴ اونٹ اور چالیس بکری، حصہ میں پڑیں، سواروں کو اس کا تگنا، یعنی ۱۲، اونٹ اور ۱۲۰ بکریاں عطا کی گئیں، (طبقات ابن سعد) جنگ یرموک کا مال غنیمت بھی جب مدینہ آیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی نے تقسیم کیا تھا۔

خط وکتابت

عرب میں اسلام سے قبل تحریر کا رواج کم تھا، قدیم سے قدیم روایتیں قوتِ حافظہ کی بناء پر مشہور ہوئی تھیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ لکھنا جانتے تھے اور اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے فرامین عہد نامے اور خطوط کے سوا نقشے عمدہ بناتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عرب کا مشہور قحط عام الرمادہ رونما ہوا تو اس کے انتظام کے لئے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ گورنر مصر کو فرمان لکھا کہ وہ مصر سے غلہ روانہ کریں، عمرو رضی اللہ عنہ نے جہاز غلہ سے بھرے ہوئے دارالخلافت روانہ کئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جہازوں کی آمد کا سخت انتظار تھا، خود چند صحابہ رضی اللہ عنہ کو لے کر جن میں زید بھی تھے، "جار" نامی ایک بندرگاہ پر جو مدینہ سے قریب واقع تھی، تشریف لے گئے، غلہ آیا تو جار میں دو گودام بنوا کر اس میں غلہ بھروا دیا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ ایک نقشہ قحط زدوں کا تیار کریں جس میں ان کا نام اور غلہ کی مقدار لکھی ہو، اس حکم پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رجسٹر بنا کر ہر شخص کو کاغذ کی چکیں تقسیم کیں، جن کے نیچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مہر ثبت تھی، اسلام میں چک اور اس میں مہر لگانے کا یہ پہلا واقعہ تھا، جو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بدولت وقوع پذیر ہوا۔

اخلاق وعادات

اسلام کی غرض اصل مکارم اخلاق کی تتمیم وتکمیل ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اخلاق جن محاسن وفضائل کا مجموعہ تھا اس کے نمایاں اجزاحب رسول، اتباع رسول، امر بالمعروف، نصح امراء، حمیت ملی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر حضرت زید رضی اللہ عنہ دربار نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے، صبح کو بستر خواب سے اٹھ کر سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجاتے، بعض وقت اتنا سویرا ہوتا کہ سحری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے آپ ان کو اپنے حجرہ شریف میں بلا لیتے تھے۔ (مسند)

ایک روز وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ سحری میں چھوہارے نوش فرما رہے تھے، ان سے شرکت کے لئے ارشاد ہوا، انہوں نے کہا کہ میں روزہ کا ارادہ کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا میرا ابھی تو یہی ارادہ ہے، غرض حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، تھوڑی دیر کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد گئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھ جاتے تھے، آپ غایت بے تکلفی کی بنا پر ان کی ران پر اپنا زانوئے مبارک رکھ دیتے، ایک روز اسی حالت میں وحی نازل ہوئی، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ زانوئے مقدس اتنا

گراں ہو گیا کہ میرے لئے اس کا تحمل دشوار ہو گیا، معلوم ہوتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی؛ لیکن ادب کا یہ حال تھا کہ زبان سے اُف تک نہ کی اور خاموش بیٹھے رہے۔

ارشاد نبوی کی تعمیل کا یہ حال تھا کہ ایک بار وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام گئے اور ایک حدیث روایت کرنے کی نوبت آئی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس کو لکھ لو، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قلمبند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے یہ کہہ کر اس کو مٹا دیا۔

امراء کے مقابلہ میں بھی سنت نبوی کی تبلیغ سے غافل نہ رہتے تھے، مروان بن حکم اموی مدینہ منورہ کا امیر تھا، وہ مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتا تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایسا کیوں کرتے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے، (بخاری، باب القرات فی المغرب) صحابہ اور تابعین سے بھی اگر ناواقفیت کی بنا پر خلاف سنت کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو زید رضی اللہ عنہ ان کو تنبیہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ شرجیل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بازار میں ایک چڑیا پکڑی تھی، زید رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا پاس جا کر ایک تھپڑ مارا اور چڑیا چھین کر اڑا دی اور کہا کہ او اپنے نفس کے دشمن تجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے۔ (مسند)

انہی شرجیل کو ایک مرتبہ باغ میں جال لگاتے دیکھا تو زور سے چلائے کہ یہاں شکار کھیلنے کی ممانعت ہے۔ (ایضا)

شام سے ایک شخص زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ لایا، بہت سے تاجروں نے معاملہ کیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی بات چیت کی اور اس سے خرید لیا، مال ابھی وہیں رکھا تھا کہ دوسرا خریدار پیدا ہو گیا، اُس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اتنا نفع دیتا ہوں مجھ سے سودا کر لیجئے، بات کے پختہ کرنے کے لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارنا چاہتے تھے کہ پیچھے سے کسی نے ہاتھ پکڑ لیا، دیکھا تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، ابھی نہ بیچو پہلے مال یہاں سے اٹھوالو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ (مسند)

ایک مرتبہ ظہر کے وقت جناب زید رضی اللہ عنہ مروان کے محل سے نکلے، شاگردوں نے دیکھ لیا، خیال ہوا کہ اس وقت کسی وجہ سے گئے ہوں گے، بڑھ کر پوچھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت اس نے چند حدیثیں پوچھی تھیں میں نے اس سے کہا کہ تین خصلتوں سے مسلمان کے قلب کو کبھی انکار نہ ہوگا، خدا کے لئے عمل کرنا، ولاۃ الامر کو نصیحت کرنا، جماعت کے ساتھ رہنا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اگرچہ غیر مسلم اقوام سے نفرت نہ کرتے تھے، تاہم ان میں حمیت ملی اور قومی پورے جوش کے ساتھ موجود تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ انصاری کہ بڑے رتبے کے صحابی تھے، بیت المقدس گئے اور عمارت مقدس کے اندر جانا چاہا، ایک نبطی سے کہا میرا گھوڑا پکڑ لو، اس نے انکار کیا، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا اور خوب مارا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی، تو انہوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا، عبادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اس سے گھوڑا پکڑنے کے لئے کہا تھا، اس نے انکار کیا، میرا مزاج تیز ہے اس کو مار بیٹھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم سے قصاص لیا جائے گا، زید بن

ثابت رضی اللہ عنہ موجود تھے ان سے ایک صحابی کی ذلت نہ دیکھی گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ایک غلام کے بدلے اپنے بھائی کو ماریں گے، ان کے کہنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرمانہ پر اکتفا کیا اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیت دینا پڑی۔ (کنزالعمال)

اسی طرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں تھے تو خبر ملی کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ مسلمان کو قتل کر دیا جائے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بڑی مشکل سے سمجھا کر قتل کی بجائے دیت پر راضی کیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت کچھ ذمیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی؛ بلکہ مسلمانوں کے ساتھ بھی بعض صورتوں میں ظاہر ہوتی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے غلام کا وظیفہ ہزار مقرر کیا تھا، انہوں نے کہا کہ غلام اور آزاد میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سمجھا کر ایک ہزار پر راضی کیا۔

طبعاً خاموشی وسکوت کو پسند کرتے تھے، مجلس میں بیٹھتے تو مجسمہ تسکین ووقار معلوم ہوتے تھے۔

خلفاء سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصحاب صحبت میں تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اتنے وسیع تعلقات تھے کہ عثمانی کہلاتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی محبوب رکھتے تھے، اوران کی فضیلت کے قائل تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی مراسم تھے، شام جانا ہوتو ان کے مکان پر تشریف لے گئے، (مسند) اور جب مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر ہو کر آیا تو اس سے بھی ربط ضبط رہا۔

مروان اپنی سیاست میں شہرہ آفاق ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے، لیکن وہ موقع پرست سیاست سے باز نہ آتا تھا، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر ایک دن کچھ پولیٹکل سوالات کئے، حضرت زید رضی اللہ عنہ جواب دے رہے تھے کہ یکا یک نظر پڑی کہ پردے کے پیچھے کچھ لوگ لکھ رہے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فوار کہا کہ میرا عذر قبول کیجئے، میں نے جو کچھ کہا تھا وہ میری ذاتی رائے تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اگرچہ نہایت منکسر المزاج تھے، لیکن چونکہ بڑے جلیل القدر عالم تھے، اس لئے کبھی کبھی زبان سے حرف ادعا بھی نکل جاتا تھا، ایک مرتبہ حضرت رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج نے ایک حدیث میں غلطی کی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا ان کی مغفرت کرے مجھ کو ان سے زیادہ حدیث معلوم ہے، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ان کے علم ووقار کی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہ اور علماء سے لے کر امراء وحکام تک ان کی عزت وتعظیم کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس قدر تکریم کرتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہونے کو چلے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رکاب تھام لی، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں ایسا نہ کیجئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کیا خوب؟ علماء اور اکابر کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہیے۔

مروان بن حکم اموی جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کو کوڑے سے مارنے اٹھا تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اتنی عظمت کرتا تھا کہ ان کو اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا۔ (ایضا

بَابٌ مَنَاقِبُ اَبِی طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 81: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

304- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ یَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَیْنَ یَدَیِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ بِهٖ عَلَیْهِ بِحَجَفَةٍ لَهٗ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِیًا شَدِیْدَ الْقِدِّ یَكْسِرُ یَوْمَئِذٍ قَوْسَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ یَمُرُّ مَعَهُ الْجَعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَیَقُوْلُ انْشُرْهَا لِاَبِی طَلْحَةَ فَاَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ اِلَى الْقَوْمِ فَیَقُوْلُ اَبُوْ طَلْحَةَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَا تُشْرِفْ یُصِیْبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَاَیْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّاُمَّ سُلَیْمٍ وَّاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰی خَدَمَ سُوْقِهِمَا تُنْقِزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِیْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّیْفُ مِنْ یَدَیْ اَبِیْ طَلْحَةَ اِمَّا مَرَّتَیْنِ وَاِمَّا ثَلَاثًا

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' غزوہ احد کے موقع پر جب لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹ گئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود تھے، انہوں نے اپنی ڈھال کو آڑ بنایا ہوا تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تیرانداز تھے اور بہت زبردست تیراندازی کرتے تھے۔ اس دن انہوں نے دو یا شاید تین کمانیں توڑ دیں تھیں۔

جو بھی شخص ترکش لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتا تو آپ یہ فرماتے: ابوطلحہ کے لئے اسے چھوڑ دو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا جائزہ لینے کے لئے سر باہر نکالنے لگے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اپنا سر باہر نہ نکالیں' کہیں آپ کو دشمن کا کوئی تیر نہ لگ جائے۔ آپ کے آگے قربان ہونے کے لئے میں موجود ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ دونوں اپنا دامن اٹھا کر مشکیزوں میں پانی بھر کر لا رہی تھیں۔ میں نے ان کے پاؤں کی پازیب دیکھی وہ دونوں (زخمی) لوگوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ پھر واپس جاتی تھیں پھر ان مشکیزوں کو بھر کر لاتی تھیں۔ اس دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو یا شاید تین مرتبہ تلوار گری۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

زید نام، ابوطلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں جن کے افراد شہر یثرب میں معزز حیثیت رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بن النجار، والدہ کا نام عبادہ ہے اور وہ مالک بن عدی بن زید بن مناۃ کی بیٹی تھیں جو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے جدی رشتے میں تھے قبیلہ عمرو بن مالک مسجد نبوی سے غربی جانب باب

حدیث304: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3837' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1811' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 3921' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 13826' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 17632

الرحمۃ کی طرف سکونت پذیر تھا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ مین اس قبیلہ کے رئیس تھے۔

قبل از اسلام ابوطلحہ رضی اللہ عنہ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے اور اس کے لئے ان کے ندیموں کی ایک مجلس تھی۔(بخاری)

اسلام

ابھی زمانہ شباب کا آغاز تھا یہ مشکل بیس سال کی عمر ہوگی کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کر دیا، جس کا آخری اثر یہ مرتب ہوا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے یہ وہ وقت تھا جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام کے پر جوش شیدائی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے مدینہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لئے روانہ ہوا تھا اس میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

اس بیعت میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف مزید حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انصار کا نقیب تجویز فرمایا۔

مواخاۃ

بیعت کے چند مہینے کے بعد خود حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا ارادہ فرمایا اور یہاں پر مہاجرین وانصار میں اسلامی برادری قائم کی مہاجرین میں سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کا جس کو بھائی بنایا گیا وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح قریشی تھے، جن کو ایمان کی پختگی کی بدولت دربار رسالت سے امین الامۃ کا خطاب عطا ہوا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔

غزوات

غزوہ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس میں کافی حصہ لیا تھا، بدر کے بعد غزوہ احد واقع ہوا، وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اُکھڑ گئے تھے؛ لیکن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال آڑ کئے سینہ تانے کھڑے تھے کہ آپ کی طرف جو تیر آئے اس کا آماجگاہ خود بنیں اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

نفسی لنفسك الفداء　　ووجهي لوجهك الوقاء

میری جان آپ کی جان پر قربان　　اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ کی سپر ہو

(مسند حضرت انس بن مالک، بخاری)

اور تیر دان میں سے تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہو جاتا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تماشا دیکھنے کے لئے سر اٹھاتے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حفاظت کے لئے سامنے آجاتے اور کہتے "نحری دون نحرک" آپ کے

گلے کے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جان نثاری اور سرفروشی سے خوش ہوکر فرماتے فوج میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی آواز سو آدمی سے بہتر ہے۔(مسند احمد، بخاری کتاب المغازی)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے احد میں نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا وہ بڑے تیرانداز تھے اس دن دوتین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں اس وقت ان کے سامنے دوقسم کے خطرے تھے ایک مسلمانوں کی شکست کا خیال دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا مسئلہ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اس طرح کی کہ جس ہاتھ سے بچاو کرتے تھے وہ شل ہوگیا مگر انہوں نے اُف نہ کی۔

غزوہ خیبر میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے بالکل برابر تھا، اس غزوہ میں بھی وہ اس حیثیت سے نمایاں ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کرنا چاہی تو منادی کرنے کے لئے ان کو ہی مخصوص فرمایا۔(مسند احمد)

غزوہ حنین میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے ۲۰، ۲۱ کافروں کو قتل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائے گا؛ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیس اکیس آدمیوں کا سامان حصہ میں حاصل کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں یہ اخیر غزوہ تھا اور ۸ھ میں واقع ہوا تھا۔

عام حالات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں تھے، ادھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ رضی اللہ عنہ میں گفتگو ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کون تیار کرے، مدینہ میں بغلی اور مکہ میں صندوقی قبروں کا رواج تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغلی قبر پسند فرماتے تھے، مسلمانوں میں دو شخص قبریں کھودتے تھے، مہاجرین میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور انصار میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ صندوقی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بغلی بناتے تھے، اس لئے دونوں کے پاس آدمی بھیجا گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پیشتر پہنچے اس شرف کو حاصل کرے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی بغلی کی تھی بہت سے مسلمان دست بدعا تھے کہ مہاجری کے آنے میں دیر ہو اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جلد آجائیں، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اپنے ہاتھ سے بغلی قبر کھودی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی سکونت ترک کردی تھی اور شام چلے گئے تھے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی غمزدوں میں داخل تھے؛ لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی تو آستانہ نبوت کا رُخ کرتے اور مہینوں کا سفر طے کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے شام میں گذارا، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہیں بسر ہوا، البتہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب وہ مدینہ میں تشریف فرما تھے، حضرت فاروق اعظم کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ جب انہوں نے ۶ آدمیوں کو خلافت کے

لئے نامزد فرمایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی، آپ انصار کے ۵۰ آدمی لے کر ان لوگوں پر متعین رہیے، اگر چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو دو کی گردن مار دیجئے اور اگر پلہ برابر ہو تو اس فریق کو قتل کیجئے جس میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نہ ہوں، اور اگر تین دن گذر جائیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سر اڑا دیجئے۔

غرض مسور بن مخرمہ کے گھر میں ان چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ قائم ہوئی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دروازہ پر حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے، بنو ہاشم شروع سے اس مشورہ کے خلاف تھے، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چاہتے تھے، اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آہستہ سے کہا کہ آپ اپنا معاملہ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ دیجئے اپنا خود فیصلہ کیجئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کچھ جواب دیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پاس کھڑے یہ باتیں سن رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان پر نظر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لم ترع اباالحسن! اے ابوالحسن خوف نہ کیجئے۔

اسی طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ کہا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جھلا آدمی تھے ان سے نہ رہا گیا کنکری مار کر بولے، یہ لوگ اس لئے آئے ہیں کہ مدینہ میں مشہور کریں گے کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں تھے، کنکری مارنے پر عمرو رضی اللہ عنہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑوں میں الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھیں! اس ذات کی قسم جس نے عمر کو وفات دی! میں تین دن سے زیادہ کبھی مہلت نہ دوں گا، پھر گھر میں بیٹھ کر تماشا دیکھوں گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟

اس کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے خانگی حالات میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں نکاح اور اولاد، ان کا نکاح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد، ہجرت نبوی سے قبل اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہ سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے، وہاں انہوں نے انتقال کیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہ کو پیام دیا، انہوں نے کہا کہ میں تمہارا پیام رد نہیں کرتی، لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان، میرا نکاح تمہارے ساتھ جائز نہیں، اگر تم اسلام قبول کر لو تو مجھے نکاح میں عذر نہ ہوگا اور وہی میرا مہر ہوگا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور اسلام مہر قرار پایا، ثابت کہتے ہیں کہ میں نے کسی عورت کا مہر ام سلیم رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں سنا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی کئی اولادیں ہوئیں؛ لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نہ رہا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام ابوعمیر تھا، اس نے بچپن میں ایک لال پالا تھا، اتفاق سے لال مر گیا، اس کو نہایت غم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو اس کو غمگین پا کر لوگوں سے پوچھا، آج یہ ست کیوں ہے؟ لوگوں نے واقعہ بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہنسانے کے لئے فرمایا: یا اباعمیر ما فعل النغیر یعنی اے عمیر لال کہاں گیا؟

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنوں بیمار رہ کر مر گیا، اس کی وفات کا واقعہ نہایت پر اثر ہے، ایک دن اس کی بیماری کے زمانہ میں حضرت

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آگئے اور اُدھر وہ فوت ہوگیا، ام سلیم رضی اللہ عنہ نے اس کو دفن کر دیا اور گھر والوں سے تاکید کی کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہ نے کہا پہلے سے اچھا ہے! ابوطلحہ رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے رہے کہ کھانا آیا، سب نے کھایا، جب صحابہ رضی اللہ عنہ چلے گئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اندر آئے اور رات کو میاں بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا، اخیر رات میں ام سلیم رضی اللہ عنہ نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ خدا کی امانت تھی، اس نے لے لی اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اناللہ پڑھا اور صبر کیا، یہ واقعہ بخاری اور مسلم میں موثر اور مختلف طور پر مذکور ہے۔

اس لڑکے کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھٹی دی، یہ اپنے زمانہ میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے، ان ہی سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی نسل چلی ان کے دو بیٹے تھے، اسحاق اور عبداللہ اور اسحاق کے صاحبزادے یحیٰ تھے اور یہ سب اپنے عہد میں مرجع انام اور علم حدیث کے امام تھے۔

حلیہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا رنگ گندم گوں، قد متوسط، سر اور داڑھی سفید خضاب نہیں کرتے تھے، چہرہ نورانی۔

وفات

عمر شریف ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے ایک دن سورہ برات تلاوت فرمارہے تھے جب اس آیت " اَنْفِرُ وا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا " پر پہنچے تو ولولہ جہاد تازہ ہوا، گھر والوں سے کہا کہ خدا نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے، میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، سفر کا انتظام کردو، دو مرتبہ کہا، بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے رکھتے نہایت نحیف اور لاغر ہوگئے تھے گھر والوں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے! عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کل غزوات میں شریک ہوچکے، ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں برابر جہاد کیا، اب بھی جہاد کی حرص باقی ہے، آپ گھر میں بیٹھیے ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھلا کب رک سکتے تھے، شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا بولے جو میں کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو، گھر والوں نے چارو ناچار سامان سفر درست کیا اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لے کر چل پڑا، غزوہ بحری تھا اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جہاز پر سوار ہوئے اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آپہنچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کرگئی۔

بحری سفر تھا، زمین کہیں نظر نہ آتی تھی، ہوا کے جھونکے جہاز کو غیر معلوم سمت میں لئے جارہے تھے اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گور وکفن پڑی رہی، آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا، اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اتر کر دفن کیا، لاش بعینہ صحیح وسالم تھی۔

سنہ وفات میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۳۲ھ سال وفات ہے، لیکن اس میں زیادہ صحیح روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے اس کے رو سے ۵۱ھ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا:

فضل وکمال

فضل وکمال میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو خاص رتبہ حاصل ہے، علامہ حافظ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے کہ وہ فضلائے صحابہ میں تھے۔

روایت میں نہایت احتیاط کرتے تھے، ان کی احادیث مرویہ میں مسائل یا غزوات کا ذکر ہے، فضائل اعمال کا بیان نہیں باوجودیکہ وہ مدت دراز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے ممتاز رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے، لیکن روایتوں کی مجموعی تعداد سے زیادہ نہ ہوسکی اس کا اصلی باعث بیان حدیث میں احتیاط تھی۔

حسب ذیل روایات ان کے علمی پایہ کو نمایاں کرتی ہیں:

حدیث شریف میں وارد ہے "لا تدخل الملئکۃ بیتا فیہ صورۃ" یعنی جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیماری میں عقیدت مندوں کا ایک گروہ عیادت کو آیا تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے، جس میں تصویر بنی ہوئی ہے، آپس میں گفتگو شروع ہوئی، زید بن خالد بولے کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی، عبیداللہ خولانی سے کہا ہاں لیکن یہ بھی تو کہا تھا کہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ (حدیث ابوطلحہ، مسند احمد)

ایک دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کھانا نوش فرما رہے تھے، دسترخوان پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے کھانا کھا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی مانگا دونوں بزرگوں نے کہا شاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کا خیال پیدا ہوا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں اس پر فرمایا کہ تم طیبات کھا کر وضو کی ضرورت سمجھتے ہو؛ حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کی حاجت نہیں سمجھتے تھے۔ (حدیث ابوطلحہ)

ایک دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نفل کا روزہ رکھا تھا، اتفاق سے اسی دن برف پڑی اور اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے، لوگوں نے کہا روزے میں آپ اولے کھا رہے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ یہ برکت ہے جس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو شعر وسخن کا بھی ذوق تھا، میدانِ جنگ میں رجز پڑھتے تھے، یہ شعر انہی کا ہے۔

انا ابو طلحۃ واسمی زید   وکل یوم فِي سلاحی صید

اخلاق

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا اخلاق جو ہر حب رسول ہے، ایسی حالت میں کہ تمام مسلمان جنگ کی شدت سے مجبور ہو کر میدان سے منتشر ہو گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معدودے چند صحابہ باقی رہ گئے تھے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اپنے کو رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کے لئے بڑھنا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار کے وار سہنا کہ حامل نبوت پر جو تیر آئے ان کو اپنے سینے پر روکنا اور آخر اسی حالت میں اپنا ہاتھ بیکار کر دینا حب رسول کا وہ لازوال نشان ہے جو ابد تک نہیں مٹ سکتا۔

اسی محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص خصوصیت تھی وہ عموماً تمام معرکوں میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے برابر چلتا تھا، غزوہ خیبر سے واپسی کے وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار تھیں، مدینہ کے قریب پہنچ کر ناقہ ٹھوکر لے کر گری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صفیہ رضی اللہ عنہ زمین پر آرہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سواری سے فوراً کود پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر پوچھا: یارسول اللہ جعلنی اللہ فداك چوٹ تو نہیں آئی؟ حضور نے فرمایا نہیں عورت کی خبرلو، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ منہ پر رومال ڈال کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کو کجاوا درست کر کے اونٹ پر بٹھایا۔

اسی طرح ایک مرتبہ مدینہ میں دشمنوں کا کچھ خوف معلوم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار نوید اور سوار ہو کر جس طرف اندیشہ تھا روانہ ہوئے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے چلے؛ لیکن ابھی پہنچنے نہ پائے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے راستہ میں ملاقات ہوئی فرمایا وہاں کچھ نہیں اور تمہارا گھوڑا بہت تیز رفتار ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت تھی اس کا اثر چھوٹی چھوٹی چیز میں بھی ظاہر ہوتا تھا، جب ان کے گھر میں کوئی چیز آتی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک خرگوش پکڑ لائے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ذبح کیا اور ایک ران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دی، آپ نے یہ حقیر لیکن پرخلوص نذر قبول کرلی، (مسند احمد، مسند ابن انس رضی اللہ عنہ) اسی طرح ام سلیم نے ایک طبق میں خرمے بھیجے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر ازواج مطہرات اور صحابہ میں تقسیم کیے۔ (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس محبت کی نہایت قدر کرتے تھے؛ چنانچہ جب آپ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے اور منیٰ میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال تو اور لوگوں میں تقسیم ہوگئے اور بائیں طرف کے کل موئے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دونوں جہان کا خزانہ ہاتھ آ گیا۔

اسی طرح جب عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا آپ نے کچھ چھوہارے چبا کر اس سے لڑکے کو گھٹی دی لڑکے نے مزے سے اس آب حیواں کی گھٹی لی اور چھوہارے کو مسوڑھے سے دابنے لگا، حضور نے فرمایا دیکھو انصار کو چھوہاروں سے فطری محبت ہے، اس لڑکے کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تمام نوجوانانِ انصار پر فوقیت رکھتے تھے۔ (مسند احمد: مسند انس رضی اللہ عنہ)

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز فضیح جو چھوہارے کی بنتی ہے پی رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس گھڑے کو توڑ دو، انہوں نے توڑ دیا، (مسند احمد) جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران)

جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جوتم کو محبوب ہے نیکی نہیں پا سکتے۔

تو امرائے انصار نے کیسوں کی مہریں توڑ دیں اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بیرحا کو خدا کی راہ میں وقف کیا۔

بیرحا ان کی نہایت قیمتی جائداد تھی، اس میں ایک کنواں تھا، اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشبودار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت شوق سے اس کو پیتے تھے یہ اراضی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی بعد میں اس مقام پر قصر بنی عدیلہ بنایا تھا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے اس وقف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا: بخ بخ! ذالک مال رائج: ذالک حال رائج اور حکم دیا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کردو، چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بنی اعمام اور اقارب میں جس میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے تقسیم کردیا۔ (مسند احمد)

ایک مرتبہ ایک شخص آیا، اس کے قیام کا کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے اس پر خدا رحم کرے گا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا میں لئے جاتا ہوں، گھر میں کھانے کو نہ تھا صرف بچوں کے لئے کھانا پکا تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو سلا دو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کردو، اس طور پر وہ کھانا کھالے گا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے، غرض اس طرح اس کو کھلا کر تمام گھر فاقہ سے پڑا رہا، صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی: "وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا رات تمہارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا۔ (مسلم)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریا اور نمود و نمائش سے دور رہتے تھے، بیرحا کو وقف کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کھا کر کہا کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا۔ (مسند احمد، مسند انس)

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۴۰ سال کی زندگی پائی یہ تمام عمر روزوں میں بسر کی، عید اور بقرعید کے سوا ۳۶۵ دنوں میں کوئی دن ایسا نہ تھا بجز بیماری کے ایام کے جس میں وہ صائم نہ رہے ہوں۔

بَابُ مَنَاقِبُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 82: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

305- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ وَفِيهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى مِثْلِهِ)

حدیث305: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2483' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1453' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7163' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8252' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 767

اَلْاٰیَةَ قَالَ لَا اَدْرِیْ قَالَ مَالِكٌ الْاٰیَةَ اَوْ فِی الْحَدِیْثِ

✧✧ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں سنا کہ آپ نے زمین پر چلنے والے کسی شخص کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ یہ جنتی ہے، صرف حضرت عبداللہ بن سلام کے بارے میں آپ نے یہ بات فرمائی ہے اور انہی صاحب کے بارے میں یہ آیت بھی نازل ہوئی ہے۔

''اور بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے ایک گواہ نے بھی اسی کی مانند گواہی دی''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' مجھے یہ علم نہیں کہ آیت کا بیان امام مالک کا قول ہے یا روایت کا حصہ ہے۔

306- حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِیْ مَسْجِدِ الْمَدِیْنَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی وَجْهِهٖ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ تَجَوَّزَ فِیْهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّكَ حِیْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ مَا لَا یَعْلَمُ وَسَاُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَاَیْتُ رُؤْیَا عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَیْهِ وَرَاَیْتُ كَاَنِّیْ فِیْ رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سَعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَسْطَهَا عَمُوْدٌ مِّنْ حَدِیْدٍ اَسْفَلُهٗ فِی الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِی السَّمَاءِ فِیْ اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِیْلَ لِیْ ارْقَ قُلْتُ لَا اَسْتَطِیْعُ فَاَتَانِیْ مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِیَابِیْ مِنْ خَلْفِیْ فَرَقِیْتُ حَتّٰی كُنْتُ فِیْ اَعْلَاهَا فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِیْلَ لِیْ اسْتَمْسِكْ فَاسْتَیْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِیْ یَدِیْ فَقَصَصْتُهَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقٰی فَاَنْتَ عَلَی الْاِسْلَامِ حَتّٰی تَمُوْتَ وَذَاكَ الرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ وَ قَالَ لِیْ خَلِیْفَةُ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ عُبَادٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ وَصِیْفٌ مَّكَانَ مِنْصَفٌ

✧✧ قیس بن عباد بیان کرتے ہیں' میں مسجد مدینہ میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص اندر آیا جس کے چہرے پر پرہیزگاری کے آثار ظاہر تھے۔ لوگوں نے کہا: یہ صاحب جنتی ہیں، ان صاحب نے دو رکعت ادا کیں اور مختصر ادا کیں پھر وہ باہر چلے گئے تو میں ان کے پیچھے آیا اور بولا: جب آپ مسجد میں تشریف لائے تھے تو لوگوں نے کہا تھا کہ یہ جنتی ہیں' وہ صاحب بولے: اللہ کی قسم! کسی شخص کو وہی بات کرنی چاہئے جس کا اسے علم ہو میں تمہیں بتاتا ہوں اس کی وجہ کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں' میں نے ایک خواب دیکھا وہ خواب میں نے آپ کو سنایا میں نے دیکھا کہ میں ایک باغ میں موجود ہوں پھر انہوں نے اس باغ کی وسعت اور شادابی کا تذکرہ کیا۔ اس باغ کے درمیان لوہے کا ایک ستون موجود ہے جس کا نیچے والا حصہ زمین میں ہے اور اوپر والا حصہ آسمان میں ہے اور اس کے اوپر والے حصے میں ایک دستہ ہے مجھ سے کہا گیا تم اوپر چڑھو! میں نے جواب دیا: میں نہیں چڑھ سکتا، پھر ایک خادم میرے پاس آیا اس نے پیچھے سے میرا کپڑا اٹھایا تو میں چڑھ گیا یہاں تک کہ اس کے اوپر والے حصے تک پہنچ گیا اور میں نے اس دستے کو تھام لیا۔ ان سے کہا گیا آپ اسے مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ وہ بیان کرتے ہیں' میں بیدار ہو گیا تو وہ دستہ میرے ہاتھ

حدیث306: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6608' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2484' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 23838' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث: 8190

میں تھا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ خواب سنایا تو آپ نے فرمایا: وہ باغ اسلام ہے اور وہ ستون اسلام کی بنیادی تعلیمات ہیں اور وہ دستہ وہ مضبوط دستہ ہے (جس کا ذکر قرآن میں ہے) تم مرتے دم تک اسلام پر ثابت قدم رہو گے۔ وہ صاحب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں کچھ لفظی اختلاف پایا جاتا ہے۔

307- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ اَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلَا تَجِيءُ فَاُطْعِمَكَ سَوِيقًا وَّتَمْرًا وَّتَدْخُلَ فِي بَيْتٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّكَ بِاَرْضٍ الرِّبَا بِهَا فَاشٍ اِذَا كَانَ لَكَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَاَهْدٰى اِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِيرٍ اَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَاْخُذْهُ فَاِنَّهُ رِبًا وَّلَمْ يَذْكُرِ النَّضْرُ وَاَبُو دَاوُدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ الْبَيْتَ

✧✧ سعید بن ابو بردہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا اور میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: تم آؤ تاکہ میں تمہیں ستو اور کھجور کھلاؤں تم گھر آؤ۔ پھر انہوں نے فرمایا: تم ایسی سرزمین پر رہتے ہو جہاں پر سود عام ہے اگر تم نے کسی شخص سے حق وصول کرنا ہو اور وہ تمہیں بھوسے کا ایک ڈھیر یا جو کا ایک ڈھیر یا چارے کا ایک ڈھیر تحفے کے طور پر دے تو اسے قبول نہ کرنا کیونکہ یہ سود ہوگا۔

ایک روایت میں ''گھر'' کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

نام ونسب

عبداللہ نام، ابو یوسف کنیت، جر لقب، یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے جس کا سلسلہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے، مختصراً آپ کا شجرہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن سلام بن حارث قبیلہ خزرج میں ایک خاندان بنی عوف کے نام سے مشہور ہے، اس میں ایک شاخ کا نام قواقل ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی قواقل کے حلیف تھے۔

ایام جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا۔

اسلام

عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام اپنے بچوں کے لئے باغ میں پھل چننے گئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور مالک بن نجار کے محلہ میں فروکش ہوئے، اس کی خبر عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام کو ہوئی، تو پھل لے کر دوڑے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زیارت سے شرف اندوز ہوکر واپس گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہمارے اعزہ (انصار) میں سب سے قریب تر کس کا مکان ہے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب

حدیث307: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6910' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 14653' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 10709

سے قریب رہتا ہوں یہ میرا گھر ہے اور یہ دروازہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مکان کو اپنا مسکن بنایا جب آپ کا مستقر متعین ہو گیا، تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جو انبیاء کے سوا کسی کو معلوم نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا تو فوراً پکار اُٹھے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کہا کہ یہود ایک افترا پرداز قوم ہے اور میں عالم بن عالم اور رئیس بن الرئیس ہوں آپ ان کو بلا کر میری نسبت دریافت کیجئے؛ لیکن میرے مسلمان ہو جانے کی خبر نہ دیجئے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو طلب فرما کر اسلام کی دعوت دی اور کہا عبداللہ بن سلام کون شخص ہیں؟ بولے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں، فرمایا وہ مسلمان ہو سکتے ہیں جواب ملا کبھی نہیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مکان کے ایک گوشہ میں چھپے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، تو کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکلے آئے اور یہودیوں سے کہا ذرا خدا سے ڈرو تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ رسول ہیں اور ان کا مذہب بالکل سچا ہے اور با ایں ہمہ ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہوتے، یہود کو خلاف توقع جو خفت نصیب ہوئی اس نے ان کو مشتعل کر دیا انہوں نے غصہ میں کہا کہ تم جھوٹے ہو اور ہماری جماعت کے بدترین شخص ہو اور تمہارا باپ بھی بدتر تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے دیکھا مجھ کو اسی کا خوف تھا۔ (بخاری)

غزوات

بدر اور احد کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے صاحب طبقات کے نزدیک خندق میں وہ شریک تھے، اس لئے انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے تیسرے طبقہ یعنی اصحابِ خندق میں ان کا تذکرہ لکھا ہے، خندق کے بعد جو معرکے پیش آئے ان میں بھی شامل ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سفر بیت المقدس میں حضرت عبداللہ ان کے ہمراہ تھے۔

باغیوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر کے ان کے قتل کی تیاریاں کیں تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں فرمایا آپ کا مکان کے اندر رہنا ٹھیک نہیں باہر جا کر مجمع کو منتشر کیجئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور ایک مختصر سی تقریر کی جس کا ترجمہ یہ ہے:

لوگو! میرا نام جاہلیت میں فلاں تھا یعنی حسین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا میرے متعلق قرآن مجید میں کئی آیتیں نازل ہوئیں، چنانچہ "شَهِدَ شَاهِدٌ مِنۡ بَنِى إِسۡرَائِيلَ" اور "قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا بَيۡنِى وَبَيۡنَكُمۡ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتَابِ" میرے ہی شان میں اتری ہیں، خدا کی تلوار اب تک نیام میں ہے اور فرشتوں نے تمہارے شہر کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت گاہ ہے اپنا نشیمن بنالیا ہے، پس ڈرو! خدا سے ڈرو! اور ان کو (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) قتل نہ کرو، خدا کی قسم! اگر تم ان کے قتل پر کمر بستہ ہوئے تو تمہارے ہمسایہ فرشتے مدینہ چھوڑ دیں گے اور خدا کی قسم وہ تلوار نکل پڑے گی، جو اس وقت تک نیام میں بند ہے اور جو پھر قیامت تک نیام میں واپس نہ جائے گی۔

لیکن سنگدلوں پر اس پرزور تقریر کا کچھ اثر نہ ہوا؛ بلکہ اس کے خلاف ان کی شقاوت اور زیادہ ترقی کر گئی بولے کہ "اس یہودی

اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو قتل کر ڈالو"۔ (ترمذی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کوفہ کو دار الخلافہ بنایا تو انہوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر نہ چھوڑیئے، ورنہ پھر اس کی زیارت نہ کر سکیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ بچارے نہایت نیک آدمی ہیں۔ (اصابہ)

وفات

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

اولاد

دو بیٹے یادگار چھوڑے، یوسف اور محمد، دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے، یوسف بڑے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف نام رکھا۔ (مسند)

حلیہ

مفصل حلیہ معلوم نہیں، بڑھاپے میں ضعف کی وجہ سے عصا لے کر چلتے تھے اور اس پر ٹیک لگاتے (مسند) چہرہ پر خشوع کے آثار ہر وقت نمایاں رہتے تھے۔

فضل وکمال

تورات، انجیل، قرآن مجید اور احادیث نبوی سے ان کا سینہ بقعہ نور بنا ہوا تھا، تورات پر جو عبور تھا، اس کے متعلق علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

كان عبدالله بن سلام عالم اهل الكتاب وفقاضلهم فى زمانه بالمدينة

عبداللہ بن سلام مدینہ میں اہل کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے۔

مسلمان ہو کر قرآن وحدیث کی طرف توجہ کی اور حدیث میں مرجع کل بن گئے اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہو سکتا ہے، کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو تمام صحابہ رضی اللہ عنہ میں حدیث کے سب سے بڑے گنجینہ دار تھے ان سے حدیثیں دریافت کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار شام گئے اور کعب احبار سے یہ حدیثیں دریافت کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار شام گئے اور کعب احبار سے یہ حدیث بیان کی کہ جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اگر اس میں خدا سے کچھ مانگے تو اس کو ضرور دیتا ہے اس پر کعب نے کچھ رد وقدح کی یہاں تک کہ اخیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موافق ہو گئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ آکر عبداللہ بن رضی اللہ عنہ سلام سے یہ واقعہ بیان کیا، انہوں نے کہا کعب نے جھوٹ کہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے میرے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا، پھر فرمایا جانتے ہو وہ وقت کون سا ہے، یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پڑ گئے اور کہا کہ جلد بتلایئے، فرمایا عصر اور مغرب کے درمیان، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے عصر

اور مغرب کے درمیان کوئی نماز ہی نہیں فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ گویا نماز ہی میں ہوتا ہے۔ (مسند)

بااین ہمہ جلالت قدران سے صرف روایتیں منقول ہیں، راویوں میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کرام بھی ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، زرارہ بن رضی اللہ عنہ اوفی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رضی اللہ عنہ معقل، عبداللہ بن حنظلہ، تلامذہ خاص کے نام حسب ذیل ہیں: حرشہ بن الحر قیس بن عباد، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، حمزہ بن یوسف (پوتے) عمرو بن محمد (پوتے) عوف بن مالک، ابوبردہ بن ابوموسیٰ، ابوسعید المقبری، عبادہ الزرقی، عطاء بن یسار، عبیداللہ بن جیش غفاری۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک خاص حدیث منقول ہے جس کے اخیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جمع کر کے سبح للہ کی چند آیتیں پڑھیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کے سامنے وہی آیتیں پڑھیں اور پھر بالترتیب عطاء بن یسار، ہلال بن ابی میمونہ، یحیٰ بن ابی کثیر نے اپنے زمانہ میں اس سنت کو قائم رکھا، لیکن یحیٰ کے شاگرد اوزاعی پر پہونچ کر اس کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ (مسند)

اخلاق

اخلاقی حیثیت سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا پایہ عظمت بہت بلند ہے، صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زمین پر چلنے والے شخص کو جنتی نہیں فرمایا، البتہ عبداللہ بن سلام کو فرمایا تھا، (بخاری) ترمذی میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کی وفات ہوئی تو شاگردوں سے فرمایا کہ میں دنیا سے اٹھ رہا ہوں: لیکن میرے ساتھ علم نہیں اٹھتا جو شخص اس کی جستجو کرے گا پالے گا، اس کے بعد چار شخصوں کے نام گنائے جن میں ایک عبداللہ بن سلام تھے فرمایا: (جامع ترمذی)

کان یهود یافاسلم فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انه عاشر عشرة فی الجنة

پہلے وہ یہودی تھے، پھر مسلمان ہوئے اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ گیارہویں جنتی ہیں۔ بایں ہمہ فضیلت بڑے منکسر المزاج تھے، مسجد نبوی میں ایک دن نماز کے لئے آئے اور لوگوں نے کہا کہ یہ جنتی شخص ہیں تو فرمایا کہ جس بات کو آدمی جانتا نہ ہو اس کو زبان سے نکالنا نہ چاہیے، اس کے بعد اپنے اس خواب کا ذکر کیا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر دی تھی کہ اسلام پر تمام عمر قائم رہو گے۔ (بخاری)

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی ملایا جائے تو انکسار کا نہایت مکمل اور دیدہ زیب مرقع پیش نظر ہو جاتا ہے، ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس سے خدا نے مستغنی کیا ہے، فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے: لیکن میں اس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

حق و صداقت کا جوش بے اندازہ تھا، فرماتے تھے کہ تم کو ایک بار قریش سے لڑائی پیش آئے گی، اُس وقت اگر مجھ میں قوت نہ ہو تو تخت پر بٹھا کر مجھ کو فریقین کی صفوں کے درمیان رکھ دینا۔ (استیعاب

بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيْجَةَ وَفَضْلِهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

باب 83: نبی اکرم ﷺ کا سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا اوران کی فضیلت کا بیان

308- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ .

✧✧ عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

309-وَ حَدَّثَنِيْ صَدَقَةُ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ

✧✧ عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں، ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، اپنے زمانے کی سب سے بہترین خاتون بی بی مریم علیہا السلام اوراپنے زمانے کی سب سے بہتر خاتون خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

310- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ هِشَامُ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى امْرَاَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ هَلَكَتْ قَبْلَ اَنْ يَتَزَوَّجَنِيْ لِمَا كُنْتُ اَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَاَمَرَهُ اللّٰهُ اَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ وَّاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ کی کسی بھی زوجہ محترمہ پر مجھے اتنا رشک نہیں آتا، جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا مجھ سے شادی کرنے سے پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے' میں نبی اکرم ﷺ کو اکثر ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو موتی کے بنے ہوئے گھر کی بشارت دیں۔ نبی اکرم ﷺ کوئی بکری ذبح کرتے تھے تو سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو اس میں سے کچھ گوشت تحفے کے طور پر بھیجا کرتے تھے، جو ان کے لئے کافی ہوتا تھا۔

311- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى امْرَاَةٍ مَّا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهَا قَالَتْ وَتَزَوَّجَنِيْ بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِيْنَ وَاَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ اَوْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ

حدیث309: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3249' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3877' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:938' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:3837' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8354' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:12861' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:522' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1563' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:1581

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں مجھے کسی خاتون پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ان کا تذکرہ کرتے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے تین سال بعد میرے ساتھ شادی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا تھا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتی سے بنے ہوئے محل کی بشارت دیں۔

312- حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَسَنٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰی خَدِيْجَةَ وَمَا رَاَيْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ كَاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَاَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةُ فَيَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِیْ مِنْهَا وَلَدٌ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی زوجہ محترمہ پر اتنا رشک نہیں آتا تھا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا۔ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ بعض اوقات جب کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت بنا کر اسے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یوں لگتا ہے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دنیا میں کوئی خاتون ہی نہیں ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں یہ یہ خوبیاں تھیں اور میری اولاد بھی اس سے ہوئی ہے۔

313- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰی عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَشَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيْجَةَ قَالَ نَعَمْ بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ

✧✧ اسماعیل بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں موتی سے بنے ہوئے محل کی دی تھی۔ جس میں کوئی شور یا پریشانی نہیں ہوگی۔

314- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتٰی جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ اَوْ شَرَابٌ فَاِذَا هِیَ اَتَتْكَ فَاقْرَاْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّیْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ وَقَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن ساتھ لے کر آرہی ہیں۔ اس میں سالن ہے (راوی کو شک ہے) یا کھانا ہے یا کوئی

حدیث314: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:7058' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2432' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7156' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7009' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4851' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6089' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:7' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث:1588' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:32287' اخرجه النسائی فی "سننه الکبری" رقم الحدیث:10206

پینے کی چیز ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے پروردگار کی طرف سے اور میری طرف سے انہیں سلام کہہ دیں اور انہیں جنت میں ایک گھر کی خوشخبری دیں۔ جو موتی سے بنا ہوا ہوگا اور اس میں کوئی شور اور کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

315-عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَالَةَ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِّنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، حضرت ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنے کی اجازت مانگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں لگا کہ شاید حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اجازت مانگی ہے۔ آپ بے چین ہوئے پھر آپ نے فرمایا: یہ تو ہالہ ہیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ مجھے اس پر بڑا رشک آیا۔ میں نے کہا: آپ قریش کی ایک سرخ گالوں والی بوڑھی کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں جنہیں فوت ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں عطا کر دی ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

خدیجہ نام، اُم ہند کنیت، طاہرہ لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، خدیجہ بنتِ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، قصی پر پہنچ کر ان کا خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے، والدہ کا نام فاطمہ بنتِ زائدہ تھا اور لوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد اپنے قبیلہ میں نہایت معزز شخص تھے، مکہ آ کر اقامت کی، عبدالدار ابنِ قصیٰ کے جواُن کے ابن عم تھے، حلیف بنے اور یہیں فاطمہ بنتِ زائدہ سے شادی کی، جن کے بطن سے عام الفیل سے ۱۵ سال قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ (طبقات ابنِ سعد)

نکاح

سنِ شعور کو پہنچیں تو اپنے پاکیزہ اخلاق کی بنا پر طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں (اصابہ) باپ نے ان صفات کا لحاظ رکھ کر شادی کے لیے ورقہ بن نوفل کی جو برادر زادہ اور تورات وانجیل کے بہت بڑے عالم تھے، منتخب کیا؛ لیکن پھر کسی وجہ سے یہ نسبت نہ ہو سکی اور ابو ہالہ بن بناش تمیمی سے نکاح ہو گیا۔ (استیعاب)

ابو ہالہ کے بعد عتیق بن عابد مخزومی کے عقدِ نکاح میں آئیں؛ اسی زمانہ میں حرب الفجار چھڑی، جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باپ لڑائی کے لیے نکلے اور مارے گئے (طبقات) یہ عام الفیل سے ۲۰ سال بعد کا واقعہ ہے۔ (طبقات)

حدیث315: اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2437، اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث:14573، اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث:18

تجارت

باپ اور شوہر کے مرنے سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سخت دقت واقع ہوئی، ذریعہ معاش تجارت تھی، جس کا کوئی نگران نہ تھا؛ تاہم اپنے اعزہ کو معاوضہ دے کر مالِ تجارت بھیجتی تھیں، ایک مرتبہ مال کی روانگی کا وقت آیا تو ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم کو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جا کر ملنا چاہئے، ان کا مال شام جائے گا؛ بہتر ہوتا کہ تم بھی ساتھ جاتے، میرے پاس روپیہ نہیں؛ ورنہ میں خود تمہارے لیے سرمایہ مہیا کر دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت امین کے لقب سے تمام مکہ میں تھی اور آپ کے حسن معاملہ، راست بازی، صدق و دیانت اور پاکیزہ اخلاقی کا عام چرچا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس گفتگو کی خبر ملی تو فوراً پیغام بھیجا کہ آپ میرا مالِ تجارت لے کر شام کو جائیں، جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں آپ کو اس مضاعف دوں گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا اور مالِ تجارت لے کر میسرہ (خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام) کے ہمارہ بصریٰ تشریف لے گئے، اس سال کا نفع سالہائے گزشتہ کے نفع سے مضاعف تھا۔ (طبقات)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ نکاح میں

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت و ثروت اور شریفانہ اخلاق نے تمام قریش کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا اور ہر شخص ان سے نکاح کا خواہاں تھا؛ لیکن کارکنانِ قضاوقدر کی نگاہِ انتخاب کسی اور پر پڑ چکی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالِ تجارت لے کر شام سے واپس آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کا پیغام بھیجا، نفیسہ بنت منیہ (یعلیٰ بن امیہ کی ہمشیر) اس خدمت پر مقرر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا (طبقات) اور شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد اگرچہ وفات پاچکے تھے تاہم ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے، عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کرسکتی تھیں، اسی بنا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے چچا کے ہوتے خود براہِ راست تمام مراتب طے کیے۔

تاریخ معین پر ابو طالب اور تمام روسائے خاندان جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے خاندان کے چند بزرگوں کو جمع کیا تھا، ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا، عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ سو طلائی درہم مہر قرار پایا اور خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حرم نبوت ہوکر ام المومنین کے شرف سے ممتاز ہوئیں؛ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس کی تھی، یہ بعثت سے پندرہ سال قبل کا واقعہ ہے۔ (اصابہ)

اسلام

پندرہ برس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوئے اور فرائض نبوت کو ادا کرنا چاہا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ پیغام سنایا، وہ سننے سے پہلے مومن تھیں؛ کیونکہ ان سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقِ دعویٰ کا کوئی شخص فیصلہ نہیں کرسکتا تھا، صحیح بخاری، باب بدءالوحی میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور وہ یہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا رویائے صادقہ سے ہوئی، آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہو جاتا تھا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت گزیں ہو گئے؛ چنانچہ کھانے پینے کا سامان لے کر غارِ حرا تشریف لے جاتے اور وہاں تحنث یعنی عبادت کرتے تھے، جب سامان ہو چکتا تو پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر مراقبہ میں مصروف ہوتے؛ یہاں تک کہ ایک دن فرشتۂ غیب نظر آیا کہ آپ سے کہہ رہا ہے، پڑھ! آپ نے فرمایا: میں پڑھا لکھا نہیں، اس نے زور سے دبایا؛ پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا: پڑھ! تو میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا لکھا نہیں؛ پھر اس نے دوبارہ زور سے دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا: پڑھ! پھر میں نے کہا: میں پڑھا لکھا نہیں؛ اسی طرح تیسری دفعہ دبا کر کہا: پڑھ! اُس خدا کا نام جس نے کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ! تیرا خدا کریم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو جلالِ الٰہی سے لبریز تھے، آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھ کو کپڑا اُڑھاؤ مجھ کو کپڑا اُڑھاؤ، لوگوں نے کپڑا اُوڑھایا تو ہیبت کم ہوئی؛ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا: مجھ کو ڈر ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ متردد نہ ہوں، اللہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا؛ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں اور فقیروں کے معاون رہتے ہیں، مہمان نوازی اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں؛ پھر وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو مذہباً نصرانی تھے، عبرانی زبان جانتے تھے اور عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے، اب بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کہ اپنے بھتیجے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں سنو! بولے ابن الاخ تونے کیا دیکھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ کی کیفیت بیان کی تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اترا تھا، کاش مجھ میں اس وقت قوت ہوتی اور زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو شہر بدر کرے گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا ہاں جو کچھ آپ پر نازل ہوا جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اس کی ہو جاتی ہے اور اگر اس وقت تک میں زندہ رہا تو تمہاری وزنی مدد کروں گا، اس کے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہو گیا اور وحی کچھ دنوں کے لیے رُک گئی۔

(بخاری، بَابُ بَدْءِ الْوَحِي، حدیث نمبر:، شاملہ، موقع الا سلام)

اس وقت تک نمازِ پنجگانہ فرض نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھا کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ نوافل میں شرکت کرتی تھیں، ابن سعد کہتے ہیں:

مكث رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدِيْجَةُ يُصَلِيان سِرًا مَاشَاءَ اللّٰه۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد، شاملہ، موقع الوراق)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجہ رضی اللہ عنہا عرصہ تک خفیہ طور پر نماز پڑھا کرتے۔

عفیف کندی سامان خریدنے کے لیے مکہ آئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں فروکش ہوئے، صبح کے وقت ایک دن کعبہ کی طرف نظر تھی، دیکھا کہ ایک نوجوان آیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر قبلہ رُخ کھڑا ہو گیا؛ پھر ایک لڑکا اس کے داہنی طرف آ کر کھڑا ہوا؛ پھر ایک عورت دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی، نماز پڑھ کر یہ لوگ چلے گئے، تو عفیف نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہاں! پھر کہا: جانتے ہو یہ نوجوان کون

ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد ہے، یہ دوسرا بھتیجا علی ہے اور یہ محمد کی بیوی (خدیجہ رضی اللہ عنہا) ہے، میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب پروردگارِ عالم کا مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے حکم سے کرتا ہے، دنیا میں جہاں تک مجھ کو علم ہے اس خیال کے صرف یہی تین شخص ہیں۔ (طبقات)

عقیلی اس روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں؛ لیکن ہمارے نزدیک اس کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں، درایت کے لحاظ سے اس میں کوئی خرابی نہیں، روایت کی حیثیت سے اس کے ثبوت کے متعدد طریق میں محدث ابن سعد نے اس کو نقل کیا ہے، بغوی، ابویعلی اور نسائی نے اس کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے، حاکم، ابن خیثمہ، ابن مندہ اور صاحب غیلانیات نے اسے مقبول مانا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے صرف نبوت کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ آغازِ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی معین ومددگار ثابت ہوئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چند سال تک کفارِ مکہ اذیت دیتے ہوئے ہچکچاتے تھے، اس میں بڑی حد تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اثر کام کررہا تھا، اوپر گذر چکا ہے کہ آغازِ نبوت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ مجھ کو ڈر ہے تو انہوں نے کہا: کہ آپ متردد نہ ہوں، خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا، دعوتِ اسلام کے سلسلے میں جب مشرکین نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی اور تشفی دی۔

فَكَانَ لَايسمع مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَيْئًا يكرهه من رد عليه وَتكذيب له إلافرج الله عنه بِهَا تثبته وَتصدقه وَتخفف عَنْهُ وتهون عَلَيْهِ مَايلقى مِنْ قَوْمِه۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، شاملہ، یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی تردید یا تکذیب سے جو کچھ صدمہ پہنچتا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر دور ہوجاتا تھا؛ کیونکہ وہ آپ کی باتوں کی تصدیق کرتی تھیں اور مشرکین کے معاملہ کو آپ کے سامنے ہلکا کرکے پیش کرتی تھیں۔

سنہ نبوی ۷ میں جب قریش نے اسلام کے تباہ کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو ایک گھاٹی میں محصور کیا جائے؛ چنانچہ ابوطالب مجبور ہوکر تمام خاندان ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہوئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ آئیں، سیرت ابن ہشام میں ہے:

وَهِيَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ فِي الشِّعْبِ۔

(سیرۃ ابن ہشام، خَبَرُ الصَّحِيفَةِ، تَعَرُّضُ أَبِي جَهْلٍ لِحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ وَتَوَسُّطُ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، شاملہ، موقع الاسلام)

ترجمہ: اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابوطالب میں تھیں۔

تین سال تک بنوہاشم نے اس حصار میں بسر کی یہ زمانہ ایسا سخت گذرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے؛ تاہم اس زمانہ میں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اثر سے کبھی کبھی کھانا پہنچ جاتا تھا، چنانچہ ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا تھا، تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، راہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا

چاہا، اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آ گیا وہ اگرچہ کافر تھا؛ لیکن اس کو رحم آیا، ابوجہل سے کہا ایک شخص اپنی پھوپھی کو کھانے کے لیے کچھ بھیجتا ہے، تو کیوں روکتا ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

وفات

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد ۲۵ برس تک زندہ رہیں اور ۱۱ر رمضان المبارک سنہ ۱۰ نبوی (ہجرت سے تین سال قبل (بخاری) انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ کی تھی؛ چونکہ نمازِ جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی، اس لیے ان کی لاش اسی طرح دفن کر دی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی سب سے بڑی غمگسار کو داعی اجل کے سپرد کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر حجون میں ہے (طبقات ابن سعد) اور زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تاریخِ اسلام میں ایک جدید دور شروع ہوا؛ یہی زمانہ ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) فرمایا کرتے تھے؛ کیونکہ ان کے اُٹھ جانے کے بعد قریش کو کسی شخص کا پاس نہیں رہ گیا تھا اور اب وہ نہایت بے رحمی اور بیباکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے تھے؛ اسی زمانہ میں آپ اہلِ مکہ سے نا اُمید ہو کر طائف تشریف لے گئے تھے۔

اولاد

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بہت سی اولاد ہوئی، ابوہالہ سے جو ان کے پہلے شوہر تھے، دو لڑکے پیدا ہوئے، جن کے نام ہالہ اور ہند تھے، دوسرے شوہر یعنی عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نام بھی ہند تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ اولادیں ہوئیں، دو صاحبزادے جو بچپن میں انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیاں، نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے لڑکے تھے، ان ہی کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالقاسم کنیت کرتے تھے، صغرسنی میں مکہ میں انتقال کیا، اس وقت پیروں پر چلنے لگے تھے

(۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں

(۳) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بہت کم عمر پائی؛ چونکہ زمانہ نبوت میں پیدا ہوئے تھے، اس لیے طیب اور طاہر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

(۴) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

(۵) حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا

(۶) حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا،

اِن سب میں ایک ایک سال کا چھوٹا بڑا پا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی اولاد کو بہت چاہتی تھیں اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا یعنی صاحب ثروت تھیں، اس لیے عقبہ کی لونڈی سلمہ کو بچوں کی پرورش پر مقرر کیا تھا، وہ ان کو کھلاتی اور دودھ پلاتی تھی۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بعض خاص خصوصیتیں حاصل ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں، وہ جب عقدِ نکاح میں آئیں تو ان کی عمر چالیس برس کی تھی؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد انہی سے پیدا ہوئی۔

فضائل ومناقب

اُم المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عظمت وفضیلت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرض نبوت ادا کرنا چاہا تو فضائے عالم سے ایک آواز بھی آپ کی تائید میں نہ اُٹھی، کوہ حرا، وادی عرفات، جبل فاران غرض تمام جزیرۃ العرب آپ کی آواز پر ایک پیکر تصویر بنا ہوا تھا؛ لیکن اس عالمگیر خاموشی میں صرف ایک آواز تھی جو فضائے مکہ میں تموج پیدا کررہی تھی، یہ آواز حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے قلب مبارک سے بلند ہوئی تھی، جو اس ظلمت کدہ کفر وضلالت میں انوارِ الٰہی کا دوسرا تجلی گاہ تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ مقدس خاتون ہیں جنہوں نے نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کردی تھی؛ چنانچہ مسند ابن حنبل میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بخدا میں کبھی لات وعزیٰ کی پرستش نہ کروں گا؛ انہوں نے جواب دیا کہ لات کو جانے دیجئے، عزیٰ کو جانے دیجئے، یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجئے (مسند احمد بن حنبل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کی صدا بلند کی تو سب سے پہلے ان ہی نے اس پر لبیک کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو ان کی ذات سے جو تقویت تھی وہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک صفحہ سے نمایاں ہے، ابن ہشام میں ہے: وَكَانَتْ لَهُ وَزِيرَ صِدْقٍ عَلَى الْإِسْلَامِ۔

(سیرۃ ابن ہشام، ذِكْرُ الْإِسْرَاءِ وَالْمِعْرَاجِ، طَمَعُ الْمُشْرِكِينَ فِي الرَّسُولِ بَعْدَ وَفَاةِ أَبِي طَالِبٍ وَخَدِيجَةَ، شاملہ، موقع الاسلام)

ترجمہ: وہ اسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی مشیر کار تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ باوجود اس تمول اور اس دولت وثروت کے جو ان کو حاصل تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت خود کرتی تھیں؛ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا برتن میں کچھ لارہی ہیں، آپ ان کو خدا کا اور میرا اسلام پہنچادیجئے۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے سخت محبت تھی؛ لیکن وہ مکہ میں غلام کی حیثیت سے رہتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو آزاد کیا اور اب وہ کسی دنیاوی رئیس کے خادم ہونے کے بجائے شہنشاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلام تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بے انتہا محبت تھی، آپ نے ان کی زندگی تک دوسری شادی نہیں کی، ان کی وفات کے بعد آپ کا معمول تھا کہ جب گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو آپ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: گو میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا؛ لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے

تھے، ایک دفعہ میں نے اس پر آپ کو رنجیدہ کیا؛ لیکن آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔ (مسلم)

ایک دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی بہن ہالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں اور استیذان کے قاعدے سے اندر آنے کی اجازت مانگی، ان کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملتی تھی، آپ کے کانوں میں آواز پڑی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں اور آپ جھجک اُٹھے اور فرمایا: کہ ہالہ ہوں گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں ان کو نہایت رشک ہوا، بولیں کہ آپ کیا ایک بڑھیا کی یاد کیا کرتے ہیں، جو مرچکیں اور خدا نے ان سے اچھی بیویاں آپ کو دیں، صحیح بخاری میں یہ روایت یہیں تک ہے؛ لیکن استیعاب میں ہے کہ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی، جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں، جب میرا کوئی معین نہ تھا تو انہوں نے میری مدد کی (سیرۃ النبی، مجلد دوم، طبع دوم) اور میری اولاد ان ہی سے ہوئی۔

بَابُ ذِكْرُ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 84: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

316- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا حَجَبَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِىْ اِلَّا ضَحِكَ وَعَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ فِى الْجَاهِلِيَّةِ بَيْتٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ اَوِ الْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَنْتَ مُرِيحِى مِنْ ذِى الْخَلَصَةِ قَالَ فَنَفَرْتُ اِلَيْهِ فِىْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِّنْ اَحْمَسَ قَالَ فَكَسَرْنَا وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهٗ فَاَتَيْنَاهُ فَاَخْبَرْنَاهُ فَدَعَا لَنَا وَلِاَحْمَسَ

✧✧ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی پردہ نہیں رکھا اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے تھے تو مسکرا دیتے تھے۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں ایک گھر تھا جسے "ذوالخلصۃ" کہا جاتا تھا۔ اسے یمنی کعبہ یا شامی کعبہ بھی کہا جاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم ذوالخلصۃ کی طرف سے مجھے آرام پہنچاؤ گے؟ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں قبیلہ اُحمس سے تعلق رکھنے والے ڈیڑھ سو سواروں کے ہمراہ اس کے پاس گیا۔ ہم نے اسے توڑ دیا اور اس کے آس پاس سب کو قتل کر دیا۔ پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بارے میں بتایا تو آپ نے میرے لئے اور قبیلہ احمس کے لئے دعائے خیر کی۔

حدیث316: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2871' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2475' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3820' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:159' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:19196' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7200' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:239' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:2219' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث 1696:

بَابُ ذِكْرُ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ الْعَبْسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 85: حضرت حذیفہ بن یمان العبسی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

317- حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ هَزِيمَةً بَيِّنَةً فَصَاحَ إِبْلِيسُ أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُولَاهُمْ عَلَى أُخْرَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ أُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ فَنَادَى أَيْ عِبَادَ اللّٰهِ أَبِي أَبِي فَقَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ أَبِي فَوَاللّٰهِ مَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ مِنْهَا بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں غزوہ اُحد کے موقع پر مشرکین واضح شکست سے دوچار ہوئے تو ابلیس نے بلند آواز میں کہا: اے اللہ کے بندو! پیچھے کی طرف آؤ۔ جب آگے والے لوگ پیچھے والے لوگوں کی طرف آئے تو انہوں نے پیچھے والوں کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا۔ اسی دوران حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے والد بھی ان میں موجود ہیں۔ انہوں نے بلند آواز میں کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اللہ کی قسم! ان لوگوں نے ذرا رکنے کی کوشش نہ کی اور ان صاحب کو قتل کر دیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی مغفرت کرے۔

اس روایت کے راوی عروہ کہتے ہیں میرے والد یہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! اس کے بعد ساری زندگی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اسی وجہ سے غمگین رہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

نام ونسب

حذیفہ نام، ابوعبداللہ کنیت، صاحب السر لقب، قبیلہ غطفان کے خاندان عبس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، حذیفہ بن حسیل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی، والدہ کا نام

حدیث317: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3116' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:16253' حدیث(باب 84) اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6265' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:25930' اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6758' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1714' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:3532' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5420' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2293' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:2259' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24163' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4255' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:5982' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:13183' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4636' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:171' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:242' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:732' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:16612' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:22082

رباب بنت کعب بن عدی بن عبدالاشہل تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد اپنی قوم کے کسی شخص کو قتل کر کے مدینہ گئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کر لی تھی، عبدالاشہل کے خاندان سے حلف کا تعلق ہوا، پھر بعد میں باہم قرابت بھی کر لی، کہتے ہیں کہ اوس وخزرج کا تعلق چونکہ یمن سے تھا اس لئے ان کی قوم نے ان کا نام یمان رکھ دیا (اصابہ) عبدالاشہل میں جو نکاح کیا تھا، اس سے حسب ذیل اولاد پیدا ہوئی، حذیفہ، سعد، صفوان، مدلج دلیلے (ایضا) یہ لوگ اولاد یمان کے نام سے مشہور ہوئی۔

اسلام

والدین نے اسلام کے زمانہ پایا، اور مشرف باسلام ہوئے، بھائی بہنوں میں صرف حذیفہ اور صفوان کو یہ سعادت حاصل ہوئی، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اقامت گزین تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مکہ پہنچے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے ہجرت اور نصرت کے متعلق رائے طلب کی تو آپ نے ہجرت کے بجائے نصرت کو ان کے لئے تجویز فرمایا۔ (اسدالغابہ)

غزوات

اگرچہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تاہم اپنے باپ کے ساتھ غزوہ کے ارادہ سے نکلتے تھے، لیکن راستہ میں کفار قریش نے روکا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی اجازت نہیں بولے، کہ محمد کے پاس نہیں؛ بلکہ مدینہ جاتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں نے اس شرط پر چھوڑا کہ لڑائی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شریک نہ ہوں، انہوں نے خدمت اقدس میں پہونچ کر ساری داستان سنائی ارشاد ہوا کہ اپنے عہد پر قائم رہو اور مکان واپس جاو، باقی فتح ونصرت تو وہ خدا کے ہاتھ ہے ہم اسی سے طلب بھی کریں گے۔ (مسلم)

غزوہ احد میں شریک ہوئے، والد بھی موجود تھے اور ثابت بن وقش کے ساتھ عورتوں کی حفاظت پر متعین تھے (اصابہ) جب مشرکین نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی تو کسی شیطان نے آواز دی، دیکھنا مسلمان پہونچ گئے، چنانچہ مشرکین کا ایک دستہ پلٹ پڑا، جس سے مسلمانوں کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد درمیان میں تھے یہ دیکھ کر کہ ان کی خیر نہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی خدا کے بندو! یہ میرے باپ ہیں، لیکن نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سن سکتا تھا، ایک مسلمان نے نادانستہ قتل کر دیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا، تو انتہائی حلم وعفو سے کام لے کر کہا یغفر اللہ لکم خدا تم لوگوں کی مغفرت کرے (مسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو اپنی جیب خاص سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیت عطا کی اور اس فعل کو بہ نظر استحسان دیکھا۔ (اصابہ)

غزوہ خندق میں نمایاں حصہ لیا، قریش مکہ جس سروسامان سے اٹھے تھے اس کا یہ اثر تھا کہ مدینہ منورہ کی بنیادیں ہل گئیں، مدینہ کے چاروں طرف کوسوں تک آدمیوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں دعا کی اور مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھدوائی، ایک رات عجیب واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کے حق میں تائید غیبی سے کم نہ تھا قریش کا لشکر جنگل میں خیمہ زن تھا کہ یکا یک نہایت تیز وتند ہوا چلی جس سے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، ہانڈیاں الٹ گئیں اور سردی نہایت تیزی سے

چمک اٹھی ابوسفیان نے کہا اب خیر نہیں یہاں سے فوراً کوچ کرنا چاہیے، (طبقات) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بڑی فکر تھی ارشاد ہوا کوئی جا کر مشرکین کی خبر لائے تو اس کو قیامت میں اپنی معیت کی بشارت سناتا ہوں، سردی اور پھر ہوا کی شدت کوئی شخص حامی نہ بھرتا تھا، آپ نے مرتبہ یہی جملہ دہرایا لیکن کسی طرف سے جواب میں کوئی صدا نہ اٹھی، چوتھی بار آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ تم جا کر خبر لاؤ چونکہ نام لے کر پکارا تھا، اس لئے تعمیل ارشاد میں اب کیا چارہ تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر خدمتِ اقدس میں آئے ارشاد ہوا دیکھو "مشرکین کو میری طرف سے خوف نہ دلانا" یعنی موقع پا کر کسی پر حملہ نہ کر دینا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بہت تیز چلے مشرکین کے پڑاو پر پہنچے تو دیکھا کہ ابوسفیان پیٹھ سینک رہا ہے چاہا کہ تیر و کمان سے اس کا خاتمہ کر دیں لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آیا اور اپنے ارادے سے باز آ گئے، واپس ہوئے تو دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب تک نماز میں مصروف ہیں نماز سے فارغ ہوئے تو خبر سنی اس کے بعد آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کمبل اڑھایا اور وہ یہیں شب باش ہوئے صبح ہوئی تو فرمایا: "قم یا نومان" (مسلم) اے سونے والے اب اٹھ خندق کے بعد دیگر غزوات اور واقعات میں بھی شرکت کی۔

عام حالات

عہدِ نبوت کے بعد عراق کی سکونت اختیار کی اور کوفہ نصیبین اور مدائن میں اقامت گزین ہوئے نصیبین میں کہ اجزیرہ کا ایک شہر تھا شادی بھی کی۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

عراق کے اضلاع فتح ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں بندوبست کا ارادہ کیا تو دو مہتمم مقرر کئے علاقہ فرات کے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور نواحِ دجلہ کے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ افسر مقرر ہوئے (کتاب الخراج) نواحِ دجلہ کی رعایا نہایت بے ایمان اور شریر تھی اس نے اپنے مہتمم بندوبست حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس کام میں کوئی مدد نہ دی بلکہ الٹے مسخرہ بن گیا۔

بااین ہمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بندوبست کیا اور تشخیص ایسی معقول کی کہ حکومت کی آمدنی بڑھ گئی چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مدینہ میں ملاقات ہوئی اور انہوں نے کہا کہ "شاید زمین پر زیادہ بوجھ ڈالا گیا ہے" تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "لقد ترکت فضلا (ایضا) میں نے بہت زیادہ چھوڑ دیا ہے۔ (طبری)

۱۸ھ میں نہاوند پر فوج کشی کی تیاریاں ہوئیں اس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملا کہ کوفہ کی فوج کو لے کر نکلو اور نعمان بن مقرن کے لشکر سے مل جاو، حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے نہاوند کے قریب پڑاو ڈالا اور فوج کی رتیب قائم کی حذیفہ رضی اللہ عنہ کو میمنہ سپرد کیا لڑائی شروع ہوئی اور سخت کشت و خون کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اسی میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے شہادت حاصل کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سائب بن اقرع سے فرمایا تھا کہ نعمان رضی اللہ عنہ قتل ہوں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے (اخبار الطوال) نعمان رضی اللہ عنہ نے بھی وفات سے قبل ان کی امارت کی وصیت کی تھی؛ چنانچہ ان کی شہادت کے بعد جب لوگوں کو امیر کی تلاش ہوئی تو معقل نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تمہارے امیر یہ ہیں اور امید ہے کہ خدا ان کی آنکھیں فتح و ظفر کے ذریعہ سے ٹھنڈی کرے گا، تمام لشکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ

عنہ سے امارت پر بیعت کی اور وہ فوج لے کر نہاوند کی طرف بڑھے۔
(طبری)

نہاوند میں ایک آتش کدہ تھا اس کا موبد خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے امان ملے تو ایک متاع بے بہا کا پتہ دوں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے امان دی اور اس نے کسریٰ کے نہایت بیش بہا جواہرات لا کر پیش کیے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت تقسیم کر کے پانچواں حصہ مع جواہرات کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جواہرات دیکھ کر غصہ ہوئے اور ابن ملیکہ سے فرمایا فوراً واپس لے جاؤ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہو کہ ان کو بیچ کر فوج میں تقسیم کردیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اُس وقت ماہ (نہاوند) میں مقیم تھے، انہوں نے کروڑ درہم پر جواہرات فروخت کیے۔ (طبری،۰۰۰)

اس موقع پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اہل شہر کے نام جو فرمان جاری کیا وہ بتمامہ درج کیا جاتا ہے۔

هذا ما أعطى حذيفة بن اليمان أهل ماه دينار أعطاهم الأمان على أنفسهم وأموالهم وأراضيهم لا يغيرون على ملة ولا يحال بينهم وبين شرائعهم ولهم المنعة ما أدوا الجزية في كل سنة إلى من وليهم من المسلمين على كل حالم في ماله ونفسه على قدر طاقته وما أرشدوا ابن السبيل وأصلحوا الطرق وقروا جنود المسلمين من مر بهم فأوى إليهم يوما وليلة ونصحوا فإن غشوا وبدلوا فذمتنا منهم بريئة (تاريخ الطبرى، باب ذكر الخبر عما كان فى هذه السنة۔)

حذیفہ بن یمان نے اہل ماہ کو ان کے جان و مال اور جائداد کے متعلق امان دی کہ ان کے مذہب سے بالکل تعرض نہ ہوگا اور نہ مذہب بدلنے پر مجبور کیے جائیں گے اور ان میں ہر بالغ شخص جب تک سالانہ جزیہ ادا کرے گا، مسافروں کو راستہ بتائے گا راستوں کو درست رکھے گا، اسلامی لشکر کی جو یہاں ٹھہرے گا ایک شبانہ روز ضیافت کرے گا اور سلطنت کا خیر خواہ رہے گا ان صورتوں میں ان کی جان و مال اور زمین محفوظ رہے گی اور اگر انہوں نے اس عہد میں خیانت کی اور ان کی روش میں تغیر واقع ہوا تو پھر مسلمان بری الذمہ ہیں۔

یہ عہد نامہ محرم ۱۹ھ میں لکھا گیا اور اس پر قعقاع نعیم بن مقرن سوید بن مقرن کی گواہی ثبت کی گئی، (طبری) آج مہذب ممالک میں اپنے دشمنوں کے ساتھ جو عہد نامے کیے جاتے ہیں ان کا اس عہد نامہ سے مقابلہ کرو، کیا اس عفو و ترحم اور اس درگذر و حلم و رواداری کے باوجود بھی مسلمان متعصب ظالم جابر اور سخت گیر کے القاب کے سزاوار ہو سکتے ہیں۔

نہاوند فتح کرنے کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے سابق عہدہ یعنی بندوبست کی افسری پر واپس آگئے۔ (طبری)

۲۲ھ میں حسب روایت بلاذری حملہ آذربائیجان میں فوج کا علم ملا چنانچہ نہاوند سے چل کر اردبیل پہونچے جو آذربائیجان کا دارالسلطنت تھا یہاں کے رئیس نے ماجروان میمند سراۃ، سبز، میانج وغیرہ سے ایک لشکر فراہم کر کے مقابلہ کیا اور شکست کھائی، پھر لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہوئی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہاں سے موقان اور جیلانی کی طرف بڑھے اور فتح حاصل کی اسی اثناء میں

دربارِ خلافت سے ان کی معزولی کا فرمان پہونچا اور عتبہ بن فرقد ان کی جگہ پر مقرر ہوئے۔ (یہ تفصیل بلاذری میں ہے، طبری میں حملہ آذربائیجان اور لاکھ درہم پر صلح کرنے کا ایک موقع پر ضمناً ذکر آیا ہے، طبری)

اس کے بعد غالباً مدائن کے والی بنائے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ عاملوں کے فرمان تقرری میں اپنے احکام اور ان کے فرائض درج کرتے تھے، لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نام جو فرمان تھا اس میں صرف یہ لکھا کہ تم لوگ ان کی اطاعت کرنا اور جو طلب کریں دے دینا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن پہونچے تو معززین شہر نے استقبال کیا اور جب فرمانِ امارت پڑھا تو ہر طرف سے صدا بلند ہوئی کہ جو مانگنا ہو مانگئے ہم لوگ ہر طرح حاضر ہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے قدم بقدم چلتے تھے فرمایا کہ مجھے صرف اپنے پیٹ کا کھانا اور گدھے کے چارہ کی ضرورت ہے، جب تک یہاں رہوں گا تم سے اسی کا طلب گار ہوں، کچھ زمانہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دارالخلافت میں طلب فرمایا اور خود راستہ میں کسی مقام پر چھپ رہے زمانہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دارالخلافت میں طلب فرمایا اور خود راستہ میں کسی مقام پر چھپ رہے، حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی اس قدیم شان سے نکلے تو حضرتَ عمر رضی اللہ عنہ سامنے آکر لپٹ گئے اور فرمایا تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت) اس کے بعد اسی عہدہ پر قائم رکھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابتدائے زمانہ خلافت تک اسی منصب پر فائز رہے (اصابہ) عہد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں، سعید بن عاص کے ہمراہ کوفہ سے غزوہ خراسان کے لئے نکلے، طمیسہ نام ایک بندرگاہ پر لڑائی ہوئی، یہاں سعید بن عاص نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی تو ان سے پوچھا کہ اس کا طریقہ کیا ہے (مسند، وطبری) فتح حاصل کر کے رے کی مہم پر روانہ ہوئے، پھر وہاں سے سلمان بن ربیعہ اور حبیب بن مسلمہ کے ہمراہ آرمینیہ کا رخ کیا اس وقت وہ کوفہ کی تمام فوج کے افسر اعلیٰ تھے۔ (ایضا)

۳۱ھ میں خاقان خزر سے ایک عظیم جنگ پیش آئی جس میں سلمان اور ہزار مسلمانوں نے شہادت حاصل کی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سلمان کے بجائے لشکر کے امیر ہوئے (یعقوبی) لیکن پھر دوسری مہم میں چلے گئے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ کا ان کی جگہ پر تقرر ہوا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے باب پر تین (طبری) مرتبہ حملہ کیا، تیسرا حملہ ھ میں ہوا تھا (ایضا) یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اخیر عہدِ خلافت تھا، غزوہ ختم کر کے مدائن آئے اور زمام حکومت ہاتھ میں لی۔

وفات

یہاں پونچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ (طبقات) سنا اور اس کے ۴۰ روز کے بعد خود بھی وفات پائی، یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے۔

وفات سے پہلے ان کی عجیب کیفیت تھی، نہایت سراسیمہ خوف زدہ اور شدید گریہ وبکا میں مصروف تھے لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ دنیا چھوڑنے کا غم نہیں موت مجھ کو محبوب ہے لیکن اس لئے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا اور

میرا حشر کیا ہوگا جس وقت انہوں نے آخری سانس لی تو فرمایا خدایا اپنی ملاقات میرے لئے مبارک کرنا کیونکہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

جنازہ کے ساتھ کثیر مجمع تھا، ایک شخص نے اشارہ کرکے کہا کہ میں نے ان سے سنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے کہ اس کے بیان کرنے میں ہم کو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر تم لوگ آمادہ قتال ہو تو میں اپنے گھر بیٹھ رہونگا، اس پر بھی کوئی وہاں پہونچے گا تو کہوں گا کہ آ اور میرے اور اپنے گناہ اپنے سر لے۔ (مسند)

وفات کے وقت اپنے دو بیٹوں کو وصیت کی کہ علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا چنانچہ ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور صفین میں قتل ہوئے (استیعاب) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی۔

اولاد

حسب ذیل اولاد چھوڑی، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ، صفوان سعید، صاحب طبقات کے زمانہ میں ان کی اولاد مدائن میں موجود تھی (طبقات) بیویاں غالباً دو تھیں۔

حلیہ

صورت سے حجازی معلوم ہوتے تھے، حلیہ یہ تھا، قد متوسط، بدن اکہرا، آگے کے دانت خوبصورت (مسند) نظر اس قدر تیز تھی کہ صبح کے اندھیرے میں تیر کا نشانہ دیکھ لیتے تھے۔

فضل وکمال

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ علمائے کبار میں تھے فقہ وحدیث کے علاوہ اسلام پر قیامت تک جو انقلابات ہونے والے ہیں ان کے بہت بڑے عالم تھے، منافقین اسلام کے متعلق جو واقفیت تھی اس کے لحاظ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تسلیم کئے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے اور لوگ بھی تھے دجال کا ذکر آیا تو فرمایا کہ میں اس کے متعلق ان سے زیادہ معلومات رکھتا ہوں۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک خطبہ میں قیامت تک کے تمام واقعات صحابہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان فرمائے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو وہ خطبہ یاد تھا، بعض باتیں فراموش ہوگئی تھیں لیکن جب کوئی واقعہ پیش آتا تو یاد آجاتی تھیں، بعینہ اس طرح کہ آدمی کس شخص کو ایک مرتبہ دیکھتا ہے اور پھر اس کو بھول جاتا ہے لیکن پھر جب کبھی سامنا ہوتا ہے تو اس کی پہلی صورت آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ (مسلم)

ان کا خود بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تمام واقعات کی خبر دے دی تھی صرف ایک بات باقی رہ گئی تھی، اور وہ یہ کہ مدینہ والوں کے مدینہ سے نکلنے کا سبب کیا ہوگا۔ (مسلم)

صحابہ رضی اللہ عنہ عام طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل اعمال نماز روزہ اور اسی قسم کی باتیں دریافت کرتے تھے

لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ یہ نہیں پوچھتے تھے ان کا قول ہے کہ

کنت اسالہ عن الشر مخافۃ ان یدر کنی (بخاری)

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برائیاں پوچھتا تھا کہ ان میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

صحابہ رضی اللہ عنہ میں ان کا لقب "محرم راز نبوت" تھا حضرت ابودرداء کہتے تھے۔

الیس فیکم صاحب السر

کیا تم میں اسرء کا سب سے بڑا عالم موجود نہیں

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ جمع تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، فتنہ کے متعلق کسی کو کچھ معلوم ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، مال و دولت، اہل و عیال اور ہمسایہ کے متعلق آدمی سے جو کچھ سرزد ہوتا ہے، اس کا نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کفارہ ہو جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پوچھنے کا یہ مقصد نہیں، وہ فتنے بتاؤ جو سمندر کی طرح جوش ماریں گے، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ " آپ کے اور ان کے درمیان ایک دروازہ حائل ہے اس لئے آپ کو تردد کی ضرورت نہیں فرمایا دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائیگا؟ فرمایا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا کہا جی ہاں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب ایک مجلس میں یہ حدیث بیان کی تو وہاں شقیق بھی تھے انہوں نے کہا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ کو دروازہ کی خبر تھی؟ فرمایا ہاں جس طرح تم یہ جانتے ہو کہ دن کے بعد رات ہوتی ہے لوگوں نے پوچھا تو دروازہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا خود عمر رضی اللہ عنہ۔ (بخاری)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس قسم کی بہت سی روایتیں ثابت ہیں اور اس قسم کے اسرار ان کو بہت معلوم تھے جو زیادہ تر اسلام کی سیاست سے تعلق رکھتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی ماہرین اسرار تھے جن کا وجود ہم کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے صحیح مسلم میں ان سے روایت ہے کہ

میں اس وقت سے قیامت تک کے تمام فتنوں کو جانتا ہوں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے سوا اور کسی کو ان باتوں کی خبر نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک مجلس میں ایک دن یہ باتیں بتلائی تھیں اور چھوٹے بڑے تمام واقعات کی خبر دی تھی چنانچہ ان میں سے میرے سوا اب کوئی باقی نہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے علم سے وقتاً فوقتاً کام لیتے اور مسلمانوں کو ان کے مستقبل کی نسبت مطلع کرتے رہتے تھے، ایک مرتبہ عامر بن حنظلہ کے گھر میں خطبہ دیا تو فرمایا۔

إِنَّ هَـذَا الْـحَـيَّ مِـنْ مُضَرَ لَا تَدَعُ لِلَّهِ فِي الْأَرْضِ عَبْدًا صَالِحًا إِلَّا فَتَنَتْهُ وَأَهْلَكَتْهُ حَتَّى يُدْرِكَهَا اللَّهُ بِجُنُودٍ مِنْ عِبَادِهِ فَيُذِلَّهَا حَتَّى لَا تَمْنَعَ ذَنَبَ تَلْعَةٍ (مسند احمد، باب حدیث حذیفۃ بن الیمان عن النبی)

قریش ایک زمانہ میں دنیا کے کسی نیک بندہ کو نہ چھوڑیں گے اور اس کو فتنہ سے آلودہ کر کے ہلاک کریں گے اس وقت خدا ان کو اپنے بندوں کی ایک فوج سے بالکل پامال کر دے گا۔

لوگوں نے کہا آپ کیا کہتے ہیں آپ خود بھی تو قریشی ہیں فرمایا اس کو کیا کروں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی

طرح سنا ہے۔ (مسند)

ایک مرتبہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دو باتیں بیان کی تھیں جن میں ایک کو میں دیکھ چکا دوسری کا انتظار ہے اس کے بعد خود کہتے ہیں کہ مجھ پر ایک وقت تھا کہ جس امیر سے بیعت کرتا اس کی نسبت مجھ کو کچھ تردد نہ ہوتا تھا، اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام کے ذریعہ اور نصرانی ہوتا تو مسلمان عمال کے ذریعہ سے ہم پر حکومت کرتا تھا، لیکن اب میں بیعت میں تامل کرتا ہوں میری نگاہ میں اس کے اہل صرف چند اشخاص ہیں میں انہی کے ہاتھ پر بیعت کرسکوں گا۔ (بخاری)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے مستقبل کی نسبت ایک پیشینگوئی فرمائی ہے جو آج ہماری حالت پر بالکل صادق آتی ہے اور وہ یہ ہے۔

لا تقوم الساعة حتی یسود کل قبیلتها افقوها (استیعاب)

قیامت اس وقت آئے گی جب قبیلوں کے سردار منافق ہو جائیں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن کو صاحب خلاصہ نے سو سے اوپر شمار کیا ہے یہ ذخیرہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فراہم کیا تھا۔

ان کے راویان حدیث میں متعدد صحابہ ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں، جابر رضی اللہ عنہ، جندب بن عبداللہ، عبداللہ بجلی، عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہ، ابوالفطیل رضی اللہ عنہ، تابعین میں کثیر جماعت ہے، بعض کے نام یہ ہیں قیس بن ابی حازم ابووائل، زید بن وہب، ربعی بن خراش، زر بن حبیش، ابوظبیان حصین بن جندب، صلہ بن زفر، ابوادریس خولانی، عبداللہ بن عکیم، اسود بن یزید نخعی، عبد الرحمٰن بن یزید، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی حمام بن الحارث، یزید بن شریک التیمی۔

مہمات سلطنت کی وجہ سے اگرچہ بہت کم فرصت رہتی تھی تاہم جب کبھی فرصت ملتی تو حدیث کا درس دیتے تھے کوفہ کی مسجد میں حلقہ قائم ہوتا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان فرماتے۔ (مسند)

شاگردان کا نہایت ادب کرتے تھے اور ان سے ڈرتے تھے بشکری ایک مرتبہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ تمام مجمع خاموش اور ایک شخص کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

کانما قطعت روسهم (مسند)

گویا مجمع کے سر کاٹ لئے گئے ہیں۔

شاگردوں کے خوف کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق فتنہ والی حدیث بیان کی تو باوجود اس کے کہ پوری حدیث رموز واشارات کا مجموعہ تھی کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑی چنانچہ انہوں نے مسروق کی جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشد تلامذہ میں تھے (بخاری) اس کے پوچھنے پر آمادہ کیا اور انہوں نے پوچھا۔

ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ معراج کی حدیث بیان کر رہے تھے کہ زر بن حبیش آئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے زر بولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے تھے اور نماز پڑھی

تھی، فرمایا گنجے تیرا کیا نام ہے میں تجھے پہچانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا انہوں نے نام بتایا تو فرمایا کہ تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی کہا قرآن سے فرمایا آیت پیش کرو، انہوں نے وہ آیت پڑھی جس میں معراج کا تذکرہ، سبحٰن الذی اسری بعبدہ (وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت لے گیا) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں نماز کا کہاں تذکرہ ہے زر نے لاجواب ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ (مسند)

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں۔

وانا ان سالناہ لمہ یحدثنا (مسند)

ہم ان سے حدیث کی خواہش کرتے تو نہ بیان کرتے

اسی وجہ سے لوگ موقع کے منتظر رہتے تھے، جب کوئی واقعہ پیش آتا اور وہ حدیث بیان کرتے تو تمام مجمع کو نہایت اہتمام سے خاموش کیا جاتا تھا، دہقان کے واقعہ میں جب حدیث بیان کی تو لوگوں نے کہا: اسکتوا اسکتو (ایضا) تم ہی بیان کرو

اخلاق و عادات

زہد کا یہ عالم تھا کہ مدائن کے زمانہ امارت میں بھی طرز معاشرت میں کوئی تغیر نہ پیدا ہوا، عجم کی آب و ہوا میں رہنے اور منصب امارت پر فائز ہونے کے باوجود کوئی ساز و سامان نہیں رکھتے تھے، سواری کے لئے ہمیشہ گدھا استعمال کرتے تھے، استغنا کا یہ عالم تھا کہ قوت لایموت سے زیادہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ مال بھیجا تو سب اٹھا کر تقسیم کر دیا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

اس استغنا کے ساتھ عبادت اور ذکر الٰہی میں جو انہماک تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام رات نماز پڑھتے رہ گئے اور اف تک نہ کی صبح کے وقت جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پکاری تو اس وقت تک ان بزرگوں کی صرف دو رکعتیں ہوئی تھیں۔ (مسند)

امر بالمعروف کا یہ حال تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نہایت جلیل القدر صحابی تھے یت احتیاط کی بناء پر شیشی میں پیشاب کرنا شروع کیا کہ چھینٹ نہ پڑنے پائے ان کو معلوم ہوا تو کہا کہ یہ شدت ٹھیک نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک گھوڑے پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا میں آپ کے ساتھ تھا ہٹنا چاہا تو ارشاد کہ قریب رہو چنانچہ بالکل پشت کے قریب ہی کھڑا رہا۔ (ایضا)

ایک مرتبہ کچھ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے، حذیفہ رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نفاق میں شمار کی جاتی تھیں۔ (ایضا)

ایک شخص مسجد میں نہایت عجلت سے نماز پڑھ رہا تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا تم کتنے زمانہ سے اس طرح نماز پڑھتے ہو؟ بولا ۱۰ برس سے فرمایا تمہاری ۱۰ سال کی نماز بالکل رائیگاں گئی اور اگر اس طرح نماز پڑھتے ہوئے تم مر گئے تو دین محمدی پر نہ مرو گے اس کے بعد اس کو نماز کا طریقہ بتلایا اور کہا چھوٹی رکعت پڑھو، لیکن رکوع و سجود میں اعتدال کا خیال رکھو۔ (مسند)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام محاصرہ میں ربیع زیارت کے لئے مدائن آئے تو پوچھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ پر خروج کن لوگوں نے کیا ہے ربیع نے نام گنائے تو فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے جماعت کو چھوڑا اور امارت کو ذلیل کیا وہ خدا کے نزدیک بالکل بے وقعت ہے۔(مسند)

ایک شخص مجلس کے وسط میں بیٹھا تو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے۔(مسند)

عرب میں وفات کی خبر نہایت اہتمام سے مشتہر کی جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس پر اس شدت سے عامل تھے، کہ جب کوئی مرتا تو اس کی خبر تک نہ کراتے کہ شائد اس میں بھی وہ صورت پیدا ہو جائے۔(مسند)

راست بازی خاص شعار تھی ان کے ایک شاگرد ربعی حدیث روایت کرتے تو کہتے۔

حدثنی من لم یکذبنی

مجھ سے اس نے حدیث بیان کی جو مجھ سے جھوٹ نہ بولتا تھا لوگ سمجھ جاتے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔(مسند)

ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی باتیں پہنچاتا تھا سامنے سے نکلا تو لوگوں نے کہا کہ یہ امراء کے پاس تمام خبریں لیجاتا ہے فرمایا ایسا شخص لعنت میں نہیں جاسکتا۔(مسند)

ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے صحابی کو بتلایئے جو آپ سے رفتار و گفتار و مذہب غرض ہر چیز میں مشابہ ہو، فرمایا ایسے شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، لیکن جب تک گھر کے باہر رہتے ہیں باقی گھر میں کیا کرتے ہیں اس کی مجھ کو اطلاع نہیں۔(مسند)

عفو و درگذر جس پیمانہ پر موجود تھا وہ بجائے خود ایک معجزہ ہے ان کے والد کو مسلمانون نے غلطی سے قتل کر دیا انہوں نے غصہ کرنے اور ان سے انتقام لینے کے بجائے ان کے لئے مغفرت کی دعا کی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عفو و درگذر کی صفت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میں اخیر وقت تک موجود تھی۔(بخاری)

اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال غزوہ خندق کے سلسلہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہ میں ایک شخص بھی مشرکین کے لشکر میں جانے کی ہمت نہ کرتا تھا لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی بشارت حاصل کی۔

ایک مرتبہ راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور آپ ان کی طرف بڑھے تو بولے میں جنبی ہوں، فرمایا مومن نجس نہیں ہوسکتا۔(مسند)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے کی سعادت حاصل ہوتی تو پہلے خود نہ شروع کرتے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا فرماتے تھے۔(ایضا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تقرب وخصوصیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

سینہ سے ٹیک لگائی، (ایضا) ایک مرتبہ ازار کی حد بتائی تو ان کی پنڈلی دست مقدس سے پکڑی (ایضا) غزوہ خندق کی رات کو مشرکین کی خبر لائے تو اپنا کمبل اڑھایا، اور اپنی سواری پر بٹھایا (ایضا) ایک رات اپنے حجرہ میں رکھا ان کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اٹھے تو لحاف کا ایک کنارہ خود اوڑھے تھے اور دوسرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر پڑا تھا اور وہ نسوانی مجبوری کی وجہ سے نماز کو نہ اٹھ سکیں۔ (ایضا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو بسا اوقات ظہر، عصر، مغرب، عشا کی نماز میں آپ کے ساتھ پڑھتے اور اتنے عرصہ تک شرف صحبت سے مشرف رہتے۔...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے اور طہارت کے لئے پانی دیتے تھے (مسند، وترمذی)

ایک روز ان کی والدہ نے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کب سے نہیں گئے اُنہوں نے مدت بیان کی تو بہت خفا ہوئیں اور سخت سست کہا بولے اچھا چھوڑیئے جاتا ہوں اور مغرب کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا ہوں اور اپنے اور آپ کے لئے استغفار کراتا ہوں؛ چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھ کر آپ پیچھے ہو لئے آپ نے مڑ کر دیکھا تو یہ نظر آئے پوچھا کون حذیفہ! فرمایا: غفر اللہ لک ولامک خدا تجھے اور تیری ماں دونوں کو بخشے

تمام لوگوں سے اچھی طرح ملتے لیکن بیوی سے سخت گفتگو کرتے اس کا احساس ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ارشاد ہوا کہ تم استغفار کیا کرو۔ (مسند)

غصہ کم آتا تھا لیکن جب احکام شرع پامال ہوتے دیکھتے تو ان کے غیظ وغضب کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی، مدائن میں کسی جگہ پانی مانگا، ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں لاکر پیش کیا، تو انہوں نے جھنجھلا کر پیالہ اس پر کھینچ مارا اور فرمایا کیا میں نے تم کو تنبیہ نہیں کردی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی ہے۔ (مسند)

بغض وکینہ دیر تک قائم نہ رکھتے جن لوگوں سے شکر رنجی ہو جاتی تھی ان سے جلد صاف ہو جاتے تھے اصحاب عقبہ میں سے ایک صاحب سے کسی معاملہ میں بگاڑ ہو گیا تھا اور بول چال ترک ہو گئی تھیں لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خود ہی چھیڑ کر گفتگو کی اور بالآخر ان کو بھی اپنا طرز عمل بدلنا پڑا۔ (مسند)

استغنا کے واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہیں طبعا بڑے فیاض اور سیر چشم تھے کوئی کھانے کے وقت پہونچ جاتا تو اس کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے۔ (مسند)

مذکورہ بالا محاسن ومکارم کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا بڑا احترام کرتے تھے جس جنازہ پر وہ نماز پڑھتے خود بھی پڑھتے اور جس پر وہ نماز نہ پڑھتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نہ پڑھتے تھے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی اپنی تمنا میں پیش کیجئے سب نے کہا کہ زرو جواہر سے بھرا ہوا ایک گھر ملتا اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری تمنا تو یہ ہے کہ مجھ کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، معاذ بن رضی اللہ عنہ یمان جیسے لوگ ملیں اور ان کو سلطنت کے عہدے تفویض کروں۔ (اسد الغابہ)

بَابُ ذِكْرُ هِنْدٍ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ اَهْلِ خِبَاءٍ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَذِلُّوا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَعِزُّوا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ قَالَتْ وَاَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا قَالَ لَا اُرَاهُ اِلَّا بِالْمَعْرُوفِ

باب **86**: ہند جو عتبہ بن ربیعہ کی صاحبزادی ہیں، ان کا تذکرہ

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ہند بنت عتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایک وقت تھا کہ میرے نزدیک روئے زمین میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ گھرانہ آپ کا گھرانہ تھا اور اب یہ حال ہو گیا ہے روئے زمین کا سب سے پسندیدہ گھرانہ آپ کا ہو گیا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس ذات کی قسم! جس کی دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے۔ اگر میں اس کے مال میں سے اپنے گھر والوں کو کچھ کھلا دیا کروں تو اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا) اگر تم مناسب طریقے سے استعمال کرو تو (گناہ نہیں ہوگا)۔

بَابُ حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

باب **87**: زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ

318 - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِاَسْفَلِ بَلْدَحٍ قَبْلَ اَنْ يَنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَقُدِّمَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰى اَنْ يَاْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ اِنِّي لَسْتُ اٰكُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰى اَنْصَابِكُمْ وَلَا اٰكُلُ اِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يَعِيبُ عَلٰى قُرَيْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَيَقُوْلُ الشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَاَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰى غَيْرِ اسْمِ اللّٰهِ اِنْكَارًا لِذٰلِكَ وَاِعْظَامًا لَهُ قَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا يُحَدِّثُ بِهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ يَسْاَلُ عَنِ الدِّيْنِ وَيَتْبَعُهُ فَلَقِيَ عَالِمًا مِنَ الْيَهُوْدِ فَسَاَلَهُ عَنْ دِيْنِهِمْ فَقَالَ اِنِّي لَعَلِّي اَنْ اَدِيْنَ دِيْنَكُمْ فَاَخْبِرْنِي فَقَالَ لَا تَكُوْنُ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ

حدیث318: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5180' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:5369' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5242' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8189' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:18730' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:13169' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:5859' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8187' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:216'

غَضَبِ اللّٰهِ قَالَ زَيْدٌ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ شَيْئًا اَبَدًا وَّاَنَا اَسْتَطِيعُهُ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ حَنِيفًا قَالَ زَيْدٌ وَّمَا الْحَنِيفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَخَرَجَ زَيْدٌ فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ النَّصَارٰى فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَقَالَ لَنْ تَكُوْنَ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ قَالَ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا مِنْ غَضَبِهٖ شَيْئًا اَبَدًا وَّاَنَا اَسْتَطِيعُ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ حَنِيفًا قَالَ وَمَا الْحَنِيفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَلَمَّا رَاٰى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنِّيْ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ

وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ اِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ رَاَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُّسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَى الْكَعْبَةِ يَقُوْلُ يَا مَعَاشِرَ قُرَيْشٍ وَّاللّٰهِ مَا مِنْكُمْ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ غَيْرِيْ وَكَانَ يُحْيِي الْمَوْءُوْدَةَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقْتُلَ ابْنَتَهٗ لَا تَقْتُلْهَا اَنَّا اَكْفِيْكَهَا مَئُوْنَتَهَا فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا تَرَعْرَعَتْ قَالَ لِاَبِيْهَا اِنْ شِئْتَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكَ وَاِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مَئُوْنَتَهَا

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''بلدح'' کے نیچے زید بن عمرو بن نفیل سے ملے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان پیش کیا گیا تو آپ نے اس میں سے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر زید نے یہ کہا (اے قریش) میں اس جانور کا گوشت نہیں کھاؤں گا جسے تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو۔ میں صرف وہ گوشت کھاؤں گا جسے اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں' زید بن عمرو' قریش کو ان کی قربانی پر انہیں برا کہا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ بکری کو پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس کے لئے پانی آسمان سے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ زمین سے نباتات اللہ تعالیٰ نے اگائے ہیں اور پھر تم اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بجائے کسی اور کا نام لے کر ذبح کرتے ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو۔ اپنے بت کی تکریم کرتے ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ زید بن عمرو بن نفیل شام گئے۔ وہ سچے دین کی تلاش میں تھے تاکہ اس کی پیروی کریں۔ ان کی ملاقات ایک یہودی عالم سے ہوئی۔ انہوں نے اس سے ان کے دین کے بارے میں دریافت کیا' اور بولے: شاید میں آپ کا دین اختیار کرلوں آپ مجھے بتائیں۔ انہوں نے جواب دیا: تم اس وقت تک ہمارے دین میں داخل نہ ہوسکو گے جب تک اپنے حصے کا اللہ تعالیٰ کا غضب نہ وصول کرو۔ زید نے کہا: میں تو صرف اللہ کے غضب سے بچنے کے لئے نکلا ہوں۔ میں اللہ کے غضب کا کبھی بھی سامنا نہیں کروں گا اور نہ میرے میں اتنی برداشت ہے۔ کیا آپ کسی اور کی طرف میری رہنمائی کرسکتے ہیں؟ وہ یہودی عالم بولا: میرے علم کے مطابق صرف دین حنیف ایسا ہے۔ زید نے دریافت کیا: دین حنیف کیا ہے۔ وہ بولا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین جو یہودی یا عیسائی نہیں تھے اور وہ صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ پھر زید وہاں سے نکلے ان کی ملاقات ایک عیسائی عالم سے ہوئی اس نے بھی یہی بات کہی تو اس نے کہا: تم اس وقت تک ہمارے دین میں شامل نہیں ہوسکتے جب تک اللہ تعالیٰ کی لعنت میں سے اپنا حصہ وصول نہ کرلو۔ زید نے کہا: میں اللہ کی لعنت سے بچنے کے لئے بھاگا ہوں۔ میں اللہ کی لعنت کا سامنا نہیں کرسکتا اور اس کے

غضب کو کبھی بھی نہیں سہہ سکتا اور نہ ہی میرے اندر اس کی برداشت ہے۔ کیا تم کسی اور کی طرف میری رہنمائی کرو گے۔ وہ بولا: میرے علم کے مطابق تو دین حنیف ٹھیک ہے۔ زید نے دریافت کیا: دین حنیف کون سا ہے۔ وہ بولا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جو یہودی یا عیسائی نہیں تھے۔ وہ صرف اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب زید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ رائے سنی تو وہاں سے نکلے اور جب باہر آئے تو انہوں نے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی۔

''اے اللہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں''۔

لیث بیان کرتے ہیں' ہشام نے اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ اسماء کے حوالے سے یہ روایت مجھے لکھ کر بھیجی سیّدہ اسماء بیان کرتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو کو کعبے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھا ہے اور وہ یہ کہہ رہے تھے' اے قریش کے گروہ! اللہ کی قسم! تم میں میرے علاوہ اور کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر نہیں ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ زندہ درگور کی جانے والی بچی کو بچا لیتے تھے اور جو شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنا چاہتا تھا اسے یہ کہتے تھے' تم اسے قتل نہ کرو۔ میں اس کا خرچ برداشت کروں گا۔ پھر وہ اس بچی کو اس سے لے لیتے تھے جب وہ بچی بڑی ہو جاتی تھی تو اس کے والد سے کہتے تھے اگر تم چاہو تو اسے میں تمہارے حوالے کر دیتا ہوں اور اگر تم چاہو تو میں تمہاری بجائے اس کا خرچ برداشت کرتا رہتا ہوں۔

بَابُ بُنْيَانُ الْكَعْبَةِ

باب 88: خانہ کعبہ کی تعمیر کا بیان

319- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ يَقِيكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَخَرَّ اِلَى الْاَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اِزَارِىْ اِزَارِىْ فَشَدَّ عَلَيْهِ اِزَارَهُ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پتھر منتقل کر رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اپنا تہبند اپنی گردن پر رکھ لیں۔ یہ آپ کو پتھروں سے بچائے گا۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا) تو آپ زمین پر گر پڑے۔ آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں۔ جب آپ کی طبیعت بحال ہوئی تو آپ نے فرمایا: میرا تہبند دو میرا تہبند دو پھر آپ نے اپنا تہبند باندھ لیا۔

320- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَّعُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِىْ يَزِيْدَ قَالَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَائِطٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى كَانَ عُمَرُ فَبَنٰى حَوْلَهُ حَائِطًا قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ جَدْرُهُ قَصِيْرٌ فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ

حدیث319: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1505' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:340' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:14173' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:1603' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:1103'

✧✧ عمر بن دینار اور عبداللہ بن ابی یزید بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں خانہ کعبہ کے پاس کوئی دیوار نہیں تھی۔ لوگ خانہ کعبہ کے اردگرد نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس کے اردگرد دیوار بنادی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اس کی دیواریں چھوٹی تھیں تو ان کی تعمیر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کی۔

بَابُ اَيَّامُ الْجَاهِلِيَّةِ

باب 89: زمانہ جاہلیت کا بیان

321- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَآءَ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ لَا يَصُوْمُهُ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، عاشورہ کے دن قریش زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ بھی اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور جب رمضان کا حکم نازل کیا گیا تو اب جس کی مرضی ہو وہ روزہ رکھے اور جو نہ چاہے وہ نہ رکھے۔

322- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يُرَوْنَ اَنَّ الْعُمْرَةَ فِىْ اَشْهُرِ الْحَجِّ مِنَ الْفُجُوْرِ فِى الْاَرْضِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَّيَقُوْلُوْنَ اِذَا بَرَاَ الدَّبَرْ وَعَفَا الْاَثَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ قَالَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَابِعَةً مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ وَاَمَرَهُمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الْحِلِّ قَالَ الْحِلُّ كُلُّهٗ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' پہلے لوگ سمجھا کرتے تھے' حج کے دنوں میں عمرہ کرنا زمین میں گناہ کرنے کے مترادف ہے۔ یہ لوگ محرم کو صفر کا نام دیتے تھے اور کہا کرتے تھے' جب اونٹ کی پشت کا زخم ٹھیک ہوجائے اور اس زخم کا نشان ختم ہوجائے تو عمرہ کرنے والے کے لئے عمرہ کرنا جائز ہوتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھی ذوالحج کی چار تاریخ کو تکبیر پڑھتے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ اس کو عمرے میں تبدیل کرلیں۔ لوگوں نے دریافت کیا' ہم کس چیز کے حوالے سے حلال ہوں؟ آپ نے فرمایا: مکمل

حدیث321: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1515' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:2442' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:753' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:662' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1763' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:6292' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3623' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:2080' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:2837' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8192' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4638' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 200' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث: 647' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:9357

طور پر حلال ہو جاؤ۔

323- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرٌو يَقُوْلُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَآءَ سَيْلٌ فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسَا مَا بَيْنَ الْجَبَلَيْنِ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَحَدِيْثٌ لَّهٗ شَانٌ

✧✧ سعید بن میّب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں زمانہ جاہلیت میں ایک سیلاب آیا تھا اوراس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان موجود ہر چیز کو ڈھانپ (ڈبو) دیا تھا۔راوی بیان کرتے ہیں' یہ حدیث بڑی تفصیلی ہے۔

324- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ بَيَانٍ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى امْرَاَةٍ مِّنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ بِنْتُ الْمُهَاجِرِ فَرَاٰهَا لَا تَكَلَّمُ فَقَالَ مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً قَالَ لَهَا تَكَلَّمِىْ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ اَنْتَ قَالَ امْرُؤٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ اَىُّ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ اَىِّ قُرَيْشٍ اَنْتَ قَالَ اِنَّكِ لَسَئُوْلٌ اَنَا اَبُوْ بَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاؤُنَا عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِىْ جَآءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ اَئِمَّتُكُمْ قَالَتْ وَمَا الْاَئِمَّةُ قَالَ اَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُءُوْسٌ وَّاَشْرَافٌ يَّاْمُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَهُمْ اُولٰٓئِكِ عَلَى النَّاسِ

✧✧ قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ احمس قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے پاس آئے اس کا نام زینب تھا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا کہ وہ بات نہیں کررہی۔انہوں نے دریافت کیا: یہ عورت بات کیوں نہیں کررہی۔لوگوں نے بتایا: اس نے خاموش رہنے کی نیت کی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تم بات کرو کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا کام ہے اور یہ اب جائز نہیں ہے۔اس خاتون نے بات شروع کردی وہ عورت بولی آپ کون ہیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مہاجرین سے تعلق رکھنے والا ایک شخص ہوں۔اس نے دریافت کیا: مہاجرین میں سے کون ہیں۔انہوں نے جواب دیا: قریش سے تعلق رکھنے والا فرد ہوں۔اس عورت نے دریافت کیا: قریش میں سے کس سے تعلق ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: تم سوال بہت کرتی ہو میں ابوبکر ہوں۔وہ عورت بولی اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے بعد جو اچھا معاملہ ہمیں دیا ہے۔اس پر ہم کب تک برقرار رہیں گے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس پر اس وقت تک برقرار رہو گے۔جب تک تمہارے حکمران ٹھیک رہیں گے۔وہ عورت بولی ہمارے حکمران کون ہیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر قوم کے کچھ بڑے اور معزز لوگ ہوتے ہیں جو اس قوم کو ہدایت کرتے ہیں اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں وہ عورت بولی ایسا ہی ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے حکمران ہیں۔

حدیث322: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1489' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1240' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:2813' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2274' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:3795' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:8515' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:10906

حدیث324: اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:212' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:19883' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:12156

325- حَدَّثَنِي فَرْوَةُ بْنُ اَبِي الْمَغْرَاءِ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَسْلَمَتِ امْرَاَةٌ سَوْدَاءُ لِبَعْضِ الْعَرَبِ وَكَانَ لَهَا حِفْشٌ فِي الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَكَانَتْ تَاْتِينَا فَتَحَدَّثُ عِنْدَنَا فَإِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَدِيثِهَا قَالَتْ وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيبِ رَبِّنَا اَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِي فَلَمَّا اَكْثَرَتْ قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَمَا يَوْمُ الْوِشَاحِ قَالَتْ خَرَجَتْ جُوَيْرِيَةٌ لِبَعْضِ اَهْلِي وَعَلَيْهَا وِشَاحٌ مِنْ اَدَمٍ فَسَقَطَ مِنْهَا فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِ الْحُدَيَّا وَهِيَ تَحْسِبُهُ لَحْمًا فَاَخَذَتْ فَاتَّهَمُونِي بِهِ فَعَذَّبُونِي حَتّٰى بَلَغَ مِنْ اَمْرِهِمْ اَنَّهُمْ طَلَبُوا فِي قُبُلِي فَبَيْنَاهُمْ حَوْلِي وَاَنَا فِي كَرْبِي إِذْ اَقْبَلَتِ الْحُدَيَّا حَتّٰى وَازَتْ بِرُءُوسِنَا ثُمَّ اَلْقَتْهُ فَاَخَذُوهُ فَقُلْتُ لَهُمْ هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک سیاہ فام عورت جو کسی عرب کی کنیز تھی۔ وہ مسلمان ہوگئی۔ اس کا مسجد کے پاس ہی چھوٹا سا گھر تھا، وہ جب بھی ہمارے پاس آتی اور کوئی بات کرتی تو جب اپنی بات سے فارغ ہو جاتی تو یہ کہتی: ہاروالا دن بھی کیسا عجیب دن تھا۔ جو میرے پروردگار کی مہربانی تھی کہ اس کی وجہ سے اس نے مجھے کفر کے علاقے سے نجات دی۔ جب اس نے اکثر یہ بات کرنا شروع کی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا: ہاروالے دن سے مراد کیا ہے۔ وہ عورت بولی میرے مالک کی ایک لڑکی باہر گئی اس کے گلے میں چمڑے کا ایک ہار تھا وہ ہار اس سے گر گیا۔ ایک چیل نے اسے اٹھالیا وہ اسے گوشت کا ٹکڑا سمجھی تھی۔ ان لوگوں نے میرے اوپر الزام عائد کیا۔ انہوں نے مجھے سزائیں دیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے میری شرمگاہ کی بھی تلاشی لی۔ اسی دوران جب میں اس اذیت میں مبتلا تھی۔ وہ چیل آئی اس نے ہمارے سر کے عین اوپر اس ہار کو پھینک دیا۔ لوگوں نے اس ہار کو پکڑ لیا تو میں نے ان سے کہا: یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم نے مجھ پر الزام عائد کیا تھا حالانکہ میں اس سے بری ہوں۔

326- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِاٰبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس شخص نے قسم اٹھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے۔ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) قریش اپنے آباؤ اجداد کی قسم اٹھایا کرتے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آباؤ اجداد کی قسم نہ اٹھاؤ۔

327- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ اَنَّ الْقَاسِمَ كَانَ يَمْشِي بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُومُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُومُونَ لَهَا يَقُولُونَ اِذَا رَاَوْهَا كُنْتِ فِي اَهْلِكِ مَا اَنْتِ مَرَّتَيْنِ

حدیث326: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2533' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:5736' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4362' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:4705' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:19617

حدیث327: اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6683

◇◇ عبدالرحمٰن بن قاسم بیان کرتے ہیں، حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جنازے کے آگے چلا کرتے تھے اور اسے دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے' زمانہ جاہلیت میں لوگ جنازے کے وقت کھڑے ہوا کرتے تھے اور جب اسے دیکھتے تھے تو کہتے تھے تم اپنے گھر والوں میں یعنی (زندگی میں) جیسے تھے اب بھی ویسے ہی ہو۔ یہ بات وہ دو مرتبہ کہا کرتے تھے۔

328- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ عَلٰى ثَبِيْرٍ فَخَالَفَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ

◇◇ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' مشرکین مزدلفہ سے اس وقت تک واپس نہیں آتے تھے۔ جب تک کہ "ثبیر" نامی پہاڑ روشن ہو جاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی اور آپ سورج نکلنے سے پہلے ہی وہاں سے واپس آ گئے۔

329- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ (وَكَاْسًا دِهَاقًا) قَالَ مَلْاٰى مُتَتَابِعَةً قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ اَبِیْ يَقُوْلُ فِی الْجَاهِلِيَّةِ اسْقِنَا كَاْسًا دِهَاقًا

◇◇ عکرمہ بیان کرتے ہیں' لفظ "کاسا دھاقا" کا مطلب ہے "بھرا ہوا ہونا"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' ہمیں بھرا ہوا پیالہ پلاؤ۔

330- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ وَّكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ يُّسْلِمَ

◇◇ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے وہ لبید کا یہ مصرعہ ہے۔

حدیث328: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1600' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:1938' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:896' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:3047' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3022' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1890' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:84' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3859' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:2859' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:4054' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:9302' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:1644' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:63

حدیث329: اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:3891

حدیث330: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5795' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2256' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:2849' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3757' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7377' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5783' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:20753' اخرجه ابویعلیٰ فی "مسنده" رقم الحدیث:6015' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1053' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:369' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:26015

"خبردار اللہ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے"۔

(نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا) امیہ بن ابوصلت قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا۔

331- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُّخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَآءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ اَتَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اَنِّيْ خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِيْ فَاَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِيْ اَكَلْتَ مِنْهُ فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو انہیں خراج لا کر دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس خراج میں سے کچھ کھا پی لیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لے کر آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے کھا لیا۔ اس غلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو پتہ ہے یہ کہاں سے آئی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کہاں سے آئی ہے؟ وہ بولا: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے لئے کہانت کی تھی حالانکہ مجھے کہانت کا علم نہیں تھا میں نے تو اسے دھوکا دیا تھا۔ آج وہ مجھے ملا تو اس نے اس کے عوض میں مجھے یہ چیز دے دی ہے۔ اسے آپ نے کھا لیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور پیٹ میں موجود ہر چیز قے کر دی۔

332- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَبَايَعُوْنَ لُحُوْمَ الْجَزُوْرِ اِلٰى حَبَلِ الْحَبَلَةِ قَالَ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِيْ بَطْنِهَا ثُمَّ تَحْمِلَ الَّتِيْ نُتِجَتْ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، اہل جاہلیت کے لوگ اونٹ کے گوشت کا سودا جانور کے پیٹ میں موجود بچے تک کرتے تھے۔ پھر انہوں نے وضاحت کی کہ جانور کے پیٹ میں موجود بچے سے مراد یہ ہے جب اونٹنی بچہ دے گی تو جو اس کے پیٹ میں موجود ہے وہ بڑی ہو کر حاملہ ہو گی وہ جو بچہ دے گی اس کا بھی سودا کر لیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے۔

333- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ قَالَ غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ كُنَّا نَاْتِيْ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَيُحَدِّثُنَا عَنِ الْاَنْصَارِ وَكَانَ يَقُوْلُ لِيْ فَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَفَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا

✧✧ غیلان بن جریر بیان کرتے ہیں جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور وہ مجھے کہا کرتے

حدیث331: اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:11307' اخرجه احمد في "فضائل الصحابة" رقم الحديث :695

حدیث332: اخرجه مسلم في "صحيحه" رقم الحديث:1514' اخرجه ابوداؤد في "سننه" رقم الحديث:3380' اخرجه الامام مالك في "المؤطا" رقم الحديث:1333' اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث:394' اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث: 4946' اخرجه النسائي في " سننه الكبرىٰ" رقم الحديث: 6221' اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:10642' اخرجه ابويعلي في "مسنده" رقم الحديث:5653

تھے تمہاری قوم نے فلاں موقع پر یہ کام کیا۔ فلاں موقع پر تمہاری قوم نے ایسا کیا۔ فلاں موقع پر تمہاری قوم نے اس طرح کیا۔

بَابُ الْقَسَامَةِ فِی الْجَاهِلِيَّةِ

باب 90: زمانہ جاہلیت میں قسامت

334- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ حَدَّثَنَا قَطَنٌ اَبُو الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَزِيْدَ الْمَدَنِیُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ اَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ لَفِيْنَا بَنِیْ هَاشِمٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ هَاشِمٍ اسْتَاْجَرَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنْ فَخِذٍ اُخْرٰی فَانْطَلَقَ مَعَهٗ فِیْ اِبِلِهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ قَدِ انْقَطَعَتْ عُرْوَةُ جُوَالِقِهٖ فَقَالَ اَغِثْنِیْ بِعِقَالٍ اَشُدُّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِیْ لَا تَنْفِرُ الْاِبِلُ فَاَعْطَاهُ عِقَالًا فَشَدَّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِهٖ فَلَمَّا نَزَلُوْا عُقِلَتِ الْاِبِلُ اِلَّا بَعِيْرًا وَّاحِدًا فَقَالَ الَّذِیْ اسْتَاْجَرَهٗ مَا شَاْنُ هٰذَا الْبَعِيْرِ لَمْ يُعْقَلْ مِنْ بَيْنِ الْاِبِلِ قَالَ لَيْسَ لَهٗ عِقَالٌ قَالَ فَاَيْنَ عِقَالُهٗ قَالَ فَحَذَفَهٗ بِعَصًا كَانَ فِيْهَا اَجَلُهٗ فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اَتَشْهَدُ الْمَوْسِمَ قَالَ مَا اَشْهَدُ وَرُبَّمَا شَهِدْتُّهٗ قَالَ هَلْ اَنْتَ مُبْلِغٌ عَنِّیْ رِسَالَةً مِّنَ الدَّهْرِ قَالَ نَعَمْ ذٰلِكَ قَالَ فَكَتَبَ اِذَا اَنْتَ شَهِدْتَّ الْمَوْسِمَ فَنَادِ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ فَاِذَا اَجَابُوْكَ فَنَادِ يَا اٰلَ بَنِیْ هَاشِمٍ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَسَلْ عَنْ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ فُلَانًا قَتَلَنِیْ فِیْ عِقَالٍ وَّمَاتَ الْمُسْتَاْجَرُ فَلَمَّا قَدِمَ الَّذِیْ اسْتَاْجَرَهٗ اَتَاهُ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ صَاحِبُنَا قَالَ مَرِضَ فَاَحْسَنْتُ الْقِيَامَ عَلَيْهِ فَوَلِيْتُ دَفْنَهٗ قَالَ قَدْ كَانَ اَهْلَ ذَاكَ مِنْكَ فَمَكَثَ حِيْنًا ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِیْ اَوْصٰی اِلَيْهِ اَنْ يُّبْلِغَ عَنْهُ وَافَی الْمَوْسِمَ فَقَالَ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ قَالُوْا هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَالَ يَا اٰلَ بَنِیْ هَاشِمٍ قَالُوْا هٰذِهٖ بَنُوْ هَاشِمٍ قَالَ اَيْنَ اَبُوْ طَالِبٍ قَالُوْا هٰذَا اَبُوْ طَالِبٍ قَالَ اَمَرَنِیْ فُلَانٌ اَنْ اُبْلِغَكَ رِسَالَةً اَنَّ فُلَانًا قَتَلَهٗ فِیْ عِقَالٍ فَاَتَاهُ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ لَهٗ اخْتَرْ مِنَّا اِحْدٰی ثَلَاثٍ اِنْ شِئْتَ اَنْ تُؤَدِّیَ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ فَاِنَّكَ قَتَلْتَ صَاحِبَنَا وَاِنْ شِئْتَ حَلَفَ خَمْسُوْنَ مِنْ قَوْمِكَ اِنَّكَ لَمْ تَقْتُلْهُ فَاِنْ اَبَيْتَ قَتَلْنَاكَ بِهٖ فَاَتٰی قَوْمَهٗ فَقَالُوْا نَحْلِفُ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ مِّنْ بَنِیْ هَاشِمٍ كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ قَدْ وَلَدَتْ لَهٗ فَقَالَتْ يَا اَبَا طَالِبٍ اُحِبُّ اَنْ تُجِيْزَ ابْنِیْ هٰذَا بِرَجُلٍ مِّنَ الْخَمْسِيْنَ وَلَا تُصْبِرْ يَمِيْنَهٗ حَيْثُ تُصْبَرُ الْاَيْمَانُ فَفَعَلَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَرَدْتَّ خَمْسِيْنَ رَجُلًا اَنْ يَّحْلِفُوْا مَكَانَ مِائَةٍ مِّنَ الْاِبِلِ يُصِيْبُ كُلَّ رَجُلٍ بَعِيْرَانِ هٰذَانِ بَعِيْرَانِ فَاقْبَلْهُمَا عَنِّیْ وَلَا تُصْبِرْ يَمِيْنِیْ حَيْثُ تُصْبَرُ الْاَيْمَانُ فَقَبِلَهُمَا وَجَآءَ ثَمَانِيَةٌ وَّاَرْبَعُوْنَ فَحَلَفُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا حَالَ الْحَوْلُ وَمِنَ الثَّمَانِيَةِ وَّاَرْبَعِيْنَ عَيْنٌ تَطْرِفُ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' کا قسامت کا آغاز زمانہ جاہلیت میں ہمارے اندر ہی ہوا تھا۔ بنو ہاشم سے تعلق رکھنے ایک شخص کو قریش کی کسی اور شاخ سے تعلق رکھنے والے ایک فرد نے مزدور رکھ لیا۔ اس مزدور کے سامنے سے بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والا ایک فرد گزرا۔ جس کی بوری کی رسی ٹوٹ چکی تھی۔ اس نے کہا: تم ایک رسی مجھے دے دو۔ تاکہ میں اس کے ذریعے اپنی بوری کا منہ بند کرلوں۔ کہیں اونٹ بھاگ نہ جائے۔ اس مزدور نے وہ رسی اسے دے دی۔ اس رسی کے ذریعے اس دوسرے

حدیث334: اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث:4706' اخرجه النسائی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث:6909' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث:16243

شخص نے اپنی بوری کا منہ بند کرلیا۔ جب مزدور کے قافلے والوں نے پڑاؤ کیا تو ہر اونٹ کو باندھ دیا گیا۔ صرف ایک اونٹ کھلا رہ گیا۔ مزدور رکھنے والے شخص نے دریافت کیا: یہ اونٹ کیوں کھلا ہے اسے باندھا کیوں نہیں گیا۔ مزدور نے اسے بتایا: اس کی رسی نہیں ہے۔ اس شخص نے دریافت کیا: اس کی رسی کہاں گئی۔ پھر اس شخص نے اس مزدور کو عصا کے ذریعے مارا جس کے ذریعے وہ مزدور مر گیا۔

وہ مزدور مرنے کے قریب تھا یمن سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اس کے پاس سے گزرا تو مزدور نے دریافت کیا: کیا تم حج کے لئے جاتے ہو؟ یمنی نے جواب دیا: کبھی چلا جاتا ہوں کبھی نہیں جاتا۔ مزدور نے کہا: کیا تم میری طرف سے ایک پیغام خواہ جب مرضی پہنچاؤ گے؟ یمنی نے جواب دیا: جی ہاں! مزدور نے کہا: جب تم حج کے موقع پر مکہ جاؤ تو تم اعلان کرنا۔ اے قریش! جب وہ تمہیں جواب دیں تو تم پھر اعلان کرنا۔ اے بنو ہاشم کی اولاد! جب وہ تمہیں جواب دیں تو تم ان سے ابوطالب کے بارے میں دریافت کرنا اور انہیں بتانا کہ فلاں شخص نے ایک رسی کی وجہ سے مجھے قتل کر دیا ہے۔ پھر وہ مزدور مر گیا۔ جس شخص نے وہ مزدور رکھا تھا۔ جب وہ مکہ آیا تو ابوطالب اسی کے پاس گئے اور اس سے پوچھا ہمارے ساتھی کا کیا ہوا اس نے بتایا: وہ بیمار ہو گیا تھا لیکن میں نے اس کا بڑا خیال رکھا لیکن وہ فوت ہو گیا۔ تو میں نے اسے دفن کر دیا۔ ابوطالب نے کہا: مجھے تم سے یہی امید تھی۔ کچھ عرصے کے بعد وہی شخص جس کو مزدور نے وصیت کی تھی میری طرف سے پیغام پہنچانا' حج کے مہینے میں آیا اور وہ بولا: اے اہل قریش! لوگوں نے جواب دیا: ہم قریش ہیں۔ اس نے دریافت کیا: اے بنو ہاشم کی اولاد! لوگوں نے جواب دیا: ہم بنو ہاشم ہیں۔ اس نے دریافت کیا: ابوطالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے بتایا: یہ ابوطالب ہیں۔ وہ شخص بولا فلاں شخص نے مجھے یہ ہدایت کی تھی کہ میں آپ کو ایک پیغام پہنچا دوں کہ فلاں شخص نے ایک رسی کی وجہ سے اسے قتل کر دیا ہے۔ ابوطالب اس شخص کے پاس آئے اور اسے کہا: ہماری تین میں سے کسی ایک پیشکش کو قبول کر لو۔ اگر تم چاہو تو سو اونٹ ادا کر دو کیونکہ تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے، اگر تم چاہو تو تمہاری قوم کے پچاس آدمی اس بات کی قسم اٹھائیں کہ تم نے اس شخص کو قتل نہیں کیا، اگر تم ان دونوں باتوں کا انکار کرتے ہو تو اس شخص کے عوض میں' میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم قسم اٹھائیں گے۔ بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون جو اس قبیلے کے ایک فرد کی بیوی تھی اور اس قبیلے کے ایک مرد سے اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ وہ ابوطالب کی پاس آئی اور بولی: اے ابوطالب! میں یہ چاہتی ہوں۔ آپ میرے اس بچے کو بچاتے ہوئے پچاس میں سے ایک فرد کی طرف سے اسے معاف کر دیں۔ آپ اس سے قسم نہ لیں۔ اس جگہ پر جہاں قسم لی جاتی ہے۔ ابوطالب نے ایسا ہی کیا۔ پھر ان میں سے ایک اور فرد ابوطالب کے پاس آیا اور بولا: اے ابوطالب! آپ جن پچاس آدمیوں سے قسم لینا چاہتے ہیں۔ آپ سو اونٹوں کے بدلے میں پچاس آدمیوں سے قسم لینا چاہتے ہیں تو ان اونٹوں میں سے ہر فرد کے حصے میں دو اونٹ آئیں گے۔ یہ میری طرف سے دو اونٹ ہیں اسے میری طرف سے قبول کریں اور مجھ سے وہاں قسم نہ لیجئے جہاں لوگوں سے قسم لی جاتی ہے۔ ابوطالب نے ان دو اونٹوں کو قبول کر لیا۔ باقی 48 آدمی آئے اور انہوں نے قسم اٹھائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' اس ذات کی قسم! جس کی دستِ قدرت میں میری جان ہے ایک سال

گزرنے سے پہلے ان میں سے کوئی ایک بھی فرد زندہ نہیں رہا۔

335- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُخُوْلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ اَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ السَّعْيُ بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةً اِنَّمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَا نُجِيزُ الْبَطْحَاءَ اِلَّا شَدًّا

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنگ بعاث کو اپنے رسول کے لئے پیش خیمہ بنادیا۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار بکھرے ہوئے تھے۔ ان کے سردار مارے جاچکے تھے یا زخمی ہوئے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اپنے رسول کے لئے انصار کے اسلام میں داخل ہونے کا پیش خیمہ بنادیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، بطحاء وادی میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا سنت نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس طرح دوڑا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے ہم بطحاء سے دوڑتے ہوئے ہی گزریں گے۔

336- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ اَخْبَرَنَا مُطَرِّفٌ سَمِعْتُ اَبَا السَّفَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا مِنِّي مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَاَسْمِعُوْنِي مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا تَذْهَبُوْا فَتَقُوْلُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ مِنْ وَّرَآءِ الْحِجْرِ وَلَا تَقُوْلُوا الْحَطِيمُ فَاِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِي سَوْطَهُ اَوْ نَعْلَهُ اَوْ قَوْسَهُ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، اے لوگو! میری بات سنو، جو میں تمہارے سامنے بیان کررہا ہوں اور جو کہنا چاہتے ہو وہ مجھے بتاؤ۔ یہ نہ ہو کہ تم واپس جاکے کہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو یہ کہہ دیا تھا۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص بیت اللہ کا طواف کرتا ہے اسے حجر سے طواف کرنا چاہئے اور اسے حطیم نہ کہو کیونکہ زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص کوئی قسم اٹھاتا تو وہ اپنے جوتے کو، اپنے کوڑے کو اس میں یا کمان کو اس میں پھینک دیتا تھا۔

337- حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَاَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ

✧✧ عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں، میں نے زمانہ جاہلیت میں کچھ بندوں کو (یعنی افراد کو دیکھا) اور ایک فرد (یعنی ایک فرد) کے اردگرد جمع تھے۔ اس نے زنا کیا تھا۔ ان لوگوں نے پتھر مار مار کر اسے ہلاک کر دیا تھا۔ ان پتھر مارنے والوں میں میں بھی موجود تھا۔

حدیث335: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3566' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24365

حدیث336: اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 9497

338- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عُبَیْدِاللّٰہِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ خِلَالٌ مِنْ خِلَالِ الْجَاہِلِیَّۃِ الطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ وَالنِّیَاحَۃُ وَنَسِیَ الثَّالِثَۃَ قَالَ سُفْیَانُ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّہَا الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' زمانہ جاہلیت کی باتوں میں ایک' دوسرے کے نسب میں طعن کرنا اور نوحہ کرنا ہے (راوی کہتے ہیں) تیسری بات وہ بھول گئے ہیں۔

سفیان نامی راوی کہتے ہیں علماء نے یہ بات بیان کی ہے: تیسری بات ستاروں کی وجہ سے بارش نازل ہونے پر یقین رکھنا ہے۔

بَابُ مَبْعَثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ ہَاشِمِ بْنِ عَبْدِمَنَافِ بْنِ قُصَیِّ بْنِ کِلَابِ بْنِ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِہْرِ ابْنِ مَالِکِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ کِنَانَۃَ بْنِ خُزَیْمَۃَ بْنِ مُدْرِکَۃَ بْنِ اِلْیَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ

باب **91**: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بیان (آپ کا نسب مبارک یہ ہے) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

339- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ ہِشَامٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ اُنْزِلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَہُوَ ابْنُ اَرْبَعِیْنَ فَمَکَثَ بِمَکَّۃَ ثَلَاثَ عَشْرَۃَ سَنَۃً ثُمَّ اُمِرَ بِالْہِجْرَۃِ فَہَاجَرَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَمَکَثَ بِہَا عَشْرَ سِنِیْنَ ثُمَّ تُوُفِّیَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا تو آپ کی عمر چالیس برس تھی۔ 10 برس آپ مکہ میں مقیم رہے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ وہاں آپ دس برس مقیم رہے اور پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

اسلام سے پہلے احوال عرب کا بیان

مورخین اسلام اور علمائے انساب کے عرب کی تین قسمیں قرار دی ہیں، بائدہ، عاربہ اور مستعربہ، بعض صرف دو پر اکتفا کرتے ہیں، عاربہ اور مستعربہ۔

حدیث338: اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6904

حدیث339: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3689' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3621' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 2017' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6390' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 12870

عرب بائدہ عرب کے وہ قبائل ہیں جن کا زمانہ اس قدر قدیم ہے کہ تاریخوں میں ان کے تفصیلی حالات نہیں ملتے، البتہ عرب کے اشعار میں جا بجا ان کا ذکر آجاتا ہے یا الہامی کتابوں میں کہیں کہیں حالات مل جاتے ہیں، یہ قبائل عاد، ثمود، طسم جدیس وغیرہ ہیں، عرب عاربہ وہ قحطانی قبائل ہیں جو یمن اور اس کے قرب وجوار میں آباد ہوئے، ان میں سے حمیر، کہلان، بنی عمرو وغیرہ مشہور ہیں، ان کے حالات کثرت سے ملتے ہیں اور ان کی عظیم الشان یادگاریں ابھی تک سرزمینِ عرب میں موجود ہیں۔

تیسرا طبقہ عرب مستعربہ کا ہے یہی ہمارا موضوع بحث ہے کہ اسی سے سلسلہ اسمٰعیلی کی ابتدا ہوئی، جس میں مہاجرین کے اکثر خاندان داخل ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام اور اپنی بیوی ہاجرہ رضی اللہ عنہ کو "وادی غیر ذی زرع" میں بسایا تو وہاں اس وقت جرہمی قبائل آباد تھے، ان میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے شادی کی اور ان سے جو نسل چلی وہ "عرب مستعربہ" کے نام سے موسوم ہوئی، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گیارہ اولادیں ہوئیں، جن میں ایک کا نام قیدار تھا، قیدار کی نسل میں سب سے مشہور عدنان گذرا ہے، قریش کے تمام قبائل اور مہاجرین کے اکثر قبیلوں کا سلسلہ نسب عدنان ہی تک آ کر منتہی ہو جاتا ہے، اس طرح یہ سلسلہ تاریخ کے تین دوروں پر منقسم ہو جاتا ہے، ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے عدنان تک، دوسرا عدنان سے فہر تک اور تیسرا فہر سے آخر تک، مہاجرین کے حالات میں اگرچہ پہلے اور دوسرے دوروں کا تذکرہ کرنا ضروری نہیں ہے اور صرف قریش کے حالات کا لکھ دینا کافی ہے، مگر اس خیال سے کہ اس سلسلہ کی تمام کڑیاں سامنے آجائیں، پہلے دور کا اجمالی اور دوسرے دور کا کسی قدر تفصیلی اور تیسرے دور کا نہایت مفصل طور پر تذکرہ کرتے ہیں۔

دور اوّل

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گیارہ اولادوں میں نابت اور قیدار نے نہایت جاہ وجلال اور دنیاوی اعزاز حاصل کیا، مورخین اس بارہ میں مختلف الرائے ہیں کہ عدنان آل نابت سے تھا، یا آل قیدار سے، بعض عدنان کو نابت کی اولاد بتاتے ہیں اور بعض قیدار کی، مگر اکثریت اسی طرف ہے کہ عدنان کا سلسلہ نسب قیدار سے ملتا ہے، چنانچہ مورخ ابوالفداء نے اس اختلاف کو لکھ کر اسی قول کو ترجیح دی ہے (ابوالفداء) قیدار اپنے تمام بھائیوں میں زیادہ ممتاز اور نام آور تھا، اور اسی کی نسل سے مشہور قبائل اور اشخاص پیدا ہوئے حتی کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اسی کی نسل میں پیدا ہوئے، الہامی صحائف میں قیدار کا نام ایک صاحب سطوت شخص اور اس کی اولاد کا تذکرہ ایک جری و بہادر قوم کی حیثیت سے آیا ہے، چنانچہ یسعیاہ نبی فرماتے ہیں کہ قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیراندازوں کے جو باقی رہے، قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرئیل کے خدا نے یوں فرمایا۔ (یسعیاہ باب آیۃ)

اس عظمت وشجاعت کے علاوہ تعداد کی کثرت کے اعتبار سے بھی ان کی بستیوں کی بستیاں آباد تھیں، چنانچہ یسعیاہ نبی فرماتے ہیں، "قیدار کی آباد بستیاں اپنی آواز بلند کریں گی" (یسعیاہ باب آیہ) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام بدویوں کی طرح ان کے قبائل منتشر نہ تھے، بلکہ ان کی بستیاں منظم اور ان کی معاشرت اجتماعی تھی، اجتماعی زندگی کے لیے ایک نظام اور ناظم کی سخت ضرورت ہے، جو لوگوں کو منتظم اور منضبط رکھ سکے، ورنہ اجتماعی زندگی نہیں پیدا ہو سکتی، چنانچہ آل اسمٰعیل میں بھی اگرچہ باقاعدہ حکومت نہ

تھی، تاہم وہ ایک سردار کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے اور بنواسمٰعیل کے علاوہ ان کے پڑوسی قبائل بھی اس سردار کی اطاعت ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ بنوجرہم ہمیشہ آل اسمٰعیل کے اطاعت گذار رہے، (یعقوبی) آل قیدار کی زندگی اگرچہ بدویانہ تھی اوران کا تمدن سادہ تھا، تاہم بالکل بدوی نہ تھے، بلکہ تمدن کے کچھ آثار بھی ان میں پائے جاتے تھے اور تنہا بھیڑ بکریوں کی کھال اور دودھ پر ان کی زندگی کا دارومدار نہ تھا، اس سے ترقی کرکے وہ تجارت بھی کرتے تھے، چنانچہ حزقیال نبی فرماتے ہیں عرب اور قیدار کے سب امیر تجارت کی راہ میں تیرے علاقہ مند تھے، وہ برّے اور مینڈھے اور بکری لے کر تیرے ساتھ تجارت بھی کرتے تھے، (حزقیال باب آیۃ) اسمٰعیل قبائل نے تجارت کو اس قدر فروغ دیا کہ وہ تجارتی اشیاء لے کر ملکوں ملکوں پھرتے تھے، چنانچہ وہ مشہور قافلہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکالا تھا، اسمٰعیل تھا اور بغرض تجارت مصر جارہا تھا، چنانچہ توراۃ میں ہے کہ "جب حضرت یوسف علیہ السلام نے آنکھ اٹھائی تو دیکھا کہ اسمٰعیلیوں کا ایک قافلہ جلعاد سے گرم مصالحہ اور روغن بلساں اور مر اونٹوں پر لادے ہوئے ہے کہ انہیں مصر کو لے جائے (پیدائش باب آیۃ) اس تجارتی ترقی کا نتیجہ تمول اور تمول کا نتیجہ تمدن تھا، چنانچہ ان کی عورتیں سونے کے زیورات استعمال کرتی تھیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمول کے ساتھ ان میں تمدن بھی آچلا تھا، توراۃ میں ایک موقع پر ان زیورات کا ذکر آیا ہے، " جدعون نے انہیں کہا کہ میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے لوٹ کے کرن پھول مجھے دے کہ ان کے کرن پھول سونے کے تھے اس لیے کہ وہ اسمٰعیلی تھے۔ (قضاۃ باب آیۃ)

ان مذکورہ بالا شہادتوں سے معلوم ہوا کہ اسمٰعیل قبائل بداوت کے ابتدائی دور میں نہ تھے، بلکہ اس سے نکل کر تمدن شاہرا اختیار کرلی تھی، یعنی ان میں دنیاوی شان وشوکت کے ساتھ ساتھ تجارت بھی پھیلی ہوئی تھی، معاشرت بھی اجتماعی اور منتظم تھی، ان کی عورتیں سونے کے زیورات استعمال کرتی تھیں۔

یہ تو بنی اسرائیل کے صحیفوں کی شہادتیں ہیں، ہماری تاریخوں میں بھی کثرت سے ان کے حالات ملتے ہیں اور ان سے بھی ان کی عزت واحترام کا پتہ چلتا ہے، بنواسمٰعیل کی ابتدائی تاریخ خانہ کعبہ سے وابستہ ہے، اس لیے ہم بھی خانہ کعبہ کی روشنی میں ان کے حالات تلاش کرتے ہیں، خانہ کعبہ کی تولیت آل اسمٰعیل علیہ السلام میں بڑی عزت کی چیز تھی، کعبہ کا متولی ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت رکھتا تھا، تمام قبائل اس کا احترام کرتے تھے، دوسرے لفظوں مین کعبہ کی تولیت عرب کی بادشاہی کے مرادف تھی، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد اس تولیت کا شرف قیدار کو حاصل ہوا، مگر حضرت اسمٰعیل کی نسل سے یہ سلسلہ دو ہی پشتوں کے بعد منقطع ہوگیا، کیونکہ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں نفوس کی کثرت ہوئی اور ارضِ حرم میں اتنی گنجائش باقی نہ رہی کہ، وہ ان سب کو اپنے دامن میں سمیٹ سکے، تو وہ لوگ حرم سے نکل کر اس کے اطراف وجوانب میں پھیل گئے اور صرف چند اشخاص حرم کی پاسبانی کے لیے رہ گئے، مگر یہ سب صغیرالسن تھے اور اس صغیر سنی کی وجہ سے تولیت کعبہ کے فرائض نہیں ادا کرسکتے تھے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے سسرالی قبیلہ جرہم میں یہ عہدہ منتقل ہوگیا اور مضماض اس پر فائز ہوا؛ چنانچہ حارث جرہمی کہتا ہے:

وکناولاہ البیت من بعد نابت نطوف بذاک البیت والامر ظاہر (ابوالفداء)

بنوجرہم میں اس اعزاز کو دیکھ کر سمیدع بن ہوبر عمالقی کو رشک ہوا اور مضماض جرہمی سے آمادہ جنگ ہوگیا، مگر شکست کھائی

اور جرہم میں کئی پشتوں تک یہ منصب قائم رہا، مگر انہوں نے اپنی حکمت کے زعم میں ظلم وستم اور فسق وفجور کا ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور سب سے زیادہ نفرت انگیز اور قابل مذمت حرکت یہ کی کہ حرمتِ کعبہ کا بھی خیال نہ رکھا اور حجاج پر زیادتیاں کرنے لگے، حرم کا چڑھاوا کھا جاتے، لوگوں کو طرح طرح سے ستاتے، غرضیکہ ہر طرح خلق اللہ کو پریشان کرنا شروع کر دیا، آل اسمعیل ان کی ناروا حرکتوں کو دیکھتے تھے، مگر اول تو عزیزداری کے پاس سے کچھ نہیں بولتے تھے، دوسرے حرم میں کشت وخون کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کے اخراج میں خونریزی کا ہونا یقینی تھا، آخر کار حرم کی توہین اور خلق اللہ کے مصائب کو دیکھ کر بنوبکر اور عیشان نے سختی سے اس کا تدارک کیا؛ یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آئی اور ایک خونریز جنگ کے بعد بنوجرہم کو یمن کی طرف بھگا کر حرم کو ہمیشہ کے لیے ان کی نجاستوں سے پاک کر دیا، یہ شکست خوردہ تو تھے ہی، انہوں نے چلتے چلتے حجر اسود کو اکھاڑ کر اس کو حرم کے دیگر تبرکات کے ساتھ چاہِ زمزم میں پھینک کر کوئیں کو پاٹ دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس تاریخ سے حرم کی تولیت اور مکہ کی سیادت پھر آل اسمعیل میں لوٹ آئی اور چند پشتوں کے بعد عدنان تک پہنچی، ابھی عدنان کا دور تھا کہ بخت نصر کا ملک عرب پر زبردست حملہ ہوا، جس سے عربوں کی قوتیں ٹوٹ گئیں، سارا عرب ویران ہو گیا اور تمام ملک میں خاک اڑنے لگی عدنان اسی حملہ میں مارا گیا، مگر اس کے لڑکے معد کو ارمیا نبی نے بچا لیا، جس سے آئندہ نسل پھیلی۔ (ابن خلدون)

دور دوم

پہلے دور میں حضرت اسمعیل علیہ السلام سے لے کر عدنان تک کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں، دوسرے دور میں عدنان سے فہر تک کسی قدر تفصیل ہوگی، کیوں کہ مہاجرین کا سلسلہ نسب اسی تک منتہی ہوتا ہے، عدنان کا سلسلہ نسب باتفاق نسابین حضرت اسمعیل تک پہونچتا ہے، لیکن درمیانی پشتوں کی بعد کے ادوار میں ان کے ناموں میں اختلاف ہے، اس اختلاف کی وجہ تو یہ ہے کہ وہ عبری سے عربی میں منتقل ہوئے ہیں اور جب ایک زبان کے نام دوسری زبان میں جاتے ہیں تو لامحالہ کچھ لب ولہجہ کے اختلاف اور کچھ حروف کے تغیرات سے ان کی اصل صورت باقی نہیں رہتی، اس لیے یہ اختلاف قابل توجہ نہیں ہے، البتہ درمیانی کڑیوں کی تعداد کا اختلاف ضرور قابل لحاظ ہے، بعض عدنان سے حضرت اسمعیل تک صرف آٹھ دس پشتیں بتاتے ہیں اور بعضوں کے نزدیک ان کی تعداد چالیس تک پہونچ جاتی ہے اور یہی آخری قول صحیح ہے، کیونکہ اگر صرف نو دس پشتیں مانی جائیں، تو عدنان اور حضرا اسمعیل علیہ السلام کے درمیان زمانہ بہت کم رہ جاتا ہے، جو تاریخی مسلمات کے بالکل منافی ہے، چنانچہ علامہ سہیلی روضۃ الانف میں لکھتے ہیں کہ "عادۃ" محال ہے کہ عدنان اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کے درمیان چار یا سات پشتین یا دس یا بیس پشتیں ہوں، کیونکہ ان دونوں کے درمیان اس سے بہت زیادہ زمانہ ہے۔

(روض الانف: براسطبوعہ مصر)

تو قیاس عقلی ہے، اس کے علاوہ بہت سے علماء عرب میں ایسے تھے جن کو چالیسوں پشتیں بزرباں یاد تھیں، چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ "مجھ سے بعض عرب نسابوں نے کہا کہ وہ بہت سے ایسے علمائے عرب کو جانتے ہیں جن کو معد بن عدنان سے حضرت اسمعیل علیہ السلام تک پشتیں نام بنام حفظ تھیں اور وہ اس پر اشعار عرب سے استدلال کرتے تھے اور ان انسابوں نے علماء کے محفوظ

ناموں کا اہل کتاب کے بتائے ہوئے ناموں سے مقابلہ کیا تو تعداد بالکل صحیح نکلی، البتہ لہجہ وزبان کے تغیر سے ناموں میں اختلاف ہو گیا تھا۔ (طبری)

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کے نزدیک چونکہ عدنان کا حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے ہونا یقینی تھا، اس لیے انہوں نے صرف مشہور لوگوں کے نام یاد رکھے اور پورا سلسلہ محفوظ نہیں رکھا، لیکن بہر حال تاریخی شہادت اور عقلی قیاس کا فیصلہ یہی ہے کہ عدنان اور حضرت اسمٰعیل کے درمیان چالیس پشتیں تھیں۔

قبائل عدنان

عدنان کی اولاد اس کثرت سے پھیلی کہ اس کا استقصاء اس دیباچہ میں مشکل ہے اور ہمارے موضوع سخن کے لیے زیادہ کارآمد بھی نہیں ہے، اس لیے ہم ان کے مشہور قبائل اور ان میں سے بھی خاص کر ان ہی کا تذکرہ کریں گے، جس سے ہماری کتاب کو کچھ تعلق ہوگا، اس سے قبائل عدنان کا اجمالی خاکہ ذہن میں آجائے گا اور آئندہ جہاں قبائل یا اشخاص کے نام آئیں گے وہاں اس کے سمجھنے میں دقت نہ ہوگی۔

عدنان کے دو لڑکے تھے، عک اور معد، مگر آئندہ نسل صرف معد کے لڑکے نزار سے پھیلی، اس سے پانچ مشہور قبیلے نکلے، جن کو تاریخ عرب میں بہت اہمیت حاصل ہوئی، انمار، ایاد، ربیعہ، قضاعہ اور مضر، ان میں سے انمار اور ایاد بہت کم پھیلے، البتہ ربیعہ، قضاعہ اور مضر نے کثرتِ تعداد دنیاوی اعزاز اور تاریخی اہمیت وغیرہ کے لحاظ سے بہت شہرت حاصل کی۔

ربیعہ بن نزار کے متعدد اولادیں جن سے بڑے بڑے قبائل نکلے اور نہایت دنیاوی اعزاز حاصل کیا اور حکومتیں قائم کیں، ان کے مشہور قبائل وبطون یہ ہیں، بنوجدیلہ، نہب بن انصے (خاندان حضرت صہیب رضی اللہ عنہ) بنوآئل، بکر بن وائل، بنوعجل، بنو عبد قیس، بنوتغلب وغیرہ، پھر ان سے بھی بہت سے بطون شاخ در شاخ ہو کر نکلے ہیں۔

قضاعہ کو عام مورخین اگرچہ قحطانی النسل خیال کرتے ہیں، مگر ازروے تحقیق وہ عدنانی ہیں، بنوقضاعہ نے بھی دنیاوی حکومت اور قبائل کی کثرت کے اعتبار سے بہت شان وشوکت حاصل کی، حانی بن قضاعہ کے تین لڑکے تھے، عمرو، عمران اور اسلم، ان تینوں سے تمام بطون وشعوب پھیلے۔

بنوعمرو کے مشہور بطون عبدان، بلی (حضرت کعب بن عجرہ، خدیج بن سلامہ، سہل بن رافع اور بردہ رضوان اللہ علیہم کا خاندان)۔

بہرا۔ (حضرت مقداد بن اسود کا خاندان)

بنواسلم کے مشہور بطون ہذیم، جہنیہ اور نہد ہیں۔

بنوعمران کے مشہور قبائل بنوسلیم، بنوصحصم، بنوجرم، بنواسد، بنوتمر، بنوکلب وغیرہ ہیں پھر ان میں بھی شاخ در شاخ ہو کر سیکڑوں بطون نکلے۔

مضر بن نزار بطون وقبائل کی وسعت اور تاریخی اہمیت میں قضاعہ اور ربیعہ سے زیادہ ممتاز ہے، مضر کے دو لڑکے تھے، الیاس اور قیس عیلان ان ہی دونوں کی نسل سے تمام مضری قبائل کا سلسلہ پھیلا۔

بطون خندف بن الیاس بن مضر

الیاس کے تین لڑکے تھے، مدرکہ، طانجہ، قمعہ، یہ تینوں قبیلہ قضاء کی ایک عورت خندف قضاعیہ کے بطن سے تھے، اس لیے یہ اسی کی طرف منسوب ہوئے اور ان کے تمام بطون خندف کہلائے۔

قمعہ کے مشہور قبائل بنوخزاعہ اور بنوافصے ہیں، بنوخزاعہ سے بنومصطلق، بنوکعب (حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا خاندان) بنو عدی (ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ کا خاندان) بنو جہنیہ وغیرہ نکلے ہیں، بنوافصے سے بنو مالک اور بنواسلم (حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا خاندان) پیدا ہوئے، یہ قبائل مرظہران اوراس کے قرب وجوار میں آباد ہوئے۔

طانجہ کے مشہور بطون وقبائل ضبۃ، رباب، تمیم اور مزنیہ (بجیر وکعب مداح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ومعقل ابن یسار رضی اللہ عنہ کا خاندان) ہیں چھوٹے بطون میں صوفہ اور محارب وغیرہ کا شمار ہے، پھر تمیم کی شاخیں، بنو حارث، بنو اسید (حضرت ہند بن زرارہ صحابی رضی اللہ عنہ اور حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کاتب نبوی کا خاندان) بنو مالک اور بنوسعد وغیرہ ہیں، یہ سب عراق اور نجد میں آباد تھے۔

مدرکہ کے مشہور قبائل ہذیل، قارہ، اسد اور کنانہ ہیں، پھر بنواسد سے بنوغنم (ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا عکاشہ بن محصن کا خاندان) بنوثعلبہ وغیرہ نکلے یہ بھی اضلاع نجد میں آباد تھے، کنانہ سے بنوعبد مناۃ، بنو مالک اور بنونضر تھے، بنوعبد مناۃ سے بنوبکر، بنومرہ، بنوحارث اور بنو عامر تھے، بنوبکر سے بنولیث (ابوواقد اور قیس بن شداخ کا خاندان) بنوسعد (عبدہ بن سعد کا خاندان) بنوجزع وغیرہ پیدا ہوئے۔

بطون قیس عیلان

بنوخندف کی طرح بنوقیس سے بھی بطون وشعوب کا وسیع سلسلہ پھیلا، قیس عیلان کے تین لڑکے تھے، عمرو، کعب اور خفصہ، ان تینوں سے الگ سلسلے چلے۔

بنوعمرو کے بطون بنوفہم، بنوعدوان وغیرہ ہیں ان دونوں کی اولادیں طائف اور نجد میں بستی تھیں۔

بنوسعد کے مشہور قبائل غنی، باہلہ، غطفان، مرہ، پھر غطفان کے بنوعبس، بنوذبیان، بنواشجع، (خاندان حضرت معقل بن سنان) پھر بنوعبس سے بنوحارث (خاندانِ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ) اور ذبیان سے بنوثعلبہ، بنومرہ (خاندان حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ)

بنوخفصہ بن قیس کے دو بڑے بطن بنوسلیم اور بنوہوازن مستقل صدہا بطون کا منبع تھے، بنو مازن (خاندان عتبہ بن غزوان) بھی بنوخفصہ کا ایک بطن تھا، مگر اس کی مستقل ہستی نہ تھی؛ بلکہ سلیم اور ہوازن کے تحت میں تھا۔

بنوسلیم کے بطون بنوذکوان، بنوعبس (خاندان حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ) بنوثعلبہ، بنوبھز خاندان حضرت حجاج بن علاطہ رضی اللہ عنہ، بنوزغبہ، بنوعوف، بنوسلیم، ان میں سے کچھ نجد کے بالائی حصہ میں آباد تھے، کچھ خیبر کے اطراف میں اس کے علاوہ

افریقہ میں ان کی بڑی تعداد تھی۔

بنوہوازن کے مشہور قبائل بنومعاویہ، بنومنبہ، بنوسعد (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کا رضائی تعلق اس خاندان سے تھا) پھر بنومنبہ سے بنوثقیف، بنوجہم، بنوسعد وغیرہ ہیں، یہ سب کے سب طائف میں آباد تھے اور بنومعاویہ سے بنونصر، بنوجشم، بنوسلول، بنومرہ، بنو عامر وغیرہ تھے، ان میں بھی شاخ در شاخ ہوکر صدہا بطون نکلے۔

قبائل کی تقسیم میں بعض خانوادوں کی کسی قدر تفصیل کردی گئی ہے اور بعض میں صرف مورث اعلیٰ کی طرف تمام شاخوں کو منسوب کردیا گیا ہے اور شاخ در شاخ کی تفصیل نہیں کی گئی ہے اور نہ درمیانی واسطوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

عدنان کی حکومتیں

بنی عدنان نجد، حجاز اور تہامہ میں آباد تھے اور ابتداءً سب بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، جہاں شاداب مرغزار اور پانی کے چشمے ملتے، وہیں خیمہ زن ہوجاتے، اونٹ اور بکریوں کے گلے ان کا ذریعہ معاش تھے، ایک عرصہ تک اسی حالت میں رہے، مگر عدنان کی چوتھی پشت کے بعد اس کی اولاد میں اس قدر کثرت ہوئی کہ قدیم اقامت گاہیں ان کے لیے کافی نہ ہوسکیں، چنانچہ عدنان کی پانچوں شاخیں اپنے اپنے مستقر سے نکل کر تمام اطراف میں پھیل گئیں، ان میں سے ربیعہ، قضاعہ اور مضر نے بڑا دنیاوی اعزاز حاصل کیا، متعدد بڑی بڑی حکومتیں اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کیں، جو صدیوں تک بڑی شان وشوکت سے چلتی رہیں؛ چنانچہ بنوقضاعہ کی حکومتیں حجاز سے لے کر شام اور عراق تک پھیلی ہوئی تھیں۔ (ابن خلدون) اور ان کے حکمران قبائل میں تنوخ اور سلیم نے بڑا جاہ وجلال حاصل کیا اور دونوں یکے بعد دیگرے شام کے تخت حکومت پر بیٹھے،:.... شام کی سلطنت کے علاوہ تبوک اور دومتہ الجندل میں بھی ان کی ریاستیں تھیں،:.... بنوقضاء کی طرح اگرچہ ربیعہ کی کوئی باقاعدہ سلطنت نہ تھی، تاہم ان کی سیادت اور ان کا اقتدار تمام قبائل میں مسلم تھا، چنانچہ یہ اظہار سیادت اور تفوق کے لیے اپنا ایک شعار مخصوص کرلیتے تھے، جو تمام قبائل کے لیے واجب التسلیم ہوتا تھا اور کوئی قبیلہ اس کی مخالفت کی جرات نہیں کرسکتا تھا، حتی کہ اس کی ادنی مخالفت ہی، اعلان جنگ تصور کی جاتی تھی (ابن اثیر) آل مضر میں کرد تغلب کی ریاستیں حجاز میں تھیں اور بنوعامر کی حکومت عراق میں تھی، (ابن خلدون ....) ان کے علاوہ نجد میں کندہ نے بڑی شاندار حکومت قائم کی، اگرچہ علمائے انساب کندہ کو حمیر کی شاخ بتاتے ہیں، اگر قیاسات وقرائن کی رو سے نسباً وہ عدنانی ہیں، اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ مشہور شاعر امراء لقیس کندہ کا آخری شہزادہ فصیح عدنانی زبان شاعری کرتا تھا اور اس کے کلام میں حمیری زبان کی جھلک تک نہ تھی، اس لسانی استدلال کے علاوہ وہ خود عدنانی ہونے کا مدعی تھا، چنانچہ اپنے باپ کے مرثیہ میں کہتا ہے۔

(ارض القران)

حمیر معد حسبا ونا ئلا   وجرهم تدعلمو شمائلا

دوسرے موقعہ پر اپنی مدح میں کہتا ہے۔

وانا الذی عرفت معد فضله

اس کے برخلاف حمیر کا بھی متعدد اشعار میں ذکر کیا ہے، مگر کہیں ہم نسبی کا دعوی نہیں کیا۔

عدنان کی تجارت

اگر چہ قریش کے علاوہ تمام عدنانی بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، تاہم عام عربوں کی طرح ان کا مخصوص پیشہ تجارت تھا، مقامی خرید وفروخت کے علاوہ ملکوں ملکوں پھر کر بھی بیوپار کرتے تھے، چنانچہ بخت نصر کے مشہور حملہ کے وقت جس میں عدنان کام آیا، عدنانی کاروانِ تجارت اس کے حدودِ سلطنت میں موجود تھے اور بخت نصر نے پہلے ان ہی کو گرفتار کرایا تھا۔ (ابن خلدون)

آل عدنان کا مذہب

دنیا کے سب سے بڑے موحد خلیل بت شکن نے دنیا کے سامنے ایک ایسا دین حنیف پیش کیا تھا، جو شرک و بدعات کی آمیزش سے یکسر پاک تھا اور خانہ کعبہ کی بنیاد توحید خالص پر رکھی تھی، تاکہ آستانوں پر جھکنے والی گردنیں صرف ایک خدائے قدوس کی عتبہ توحید پر ناصیہ سائی کریں۔

"وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ، وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ" (الحج)

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کے مقام میں ابراہیم کو ٹھکانا دیا، تو کہا کہ میرا شریک نہ ٹھہرانا اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں، نماز میں کھڑے ہونیوالوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک وصاف کرنا اور لوگوں میں حج کا اعلان کردے، وہ تیرے پاس پیادہ اور سفر سے دبلی ہوجانے والی سواریوں پر دور دراز راستہ سے آئیں گے۔

مگر چند ہی پشتوں کے بعد میں ابرہیم کے شفاف آئینہ میں شرک و بدعات کا زنگ لگ گیا، اور اس نسل میں عمرو بن لحی ایک شخص پیدا ہوا جس نے مکہ میں بت پرستی رائج کی اور خانہ کعبہ میں متعدد بت لاکر نصب کیے (ابن خلدون) چونکہ خانہ کعبہ تمام عرب کا مذہبی مرکز تھا اور تمام اکنافِ عرب کے لوگ یہاں موسم حج میں جمع ہوتے تھے اور عمرو بن لحی نے بت بھی اس قلب توحید میں نصب کیے تھے، اس لیے بہت جلد آل عدنان نے بت پرستی قبول کرلی اور چند ہی دنوں میں یہ وبا تمام عرب میں پھیل گئی، اس کی تفصیل آیندہ قریش کے حالات میں آئے گی، بت پرستی کے علاوہ عدنانیوں میں یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کا اثر بھی جا بجا موجود تھا، چنانچہ قضاعہ اور ربیعہ میں نصرانیات کا اثر غالب تھا، بنی کنانہ میں یہودیت کے اثرات موجود تھے، تمیم میں مجوسیت کی جھلک پائی جاتی تھی، تمیم اور کنانہ دونوں میں کچھ لوگ ستارہ پرستی کی طرف مائل تھے، (طبقات الامم اندلسی) کچھ لوگ عقلی بلند پروازی کی آخری حد الحاد تک پرواز کرچکے تھے ان ہی کے متعلق قرآن میں آیا ہے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (جاثیہ)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے، بس یہی ہماری دنیاوی زندگی ہے اور ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ ہی مارتا ہے۔

اگر چہ تمام مذکورہ مذاہب کا اثر آل عدنان میں پایا جاتا تھا، مگر خال خال اور ان کا عام مذہب بگڑا ہوا دین ابراہیمی تھا۔

ایام عدنان

آل عدنان میں صدہا خونریز جنگیں ہوئیں اور ادنی ادنی سی باتوں پر صدیوں تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا، اگر اسلام نے آکر ان میں اخوت اور مساوات کی بنیاد نہ رکھی ہوتی، تو عجب نہیں کہ یہ قوم صفحۂ ہستی سے نابود ہوتی، یہ لڑائیاں ایام عرب کے نام سے مشہور ہیں اور دو قسم کی ہیں، ایک وہ لڑائیاں ہیں، جو آل عدنان اور دوسری نسل سے ہوئیں اور دوسری خود عدنان کی خانہ جنگیاں ہیں۔

آل عدنان کی لڑائیاں دوسری نسل والوں کے ساتھ

عدنانیوں میں خانہ جنگیوں کے علاوہ دوسری متعدد جنگیں بھی ہوئیں، جن میں یوم بیضاء، یوم خزار، یوم صفقہ، یا یوم مشقر، یوم کلاب ثانی، یوم ذی قار، زیادہ مشہور ہیں، یوم بیضاء بنو مذحج یمنی اور بنو معد عدنانی کے درمیان ہوئی تھی جس میں یمن والوں نے بہت سخت ہزیمت اٹھائی تھی، جنگ خزار بھی بنو معد عدنانی اور یمنیوں کے درمیان ہوئی، اس میں بھی عدنانی غالب رہے، جنگ صفقہ یا مشقر فارس اور تمیم عدنانی میں ہوئی، اس میں اہل فارس نے تمیم کے بہت آدمی دھوکے سے قتل کر ڈالے، جنگ کلاب ثانی بنو مذحج اور تمیم کے درمیان ہوئی، اس میں تمیم غالب رہے، یوم ذی قار عرب اور عجم کی عظیم الشان جنگ تھی، اس میں عجمیوں نے بہت بری طرح شکست کھائی، اس جنگ کے متعلق عربوں میں یہ مثل مشہور ہے کہ ھذا اول یوم انتصرت العرب علی العجم، یعنی پہلا دن تھا جس میں عرب عجم پر غالب ہوئے۔ (ابن اثیر ایام عرب)

ایام بکر وتغلب

ایام عرب میں بکر وتغلب کی لڑائیاں بہت شہرت رکھتی ہیں، اس کی ابتداء ایک معمولی واقعہ سے ہوئی اور چالیس سال تک اس کا سلسلہ برابر قائم رہا، یہ لڑائیاں حرب بسوس کے نام سے بھی مشہور ہیں، اس میں پانچ لڑائیاں بہت زیادہ شہرت رکھتی ہیں یوم عنیزہ، یوم واردات، یوم حنو، یوم قصیبات، یوم قضہ پہلی میں طرفین برابر رہے، دوسری میں تغلب پر بنو بکر غالب رہے، تیسری میں بکر تغلب پر فتحیات ہوئے، چوتھی میں بکر نے بڑی زبردست ہزیمت اٹھائی، اس کے علاوہ جنگ نقیع جنگ فیصل متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ (ابن اثیر)

یوم عبس ذوبیاں

عبس ذوبیاں کی لڑائیاں داحس وغبراء کے نام سے مشہور ہیں، داحس وغبراء دو گھوڑے تھے، ان ہی کا مقابلہ بنائے فسا ہوا اور اس سلسلہ میں متعدد لڑائیاں ہوئیں، جن میں یوم عراعر، یوم ہباہ، یوم بوار، یوم جراجر، یوم غرق، وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر)

ایام ربیعہ ومضر

بنو تمیم مضری اور بنو بکر ربیعی میں بہت لڑائیاں ہوئیں، مشہور لڑائیوں کے نام یہ ہیں، یوم نباج، یوم ذبتل، یوم ذی طلوع، یوم جدود، یوم آباد، یوم غیط، یوم شقیقہ، ان لڑائیوں میں بنو بکر تمیم پر غالب رہے، یوم فلج، یوم وقیط، یوم زورین، یوم نعف قستادہ، یوم

مبائض، یوم شیطین، ان میں بنو بکر نے شکست کھائی اور بنو تمیم فتحیاب ہوئے، ان لڑائیوں کے علاوہ متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیاں، یوم ذی قار، یوم سابوق، یوم اہباد، یوم تصیعہ وغیرہ ہوئیں۔ (ایام عرب ابن اثیر، جلد ا)

ایام بنو عامر

بنو عامر قیس عیلاں کی شاخ ہوازن کا بہت مشہور قبیلہ تھا اور قبائل عرب میں ممتاز درجہ رکھتا تھا، مضری قبائل سے اس کی متعدد لڑائیاں ہوئیں، جن میں مشہور لڑائیوں کے نام یہ ہیں، یوم شعب جبلہ، یوم ذی نجب، یوم نسار، یوم جفار، یوم مروت، یوم رقم، یوم شعب جبلہ اور ذی نجب، بنو عامر اور بنو تمیم میں ہوئی، پہلی میں عامر غالب رہے، دوسری میں تمیم (ابن اثیر) یوم نسار اور جفار کا معرکہ بھی ان ہی دونوں میں ہوا، اس میں بنو عامر اگرچہ ثابت قدم رہے تاہم ان کا بہت نقصان ہوا، (ابن اثیر) یوم مروت معمولی جھڑپ تھی، جنگ رقم بنو عامر اور غطفان میں ہوئی اور غطفان غالب رہے۔ (ابن اثیر)

دیگر ایام مشہورہ

یوم اباغ منذر بن ماء السماء تغلبی اور حارث غسانی کے درمیان ہوئی، (ابن اثیر) یوم کلاب اول ایام عرب میں بہت مشہور ہے، یہ باہم حارث کندی کی اولاد میں ہوئی، جس میں معد کے بھی متعدد قبائل شریک تھے (ابن اثیر) یوم رحرحان، اس جنگ میں بنو تمیم، بنو عامر، بنو عبس اور بنو ہوازن وغیرہ سب شریک تھے، (ابن اثیر) یوم اوارۃ الاول بنو منذر بن امرء القیس اور بنو بکر بن وائل میں ہوئی۔ (ابن اثیر)

دور سوم، قریش

مہاجرین کی اصل تاریخ فہر و قریش سے شروع ہوتی ہے، کیونکہ ان کی بڑی تعداد اسی کی نسل سے تھی، اس خاندان کا بانی فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے "قریش" فہر کے مورث اعلیٰ نضر کا خطاب تھا، مگر چونکہ اس کی نسل میں صرف فہر ہی سے سلسلہ پھیلا، اس لیے یہ خطاب بھی فہر کی طرف منتقل ہوگیا، اور بنو فہر سب کے سب قریش کہلانے لگے، بنو نضر تجارت پیشہ تھا اور "تقرش" تجارت کے معنوں میں آتا ہے، اس لیے بنو نضر کا نام قریش پڑ گیا، اس کے علاوہ قریش ایک بڑی قسم کی مچھلی ہے جو تمام دریائی جانوروں کو کھا جاتی ہے، لہٰذا قوت و غلبہ کے لیے اپنے کو قریش کہنے لگے۔ (ابن خلدون، روض الانف)

قبائل قریش اور ان کے مشاہیر

قریش کے عام حالات معلوم کرنے کے قبل ان کے قبائل کی تقسیم سمجھ لینی چاہیے قریش ایک خاندان کا نام نہیں ہے؛ بلکہ چھوٹے چھوٹے دس خانوادوں پر مشتمل ہے، جو سب کے سب فہر کی نسل سے نکلے، فہر کے تین لڑکے تھے، محارب، حارث، غالب، محارب اور حارث کی نسل زیادہ نہ پھیلی، تاہم بعض اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ اور ناموران اسلام اس سے تعلق رکھتے تھے، چنانچہ ضحاک بن قیس، ضرار بن خطاب کرز بن جابر وغیرہ بنو محارب تھے۔

عشرہ مبشرہ میں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، ان کے علاوہ عقبہ بن نافع، فاتح افریقہ بانی شہر قیروان اور عبدالملک بن قطبی

والی اندلس وغیرہ بنو حارث سے تھے۔

البتہ غالب کی اولاد بہت پھل پھولی، قریش کے دسوں خانوادے اس کی نسل سے تھے، بنو ہاشم، بنو امیہ، بنو نوفل، بنو عبدار، بنو اسد، بنو تیم، بنو مخزوم، بنو عدی، بنو جمع، بنو سلیم۔

مشاہیر قریش

بنو امیہ خاندانِ سلاطین بنو امیہ دمشق و اندلس، ابو سفیان رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہ۔

بنو عدی: خاندان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ، جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔

بنو تیم: خاندان حضرت ابو بکر صدیق، حضرت طلحہ، عمرو بن عبد اللہ بن جدعان وغیرہم۔

بنی عبدار: حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

بنی اسد: زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، ورقہ بن نوفل، ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وغیرہ۔

بنو مخزوم: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، عیاش بن ربیعہ، ابو جہل، ابو سلمہ، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

بنو جمح: صفون بن امیہ، ابو محذورہ، موذن نبی صلی اللہ علیہ وسلم، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔

بنو سہم: عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر۔

بنو ہاشم: خاندان رسالت، عباس رضی اللہ عنہ، حمزہ رضی اللہ عنہ، مطلب، حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

قریش کے ان چند مشہور خانوادوں کے علاوہ کچھ اور چھوٹے گھرانے تھے، جن کو ان ہی کی شاخ سمجھنا چاہیے۔

بنو زہرہ: خاندان حضرت امیہ و عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، وسعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، بنو عبد العزی خاندان ابو العاص دامادِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بنو جب خاندان عبد اللہ بن عامر والی عراق، بنو امیہ اصغر۔

قریش کے مذکورہ خانوادے طرز زندگی کے اعتبار سے دو قسم کے تھے، قریش الظواہر اور قریش البطائح، قریش ظواہر، قریش کے وہ قبائل کہلاتے تھے، جاعام بدویوں کی طرح خانہ بدوش زندگی بسر کرتے تھے۔

قریش البطائح وہ کہلاتے تھے جو مکہ میں آباد تھے اور متمدن زندگی بسر کرتے تھے تفصیل یہ ہے:

بطائح

ظواھر

بنو محارب

بنو تمیم الادرم

بنو خزیمہ بن لوی

بنوسعد

بنوحارث

بنوقصی بن کلاب

بنوکعب بن لوی

بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ

باب 92: نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ میں مشرکین کی طرف سے جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑا

340- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا بَيَانٌ وَّاِسْمَاعِيلُ قَالَا سَمِعْنَا قَيْسًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ خَبَّابًا يَّقُوْلُ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّهُوَ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَّجْهُهُ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمِشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ عِظَامِهِ مِنْ لَحْمٍ اَوْ عَصَبٍ مَّا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَيُوْضَعُ الْمِيْشَارُ عَلٰى مَفْرِقِ رَاْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَلَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ زَادَ بَيَانٌ وَّالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهِ

✧✧ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ اپنی چادر سے ٹیک لگا کر خانہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمیں مشرکین کی طرف سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کرتے، نبی اکرم ﷺ بیٹھ گئے آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کو لوہے کی کنگھی کی جاتی تھی۔ جو ان کی ہڈیوں سے گوشت اور پٹھوں کو الگ کر دیتی تھی۔ لیکن یہ بات بھی انہیں ان کے دین سے باز نہیں رکھتی تھی اور تم سے پہلے لوگوں میں سے کسی ایک کے سر پر آراء رکھ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا لیکن یہ بات بھی انہیں ان کے دین سے باز نہیں رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل کرے گا یہاں تک کہ ایک سوار شخص ''صنعاء'' سے چل کے ''حضر موت'' تک جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا خوف نہیں ہوگا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں، اللہ کے خوف کے ہمراہ بکریوں کے بارے میں بھیڑیے کا خوف ہوگا۔

341- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ فَسَجَدَ فَمَا بَقِيَ اَحَدٌ اِلَّا سَجَدَ اِلَّا رَجُلٌ رَّاَيْتُهُ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًا فَرَفَعَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ وَقَالَ هٰذَا يَكْفِيْنِيْ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا بِاللّٰهِ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ''سورۂ نجم'' تلاوت کی آپ سجدے میں گئے ہر فرد نے سجدہ

حدیث340: اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5320' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6698' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:9658' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:3646' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:157

کیا سوائے ایک شخص کے‘ میں نے اسے دیکھا اس نے کنکریاں اپنے ہاتھ میں پکڑ کے انہیں اٹھایا اور ان پر ماتھا لگا کر بولا: میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ بعد میں‘ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں مارا گیا۔

342- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَّحَوْلَهٗ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ جَآءَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِی مُعَيْطٍ بِسَلَا جَزُوْرٍ فَقَذَفَهٗ عَلٰی ظَهْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَاْسَهٗ فَجَآئَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَاَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهٖ وَدَعَتْ عَلٰی مَنْ صَنَعَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَاَ مِنْ قُرَيْشٍ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَّعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَاُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَیَّ بْنَ خَلَفٍ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فَرَاَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِیْ بِئْرٍ غَيْرَ اُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ اَوْ اُبَیٍّ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُهٗ فَلَمْ يُلْقَ فِی الْبِئْرِ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں‘ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے۔ آپ کے اردگرد قریش کے افراد موجود تھے۔ ان میں سے عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھری لے کر آیا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر رکھ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر نہیں اٹھا سکے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انہوں نے اس اوجھری کو آپ کی پشت سے ہٹایا اور ایسا کرنے والوں کے لیے دعاءِ ضرر کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''اے اللہ! قریش کے اس گروہ کو پکڑ لے، ابوجہل بن ہشام کو عتبہ بن ربیعہ کو شیبہ بن ربیعہ کو امیہ بن حلف کو (راوی کو شک ہے یا یہ الفاظ ہیں:) ابی بن خلف کو پکڑ یہ شک ''شعبہ'' کو ہے۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) میں نے ان لوگوں کو دیکھا وہ سب غزوۂ بدر کے موقع پر مارے گئے اور ان سب کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔ صرف امیہ بن خلف کے ساتھ ایسا نہیں ہوا کیونکہ اس کا جوڑ جوڑ علیحدہ ہو چکا تھا۔ اسے کنویں میں ڈالا نہیں جا سکا۔

343- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَوْ قَالَ حَدَّثَنِی الْحَكَمُ

حدیث341: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3754‘ اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:578‘ اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:1406‘ اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:575‘ اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:959‘ اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1465‘ اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3682‘ اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:2764‘ اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:553‘ اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:1030‘ اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:3519‘ اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5218‘ اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:13358‘ اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:283‘ اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:4237

حدیث342: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3014‘ اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1794‘ اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3722‘ اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6570‘ اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:785‘ اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8668‘ اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:325

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اَمَرَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبْزٰى قَالَ سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ مَا اَمْرُهُمَا (وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ) (وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا) فَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَمَّا اُنْزِلَتِ الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُو اَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَقَدْ اَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ) الْاٰيَةَ فَهٰذِهٖ لِاُولٰٓئِكَ وَاَمَّا الَّتِيْ فِي النِّسَآءِ الرَّجُلُ اِذَا عَرَفَ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهٗ ثُمَّ قَتَلَ فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا فَذَكَرْتُهٗ لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ اِلَّا مَنْ نَّدِمَ

✧✧ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں' حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے ہدایت کی کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان دو آدمیوں کے بارے میں سوال کروں۔ان کا معاملہ کیا ہے۔

''اور کسی ایسی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہو، البتہ حق کے موقع پر ایسا کر سکتے ہو''۔

اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے میں نے اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: سورہ فرقان میں موجود آیت ہے جب وہ نازل ہوئی تو اہل مکہ کے مشرکین نے یہ کہا کہ ہم نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے ہمراہ دوسرے بتوں کی بھی عبادت کرتے رہے ہیں اور ہم بہت سے گناہ بھی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''ماسوائے ان لوگوں کے جو توبہ کر چکے ہوں اور ایمان لائے ہوں''

یہ تو ان کا معاملہ تھا جہاں تک سورہ نساء سے متعلق آیت کا تعلق ہے تو ایک شخص جب اسلام کو قبول کرے اس کے احکام کو جان لے اور پھر وہ قتل کرے تو اس کی جزاء جہنم ہوگی۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اس بات کا تذکرہ مجاہد سے کیا تو انہوں نے فرمایا: البتہ کوئی شخص نادم ہو (یعنی توبہ کرے) تو اس کا حکم مختلف ہوگا۔

344 - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ اَخْبِرْنِي بِاَشَدِّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْمُشْرِكُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي حِجْرِ الْكَعْبَةِ اِذْ اَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ خَنْقًا شَدِيْدًا فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى اَخَذَ بِمَنْكِبِهٖ وَدَفَعَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ) الْاٰيَةَ تَابَعَهُ ابْنُ اِسْحَاقَ

✧✧ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمائش کی آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیں جو قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے برا سلوک کیا تھا۔تو انہوں نے بتایا: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز ادا کر رہے تھے عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے اپنی چادر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈالی اور اسے زور سے کھینچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا دبانے کی کوشش کی اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔آپ نے اس کو اسکے کندھوں سے پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے ہٹایا اور بولے: کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے' میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے؟

345- حَدَّثَنِی یَحْیَی بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ قُلْتُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ قِیْلَ لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ

◇◇ عروہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا (ایک روایت کے مطابق یہ ہے' حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنایا)

بَابُ اِسْلَامِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 93: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

346- حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حَمَّادٍ الْاٰمُلِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُجَالِدٍ عَنْ بَیَانٍ عَنْ وَبَرَةَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَّامْرَاَتَانِ وَاَبُوْ بَکْرٍ

◇◇ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا جب آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام، دوخواتین اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

بَابُ اِسْلَامِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 94: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

347- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحَاقَ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ فِیْهِ وَلَقَدْ مَکَثْتُ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَّاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ

◇◇ حضرت ابواسحاق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جس دن میں نے اسلام قبول کیا اس دن اور کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور سات دن ایسے گزرے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے والا تیسرا فرد تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نام،نسب،خاندان

سعد نام، ابواسحٰق کنیت، والد کا نام مالک اور ابووقاص کنیت والدہ کا نام حمنہ تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن مالک بن وہیب بن

حدیث346: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3460' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:5682' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :232' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:12873

حدیث347: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3521' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:132' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6116' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:298' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1320

عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی نانہال زہری خاندان میں تھی، اس لیے حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ رشتہ میں آپ کے ماموں تھے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی بارہا اس رشتہ کا اقرار فرمایا تھا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت)

اسلام

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کا سنِ مبارک صرف انیس سال کا تھا کہ دعوتِ اسلام کی صدائے سامعہ نواز نے توحید کا شیدائی بنا دیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر خلعتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔

بخاری میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے پہلے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوا تھا اور ایک دوسری روایت میں وہ اپنے کو تیسرا مسلمان بتاتے ہیں، لیکن محدثین عظام کی تحقیق کے مطابق چھ سات بزرگوں کو ان پر تقدم کا فخر حاصل ہو چکا تھا، البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کو ان کی اطلاع نہ ہو؛ کیونکہ کفار کے خوف سے انہوں نے اپنے ایمان لانے کا اعلان نہیں کیا تھا۔

استقامت

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کی ماں نے لڑکے کی تبدیل مذہب کا حال سنا تو نہایت کبیدہ خاطر ہوئیں، بات چیت، کھانا پینا سب چھوڑ بیٹھیں، چونکہ وہ اپنی ماں کے حد درجہ فرماں بردار اور اطاعت شعار تھے، اس لیے یہ سخت آزمائش کا موقع تھا، لیکن جو دل توحید کا لذت آشنا ہو چکا تھا وہ پھر کفر وشرک کی طرف کس طرح رجوع ہو سکتا تھا، ماں مسلسل تین دن تک بے آب ودانہ رہیں، لیکن بیٹے کی جبینِ استقلال پر شکن تک نہ پڑی، خدائے پاک کو یہ شانِ استقامت کچھ ایسی پسند آئی کہ تمام مسلمانوں کے لیے معصیتِ الٰہی میں والدین کے عدم اطاعت کا ایک قانون عام بنا دیا گیا۔ (مسلم مناقب سعد وقاص رضی اللہ عنہ) "وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا" (العنکبوت)

مکہ کی زندگی

اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک مکہ میں ہی مقیم رہے گو یہ سرزمین عام مسلمانوں کی طرح ان کے لیے مصائب وشدائد سے خالی نہ تھی، تاہم استقلال کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھلتے رہے۔

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کفار کے خوف سے عموماً مکہ کی ویران وسنسان گھاٹیوں میں چھپ کر معبود حقیقی کی پرستش وعبادت فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک گھاٹی میں چند صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصروف عبادت تھے، اتفاق سے کفار کی ایک جماعت اس طرف آنکلی، اور اسلام کا مذاق اُڑانے لگے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کی اس بے بسی کی زندگی میں بھی جوش آگیا اور اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس زور سے ماری کہ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا، بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام کی حمایت میں یہ پہلی خونریزی تھی جو حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عمل میں آئی۔ (اسد الغابہ)

ہجرت

مکہ میں جب کفار کے ظلم وستم سے مسلمانوں کا پیمانہ صبر وتحمل لبریز ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم دیا، اس حکم عام کی بنا پر حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی راہ لی اور اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت قسم اول جزء ثالث)

جنہوں نے ایام جاہلیت میں ایک خون کیا تھا اور انتقام کے خوف سے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو آزادی وطمانیت نصیب ہوئی، تاہم قریش مکہ کی حملہ آوری کا خطرہ موجود تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے پیش بینی کر کے حضرت عبدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ یا اسی سواروں کے ساتھ غنیم کی نقل وحرکت دریافت کرنے کے لیے روانہ فرمایا حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت میں شامل تھے غرض دورہ کرتے ہوئے حجاز کے ساحلی علاقہ میں قریش کی ایک بڑی تعداد سے مڈبھیڑ ہوئی، چونکہ محض تجسس مقصود تھا، اس لیے کوئی جنگ پیش نہ آئی، مگر حضرت وقاص رضی اللہ عنہ کو کہاں تاب تھی، انہوں نے ایک تیر چلا ہی دیا، چنانچہ یہ اسلام کا پہلا تیر تھا جو راہِ خدا میں چلا گیا۔ (سیرت ابن ہشام)

دوسری دفعہ خود حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت آٹھ مہاجرین کی ایک جماعت تجسس کے لیے روانہ کی گئی، چنانچہ یہ مقام خرار تک دورہ کر کے واپس آئے اور کوئی جنگ پیش نہ آئی، اس کے بعد عبداللہ بن الجحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمن کی خبر گیری پر مامور ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے حضرت عبداللہ بن الجحش رضی اللہ عنہ کو ایک سربمہر فرمان دیا تھا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد کھول کر پڑھیں اور اس کی ہدایتوں پر عمل کریں، انہوں نے حسب ہدایت دو روز کے بعد پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہاں پہنچ کر قریش کی نقل وحرکت کا پتہ چلائیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو فرمان کا مضمون سنا کر کہا، میں کسی کو مجبور نہیں کرتا جس کو شہادت منظور ہو وہ ساتھ چلے ورنہ واپس جائے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ اور تمام دوسرے ساتھیوں نے جوش کے ساتھ سمعاً وطاعةً کہا، لیکن کچھ دور جانے کے بعد عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کا اونٹ جو مشترکہ طور پر دونوں کی سواری میں تھا گم ہو گیا اور اس طرح وہ دونوں پیچھے چھوٹ گئے، عبداللہ بن الجحش رضی اللہ عنہ نے نخلستان میں پہنچ کر قریش کے ایک قافلہ سے جنگ کی اور مالِ غنیمت اور چند قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے، چونکہ یہ وہ مہینہ تھا جس میں رسماً جنگ ممنوع سمجھی جاتی تھی، اس لیے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور فرمایا کہ میں نے تمہیں جنگ کا حکم نہیں دیا تھا، مسلمانوں نے بھی عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو ملامت کی لیکن وحی الٰہی نے اس مسئلہ کو اس طرح صاف کر دیا۔

"یَسْـــــــئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ o قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ o وَصَـدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللهِ وَکُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ o وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللهِ o وَالْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ" (البقرة)

لوگ تم سے ماہِ حرام کی نسبت پوچھتے ہیں کہ اس میں لڑنا (جائز ہے) کہہ دو اس میں لڑنا بڑا گناہ اور خدا کی راہ سے روکنا اور اس کا نہ ماننا اور مسجد حرام سے باز رکھنا اور اس کے اہل کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ہے

اور فتنہ کشت وخون سے زیادہ برا ہے۔

قریش فدیہ لے کر اپنے قیدیوں کو چھڑانے آئے لیکن اس وقت تک عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ کا کچھ پتہ نہ تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا کہ جب تک یہ دونوں صحیح وسلامت پہنچ نہ جائیں تمہارے قیدی رہا نہ ہوں گے، غرض جب یہ دونوں جانثار واپس آ گئے تو مشرکین چھوڑ دیئے گئے۔

غزوات

غزوہ بدر

معرکہ بدر سے مستقل جنگوں کی ابتدا ہوئی، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں غیر معمولی شجاعت وجان بازی کے جوہر دکھائے اور سعید بن العاص سرخیل کفار کو تہ تیغ کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کی ذوالکتیفہ نامی تلوار پسند آ گئی تھی، لیے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، چونکہ اس وقت تک تقسیم غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا اس لیے ارشاد ہوا کہ جہاں سے اٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے برادر عزیز حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہوئے تھے کچھ تو ان کی مفارقت کا صدمہ اور کچھ تلوار نہ ملنے کا افسوس، غرض غمگین وملول واپس آئے، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورہ انفال نازل ہوئی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر تلوار لینے کی اجازت دے دی۔ (مسند ومسلم مناقب سعد وقاص رضی اللہ عنہ)

غزوہ اُحد

۳ھ میں غزوہ اُحد پیش آیا، اس جنگ میں تیر اندازوں کی غفلت سے اتفاقاً مسلمانوں کی فتح شکست سے مبدل ہو گئی اور ناگہانی حملہ کے بعد باعث اکثر غازیوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ ان ثابت قدم اصحاب کی صف میں تھے، جن کے پائے استقلال کو اخیر وقت تک لغزش نہ ہوئی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے اس لیے جب کفار کا نرغہ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو اپنے ترکش سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے: **یا سعد ارم فداك امی وابی**

یعنی اے سعد! تیر چلا میرے باپ ماں تجھ پر فدا ہوں (بخاری کتاب المغازی غزوہ احد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سعد رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کے لیے "فداک ابی وامی" کا جملہ نہیں سنا، لیکن دوسری روایتوں میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نسبت بھی ایسے ہی جملے منقول ہیں، بہرحال محدثین کا فیصلہ ہے کہ غزوہ احد میں یہ فخر صرف حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص تھا۔
(فتح الباری کتاب المناقب سعد وقاص رضی اللہ عنہ)

اثنائے جنگ میں ایک مشرک سامنے آیا جس نے اپنے تیز وتند جملوں سے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اس کو نشانہ بنانے کا حکم دیا، لیکن اس وقت ترکش تیروں سے خالی ہو چکا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد کے لیے ایک تیر اٹھا کر جس میں پھل نہیں تھا اس صفائی کے ساتھ اس کی پیشانی پر مارا کہ وہ بدحواسی کے ساتھ برہنہ ہو کر گر گیا، نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی تیر اندازی اور اس کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے یہاں تک کہ دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔

(طبقات ابن سعد حصہ مغازی)

اسی طرح طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق میں تاک کر ایسا تیر مارا کہ زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی اور تڑپ کر داخل سقر ہوا۔

(طبقات ابن سعد حصہ مغازی)

متفرق غزوات

غزوہ احد سے فتح مکہ تک جس قدر معرکے پیش آئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بہادری و جانثاری کے ساتھ سب میں پیش پیش رہے، پھر فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں اسی فدویت جان نثاری اور ثبات و پامردی کا کارنامہ پیش کیا، جس کا اظہار غزوہ احد میں کر چکے تھے۔

غزوہ احد طائف اور تبوک کی فوج کشی میں بھی شریک تھے، پھر ۱۰ھ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد فرمایا تو حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ ہمرکاب تھے، لیکن مکہ پہنچ کر سخت علیل ہو گئے، یہاں تک کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، عیادت کے لیے تشریف لائے تو زندگی سے مایوس ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مالدار آدمی ہوں؛ لیکن ایک لڑکی کے سوا کوئی وارث نہیں ہے، اس لیے اگر اجازت ہو تو اپنا دو ثلث مال کار خیر میں لگا دوں؟ ارشاد ہوا "نہیں پھر عرض کیا" دو ثلث نہیں تو نصف سہی حکم ہوا نہیں صرف ایک ثلث اور یہ بھی بہت ہے تم اپنے وارثوں کو مالدار و تو انگر چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے دستِ سوال نہ پھیلاتے پھیریں، تم جو کچھ بھی خدا کی رضا جوئی کے لیے صرف کرو گے اس کا اجر ملے گا، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب پاؤ گے۔ (مسلم کتاب الوصیہ)

ایک مبارک پیشن گوئی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ مکہ میں مرنا بھی پسند نہ تھا، بیماری جس قدر طول کھینچتی جاتی تھی اس قدر ان کی بیقراری بڑھتی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشکبار دیکھ کر پوچھا، روتے کیوں ہو؟ "عرض کیا" معلوم ہوتا ہے کہ اسی سرزمین کی خاک نصیب ہوگی، جس کو خدا اور رسول کی محبت ہمیشہ کے لیے ترک کر چکا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے تشفی دیتے ہوئے ان کو قلب پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ دعا فرمائی:

اللهم اشف سعداً اللهم اشف سعدا: (ایضاً)

اے خدا سعد رضی اللہ عنہ کو صحت عطا کر، سعد کو صحت عطا کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے جو الفاظ نکلے تھے وہ اس مریض بستر مرگ کے لیے آب حیات ثابت ہوئے یعنی دعاء مقبول ہوئی اور وہ صحیح و تندرست ہوئے ساتھ ہی یہ بشارت سنائی کہ اے سعد رضی اللہ عنہ تم اس وقت تک نہ مرو گے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ لے یہ پیشن گوئی عجمی فتوحات کے ذریعہ پوری ہوئی جن میں عجم قوم نے آپ کے ہاتھوں سے نقصان اور عرب قوم نے فائدہ اٹھایا۔

مکہ سے واپس آنے کے بعد اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کثرت آراء سے مسند نشین خلافت ہوئے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی جمہور کا ساتھ دیا اور خلیفہ اول کے ہاتھ پر بلاتوقف بیعت کرلی۔

خلیفہ اول نے صرف سوا دو برس کی خلافت کے بعد داعیِ حق کو لبیک کہا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جانشین کرکے رحلت گزین عالم جاوداں ہوئے اس وقت اندرونی مہمات کا فیصلہ ہوکر شام وعراق پر فوج کشی کی ابتدا ہو چکی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسند نشین ہونے کے ساتھ ہی تمام عرب میں جوش وخروش کی آگ بھڑکا دی اور ان حملوں کا انتظام زیادہ وسیع پیمانہ پر قائم کردیا، خصوصاً عراق کی فوج کشی پر سب سے پہلے توجہ کی چونکہ حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کے آیندہ کارناموں کا تعلق تمام تر اسی سرزمین سے وابستہ ہے، اس لیے اس ملک کی لشکر کشی کے ابتدائی حالات تسلسل قائم رہنے کے خیال سے درج ذیل ہیں۔

عراق کی فوج کشی

اہل عرب اور ایرانیوں میں نہایت قدیم زمانہ سے عداوت چلی آتی تھی، ایرانیوں نے بارہا عربوں کے تفرق، اختلاف اور کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تمام عرب کو تباہ و برباد کردیا تھا، خصوصاً عراق عرب اور سرحدی علاقوں پر مستقل قبضہ جمالیا تھا، لیکن عرب بھی دب کر رہنے والے نہ تھے، جب موقع ملتا بغاوت کردیتے تھے، چنانچہ پوران دخت کے زمانہ میں جب طوائف الملوکی کے باعث ایرانی حکومت کا نظام ابتر ہوگیا تو سرحدی قبائل کو پھر شورش کا موقع ملا اور مثنیٰ شیبانی اور سوید عجلی نے تھوڑی جمعیت فراہم کرکے عراق کی سرحد حیرہ اور ابلہ کی طرف غارت گری شروع کردی، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، مثنیٰ نے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوکر باقاعدہ عراق پر حملہ آوری کی اجازت طلب کی، چونکہ عام عرب میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی، اس لیے اس کے وسیع خطہ کا کسی دوسری حکومت کے زیر اقتدار رہنا مذہبی اور قومی نقطہ نگاہ سے نہایت خطرناک تھا، اس بنا پر خلیفہ اول نے مثنیٰ کو اجازت دے دی اور حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مدد کے لیے روانہ کیا انہوں نے حملہ کرکے بہت سے سرحدی مقامات فتح کرلیے؛ لیکن چونکہ دوسری طرف شام کی مہم بھی درپیش تھی اور وہاں کمک کی بہت زیادہ ضرورت تھی، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مثنیٰ کو اپنا جانشین کرکے شامی رزمگاہ کی طرف روانہ ہوجائیں، لیکن خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا جانا تھا کہ عراق کی مہم دفعتہ سرد پڑگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا تو پھر نئے سرے سے عراق کی مہم پر توجہ مبذول فرمائی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک فوج گراں کے ساتھ اس طرف روانہ فرمایا، انہوں نے ایرانیوں کو متفرق معرکوں میں شکست دے کر تمام متصلہ علاقوں پر قبضہ کرلیا اور مشرقی فرات کے کنارے ایک مقام پر جس کا نام مروحہ تھا، غنیم کی ایک زبردست فوج کے سامنے صف آرائی کی، چونکہ بیچ میں دریا حائل تھا، اس لیے ایرانی سپہ سالار بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تو تم اس پار اتر کر آؤ یا ہم آئیں، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سردارانِ فوج کے اختلاف کے باوجود شجاعت کے نشے میں خود دریا کے پار اتر کر مقابلہ کیا لیکن اس غلطی کا جو نتیجہ ہونا چاہیے تھا وہ ہوا یعنی مسلمانوں کو نہایت افسوس ناک شکست ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کمک بھیج کر فوج کو از سر نو مستحکم کر دیا اور چونکہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کام آچکے تھے اس لیے مثنیٰ شیبانی کو سپہ سالاری کی خدمت سپرد کر دی، انہوں نے معرکہ بویب اور دوسری جنگوں میں دشمن کو پے در پے شکستیں دے کر عراق کے ایک وسیع خطہ پر قبضہ کر لیا۔

ایرانیوں کو اب تک مسلمانوں کی جارحانہ قوتوں کا اندازہ نہ تھا، ان فتوحات نے ان کی آنکھیں کھول دیں، اراکین سلطنت نے حکومت کیانی کو محفوظ رکھنے کے لیے نئی تدبیریں اختیار کیں، پوراندخت کو جو ایک عورت تھی تخت سے اتار کر خاندانِ کسریٰ کے اصلی وارث یزدگرد کو تخت نشین کیا اور تمام ملک میں اتحاد، اتفاق اور جوش و خروش کی آگ بھڑکا دی یہاں تک کہ مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بھی بغاوت و سرکشی کی آگ بھڑک اٹھی اور مثنیٰ کو مجبوراً عرب کی سرزمین میں ہٹ آنا پڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر تمام عرب میں پر جوش و جادو بیان خطیب پھیلا دیئے، کہ وہ اپنی پر تاثیر تقریروں سے قبائل عرب کو جنگ میں شریک ہونے کے لیے آمادہ کریں، اس کا اثر یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دار الخلافت کی طرف جنگ آزما بہادروں کا ایک طوفان امنڈ آیا، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ عہد صدیقی سے ہوازن کے عامل تھے، انہوں نے اپنے اثر سے ایک ہزار آدمی بھیجے، جن میں سے ہر ایک تیغ و تفنگ کا ماہر تھا، غرض فوج توقع سے زیادہ فراہم ہوگئی؛ لیکن سب زیادہ دقت یہ تھی کہ اس عظیم الشان لشکر کی سربراہی کے لیے کوئی شخص موزوں نظر نہ آتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی گئی تو انہوں نے بھی اس بارگراں کے اٹھانے سے انکار کر دیا، عوام کے اصرار سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے، لیکن اہل الرائے صحابہ رضی اللہ عنہ مانع ہوئے کہ آپ کا جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے، لوگ اسی غور و فکر میں تھے کہ دفعۃً حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر کہا میں نے پالیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کون؟ بولے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تمام حاضرین اس انتخاب پر پھڑک اُٹھے اور سب نے متفقہ طور پر تائید کی۔

سپہ سالاری

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نہایت بلند پایہ صحابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے اس کے ساتھ بہادری و شجاعت میں بھی بے نظیر تھے، تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندیدگی و فخر کی نگاہ سے دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گو سپہ سالاری کے لحاظ سے مجبور ہو کر منظور کر لیا اور ہر قسم کی ہدایتیں اور نشیب و فراز سمجھا کر رزمگاہ کی طرف کوچ کرنے کی اجازت دے دی۔

غرض اس طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تاریخ زندگی کا وہ صفحہ شروع ہوا جو سب سے زیادہ درخشاں و تاباں ہے اور جس نے دنیا کے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ مند اور خوش تدبیر نام آوروں کی صف میں ان کو ممتاز کر دیا ہے، وہ اپنے لشکر کو آراستہ کر کے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے ثعلبہ پہنچے، یہاں تین مہینے تک قیام رہا، پھر وہاں سے چل کر مشراف میں خیمہ زن ہوئے مثنیٰ مقام ذی قار میں آٹھ ہزار نبرد آزما سپاہیوں کے ساتھ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، لیکن داعی اجل نے ملاقات کا موقع نہ دیا اور وہ اپنے بھائی کو سپہ سالار اعظم سے ملنے کی ہدایت کر کے رہ گزین عالم جاوداں ہوئے، معنّی نے حسب ہدایت مشراف میں آکر ملاقات کی اور مثنیٰ نے جو ضروری مشورے دیئے تھے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مشراف میں اپنی فوج کا باقاعدہ جائزہ لیا، جو کم و بیش تیس ہزار ٹھہری پھر میمنہ و میسرہ وغیرہ کی تقسیم کر کے ہر ایک پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور مقام کا نقشہ فرودگاہ کا ڈھنگ، لشکر کا پھیلاو اور رسد کی کیفیت وغیرہ سے دربارِ خلافت کو مطلع کیا، وہاں سے حکم آیا کہ مشراف سے آگے بڑھ کر قادسیہ پر اس طرح مورچے جمائیں کہ پشت پر عرب کے پہاڑ ہوں اور سامنے دشمن کا ملک ہو، چنانچہ وہ یہاں سے روانہ ہو کر عذیب میں عجمیوں کے میگزین پر قبضہ کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے اور مناسب موقعوں پر مورچے جما دیئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے سردارانِ قبائل میں سے چودہ نامور اشخاص منتخب کئے، سفیر بنا کر مدائن روانہ کیا تا کہ شاہِ ایران کو اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی دعوت دیں، چنانچہ انہوں نے پہلے اسلام پیش کیا اور طرفین میں بڑی رد وقدح ہوتی رہی، آخر میں مسلمانوں نے کہا اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو ہم اپنے نبی کی پیشن گوئی یاد دلاتے ہیں کہ ایک دن تمہاری زمین ہمارے تصرف میں آئے گی، مسلمانوں کی صاف بیان پر غضبناک ہو کر، مسلمانوں کی اس دلیری پر جھلا کر خاک دھول منگا کر کہا لو یہ تم کو ملے گا، عمرو بن سعدی کرب نے اسکو اپنی چادر میں لے لیا، اور سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے رکھ کر کہا کہ "فتح مبارک ہو دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی، غرض سفراء واپس آ گئے، اور جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں، عجمی سپہ سالار رستم نے بھی جو ساباط میں مقیم تھا، اپنی فوج کو آگے بڑھا کر قادسیہ میں ڈیرے ڈالے۔

رستم کی فوجیں قادسیہ پہنچیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیئے کہ دشمن کی نقل و حرکت سے ہر وقت مطلع کرتے رہیں، نیز غنیم کی فوج کا رنگ ڈھنگ، لشکر کی ترتیب اور پڑاو کی حالت دریافت کرنے کے لیے فوجی افسر متعین کر دیئے، اس میں کبھی کبھی دشمن کا سامنا بھی ہو جاتا تھا، چنانچہ ایک دفعہ رات کے وقت غنیم کے کیمپ میں گشت کر رہے تھے، ایک جگہ ایک بیش بہا گھوڑا بندھا دیکھا، تلوار سے باگ ڈور کاٹ کر اپنے گھوڑے کی باگ ڈور سے اٹکا لی، لوگوں نے ان کا تعاقب کیا تو ایک سپاہی کو قید کر کے لڑتے بھڑتے صاف نکل آئے، قیدی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر اسلام قبول کیا اور عجمی فوج کے بہت سے اسرار بیان کئے۔

عرصہ تک صرف اسی قسم کی جھڑپ ہوتی رہی، اور کوئی باقاعدہ جنگ پیش نہ آئی، رستم قصداً جنگ سے جی چراتا تھا، اس نے ایک دفعہ پھر صلح کی کوشش کی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی خواہش پر متعدد سفارتیں روانہ کیں، آخری سفارت میں مغیرہ رضی اللہ عنہ بھیجے گئے، لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی، رستم کو ناکامی ہوئی تو اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ " کل تمہاری تہ و بالا کر ڈالوں گا" مغیرہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر رستم کا مقولہ بیان کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی جوش خروش کے ساتھ مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔

جنگ قادسیہ

رستم اس قدر غضبناک تھا کہ اس نے اسی وقت فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا اور دوسرے روز صبح کے وقت درمیان کی نہر کو عبور کر کے میدانِ جنگ میں صف آراء ہوا، دوسری طرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر بھی تیار تھا مشہور شعراء اور پر جوش خطیب رزمیہ

اشعاراور جادواثر تقریروں سے تمام بہادر سپاہیوں کے شجاعانہ ولولے بھڑکا رہے تھے اس کے ساتھ قاریوں کی خوش الحانی اور جہاد کی آیتوں نے جنت کے عاشقوں کو بیتاب کر رکھا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ قاعدہ کے موافق اللہ اکبر کے تین نعرے بلند کئے اور چوتھے پر جنگ شروع ہوگئی، گو وہ خودعرق النساء کے عارضہ میں مبتلا ہونے کے باعث عام فوج کا ساتھ نہ دے سکے اور خالد ابن عرطفہ کو قائم مقام کر کے میدانِ جنگ کے قریب جو قصر تھا اس کے بالا خانہ پر رونق افروز ہوئے تاہم فوج کو لڑاتے خود تھے یعنی جس وقت جو حکم دینا مناسب سمجھتے تھے پرچوں پر لکھ کر اور گولیاں بنا کر خالد کی طرف پھینکتے جاتے تھے اور خالد ان ہی ہدایتوں کے مطابق موقع بموقع لڑائی کا اسلوب بدلتے جاتے تھے، ایک دفعہ ایرانی ہاتھیوں کے ریلے سے قریب تھا کہ بجیلہ سواروں کے پاؤں اکھڑ جائیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ رنگ دیکھ کر فوراً قبیلہ اسد کو حکم بھیجا کہ بجیلہ کو مدد پہنچائیں، پھر جب اس کالی آندھی نے اس طرف رخ کیا تو قبیلہ تمیم کو جو نیزہ بازی اور قادراندازی میں کمال رکھتے تھے کہلا بھیجا کہ تمہارا کمال ہاتھیوں کے مقابلہ میں کیا ہوا؟ یہ سنکر انہوں نے اس جوش سے تیر برسائے کہ دفعتہً جنگ کا نقشہ بدل گیا، غرض تمام دن اسی زور کا رن ہوا شام ہوئی تو دونوں فریق اپنے اپنے پڑاو میں واپس آئے قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا جس کو عربی میں یوم الارماث کہتے ہیں۔

دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی، عین ہنگامہ کارزار میں شام کی امدادی فوجیں بھی پہنچ گئیں، اس تائیدِ غیبی سے مسلمانوں کا جوش دوبالا ہوگیا اور اس زور شور سے تیغ وسنان اور تیر وتفنگ کا بازار گرم ہوا کہ دور سے دیکھنے والوں کی رگِ شجاعت میں ہیجان پیدا ہو رہا تھا ابومحجن ثقفی جن کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے شراب خواری کے جرم میں اپنے قصر میں مقید کر دیا تھا، اس ولولہ انگیز منظر کو دیکھ کر بیتاب ہو رہے تھے، ضبط نہ کر سکے تو سلمیٰ سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی سے درخواست کی کہ اس وقت مجھ کو چھوڑ دو، لڑائی سے جیتا بچا تو پھر خود آ کر بیڑیاں پہن لوں گا، سلمیٰ نے انکار کیا تو حسرت کے ساتھ یہ اشعار پڑھنے لگے۔

کفی حزنا ان تردی الخیل بالقنا واترك مشدوداً علی وثاقیا

اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازیاں کر رہے ہیں، اور میں زنجیر میں بندھا پڑا ہوں۔

اذا قمت عنانی الحدید واغلقت مصاریع دونی تصم المنادع

جب میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر باگ کھینچ لیتی ہے اور دروازے اس طرح سامنے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔

ان اشعار سے سلمی نے متاثر ہو کر ان کی بیڑیاں کاٹ دیں اور وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑے اور ان لوگوں کو اپنی شجاعت وجانبازی سے متحیر کر دیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی حیران تھے کہ یہ کون بہادر ہے؟ شام کو جنگ ختم ہوئی تو ابومحجن نے خود آ کر بیڑیاں پہن لیں، سلمی نے یہ حالات سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کئے تو انہوں نے کہا خدا کی قسم میں ایسے فدائی اسلام کو سزا نہیں دے سکتا، اور اسی وقت رہا کر دیا ابومحجن پر بھی اس قدردانی کا یہ اثر ہوا کہ آئندہ شراب سے توبہ کر لی۔

تیسرے روز حسب معمول پھر معرکہ شروع ہوا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آج آخری فیصلہ کا ارادہ کرلیا تھا، لیکن شام ہوگئی اور جنگ کے زور شور میں کچھ فرق نہ آیا، زیادہ دقت ہاتھیوں کی وجہ سے تھی، وہ جس طرف جھک پڑتے تھے، صفیں کی صفیں درہم برہم کردیتے تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قعقاع اور چند دوسرے بہادر سپاہیوں کو بلا کر کہا کہ تم ہاتھیوں کو مارلو تو پھر میدان تمہارے ہاتھ میں ہے، انہوں نے نہایت جانبازی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی اور نرغہ کرکے بڑے بڑے ہاتھیوں کو مارڈالا تو دوسرے ہاتھی خودبخود بھاگ کھڑے ہوئے، ہاتھیوں سے میدان صاف ہونا تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو سمیٹ کر پھر نئے سرے سے ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جب میں تیسرا نعرہ بلند کروں تو غنیم پر حملہ کردیا جائے، لیکن ابھی پہلا ہی نعرہ بلند ہوا تھا کہ قعقاع نے جوش سے بیتاب ہوکر حملہ کردیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللّٰھم اغفرلہ وانصرہ یعنی اے خدا قعقاع کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا، قعقاع کو دیکھ کر دوسرے قبائل بھی ٹوٹ پڑے، حضرت سعد ہر قبیلے کے حملے پر کہتے جاتے تھے کہ اے خدا اس کو معاف کرنا اور اس کا معین و مددگار رہنا، غرض دن ختم ہونے کے بعد تمام رات ہنگامہ کا بازار گرم رہا، لیکن بالآخر مسلمانوں کے ثبات واستقلال نے ایرانیوں کے پاوں اکھاڑ دیئے، رستم کو بھی مجبوراً بھاگنا پڑا، مگر بلال نامی ایک مسلمان سپاہی نے تعاقب کرکے اس کا کام تمام کردیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خلافت میں نامہ فتح روانہ کرکے مقتولین و مجروحین کی تجہیز و تدفین اور مرہم پٹی کا اہتمام کیا، چونکہ وہ خود اس جنگ میں شریک نہ تھے اس لیے بعض سپاہیوں کو ان کی طرف سے بدگمانی تھی، چنانچہ ایک شاعر نے علانیہ اس خیال کو ظاہر کردیا۔

وقاتلت حتی انزل اللہ نصرہ وسعد بباب القادسیہ معصم

میں نے جنگ کی یہاں تک کہ خدا نے اپنی مدد بھیجی، حالانکہ سعد قادسیہ کے دروازے سے چمٹے رہے۔

نابنا وقد آملت نسآء کثیرۃ ونسرۃ سعد لیس فیھن ایم

ہم لوٹے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہوئیں، حالانکہ سعد رضی اللہ عنہ کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہ ہوئی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے تمام فوج کو جمع کیا اور ایک مفصل تقریر کرکے اپنی معذوری ظاہر کی۔

عراق عرب پر عام لشکر کشی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معرکہ قادسیہ کے بعد ہی میں تمام عراقِ عرب کو زیرنگین کرلینے کا تہیہ کرلیا، ایرانی بابل میں پناہ گزین تھے، اس لیے سب سے پہلے اسی طرف بڑھے، انہوں نے خود عجمیوں پر اس قدر رعب بٹھادیا تھا کہ راہ میں بڑے بڑے سرداروں نے پیشوائی کرکے صلح کرلی اور بابل تک موقع بموقع پل تیار کرادیئے، اسلامی فوجیں آسانی کے ساتھ گذر جائیں بابل پہنچ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہی حملہ میں اس کو فتح کرلیا اور خود یہاں قیام کرکے زہرہ کی افسری میں کچھ فوجیں آگے روانہ کردیں، انہوں نے کوثی پہنچ کر دم لیا اور وہاں کے رئیس شہریار کو قتل کرکے شہر پر قبضہ کرلیا۔

کوثی ایک تاریخی جگہ تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے یہیں قید کیا تھا، چنانچہ قید خانہ کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ بابل سے تشریف لائے تو اس کی زیارت کو گئے اور درود پڑھ کر یہ آیت پڑھی، "وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ" (آل عمران)

کوثی سے آگے بڑھ کر پایہ تخت کے قریب ایک مستحکم مقام بہرہ شیر تھا، اس نام کی وجہ یہ تھی کہ یہاں خاص کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر جب اس شہر کے قریب پہنچا تو شیر مقابلہ کے لیے چھوڑا گیا، اس نے تڑپ کر اسلامی شیروں پر حملہ کیا، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بھائی ہاشم رضی اللہ عنہ نے جو ہراول کے افسر تھے، اس صفائی سے تلوار ماری کی وہیں ڈھیر ہوگیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس بہادری پر خوش ہو کر ان کی پیشانی چوم لی، اور انہوں نے ان کے قدم کو بوسہ دیا۔

بہرہ شیر کا کامل دو ماہ تک محاصرہ رہا اور اس اثناء میں متعدد ہولناک جنگیں ہوئیں، لیکن کچھ نہ ہوسکا، ایک روز خود ایرانی فوجیں تنگ آ کر جوش وخروش کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلیں اور دیر تک شجاعانہ لڑتی رہیں، اسی حالت میں ان کا سپہ سالار شہر براز جو نہایت بہادر افسر تھا ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا اس کا مقتول ہونا تھا کہ عجمی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں اور شہر والوں نے صلح کا پھریرا اڑا دیا۔

بہرہ شیر اور مدائن (پایہ تخت عراق) کے درمیان صرف دجلہ حائل تھا، ایرانیوں نے مسلمانوں کے خوف سے جہاں جہاں پل تھے توڑ کر بیکار کر دیے تھے؛ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی کے آگے دنیا کی کون چیز حائل ہوسکتی تھی؟ انہوں نے اہل فوج کو مخاطب کر کے کہا "برادرانِ اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے آؤ اس کو بھی تیر جائیں تو تو پھر مطلع صاف ہے یہ کہہ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا سپہ سالار اعظم کی جانبازی دیکھ کر تمام فوج نے بھی جوش کے ساتھ گھوڑے ڈال دیئے اور باہم باتیں کرتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے، ایرانی اس عجیب وغریب جوش واستقلال کا منظر دیکھ کر "دیوان آمند" کہتے ہوئے بھاگے تاہم سپہ سالار حرزاد اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ جما رہا اور دریا سے نکلنے پر مزاحم ہوا، لیکن مسلمانوں نے ان کو کاٹ کر ڈھیر کر دیا، اور مدائن پہنچ کر شاہی محلات پر قبضہ کر لیا یزدگرد شاہِ ایران پہلے ہی بھاگ چکا تھا، البتہ تمام اسباب وسامان موجود تھا، جو بجنسہ مدینہ روانہ کیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جس وقت مدائن میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا تھا نہایت عبرت ہوئی اور بے اختیار زبان سے یہ آیتیں نکلیں۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ، وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (الدخان)

(اگلی قومیں) کس قدر باغ، چشمے، کھیتیاں اور طرح طرح کی نعمتیں عمدہ عمدہ محلات چھوڑ کر چل بسیں جس میں خوش باش زندگی بسر کرتی تھیں اور ہم نے ان چیزوں کا مالک دوسری قوموں کو بنا دیا۔

مدائن فتح ہونے کے ساتھ تمام عراقِ عرب پر تسلط قائم ہوگیا، بڑے بڑے روساء اور جاگیرداروں نے سپر ڈال کر صلح کر لی،

اور تمام ملک میں امن و امان کی منادی ہوگئی، جو لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ پھر واپس آگئے اور حاکم ومحکوم میں اس قدر ارتباط پیدا ہوا کہ باہم ازواج ومناکحت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

عراق عرب کے مفتوح ہونے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اہتمام سے جلولا، اور تکریب پر فوج کشی ہوئی اور نہایت کامیابی وفیروز مندی کے ساتھ ان مقامات پر اسلامی پھیریرا نصیب کر دیا گیا، اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دربارِ خلافت سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی تو جواب آیا کہ "دولت وحکمرانی کے مقابلہ میں مجھے ایک ایک سپاہی کا خون زیادہ محبوب ہے، کاش ہمارے اور عجمیوں کے درمیان سدِ سکندری حائل ہوتی کہ نہ ہم ان کی طرف بڑھتے اور نہ وہ ہم پر حملہ آور ہوتے، غرض سرِ دست اسی پر اکتفا کر کے ممالک مفتوحہ کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لو،

امارت

اس فرمان کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری کا زمانہ ختم ہوگیا اور وہ دوائی ملک کی حیثیت سے مدائن کو صوبہ کا مرکز بنا کر نظم ونسق میں مصروف ہوگئے، اصل یہ ہے کہ کسی غیر قوم پر حکمرانی اور ملکی نظام کو بہترین اصول پر مرتب کرنا بھی اسی قدر مشکل ہے جس قدر کسی ملک کو فتح کرنا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی فطری قابلیت کے باعث ان دونوں مشکلات پر غالب آئے، انہوں نے جس خوبی وعمدگی کے ساتھ اپنے عہدہ جلیلہ کے فرائض انجام دیئے، اس سے زیادہ اس زمانہ میں ممکن نہ تھا، دربارِ خلافت کے ایماء سے تمام عراق کی مردم شماری اور پیمائش کرائی، اراضی مفتوحہ کو ملک کے اصلی باشندوں کے ہاتھ میں رہنے دیا، البتہ جس زمین کا کوئی وارث نہ تھا، اس کا پھر نئے سرے سے بندوبست کیا، اسی طرح لگان اور جزیہ کے اصول بنائے اور رعایا کے امن و آسائش کا انتظام کیا، عجمیوں کے ساتھ اس قدر خلق وشفقت سے پیش آئے کہ ان کے دل پر قبضہ کرلیا، چنانچہ بڑے بڑے امراء اور روساء اسی اثر سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئے، جمیل ابن بصبہری، بطام بن نرسی، رفیل اور فیروز وغیرہ جو عراق کے مشہور روساء تھے خود بخود مسلمان ہوگئے، اسی طرح دیلم کی چار ہزار فوج جو شاہی رسالہ کے نام سے موسوم تھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی۔

تعمیر کعبہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک مدائن میں قیام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ یہاں کی آب وہوا نے اہل عرب کا رنگ روپ بالکل بدل دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے مطلع کیا تو حکم آیا کہ عرب کی سرحد میں کوئی مناسب سرزمین تلاش کر کے ایک نیا شہر وہاں بسائیں اور عربی قبائل کو آباد کر کے اس کو مرکز حکومت قرار دیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے مطابق مدائن سے نکل کر ایک موزوں جگہ منتخب کر کے کوفہ کے نام سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی، عرب کے جدا جدا قبیلوں کو جدا جدا محلوں میں آباد کیا، وسطِ شہر میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جس میں تقریباً چالیس ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھی گئی، مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصر سعد رضی اللہ عنہ سے مشہور تھا۔

کچھ دنوں کے بعد بیت المال میں چوری ہوگئی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی رپورٹ دار الخلافت میں بھیجی تو حکم آیا کہ بیت المال کو مسجد سے ملا دیا جائے تا کہ ہر وقت نمازیوں کی آمد ورفت سے خزانہ محفوظ رہے، چنانچہ انہوں نے روزبہ نام ایک مشہور

پارسی معمار کو بلا کر یہ خدمت سپرد کی، اس نے نہایت خوبی وموزونی کے ساتھ بیت المال کی عمارت کو بڑھا کر مسجد سے ملا دیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی کاریگری کی بڑی قدر کی اور خوش ہو کر اس کو دار الخلافت بھیج دیا، جہاں ہمیشہ کے لیے اس کا روزینہ مقرر ہو گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قصر چونکہ وسط بازار میں تھا، اس لیے شور وشغب کے ساتھ باہم گفتگو کرنا بھی دشوار تھا، انہوں نے اس سے بچنے کے لیے قصر کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوائی اور اس میں پھاٹک لگوایا، بارگاہِ خلافت میں اس ڈیوڑھی کی اطلاع پہنچی تو اس خیال سے کہ اہل حاجت کے لیے یہ سدِ راہ نہ ہو جائے، حضرت محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ کوفہ جا کر اس میں آگ لگا دیں، چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی، اور حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ اطاعت شعاری کے ساتھ خاموشی سے دیکھا کیے۔

متفرق انتظامات

کوفہ دراصل ایک فوجی چھاونی تھی، جہاں تقریباً ایک لاکھ نبرد آزما سپاہی بسائے گئے تھے ان کو علی قدر مراتب تنخواہیں دی جاتی تھیں، تنخواہ کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ دس دس سپاہیوں پر افسر ہوتے تھے، جو امراء الاعشار کہلاتے تھے، تنخواہیں ان کو دی جاتی تھیں اور وہ اپنے ماتحت سپاہیوں کو تقسیم کر دیتے تھے، ایک دفعہ امرائے اعشار نے تنخواہوں کی تقسیم میں بے اعتدالی کی اور اس کی وجہ سے فوج میں برہمی کے آثار نمایاں ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فوراً دربارِ خلافت کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور فرمانِ خلافت کے مطابق دوبارہ نہایت صحت وتحقیق کے ساتھ لوگوں کے عہدے اور روزینے مقرر کیے اور اس دفعہ دس کے بجائے سات سات سپاہیوں پر ایک ایک افسر متعین کیا۔ (طبری)

شام کی اسلامی فوجوں نے حمص پر چڑھائی کی تو اہل جزیرہ ایک جمعیت عظیم کے ساتھ رومیوں کی مدد کے لیے روانہ ہوئے لیکن حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے جو ملک کے اندرونی وسرحدی واقعات سے ہروقت باخبر رہتے تھے ایک فوج گراں بھیج کر ان کو وہیں روک لیا اور آگے بڑھنے نہ دیا۔ (ابن اثیر)

۲۱ھ میں ایرانیوں نے عراق عجم میں نہایت عظیم الشان جنگی تیاریاں کیں اور مسلمانوں کو ان کے مفتوحہ ممالک سے نکال دینا چاہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تیاریوں کا حال سنا تو تمام فوجی مرکزوں میں اسلامی فوج کو بھی آراستہ کرنے کے احکام صادر کیے، کوفہ سب سے بڑا مرکز تھا، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تیاریاں شروع کیں اور دربارِ خلافت کے ایماء سے نعمان بن مقرب کو جو پہلے ان کی ماتحتی میں افسرِ مال تھے، اس فوج کا امیر عسکر مقرر کیا، لیکن یہاں ایک جماعت ایسی پیدا ہو گئی تھی جو قصداً جنگ سے جی چراتی تھی اور کہتی تھی کہ بصرہ والوں نے خواہ مخواہ فارس پر حملہ کر کے یہ لڑائی مول لی ہے، حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خلافت میں ان لوگوں کی شکایت لکھی تو ان میں سے جراح بن سنان اور اس کے چند ساتھیوں کو ان سے شدید عداوت پیدا ہو گئی اور انہوں نے مدینہ پہنچ کر شکایت کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے، ظاہر ہے کہ حضرت سعد وقاص جیسے عالی مرتبت وبلند پایہ صحابی کی نسبت یہ شکایت کس قدر مہمل تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کے لغو ہونے کا یقین تھا؛ تاہم رفع حجت کے خیال سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کے لیے روانہ فرمایا، انہوں نے کوفہ کو ہر ایک مسجد میں گشت کر کے

اس شکایت کی حقیقت دریافت کی تو ہر جگہ سب نے یک زبان ہو کر اس کی تکذیب کی اور لغو بتایا، محمد بن مسلمہ تحقیقات سے فارغ ہو کر دونوں فریق کو ساتھ لیے ہوئے مدینہ پہنچے، حضرت عمر نے دیکھنے کے ساتھ پوچھا، سعد! تم کیسی نماز پڑھاتے ہو کہ لوگ شکایت کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلی دو رکعتوں میں لمبی دو سورتیں پڑھتا ہوں اور دونوں آخری میں صرف فاتحہ پر اکتفا کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک تمہاری نسبت یہی گمان ہوسکتا ہے۔ (طبری)

معزولی

گو الزام بے بنیاد ثابت ہوا، تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ ایک جماعت مخالفت پر آمادہ ہوگئی تھی ان کو اس عہدہ سے سبکدوش ہی کر دینا مناسب سمجھا، چنانچہ حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ جن کو اپنا جانشین بنا آئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان ہی کو مستقل کر دیا اور ان کو دوبارہ واپس جانے کی زحمت نہ دی۔ (ایضاً)

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر اس بیہودہ الزام کے قائم ہونے کا نہایت افسوس تھا، فرمایا کرتے تھے کہ میں عرب میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے راہِ خدا میں تیراندازی کی ہے، ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے سوکھے پتے کھا کھا کر لڑے تھے، لیکن خدا کی شان آج یہ بنواسد پیدا ہوئے ہیں جو خود مجھے مذہب سکھاتے ہیں کہ میں نماز اچھی نہیں پڑھاتا۔ (بخاری باب مناقب سعد رضی اللہ عنہ)

فاروق اعظم کی سفارش

۲۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہادت پائی، حالتِ نزع میں لوگوں نے خلیفہ نامزد کرنے کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے اس منصب کے لیے چھ آدمیوں کے نام پیش کیے، ان میں ایک حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے اور فرمایا کہ اگر وہ خلافت کے لیے منتخب نہ ہوسکیں تو جو منتخب ہو اسے چاہیے کہ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائے کیونکہ میں نے انہیں کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معطل نہیں کیا تھا۔

دوبارہ تقرری

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین کے بعد مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر دستارِ خلافت باندھی اور انہوں نے حسب وصیت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کیا، لیکن اس تقرر کے تین سال بعد یعنی ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذمہ دار بیت المال سے اختلاف پیدا ہو جانے کے باعث پھر معزول ہو گئے۔

(استیعاب جلد تذکرہ سعد رضی اللہ عنہ)

دورِ فتنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی گوشہ نشینی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معزول ہونے کے بعد مدینہ میں عزلت نشینی اختیار کرلی، یہاں تک کہ جب خلیفہ ثالث کے آخری عہد حکومت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا تو یہ ہنگامہ بھی ان کی گوشہ گیری میں مخل نہ ہوا، البتہ جب مفسدین نے کاشانہ خلافت

کا محاصرہ کرلیا تو ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر نا کام رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن معاملات ملکی سے بے تعلق رہنے کی روش پر اس وقت بھی قائم رہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے تو لوگوں نے ان کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے معذرت کی اور کہا مجھے ایسی تلوار بتاؤ جو مسلم وکافر میں امتیاز رکھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز وقسم اول ترجمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ سے خود ان کے صاحبزادہ عمرو بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جب کہ وہ جنگل میں اونٹ چرو ارہے تھے آ کر کہا" کیا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنگل میں اونٹ چرائیں اور لوگ بادشاہت وحکومت کے لیے اپنی اپنی قسمت آزمائیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا، خاموش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خدا مستغنی اور پرہیز گار بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ سعد رضی اللہ عنہ میں اجمالا اس کا ذکر ہے)

جناب مرتضی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے منازعات کا فیصلہ کرنے کے لیے جب پنچایت مقرر ہوئی، تو حضرت سعد وقاص نے بھی اس خوشی میں کہ اب خانہ جنگیوں اور خونریزیوں کا خاتمہ ہو جائے گا، فیصلہ سننے کے لیے دومۃ الجندل تشریف لائے، لیکن جب یہ بے نتیجہ ثابت ہوئی تو پھر اپنے عزلت کدہ میں واپس آ گئے اور تمام جھگڑوں سے قطعی طور پر کنارہ کش رہے۔

وفات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں اپنے لیے ایک قصر تعمیر کرایا تھا، چنانچہ عزلت نشینی کی زندگی اسی میں بسر ہوئی، آخر میں قویٰ مضمحل ہو گئے تھے اور آنکھوں کی بصارت بھی جاتی رہی تھی، یہاں تک کہ ۵۵ ھ میں طائر روح نے باغ رضوان کے اشتیاق میں ہمیشہ کے لیے اس قفس عنصری کو خیر باد کہا (طبقات ابن سعد جزء سادس) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ جنگ بدر میں جو اونی کپڑا میرے جسم پر تھا اس سے کفن کا کام لیا جائے، چنانچہ اس پر عمل کیا گیا (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت تذکرہ سعد) اور لاش مدینہ لائی گئی، بعض امہات المومنین رضی اللہ عنہ اس وقت زندہ تھیں، انہوں نے حکم دیا کہ اس جاں نثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مسجد میں لایا جائے، چنانچہ مسجد میں ان کے حجروں کے سامنے نماز ادا کی گئی، امہات المومنین رضی اللہ عنہ بھی نماز میں شریک تھیں، کسی نے مسجد میں نماز جنازہ پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگ کس قدر جلد بھول گئے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن البیضاء رضی اللہ عنہ پر مسجد میں نماز نہیں پڑھائی تھی؟

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جز وقسم اول تذکرہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)

غرض اس تزک واحتشام کے ساتھ مقام بقیع میں مدفون ہوئے، ستر برس سے زیادہ عمر پائی اور اس عرصہ میں اپنے عظیم الشان کارناموں کی ایسی یادگار چھوڑ گئے کہ ان کے اخلاف قیامت تک فخر ومباہات کے ساتھ ان پر رطب اللسان رہیں گے۔

علم وفضل

حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کا علمی پایہ نہایت ارفع تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سعد رضی اللہ عنہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کریں تو پھر اس کے متعلق کسی دوسرے سے نہ پوچھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل علم میں کبھی پس وپیش یا شرم وحجاب دامنگیر نہ ہوتا تھا، ایک دفعہ بارگاہِ نبوت میں حاضر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایک جماعت کو کچھ عطیے مرحمت فرمائے، لیکن اس میں سے ایک شخص کو محروم رکھا، حضرت سعد کو اس کی محرومی پر سخت تعجب ہوا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا خیال ہے کہ یہ بھی مومن ہے، ارشاد ہوا، "مومن یا مسلم" لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تشفی نہ ہوئی، انہوں نے پھر اپنا سوال دہرایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے اس دفعہ بھی وہی جواب دیا، غرض حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مکرر سہ کرر اس سوال کو جاری رکھا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر تشفی کردی کہ بسا اوقات اس سے جس کو عطیے دیتا ہوں وہ شخص جس کو کچھ نہیں دیتا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقہ)

اخلاق وعادات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مصحفِ اخلاق میں خشیتِ الٰہی، حب رسول، تقویٰ، زہد، بے نیازی، اور خاکساری سب سے روشن ابواب ہیں، خوف خدا اور عبادت گذاری کا یہ حال تھا کہ عموماً رات کے اخیر حصے میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے، (مسند ابن حنبل) طبیعت رہبانیت کی طرف بہت مائل تھی، لیکن اسلام میں ممنوع ہونے کی وجہ سے مجبور تھے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت اور تبتل سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اس کو اختیار کر لیتا۔ (مسند ابن حنبل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وجان نثاری کا صرف اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً تمام غزوات میں ہمرکاب رہے، غزوہ احد میں جب شکست رونما ہوئی اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہ پریشانی اور گھبراہٹ میں منتشر ہو گئے تو اس وقت تھوڑی دیر تک تنہا انہوں نے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا فرض انجام دیا تھا، سفر میں عموماً خود شوق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے گرد رات بھر پہرا دیتے تھے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے، رات کے وقت ایک جگہ قیام ہوا، یہاں دشمنوں کا سخت خطرہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، دیر تک جاگتے رہے اور فرمانے لگے کہ کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی مرد صالح آج پہرہ دیتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابھی یہ جملہ تمام بھی نہیں ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سننے میں آئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے پوچھا کون ہے؟ عرض کیا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ "ارشاد ہوا" تو کیسے آئے، اس فرض کو انجام دینے آیا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اس جان نثار سے نہایت خوش ہوئے اور دعا دی۔ (مسلم مناقب سعد رضی اللہ عنہ)

عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے، انہوں نے حالت کفر میں غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک زخمی کیا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "واللہ میں عتبہ سے زیادہ کبھی کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔

اتباع سنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واحکام کامل پیروی کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے، اہل کوفہ نے دربارِ خلافت میں شکایت کی کہ یہ نماز اچھی نہیں پڑھاتے تو فرمانے لگے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے سرمو انحراف نہیں کرتا۔ (بخاری باب صفۃ الصلوٰۃ)

ایک دفعہ مدینہ سے اپنے قصر کی طرف جو مقام عقیق میں تھا، تشریف لے جارہے تھے راہ میں ایک غلام کو درخت کاٹتے دیکھا، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا، اس لیے انہوں نے اس کے اوزار چھین لیے، غلام کے مالک نے آکر اس کا مطالبہ کیا تو فرمانے لگے، معاذ اللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش کو واپس کردوں گا؟ اور اوزار کے واپس دینے سے قطعاً انکار کردیا۔ (مسلم باب فضل المدینہ)

زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جس وقت دنیائے اسلام حکومت وبادشاہت کے جھگڑوں میں مبتلا تھی اس وقت وہ مدینہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعائیں مانگ رہے تھے اور جو کوئی ان جھگڑوں کے متعلق کچھ پوچھتا تو فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے بعد عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا جس میں سونے والا بیٹھنے والے سے بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اچھا ہوگا۔ (مسند)

تواضع اور خاکساری کا صرف اس سے اندازہ ہوگا کہ سپہ سالاری اور گورنری کے بعد بھی جب کہ کسریٰ کے وارثوں نے اپنا عظیم الشان محل ان کے لیے خالی کردیا تھا ان کو اونٹ اور بکریاں تک چرانے میں عار نہ تھا، افسر کی اطاعت کا یہ حال تھا کہ گھر میں آگ لگائی گئی وہ خاموشی کے ساتھ تماشہ دیکھتے رہے۔

ذریعہ معاش وجاگیر

ایک زمانہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ درخت کے پتے کھا کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جانبازی دکھاتے تھے؛ لیکن اسلام نے بہت جلد روحانیت کے ساتھ ساتھ مادی حیثیت سے بھی اپنے فدائیوں کی عسرت وتنگ حال کو دولت وثروت سے مبدل کردیا، خیبر کی مفتوحہ اراضی میں جاگیر ملی، ایران کے مالِ غنیمت میں حصہ ملا اسی طرح دورِ فتنہ وفساد میں ایک غیر آباد زمین خرید کر زراعت کا مشغلہ اختیار کیا! غرض اخیر زندگی میں ایک بڑی دولت کے مالک ہوئے، کوفہ اور مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں عالی شان محلات تعمیر کرائے، مگر باوجود اس کے غذا ولباس کی سادگی میں کچھ فرق نہیں آیا تھا۔

حلیہ

حلیہ یہ تھا، قد بلند وبالا، جسم فربہ، ناک چپٹی، سر بڑا اور ہاتھ کی انگلیاں نہایت موٹی اور مضبوط۔

ازواج

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں بیویوں کے نام یہ ہیں: بنت الشہاب، بنت قیس بن معدی کرب، ام عامر بن عمر، زبد، ام بلال بنت ربیع، ام حکیم بنت قارظ، سلمی بنت حفص، ظبیہ بنت عامر، ام حجر

اولاد

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے چونتیس اولادیں تھیں ان میں سے لڑکے سترہ تھے، لڑکیاں بھی اسی قدر تھیں، سب کے نام حسب ترتیب درج ذیل ہیں۔

لڑکے

اسحاق اکبر، عمر، محمد، عامر، اسحاق اصغر، اسماعیل، ابراہیم، موسیٰ، عبداللہ، عبداللہ اصغر، عبدالرحمن، عمیر اکبر، عمیر الاصغر، عمرو، عمران، صالح، عثمان

لڑکیاں

ام الحکیم کبریٰ، حفصہ، ام القسم، کلثوم، ام عمران، ام الحکیم صغریٰ، ام عمرو، ہند، ام الزہر، ام موسیٰ، حمنہ، ام عمر، ام ایوب ام اسحاق، ملہ، عمرہ، عائشہ

بَابُ ذِكْرُ الْجِنِّ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى (قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ)

باب 95: جنوں کا تذکرہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے، "تم فرمادو! میری طرف یہ بات وحی کی گئی ہے، جنوں کے ایک گروہ نے جب اسے غور سے سنا"۔

348- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ مَعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوقًا مَنْ آذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْآنَ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَبُوكَ يَعْنِي عَبْدَ اللّٰهِ أَنَّهُ آذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ

✧✧ معن بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے مسروق سے سوال کیا جس رات جنوں نے قرآن غور سے سنا تھا اس رات جنوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کو کس نے بتایا تھا تو انہوں نے بتایا: تمہارے والد یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بتایا ہے، ایک درخت نے ان کے بارے میں بتایا تھا۔

349- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً لِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ أَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْغِنِي أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ أَحْمِلُهَا فِي

حدیث349: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:154' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:17' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:42' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3685' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:70' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:43' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:505' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:5127

طَرَفِ ثَوْبِی حَتّٰی وَضَعْتُهَا اِلٰی جَنْبِهٖ ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مَشَیْتُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَاِنَّهٗ اَتَانِیْ وَفْدُ جِنِّ نَصِیْبِیْنَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَاَلُوْنِی الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ اَنْ لَّا یَمُرُّوْا بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ اِلَّا وَجَدُوْا عَلَیْهَا طَعَامًا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو اور قضائے حاجت کے لئے پانی کا برتن ساتھ لے کر گئے وہ ان کے پیچھے جا رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے کچھ پتھر تلاش کرو تا کہ میں ان کے ذریعے طہارت حاصل کروں، کوئی ہڈی یا گوبر کا ڈھیلا نہیں لانا۔ میں وہ پتھر اٹھا کر اور انہیں اپنے کپڑے میں ڈال کر لے آیا اور آپ کے پہلو میں رکھ دیئے۔ پھر میں واپس آ گیا جب آپ فارغ ہو گئے تو میں چلتا ہوا آیا میں نے دریافت کیا: ہڈی اور گوبر کے بارے میں آپ نے ایسا کیوں کہا تھا، آپ نے فرمایا: یہ دونوں جنات کی خوراک ہیں، میرے پاس جنوں کا ایک وفد آیا تھا وہ بہت اچھے جن تھے۔ انہوں نے مجھ سے کھانے پینے کے لئے کچھ مانگا تو میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جس بھی ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں اس میں انہیں اپنی خوراک مل جائے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف سے یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف دیتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا۔ (الجن: ۳-۱)

الجن کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: جن کا اصل معنی ہے: کسی چیز کا حواس سے مخفی ہونا، قرآن مجید میں ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا (الانعام: ۷۶) جب رات نے اس کو چھپا لیا تو اس نے ستارہ دیکھا۔

الجنان قلب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ حواس سے مخفی ہوتا ہے الجن اور المجنۃ کا معنی ڈھال ہے جو اپنے صاحب کو دشمن کے وار سے محفوظ رکھتی ہے اور چھپاتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (المجادلۃ: ۱۶) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔

اور حدیث میں ہے: الصوم جنة روزہ ڈھال ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۱)

جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس میں بہت گھنے درخت ہوں جو زمین کو چھپا لیں۔

اور آخرت کی جنت کو جنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کے باغ سے مشابہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نعمتیں انسانوں کی آنکھوں اور باقی حواس سے مخفی ہیں، قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (السجدہ: ۱۷) سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا

چیز چھپائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کا لفظ فرمایا ہے، جو جمع کا صیغہ ہے کیونکہ جنت سات ہیں: جنت الفردوس، جنت عدن، جنت النعیم، جنت الماویٰ، دارالسلام، دارالخلد اور علیین۔

اور جب تک پیٹ میں بچہ رہے اس کو الجنین کہتے ہیں کیونکہ پیٹ کا بچہ بھی لوگوں کے حواس سے مخفی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (النجم:۳۲) جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔

اور الجن اس روحانی مخلوق کو کہتے ہیں جو تمام حواس سے مخفی ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں انس ہے، اس بناء پر الجن میں فرشتے اور شیاطین بھی داخل ہیں، پس ہر فرشتہ جن ہے کیونکہ وہ مستور ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے، اسی بناء پر ابوصالح نے کہا: تمام فرشتے جن ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روحانی مخلوق کی تین قسمیں ہیں، جو اخیار اور نیک ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور جو اشرار اور بدکار ہیں وہ شیاطین ہیں، اور جو متوسط ہیں جن میں اخیار بھی ہیں اور اشرار بھی ہیں وہ جنات ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: جنات نے کہا:

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (الجن:۱۴) اور ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں۔

جنات کی ایک قسم کے متعلق فرمایا:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر:۲۷) اور ہم نے اس سے پہلے جنات کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔

(المفردات ج۱ ص ۱۲۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: الجن، جان کی ایک قسم ہے، اس کو جن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور اس لیے کہ وہ لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ الجسان جن کا باپ ہے، اس کو آگ سے پیدا کیا گیا پھر اسی سے اس کی نسل چلی، روایت ہے کہ ایک مخلوق زمین میں رہتی تھی، اس نے زمین میں فساد کیا اور خون ریزی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین میں فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے زمین کو صاف کیا۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۱۹-۲۱۸، ملتقطا، دار صادر، بیروت، ۲۰۰۲ء)

علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: جن وانس کے برخلاف ہے، اس کا واحد جنی ہے، الصحاح میں مذکور ہے: اس کو جن اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دکھائی نہیں دیتا، زمانہ جاہلیت میں فرشتوں کو جنات کہا جاتا تھا کیونکہ فرشتے آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں، ابلیس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے جن تھا، زمخشری نے کہا ہے کہ جناب اور ملائکہ ایک نوح ہیں لیکن ان میں سے جو خبیث اور سرکش ہو وہ شیطان ہے اور جو پاکیزہ ہو وہ فرشتہ ہے، ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مصنف (صاحب قاموس) کا جن کی تفسیر ملائکہ سے کرنا مردود ہے، کیونکہ ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں نہ کہ نار سے، جب کہ جن نار سے پیدا کیا گیا ہے اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں اور ان میں تناسل نہیں ہوتا، اور نہ وہ مذکر اور مونث بھی ہوتا ہے، اسی وجہ سے جمہور علماء نے الا ابلیس (البقرہ:۳۴) کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے اور استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے

تغلیباً اس کو بھی فرشتوں منقطع ہے اور با استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے تغلیباً اس کو بھی فرشتوں کے ساتھ شامل کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ (تاج العروس شرح القاموس ج۹ص ۱۶۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: جناب کے ثبوت میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے، اکثر فلاسفہ سے یہ منقول ہے کہ وہ جناب کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ابوعلی بن سینا نے اپنے رسالہ حدودالاشیاء میں لکھا ہے: الجن حیوان ھوائی ہے، جو مختلف اشکال میں مشکل ہو جاتا ہے اور اس اسم کی شرح ہے، اس کا یہ کہنا کہ یہ اسم کی شرح ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لیکن جمہور ارباب ملل اور انبیاء علیہم السلام کے مصدقین جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور قدماء فلاسفہ بھی جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور جنات کو ارواح سفلیہ کہتے ہیں، ان کا قول ہے کہ جناب کی ماہیات مختلف ہوتی ہیں، بعض شریر ہوتے ہیں اور بعض شریف ہوتے ہیں جو نیکیوں سے محبت کرتے ہیں، اور بعض خبیث ہوتے ہیں وہ برائیوں اور آفتوں سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی انواع کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی علم کو نہیں، یہ موجودات مجردہ ہیں (غیر مادی ہیں) اور خبروں کے عالم ہوتے ہیں اور افعال شاقہ پر قادر ہوتے ہیں، ان کا سننا اور دیکھنا ممکن ہے۔ جنات کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہیں: قرآن مجید میں جناب اور ملائکہ کا ثبوت ہے، اور اس کا ثبوت ہے کہ ملائکہ کو افعال شاقہ پر عظیم قوت حاصل ہوتی ہے اور جنات بھی اسی طرح ہیں، پھر یہ ملائکہ ہمارے پاس ہمیشہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ کراماً کاتبین ہیں اور وہ محافظ فرشتے ہیں اور یہ فرشتے قبض روح کے وقت بھی حاضر ہوتے ہیں اور یہ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوتے تھے اور مسلمانوں اور حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی ان کو نہیں دیکھتا تھا اور قبض روح کے وقت بھی ان کا کوئی نہیں دیکھتا تھا، بہر حال یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر فرد میں علوم کثیرہ پیدا کرے اور اس کو مشکل اور شدید دشوار افعال پر قدرت عطاء کر دے اور اس تقدیر پر جنات کا وجود ممکن ہے، خواہ ان کے اجسام لطیف ہوں یا کثیف ہوں اور ان کے اجرام کبیر ہوں یا صغیر ہوں، اور وہ ہم کو دکھائی نہ دیتے ہوں۔

(تفسیر کبیر ج۱۰ص ۶۶۴۔۶۶۱ ملخصاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

سر سید احمد خان لکھتے ہیں: قرآن میں جن کا جو لفظ آیا ہے، اس سے بدوی اور دیگر غیر متمدن اور غیر تربیت یافتہ لوگ مراد ہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ الجن والانس کا لفظ آیا ہے اور ہر موقع پر ان غیر متمدن لوگوں کو کسی نئی صفت اور خاصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تفسیر القرآن ج۳ص ۸۹۔۷۹ ملخصاً، علی گڑھ، ۱۸۸۵ء، بہ حوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ج۷ص ۴۶۶، دانش گاہ پنجاب، لاہور)

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں: قرآن کریم میں جن اور انس کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ انس کے عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں الانس ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں گے، لیکن جن وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (TribesNomadic) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قبائل پائے جاتے ہیں وہ شہر والوں سے دور دور، جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل، رسائل و رسائل کے عام ہو جانے سے، ان قبائل اور شہر والوں کی زندگی میں

بہت سے امور مشترک ہو چکے ہیں، اس لیے ان میں کوئی بنیادی بعد محسوس نہیں ہوتا، لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے کے وسائل اور نشر واشاعت کے طریق عام نہیں تھے، شہر والوں اور ان خانہ بدوش صحرا نشینوں کے تمدن و معاشرت، عادات واطوار، خصائص و خصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔ عربوں میں یہ صحرا نشین قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدیا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرا نشینوں سب کی طرف تھا، اس لیے اس نے جن وانس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جن سے مراد انسان ہی ہیں، یعنی وہ وحشی قبائل (Gypsis) جو جنگلوں اور صحراؤں میں رہا کرتے تھے، مثلاً سورہ انعام میں ہے: یٰـمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ (الانعام:۱۳۰) اے گروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول آئے تھے؟ قرآن نے کسی رسول کا ذکر نہیں کیا جو جن تھا اور سورہ اعراف میں اس کی تصریح کر دی کہ رسول، بنی آدم میں سے، انہی کی طرف بھیجے گئے تھے۔ (الاعراف:۳۵) سورہ جن اور سورہ احقاف میں مذکور ہے کہ جنوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن سننے کے لیے آئی۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جنوں کی طرف رسول انسانوں میں سے ہی ہوتے تھے۔ انہی سورتوں (سورہ جن اور سورہ احقاف) سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو جن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن سننے کے لیے آئے تھے وہ انسان ہی تھے۔ (لغات القرآن ص۴۴۶، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، ۱۹۸۴ء)

جنات کے متعلق مفسرین کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی البصری المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جنات تمام انسانوں کو پہچانتے ہیں، اسی لیے وہ تمام انسانوں کی طرف اپنے کلام کا وسوسہ ڈالتے ہیں، جنات کی اصل میں اختلاف ہے، حسن بصری سے منقول ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں، جیسے انس حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں اور ان دونوں میں سے مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں، اور یہ ثواب اور عقاب میں شریک ہیں، ان دونوں فریقوں میں سے جو مومن ہو وہ اللہ کا ولی ہے اور ان دونوں فریقوں میں سے جو کافر ہو وہ شیطان ہیں۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن الجان کی اولاد ہیں اور شیاطین نہیں ہیں اور ان پر موت آتی ہے اور ان میں سے مومن بھی ہیں اور کافر بھی، اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں، ان پر ابلیس کے ساتھ ہی موت آئے گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ جنات میں سے مومنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں، جیسا کہ ان کی اصل میں اختلاف ہے جن لوگوں کا یہ زعم ہے کہ جنات الجان کی اولاد ہیں، ابلیس کی ذریت نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے اور جو یہ کہتے ہیں کہ جنات ابلیس کی ذریت ہیں، ان کے دو قول ہیں: حسن بصری نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور مجاہد نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے، اگرچہ ان کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا۔ (النکت والعیون ج۶ ص۱۰۹، دار الکتب العربیہ، بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے ہر ہڈی میں خوراک ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ

جنات کھاتے ہیں، اطباء اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے جنات کے کھانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بسیط ہیں اور ان کا کھانا صحیح نہیں ہے اور ان کا یہ قول قرآن اور سنت سے مردود ہے اور مخلوقات میں بسیط اور مرکب نہیں ہیں، واحد محض صرف اللہ سبحانہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنات کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھنا محال نہیں ہے، جیسا کہ آپ فرشتوں کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھتے تھے اور ہمارے لیے جنات اکثر سانپوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں جنات کی ایک جماعت اسلام لا چکی ہے، اگر تم نے ان سانپوں میں سے کسی کو گھروں میں رہتے ہوئے دیکھا تو اس کو تین دفعہ نکلنے کے لیے خبردار کرو، اگر اس کے بعد بھی وہ سانپ نظر آئے تو اس کو ماردو، وہ شیطان ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاالسلام، رقم الحدیث:۱۴۱)

حضرت ابوالبابہ بن عبدالمنذ رالبدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم الحدیث:۱۳۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان گھروں میں جنات سانپوں کی شکل میں رہتے ہیں، اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اس کو تین دفعہ ڈراؤ، اگر وہ نکل جائے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کردو، وہ کافر ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۵۲۵۷)

جناب اجسام عاقلہ خفیہ ہیں، جن پر ناریت یا ہوایت غالب ہوتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ارواح مجردہ کی ایک نوع ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ ابدان سے جدا ہونے والے نفوس شریرہ ہیں۔ (تفسیر البیضاوی مع الخفاجی ۹ ص ۲۸۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: جناب اجسام عاقلہ میں جن پر ناریت غالب ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۔ (الرحمٰن:۱۵) اور جن کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اجسام ھوائیہ ہیں اور تمام صورتوں کو قبول کر لیتے ہیں یا ان کی ایک قسم مختلف اشکال کو قبول کر لیتی ہے، یہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں، اور کبھی اپنی صورت اصلیہ کی مغائر صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اپنی اس اصلی صورت میں دکھائی دیتے ہیں، جس صورت میں ان کو پیدا کیا گیا اور یہ مشاہدہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے ساتھ مخصوص ہے، اور ان اولیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے، جن کو اللہ تعالیٰ ان کی اصلی صورت دکھانا چاہے، ان کو سخت مشکل اور دشوار کاموں کے کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے، اور اس میں کوئی عقلی مانع نہیں ہے کہ بعض اجسام لطیفہ کی نوع دیگر اجسام لطیفہ کی ماہیت سے مخالف ہو اور ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ حیات کو اور افعال عجیبہ پر قدرت کو قبول کر لیں، اور جدید سائنس نے بعض اجسام لطیفہ میں ایسے خواص کو ثابت کیا ہے جن سے عقل حیرات ہوتی ہے، تو ہوسکتا ہے جنات کے اجسام بھی اسی طرح ہوں، اور عالم طبعی میں اتنے عجائبات ہیں کہ عقل ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ (روح المعانی جز۲۹ ص ۴۲، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اس امر کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو نہیں دیکھا نہ ان کا کلام سنا تھا، آپ کی طرف

صرف جنات کے کلام کی وحی نازل کی گئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے قرآن مجید پڑھا تھا نہ ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے، اس اثناء میں شیاطین (جنات) اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے، پھر شیاطین واپس آ جاتے تھے، وہ ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہوگیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہوگئی ہے اور ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے، تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی چیز ظہور میں آئی ہے، پھر وہ روانہ ہوئے اور زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کیا اور وہ اس پر غور کرتے تھے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے، پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے پاس تھے، اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو، یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے، پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم!

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا . یَّهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖط وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا . (الجن: ۲-۱)

ہم نے عجیب قرآن (کلام) سنا ہے جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔

اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (الجن:۱)

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔

اور آپ کی طرف جناب کے قول کی وحی کی گئی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۳، مسند احمد ج ۱ص ۲۵۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴ص ۱۲۹ طبع جدید۔ رقم الحدیث: ۲۲۷۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۶۲۵۰-۱۱۶۲۴، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۶۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۶، المستدرک ج ۲ص ۵۰۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۲۲۶-۲۲۵)

اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے: علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب آپ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تھا، لیکن ایک رات ہم نے آپ کو گم پایا اور ہم کو یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا، یا آپ کے ساتھ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا، ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غار حرا کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا، ہم نے کہا: یارسول اللہ! اور ہم

نے آپ سے اپنی پریشانی بیان کی، آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا، میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے، شعبی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا، عامر نے کہا: یہ ایک جزیرہ کے جن تھے، آپ نے فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھوں میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی، اور اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا، پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجاء نہ کیا کرو، یہ تمہارے بھائی جنات کی (اور ان کے جانوروں کی) خوراک ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(مسند احمد ج ا ص ۴۳۶ طبع قدیم، مسند احمد ج ۷ ص ۲۱۵، ۲۱۴ طبع جدید۔ رقم الحدیث: ۴۱۴۹، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۶ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹، صحیح مسلم رقم الحدیث، ۴۵۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۸، مسند ابو یعلی رقم الحدیث: ۴۲۲۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۳۲۰، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۵۵، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۸۵، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور اس رات حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس رات آپ نے جنات کو دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ میں پانی ہے، آپ نے فرمایا: مجھ پر وہ ڈالو، پھر آپ نے وضو کیا، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ (شعیب الارنووط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابن الھیعہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، مسند احمد ج ا ص ۹۸ طبع قدیم، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳ - رقم الحدیث: ۳۷۸۲ طبع جدید، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۶ھ، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۵، سنن دار قطنی ج ا ص ۷۸ طبع قدیم)

جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے میں احادیث میں تطبیق کا بیان

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی ان احادیث کو روایت کیا ہے، بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ وہ اس شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ جنات نے از خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہامہ میں کھجوروں کے جھنڈ کے پاس اپنے بعض اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ قصداً انہیں تبلیغ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے، حافظ ابن کثیر ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قصداً جنات کی طرف گئے تھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی، اور ان کے لیے وہ احکام شرعیہ بیان کیے جن کی انہیں ضرورت تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی بار جنات نے آپ سے قرآن مجید سنا ہو اور اس وقت آپ کو یہ علوم نہ ہو کہ جناب قرآن سن رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

روایت میں ہے، اور اس کے بعد جنات کا وفد آپ کے پاس آیا ہو جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات سے خطاب فرما رہے تھے، اس اثناء میں حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور آپ سے دور تھے، اور حضرت ابن مسعود کے علاوہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں گیا تھا اور یہ سنن بیہقی کی روایت میں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف تشریف لے گئے، اس بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، نہ کوئی اور صحابی تھے جیسا کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے اور حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ جانے کے واقعات پہلی بار جانے کے بعد پیش آئے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۸۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنات کو دیکھنے پر دلائل

یہ امر متفق علیہ ہے کہ حضرت سلیمان السلام کی جنات پر حکومت تھی اور آپ جنات سے مشقت والے کام لیتے تھے، قرآن مجید میں ہے: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جن نے کہا:

قال عفريت من الجن انا اتيك به قبل ان تقوم من مقامك و اني عليه لقوي امين . (النمل: ۳۹)

ایک سرکش جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر ضرور قوت والا امانت دار ہوں۔

اور جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جنات کو دیکھتے تھے تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ وصف حاصل ہو، کیونکہ آپ افضل الرسل ہیں، اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے جنات کو دیکھنے اور ان پر تصرف کرنے کی قوت کے حصول پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سرکش جن رات کو مجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ میری نماز منقطع کر دے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی، میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو، پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں تا کہ آپ جنات کے سامنے قرآن پڑھیں، وہ آپ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ شعب ابن ابی ادب کے ساتھ مقام الحجون کے نزدیک پہنچے، آپ نے میرے سامنے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا، پھر آپ الحجون کی طرف گئے تے جنات بہت بڑے اجسام میں آپ کی طرف بڑھے، وہ اس طرح دف بجا رہے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، میں اٹھا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر آپ نے قرآن کی تلاوت کی اور آپ کی آواز بلند ہو رہی تھی، جنات زمین

سے ملے ہوئے تھے میں ان کی آواز سن رہا تھا اور ان کو دیکھ نہیں رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں اللہ کا نبی ہوں، انہوں نے کہا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت، پھر فرمایا: آؤ اے درخت! وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے فرمایا: تم میرے لیے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! وہیں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے ہو، حتیٰ کہ وہ درخت اسی طرح لوٹ گیا، حضرت ابن مسعود نے کہا: جب آپ میرے پاس واپس آئے تو آپ نے پوچھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ممکن نہیں تھا، یہ جنات قرآن سننے کے لیے آئے تھے، پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے لیے واپس گئے، انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تھا، میں نے ان کے لیے ہڈیوں اور مینگنیوں کی خوراک دی، پس تم میں سے کوئی شخص ہڈی سے استنجاء نہ کرے نہ مینگنی سے۔

امام رازی لکھتے ہیں: ان روایات کی تکذیب کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے جناب کو دیکھا ہے اور ان میں تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس واقعہ کو روایت کیا ہے، جب پہلی بار جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تھی اور اس وقت آپ نے جناب کو نہیں دیکھا تھا، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا، جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(۲) اگر جنات کا واقعہ ایک ہی بار ہوا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا اور ان کا کلام سنا اور وہ آپ پر ایمان لائے، پھر جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو انہوں نے اس واقعہ کی حکایت کرتے ہوئے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے اور اس طرح اور اس طرح ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا۔

(امام رازی نے اس تقدیر پر یہ نہیں بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور ان کا کلام سنا تھا تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو دیکھنے اور سننے کی نفی کی ہے، اس کا کیا محمل ہوگا؟)

(۳) اگر یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں سمجھ سکے کہ جنات نے کیا کہا ہے اور انہوں نے قرآن کریم سن کر کیا کیا، تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی یہ توجیہ بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے، اولاً اس لیے کہ اس توجیہہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دیکھنے اور سننے کی نفی کا محمل بیان نہیں کیا، اور ثانیاً اس لیے کہ یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کا کلام نہیں سمجھ سکے، بہت سنگین

جسارت ہے، ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل اور دیگر فرشتوں کا کلام سمجھ لیں، حیوانات، پہاڑوں، پتھروں اور درختوں کا کلام سمجھ لیں، اللہ سبحانہ کی وحی کو سمجھ لیں اور جنات کا کلام نہ سمجھ سکیں۔ ہم امام رازی کو بہت بڑا مفسر اور محقق گردانتے ہیں، مگر ان کی یہ بات ہم سے ہضم نہیں ہوسکی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے زیادہ جواب دینے کے شوق میں امام رازی سے یہ تقصیر ہوگئی۔ دیگر مفسرین نے ان روایات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اب ہم اس کو پیش کر رہے ہیں۔ (علامہ غلام رسول سعیدی از تبیان القرآن)

مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور یہ قول زیادہ ثابت ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ لکھتے ہیں: یہ آیت اس میں ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے سننے کا علم اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا اور آپ نے جنات کا مشاہدہ نہیں کیا اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا ہے اور اس کی توجیہہ یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۱۴۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ ھ)

مفسرین کے بعد اب ہم ان روایات کے متعلق محدثین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں اور ان میں کوئی تعارض اور تنافی نہیں ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۶۴، دار الوفاء، بیروت، ۱۴۱۹ ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں: علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق نبوت کی ابتداء سے ہے، جب جنات آئے اور انہوں نے آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، قل اوحی الی الایۃ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کے بہت بعد کے واقعہ کا ذکر ہے، اس وقت اسلام مشہور ہو چکا تھا اور اللہ ہی کو علم ہے کہ اس کے بعد کتنا عرصہ گزر چکا تھا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۶۴۴، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق بعث کے ابتدائی ایام کے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث کا تعلق، اس کے بعد بعد کا ہے، کیونکہ اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور وہ ہجرت کے بعد (۷ ھ) میں اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنات کے متعدد وفود کا آنا ثابت ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۸۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ ھ)

صحابہ کرام کے جنات کے قول کی خبر دینے کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے اصحاب کو یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ جن کے متعلق آپ پر کیا

وحی فرمائی ہے، اس کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) تاکہ حضرات صحابہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کو انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اسی طرح آ کو جنات کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے۔

(۲) قریش یہ جان لیں کہ جنات کے خمیر میں سرکشی ہے، اس کے باوجود جب انہوں نے قرآن مجید کے اعجاز کو جان لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے، اور قرآن مجید سنتے ہی مسلمان ہو گئے۔

(۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات بھی انسانوں کی طرح مکلّف ہیں، ان میں سے نیکوں کو ثواب اور بدکاروں کو عذاب ہوگا۔

(۴) جنات ہمارا کلام سنتے ہیں اور ہماری لغات کو جانتے ہیں، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مبعوث ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ بھی ان کی زبان سمجھتے ہوں، ورنہ آپ کیسے ان کے سوالات کے جواب دیں گے۔

(۵) جنات نے کہا: ہم اسلام کو اپنی قوم کی طرف پہنچائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے وہ دوسروں تک خصوصاً اپنی قوم تک اسلام کا پیغام پہنچائے۔

وحی اور نفر کا معنی ہے

نیز اس آیت میں وحی کا لفظ ہے، وحی کا معنی ہے: کلام خفی، دل میں کسی نیک بات کا ڈالنا، اگر نبی کے دل میں بات ڈالی جائے تو وحی ہے اور ولی کے دل میں نیک بات ڈالی جائے تو وہ الہام ہے، اور وحی کا اصطلاحی معنی ہے: وہ کلام خفی جو انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں ڈالا جائے خواہ فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا اس کے بغیر، قرآن مجید میں ہے:

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ (الانعام:۱۹) آپ کہیے: مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے۔

نیز اس آیت میں نفر کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تین سے لے کر نو افراد کی جماعت۔

نیز جنات نے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے، یعنی اس میں جو فصاحت اور بلاغت سے نصیحتیں کی گئی ہیں، ہم کو ان پر بہت تعجب ہے، یہ ایسا فصیح کلام ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ جن، لاہور)

بَابُ اِسْلَامُ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 96: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

350- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰی عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بَلَغَ اَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَخِیْهِ ارْكَبْ اِلٰی هٰذَا الْوَادِیْ فَاعْلَمْ لِیْ عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ یَّاْتِیْهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ ائْتِنِیْ فَانْطَلَقَ الْاَخُ حَتّٰی

حدیث350: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3328' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:5456' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:12959

قَدِمَهُ وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَبِي ذَرٍّ فَقَالَ لَهُ رَأَيْتُهُ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَكَلَامًا مَا هُوَ بِالشِّعْرِ فَقَالَ مَا شَفَيْتَنِي مِمَّا أَرَدْتُ فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَنَّةً لَهُ فِيهَا مَاءٌ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَالْتَمَسَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَعْرِفُهُ وَكَرِهَ أَنْ يَسْأَلَ عَنْهُ حَتَّى أَدْرَكَهُ بَعْضُ اللَّيْلِ فَاضْطَجَعَ فَرَآهُ عَلِيٌّ فَعَرَفَ أَنَّهُ غَرِيبٌ فَلَمَّا رَآهُ تَبِعَهُ فَلَمْ يَسْأَلْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ احْتَمَلَ قِرْبَتَهُ وَزَادَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَظَلَّ ذَلِكَ الْيَوْمَ وَلَا يَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَمْسَى فَعَادَ إِلَى مَضْجَعِهِ فَمَرَّ بِهِ عَلِيٌّ فَقَالَ أَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ أَنْ يَعْلَمَ مَنْزِلَهُ فَأَقَامَهُ فَذَهَبَ بِهِ مَعَهُ لَا يَسْأَلُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الثَّالِثِ فَعَادَ عَلِيٌّ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ فَأَقَامَ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا تُحَدِّثُنِي مَا الَّذِي أَقْدَمَكَ قَالَ إِنْ أَعْطَيْتَنِي عَهْدًا وَمِيثَاقًا لَتُرْشِدَنِّي فَعَلْتُ فَفَعَلَ فَأَخْبَرَهُ قَالَ فَإِنَّهُ حَقٌّ وَهُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَصْبَحْتَ فَاتَّبِعْنِي فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ شَيْئًا أَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَأَنِّي أُرِيقُ الْمَاءَ فَإِنْ مَضَيْتُ فَاتَّبِعْنِي حَتَّى تَدْخُلَ مَدْخَلِي فَفَعَلَ فَانْطَلَقَ يَقْفُوهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهِ وَأَسْلَمَ مَكَانَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ إِلَى قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتَّى يَأْتِيَكَ أَمْرِي قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى الْمَسْجِدَ فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَامَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوهُ حَتَّى أَضْجَعُوهُ وَأَتَى الْعَبَّاسُ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ قَالَ وَيْلَكُمْ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ مِنْ غِفَارٍ وَأَنَّ طَرِيقَ تِجَارِكُمْ إِلَى الشَّامِ فَأَنْقَذَهُ مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ مِنَ الْغَدِ لِمِثْلِهَا فَضَرَبُوهُ وَثَارُوا إِلَيْهِ فَأَكَبَّ الْعَبَّاسُ عَلَيْهِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے بھائی سے یہ کہا تم سوار ہو کر اس شہر میں جاؤ اور مجھے ان صاحب کے بارے میں بتاؤ جو یہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور ان کی طرف آسمان سے خبریں آتی ہیں، ان کی بات غور سے سننا اور پھر میرے پاس آنا ان کا بھائی چلا گیا وہ مکہ آیا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنی اور واپس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آ کر بتایا۔ میں نے دیکھا ہے' وہ اچھے اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور ان کا کلام شعر نہیں ہوتا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بولے: مجھے جس کی ضرورت تھی تم نے میری اتنی تسلی نہیں کی۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سامان سفر تیار کیا اپنا مشکیزہ اٹھایا جس میں پانی موجود تھا وہ مکہ آ گئے اور مسجد میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنا چاہتے تھے وہ آپ کو پہچانتے بھی نہیں تھے اور آپ کے بارے میں کسی سے پوچھنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ رات کا وقت ہوا تو وہ لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہیں جب انہوں نے انہیں دیکھا تو ان کے پیچھے چلے گئے۔ دونوں میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کوئی سوال نہیں کیا صبح کے وقت انہوں نے اپنے مشکیزے اور سامان کو اٹھایا اور مسجد میں آ گئے اور سارا دن اسی حالت میں رہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا شام کے وقت وہ دوبارہ اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے اور دریافت کیا: کیا ان صاحب کو اپنی منزل کا پتہ نہیں چلا؟ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اٹھایا اور انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ دونوں میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کوئی سوال نہیں کیا یہاں تک کہ جب تیسرا دن آیا تو اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہیں اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور دریافت کیا: آپ مجھے بتائیں گے نہیں کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ میرے ساتھ عہد کریں اور پختہ وعدہ کریں کہ آپ میری رہنمائی کریں گے تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ حق ہے، وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، صبح تم میرے پیچھے آنا اگر تو مجھے کسی ایسے شخص کا اندازہ ہوا جس کے حوالے سے مجھے تمہارے بارے میں کوئی خوف ہو تو میں یوں ٹھہر جاؤں گا جیسے میں پیشاب کرنے لگا ہوں لیکن اگر میں چلتا جاؤں تو تم میرے پیچھے آنا یہاں تک کہ تم اسی جگہ اندر آجانا جہاں میں اندر جاؤں گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ حاضر ہو گئے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی اور اسی جگہ اسلام قبول کر لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور انہیں اس بارے میں بتاؤ یہاں تک کہ میرے بارے میں تمہیں اطلاع مل جائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں ان سب کے سامنے اس بات کا اعلان کروں گا۔ پھر وہ باہر آئے مسجد میں آئے اور بلند آواز سے یہ کہا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ لوگ کھڑے ہوئے اور انہیں مارنا شروع کر دیا۔ انہوں نے انہیں نیچے گرا لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور ان پر جھک گئے۔ بولے تمہارا ستیاناس ہو کیا تم نہیں جانتے ہو کہ یہ غفار سے تعلق رکھنے والا فرد ہے اور تمہارا شام کی طرف جانے والا تجارتی راستہ (غفار قبیلے سے ہو کر گزرتا ہے) تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں ان لوگوں سے بچایا اگلے دن پھر اسی طرح ہوا لوگوں نے انہیں مارا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر انہیں بچایا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

نام ونسب

جندب نام، ابوذر کنیت "مسیح الاسلام" لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، جندب بن جنادہ ابن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حزام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری، ماں کا نام رملہ تھا اور قبیلہ بنی غفار سے تعلق رکھتی تھیں۔

قبل از اسلام

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنوغفار رہزنی کیا کرتا تھا، جاہلیت میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی پیشہ تھا اور وہ نہایت مشہور راہزن تھے، تن تنہا نہایت جرات اور دلیری سے قبائل کو لوٹتے تھے؛ لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کی زندگی میں دفعۃً انقلاب ہوا اور ایسا سخت ہوا کہ رہزنی یکلخت ترک کر کے ہمہ تن خدا پرستی کی طرف مائل ہو گئے، چنانچہ ظہور اسلام کے پہلے جب سارا عرب ضلالت میں مبتلا تھا وہ خدا کی پرستش کرتے تھے، ابومعشر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ جاہلیت ہی سے موحد تھے، خدا کے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے تھے اور بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے، ان کی خدا پرستی عام طور پر لوگوں میں مشہور تھی، چنانچہ جس شخص نے ان کو سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے ظہور کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ تھے کہ "ابوذر رضی اللہ عنہ" مکہ میں تمہاری طرح ایک شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت) ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدا پرستی صرف اعتراف توحید تک محدود نہ تھی؛ بلکہ جس

طرح بن پڑتا تھا نماز بھی پڑھتے تھے، وہ خود کہتے تھے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے ملنے کے تین سال قبل سے نماز پڑھتا تھا، لوگوں نے پوچھا کس کی نماز پڑھتے تھے کہا خدا کی پھر پوچھا کس طرف رخ کرتے تھے جواب دیا جس طرف خدا پھیر دیتا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت جزو ۴، ق، صفحہ: وسلم اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ) اینما تولوا فثم وجہ اللہ، ہر جا کنیم سجدہ بآں آستان رسید

اسلام کی تلاش میں پہلی آزمائش

چونکہ ابوذر رضی اللہ عنہ جاہلیت ہی سے راہِ حق کے متلاشی تھے، اس لیے حق کی پکار سنتے ہی لبیک کہا اور اس وقت دعوت حق کا جواب دیا، جب چار آدمیوں کے سوا ساری دنیا کی زبانیں اس اعلانِ حق سے خاموش تھیں، اس اعتبار سے اسلام لانے والوں میں ان کا پانچواں نمبر ہے، ان کے اسلام کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے یہ دلچسپ داستان خود ان کی زبان سے مروی ہے، ان کا بیان ہے کہ جب میں قبیلہ غفار میں تھا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ مکہ میں کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، میں نے اپنے بھائی کو واقعہ کی تحقیق کے لیے بھیجا وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا، کہو کیا خبر لائے؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم یہ شخص نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، اس قدر مجمل بیان سے میری تشفی نہیں ہوئی، اس لیے میں خود سفر کا مختصر سامان لے کر مکہ چل کھڑا ہوا، وہاں پہنچا تو یہ دقت پیش آئی کہ میں رسول اکرم کو پہچانتا نہ تھا اور کسی سے پوچھنا بھی مصلحت نہ تھی، اس لیے خانہ کعبہ میں جا کر ٹھہر گیا اور زمزم کے پانی پر بسر کرنے لگا، اتفاق سے ایک دن علی رضی اللہ عنہ گذرے، انہوں نے پوچھا تم مسافر معلوم ہوتے ہو، میں نے کہا، ہاں وہ مجھ کو اپنے گھر لے گئے؛ لیکن مجھ سے ان کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی، صبح اٹھ کر میں پھر کعبہ گیا کہ لوگوں سے اپنے مقصود کا پتہ دریافت کروں کیوں کہ ابھی تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے حالات سے بے خبر تھا، اتفاق سے پھر علی رضی اللہ عنہ گذرے اور پوچھا کہ اب تک تم کو اپنا ٹھکانہ نہیں معلوم ہوا، میں نے کہا نہیں، وہ پھر دوبارہ مجھ کو اپنے ساتھ لے چلے، اس مرتبہ انہوں نے پوچھا، کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا اگر اس کو راز میں رکھیں تو عرض کروں، فرمایا مطمئن رہو، میں نے کہا میں نے سنا تھا کہ یہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، پہلے اس خبر کی تصدیق اور اس شخص کے حالات دریافت کرنے کے لیے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا، مگر وہ کوئی تشفی بخش خبر نہ لایا، اس لیے اب میں خود اس سے ملنے آیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے نیکی کا راستہ پالیا، سیدھے میرے ساتھ چلے آو، جس مکان میں میں جاؤں تم بھی میرے ساتھ چلے آنا، راستہ میں اگر کوئی خطرہ پیش آئے گا، تو میں جوتا درست کرنے کے بہانے سے دیوار کی طرف ہٹ جاؤں گا اور تم بڑھے چلے جانا، چنانچہ میں حسب ہدایت ان کے ساتھ ہولیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے اسلام پیش کیجئے، آپ نے اسلام پیش کیا اور میں اسلام کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا، قبول اسلام کے بعد آپ نے فرمایا ابوذر ابھی تم اس کو پوشیدہ رکھو اور اپنے گھر لوٹ جاو، میرے ظہور کے بعد واپس آنا، میں نے قسم کھا کر کہا کہ میں اسلام کو چھپا نہیں سکتا، ابھی لوگوں کے سامنے پکار کر اعلان کروں گا، یہ کہہ کر مسجد میں آیا، یہاں قریش کا مجمع تھا، میں نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ قریشیو! میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں، یہ سن کر ان لوگوں نے للکارا کہ اس بے دین کو لینا، اس آواز کے ساتھ ہی چاروں طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے دم کر دیا، یہ دردناک منظر کو دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا، وہ مجھ کو بچانے کے لیے میرے

اوپر گر پڑے اور ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ ایک غفاری کی جان لینا چاہتے ہو؛ حالانکہ یہ قبیلہ تمہاری تجارت کا گذرگاہ ہے، یہ سن کر سب ہٹ گئے؛ لیکن اسلام کا وہ نشہ نہ تھا جس کا خمار قریش کے غیظ وغضب کی ترشی سے اتر جاتا، دوسرے دن پھر اس حق گو کی زبان پر یہ نعرہ مستانہ تھا۔

در عجا بہائے طور عشق حکمتہا کم است　　　　عشق را با مصلحت اندیشی مجنوں چہ کار

اور پھر وہی مسجد تھی وہی صنادید قریش کا مجمع تھا اور وہی ان کی ستم آرائی تھی۔

(مستدرک حاکم: ۳/۳، و بخاری باب بنیان الکعبہ، مسلم، جلد، فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ)

مسلم فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ میں ان کے اسلام کے بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک یہی مذکورہ بالا روایت، اس روایت کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، دوسری روایت خود ان سے مروی ہے؛ لیکن دونوں روایتوں کے واقعات باہم مختلف ہیں، ان کے زبانی جو روایت منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اپنے وطن سے اپنے بھائی انیس اور امنا کو لے کر اپنے ماموں کے یہاں گئے، کچھ دنوں کے بعد ان سے خفا ہو کر چلے گئے، اتفاق سے ایک مرتبہ انیس کسی ضرورت سے مکہ گئے وہاں سے لوٹ کر ابوذر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے واقعات بیان کیے، آپ کے اوصاف سن کہ وہ خود تحقیقات کے لیے مکہ پہنچے اور ایک شخص سے آپ کا پتہ پوچھا، پوچھتے ہی ہر طرف سے مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بیدم کر دیا، لیکن یہ نہ ہٹے، تیسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے ملاقات ہوئی، وہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور یہ مشرف باسلام ہوئے، ہم نے جو صورت واقعہ نقل کی ہے وہ چونکہ بخاری، مسلم اور مستدرک تینوں میں ہے اس لیے اس کو ترجیح دی۔

مراجعت وطن

کچھ دن مکہ میں قیام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کو ان کے گھر واپس کر دیا، اور فرمایا کہ میں عنقریب یثرب ہجرت کرنے والا ہوں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی قوم میں کار اسلام کی تبلیغ کرو، شاید خدا ان کو فائدہ بخشے اور اس صلہ میں تمہیں بھی اجر ملے، انہوں نے آپ کے حسب ارشاد روانگی کی تیاری شروع کر دی اور وطن کا سفر کرنے کے قبل اپنے بھائی انیس سے ملے، انہوں نے پوچھا کیا کر کے آئے، جواب دیا، اعتراف صداقت کر کے اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا ہوں، یہ سن کر وہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، یہاں سے دونوں تیسرے بھائی امنا کے پاس پہنچے، وہ بھی مشرف باسلام ہوئے، اس کے بعد تینوں وطن پہنچے اور دعوتِ حق میں اپنا وقت صرف کرنے لگے، آدھا قبیلہ تو اسی وقت مسلمان ہو گیا اور آدھا ہجرت کے بعد مسلمان ہوا۔

(صحیح مسلم، فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ، مسند ابن حنبل)

ہجرت ومواخاۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی مدینہ کی تشریف آوری کے بعد بھی عرصہ تک ابوذر رضی اللہ عنہ بنی غفار میں رہے اور بدر، احد، خندق، وغیرہ کے غزوات ہونے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے، اسی بناء پر مواخاۃ میں اختلاف ہے، محمد بن اسحٰق راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ابوذر رضی اللہ عنہ اور منذر بن عمرو کے درمیان مواخاۃ کرائی تھی؛ لیکن واقدی کا قول ہے کہ ابوذر رضی

اللہ عنہ آیت میراث کے نزول کے بعد مدینہ آئے اور اس آیت کے بعد مواخاۃ کا طریقہ باقی نہ رہا تھا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

مدینہ کا قیام

مدینہ کے قیام میں ان کا سارا وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت میں گذرتا تھا اور ان کا محبوب مشغلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت تھی، خود کہتے ہیں کہ میں پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی خدمت کرتا تھا، اس سے فراغت کے بعد پھر آ کر مسجد میں آرام کرتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل)

چونکہ ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، اس لیے مہاجرین زیادہ تر اسی میں مشغول رہتے تھے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت کی تفصیل نہیں ملی، صرف غزوہ تبوک کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لیے نکلے تو بہت سے لوگ بچھڑنے لگے (کیونکہ یہ قحط سالی کا زمانہ تھا) جب کوئی شخص بچھڑتا تو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کو بتاتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص نہیں آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جانے دو، اگر اس کی نیت اچھی ہے تو عنقریب اللہ اس کو تم سے ملا دے گا، ورنہ اللہ نے اس کو تم سے چھڑا کر اس کی طرف سے راحت دیدی، یہاں تک کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام لیا گیا، کہ وہ بھی بچھڑ گئے، واقعہ یہ تھا کہ ان کا اونٹ سست ہو گیا تھا، اس کو پہلے چلانے کی کوشش کی جب نہ چلا تو اس پر سے ساز و سامان اتار کر پیٹھ پر لادا اور پاپیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے عقب سے روانہ ہو گئے اور اگلی منزل پر جا کر مل گئے، ایک شخص نے دور سے آتا دیکھ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ راستہ پر کوئی شخص آ رہا ہے، آپ نے فرمایا، ابوذر رضی اللہ عنہ ہوں گے لوگوں نے بغور دیکھ کر پہچانا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، وہ تنہا چلتے ہیں، تنہا مریں گے اور قیامت کے دن تنہا اٹھیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پیشین گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی، آئندہ واقعات میں اس کی تفصیل آئے گی، اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ قحط کے زمانہ میں بھی جب بہتوں کے ارادے متزلزل ہو گئے پیچھے نہ ہٹے اور اپنا سامان پیٹھ پر لاد کر پا پیادہ میدان جہاد میں پہنچے تو ان غزوات میں جن میں اس قسم کی دشواریاں نہ تھیں، یقیناً شریک ہوئے ہونگے، پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے خدام میں تھے، اس لیے ان لڑائیوں میں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی ہوگی، ان میں ابوذر رضی اللہ عنہ بھی یقیناً ہمرکاب رہے ہوں گے، خصوصاً جب کہ یہ معلوم ہے کہ ان کو جہاد کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا، (تذکرہ الحفاظ) اس لیے یہ ممکن نہیں ہے جب تمام مسلمانوں کی تلواریں اپنے جوہر دکھا رہی ہوں، اس وقت ان کی تلوار نیام میں رہی ہو، فتح مکہ کے بعد جب اسلامی افواج کا مظاہرہ ہو رہا تھا تو سب سے آگے ان ہی کے قبیلہ کا پرچم تھا۔

عہد شیخین

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فطرۃً فقیر منش، زہد پیشہ، تارک الدنیا اور عزلت پسند تھے، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کو " مسیح الاسلام " کا لقب دیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے بعد انہوں نے دنیا سے ہی قطع تعلق کر لیا، لیکن قیام دیار محبوب ہی میں رہا، وفات نبوی سے دل ٹوٹ چکا تھا، اس لیے عہد صدیقی میں کسی چیز میں کوئی حصہ نہیں لیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات نے اور بھی شکستہ خاطر کر دیا، گلشن مدینہ ویرانہ نظر آنے لگا، اس لیے مدینہ چھوڑ کر شام کی غربت اختیار کر لی۔ (استیعاب)

عہد عثمانی

اسلام کی اصل سادگی شیخین کے عہد تک قائم رہی، پھر جب فتوحات کی کثرت کے ساتھ مال و دولت کی فراوانی ہوئی تو قدرۃ سادگی کی جگہ تمدنی تکلفات شروع ہو گئے؛ چنانچہ عہد عثمانی میں ہی امراء میں شاہانہ شان و شوکت کی ابتدا ہو چکی تھی، ان کا اثر عام مسلمانوں پر بھی پڑا اور ان میں عہد نبوت کی سادگی کے بجائے عیش و تنعم کے تکلفات پیدا ہونے لگے، شام میں رومیوں کے اثر نے اس کو اور زیادہ فروغ دیا، دولت و ثروت نے خزانوں کی صورت اختیار کی، جگہ جگہ قصور و ایوان بننے لگے، زرق برق پوشاکیں پہنی جانے لگیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ لوگوں میں وہی عہد نبوت کی سادگی چاہتے تھے اور اپنی طرح سب کے دلوں کو مال و دولت کی محبت سے خالی دیکھنا چاہتے تھے، ان کے متوکلانہ مذہب میں کل کے لیے آج اٹھا رکھنا جائز نہ تھا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مسلمان کو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ دوسروں کو بھوکا اور ننگا دیکھ کر بھی اپنے لیے دولت کا خزانہ جمع کرے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ امرائے شام یہ سمجھتے تھے کہ اللہ نے اہل دولت پر زکوۃ کا جو فرض عائد کیا ہے، اس کو ادا کرنے کے بعد دولت جمع کرنے کا مسلمانوں کو اختیار ہے، اس اختلاف رائے نے بڑھتے بڑھتے نزاع کی صورت اختیار کر لی، حضرت ابوذر نہایت بے باکی کے ساتھ ان امراء پر اعتراض کرتے تھے اور ان کے طمطراق، دولت و حشمت اور ساز و سامان پر نکتہ چینیاں کرتے تھے اور ان کے زائد از ضرورت دولت جمع کر لینے پر ان کو قرآن پاک کی اس آیت کا مورد ٹھہراتے تھے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (التوبۃ)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

اس آیت پاک سے پہلے یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اس آیت کا تعلق بھی ان ہی لوگوں سے ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس کو مسلمانوں اور غیر مسلم، دونوں سے متعلق سمجھتے تھے، دوسرے اختلاف یہ تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اللہ کی راہ میں نہ دینے کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنا کل مال راہِ خدا میں نہیں دیتے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا خیال تھا کہ یہ حکم صرف زکوۃ کے متعلق ہے، بہر حال حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال کے مطابق بڑی سختی سے طعن و تشنیع شروع کر دی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ جذبہ یوں ہی بڑھتا رہا تو عجب نہیں کہ شام میں کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہو، اس لیے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس صورت حال کی اطلاع دی اور کہلا بھیجا کہ ان کو مدینہ بلا لیا جائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ بلا لیا اور ایک دن ان کے سامنے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس شخص کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے جو مال جمع کرتا ہے؛ لیکن اس کی زکوۃ بھی دیتا ہے اس کو اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرتا ہے، کعب رضی اللہ عنہ نے کہا ایسے شخص کے بارہ میں مجھ کو بھلائی کی امید ہے، یہ سن کر ابوذر رضی اللہ عنہ بگڑ گئے اور کعب رضی اللہ عنہ پر ڈنڈا اٹھا کر بولے یہودی عورت کے بچے

تو اس کو کیا سمجھ سکتا ہے، قیامت کے دن ایسے شخص کے قلب تک کو بچھو ڈسیں گے۔

(حلیۃ الاولیاء ابونعیم: ۱۰۷) اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخر میں مجبور ہو کر آپ سے کہا کہ آپ میرے پاس رہیے، دودھ والی اونٹنیاں صبح شام دروازہ پر حاضر کی جائیں گی، لیکن اس بے نیاز نے جواب دیا کہ مجھ کو تمہاری دنیا کی مطلق ضرورت نہیں، یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

ربذہ کا قیام

لیکن اب مدینہ بھی پہلا مدینہ باقی نہیں رہ گیا تھا، لوگ آ آ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تعجب سے دیکھتے تھے، جہاں وہ جاتے ہر جگہ ہجوم ہو جاتا، اس سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوتی، مکہ کے قریب ربذہ نامی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، یا انہوں نے خود ربذہ میں قیام کرنے کی خواہش کی، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

بہر حال اپنی بیوی کو لے کر ربذہ چلے گئے، یہاں کے لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بنو ثعلبہ کے شیخ اور اس کی بیوی نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے نہلایا، عراقیوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے آ کر عرض کیا کہ اس شخص (عثمان رضی اللہ عنہ) نے آپ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ہے، اگر آپ اس کے خلاف علم بلند کریں تو ہم لوگ آپ کی حمایت پر تیار ہیں، آپ نے فرمایا کہ مسلمانو! اس معاملہ میں تم دخل نہ دو، اپنے حاکم کو ذلیل نہ کرو، کیونکہ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی، اگر عثمان رضی اللہ عنہ مجھ کو سولی پر بھی چڑھا دیتے تو مجھ کو عذر نہ ہوتا، اور میں اسی میں اپنی بھلائی سمجھتا، اگر وہ ربذہ کے بجائے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب میں بھیج دیتے تب بھی میں سر تسلیم خم کر دیتا اور اسی میں اپنی اچھائی سمجھتا اور اگر وہ کہیں نہ بھیجتے اور مجھ کو میری قیام گاہ ہی میں لوٹا دیتے تو بھی مجھ کو کوئی عذر نہ ہوتا اور اس میں بھی میں اپنی سعادت سمجھتا۔ (طبقات)

وفات

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حسرت انگیز ہے، ۳۱ھ میں ربذہ کے ویرانہ میں وفات پائی ان کی حرم محترم وفات کے حالات بیان کرتی ہیں کہ جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو میں رونے لگی، پوچھا کیوں روتی ہو، میں نے کہا کہ تم ایک صحرا میں سفر آخرت کر رہے ہو، یہاں میرے اور تمہارے استعمالی کپڑوں کے علاوہ کوئی ایسا کپڑا نہیں ہے جو تمہارے کفن کے کام آئے، فرمایا رونا موقوف کرو، میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مر چکے ہوں وہ آگ سے بچانے کے لیے کافی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کے سامنے جن میں ایک میں بھی تھا، یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص صحرا میں مریگا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی، میرے علاوہ ان میں سب آبادی میں مر چکے ہیں، اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں، اس لیے وہ شخص یقیناً میں ہی ہوں اور میں بحلف کہتا ہوں کہ نہ میں نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے، اس لیے گذرگاہ پر جا کر دیکھو یہ غیبی امداد ضرور آتی ہوگی، میں نے کہا اب تو حجاج بھی واپس جا چکے اور راستہ بند ہو چکا، فرمایا نہیں جا کر دیکھو، چنانچہ میں ایک طرف دوڑ کر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھنے جاتی تھی اور دوسری طرف بھاگ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی، اسی دوڑ دھوپ اور تلاش

وانتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیے، میں نے اشارہ کیا، وہ لوگ نہایت تیزی سے آکر میرے پاس ٹھہر گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے، میں نے کہا ابوذر رضی اللہ عنہ پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ میں نے کہاہاں؟ وہ لوگ فدیۃ بابی وامی کہہ کر ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پہلے ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی پیشین گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن بھر کا کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھ کو کفنانا اور قسم دلائی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنی عہدہ دار بھی ہو، وہ مجھ کو نہ کفنائے، اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے علاوہ ان میں سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور رہ چکا تھا؛ چنانچہ انصاری نے کہا کہ چچا میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہیں، ان ہی میں آپ کو کفناؤں گا، فرمایا ہاں تم ہی کفنانا۔ (مستدرک حاکم، ومسند احمد بن حنبل)

اس وصیت کے بعد وفات پائی، متعدد روایتوں کے باہم ملانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے اور کوفہ سے آرہے تھے، ان ہی کے ساتھ مشہور صحابی عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود بھی تھے، جو عراق جارہے تھے، بہر حال اس انصاری نوجوان نے ان کو کفنایا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، (مستدرک حاکم) اور پھر سبھوں نے مل کر اسی صحرا کے ایک گوشہ میں ان کو پیوند خاک کیا۔

حلیہ

قد دراز، رنگ سیاہی مائل، داڑھی گھنی، سر اور داڑھی دونوں کے بال سفید۔ (طبقات ابن سعد)

ترکہ

فقیروں کے کلبہ احزان میں کیا تھا، صرف تین گدھے، دو مادہ ایک نر، چند بکریاں، کچھ سواریاں، یہ ساری کائنات تھی۔

فضل وکمال

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے حاضر باش تھے، ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتے اور آپ سے استفادہ اور تحصیل علم میں بڑے حریص تھے اور ہر چیز کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے، چنانچہ تمام اصول وفروع، ایمان اوراحسان، رویت باری، اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلمات، لیلۃ القدر وغیرہ ہر چیز حتی کہ نماز میں کنکری چھونے تک کے بارہ میں پوچھا، (حلیۃ الاولیاء ابونعیم) اسی ذوق وشوق اور تلاش وجستجو نے آپ کو علم کا دریا بنادیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ جو علم وعمل کے مجمع البحرین تھے، فرماتے تھے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اتنا علم محفوظ کرلیا ہے کہ لوگ اس کے حاصل کرنے سے عاجز تھے، اور اس تھیلی کو اس طرح سے بند کردیا کہ اس میں کچھ بھی کم نہ ہوا، (استیعاب، تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابوذر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صاحب کمال آپ کو علم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے برابر سمجھتے تھے، (تذکرۃ الحفاظ) جو اپنی وسعت علم کے لحاظ سے جبر الامۃ کہلاتے تھے۔

حدیث

کلام حبیب ہونے کی حیثیت سے قدرۃ آپ کو حدیث سے خاص ذوق تھا، آپ کی مرویات کی تعداد ہے، ان میں متفق

علیہ ہیں اور ۲ میں بخاری اور ۲ میں مسلم منفرد ہیں، (تہذیب الکمال) یہ تعداد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی مرویات کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خاموش، تنہائی پسند اور کم آمیز تھے، اس لیے ان کے علم کی اشاعت نہ ہوسکی، ورنہ صحابہ میں انس بن رضی اللہ عنہ مالک اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے بزرگ ان سے استفادہ کرتے تھے، عام رواۃ میں خالد بن وہبان، زید بن وہب جہنی، خرشہ بن جر جبیر بن احنف بن قیس، عبداللہ بن صامت، زید بن ذبیان، عبداللہ بن شقیق، عمرو بن میمون، عبداللہ بن غنم، قیس بن عباد، مرثد بن مالک بن زبید وغیرہم نے ان سے روایتیں کی ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے تہذیب التہذیب)

افتا میں صداقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ میں جو جماعت صاحب علم وافتا تھی، اس میں ان کا نام نامی بھی تھا، (اعلام الموقعین، جلد، صفحہ) مگر ان کے فتاوے کی تعداد بہت کم ہے، فتویٰ میں وہ کسی کی مطلق رعایت نہ کرتے اور بلاکسی خوف وہراس کے جو سچی بات ہوتی وہ کہہ دیتے تھے، عہد عثمانی میں بعض محصلین صدقہ وصول کرنے میں زیادتی کرتے تھے، ایک شخص نے آکر کہا ان سے فتویٰ پوچھا کہ عثمان کے محصلوں نے صدقہ میں اضافہ کردیا ہے، ایسی حالت میں کیا ہم بقدر زیادتی مال چھپا سکتے ہیں؟ فرمایا نہیں ان سے کہو کہ جو واجبی ہو اس کو لے لیں اور جو ناجائز ہو اس کو واپس کردیں، اگر اس کے بعد بھی وہ زیادہ لیں تو قیامت کے دن وہ زیادتی تمہاری میزان میں کام آئے گی، ان کا یہ فتویٰ ایک قریشی نوجوان کھڑا سن رہا تھا، وہ بولا آپ کیوں فتویٰ دیتے ہیں؟ کیا آپ کو امیر المومنین نے فتویٰ دینے سے منع نہیں کیا ہے؟ فرمایا کیا تم میرے نگہبان ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میری گردن پر تلوار بھی رکھ دو اور مجھ کو یقین ہوجائے کہ گردن کٹنے کے قبل جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے سنا ہے سنا سکوں گا تو یقیناً سنا دوں گا۔

اخلاق وعادات

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان محرمان خاص میں تھے، جن کو بارگاہِ نبوت میں خاص تقرب حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہر فعل و عمل پر خلق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت گہرا پرتو پڑا تھا، صحابہ کرام میں دو قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جنہوں نے دین و دنیا دونوں کو پوری طرح حاصل کیا، دوسرے وہ جنہوں نے دنیا کو ٹھکرا دیا، اور محض آخرت کی نعمتوں پر قناعت کی، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اسی دوسری صنف میں تھے، وہ زہد وورع، حق گوئی وحق پرستی، توکل وقناعت، استغناء وبے نیازی میں تمام صحابہ سے ممتاز تھے، یہ وہ وقت تھا جب قیصر وکسریٰ کے خزانے دارالخلافہ میں لدے چلے آرہے تھے، جگہ جگہ قصر وایوان بن رہے تھے، عیش وتنعم کے سامان ہورہے تھے؛ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی رضوان الٰہی کے اس طالب کو اپنی طرف متوجہ کرنہ سکی، زر وجواہر کے ڈھیر ان کی نگاہ میں خزف ریزوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے، زر نقد کبھی جمع نہیں کیا، ضرورت سے جو فاضل بچتا، اس کو اسی وقت خرچ کردیتے تھے، چار ہزار وظیفہ مقرر تھا، جب وہ ملتا تو خادم کو بلاتے اور ایک سال کے اخراجات کا اندازہ لگا کر چیزیں خرید لیتے، اس سے جتنی رقم فاضل بچتی اس کو لوگوں میں تقسیم کردیتے اور فرماتے کہ جو شخص سونا چاندی تھیلوں میں محفوظ رکھتا ہے، وہ گویا انگارے رکھتا ہے، (طبقات ابن

سعد، مطبوعہ بیروت) یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے دوست نے مجھے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص بھی سونا چاندی تھیلوں میں محفوظ کرتا ہے وہ جب تک اس کو اللہ کی راہ میں نہ خرچ کردے، اس کے لیے آگ کا انگارہ رہے گا، (حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

اس پر نہ صرف خود عامل تھے؛ بلکہ چاہتے تھے کہ دنیا اسی رنگ میں رنگ جائے اور اس عقیدے میں یہاں تک متشدد تھے کہ بڑے لوگوں سے ملنا تک گوارا نہ کرتے، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو بڑے رتبہ کے صحابی اور مرتبہ میں آپ سے کم نہ تھے، جب عراق کی گورنری کے زمانہ میں ان سے ملے تو قدیم تعلقات کی بناء پر ان سے چمٹ گئے، انہوں نے کہا دور رہو، وہ بھائی بھائی کہہ کر لپکتے تھے اور وہ کہہ کر ہٹاتے تھے کہ تم اس عہدہ کے بعد میرے بھائی نہیں رہے، اس کے بعد پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ملے تو پھر محبت کے جذبہ سے مجبور ہو کر بھائی بھائی کہہ دوڑے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا پھر وہی جواب تھا، ابھی دور رہو، اس کے بعد سوالات شروع کیے کہ تم لوگوں کے عامل بنائے گئے ہو، انہوں نے کہا ہاں، پوچھا تم نے بڑی عمارت تو نہیں بنائی، زراعت تو نہیں کرتے، گلے تو نہیں رکھتے، انہوں نے کہا نہیں، بولے ہاں اب تم میرے بھائی ہو۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

ایک مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے تو دیکھا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ گھر بنوا رہے ہیں، یہ دیکھ کر کہا، ابودرداء تم لوگوں کی گردنوں پر پتھر اٹھواتے ہو، ابودرداء نے جواب دیا کہ نہیں، گھر بنوا رہا ہوں، ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی فقرہ دہرایا، حضرت ابودرداء نے کہا برادرم شاید اس سے آپ کو کچھ ناگواری پیدا ہوگئی ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر میں تم کو اس کے بجائے تمہارے گھر کے پاخانہ میں بھی دیکھتا تو اس کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا۔ (حلیۃ الاولیاء، ابونعیم)

سادگی

اس فقیرانہ زندگی کے باعث ان کی زندگی بالکل سادہ تھی اور ان چند چیزوں کے علاوہ جو ایک جاندار کی زندگی کے لیے ناگزیر ہیں، کبھی کوئی ساز و سامان نہیں رکھا، ابی مروان نے ان کو ایک پشمینہ کی چادر باندھے نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا کہ ابوذر کیا اس چادر کے علاوہ تمہارے پاس اور کوئی کپڑا نہیں ہے؟ فرمایا اگر اور کوئی کپڑا ہوتو میرے پاس دیکھتے، انہوں نے کہا کچھ دن ہوئے تمہارے پاس دو کپڑے تھے، فرمایا ہاں، مگر وہ دونوں اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دے دیئے، انہوں نے کہا تم کو خود اس کی حاجت تھی، فرمایا اللہ تم کو معاف کرے، تم دنیا کو بڑھانا چاہتے ہو، تم کو نظر نہیں آتا کہ ایک چادر میں باندھے ہوئے ہوں، دوسری مسجد کے لیے ہے، میرے پاس کچھ بکریاں ہیں جن کا دودھ پیتا ہوں، کچھ خچر ہیں جو باربرداری کے کام آتے ہیں، ایک خادم کھانا پکا کر کھلا دیتا ہے، اس سے زیادہ اور کیا نعمتیں درکار ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

عبداللہ بن خراش کا بیان ہے کہ میں نے ربذہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ سایہ میں ایک صوف کے نمدے پر بیٹھے تھے، ان کی بیوی بڑی سیاہ فام تھیں، ان سے ایک شخص نے کہا کہ آپ کی کوئی اولاد زندہ نہیں رہی، انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس دار الفنا میں اولاد کو لے کر دار البقا میں اس کو ذخیرہ آخرت بنایا، لوگوں نے کہا کہ کاش آپ کوئی دوسری بیوی کر لیتے،

انہوں نے جواب دیا کہ ایسی عورت سے شادی کرنا مجھے زیادہ پسند ہے جو مجھ میں تواضع پیدا کرے، بہ نسبت اس کے کہ جو مجھ میں ترفع پیدا کرے۔ (حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

جعفر بن زبرقان کہتے ہیں کہ مجھ سے غالب بن عبدالرحمٰن بیان کرتے تھے کہ میں ایک شخص سے ملا جو ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھا کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ اگر ابوذر رضی اللہ عنہ کا پورا اثاث البیت جمع کیا جاتا تو بھی اس شخص (ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے) کی چادر کی قیمت کے برابر نہ نکلتا، جعفر نے اس کو مہران بن میمون سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں ان کا کل اثاثہ دو درہم سے زیادہ کا نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

لوگ ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے، مگر وہ اس کو قبول نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ حبیب ابن مسلمہ فہری، والی شام نے ان کی خدمت میں تین سو اشرفیاں بھیجیں کہ وہ ان کو اپنی ضروریات میں صرف کریں، انہوں نے اسی وقت واپس کرادیا اور کہا کہ کیا ان کو میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص اللہ کے معاملہ میں دھوکہ کھانے والا نہیں ملا، ہم کو صرف سر چھپانے کے لیے دودھ پینے کے لیے بکریاں اور خدمت کے لیے ایک لونڈی چاہئے، اس کے ساتھ کچھ ہوگا وہ زاید از ضرورت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

آپ فرماتے تھے کہ لوگ موت کے لیے پیدا ہوتے ہیں، ویران ہونے کے لیے آبادیاں بساتے ہیں، فنا ہونے والی چیزوں کی حرص وطمع کرتے ہیں اور باقی اور پائندہ چیزوں چھوڑ دیتے ہیں، دو ناپسندیدہ چیزیں موت اور فقر میرے لیے کس قدر خوش آئندہ ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

زہد وتقویٰ

ان کی زندگی شروع سے آخر تک سرتاپا زہد وتقویٰ تھی، جس پہلو پر نظر ڈالی جائے زہد وتقویٰ کا عجیب وغریب نمونہ نظر آئے گا، اس فقیرانہ زندگی کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، فرماتے تھے کہ میری امت میں سے ابوذر رضی اللہ عنہ میں عیسیٰ بن مریم جیسا زہد ہے، (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ، بیروت، واستیعاب تذکرہ ابوذر رضی اللہ عنہ) یہی زہد کی زندگی آخر دم تک قائم رہی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے بعد عہد نبوت کے بعد سے لوگوں میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ غفاری شروع سے اخیر تک ایک رنگ پر قائم رہے۔ (اصابہ)

جب عہد رسالت کا مقدس دور ختم ہوا اور لوگ دنیا سے ملوث ہونے لگے تو تنہانشینی اختیار کرلی، عمران بن حطان راوی ہیں کہ میں ایک مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا ابوذر رضی اللہ عنہ تنہائی کیوں اختیار کرلی، فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے، (مستدرک) اسی وجہ سے وہ دنیا سے بہت دور بھاگتے تھے، ابی اسماء رجبی راوی ہیں کہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ربذہ گیا، ان کی بیوی کو سخت خستہ حال دیکھا، فرمانے لگے کہ یہ عورت مجھ سے کہتی ہے کہ عراق جاؤ، اگر میں عراق جاؤں تو عراق والے میرے سامنے دنیا پیش کریں گے اور میرے دوست (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا ہے کہ جہنم کے پل کے سامنے پیر پھسلانے والا راستہ ہے، اور تم لوگوں کو اس پر سے گذرنا ہے، اس لیے بوجھ کی گرانباری سے ہلکا رہنا چاہئے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحہ پیش نظر رکھتے تھے، اور اس سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے، بات بات میں فرماتے تھے کہ: عہد الی خلیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا سمعت خلیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دوست نے مجھ سے یہ وعدہ لیا ہے، یا میں نے اپنے دوست کو یہ کہتے سنا، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے امارت کی خواہش ظاہر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم ناتواں ہو اور امارت ایسا بار امانت ہے کہ اگر اس کے حقوق کی پوری نگہداشت نہ کی جائے تو آخرت میں اس کے لیے رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت) اس فرمان کے بعد پھر انہوں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، ان کی خدمت میں کسی نے دو چادریں پیش کیں، انہوں نے ایک کا ازار بنایا اور ایک چھوٹی کملی اوڑھ لی اور دوسری غلام کو دیدی، گھر سے نکلے تو لوگوں نے کہا اگر آپ دونوں چادریں خود استعمال کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا، فرمایا یہ صحیح ہے؛ لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے سنا ہے کہ جو تم کھاتے پہنتے ہو وہی اپنے غلاموں کو بھی کھلاو پہناو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان سے فرمایا کہ جب تمہارے اوپر ایسے امراء حکمران ہوں گے جو اپنا حصہ زیادہ لیں گے، اس وقت تم کیا کرو گے، عرض کیا تلوار سے کام لوں گا، فرمایا: میں تم کو اس سے بہتر مشورہ دیتا ہوں، ایسے وقت صبر کرنا، یہاں تک کہ مجھ سے مل جاو، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت) اس مشورہ پر انہوں نے اس سختی سے عمل کیا کہ جب وہ زمانہ آیا تو تنہا نشینی اختیار کرلی اور کسی چیز میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

ایک مرتبہ وہ مسجد میں لیٹے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ جب تم اس سے نکالے جاؤ گے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا اپنے گھر چلا جاؤں گا، اگر اس سے بھی نکالے گئے تو کیا طریقہ اختیار کرو گے، عرض کیا تلوار نکالوں گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ فرمایا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ: اللہ تمہاری مغفرت کرے، تلوار نہ نکالنا؛ بلکہ جہاں وہ لے جانا چاہیں چلے جانا، چنانچہ جب ربذہ میں رہنے کا حکم ملا تو اسی فرمان کے مطابق بلا کسی عذر کے چلے گئے اور وہاں حبشی غلام کے پیچھے نماز پڑھی، ہر چند اس نے آپ کو بڑھانا چاہا؛ مگر آپ نے جواب دیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ (مسند ابن حنبل، طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ابوذر رضی اللہ عنہ کو ذات نبوی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو شیفتگی تھی، اس کا اظہار لفظوں میں نہیں ہوسکتا، ایک مرتبہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سے عرض کیا، یارسول اللہ! آدمی کسی ایک جماعت سے محبت کرتا ہے، لیکن اس کے جیسے اعمال کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا: ابوذر رضی اللہ عنہ تم جس شخص سے محبت رکھتے ہو اسی کے ساتھ ہو، عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا تم یقیناً اسی کے ساتھ ہو، جس سے محبت رکھتے ہو۔ (ابوداود)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے بعد جب آپ کا نام زبان پر آجاتا تو آنسوؤں کا دریا امنڈ آتا، احنف بن قیس روایت کرتے ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلسل سجدے کر رہا ہے، جس سے میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا، جب

میں دوبارہ لوٹ کر گیا تو پوچھا کہ آپ بتا سکتے ہیں کہ میں نے جفت نماز پڑھی یا طاق، اس نے کہا اگر میں لاعلم ہوں تو اللہ ضرور جانتا ہے، اس کے بعد کہا کہ میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے، صرف اس قدر زبان سے نکلا تھا کہ رونے لگے، پھر کہا کہ میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے، ابھی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ پھر آنسو امنڈ آئے، آخر میں سنبھل کر کہا؛ کہ میرے دوست ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے، اللہ اس کا ایک درجہ بلند کر کے اس کی بدی کو مٹا کر نیکی لکھتا ہے، میں نے پوچھا آپ کون ہیں، فرمایا ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی، یہ سن کر میں اپنی تقصیر پر بہت نادم ہوا۔ (مسند احمد بن حنبل)

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پذیرائی

حریم نبوت میں ان کی یہ نیاز مندیاں بہت مقبول تھیں، جب یہ مجلس میں موجود ہوتے تو سب سے پہلے ان ہی کو تخاطب کا شرف حاصل ہوتا اور اگر موجود نہ ہوتے تو تلاش ہوتی، جب ملاقات ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مصافحہ فرماتے۔ (اصابہ)

یہ محبت و یگانگت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے اسرار تک ان سے نہ چھپاتے تھے اور یہ رازداری کا پوری طرح فرض ادا کرتے تھے، ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کی بعض باتیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، فرمایا: اگر وہ آپ کا کوئی راز ہوگا تو نہ بتاوں گا۔ (مسند احمد بن حنبل)

یہی یگانگت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کے آخری لمحہ حیات تک قائم رہی؛ چنانچہ مرض الموت میں آپ نے ان کو بلوا بھیجا، یہ جب حاضر خدمت ہوئے، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، لیٹے ہوئے تھے، ابوذر آپ کے اوپر جھک گئے اور محبوبِ عالم نے ہاتھ بڑھا کر چمٹالیا، (مسند احمد بن حنبل، جلد، صفحہ) نہ معلوم یہ نگاہ واپسیں کیا کام کرگئی کہ آخر دم تک دارفتگی کا عالم طاری رہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، جو چیز اپنے لیے پسند فرماتے تھے وہی ابوذر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی پسند فرماتے کہ یہی آئین محبت ہے، ایک مرتبہ انہوں نے امارت کی خواہش کی آپ نے فرمایا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ تم ناتواں ہو اور میں تمہارے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

خلیفہ کی اطاعت

اگرچہ ابوذر رضی اللہ عنہ حق پسند طبیعت رکھتے تھے، پھر بھی اختلاف امت کے خیال سے کسی چیز میں خلیفہ وقت کے حکم سے سرتابی نہ کرتے تھے اوپر گذر چکا ہے کہ ربذہ کے قیام کے زمانہ میں عراقیوں کی خواہش کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر آمادہ نہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر مجھ پر حبشی بھی امیر بنایا جائے تو بھی اس کی اطاعت کروں گا اور اس کو عملاً کر کے دکھایا، چنانچہ جب وہ ربذہ جا کر مقیم ہوئے تو اتفاق سے اس وقت یہاں کا امیر ایک حبشی تھا جب ابوذر رضی اللہ عنہ پہنچے اور نماز کے وقت جماعت کھڑی ہوئی تو وہ ان کے ادب کے خیال سے پیچھے ہٹ گیا، انہوں نے فرمایا تم ہی نماز پڑھاو، تم گو حبشی غلام ہو؛ لیکن مجھ کو حکم ملا ہے کہ خواہ حبشی ہی کیوں نہ ہوتا، اس کی مخالفت نہ کرتے تھے؛ بلکہ خود بھی وہی کرتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حک کو گئے، کسی نے آکر اطلاع دی کہ منی میں عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعتیں نماز پڑھیں، آپ کو بہت ناگوار ہوا اور درشت

الفاظ استعمال کر کے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، یہ سب دو رکعت پڑھتے تھے، اس کے بعد انہوں نے امامت کی مگر خود بھی چار رکعتیں پڑھائی، لوگوں نے کہا آپ نے تو امیر المومنین پر اعتراض کیا؛ لیکن خود بھی چار رکعتیں پڑھائیں فرمایا کہ اختلاف بری چیز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے کہ میرے بعد امراہوں گے، ان کی تذلیل نہ کرنا اور جو شخص ان کی تذلیل کا ارادہ کرے گا، اس نے گویا اسلام کی حبل متین اپنی گردن سے نکال دی اور توبہ کا دروازہ اپنے لیے بند کرلیا، (احمد ابن حنبل)؛ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ امراء خلفاء کی تمام جاوہ بے جا باتوں کو مان لیتے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی لغزشوں پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے؛ بلکہ برا بھلا تک کہتے تھے۔

حق گوئی

اللہ کے معاملہ میں لومۃ لائم کی مطلق پروانہ کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آج میرے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جو اللہ کے معاملہ میں لومۃ لائم کا خوف نہ کرتا ہو، (تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ ابوذر رضی اللہ عنہ) ان کی حق گوئی کی شہادت خود زبان وحی والہام نے دی ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے۔ (ترمذی مناقب ابی ذر رضی اللہ عنہ)

فیاضی و سیر چشمی

اس تحقیر دنیا کا لازمی نتیجہ سیر چشمی اور فیاضی تھا، ان کو سالانہ وظیفہ کافی ملتا تھا؛ لیکن اپنی محدود ضروریات کے علاوہ جس قدر بچتا تھا لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے، اگر کوئی کہتا کہ اس کو رکھ لیجئے، آپ کے اور آپ کے مہمانوں کے کام آئے گا تو فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سونا چاندی جمع کرتا ہے، وہ گویا انگارے جمع کرتا ہے، جب تک اس کو راہِ خدا میں صرف نہ کر دے۔ (مسند احمد بن حنبل)

مہمان نوازی اور حق جوار

آپ کی غذا زیادہ تر بکریوں کا دودھ تھا، لیکن اس میں بھی مہمانوں اور پڑوسیوں کو شریک کرتے تھے، عمیلہ فزاری روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ دودھ دوہ کر پہلے مہمانوں اور پڑوسیوں کو پلاتے تھے، ایک مرتبہ دودھ اور کھجوریں لے کر پڑوسیوں اور مہمانوں کے سامنے پیش کر کے معذرت کرنے لگے کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، اگر ہوتا تو پیش کرتا، چنانچہ جو کچھ تھا سب دوسروں کو کھلا دیا اور خود بھوکے سو رہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

خوش اخلاقی

عموماً زہاد اور متقشفین کے مزاج میں ایک طرح کی خشکی ہوتی ہے؛ لیکن مسیح اسلام کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی، ان کا اخلاق بدویوں تک کو مسحور کر لیتا تھا، ایک بدوی کا بیان ہے کہ میں ابوذر کے ساتھ رہا ہوں، ان کی تمام اخلاقی خوبیاں تعجب انگیز تھیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

وہ جن اخلاقی اصول پر عمل پیرا تھے ان کو خود سناتے تھے کہ میرے دوست نے مجھے سات وصیتیں کی ہیں، مسکین کی محبت اور ان سے ملنا جلنا، اپنے سے کمتر کو دیکھنا اور بلند تر کو نہ دیکھنا، کسی سے سوال نہ کرنا، صلہ رحمی کرنا، حق بولنا، خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہو، اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرنا، لاحول ولاقوۃ کا ورد کثرت سے کرنا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

بَابُ اِسْلَامُ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 97: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

351- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنَّ عُمَرَ لَمُوْثِقِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عُمَرُ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا ارْفَضَّ لِلَّذِيْ صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ

✧✧ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مسجد کوفہ میں یہ بیان کر رہے تھے۔ اللہ کی قسم! مجھے اچھی طرح یاد ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھے باندھا ہوا تھا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اب تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کیا ہے اگر اس کی وجہ سے احد پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہونا چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے۔

حضرت سعید بن زید

حضرت سعید ۲ ء یا ۶ء (ہجرت سے سال قبل) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام زید اور دادا کا عمرو بن نفیل تھا، والدہ کا نام فاطمہ بنت بعجہ تھا جو بنو خزاعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ عدی ان کے نویں جد تھے جن کی نسبت پر انھیں عدوی کہا جاتا ہے۔ دسویں پشت کعب بن لؤی پر سعید کا شجرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرے سے جا ملتا ہے۔ بنو عدی قریش کی ایک شاخ تھے۔ یہ بنو ہاشم اور بنو امیہ جیسا مرتبہ نہ رکھتے تھے لیکن جب ان میں علم وحکمت کا چرچا ہوا تو قریش کے قبائلی تنازعات اور جنگ وجدال میں پیش آنے والے نزاعات نمٹانے کی ذمہ داری (سفارتِ مفاخرت) انھیں سونپی گئی۔ سعید کے چچازاد، عمر بن خطاب بھی اس منصب پر فائز رہے، نفیل دونوں کے دادا تھے۔ سعید کی کنیت ابو اعور (یا ابو ثور) تھی۔

سعید کے والد زید نے دوسری جنگ فجار میں جو عام فیل کے ۰ سال بعد ہوئی اپنے قبیلے بنو عدی کی نمائندگی کی۔ تب رسول اکرم کی عمر مبارک ۰ سال تھی اور آپ بنو ہاشم کے دستے میں شامل تھے۔ زید بتوں کی پوجا سے نفرت کرتے تھے، دینِ صحیح کی تلاش کرتے کرتے شام تک گئے۔ ورقہ بن نوفل بھی ان کے ساتھ تھے جنھوں نے پہلے مذہب یہود اختیار کیا پھر نصرانی بن گئے لیکن زید کو یہود و نصاریٰ کا دین پسند نہ آیا۔ ان کا کہنا تھا، اگر ہم اہل شرک ہیں تو شرک کا ارتکاب کرنے میں یہ بھی کم نہیں۔ زید موصل پہنچے تو ایک راہب نے ان سے کہا، تو دین ابراہیم کی تلاش میں ہے جو اب دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ پوچھا، ان کا دین کیا تھا؟ اس نے بتایا، ابراہیم یکسو تھے، اللہ واحد کی عبادت کرتے، کسی کو اس کا شریک ٹھہراتے نہ بتوں کے نام کا ذبیحہ چکھتے۔ زید نے کہا، میرا دین بھی یہی ہے

حدیث351: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3654' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:5857' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :369

چنانچہ وہ دین حنیف پر پختہ ہو گئے، بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے اور صرف اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا کھاتے۔ سیدنا عمر کے والد خطاب بن نفیل نے ان کی شدید مخالفت کی، ایذائیں پہنچائیں اور قبیلے کے لوگوں کے ساتھ مل کر مکہ سے نکال باہر کیا، وہ جبل حرا پر پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ خطاب زید کے چچا ہونے کے ساتھ ان کے ماں جائے بھائی بھی تھے کیونکہ دونوں کی ماں جیدا پہلے نفیل اور پھر ان کے بیٹے عمرو کے نکاح میں رہی۔ جاہلیت میں ایسی شادی عام تھی، قرآن مجید نے اسے گناہ کی شادی (زواج المقت) کا نام دے کر حرام کر دیا۔ زید نے کئی بچیوں کی جان بھی بچائی جنھیں ان کے والدین زندہ گاڑنے لگے تھے۔ جب بچی ذرا بڑی ہوتی تو زید اسے لے جاتے، اس کا تمام خرچہ اٹھاتے اور اس کے والد سے کہتے، تم کہو گے تو اسے لوٹا دوں گا یا اس کی کفالت کرتا رہوں گا۔ زید آخری دم تک اولاد اسماعیل میں آنے والے نبیء آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی انتظار میں رہے۔ واقدی کا کہنا ہے کہ زید طبعی موت مرے اور جبل حرا کے دامن میں دفن ہوئے جب کہ ہشام بن عروہ کی روایت کے مطابق آنحضور کی بعثت کے وقت وہ شام میں تھے اور آپ کی آمد کی خبر سن کر مکہ آ رہے تھے کہ میفعہ (بلقان) کے لوگوں نے انھیں قتل کر دیا۔ زید نے عامر بن ربیعہ سے کہا تھا، میری وفات کے بعد تم آخری رسول کا زمانہ پاؤ تو انھیں میرا اسلام کہنا۔ جب نبیء امی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور عامر نے اسلام قبول کیا تو آپ کو ان کی یہ وصیت سنائی۔ آپ نے زید کے سلام کا جواب دیا، ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا، میں ان کو جنت میں خوشی سے چلتے پھرتے دیکھ رہا ہوں۔ سعید بن زید اور عمر بن خطاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زید کے لیے دعائے مغفرت کرنے کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، زید روزِ قیامت ایک امتی کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے۔ سعید کی والدہ نے بعثت نبوی کا زمانہ پایا اور اسلام کی طرف سبقت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سعید کے والد نے دعا کی تھی، اے اللہ! اگر تو نے مجھے یہ نعمت (اسلام) پانے کی مہلت نہ دی تو میرے بیٹے سعید کو اس سے محروم نہ رکھنا۔ ان کی تربیت اور دعا ہی کا نتیجہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تو سعید فوراً مسلمان ہو گئے۔ ابھی آپ نے دار ارقم میں دعوت کا کام شروع نہ کیا تھا، اندازہ ہے کہ انھوں نے ء (نبوی) میں اسلام قبول کیا جب ان کی عمر سال سےبھی کم تھی۔ ابن ہشام کہتے ہیں، سعید پہلے آٹھ سابقون الاولون (علی، زید بن حارثہ، ابوبکر، عثمان، زبیر، عبدالرحمان، سعد اور طلحہ) کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابوعبیدہ، ابوسلمہ، ارقم، عثمان بن مظعون، عبیدہ بن حارث، فاطمہ بنت خطاب، اسما بنت ابوبکر، عائشہ بنت ابوبکر، خباب، عمیر بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن ربیعہ، سلیط بن عمرو، حاطب بن عمرو، عیاش بن ابو ربیعہ، اسما بنت سلامہ، خنیس بن حذافہ، عامر بن ربیعہ، عنز بن وائل، عبداللہ بن جحش، ابواحمد بن جحش، جعفر بن ابوطالب، اسما بنت عمیس، حاطب بن حارث، فکیہہ بنت یسار، معمر بن حارث، سائب بن عثمان، نُعیم بن عبداللہ (نحّام)، عامر بن فہیرہ، خالد بن سعید، ابو حذیفہ، واقد بن عبداللہ، عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان کے مشرف باسلام ہونے کا زمانہ بھی وہی ہے۔ پہلے پچاس مسلمانوں کی فہرست میں سعید کا نمبر اٹھائیسواں اور ان کی اہلیہ فاطمہ کا ستائیسواں ہے۔ سعید کے ایمان لانے کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں البتہ حضرت عمر کے قبول اسلام کے تذکرے میں ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں سعید کا بیاہ عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب سے

ہو چکا تھا۔ دونوں میاں بیوی مسلمان ہوئے تو اپنا ایمان عمر سے چھپائے رکھا جو اس وقت اسلام سے دور، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ خباب بن ارت فاطمہ کے گھر جاتے اور انھیں قرآن مجید سکھاتے۔ پہلی ہجرت حبشہ کے بعد کا واقعہ ہے، ایک دن عمر کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا کے دامن میں واقع دار ارقم میں ہیں اور کچھ صحابہ آپ کے پاس جمع ہیں تو وہ تلوار لے کر نکلے۔ راستے میں نُعیم بن عبداللہ (نحام) ملے۔ انھوں نے پوچھا، کدھر کا ارادہ ہے؟ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہا ہوں جنھوں نے قریش کے خداؤں کو برا بھلا کہا اور ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ نُعیم نے کہا، اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا تو بنو عبد مناف تجھے جیتا نہ چھوڑیں گے۔ تو اپنے اہل خانہ کے پاس جا کر انھیں کیوں نہیں سدھارتا؟ پوچھا، کون سے اہل خانہ؟ نُعیم نے کہا، تمہارے بہنوئی اور چچیرے سعید اور تمہاری بہن فاطمہ، واللہ! وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ عمر اسی وقت بہن کے گھر کی طرف بھاگے جہاں دونوں میاں بیوی خباب سے قرآن حکیم کا سبق لے رہے تھے، آہٹ پا کر انھوں نے خباب کو چھپا دیا۔ دروازہ کھلا تو عمر نے پوچھا، یہ کچھ پڑھنے کی آواز آ رہی تھی، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہو گئے ہو۔ پھر سعید کو پکڑ لیا اور پیٹنے لگے، بہن فاطمہ نے چھڑانا چاہا تو ان کا سر بھی پھاڑ دیا۔ فاطمہ بولیں، عمر! ہم اللہ و رسول پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، تمہارا جو جی چاہتا ہے کر لو۔ عمر نے اپنی بہن کو خون آلود دیکھا تو پشیمان ہو گئے اور کہا، وہ اوراق مجھے بھی دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات کا پڑھنا تھا کہ عمر کی دنیا بدل گئی اور وہ فوراً اسلام لانے پر آمادہ ہو گئے۔ اتنے میں خباب سامنے آئے اور انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔

نبوت کے تیسرے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا، فاصدع بما تؤمر، تو جو حکم وحی آپ کو ملا ہے، کھلے بندوں کہہ دیں۔ (سورۂ حجر) تب صحابہ گھروں سے باہر نکل کر پہاڑوں کی اوٹ میں نماز پڑھنے لگے۔ ایک بار سعد بن ابی وقاص، عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود، خباب بن ارت اور سعید بن زید مل کر ایک گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ مشرکوں کا ایک ٹولا آ دھمکا جس میں ابوسفیان اور اخنس بن شریق بھی تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کو برا بھلا کہا، گالی گلوچ کی، ان کو مار پیٹ کرنے لگے تھے کہ سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھا کر ایک مشرک (عبداللہ بن خطل) کو دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ یہ شرک و اسلام کی کشمکش میں نکلنے والا پہلا خون تھا۔

سعید حبشہ کو ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں شامل نہ تھے۔ جب ہجرت مدینہ کا موقع آیا تو وہ عمر بن خطاب، زید بن خطاب، عبداللہ بن سراقہ، خنیس بن حذافہ، واقد بن عبداللہ اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ مل کر مدینہ گئے۔ ان کا قیام ابولبابہ (بشیر بن عبدالمنذر) کے بھائی رفاعہ بن عبدالمنذر کے گھر ہوا جو بنو عمرو بن عوف (قبا) میں رہتے تھے۔ ابن سعد کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید اور رافع بن ملک زرقی کے درمیان مواخات قائم فرمائی جو انصار کے ابتدائی مسلمان اور بیعت عقبہ کے بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے جب کہ ابن ہشام کا کہنا ہے، ابی بن کعب سعید کے انصاری بھائی بنے۔

۲ھ میں ابوسفیان کی قیادت میں قریش کا ایک قافلہ تجارت کی غرض سے شام گیا، اسے مدینہ سے گزر کر مکہ واپس جانا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید کو قافلے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ دونوں مدینہ سے

نکل کر شام کے راستے پر واقع مقام حورا پہنچے اور قافلے کا انتظار کرنے لگے۔ اسی اثنا میں آپ کو قافلے کی آمد کی اطلاع مل گئی اس لیے آپ جان نثار صحابہ کی مختصر فوج لے کر مدینہ سے نکل پڑے۔ قافلے نے تعاقب سے بچنے کے لیے مسلسل دن رات سفر شروع کر دیا اور ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے مکہ واپس پہنچ گیا۔ ادھر طلحہ اور سعید جنھیں آپ کی روانگی کا علم نہ تھا، آپ کو اطلاع کرنے کے لیے مدینہ لوٹے۔ عین اس وقت بدر کے میدان میں معرکۂ فرقان برپا تھا جس میں قریش کے بہترین افراد پر مشتمل لشکر نے نئی اسلامی فوج کے ہاتھوں بری طرح شکست کھائی۔ دونوں اصحاب مدینہ سے پھر نکلے، تربان کے مقام پر ان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ بدر سے واپس آ رہے تھے۔ طلحہ اور سعید اپنی اس مہم کی وجہ سے جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انھیں سونپی گئی تھی اس لیے آپ نے انھیں مال غنیمت میں سے اسی طرح پورا حصہ عطا فرمایا جیسے اس جنگ میں شریک اصحاب کو ملا تھا۔ سات اصحاب اور بھی تھے جنھیں آپ نے جنگ بدر میں حاضر نہ ہونے کے باوجود حصۂ غنیمت عطا فرمایا، عثمان بن عفان جنھیں آپ نے ان کی اہلیہ اور اپنی دختر رقیہ کی تیمارداری کے لیے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تھا، ابولبابہ جن کو آپ نے مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر کیا تھا، عاصم بن عدی جنھیں آپ نے اپنی غیر موجودگی میں عالیہ (حجاز، مدینہ کا بالائی علاقہ) کا نگران مقرر فرمایا، حارث بن حاطب جن کو آپ نے مدینہ سے ۸ میل باہر نکل کر روحا کے مقام سے کسی ضروری کام کے لیے بنو عمرو بن عوف (اوس کا ذیلی قبیلہ جو قبا اور صُفینہ میں مقیم تھا) واپس بھیج دیا، حارث بن صمہ جو روحا پہنچ کر بیمار پڑے، خوات بن جبیر جو بدر میں علیل ہوئے، ابوضیاح بن ثابت جن کی ٹانگ پتھر لگنے سے زخمی ہو گئی، آپ نے ان تینوں کو لوٹا دیا۔

سعید جنگ احد، جنگ خندق اور تمام معرکوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ وہ صلح حدیبیہ میں بھی موجود تھے۔

سعید کاتبین وحی میں سے تھے، جب رسول اکرم پر قرآن کی نئی آیت نازل ہوتی تو آپ کے حکم سے تحریر کر لیتے۔

سعید کی بہن عاتکہ بنت زید حضرت ابوبکر کے صاحب زادے عبداللہ کے نکاح میں تھیں۔ وہ جنگ طائف میں ایک تیر لگنے کے کچھ عرصہ بعد وفات پا گئے تو وہ عمر کی زوجیت میں آ گئیں۔

سعید بن زید سے پوچھا گیا، حضرت ابوبکر کی بیعت خلافت کب ہوئی؟ انھوں نے جواب دیا، اسی روز جس دن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات ہوئی۔ صحابہ نے پسند نہ کیا کہ وہ دن کا کچھ حصہ بھی نظم اجتماعی کے بغیر گزاریں۔ پھر سوال کیا گیا، کیا کسی نے ان کی مخالفت کی؟ تو انھوں نے کہا، نہیں! سوائے اس کے جو مرتد ہونا چاہتا تھا۔ سعید سے پوچھا گیا، کیا کوئی مہاجر ان کی بیعت کرنے میں پیچھے رہا تو انھوں نے جواب دیا، نہیں۔ خلیفۂ اول ابوبکر صدیق نے اپنے مرض الموت میں حضرت عمر کو جانشین نامزد کرنے سے پہلے عبدالرحمان بن عوف، عثمان، سعید بن زید اور اسید بن حضیر سے مشورہ کیا۔

طبری اور ابن کثیر کے مطابق جنگ یرموک ھ میں ہوئی۔ تب خالد بن ولید افواج کے کمانڈر ان چیف تھے، انھوں نے قلب کے کمانڈر ابوعبیدہ کو فوجیوں کی نگرانی کے لیے لشکر کے آخر میں بھیج دیا اور ان کی جگہ سعید بن زید کو متعین کیا۔ اسی جنگ کے دوران میں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر کی وفات کی خبر آئی اور خلیفۂ دوم حضرت عمر کا حکم موصول ہوا کہ خالد بن ولید کو معزول کر کے ابوعبیدہ کو

شام میں موجود اسلامی فوج کا امیر الامرا مقرر کر دیا گیا ہے۔ ابن اسحاق اور ابن عساکر کا کہنا ہے کہ یرموک کی جنگ رجب ھ (تا اگست ء) کو ابوعبیدہ بن جراح کی کمان میں لڑی گئی۔ ان کی بیان کردہ روایات میں سعید بن زید کی شمولیت کا تذکرہ نہیں ملتا تاہم شبلی نعمانی نے الفاروق میں اس جنگ کے جو تفصیلی حالات بیان کیے ہیں، ان میں سعید کی شرکت بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ فرماتے ہیں، عین اس وقت جب ادھر میمنہ میں بازار قتال گرم تھا (رومی جرنیل) ابن قناطیر نے میسرہ پر حملہ کیا۔ بدقسمتی سے اس حصے میں اکثر لخم و غسان کے قبیلہ کے آدمی تھے جو شام کے اطراف میں بود و باش رکھتے تھے، ایک مدت سے روم کے باج گزار رہتے آئے تھے۔ رومیوں کا جو رعب دلوں میں سمایا ہوا تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پہلے ہی حملے میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور اگر افسروں نے بھی بے ہمتی کی ہوتی تو لڑائی کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ رومی بھاگتوں کا پیچھا کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتیں یہ حالت دیکھ کر بے اختیار نکل پڑیں اور ان کی پامردی نے عیسائیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ فوج اگرچہ ابتر ہو گئی تھی لیکن افسروں میں سے قباث بن اشیم، سعید بن زید، یزید بن ابی سفیان، عمرو بن العاص، شرحبیل بن حسنہ داد شجاعت دے رہے تھے۔ قباث کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے جاتے تھے مگر ان کے تیور پر بل نہ آتا تھا۔ ابوالاعور گھوڑے سے کود پڑے اور اپنے رکاب کی فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ صبر و استقلال دنیا میں عزت ہے اور عقبیٰ میں رحمت، دیکھنا یہ دولت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ سعید بن زید غصہ میں گھٹنے ٹیکے ہوئے کھڑے تھے۔ رومی ان کی طرف بڑھے تو شیر کی طرح جھپٹے اور مقدمہ کے افسر کو مار گرا دیا۔ لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے بلکہ غلبہ کا پلہ رومیوں کی طرف تھا۔ دفعۃً قیس بن ہبیرہ جن کو خالد نے فوج کا ایک حصہ دے کر میسرہ کی پشت پر متعین کر دیا تھا، عقب سے نکلے اور اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج سنبھل نہ سکی۔ تمام صفیں ابتر ہو گئیں اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں، ساتھ ہی سعید بن زید نے قلب سے نکل کر حملہ کیا۔ رومی دور تک ہٹتے چلے گئے یہاں تک کہ میدان کے سرے پر جو نالہ تھا اس کے کنارے تک آ گئے۔ تھوڑی دیر میں ان کی لاشوں نے وہ نالہ بھر دیا اور میدان خالی ہو گیا۔ کوشش کے باوجود ہمیں الفاروق کے اس اقتباس کا ماخذ معلوم نہیں ہو سکا۔

جنگ اجنادین میں سعید نے گھڑ سوار فوج کی قیادت کی۔ وہ صفوں کے درمیان پھرتے ہوئے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ خالد بن ولید کا ارادہ تھا کہ ظہر کی نماز کے بعد جنگ کی ابتدا کی جائے لیکن رومیوں نے پہل کر کے مسلمان فوجیوں کو شہید کرنا شروع کیا تو سعید نے پکار کر جنگ جلد شروع کرنے کی استدعا کی۔ تب خالد نے رومیوں پر حملہ کرنے کا اذن دے دیا۔ رجب، ھ میں دمشق فتح ہوا، سعید بن زید نے شہر کے محاصرے اور اس کی فتح میں پر جوش شرکت کی۔ جب ابوعبیدہ ایلیا (بیت المقدس) کی مہم پر گئے تو سعید کو دمشق کا قائم مقام گورنر مقرر کیا۔ کچھ وقت گزرا تھا کہ انھوں نے ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ میں ایسا ایثار نہیں کر سکتا جس کے نتیجے میں جہاد سے محروم ہو جاؤں۔ ان کے اصرار پر یزید بن ابوسفیان کو دمشق کا گورنر بنایا گیا اور وہ واپس میدان جنگ پہنچ گئے۔

۱۸ھ میں خلیفۂ ثانی عمر دوسری بار شام کے سفر پر گئے تو سعید ان کے ساتھ تھے، سرغ تک پہنچے تھے کہ طاعون کی وبا پھوٹنے کی خبر ملی۔ سیدنا عمر نے صحابہ سے سفر جاری رکھنے کے بارے میں مشورہ کیا اور عبدالرحمان بن عوف کی رائے پر لوٹ آئے۔

سعید مسجد میں بڑے اہتمام سے حاضر ہوتے۔ عہد فاروقی کا واقعہ ہے، عبداللہ بن عباس حج کے موقع پر منیٰ میں تھے کہ انھیں

معلوم ہوا، امیر المومنین مدینہ جا کر کچھ اہم موضوعات پر خطاب کریں گے۔ مدینہ واپسی پر پہلا جمعہ آیا تو انھوں نے جلدی جلدی مسجد نبوی کا رخ کیا لیکن دیکھا کہ سعید بن زید ان سے بھی سبقت لے گئے ہیں اور منبر کے پائے سے لگے بیٹھے ہیں۔

ھ میں خلیفۂ دوم حضرت عمر پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ہوش میں آنے پر وہ عبداللہ بن عباس کا سہارا لے کر بیٹھے اور کہا، دیکھو! میں نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا۔ سعید بن زید اور عبداللہ بن عمر پاس تھے، سعید نے کہا، اگر آپ مسلمانوں میں سے کسی کو نامزد کر دیتے تو لوگ مطمئن ہو جاتے۔ عمر نے کہا، لوگوں کو طمع نے گھیر رکھا ہے۔ اگر ابو حذیفہ کے آزاد کردہ سالم یا ابو عبیدہ بن جراح، دونوں میں سے کوئی زندہ ہوتا تو اسے خلیفہ مقرر کر کے میں مطمئن ہو جاتا لیکن اب چاہوں گا کہ ان اصحاب رسول میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیا جائے جن سے آپ اپنی وفات تک راضی رہے۔ پھر عشرۂ مبشرہ میں سے چھ صحابیوں عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبدالرحمان اور سعد پر مشتمل شوریٰ تشکیل دے دی لیکن ساتویں زندہ صحابی سعید بن زید کو شامل نہ کیا کیونکہ وہ ان کے بہنوئی اور چچازاد تھے اور ان کی بہن عاتکہ عمر کے عقد میں تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ ان حوالوں سے انہیں ترجیح نہ مل جائے۔ اس وقت سعید کو اختیار و اقتدار سے دور رکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ باقی عمر میں بھی کسی منصب پر فائز نہ ہوئے۔ حضرت عمر کی شہادت پر سعید بن زید بہت روئے اور کہا، عمر کی موت نے (قلعۂ) اسلام میں وہ شگاف ڈال دیا ہے جو قیامت تک پر نہ ہو سکے گا۔

اپنے عہد خلافت میں سیدنا عثمان ہر سال حج پر جاتے رہے ماسوائے آخری سال کے جب مدینہ میں جاری دنگا اور فساد کی وجہ سے ان کے لیے نکلنا ممکن نہ ہوا۔ اس مبارک سفر میں وہ خلیفۂ ثانی کی طرح ازواج مطہرات کو بھی ساتھ لے کر گئے۔ کاروان حج چلتا تو سب سے آگے سعید بن زید ہوتے جب کہ عبدالرحمان بن عوف قطار کے آخر میں رہتے۔

آخرِ عہد عثمانی میں بلوائی مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے شہر کے قریب وادء ذوخشب میں جمع ہوئے تو حضرت عثمان کی درخوست پر حضرت علی ان سے بات کرنے گئے۔ ۰ کبار صحابہ ان کے ساتھ تھے جن میں سعید بن زید بھی تھے۔ باقی اہم اصحاب محمد بن مسلمہ، ابوجہم عدوی، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام، مروان بن حکم، سعید بن عاص، عبدالرحمان بن عتاب، ابواُسید ساعدی، ابوحُمید ساعدی، زید بن ثابت، حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور نیار بن مکرم تھے۔ بات علی اور محمد بن مسلمہ نے کی جس کے نتیجہ میں باغی اس وقت واپس ہو گئے لیکن جب مروان نے حضرت عثمان سے اجازت لیے بغیر مہر خلافت لگا کر ان کی طرف سے خط لکھ کر مصر روانہ کیا تو انھوں نے اسے پکڑ لیا اور مدینہ لوٹ آئے۔ انھوں نے حضرت علی سے پھر رابطہ کیا اور اس مسئلے پر عثمان سے بات کرنے کو کہا۔ انھوں نے ہامی بھر لی لیکن جب یہی بات سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید سے کی تو انھوں نے جواب دیا، ہم تمہارے معاملے میں نہ آئیں گے۔ سیدنا عثمان منبر پر بیٹھے تو عمرو بن عاص اور چند اور لوگوں نے اظہار توبہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے قبلہ رو ہو کر توبہ و استغفار کی تو حاضرین پر رقت طاری ہو گئی، ان میں سے کچھ رونے بھی لگے۔ اس موقع پر سعید بن زید اٹھ کر حضرت عثمان کی طرف بڑھے اور کہا، امیر المومنین! جو لوگ آپ کے ساتھ نہیں، آئندہ بھی ساتھ نہ دیں گے۔ آپ اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے ارادوں کی تکمیل کریں۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد کوفہ کی جامع مسجد میں گفتگو کرتے ہوئے سعید بن زید نے مسلمانوں کو شرم دلائی کہ عمر اسلام لانے سے پہلے مجھے اور اپنی بہن (یعنی میری اہلیہ) کو اسلام سے روکنے کے لیے (محض) رسی سے باندھ دیا کرتے تھے

لیکن تم لوگوں نے مسلمان ہو کر سیدنا عثمان کے ساتھ اتنی زیادتیاں کی ہیں کہ احد پہاڑ اگر پھٹ پڑے تو بجا ہوگا۔

سعید نے جنگ جمل میں حضرت علی کا ساتھ دیا۔ انھوں نے کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صحابہ بھی کسی خیر کے کام کے لیے جمع ہوتے تو علی ضرور ان میں سے ایک ہوتے۔ سعید بن زید روایت کرتے ہیں، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے آئندہ آنے والے ایک فتنے کا ذکر کیا اور اس کی ہولناکی کے بارے میں تنبیہ فرمائی۔ ہم نے پوچھا، یارسول اللہ! اگر اس فتنے نے ہمیں آن لیا تو کیا نیست و نابود کر دے گا؟ آپ نے فرمایا، (تم میں سے کچھ کا) قتل ہونا کافی ہو جائے گا۔ سعید کہتے ہیں، میں نے اپنے بھائیوں (عثمان، طلحہ، زبیر، علی) کو قتل ہوتے دیکھا۔ ابوذر، سعد بن ابی وقاص اور سلمہ بن اکوع کی طرح سعید بن زید بھی ایک زمانہ میں لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ حضرت علی کے عہد خلافت میں جب فتنہ عروج پر تھا، وہ مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے آتے نہ نماز حالانکہ انھیں اس مسجد میں نماز ادا کرنے کی فضیلت کا خوب علم تھا۔

عہد اموی شروع ہوا تو حضرت معاویہ نے گورنر مدینہ مروان کو خط لکھا کہ وہ لوگوں سے یزید کی بیعت لے تو اس نے جواب دیا، میں سعید بن زید کے آنے کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ سید اہل مدینہ ہیں، انھوں نے بیعت کر لی تو عوام ان کی پیروی کریں گے۔ سعید نے بیعت نہ کی تو مروان نے اصرار نہ کیا۔

سعید بن زید ان دس صحابہ (عشرۂ مبشرہ) میں سے ایک تھے جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ سنن ابوداؤد میں آپ کی یہ بشارت خود سعید کی زبانی روایت ہوئی ہے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں گورنر مغیرہ بن شعبہ اہل کوفہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سعید بن زید آئے تو مغیرہ نے انھیں اپنے پاس بٹھا لیا۔ اسی اثنا میں ایک کوفی قیس بن علقمہ آیا اور گالی گلوچ کرنے لگا۔ سعید نے مغیرہ سے پوچھا، یہ کسے گالیاں دے رہا ہے؟ انھوں نے بتایا، علی بن ابوطالب کو۔ سعید غصے میں آ گئے اور تین بار او مغیر بن شعیب! کہہ کر کہا، تم سنتے نہیں! رسول اکرم کے صحابہ کو تمہارے سامنے گالی دی جا رہی ہے اور تم روکتے ٹوکتے نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، ابوبکر جنت میں جائیں گے، عمر جنت میں جائیں گے، عثمان جنت میں جائیں گے، علی جنت میں جائیں گے، طلحہ جنت میں جائیں گے، زبیر جنت میں جائیں گے، عبدالرحمان جنت میں جائیں گے، سعد جنت میں جائیں گے اور ایک نواں مومن جنت میں جائے گا۔ اگر میں چاہتا تو اس کا نام بھی لے لیتا۔ مسجد میں موجود حاضرین پکارے، نواں کون ہے؟ سعید نے کہا، وہ میں ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی ہونے میں ہرگز کوئی شبہ نہیں لیکن اس روایت میں دسویں جنتی کے طور پر آپ کا نام لیا گیا ہے اور ابوعبیدہ بن جراح کا نام نہیں آیا البتہ ترمذی کی روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی بجائے ابوعبیدہ کا ذکر ہے۔ ایک روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو منبر پر تشریف فرما ہو کر عشرۂ مبشرہ سے راضی ہونے کا اعلان کیا۔

سعید بن زید فرماتے ہیں، میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں جائیں گے۔ اگر دسویں کا بھی بتا دوں تو گناہ نہ ہوگا۔ پوچھا گیا، ان کی تفصیل کیا ہے؟ تو انھوں نے بتایا، (ایک بار) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے (کہ وہ لرزا)۔ آپ نے فرمایا، حرا! تھم جا۔ تم پر نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ کوئی نہیں۔ سعید سے پوچھا گیا، اس ارشاد میں کن

ہستیوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمان۔ پھر ان سے دریافت کیا گیا، دسویں صاحب کون تھے تو انھوں نے کہا، میں (سعید)۔ بخاری میں اسی طرح کا واقعہ جبل احد کے بارے میں بیان ہوا ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں محض ابوبکر، عمر اور عثمان کا ذکر ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں، قوی احتمال ہے کہ یہ واقعہ ایک سے زیادہ دفعہ رونما ہوا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمان اور سعید میدان جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے رہتے تھے اور نماز میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے۔

سعید سے مروی احادیث کی تعداد ہے۔ حدیثیں بخاری و مسلم دونوں میں (متفق علیہ) ہیں جب کہ ایک حدیث ایسی ہے جو صرف بخاری میں ہے۔ سعید نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جب کہ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، عبداللہ بن عمر، عمرو بن حریث، ابوطفیل عامر، حُمید بن عبدالرحمان، طلحہ بن عبداللہ، ریاح بن حارث، عبداللہ مازنی، زر بن حبیش، ابوعثمان نہدی، سعید بن میسب، عباس بن سہل، عروہ بن زبیر، قیس بن ابوحازم، عبدالرحمان بن عمرو، عبدالرحمان بن اخنس، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، محمد بن زید، ابن سیرین، ابوالخیر مرثد، نوفل بن مساحق، ہشام بن سعید (بیٹا)، ہلال بن یساف، یزید بن حارث اور ابوبکر بن سلیمان۔ ان سے روایت کردہ چند احادیث رسول۔۔ جو اپنے مال کے پاس (اس کی حفاظت کرتا ہوا) قتل ہوا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا، شہید ہے، جو شخص اپنی جان بچاتے ہوا مارا گیا، شہید ہے، جو شخص اپنے اہل خانہ کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہوا، شہید ہے۔ جس نے کسی کا حق مار کر ایک بالشت زمین بھی لے لی، روز قیامت اللہ تعالیٰ اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔ یعنی اسے اتنا گہرا دھنسا دیا جائے گا کہ یہ زمینیں اس کا طوق بن جائیں گی۔

حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں جب سعید عقیق میں رہتے تھے، ان کی پڑوسن اروی بنت اویس نے گورنر مدینہ مروان بن حکم کی عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ انھوں نے اس کی زمین کا ایک حصہ غصب کر لیا ہے۔ الزام غلط تھا لیکن سعید نے وہ حصہ اروی کے حوالے کر دیا اور اسے بددعا دی جو بعینہٖ پوری ہوئی۔ بخاری میں اس واقعہ کے متعلق جو روایت ہے، اس میں بددعا دینے کا ذکر نہیں۔

سعید بن زید کا قد لمبا اور بال گھنے تھے۔ ان کا رنگ گندمی تھا۔ ان کی انگوٹھی میں قرآن کی آیت نقش تھی۔

آخری عمر میں سعید مدینہ کی قریبی آبادی عقیق میں مقیم تھے۔ یہ چشموں سے سیراب ہونے والی سرسبز وادی تھی جہاں کھجوروں کی بہتات تھی۔ وہیں ھ (ء، دوسرا قول: ھ) میں ان کی وفات ہوئی، عمر ستر برس سے اوپر تھی۔ انھیں معدے کا مرض لاحق ہوا۔ بخاری کی روایت ہے، سعید بن زید جو بدری تھے، جمعہ کے دن مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ دن چڑھ چکا تھا اور نماز کا وقت قریب تھا لیکن عبداللہ بن عمر نے جمعہ چھوڑا اور سواری پر بیٹھ کر ان کے پاس (عقیق) چلے گئے۔ سعد بن ابی وقاص بھی پہنچے، انھوں ہی نے میت کو غسل دیا، ابن عمر نے خوشبو لگائی۔ سعید کا جنازہ کندھوں پر رکھ کر مدینہ لایا گیا۔ سعد اپنے گھر پہنچے تو اندر جا کر غسل کیا اور کہا، میں سعید کو غسل دینے کی وجہ سے نہیں بلکہ گرمی کی شدت سے نہایا ہوں۔ سعید کو مدینہ میں دفن کیا گیا، نماز جنازہ عبداللہ بن عمر نے پڑھائی۔ بنوعدی، قریش کے متعدد افراد اور سعید کے تمام بیٹوں نے شرکت کی۔ سعد بن ابی وقاص اور ابن عمر قبر میں اترے۔

ہیثم بن عدی کی شاذ روایت کے مطابق سعید کوفہ میں حضرت عثمان سے ملنے والی جاگیر میں مقیم تھے، وہیں حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں ان کی وفات ہوئی اور ان کا جنازہ گورنر مغیرہ بن شعبہ نے پڑھایا۔ سعید کے بعد ان کے بیٹے اسود نے اس جاگیر میں سکونت اختیار کی۔

سعید بن زید نے اپنی زندگی میں نکاح کیے۔ بیویوں اور امہات اولاد سے ہونے والی ان کی اولاد کا شمار: لڑکے اور لڑکیاں کیا گیا ہے۔ فاطمہ (ام جمیل، رملہ) بنت خطاب سے عبدالرحمان (اکبر) پیدا ہوئے۔ جلیسہ بنت سوید سے زید، عبداللہ (اکبر) اور عاتکہ نے جنم لیا۔ بنوغسان کی امامہ بنت دجیج سے عبدالرحمان (اصغر)، عمر (اصغر)، ام موسیٰ اور ام حسن کی پیدائش ہوئی۔ حزمہ بنت قیس سے سب سے زیادہ اولاد ہوئی۔ ان سے محمد، ابراہیم (اصغر)، عبداللہ (اصغر)، ام حبیب (کبریٰ)، ام حسن (صغریٰ)، ام زید (کبریٰ)، ام سلمہ، ام حبیب (صغریٰ)، ام سعید (کبریٰ) اور ام زید پیدا ہوئے۔ بنوتغلب کی ام اسود سے عمرو (اصغر) اور اسود نے جنم لیا۔ بنوکلب کی ضخ بنت اصبغ سے عمرو (اکبر)، طلحہ اور زجلہ کی پیدائش ہوئی۔ بنوتغلب کی بنت قربہ سے ابراہیم (اکبر) اور حفصہ پیدا ہوئے۔ ام بشیر بنت ابومسعود انصاری نے ام زید (صغریٰ) کو جنم دیا۔ ام ولد ام خالد سے خالد، ام خالد اور ام نعمان نے جنم لیا۔ ایک اور ام ولد سے عائشہ، زینب، ام عبدالحولا اور ام صالح پیدا ہوئے۔

السیرۃ النبویہ (ابن ہشام)، الطبقات الکبری (ابن سعد)، الجامع المسند الصحیح (بخاری، شرکۃ دار الارقم)، المسند الصحیح المختصر من السنن (مسلم، شرکۃ دار الارقم)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، تاریخ دمشق الکبیر (ابن عساکر)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، تاریخ الاس عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا زِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ہم غالب رہے ہیں۔

بَابُ اِسْلَامُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 98: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

352- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ اَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا زِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ہم غالب رہے ہیں۔

353- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ فَاَخْبَرَنِي جَدِّي

حدیث352: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3481' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6880' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:4490' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:12884' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:8821' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :368

حدیث353: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3652' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11929' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :373

زَيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا اِذْ جَائَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلِ السَّهْمِيُّ اَبُوْ عَمْرٍو عَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرَةٍ وَّقَمِيْصٌ مَّكْفُوْفٌ بِحَرِيْرٍ وَّهُوَ مِنْ بَنِيْ سَهْمٍ وَّهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ لَهُ مَا بَالُكَ قَالَ زَعَمَ قَوْمُكَ اَنَّهُمْ سَيَقْتُلُوْنِيْ اِنْ اَسْلَمْتُ قَالَ لَا سَبِيْلَ اِلَيْكَ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا اَمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِيْ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُوْنَ فَقَالُوْا نُرِيْدُ هٰذَا ابْنَ الْخَطَّابِ الَّذِيْ صَبَا قَالَ لَا سَبِيْلَ اِلَيْهِ فَكَرَّ النَّاسُ

✧✧ زید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' وہ اپنے گھر میں خوفزدہ موجود تھے' اسی دوران عاص بن وائل سہمی آیا اس کی کنیت ابوعمرو تھی۔ اس نے یمنی دھاری دار کپڑا پہن رکھا تھا جس کے کناروں پر ریشم لگا ہوا تھا وہ بنوسہم سے تعلق رکھتا تھا جو زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا معاملہ ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تمہاری قوم یہ کہتی ہے' وہ مجھے قتل کردے گی اگر میں نے اسلام قبول کرلیا، وہ بولا: وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ پھر عاص باہر نکلا وہ لوگوں سے ملا پوری جگہ بھر چکی تھی اس نے دریافت کیا: تم کہاں جانا چاہتے ہو لوگوں نے بتایا: ہم ابن خطاب کے پاس جانا چاہتے ہیں جو بے دین ہو چکا ہے، اس نے کہا: تم اس تک نہیں پہنچ سکتے تو لوگ بکھر گئے۔

354 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُهُ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عِنْدَ دَارِهِ وَقَالُوْا صَبَا عُمَرُ وَاَنَا غُلَامٌ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِيْ فَجَآءَ رَجُلٌ عَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْ دِيْبَاجٍ فَقَالَ قَدْ صَبَا عُمَرُ فَمَا ذَاكَ فَاَنَا لَهُ جَارٌ قَالَ فَرَاَيْتُ النَّاسَ تَصَدَّعُوْا عَنْهُ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو لوگ ان کے گھر کے باہر جمع ہو گئے اور بولے: عمر بے دین ہو گیا ہے میں ان دنوں بچہ تھا اور گھر کی چھت پر چڑھا ہوا تھا ایک شخص آیا اس نے ریشمی قبا پہن رکھی تھی وہ بولا: عمر بے دین ہو گیا ہے تو کیا ہوا میں اسے پناہ دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے دیکھا کہ لوگ اس کی بات سن کر ادھر ادھر چلے گئے میں نے بعد میں دریافت کیا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ عاص بن وائل ہے۔

355 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ اَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَظُنُّهُ كَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ اِذْ مَرَّ بِهِ رَجُلٌ جَمِيْلٌ فَقَالَ لَقَدْ اَخْطَاَ ظَنِّيْ اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ عَلَيَّ الرَّجُلَ فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهِ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ قَالَ فَاِنِّيْ اَعْزِمُ عَلَيْكَ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِيْ قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا اَعْجَبُ مَا جَائَتْكَ بِهِ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا يَوْمًا فِي السُّوْقِ جَائَتْنِيْ اَعْرِفُ فِيْهَا الْفَزَعَ فَقَالَتْ اَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَاِبْلَاسَهَا وَيَاْسَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْكَاسِهَا وَلُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَاسِهَا قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ عِنْدَ اٰلِهَتِهِمْ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهُ فَصَرَخَ بِهِ صَارِخٌ لَّمْ اَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ اَشَدَّ صَوْتًا مِّنْهُ يَقُوْلُ يَا جَلِيْحُ اَمْرٌ

حدیث355: اخرجه الحاكم في "المستدرك" رقم الحديث:4503

نَجِيحٌ رَجُلٌ فَصِيحٌ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَوَثَبَ الْقَوْمُ قُلْتُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَعْلَمَ مَا وَرَآءَ هٰذَا ثُمَّ نَادٰى يَا جَلِيْحُ اَمْرٌ نَجِيحٌ رَجُلٌ فَصِيحٌ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا اَنْ قِيلَ هٰذَا نَبِيٌّ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی کسی چیز کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے خیال میں یہ ایسا ہے تو وہ ویسا ہی ہوتا تھا جیسا وہ سمجھتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک خوبصورت آدمی گزرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو یہ شخص یا تو زمانہ جاہلیت کے دین پر ہے یا پھر یہ شخص کاہن ہوا کرتا تھا، اس شخص کو میرے پاس لاؤ اس شخص کو بلایا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ بات کہی تو وہ بولا: میں نے نہیں دیکھا کہ آج کی طرح کسی مسلمان شخص کا اس طرح استقبال کیا گیا ہو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم مجھے صحیح بات بتاؤ، وہ بولا: میں زمانہ جاہلیت میں جنّ کا کاہن تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: تمہارے جنّ نے جو تمہیں سب سے حیران کن بات بتائی وہ کیا ہے وہ بولا: ایک دن میں بازار میں موجود تھا وہ جنّ میرے پاس آیا میں نے اسے پریشان دیکھا اس نے بتایا: کیا تم نے غور کیا' جنّ کس طرح عاجز اور بے بس ہو گئے ہیں اور ان کے سر جھک گئے ہیں اور وہ مایوس ہو چکے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اس نے سچ کہا ہے ایک مرتبہ میں ان کے خداؤں کے پاس لیٹا ہوا تھا ایک شخص ایک بچھڑا لے کر آیا اس نے اسے ذبح کیا تو ایک شخص نے بلند آواز میں کہا: میں نے اتنی بلند آواز کبھی کسی کی نہیں سنی، وہ بولا: اے دشمن! اب کام ٹھیک ہو جائے گا پھر ایک شخص فصیح زبان میں یہ کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے لوگ اچھل کر دوڑ پڑے، میں نے کہا: میں اس وقت تک یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ اس کے پرے کون ہے؟ پھر اس شخص نے بلند آواز سے کہا: اے دشمن! کامیابی کا معاملہ ہے ایک فصیح شخص یہ کہہ رہا تھا۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے میں کھڑا ہوا اور کچھ ہی دیر کے بعد یہ بتایا گیا کہ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

356- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُوْلُ لِلْقَوْمِ لَوْ رَاَيْتُنِي مُوْثِقِي عُمَرُ عَلَى الْاِسْلَامِ اَنَا وَاُخْتُهُ وَمَا اَسْلَمَ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا انْقَضَّ لِمَا صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوقًا اَنْ يَنْقَضَّ

✧✧ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے یہ فرمایا: مجھے اچھی طرح یاد ہے' مجھے اسلام قبول کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باندھ دیا تھا مجھے بھی اور اپنی بہن کو بھی (جو میری اہلیہ تھیں) اس وقت تک انہوں نے خود اسلام قبول نہیں کیا تھا اب تم نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہے اس پر "احد" پہاڑ بھی ٹکڑے ہونا چاہے تو اسے ٹکڑے ہونے کا حق ہوگا۔

حضرت عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ

تخطيط لاسم عمر بن الخطّاب مسبوق بلقبه الفاروق وملحوق بدعاء الرضا عنه

ابو حفص، الفاروق، امير المؤمنين، فاروق اعظم

ولادت	مابین عامی 586ء و590ء تقریباً، سنہ 40ق ھ
مکہ، تہامہ، شبہ جزیرہ عرب، وفات	7 نومبر 644ء، بمطابق 26 ذوالحجہ 23ھ

مدینہ منورہ، حجاز، شبہ جزیرہ عرب، المقام الرئیسی مسجد نبوی، اِلی جانب النبی محمد وابوبکر الصدیق، مدینہ منورہ

نسب والد: الخطاب بن نفیل بن عبد العزی

والدہ: حنتمہ بنت ہشام بن المغیرہ

اشقاوہ: زید بن الخطاب، فاطمہ بنت الخطاب

ازواج: قریبہ بنت ابی امیہ، وام کلثوم ملیکہ بنت جرول، زینب بنت مظعون، جمیلہ بنت ثابت، عاتکہ بنت زید، ام حکیم بنت الحارث، ام کلثوم بنت علی بن ابی طالبسانچہ: اللہ امش

ذریت: عبید اللہ، زید الاکبر، زید الاصغر، عبد اللہ، حفصہ، عبد الرحمٰن الاکبر، ابوشحمہ عبد الرحمٰن الاوسط، عبد الرحمٰن الاصغر، عاصم، عیاض، فاطمہ، رقیہ۔

عمر بن خطاب (عربی: ابوحفص عمر بن خطاب عدوی قریشی) ملقب بہ فاروق (پیدائش: 586ء تا 590ء کے درمیان مکہ میں۔ وفات: 7 نومبر 644ء مدینہ میں) ابوبکر صدیق کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ راشد، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر اور تاریخ اسلام کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک ہیں۔(1) عمر بن خطاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان کا شمار علماء وزاہدین صحابہ میں ہوتا تھا۔ ابوبکر صدیق کی وفات کے بعد 23 اگست سنہ 634ء مطابق 22 جمادی الثانی سنہ 13ھ کو مسند خلافت سنبھالی۔(2) عمر بن خطاب ایک باعظمت، انصاف پسند اور عادل حکمران مشہور ہیں، ان کی عدالت میں مسلم وغیر مسلم دونوں کو یکساں انصاف ملا کرتا تھا، عمر بن خطاب کا یہ عدل وانصاف انتہائی مشہور ہوا اور ان کے لقب فاروق کی دیگر وجوہ تسمیہ میں ایک وجہ یہ بھی بنی۔

عمر بن خطاب ہجری تقویم کے بانی ہیں، ان کے دور خلافت میں عراق، مصر، لیبیا، سرزمین شام، ایران، خراسان، مشرقی اناطولیہ، جنوبی آرمینیا اور سجستان فتح ہو کر مملکت اسلامی میں شامل ہوئے اور اس کا رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار اور تیس (2251030) مربع میل پر پھیل گیا۔ عمر بن خطاب ہی کے دور خلافت میں پہلی مرتبہ یروشلم فتح ہوا، اس طرح ساسانی سلطنت کا مکمل رقبہ اور بازنطینی سلطنت کا تقریباً تہائی حصہ اسلامی سلطنت کے زیر نگین آ گیا۔

عمر بن خطاب نے جس مہارت، شجاعت اور عسکری صلاحیت سے ساسانی سلطنت کی مکمل شہنشاہیت کو دو سال سے بھی کم عرصہ میں زیر کرلیا، نیز اپنی سلطنت وحدود سلطنت کا انتظام، رعایا کی جملہ ضروریات کی نگہداشت اور دیگر امور سلطنت کو جس خوش اسلوبی اور مہارت وذمہ داری کے ساتھ نبھایا وہ ان کی عبقریت کی دلیل ہے۔

نام ونسب

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزّٰی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوئی بن فہر بن مالک۔

آپ کا لقب فاروق، کنیت ابوحفص، لقب وکنیت دونوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ ہیں۔ آپ کا نسب نویں پشت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نویں پشت میں کعب کے دو بیٹے ہیں مرہ اور عدی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرہ کی اولاد میں سے ہیں، جبکہ حضرت عدی کی اولاد میں سے ہیں۔

ابتدائی زندگی

آپ مکہ میں پیدا ہوئے اوران چندلوگوں میں سے تھے جو لکھ پڑھ سکتے تھے۔علم انساب، سپہ گری، پہلوانی اور مقرری میں آپ طاق تھے۔

عمر اور ان کے باپ اوران کے دادا تینوں انساب کے بہت بڑے ماہر تھے۔

آپ عکاظ کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو حضرت عمر نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت مخالفت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے حضرت عمر نے اسلام قبول کرلیا۔اس لیے آپ کو مراد رسول بھی کہا جاتا ہے۔

ہجرت

ہجرت کے موقعے پر کفار مکہ کے شر سے بچنے کے لیے سب نے خاموشی سے ہجرت کی مگر آپ کی غیرت ایمانی نے چھپ کر ہجرت کرنا گوارہ نہیں کیا. آپ نے تلوار ہاتھ میں لی کعبہ کا طواف کیا اور کفار کے مجمع کو مخاطب کر کے کہا" تم میں سے اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی بیوی بیوہ ہو جائے اس کے بچے یتیم ہو جائیں تو وہ مکہ سے باہر آ کر میرا راستہ روک کر دیکھ لے" مگر کسی کافر کی ہمت نہ پڑی کہ آپ کا راستہ روک سکتا۔مواخات مدینہ میں قبیلہ بنو سالم کے سردار عتبان بن مالک کو آپ کا بھائی قرار دیا گیا۔

غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت

حضرت عمر(ر) مندرجہ ذیل غزوات وواقعات میں شریک رہے۔

غزوۂ بدر غزوہ احد غزوہ خندق بیعت الرضوان اور صلح حدیبیہ غزوہ خیبر فتح مکہ غزوہ حنین

غزوہ تبوک حجۃ الوداع

واقعات

وہ ایک حاکم تھے۔وہ ایک مرتبہ وہ مسجد میں منبر رسول پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ ایک غریب شخص کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے عمر ہم تیرا خطبہ اس وقت تک نہیں سنیں گے جب تک یہ نہ بتاؤ گے کہ یہ جو تم نے کپڑا پہنا ہوا ہے وہ زیادہ ہے جبکہ بیت المال سے جو کپڑا ملا تھا وہ اس سے بہت کم تھا۔تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجمع میں میرا بیٹا عبداللہ موجود ہے، عبداللہ بن عمر کھڑے ہو گئے۔عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بیٹا بتاؤ کہ تیرا باپ یہ کپڑا کہاں سے لایا ہے ورنہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں قیامت تک اس منبر پر نہیں چڑھوں گا۔حضرت عبداللہ نے بتایا کہ بابا کو جو کپڑا ملا تھا وہ بہت ہی کم تھا اس سے ان کا پورا کپڑا نہیں بن سکتا تھا۔اوران کے پاس جو پہننے کے لباس تھا وہ بہت خستہ حال ہو چکا تھا۔اس لئے میں نے اپنا کپڑا اپنے والد کو دے دیا۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن حضرت امیر المؤمنین کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کنیز گزری۔بعض کہنے

لگے یہ باندی حضرت کی ہے۔ آپ (حضرت عمر) نے فرمایا کہ امیر المؤمنین کو کیا حق ہے وہ خدا کے مال میں سے باندی رکھے۔ میرے لیے صرف دو جوڑے کپڑے ایک گرمی کا اور دوسرا جاڑے کا اور اوسط درجے کا کھانا بیت المال سے لینا جائز ہے۔ باقی میری وہی حیثیت ہے جو ایک عام مسلمان کی ہے۔ جب آپ کسی بزرگ کو عامل بنا کر بھیجتے تھے تو یہ شرائط سنا دیتے تھے:

گھوڑے پر کبھی مت سوار ہونا۔ عمدہ کھانا نہ کھانا۔ باریک کپڑا نہ پہننا۔ حاجت مندوں کی دادرسی کرنا۔ اگر اس کے خلاف ہوتا تو سزائیں دیتے۔

حضرت عمر حضرت علی سے بھی دیگر صحابہ کی طرح مشورہ کرتے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر کی شہادت کے بعد جب حضرت علی آئے تو فرمایا میں اس کے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ سے ملوں۔

شہادت

ایک غلام ابولولو فیروز نے آپ کو فجر کی نماز میں مسجد نبوی میں خنجر سے حملہ کیا اور تین جگہ وار کیے۔ آپ ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے بعد اتفاق رائے سے حضرت عثمان کو امیر المومنین منتخب کیا گیا۔

فضائل

اے عمر! شیطان تم کو دیکھتے ہی راستہ کاٹ جاتا ہے۔

جبرائیل ومیکائیل میرے دو آسمانی وزیر ہیں جب کہ ابوبکر وعمر میرے دو زمینی وزیر ہیں۔

میری امت میں اللہ کے دین کے معاملے میں سب سے سخت عمر ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں مقام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب دونوں میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو غلبہ وعزت عطا فرما، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگلے دن علی الصبح حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (ترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر، 5/ 618، الحدیث رقم: 3683، واحمد بن حنبل فی فضائل الصحابۃ، 1/ 249، الحدیث رقم: 311، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9/ 61، الحاکم فی المستدرک علی الصحیحین، 3/ 89، الحدیث رقم: 4484، والطبرانی فی المعجم الکبیر، 2/ 97، الحدیث رقم: 1428)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تحقیق اہلِ آسمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر خوشی منائی ہے (اور مبارکبادیاں دی ہیں)۔ (ابن ماجۃ فی السنن، 1/ 38، فی المقدمۃ، باب فضل عمر، الحدیث رقم: 103، وابن حبان فی الصحیح، 15/ 307، الحدیث رقم: 6883، والطبرانی فی المعجم الکبیر، 11/ 80، الحدیث رقم: 11109، والہیثمی فی موارد الظمآن، 1/ 535، الحدیث رقم: 2182، الحاکم فی المستدرک علی الصحیحین، 3/ 90، الحدیث رقم: 4491، والمناوی فی فیض القدیر، 5/ 299)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! تو ابوجہل یا

عمر بن خطاب دونوں میں سے اپنے ایک پسندیدہ بندے کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اللہ کو محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے (جن کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور آپ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (ترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر، 5/617، الحدیث رقم: 3681، واحمد بن حنبل فی المسند، 2/95، الحدیث رقم: 5696، وابن حبان فی الصحیح، 15/305، الحدیث رقم: 6881، والحاکم فی المستدرک، 3/574، الحدیث رقم: 6129، والبزار فی المسند، 6/57، الحدیث رقم: 2119، وعبد بن حمید فی المسند، 1/245، الحدیث رقم: 759)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا آج کے دن ہماری قوم دو حصوں میں بٹ گئی ہے (اور آدھی رہ گئی ہے)۔ (حاکم فی المستدرک علی الصحیحین، 3/91، الحدیث رقم: 4494، والطبرانی فی المعجم الکبیر، 11/255، الحدیث رقم: 11659، واحمد بن حنبل فی فضائل الصحابۃ، 1/248، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9/62)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام (ہمارے لئے) ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ پس جب وہ اسلام لائے تو آپ نے مشرکینِ مکہ کا سامنا کیا یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا تب ہم نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ (طبرانی فی المعجم الکبیر، 9/165، الحدیث رقم: 8820، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9/62.)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینے پر تین دفعہ اپنا دست اقدس مارا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما رہے تھے۔ اے اللہ! عمر کے سینے میں جو غل (سابقہ عداوت کا اثر) ہے اس کو نکال دے اور اس کی جگہ ایمان ڈال دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (حاکم فی المستدرک علی الصحیحین، 3/91، الحدیث رقم: 4492، والطبرانی فی المعجم الاوسط، 2/20، الحدیث رقم: 1096، والطبرانی فی المعجم الکبیر، 12/305، الحدیث رقم: 13191، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9/65)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہوں نے کہا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ چغل خور کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لائے اور کہا تحقیق میں اسلام لے آیا ہوں پس تو کسی کو اس بارے نہ بتانا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص اپنا تہہ بند جس کا ایک کنارا اس کے کندھے پر تھا گھسیٹتے ہوئے باہر نکلا اور کہنے لگا آگاہ ہو جاؤ! عمر اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں تو جھوٹ بولتا ہے میں اسلام لے آیا ہوں۔ اسی اثنا میں قریش کا ایک گروہ آپ کی طرف بڑھا اور آپ سے قتال کرنے لگا، آپ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ آپ گر گئے اور کفار مکہ آپ رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ اتنے میں ایک آدمی آیا جس نے قمیض پہن رکھی تھی اور کہنے لگا تمہارا اس آدمی کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اختیار کی ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ عدی بن کعب کے بیٹے تمہیں اپنے صاحب کے معاملہ میں ایسے ہی چھوڑ دیں گے۔ سو لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا وہ آدمی کون تھا

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ۔

(البزار فی المسند، 1/260، الحدیث رقم:156، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 9/65.)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ 63)) برس تھی، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا تو ان کی عمر بھی تریسٹھ 63)) برس تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا تو ان کی عمر مبارک بھی تریسٹھ 63)) برس تھی۔

(مسلم فی الصحیح، کتاب الفضائل، باب کم سن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 4/1825، الحدیث رقم:2348)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو وہ تکلیف محسوس کرنے لگے پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: گویا وہ انہیں تسلی دے رہے تھے۔ اے امیر المومنین! یہ بات تو ہوگئی بے شک آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور آپ نے ان کا اچھا ساتھ دیا۔ پھر وہ آپ سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور اچھی طرح ان کا ساتھ دیا پھر وہ آپ سے جدا ہوئے تو وہ بھی آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہے اور اچھی طرح ان کا ساتھ دیا اور آپ ان سے جدا ہوں گے تو ضرور اس حال میں جدا ہوں گے کہ وہ لوگ آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ جو آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور ان کی رضا کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ کا احسان تھا جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ پھر آپ نے جو ابوبکر کی صحبت اور ان کے راضی ہونے کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ کا احسان تھا جو اس نے مجھ پر کیا اور جو تم نے میری گھبراہٹ کا ذکر کیا تو وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس زمین کے برابر بھی سونا ہوتا تو عذاب الٰہی سے پہلے اسے عذاب کے بدلے میں فدیۃً دے دیتا۔ (بخاری فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب عمر بن الخطاب، 3/1350، الحدیث رقم:3489)

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ (بخاری فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب عمر بن الخطاب، 3/1351، الحدیث رقم: 3491، وفی کتاب الاستئذان، باب المصافحۃ، 5/2311، الحدیث رقم:5909، وابن حبان فی الصحیح، 16/355، الحدیث رقم:7356، والبیہقی فی شعب الایمان، 2/132، الحدیث رقم:1382)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہوگئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور جنازہ اٹھائے جانے سے بھی پہلے ان پر صلوٰۃ (یعنی دعا) پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور کہا (اے عمر!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو۔ بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ کر دے گا، کیونکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہ کثرت یہ سنتا تھا، میں اور ابوبکر و عمر آئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر نکلے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو

(اسی طرح) آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا۔ (بخاری فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب عمر بن الخطاب، 3/ 1348، الحدیث رقم: 3482، ومسلم فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عمر، 4/ 1858، الحدیث رقم: 2389، وأحمد بن حنبل فی المسند، 1/ 112، الحدیث رقم: 898، والحاکم فی المستدرک علی الصحیحین، 3/ 71، الحدیث رقم: 4427)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اس کی بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے اس سے بکری چھین لی۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ تم اس دن کیا کرو گے، جس دن صرف درندے رہ جائیں گے اور میرے علاوہ کوئی چرواہا نہ ہوگا؟ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ابوبکر اور عمر اس واقعہ کو صحیح مانتے ہیں۔ ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات فرمائی اس وقت یہ دونوں حضرات مجلس میں بھی موجود نہیں تھے۔ (ترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر، 5/ 623، الحدیث رقم: 3695، وأحمد بن حنبل فی المسند، 2/ 382، الحدیث رقم: 8950، وحمیدی فی المسند، 2/ 454، الحدیث رقم: 1054)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی صحابی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ وہ صحابی عرض گزار ہوا! میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: تمہیں آخرت میں اسی کی معیت اور سنگت نصیب ہوگی جس سے تم محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی خبر نے اتنا خوش نہیں کیا جتنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان نے کیا کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور ابوبکر و عمر سے بھی لہٰذا امیدوار ہوں کہ ان کی محبت کے باعث ان حضرات کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔ (بخاری فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ باب مناقب عمر بن الخطاب، 3/ 1349، الحدیث رقم: 3485، ومسلم فی الصحیح، کتاب البر والصلۃ والأدب، باب المرء مع من أحب، 4/ 2032، الحدیث رقم: 2639، وأحمد بن حنبل فی المسند، 3/ 227، الحدیث رقم: 13395، وأبویعلیٰ فی المسند، 6/ 180، الحدیث رقم: 3465، وعبد بن حمید فی المسند، 1/ 397، الحدیث رقم: 1339، والمنذری فی الترغیب و الترہیب، 4/ 14، 15، الحدیث رقم: 4594)

حضرت سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک چرواہا اپنے ریوڑ کے ساتھ تھا کہ بھیڑیئے نے اس کے ریوڑ پر حملہ کر دیا اور ایک بکری پکڑ لی، چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بکری چھڑوالی۔ بھیڑیئے نے اس کی جانب متوجہ ہو کر کہا: بتاؤ چیر پھاڑ کے دن کون ان کی حفاظت کرے گا جب میرے سوا کوئی ان کا چرواہا نہیں ہوگا۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا اور کہا سبحان اللہ (کہ بھیڑیا انسانوں کی طرح بول رہا ہے)۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس واقعہ کی صحت پر یقین رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی اس پر یقین رکھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما وہاں موجود ہی نہ تھے۔ (بخاری فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب عمر بن الخطاب، 3/ 1349، حدیث رقم: 3487، وفی کتاب فضائل الصحابۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، 3

/ 1339، الحدیث رقم: 3463، ومسلم فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبی بکر، 4 / 1857، الحدیث رقم: 2388، والنسائی فی السنن الکبریٰ، 5 / 38، الحدیث رقم: 8114، والبخاری فی الأدب المفرد، 1 / 310، الحدیث رقم: 902.)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر اہل آسمان سے اور دو وزیر اہل زمین سے ہوتے ہیں۔ پس اہل آسمان میں سے میرے دو وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں اور اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔ (ترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب ابوبکر وعمر، 5 / 616، الحدیث رقم: 3680، والحاکم فی المستدرک، 2 / 290، الحدیث رقم: 3047، وابن الجعد فی المسند، 1 / 298، الحدیث رقم: 2026، والدیلمی فی الفردوس بمأثور الخطاب، 4 / 382، الحدیث رقم: 7111.)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے میرے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا اور ہمیں نہیں بھولنا۔

(ترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 / 559، الحدیث رقم: 3562، وابن ماجہ فی السنن، 2 / 966، الحدیث رقم: 2894، والبیہقی فی شعب الإیمان، 6 / 502، الحدیث رقم: 9059)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف لاتے جس میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود ہوتے تو اس مجلس صحابہ میں سے ابوبکر و عمر کے علاوہ کوئی ایک شخص بھی آنکھ اٹھا کر چہرۂ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دیکھتے اور مسکراتے تھے۔

(الترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب أبوبکر وعمر، 5 / 612، الحدیث رقم: 3668، والطبری فی الریاض النظرة، 1 / 338)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ اگر تم نے یہ کہا ہے تو میں نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمر سے بہتر کسی آدمی پر ابھی تک سورج طلوع نہیں ہوا۔

(ترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر، 5 / 618، الحدیث رقم: 3684، والحاکم فی المستدرک، 3: 96، الحدیث رقم: 4508)

حضرت اسود بن سریع سے روایت ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد و ثنا اور آپ کی مدحت و نعت بیان کی ہے۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے جو اپنے رب کی حمد و ثنا کی ہے مجھے بھی سناؤ۔ راوی کہتے ہیں میں نے (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے) پڑھنا شروع کیا پھر ایک دراز قامت آدمی آیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیان کرو، بیان کرو۔ راوی کہتے ہیں اس آدمی نے تھوڑی دیر کلام کیا پھر باہر چلا گیا۔ میں نے دوبارہ کلام پڑھنا شروع کیا تو وہ آدمی دوبارہ آ گیا اور اجازت طلب کی۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیان کرو، بیان کرو! اس آدمی نے اس طرح دو دفعہ یا تین دفعہ کیا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آدمی کون ہے جس کے لئے آپ نے مجھے چپ

کرایا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ عمر بن الخطاب ہے اور یہ وہ آدمی ہے جو باطل کو پسند نہیں کرتا۔
(أحمد بن حنبل فی المسند، 3/435، والبخاری فی الأدب المفرد، 1/125، الحدیث رقم: 342، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 8/118)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سفید قمیص زیب تن کئے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا: (اے عمر) تمہارا یہ قمیص نیا ہے یا پرانا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ پرانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اللہ کرے) تم ہمیشہ نیا لباس پہنو اور پر سکون زندگی بسر کرو اور تمہیں شہادت کی موت نصیب ہو۔ ابن ماجہ فی السنن، کتاب اللباس، باب مایقول الرجل إذا لبس ثوبا جدیدا، 2/1178، الحدیث رقم: 3558، وأحمد بن حنبل فی المسند، 2/88، الحدیث رقم: 5620، والطبرانی فی المعجم الکبیر، 12/283، الحدیث رقم: 13127، وأبویعلی فی المسند، 9/402، الحدیث رقم: 5545۔

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ جو شخص حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص کرتا ہے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہو۔ ترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر، 5/618، الحدیث رقم: 3685

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بڑھ کر محبوب نہیں ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب آپ مجھے میری جان سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا ہے أحمد بن حنبل فی المسند، 4/336، والحاکم فی المستدرک، 3/516، الحدیث رقم: 5922، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 1/102، الحدیث رقم: 317، والبزار فی المسند، 8/384

بَابُ انْشِقَاقُ الْقَمَرِ

باب 99: چاند کا شق ہونا

357- حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا

حدیث357: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3438' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2802' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث: 3286' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 13327' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 3761' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 11554' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 3187' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1184

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اہل مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا' آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند دکھایا جو دو ٹکڑے ہو گیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے ''غارِ حرا'' کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

358- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًی فَقَالَ اشْهَدُوْا وَذَهَبَتْ فِرْقَةٌ نَحْوَ الْجَبَلِ وَقَالَ اَبُو الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ انْشَقَّ بِمَكَّةَ وَتَابَعَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ پھر ایک گروہ پہاڑ کی طرف گیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' مکہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

359- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلٰی زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

360- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

معجزہ شق القمر اور جدید سائنسی تحقیق کا بیان

ایک ٹی وی انٹرویو میں مصر کے ماہر ارضیات ڈاکٹر زغلول النجار سے میزبان نے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا: ترجمہ:۔ قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔۔ (القمر، 3-1)

(ڈاکٹر زغلول النجار یونیورسٹی جدہ میں ماہر ارضیات کے پروفیسر ہیں۔ قرآن مجید میں سائنسی حقائق کمیٹی کے سربراہ ہیں۔ اور مصر کی سپریم کونسل آف اسلامی امور کی کمیٹی کے بھی سربراہ ہیں)۔ انہوں نے میزبان سے کہا کہ اس آیت کریمہ کی وضاحت کے لیے میرے پاس ایک واقعہ موجود ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ میں برطانیہ کے مغرب میں

حدیث360: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:3439' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:2803' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحديث:3287' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:4360' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6497' اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث:3758' اخرجه النسائی فی " سننه الكبرٰی" رقم الحديث:11553' اخرجه ابويعلی فی "مسنده" رقم الحديث:2929

واقع کارڈف یونیورسٹی میں ایک لیکچر دے رہا تھا۔ جس کو سننے کے لیے مسلم اور غیر مسلم طلباء کی کثیر تعداد موجود تھی۔ قرآن میں بیان کردہ سائنسی حقائق پر جامع انداز میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نومسلم نوجوان کھڑا ہوا اور مجھے اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ سر کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور فرمایا ہے، کیا یہ قرآن میں بیان کردہ ایک سائنسی حقیقت نہیں ہے۔ ڈاکٹر زغلول النجار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ نہیں! کیونکہ سائنس کی دریافت کردہ حیران کن اشیاء یا واقعات کی تشریح سائنس کے ذریعے کی جا سکتی ہے مگر معجزہ ایک مافوق الفطرت شے ہے، جس کو ہم سائنسی اصولوں سے ثابت نہیں کر سکتے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ایک معجزہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت محمدی کی سچائی کے لیے بطور دلیل دکھایا۔ حقیقی معجزات ان لوگوں کے لیے قطعی طور پر سچائی کی دلیل ہوتے ہیں جو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہم اس کو اس لیے معجزہ تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

اگر یہ ذکر قرآن وحدیث میں موجود نہ ہوتا تو ہم اس زمانے کے لوگ اس کو معجزہ تسلیم نہ کرتے۔ علاوہ ازیں ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر انہوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ احادیث کے مطابق ہجرت سے 5 سال قبل قریش کے کچھ لوگ حضور کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے سچے نبی ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ حضور نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے ناممکن کام کا خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس چاند کے دو ٹکڑے کر دو۔ چنانچہ حضور نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو اس کے درمیان دیکھا یعنی اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک ٹکڑا اس طرف ہو گیا۔ ابن مسعودی فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو، یاد رکھنا اور گواہ رہنا۔ کفار مکہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ ابن ابی کبشہ یعنی رسول اللہ کا جادو ہے۔ کچھ اہل دانش لوگوں کا خیال تھا کہ جادو کا اثر صرف حاضر لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس کا اثر ساری دنیا پر تو نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ اب جو لوگ سفر سے واپس آئیں ان سے پوچھو کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دو ٹکڑے دیکھا تھا۔

چنانچہ جب وہ آئے ان سے پوچھا، انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہی کہیں تو حضور کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔ اب جو باہر سے آیا، جب بھی آیا، جس طرف سے آیا ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس شہادت کے باوجود کچھ لوگوں نے اس معجزے کا یقین کر لیا مگر کفار کی اکثریت پھر بھی انکار پر اڑی رہی۔

اسی دوران ایک برطانوی مسلم نوجوان کھڑا ہوا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میرا نام داود موسیٰ پیٹ کاک ہے۔ میں اسلامی پارٹی برطانیہ کا صدر ہوں۔ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا کہ سر! اگر آپ اجازت دیں تو اس موضوع کے متعلق میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم بات کر سکتے ہو! اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جب میں مختلف مذاہب کی تحقیق کر رہا تھا، ایک مسلمان دوست نے مجھے قرآن شریف کی انگلش تفسیر پیش کی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے گھر لے آیا۔ گھر آ کر جب میں نے قرآن کو کھولا تو سب سے پہلے میری نظر جس صفحے پر پڑی وہ

یہی سورۃ القمر کی ابتدائی آیات تھیں۔ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا کہ کیا اس بات میں کوئی منطق ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ چاند کے دوٹکڑے ہوں اور پھر آپس میں دوبارہ جڑ جائیں۔وہ کونسی طاقت تھی کہ جس نے ایسا کیا؟ ان آیات کریمہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں قرآن کا مطالعہ برابر جاری رکھوں۔کچھ عرصے کے بعد میں اپنے گھریلو کاموں میں مصروف ہو گیا مگر میرے اندر سچائی کو جاننے کی تڑپ کا اللہ تعالیٰ کو خوب علم تھا۔یہی وجہ ہے کہ خدا کا کرنا ایک دن ایسا ہوا کہ میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ٹی وی پر ایک باہمی مذاکرے کا پروگرام چل رہا تھا۔جس میں ایک میزبان کے ساتھ تین امریکی ماہرین فلکیات بیٹھے ہوئے تھے۔ٹی وی شو کا میزبان سائنسدانوں پر الزامات لگا رہا تھا کہ اس وقت جب کہ زمین پر بھوک، افلاس، بیماری اور جہالت نے ڈھیرے ڈھالے ہوئے ہیں، آپ لوگ بے مقصد خلا میں دورے کرتے پھر رہے ہیں۔جتنا روپیہ آپ ان کاموں پر خرچ کر رہے ہیں وہ اگر زمین پر خرچ کیا جائے تو کچھ اچھے منصوبے بنا کر لوگوں کی حالت کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

بحث میں حصہ لیتے ہوئے اور اپنے کام کا دفاع کرتے ہوئے ان تینوں سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ یہ خلائی ٹیکنالوجی زندگی کے مختلف شعبوں ادویات، صنعت اور زراعت کو وسیع پیمانے پر ترقی دینے میں استعمال ہوتی ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم سرمائے کو ضائع نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس سے انتہائی جدید ٹیکنالوجی کو فروغ دینے میں مدد مل رہی ہے۔جب انہوں نے بتایا کہ چاند کے سفر پر آنے جانے کے انتظامات پر ایک کھرب ڈالر خرچ آتا ہے تو ٹی وی میزبان نے چیختے ہوئے کہا کہ یہ کیسا فضول پن ہے؟ ایک امریکی جھنڈے کو چاند پر لگانے کے لیے ایک کھرب ڈالر خرچ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ سائنسدانوں نے جواباً کہا کہ نہیں! ہم چاند پر اس لیے نہیں گئے کہ ہم وہاں جھنڈا گاڑ سکیں بلکہ ہمارا مقصد چاند کی بناوٹ کا جائزہ لینا تھا۔دراصل ہم نے چاند پر ایک ایسی دریافت کی ہے کہ جس کا لوگوں کو یقین دلانے کے لیے ہمیں اس سے دوگنی رقم بھی خرچ کرنا پڑ سکتی ہے۔مگر تا حال لوگ اس بات کو نہ مانتے ہیں اور نہ کبھی مانیں گے۔میزبان نے پوچھا کہ وہ دریافت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے اور پھر یہ دوبارہ آپس میں مل گئے۔میزبان نے پوچھا کہ آپ نے یہ چیز کس طرح محسوس کی؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تبدیل شدہ چٹانوں کی ایک ایسی پٹی وہاں دیکھی ہے کہ جس نے چاند کو اس کی سطح سے مرکز تک اور پھر مرکز سے اس کی دوسری سطح تک، کو کاٹا ہوا ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ ہم نے اس بات کا تذکرہ ارضیاتی ماہرین سے بھی کیا ہے۔ان کی رائے کے مطابق ایسا ہرگز اس وقت تک نہیں ہو سکتا کہ کسی دن چاند کے دوٹکڑے ہوئے ہوں اور پھر دوبارہ آپس میں جڑ بھی گئے ہوں۔برطانوی مسلم نوجوان نے بتایا کہ جب میں نے یہ گفتگو سنی تو اپنی کرسی اچھل پڑا اور بے ساختہ میرے منہ سے نکلا کہ اللہ نے امریکیوں کو اس کام کے لیے تیار کیا کہ وہ کھربوں ڈالر لگا کر مسلمانوں کے معجزے کو ثابت کریں، وہ معجزہ کہ جس کا ظہور آج سے 14 سو سال قبل مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوا۔میں نے سوچا کہ اس مذہب کو ضرور سچا ہونا چاہیے۔میں نے قرآن کو کھولا اور سورۃ القمر کو پھر پڑھا۔درحقیقت یہی سورۃ میرے اسلام میں داخلے کا سبب بنی۔

علاوہ ازیں انڈیا کے جنوب مغرب میں واقع مالابار کے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ مالابار کے ایک بادشاہ چکراوتی فارمس نے چاند کے دوٹکڑے ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔اس نے سوچا کہ ضرور زمین پر کچھ ایسا ہوا ہے کہ جس کے نتیجے میں یہ

واقعہ رونما ہوا۔ چنانچہ اس نے اس واقعے کی تحقیق کے لیے اپنے کارندے دوڑائے تو اسے خبر ملی کہ یہ معجزہ مکہ میں کسی نبی کے ہاتھوں رونما ہوا ہے۔ اس نبی کی آمد کی پیشین گوئی عرب میں پہلے سے ہی پائی جاتی تھی۔ چنانچہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا پروگرام بنایا اور اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کر عرب کی طرف سفر پر روانہ ہوا۔ وہاں اس نے نبی رحمت کی بارگاہ میں حاضری دی اور مشرف با اسلام ہوا۔ نبی کریم کی ہدایت کے مطابق جب وہ واپسی سفر پر گامزن ہوا تو یمن کے ظفر ساحل پر اس نے وفات پائی۔ یمن میں اب بھی اس کا مقبرہ موجود ہے۔ جس کو ہندوستانی راجہ کا مقبرہ کہا جاتا ہے اور لوگ اس کو دیکھنے کے لیے وہاں کا سفر بھی کرتے ہیں۔ اسی معجزے کے رونما ہونے کی وجہ سے اور راجہ کے مسلمان ہونے کے سبب مالا بار کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح انڈیا میں سب سے پہلے اسی علاقے کے لوگ مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے عربوں کے ساتھ اپنی تجارت کو بڑھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کے لوگ اسی علاقے کے ساحلوں سے گزر کر تجارت کی غرض سے چین جاتے تھے۔ یہ تمام واقعہ اور مزید تفصیلات لندن میں واقع انڈین آفس لائبیریری کے پرانے مخطوطوں میں ملتا ہے۔ جس کا حوالہ نمبر (Arabic, 2807,152-173) ہے۔ اس واقعہ کا ذکر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب محمد رسول اللہ میں کیا تھا۔

ناسا کی یہ تصویر اور سائنسدانوں کے بیانات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم نے جس واقعہ کا ذکر آج سے 14 سو سال پہلے کیا تھا وہ بالکل برحق ہے۔ یہ نہ صرف قرآن مجید کی سچائی کی ایک عظیم الشان دلیل ہے بلکہ یہ ہمارے پیارے نبی، امام الانبیاء کی رسالت کی بھی لاریب گواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو اکمل و کامل کرے اور ہمیں قرآن وحدیث کے مطابق اپنے عملوں کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

معجزہ شق القمر کے برحق ہونے کا بیان

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مابقی من دنیا کم فیما مضٰی الا مثٌ مابقی من ھذا الیوم فی ما مضٰی۔ اب وقوع قیامت میں تھوڑی مدت باقی رہ گئی ہے۔ حضرت سہل ابن سعد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا بعثت انا والساعۃ ھکذا واشار باصبعیہ السبابۃ والوسطی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں سبابہ اور وسطی سے اشارہ کیا اور فرمایا میری بعثت اور قیامت یوں ملی ہوئی ہیں۔ اس آیت میں بھی یہی بتا دیا کہ قیامت برپا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے جو وقت متعین کیا ہے وہ اب قریب آ لگا ہے۔ زیادہ عرصہ گزر چکا، اب تھوڑا وقت باقی ہے۔

تم لوگ وقوع قیامت کا انکار کرتے ہو۔ تمہیں بڑا اچنبھا ہوتا ہے کہ کس طرح یہ سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ آسمان، پہاڑ، ستارے اتنی بڑی بڑی قوی ہیکل چیزیں کہا جائیں گی۔ دیکھو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اگر چاند دو ٹکڑے ہو سکتا ہے تو باقی تمام چیزیں خواہ کتنی ہی بڑی ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بھی ٹوٹ پھوٹ سکتی ہیں۔

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس نے سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرک اکٹھے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فعلت تؤمنون۔

اگر میں ایسا کردوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے ضرور۔اس رات کو چودھویں تاریخ تھی۔اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔چنانچہ چاند دوٹکڑے ہوگیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرمار ہے تھے یا فلان یا فلان اشهدوا۔اے فلاں اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لواور اس بات پر گواہ رہنا۔تمہاری فرمائش پوری ہوگئی۔حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا ھذا من سحر ابن ابی کبشۃ۔یہ ابی کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے۔اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں۔ہم ان سے پوچھیں گے۔اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔جب وہ قافلے مکہ آئے اوران سے پوچھا گیا کہ فلاں رات کو چاند کوشق ہوتے تم نے دیکھا ہے۔سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

یہ معجزہ ہی ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔بڑے جلیل القدر صحابہ نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔سیدنا علی مرتضی۔انس،ابن مسعود،حذیفہ،جبیر ابن مطعم،ابن عمر،ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں والا حادیث الصحیحۃ فی النشقاق کثیرۃ۔یعنی شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث بکثرت ہیں۔یہاں تک کہ بعض نے انہیں متواتر بھی کہا ہے۔شارح مواقف کی بھی یہی رائے ہے۔

امام تاج الدین سبکی ابن حاجب کی المختصر کی شرح میں لکھتے ہیں: الصحيح عندی ان انشقاق القمر متواتر منصوص علیه فی القران مروی فی الصحیحین وغیرهما من طرق شتي بحیث لایمتری فی تواتره ۔ (روح المعانی) علامہ سبکی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک انشقاق قمر متواتر ہے اور قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

بعض قصہ گوؤں نے اس واقعہ پر مضحکہ خیز اضافے کیے ہیں کہ چاند حضور کے گریبان میں داخل ہوااور آستین سے نکل گیا۔علما نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ سراسر باطل ہے۔

کثیر التعداد صحیح احادیث کے باوجود بعض لوگ اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ وقوع قیامت کے وقت ظہور پذیر ہوگا۔انشق اگر چہ ماضی کا صیغہ ہے۔لیکن یہاں مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لغت عرب میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ان کے انکار کی کئی وجوہات ہیں۔وہ کہتے ہیں اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اس کی دھوم مچی ہوتی۔اس زمانہ کے مؤرخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کرتے۔علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار واقعہ نقل کرتے۔اس کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ یہ واقعہ سرشام ہوا تھا اس لیے جزیرۂ عرب کے مغرب میں جو ممالک تھے وہاں اس وقت دن تھا،لہٰذا وہاں تو دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔نیز یہ واقعہ رات کو پیش آیا اور اچانک پیش آیا۔لوگوں کو کیا خبر تھی کہ ایسا واقعہ رو پذیر ہونے والا ہے تا کہ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتے۔رات کو دنیا سورہی ہوگی۔کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا وقوع پذیر ہوگیا۔اگر کوئی اس وقت

جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے وہ کسی اور کام میں مشغول ہوا اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو یا توجہ کی ہو اور اس نے دیکھا بھی ہو لیکن ان پڑھ ہو یا لکھا بھی ہو اور پھر ضائع ہو گیا۔ غرضیکہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعہ کو کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب خطبات مدراس میں لکھا ہے کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

بعض لوگ اس وجہ سے اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے اور وہ دونوں ٹکڑے آ کر جڑ جائیں یہ ناممکن ہے۔ لیکن جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسے ناممکن کہنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کرہ کے اندر آتش فشاں مادہ ہوا اور وہ اس طرح سے پھٹے کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں، لیکن مرکز کی مقناطیسی قوت اتنی طاقتور ہو کہ وہ ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کر دے۔ ہمیں ان تکلفات کی تب ضرورت پیش آتی جب خود بخود چاند کے پھٹنے کا واقعہ رونما ہوتا۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی رسالت کی تصدیق کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا تو اب کسی شک کی مجال نہیں رہتی کیونکہ جس خالق نے اس چاند کو بنایا ہے وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، سورہ قمر، لاہور)

بَابُ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فِيْهِ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى وَاَسْمَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 100: حبشہ کی طرف ہجرت کرنا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے (خواب میں) تمہارے ہجرت کرنے کی جگہ دکھائی گئی ہے اس کے دونوں کناروں کی طرف کھجور کے درخت زیادہ تھے۔ پھر جس نے بھی ہجرت کی اس نے مدینہ منورہ کی طرف ہی کی اور عام طور پر جن حضرات نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ بھی واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

اس موضوع پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے احادیث روایت کی ہیں۔

361- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عُبَيْدَاللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِسْوَرَ ابْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِيَغُوْثَ قَالَا لَهُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُكَلِّمَ خَالَكَ عُثْمَانَ فِيْ اَخِيْهِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ وَكَانَ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْمَا فَعَلَ بِهٖ قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ فَانْتَصَبْتُ لِعُثْمَانَ حِيْنَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ لِيْ اِلَيْكَ حَاجَةً وَهِيَ نَصِيْحَةٌ فَقَالَ اَيُّهَا الْمَرْءُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الصَّلٰوةَ جَلَسْتُ اِلَى الْمِسْوَرِ وَاِلَى ابْنِ عَبْدِيَغُوْثَ فَحَدَّثْتُهُمَا بِالَّذِيْ قُلْتُ لِعُثْمَانَ وَقَالَ لِيْ فَقَالَا قَدْ قَضَيْتَ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْكَ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَعَهُمَا اِذْ جَاءَنِيْ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَقَالَا لِيْ قَدِ ابْتَلَاكَ اللّٰهُ

حدیث 361: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3493' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث: 791

فَانْطَلَقْتُ حَتّٰی دَخَلْتُ عَلَیْهِ فَقَالَ مَا نَصِیحَتُكَ الَّتِیْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا قَالَ فَتَشَهَّدْتُ ثُمَّ قُلْتُ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتَ بِهٖ وَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتَ هَدْیَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِیْ شَاْنِ الْوَلِیْدِ بْنِ عُقْبَةَ فَحَقٌّ عَلَیْكَ اَنْ تُقِیمَ عَلَیْهِ الْحَدَّ فَقَالَ لِیْ یَا ابْنَ اَخِیْ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ خَلَصَ اِلَیَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا خَلَصَ اِلَى الْعَذْرَاءِ فِیْ سِتْرِهَا قَالَ فَتَشَهَّدَ عُثْمَانُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَبَایَعْتُهٗ وَاللّٰهِ مَا عَصَیْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَیْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَیْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَیْسَ لِیْ عَلَیْكُمْ مِثْلُ الَّذِیْ كَانَ لَهُمْ عَلَیَّ قَالَ بَلٰی قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ تَبْلُغُنِیْ عَنْكُمْ فَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَاْنِ الْوَلِیْدِ بْنِ عُقْبَةَ فَسَنَاْخُذُ فِیْهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ قَالَ فَجَلَدَ الْوَلِیْدَ اَرْبَعِیْنَ جَلْدَةً وَاَمَرَ عَلِیًّا اَنْ یَّجْلِدَهٗ وَكَانَ هُوَ یَجْلِدُهٗ وَقَالَ یُوْنُسُ وَابْنُ اَخِی الزُّهْرِیِّ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَفَلَیْسَ لِیْ عَلَیْكُمْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ كَانَ لَهُمْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ (بَلَاءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ) مَا ابْتُلِیْتُمْ بِهٖ مِنْ شِدَّةٍ وَّفِیْ مَوْضِعٍ (الْبَلَاءُ) الْاِبْتِلَاءُ وَالتَّمْحِیْصُ مَنْ بَلَوْتُهٗ وَمَحَّصْتُهٗ اَیِ اسْتَخْرَجْتُ مَا عِنْدَهٗ یَبْلُو یَخْتَبِرُ (مُبْتَلِیْكُمْ) مُخْتَبِرُكُمْ وَاَمَّا قَوْلُهٗ بَلَاءٌ عَظِیْمٌ النِّعَمُ وَهِیَ مِنْ اَبْلَیْتُهٗ وَتِلْكَ مِنِ ابْتَلَیْتُهٗ

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ بن عدی سے یہ کہا تم اپنے ماموں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی ولید بن عقبہ کے بارے میں بات کیوں نہیں کرتے کیونکہ اس نے جو حرکت کی ہے اس بارے میں لوگ بہت باتیں کر رہے ہیں۔

عبیداللہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے راستے میں آ کر کھڑا ہو گیا جب وہ نماز کے لئے نکلے تو میں نے ان سے کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے اور یہ خیر خواہی پر مشتمل ہے۔ انہوں نے فرمایا: اے بندے! میں تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں میں واپس آ گیا جب میں نے نماز ادا کر لی اور مسور اور ابن عبدیغوث کے پاس آ کر بیٹھا اور انہیں اس بارے میں بتایا جو میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا اور جو انہوں نے مجھے جواب دیا تو یہ دونوں حضرات بولے تم پر جو لازم تھا وہ تم نے ادا کر دیا، ابھی میں ان دونوں حضرات کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد آ گیا وہ دونوں بولے اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے میں وہاں سے روانہ ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے دریافت کیا: وہ نصیحت کیا تھی جس کا تذکرہ تم نے ابھی کیا ہے۔ عبیداللہ بیان کرتے ہیں: میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور پھر بولا بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان پر کتاب نازل کی اور آپ ان حضرات میں سے ایک ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے آپ نے ان کی ہدایت کو دیکھا آج کل لوگ ولید بن عقبہ کے بارے میں بہت باتیں کر رہے ہیں، آپ پر یہ لازم تھا کہ آپ اس پر حد جاری کرتے۔

انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بھتیجے! کیا تم نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے؟ عبید اللہ کہتے ہیں میں نے جواب دیا: نہیں لیکن آپ ﷺ کا علم مجھ تک اسی طرح پہنچا ہے جس طرح پردے میں بیٹھی ہوئی کسی کنواری عورت تک پہنچتا ہے۔ عبید اللہ بیان کرتے ہیں' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور بولے: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا اور ان پر کتاب نازل کی اور میں ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کیا میں اس چیز پر ایمان لایا جس کے ہمراہ حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے میں۔ نے دو مرتبہ ہجرت بھی کی۔ جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہا آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کی اور آپ کو کوئی دھوکہ نہیں دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کا جانشین بنایا تو اللہ کی قسم! میں نے ان کی بھی کوئی نافرمانی نہیں کی اور ان کے ساتھ بھی کوئی دھوکہ نہیں کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، اللہ کی قسم! میں نے ان کی بھی کوئی نافرمانی نہیں کی اور انہیں بھی کوئی دھوکہ نہیں دیا پھر مجھے بھی خلیفہ بنایا گیا تو کیا میرا تم پر حق اسی طرح نہیں ہے جیسا ان حضرات کا مجھ پر تھا۔ عبید اللہ نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر یہ تم لوگوں کی طرف سے اس طرح کی باتیں مجھ تک کیوں پہنچتی ہیں؟ جہاں تک تم نے ولید بن عقبہ کے معاملے کا ذکر کیا ہے تو ہم اس پر حق کے ہمراہ اس بارے میں گرفت کریں گے۔ عبید اللہ بیان کرتے ہیں' پھر انہوں نے ولید کو چالیس کوڑے لگوائے انہوں نے کوڑے لگانے کی ہدایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کی کیونکہ وہی اس طرح کے لوگوں کو کوڑے مارا کرتے تھے۔

زہری بیان کرتے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ تھے' کیا میرا تم پر اسی طرح کا حق نہیں ہے جس طرح ان لوگوں کا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ''تمہارے پروردگار کی طرف سے آزمائش ہے'' یعنی وہ چیز جس شدت اور تنگی میں تمہیں مبتلا کیا گیا۔

البلاء: کا مطلب آزمائش ہے اور اس بات کی تلاش ہے' جسے میں نے آزمائش میں مبتلا کیا ہے جو اس کے پاس ہے اس کا جائزہ لوں۔ یعنی جو اس کے پاس ہے اس کا اندازہ کروں۔ یبلو: کا مطلب ہے خبر حاصل کرنا۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے) مبتلیکم یعنی تمہاری خبر حاصل کروں، جہاں تک اس کے اس قول کا تعلق ہے'' بلاء عظیم'' اس سے مراد نعمتیں ہیں یہ ''ابلیته'' سے ماخوذ ہے اور وہ ''ابتلیته'' سے ماخوذ ہے۔

362- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ فَذَكَرَتَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِيكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ

حدیث362: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:417' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:528' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3181' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:790' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:7012' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4629' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:768' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:704' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:11815

عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

✧✧ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اور سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک عبادت گاہ کا تذکرہ کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھی تھی اور اس میں تصاویر موجود تھی۔ انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ تھے' جب ان میں سے کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے تھے اور اس مسجد میں اس کی تصویر بنا دیتے تھے۔ قیامت کے دن یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بدترین مخلوق ہوں گے۔

363- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ سَعِيْدٍ السَّعِيْدِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ قَالَتْ قَدِمْتُ مِنْ اَرْضِ الْحَبَشَةِ وَاَنَا جُوَيْرِيَةٌ فَكَسَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمِيْصَةً لَهَا اَعْلَامٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ الْاَعْلَامَ بِيَدِهٖ وَيَقُوْلُ سَنَاهْ سَنَاهْ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ يَعْنِيْ حَسَنٌ حَسَنٌ

✧✧ اُمّ خالد بنت خالد بیان کرتی ہیں میں حبشہ سے آئی میں اس وقت کم سن بچی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چادر پہننے کے لئے دی جس پر نقش بنے ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نقشوں پر اپنا دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا: یہ بہت اچھے ہیں یہ بہت اچھے ہیں۔

حمیدی فرماتے ہیں (لفظ ''سناہ'' کا مطلب) ''اچھے'' ہے۔

364- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا قَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا فَقُلْتُ لِاِبْرَاهِيْمَ كَيْفَ تَصْنَعُ اَنْتَ قَالَ اَرُدُّ فِيْ نَفْسِيْ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' پہلے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز بھی پڑھ رہے ہوتے تو جواب دیتے تھے جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جواب نہیں دیا۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! پہلے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو جواب دے دیا کرتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز ایک مشغولیت ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے ابراہیم (نامی راوی) سے پوچھا: آپ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں دل میں

حدیث363: اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4248' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:337

حدیث364: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1158' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:538' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:923' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1221' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3563' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:2243' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:858' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:540' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:3160' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:4971' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الصغیر" رقم الحدیث:527' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:10122' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:245' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:94' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:3594' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:4803'

جواب دے دیتا ہوں۔

365- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ فَاَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ اَنْتُمْ يَا اَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے بعد مکہ سے نکلنے کا پتا چلا ہم اس وقت یمن میں موجود تھے ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے اس کشتی نے ہمیں نجاشی کے پاس پہنچا دیا حبشہ میں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ہم ان کے ساتھ ٹھہرے رہے پھر جب ہم وہاں سے آئے تو یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح کر چکے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے کشتی والو! تمہیں دومرتبہ ہجرت کرنیکا ثواب حاصل ہوگا۔

بَاب مَوْتُ النَّجَاشِيِّ

باب **101**: نجاشی کی موت

366- حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلٰى اَخِيْكُمْ اَصْحَمَةَ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جس دن نجاشی فوت ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج نیک ایک آدمی فوت ہوگیا ہے' اٹھو اور اپنے بھائی ''اصحمہ'' کی نماز جنازہ ادا کرو۔

367- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ عَطَاءً حَدَّثَهُمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَصَفَّنَا وَرَآءَهُ فَكُنْتُ فِى الصَّفِّ الثَّانِىْ اَوِ الثَّالِثِ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اصحمہ'' نجاشی کی نماز جنازہ ادا کی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں قائم کرلیں میں دوسری یا شاید تیسری صف میں موجود تھا۔

368- حَدَّثَنِىْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ

حدیث365: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2967' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2505' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:7316

حدیث367: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1257' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1974' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:14183' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3097' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:2101' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6693' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1864' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:1681

جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی اَصْحَمَةَ النَّجَاشِیِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا تَابَعَهُ عَبْدُالصَّمَدِ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اصحمۃ نجاشی'' کی نماز جنازہ ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ تکبیر کہی۔

369- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَخْبَرَهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰی لَهُمُ النَّجَاشِیَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِی الْيَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَعَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ فِی الْمُصَلّٰی فَصَلّٰی عَلَيْهِ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے حکمران نجاشی کی وفات کی اطلاع اس دن دی جب وہ فوت ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں لوگوں کی صفیں بنوائی اور نجاشی کی نماز جنازہ ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں چار مرتبہ تکبیر کہی۔

شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی کا بیان

نجاشی اصحمہ نام، باپ کا نام ابحر نجاشی شاہی لقب حبشہ (ابی سینا) کے بادشاہ تھے، عرب میں عطیہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

مسلمانوں کی پہلی ہجرت گاہ

قریش کے ظلم وستم کم نا ہوئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا؛ چنانچہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئی، حبشہ میں اس وقت یہی اصحمۃ النجاشی بادشاہ تھے، نجاشی نے مسلمانوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، قریش کو اس احسان وسلوک کا حال معلوم ہوا تو بڑا پیچ وتاب کھایا، آخر میں طے کیا کہ شاہ نجاشی کے ایک وفد جائے اور یہ عرضداشت پیش کرے کہ ہمارے مجرموں (مسلمانوں) کو ہمارے حوالے کردے، اس مہم کے لیے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن

حدیث368: اخرجہ مسلم فی "صحیحہ" رقم الحدیث:952' اخرجہ البخاری فی "صحیحہ" رقم الحدیث:1269' اخرجہ الترمذی فی "جامعہ" رقم الحدیث:1022' اخرجہ ابن ماجہ فی "سننہ" رقم الحدیث:1538' اخرجہ الامام احمد فی "مسندہ" رقم الحدیث:7147' اخرجہ ابن حبان فی "صحیحہ" رقم الحدیث:3100' اخرجہ ابویعلی فی "مسندہ" رقم الحدیث:2144

حدیث369: اخرجہ البخاری فی "صحیحہ" رقم الحدیث:1188' اخرجہ مسلم فی "صحیحہ" رقم الحدیث:951' اخرجہ ابوداؤد فی "سننہ" رقم الحدیث:3204' اخرجہ النسائی فی "سننہ" رقم الحدیث:1971' اخرجہ الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:532' اخرجہ الامام احمد فی "مسندہ" رقم الحدیث:7763' اخرجہ ابن حبان فی "صحیحہ" رقم الحدیث:3098' اخرجہ النسائی فی "سننہ الکبریٰ" رقم الحدیث:2006' اخرجہ البیہقی فی "سننہ الکبریٰ" رقم الحدیث:6817' اخرجہ ابویعلی فی "مسندہ" رقم الحدیث:5968' اخرجہ عبدالرزاق فی "مصنفہ" رقم الحدیث:6393

ربیعہ منتخب ہوئے یہ لوگ حبشہ پہنچے تو پہلے تمام پادریوں سے ملے اور تحفے وتحائف پیش کیے اور مقصد کی تکمیل کے لیے ان کو ہموار کرلیا؛ پھر شاہ نجاشی اَصحمہ کے دربار میں بازیابی حاصل کی اور نذرانہ پیش کیا، نجاشی نے آمد کی وجہ دریافت کی؛ انھوں نے اپنا مطالبہ ظاہر کیا، نجاشی نے پادریوں سے دریافت کیا؛ انہوں نے بھی یک زبان ہوکر ان کے مطالبہ کی تائید کی؛ لیکن شاہ نجاشی نے کہا: میں ان لوگوں سے خود بالمشافہ گفتگو کروں گا؛ اگر وہ لوگ جیسا کہ تم کہتے ہو مجرم ثابت ہوئے تو ان کو واپس کردونگا؛ ورنہ جو میری پناہ میں آ گیا ہے اس پر ظلم روا نہیں رکھا جاسکتا، مسلمان دربار میں بلائے گئے تو اصحمہ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کونسا دین اختیار کیا ہے، جو نہ نصرانیت ہے نہ بت پرستی اور نہ کسی دوسری قوم کا دین ہے، مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے وکالت کی اور برسرِ دربار ایک بہت ہی مؤثر اور دلنشین تقریر کی، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور اسلام کی اخلاقی خوبیاں بیان کیں، اس کے بعد شاہ نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے قرآن کا کچھ حصہ پڑھنے کی فرمائش کی؛ انھوں نے سورۂ مریم کی چند ابتدائی آیتیں تلاوت کیں، نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اس کے بعد انہوں نے ان فدائیانِ اسلام کو قریش کے حوالے کرنے سے صاف انکار کردیا اور مسلمان زبانِ حال سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دربار سے نکل آئے جب قریش کے وفد کو پہلے روز ناکامیابی ہوئی تو انھوں نے دوسرے روز پھر کسی طرح دربار میں رسائی حاصل کی اور شاہ نجاشی کے سامنے عرض داشت پیش کی کہ اُن مسلمانوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دریافت فرمایا جائے، مسلمان پھر بلائے گئے، ان کے لیے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا؛ اگر سچ کہتے ہیں تو شاہ نجاشی ناخوش ہوتا ہے اور اس کے خلاف کہتے ہیں تو دین کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے، آخر کار انہوں نے یہ طے کیا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو انھیں سچ ہی بولنا چاہیے، اس روز بھی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہی گفتگو کے لیے منتخب ہوئے؛ انہوں نے فرمایا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اس کے کلمہ اور اس کی روح ہیں، نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور کہا

خدا کی قسم! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں، دربار کے بطریق اور پادری اس پر بہت ناراض ہوئے؛ لیکن ناراضگی کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا، قریش نے جو تحفے تحائف نجاشی کے حضور میں پیش کیے تھے، نجاشی نے سب واپس کردیے اور وفد وہاں سے نامراد مکہ واپس چلا آیا۔ (الاصابہ فی معرفت صحابہ، بیروت)

قبول اسلام

یہ واقعہ بجائے خود نجاشی کے اسلام پر شاہد ہے؛ لیکن اس کے علاوہ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ:

قَالَ النَّجَاشِيُّ أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔

ترجمہ: نجاشی نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ کے رسول ہیں اور وہی نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام بھی کی تھی۔

وفات

مسلمانوں کے اس غمخوار اور محسن نے 9ھ میں پائی، ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات کی خبر اسی دن سنائی جس دن وہ مرا آپ مصلی کی طرف تشریف لے گئے، لوگوں کی صف بندی کی اور چار تکبیریں کہیں۔ اور آپ نے بڑے رنج و غم کے ساتھ مدینہ میں ان کی موت کا اعلان کیا، فرمایا: مسلمانو! تمہارے برادرِ صالح اصحمہ نے انتقال کیا، ان کے لیے دُعا و استغفار کرو؛ پھر صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

اسلام میں فضیلت

تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ قرآن کی ان آیات میں دوسرے اہلِ کتاب کے ساتھ شاہ نجاشی بھی مراد لیے گئے ہیں:

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۔

ترجمہ: اور بے شک اہلِ کتاب میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اللہ کے آگے عجز و نیاز کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اُس کتاب پر بھی جو تم پر نازل کی گئی ہے اور اُس پر بھی جو اُن پر نازل کی گئی تھی اور اللہ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لے کر بیچ نہیں ڈالتے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہیں، بیشک اللہ حساب جلد چکانے والا ہے۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۔

ترجمہ: اور جب لوگ وہ کلام سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو چونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہوتا ہے، اس لیے تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ وہ آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں (اور) وہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں؛ لہٰذا گواہی دینے والوں کے ساتھ ہمارا نام بھی لکھ لیجئے۔ میں دوسرے اہلِ کتاب کے ساتھ شاہ نجاشی بھی مراد لیے گئے ہیں۔

بَابُ تَقَاسُمِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب **102**: مشرکین کا نبی کریم ﷺ کے خلاف مل جل کر قسم اٹھانا

370- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا

حدیث370: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1513' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1314' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:2910' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2942' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:7239' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:2981' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:4202' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:9514' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6349

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِخَیْفِ بَنِیْ کِنَانَةَ حَیْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَی الْکُفْرِ

✧✧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ''حنین'' کی جانب جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل ہم انشاء اللہ اسی جگہ پڑاؤ کریں گے جہاں ''بنو کنانہ'' کی عمارت میں انہوں نے کفر میں ثابت قدم رہنے کی قسم اُٹھائی تھی۔

غزوہ حنین کا بیان

8ھ/630ء حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ تاریخ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام غزوہ ہوازن بھی ہے۔ اس لئے کہ اس لڑائی میں بنی ہوازن سے مقابلہ تھا۔ مکہ اور طائف کی درمیان وادی میں بنو ہوازن اور بنو ثقیف دو قبیلے آباد تھے۔ یہ بڑے بہادر، جنگجو اور فنون جنگ سے واقف سمجھے جاتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد بھی انہوں نے اسلام قبول نہ کیا ان لوگوں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ فتح مکہ کے بعد ہماری باری ہے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کر لیا کہ مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی حدرد کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ جب انہوں نے وہاں سے واپس آ کر ان قبائل کی جنگی تیاریوں کا حال بیان کیا اور بتایا کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے اپنے تمام قبائل کو جمع کر لیا ہے اور قبیلہ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف ان تمام افواج کا سپہ سالار ہے اور سو برس سے زائد عمر کا بوڑھا۔ درید بن الصمہ جو عرب کا مشہور شاعر اور مانا ہوا بہادر تھا بطور مشیر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا ہے اور یہ لوگ اپنی عورتوں بچوں بلکہ جانوروں تک کو میدانِ جنگ میں لائے ہیں تا کہ کوئی سپاہی میدان سے بھاگنے کا خیال بھی نہ کر سکے۔ نبی کریم 8 ہجری میں بارہ ہزار مجاہدین کے ساتھ ان کے مقابلے کو نکلے۔ ان میں دو ہزار سے زائد نو مسلم اور چند غیر مسلم بھی شامل تھے۔ دشمنوں نے اسلامی لشکر کے قریب پہنچنے کی خبر سنی تو وادی حنین کے دونوں جانب کمین گاہوں سے اس زور کی تیر اندازی کی کہ مسلمان سراسیمہ ہو گئے۔ مکہ کے نو مسلم افراد سب سے پہلے ہراساں ہو کر بھاگے۔ ان کو دیکھ کر مسلمان بھی منتشر ہونا شروع ہو گئے۔ حضور کے ساتھ چند جاں نثار صحابہ میدان میں رہ گئے اور بہادری سے لڑتے رہے۔ خود رسول اللہ تلوار ہاتھ میں لے کر رجز پڑھ رہے تھے۔ انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب آپ کی ثابت قدمی اور شجاعت نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کیے اور یہ مٹھی بھر آدمی دشمن کے سامنے ڈٹے رہے۔ حضور کے حکم سے حضرت عباس نے نام لے کے مہاجر و انصار کو بلایا۔ اس آواز پر مسلمان حضور کے گرد اکھٹے ہو گئے اور اس شدت سے جنگ شروع ہوئی کہ لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ کفار مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ نکلے۔ بنو ثقیف نے طائف کا رخ کیا۔ بنو ہوازن اوطاس میں جمع ہوئے لیکن مسلمانوں نے اوطاس میں انہیں شکست دی۔ مسلمانوں کو شاندار کامیابی ہوئی اور دشمن کے ہزاروں آدمی گرفتار ہوئے۔

دس ہزار تو مہاجرین و انصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ حنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابہ کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ آج بھلا ہم پر کون غالب آ سکتا ہے۔ لیکن خداوند عالم کو صحابہ کرام کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ اس فخر و ناز ش کا یہ انجام ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ

ہوازن وثقیف کے تیراندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نومسلم اور کفار مکہ جو لشکر اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بارہ ہزار کا لشکر فرار ہو چکا تھا مگر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے استقامت میں بال برابر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ایک لشکر بلکہ ایک عالم کائنات کا مجموعہ بنے ہوئے نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے ہی بڑھتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پکارا کہ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ فوراً آواز آئی کہ ہم حاضر ہیں، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم پھر بائیں جانب رخ کر کے فرمایا کہ یَا لَلْمُهَاجِرِیْنَ فوراً آواز آئی کہ ہم حاضر ہیں، یارسول اللہ! عباس چونکہ بہت ہی بلند آواز تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ انصار و مہاجرین کو پکارو۔ انہوں نے جو یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَار اور یَا لَلْمُهَاجِرِیْنَ کا نعرہ مارا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس قدر تیزی کے ساتھ دوڑ پڑے کہ جن لوگوں کے گھوڑے ازدحام کی وجہ سے نہ مڑ سکے انہوں نے ہلکا ہونے کے لئے اپنی زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں سے کود کود کر دوڑے اور کفار کے لشکر پر جھپٹ پڑے اور اس طرح جاں بازی کے ساتھ لڑنے لگے کہ دم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار بھاگ نکلے کچھ قتل ہو گئے جو رہ گئے گرفتار ہو گئے۔

قبیلہ ثقیف کی فوجیں بڑی بہادری کے ساتھ جم کر مسلمانوں سے لڑتی رہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ستر بہادر کٹ گئے۔ لیکن جب ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ قتل ہو گیا تو ان کے پاؤں بھی اُکھڑ گئے۔ اور فتح مبین نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کا بوسہ لیا اور کثیر تعداد و مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔ (صحیح بخاری غزوہ حنین، بیروت)

بَاب قِصَّةِ اَبِیْ طَالِبٍ

باب 103: جناب ابوطالب کا قصہ

371- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَارٍ وَّلَوْلَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

✧✧ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حدیث371: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3672' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:210' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:1763' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6694' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :1758' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:9939

اپنے چچا کو کیا فائدہ پہنچایا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرتے رہے اور آپ کی وجہ سے لوگوں سے ناراض ہوتے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ جہنم کے اوپر والے حصے میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے والے گڑھے میں ہوتے۔

372- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ اَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ اَيْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَّعَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهِ حَتّٰى قَالَ اٰخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ) وَنَزَلَتْ (اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ)

✧✧ ابن مسیّب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں جب جناب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل موجود تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا جان! آپ لا الٰہ اللہ پڑھ لیجئے میں اس کلمے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے لئے بحث کروں گا ابوجہل اور عبداللہ بن ابومیہ بولے: اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ رہے ہو؟ یہ دونوں یہی بات کرتے رہے یہاں تک کہ جناب ابوطالب نے آخری بات یہ کہی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر مر رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آپ کے لئے اس وقت تک دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

''نبی اور اہل ایمان کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے' وہ مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کریں خواہ وہ ان کے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں اس کے بعد کہ ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہو کہ وہ لوگ جہنمی ہیں''۔

اور یہ آیت نازل ہوئی: ''بے شک تم جسے پسند کرتے ہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے''۔

373- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِيْ مِنْهُ دِمَاغُهُ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ کے

حدیث372: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1294' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:25' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3188' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:2035' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:2097' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2008' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:982' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:3291' اخرجه النسائی فی " سننه الکبری" رقم الحدیث:2162' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:6178' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:208' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:820

سامنے آپ کے چچا کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید انہیں قیامت کے دن میری شفاعت فائدہ دے اور انہیں جہنم کے اوپر والے حصے میں رکھا جائے۔ جہاں آگ ان کے ٹخنوں تک پہنچے گی اور اس کے نتیجے میں ان کا دماغ کھولنے لگے گا۔

374- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِى حَازِمٍ وَّالدَّرَاوَرْدِىُّ عَنْ يَزِيدَ بِهٰذَا وَقَالَ تَغْلِى مِنْهُ اُمُّ دِمَاغِهِ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: دماغ کی اصل کھولنے لگے گی۔

بَابُ حَدِيثِ الْاِسْرَاءِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (سُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى) باب 104: اسراء کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''پاک ہے وہ جو رات کے وقت اپنے خاص بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک''۔

375- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِى اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَتْنِى قُرَيْشٌ قُمْتُ فِى الْحِجْرِ فَجَلَا اللّٰهُ لِىْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں ''حطیم'' کے پاس کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو واضح کر دیا اور میں نے اس کی نشانیوں کے بارے میں ان کو بتانا شروع کر دیا میں بیت المقدس کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔

واقعہ معراج کی تاریخ کا بیان

بکثرت علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے، علامہ نووی نے زکر کیا ہے کہ متقدمین عظام، جمہور محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا، علامہ سبکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابومحمد دمیاطی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے، اور سید جمال الدین محدث نے روضہ الاحباب میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج ماہ رجب کی ستائیں تاریخ کو ہوا جیسا کہ حرمین شریفین میں اسی پر عمل ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج الربیع الآخر میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ رمضان میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۴۴)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علامہ نووی نے روضۃ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا، اور فتاوی میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی، فاضل ملا امین عمری نے شرح ذات الشفاء میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ

حدیث375: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:4433' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:170' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3133' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:15076' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:55' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11282' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:2091

سال بعد معراج ہوئی، اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے، علامہ نووی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الا ول میں ہوئی، اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الآ خر میں ہوئی اور روضہ میں وثوق سے لکھا ہے کہ رجب میں ہوئی، ایک قول رمضان کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیسویں شب کو واقع ہوئی بعض نے کہا جمعہ کی شب ہوئی بعض نے کہا ہفتہ کی شب ہوئی، علامہ دمیری نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔ (روح المعانی ج ۱۵، ص ۶، ۷، ۹، ۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

واقعہ معراج کی ابتدا کی جگہ کا بیان

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج کس جگہ ہوئی۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نیند اور بیداری کے عالم میں تھے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا یہاں سے یہاں تک (گلے سے ناف تک) سینہ چاک کیا۔ الحدیث

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابویعلی نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام ہانی سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز کے بعد ان کے (حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب) کے گھر سوئے ہوئے تھے تو آپ کو معراج کرائی گئی اور اسی شب آپ لوٹ آئے۔ الحدیث (روح المعانی جز ۱۵، ص ۸، ۹، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۷ھ)

ان روایات میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ام ہانی کے گھر سوئے پھر وہاں سے اٹھ کر حطیم کعبہ میں چلے گئے اور وہاں سے سفر معراج شروع ہوا اور چونکہ ابتدا میں آپ حضرت ام ہانی کے گھر تھے اور بعد میں حطیم کعبہ تشریف لے گئے، اس لیے دونوں جگہوں کی طرف معراج کی نسبت کردی گئی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ کے گھر سے معراج ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام ہانی سے تعلق کی بنا پر آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا۔

کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک، حضرت مالک بن صعصعہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس رات کا بیان فرمایا جس میں آپ کو معراج کرائی گئی تھی، آپ نے فرمایا جس وقت میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کردیا، راوی کہتے ہیں میرے پہلو میں جارود تھے میں نے پوچھا: یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے حلقوں سے ناف تک، آپ نے فرمایا پھر میرا دل نکالا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان (اور حکمت) سے لبریز تھا، پھر میرا دل دھویا گیا، پھر اس کو ایمان اور حکمت سے لبریز کیا گیا پھر اس دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۷)

اور امام بخاری کتاب التوحید میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے آپ کو مسجد حرام سے اٹھا کر زمزم پر لے گئے، ان فرشتوں کے متولی حضرت جبریل تھے، پھر حضرت جبریل نے آپ کے حلقوں اور ناف کے درمیان سینہ کو چاک کیا، پھر اپنے ہاتھ سے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا، حتی کہ پیٹ کو صاف کردیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر ایمان اور حکمت کو سینہ میں بھر دیا اور تمام گوشت رگوں

میں ایمان اور حکمت کو سمو دیا گیا پھر سینہ کو بند کر دیا گیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۱۷)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین چڑھائی ہوئی تھی، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شوخی سے اچھل کود کی تو اس سے حضرت جبریل نے کہا کیا تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم کوئی شخصیت آج تک تم پر سوار نہیں ہوئی، تب براق تھم گیا اور اس کا پسینہ بہنے لگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی، اس کا رنگ سفید تھا، جارود نے کہا، اے ابوحمزہ! (حضرت انس) کیا وہ برا تھا؟ حضرت انس نے کہا ہاں وہ منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا مجھے اس پر سوار کرایا گیا اور جبریل مجھے لے کر چلے گئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۷)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: **عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مررت على موسىٰ ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى فى قبره** ۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میرا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کثیب احمر کے پاس سے گزر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۶۳۱)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا: آپ ہمیں شب معراج کا واقعہ بیان کیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشا کی نماز پڑھی، پھر میں سو گیا پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا، میں بیدار ہوا مجھے کچھ نظر نہ آیا، پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غور سے دیکھا تو مجھے خچر سے مشابہ ایک جانور نظر آیا ان کے کان اوپر کو اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے، اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس (قسم کے) جانور پر سواری کرتے تھے وہ منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، جس وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے سوال کرتا ہوں۔ مجھے دیکھو، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا، پھر مجھے اپنی بائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو یا محمد۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا، اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو، میں نے اس کی طرف بھی التفات نہیں کیا نہ اس کے پاس ٹھہرا حتی کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا میں نے اس حلقہ میں اپنی سواری کو باندھا جس حلقے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے پھر جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا اور شراب کو چھوڑ دیا، حضرت جبریل نے کہا آپ نے فطرت کو پالیا میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضرت جبریل نے پوچھا آپ نے

راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں جا رہا تھا تو دائیں جانب سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، حضرت جبریل نے کہا یہ بلانے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، آپ نے فرمایا جب میں جا رہا تھا تو ایک شخص نے مجھے بائیں جانب سے آواز دی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، جبریل نے کہا یہ نصاری تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی، آپ نے فرمایا اس سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا، یا محمد، میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، جبریل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔

آپ نے فرمایا پھر میں اور جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں داخل ہوئے اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میرے پاس ایک معراج (نورانی سیڑھی) لائی گئی جس پر بنو آدم کی روحیں اس وقت چڑھتی ہیں جب تم دیکھتے ہو کہ میت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہیں، وہ بہت حسین معراج تھی، کسی مخلوق نے ایسی معراج نہ دیکھی ہوگی میں اور جبریل اس معراج پر چڑھے حتیٰ کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے فرشتے سے ہوئے اس کا نام اسماعیل تھا اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما یعلم جنود ربک الا ھو۔ (المدثر: ۳۱) آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے۔

پھر جبریل نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا جبریل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں، آپ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انہیں بنایا گیا تھا ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو علیین میں لے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو سجین میں لے جاؤ، ابھی میں کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا کہ دستر خوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نفیس بھنا ہوا گوشت رکھا ہے، اور دوسری جانب اور خوان رکھے ہیں جن پر نہایت بدبودار اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس نہیں جاتے اور سڑا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا: اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں، پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح ہیں ان میں سے جب بھی کوئی اٹھتا تو گر جاتا اور کہتا اے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا، ان کو فرعونی جانور روند رہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے، میں نے کہا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے سود کھانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے، پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے سنا، میں نے کہا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے در اصل یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر

رہے تھے اور عنقریب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں میں نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہی تھیں، میں نے کہا جبریل یہ کون عورتیں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے زنا کرنے والیاں ہیں پھر میں کچھ اور آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگ پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے، میں نے کہا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے غیبت کرنے والے اور چغلی کرنے والے لوگ ہیں۔ الحدیث (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۰، ۳۹۴)

اس حدیث کو امام ابن جریر نے سورۃ اسراء کی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے اور اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک روای ابو ہارون عبدی متر ک ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان الذی اسری بعبدہ، کی تفسیر میں فرمایا:

میرے پاس ایک گھوڑا لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کرایا گیا، آپ نے فرمایا اس کا قدم منتہائے بصر پر تھا، آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی چلے، آپ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن وہ فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی، آپ نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں ان کی نیکیوں کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا ہے، اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور چیز لے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا تھا اور جب سر کچل دیا جاتا تھا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ سر پھر کچل دیا جاتا) میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرض) نماز کے وقت بھاری ہو جاتی تھے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑے کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار درخت زقوم کو جانوروں کی طرح چر چگ رہے تھے، اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے، میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے دیگچیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا، وہ سڑے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے، آپ نے کہا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے جو ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقعدوا بکل صراط توعدون۔ (الاعراف: ۸۶) اور ہر راستہ میں اس لیے نہ بیٹھو کہ مسلمانوں کو ڈراؤ۔

آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں

اور پھر ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر لیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا تھا، اور وہ اس گٹھے میں مزید لکڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے ہو شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جاتے تھے اور جب بھی ان کو کاٹ دیا جاتا وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی، آپ نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں، پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر سے ہوا جس کے سوراخ سے ایک بڑا بیل نکل رہا تھا، پھر وہ بیل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بری) بات کہہ کر اس پر نادم ہوتا ہے اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا۔ پھر آپ کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جہاں سے بہت خوشگوار، ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آ رہی تھی، جس میں مشک کی خوشبو تھی، اور وہاں سے آواز آ رہی تھی آپ نے پوچھا اے جبریل یہ مشک کی خوشبو والی پاکیزہ ہوا کیسی ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ انہوں نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے اہل عطا فرما، کیونکہ میری خوشبو، میرا ریشم، میرا سندس، اور استبرق، میرے موتی، میرے مرجان، میرے مونگے، میرا سونا اور چاندی، میرے کوزے اور کٹورے، میرا شہد، میرا دودھ، اور میری شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تو اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اہل جنت عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرے لیے ہر مسلم اور ہر مسلمہ ہے اور ہر مومن اور ہر مومنہ ہے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور میرے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور میرے سوا کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو مجھ سے ڈریں گے میں ان کو امان دوں گا اور جو مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو عطا کروں اور جو مجھے قرض دیں گے میں ان کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریں گے میں ان کے لیے کافی ہوں اور میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں میں وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ایک ایسی وادی میں آئے جہاں سے نہایت بری، بھیانک اور مکروہ آوازیں آ رہی تھیں، آپ نے فرمایا اے جبریل یہ کیسی آوازیں ہیں، انہوں نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے مجھے اہل دوزخ عطا کر جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کیونکہ میرے طوق میری زنجیریں، میرے شعلے اور میری گرمی، میرا تھور، میرا لہو اور پیپ اور میرے عذاب اور سزا کے اسباب بہت وافر ہو گئے ہیں، میری گہرائی بہت زیادہ ہے، اور میری آگ بہت تیز ہے، مجھے وہ لوگ دے جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک اور کافر، خبیث اور منکر بے ایمان مرد اور عورت تیرے لیے ہے یہ سن کر جہنم نے کہا میں راضی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتی کہ بیت المقدس پر آئے اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی، پھر آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو انہوں نے کہا اے جبریل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ (سیدنا) محمد رسول اللہ ہیں اور خاتم النبیین ہیں، انہوں نے پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا ہاں، انہوں نے کہا اللہ ہمارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں، انہیں خوش آمدید ہو، پھر انبیاء علیہم السلام کی روحیں آئیں، انہوں نے اپنے رب کی ثنا کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

الحمد للہ الذی اتخذ ابراہیم خلیلا واعطانی ملکا عظیما وجعلنی امة قانتاللہ یوتم بی وانقذنی من النار وجعلھا علی برداوسلاما۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے عظیم ملک دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری پیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کر دیا۔

پھر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہ: الحمد للہ الذی خولنی ملکا وانزل علی الزبور والان لی الحدید وسخر لی الطیر والجبال واتانی الحکمة فصل الخطاب۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے حکومت کی نعمت دی اور مجھ پر زبور نازل کی اور لوہے کو میرے لیے نرم کر دیا اور پرندوں اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے حکمت دی اور فیصلہ سنانے کا منصب دیا۔

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا: الحمد للہ الذی سخر لی الریاح والجن والانس وسخر لی الشیاطین یعملون ماشئت من محاریب وتماثیل الایة وعلمنی منطق الطیر وکل شیء واسال لی عین القطر واعطانی ملکا عظیما لاینبغی لاحد من بعدی۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں کو، جنوں کو اور انسانوں کو مسخر کر دیا، اور میرے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا، جو عمارتیں اور مجسمے بناتے تھے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور ہر چیز سکھائی، اور میرے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا، اور مجھے ایسا عظیم ملک دیا جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہا: الحمد للہ الذی علمنی التوراة والانجیل وجعلنی ابری الاکمه والابرص واحی الموتی باذنه ورفعنی وطھرنی من الذین کفروا واعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلم یکن للشیطان علیھا سبیل۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرنے والا بنایا، اور میں اس کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان پر اٹھایا اور مجھے کفار سے نجات دی اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے محفوظ رکھا، اور شیطان کا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔

پھر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا: الحمد للہ الذی ارسلنی رحمة للعالمین وکافة للناس بشیرا ونذیرا وانزل علی الفرقان فیه تبیان کل شیء وجعل امتی خیر امة اخرجت للناس وجعل امتی امة وسطا وجعل امتی ھم الاولون وھم الاخرون وشرح صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمة للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت کو امت اول بنایا اور میری امت کو امت آخر بنایا اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے بوجھ اتار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتدا کرنے والا اور انتہا کرنے والا بنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر فرمایا انہی فضائل کی وجہ سے تم سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت دی گئی ہے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو نماز پڑھائی، امام بیہقی کی اس روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اس کو امام مسلم

اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

امام نسائی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں: ثم دخلت الی بیت المقدس فجمع لی الانبیاء علیہم السلام فقدمنی جبرئیل حتی اممتھم۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، اس میں میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت جبریل نے مجھے پکڑ کر ان کے آگے کھڑا کیا اور میں نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں: آپ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا آپ سے کہا گیا کہ اس کو پئیں، آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا، آپ نے اسے سیر ہو کر پیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی، آپ نے فرمایا میں سیر ہو چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا، آپ سے کہا گیا آپ نے ٹھیک کیا، آپ کی امت پر عنقریب شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی کرتے اس کے بعد آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ (الحدیث بطولہ) (دلائل النبوۃ ج ۲، ص ۴۰۱)

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے سورۃ اسراء کی تفسیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے ماسوا ایک راوی کے اور وہ ربیع بن انس ہے۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ۶۷، ۷۳)

امام بخاری مالک بن صعصعہ سے روایت کرتے ہیں: پھر حضرت جبرئیل مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو حضرت جبریل نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا جبریل ہے، پھر آسمانوں سے فرشتوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل نے جواب دیا کہ ہاں، کہا گیا کہ انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہو، دروازل کھول دیا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملے، جبریل نے کہا یہ آپ کے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، آپ انہیں سلام کیجیے، میں نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو، پھر جبریل (میرے ہمراہ) اوپر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، اور انہوں نے کہا اس کا دروازہ کھولایا، پوچھا کون؟ انہوں نے کہا جبریل، دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا کہ وہ بلا گئے ہیں؟ جبریل نے کہا ہاں، اس (دوسرے آسمان کے دربان) نے کہا خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں آپ انہیں سلام کیجیے، میں نے انہیں سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو، پھر جبریل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبریل، جبریل سے دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر دریافت کیا گیا وہ

بلائے گئے ہیں؟ جبریل نے کہا ہاں، اس کے جواب میں کہا گیا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ملے، جبریل نے کہا یہ یوسف ہیں انہیں سلام کیجیے میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر انہوں نے کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو، اس کے بعد جبریل مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبرئیل، پھر دریافت کیا گیا تمہارے ہمرا کون ہے؟ جبریل نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، چوتھے آسمان کے دربان نے کہا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ادریس ملے، جبریل نے کہا یہ ادریس ہیں انہیں سلام کیجیے، میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسما تک پہنچے اور انہوں نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا بریل، دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، پانچویں آسمان کے دربان نے کہا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ہارون ملے، جبریل نے کہا یہ ہارون ہیں انہیں سلام کیجیے، میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا خوش آمدید ہو اخ صالح کو اور نبی صالح کے لیے۔ پھر جبریل مجھے اوپر چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے، جبریل نے اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا، جبریل، دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں انہوں نے کہا، ہاں، اس فرشتے نے کہا انہیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو موسیٰ ملے، جبریل نے کہا یہ موسیٰ ہیں انہیں سلام کیجیے۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح کو اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے، ان سے پوچھا گیا آپ روتے کیوں ہیں تو انہوں نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبریل مجھے ساتویں آسمان پر چڑھا لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انہوں نے کہا جبریل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، تو اس فرشتے نے کہا خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور نہایت مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ابراہیم ملے جبریل نے کہا یہ آبا کے باپ ابراہیم ہیں انہیں سلام کیجیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو ابن صالح اور نبی صالح کو۔

پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھایا گیا تو اس درخت سدرہ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبریل نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر، میں نے پوچھا اے جبریل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل و فرات ہیں، پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، اس کے بعد مجھے ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا، میں نے دودھ کو لے لیا جبریل

نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۸۸۷)

علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرۃ المنتہی کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **فالمنتھی حینئذ موضع لا یتعداہ ملك ولا یعلم ماوراءہ احد والیه ینتھی ارواح الشھداء**۔ سدرۃ المنتہی وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جاسکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدۃ المنتہی کے ماوراء کیا ہے۔ شہداء کی روحیں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔

نیز علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں: **ان جبریل تخلف عنه فی مقام لو دنوت انملة لاحترقت**۔ ایک مقام پر جبریل آپ سے پیچھے رہ گئے (اور کہا:) اگر میں ایک پور بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

(غرائب القرآن ج ۶ ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: **وھو مقام جبریل وکان قد بقی ھناك عند عروجه علیه الصلوٰۃ والسلام الی مستوی العرش و قال لو دونت انملة لاحترقت**۔ یہ مقام جبریل ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبریل وہیں رہ گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔ (روح البیان ج ۹ ص ۲۲۴ مطبوعہ کوئٹہ)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: **عن الحسن قال فارقنی جبریل ای فی مقام قرب الجلیل وقال لو دنوت انملة لاحترقت**۔ حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب جلیل کے قرب کے مقام میں حضرت جبریل مجھ سے الگ ہوگئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔ (شرح الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶، بیروت)

ملا عبدالوہاب شعرانی، شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہی کی طرف عروج کرایا گیا اس کے پھل مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، آپ نے اس کو دیکھا درآنحالیکہ اس کو اللہ کی طرف سے نور نے ڈھانپ رکھا تھا اور کوئی شخص اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ شدت نور کی وجہ سے آنکھ اس کا ادراک نہیں کرسکتی، آپ نے دیکھا سدرہ کی جڑ سے چار دریا نکل رہے ہیں، دو دریا ظاہری تھے اور دو دریا باطنی تھے، آپ کو حضرت جبریل نے بتایا کہ ظاہری دریا نیل اور فرات ہیں اور باطنی دریا جنت کی طرف جارہے ہیں اور نیل اور فرات بھی قیامت کے دن جنت میں چلے جائیں گے اور یہ جنت میں شہد اور دودھ کے دریا ہوں گے۔ شیخ ابن عربی نے کہا ان دریاؤں سے پینے والوں کو مختلف قسم کے علوم حاصل ہوتے ہیں اور بتایا کہ بنو آدم کے اعمال سدرۃ المنتہی کے پاس رک جاتے ہیں اور یہ روحوں کی جائے قرار ہے، اوپر سے جو چیزیں نیچے نازل ہوتی ہیں یہ ان کی انتہا ہے اوپر سے کوئی چیز نیچے نہیں جاسکتی، اور جو چیزیں نیچے سے اوپر جاتی ہیں یہ ان کی بھی انتہا ہے، نیچے سے کوئی چیز اس کے اوپر نہیں جاسکتی، اور یہیں پر حضرت جبریل کی جائے قیام ہے۔ اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم براق سے اترے اور آپ کے لیے رفرف (سبز رنگ کا تخت) لایا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رفرف پر بیٹھے اور جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفرف کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتے کے سپرد کردیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے آگے چلنے کا سوال کیا تاکہ آپ کو ان کی وجہ سے انسیت رہے، حضرت جبریل نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، اگر میں ایک قدم بھی چلا تو جل جاؤں گا، ہم میں سے ہر فرشتے کے لیے ایک معروف جائے قیام ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے یہ سیر آپ کو اس لیے

کرائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائے، آپ اس سے غافل نہ ہوں، پھر حضرت جبریل نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہوئے، رفرف آپ کو لے کر روانہ ہوا حتی کہ آپ مقام استوا پر پہنچے جہاں آپ نے صریف اقلام (قلم چلنے) کی آواز سنی اور اقلام الواح میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو لکھ رہے تھے جو اللہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری فرماتا ہے اور ملائکہ جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اور ہر قلم ایک فرشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو کچھ عمل کرتے ہو ہم اس کو لکھ رہے ہیں، پھر آپ نور میں تیزی سے دوڑے اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا وہ پیچھے رہ گیا جب آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہ دیکھا تو آپ گھبرائے اور عالم نور میں آپ حیران و پریشان تھے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آپ کیا کریں، اب فرشتہ تھا نہ رفرف تھا آپ کے ہر طرف نور تھا اور آپ عالم وجد میں دائیں بائیں جھوم رہے تھے، اس وقت آپ نے دیدار کی اجازت طلب کی تاکہ اپنے رب کے حضور خاص میں داخل ہوں تب حضرت ابوبکر کی آواز سے مشابہ ایک آواز آئی: قف یا محمد فان ربک یصلی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہریئے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

آپ اس آواز سے متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ کیا میرا رب نماز پڑھ رہا ہے؟ جب آپ کے دل میں تعجب پیدا ہوا اور آپ ابوبکر کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر اس آیت کی تلاوت ہوئی:

ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا اس سے مراد نماز نہیں بلکہ اس سے اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حضرت شریفہ میں داخل ہونے کا اذن ملا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنی تھی اور آپ کی آنکھ نے وہ جلوہ دیکھا جس کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (الیواقت والجواہر ج ۲، ص ۳۶۶، ۳۶۷، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

امام بیہقی حضرت ابوہریرہ کی سابق طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں: اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوا اور فرمایا مانگیئے، آپ نے عرض کیا: تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور تو نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، اور تو نے حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا، اور تو نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے پہاڑوں، جنوں، انسانوں، شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، اور ان کو اتنی عظیم سلطنت دی جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے اور تو نے حضرت عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم عطا فرمایا اور انہیں مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کے لیے شفا دینے والا بنا دیا اور وہ تیری اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھا۔ تب آپ کے رب نے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمٰن ہیں اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور آپ کا شرح صدر کیا اور آپ سے بوجھ دور کر دیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ (یعنی اذان وغیرہ میں) اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی اور آپ کی امت امت عادلہ بنائی گئی اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا گیا، اور آپ کی امت کے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ کی کتاب رکھی گئی

اور ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، اور میں نے آپ کو ازروئے خلق کے تمام انبیاء میں اول اور ازروئے بعثت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور سورۃ بقرہ کی آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے فضیلت دی مجھ کو رحمت للعالمین بنایا، تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا، جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور تیمم کا ذریعہ بنایا اور مجھے کلام کے فواتح، خواتم اور جوامع عطا کیے اور اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر مخفی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہو یا متبوع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ کے پاس لوٹا۔
(دلائل النبوۃ ج ۲، ص ۴۰۲، ۴۰۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور جبار رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ جو آپ پر وحی نازل کرتا ہے اس نے آپ پر وہ وحی نازل کی اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، پھر آپ نیچے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ تک پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو روک لیا اور کہا یا محمد! آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا؟ آپ نے فرمایا اس نے مجھ کو ہر روز (دن اور رات میں) پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تاکہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کر دے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کی طرف متوجہ ہوئے، گویا اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے، حضرت جبریل نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ پسند کریں تو، آپ پھر حضرت جبار میں پہنچے اور آپ نے اسی پہلے مقام پر پہنچ کر عرض کیا: اے ہمارے رب! ہمارے لیے تخفیف کر دے کیونکہ میری امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، پھر آپ حضرت موسیٰ کے پاس پہنچے حضرت موسیٰ نے آپ کو پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار آپ کے رب کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے آپ کو پانچ نمازوں پر پھر روک لیا اور کہا یا محمد! خدا کی قسم میں اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، وہ پانچ سے کم نمازیں بھی نہ پڑھ سکے اور ان کو ترک کر دیا آپ کی امت کے اجسام، ابدان، قلوب، آنکھیں، اور کان تو ان سے زیادہ کمزور ہیں، آپ پھر جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کرائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبریل کی طرف متوجہ ہوتے تھے تاکہ وہ آپ کو مشورہ دیں اور حضرت جبریل نے اس کو ناپسند نہیں کیا اور آپ پانچویں پر پھر گئے اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم، دل، کان، اور بدن کمزور ہیں آپ ہم سے تخفیف کر دیجیے، جبار نے فرمایا: یا محمد! آپ نے فرمایا لبیک وسعدیک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے لوح محفوظ میں جس طرح لکھ دیا ہے میرے اس قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ حضرت موسیٰ کی طرف لوٹے حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ نے کیا کیا، آپ نے فرمایا ہمارے رب نے تخفیف کر دی ہے اور ہمارے لیے ہر نیکی کا اجر دس گنا کر دیا، حضرت موسیٰ نے فرمایا خدا

کی قسم! میں بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، انہوں نے اس سے کم نمازوں کو بھی ترک دیا تھا، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور ان نمازوں میں بھی کمی کرائیے، آپ نے فرمایا اے موسیٰ! بہ خدا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے، پھر اسی رات آپ واپس آ کر مسجد حرم میں سو گئے اور صبح بیدار ہوئے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۵۱۷)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: حضرت ابو سعید خدری ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں، معراج کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں گزشتہ راست بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیز دیکھی، ابو جہل بن ہشام نے کہا کیا تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گزشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ کی مسافت طے کر کے بیت المقدس پہنچتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کر کے یہاں واپس پہنچتا ہے، تو یہ آنا اور جانا دو ماہ میں طے ہوتا ہے، اور ایک رات میں جا کر واپس آ گئے؟ پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا میں نے جاتے وقت اس قافلہ کو فلاں فلاں جگہ دیکھا ہے اور جب میں واپس لوٹا تو میں نے اپنے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے، پھر آپ نے قافلہ میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی کہ وہ اونٹ اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا، ابو جہل نے کہا انہوں نے ہمیں کئی چیزوں کی خبر دی ہے، پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ابھی پتہ چل جائے گا پھر اس مشرک نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ مجھے اس کی عمارت، اس کی ہیئت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے متعلق بتائیے؟ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ اس طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بیان فرما رہے تھے، آپ نے بتایا کہ اس اس طرح اس کی عمارت ہے اور اس کی اس اس طرح ہیئت ہے اور وہ پہاڑ کے اس اس طرح قریب ہے، اس نے کہا آپ نے سچ کہا، پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۲، ص ۳۹۵، ۳۹۶)

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس کا امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: اسماعیل بن عبد الرحمن قرشی بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی، تو انہوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ کو آئے گا، پھر بدھ کے دن قریش صبح سے قافلہ کے انتظار میں بیٹھے رہے، حتی کہ دن غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا، اور سورج کو صرف اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لیے جب جمعہ کے دن انہوں نے جبارین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ سورج کو موخر کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لیے جنگ کرنا جائز نہ تھا۔

(دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۴۰۴)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں: بعض روایات میں ہے کہ قافلہ بدھ کے دن نصف النھار کے وقت آ گیا تھا یہ روایت اس کے خلاف ہے، لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ تین قافلوں کے پاس سے گزرے تھے، اور مشرکین میں سے ہر ایک نے اپنے قافلہ کے متعلق پوچھا تھا ان میں سے ایک قافلہ بدھ کی دوپہر کو آ گیا تھا اور یہ قافلہ بدھ کی شام کو پہنچا تھا۔

(شرح المواہب اللدنیہ ج ۲، ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں میزاب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ کر انہیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۸۸۷)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ حضرت ام ہانی سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، پھر اس رات میں نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا، پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں قریش کو بتلاؤں کہ میں نے اس رات کیا کیا دیکھا ہے، میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے ان کے پاس جا کر ان کو واقعہ معراج کی خبر دی، جبیر بن مطعم نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر واقعہ تم اس رات وہاں گئے ہوتے تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتے، ایک شخص نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں بخدا میں نے دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کو ڈھونڈ رہے تھے، اس شخص نے کہا کیا آپ بنو فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں، میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا، اس نے کہا اچھا بتائیے ان کی اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون کون تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت ان کی گنتی کی طرف توجہ نہیں کی تھی تو اسی وقت وہ اونٹ اور ان کے چرواہے آپ کے پاس حاضر کر دیئے گئے، آپ نے اونٹوں کو گن لیا اور ان کے چراہوں کو جان لیا، پھر آپ نے قریش سے فرمایا تم نے مجھ سے بنو فلاں کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے چراہوں کی گنتی کے متعلق پوچھا تھا، سو ان کے اونٹوں کی تعداد اتنی ہے اور ان کے فلاں فلاں چراہے ہیں، اور ان میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر) کے بھی چراہے ہیں، اور صبح یہ اونٹ وادی ثنیہ میں پہنچ جائیں گے، وہ لوگ صبح وادی ثنیہ دیکھنے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا آپ نے سچ فرمایا ہے یا نہیں؟ سو وہ اونٹ آ گئے، ان لوگوں نے اونٹ والوں سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا، انہوں نے کہا ہاں، پھر دوسرے سے پوچھا کیا تمہاری سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹی تھی، انہوں نے کہا ہاں، پھر انہوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس پیالہ تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا بخدا میں نے وہ پیالہ رکھا تھا اس سے کسی نے پانی پیا تھا نہ کسی نے اس پانی کو زمین پر گرایا تھا (اور وہ پانی ختم ہو گیا تھا) حضرت ابوبکر نے کہا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اسی دن حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہو گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۲۵، ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے (اس روایت کے آخر میں ہے) صبح کو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا، وہ لوگ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا اے ابوبکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گزشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر نے کہا اگر واقعہ آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں، مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں جگہ پر قریش کے قافلہ کے پاس سے گزرا تھا، مجھے دیکھ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگا اور چکر لگانے لگا اور اس قافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں وہ گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب قافلہ واپس آیا تو انہوں نے قافلے والوں سے پوچھا تو انہوں نے اسی طرح بیان جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اسی دن سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق پڑ گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۸، ۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۹ھ، تفسیر تبیان القرآن، سورہ اسراء، لاہور)

بَابُ الْمِعْرَاجِ

باب 105: ''معراج کا بیان''

376- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ نَبِىَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِىَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِى الْحَطِيْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِى الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِىْ اٰتٍ فَقَدَّ قَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِىْ مَا يَعْنِىْ بِهٖ قَالَ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مِنْ قَصِّهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِىْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَّمْلُوْئَةٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِىْ ثُمَّ حُشِىَ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِىْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَآءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِىِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَآءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا الْخَالَةِ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِىِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِىْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِىْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِىِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِىْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ

حدیث376: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:342' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:17869' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:48' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:599

الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ اَوَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِلٰى اِدْرِيْسَ قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَآءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَآءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيلَ لَهٗ مَا يُبْكِيكَ قَالَ اَبْكِيْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَّدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَآءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ هٰذَا اَبُوْكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعَتْ اِلَيَّ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبْقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى وَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَقُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ الَّتِيْ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوَاتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قَالَ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَّاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَ اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّاِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ قَالَ سَاَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّيْ اَرْضٰى وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ

◈◈ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شب معراج کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا: میں حطیم میں سویا ہوا تھا ایک روایت میں منقول ہے "حجر" میں لیٹا ہوا تھا اسی دوران کوئی شخص میرے پاس آیا میں نے اسے کچھ کہتے ہوئے سنا۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک کا حصہ چیر دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اپنے استاد جارود سے دریافت کیا: یہاں سے لے کر یہاں تک سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: گردن سے لے کر اور ناف کے نیچے موجود بالوں تک۔

میں نے انہیں یہ بیان کرتے ہوئے بھی سنا ہے' سینے کی ہڈی سے لے کر ناف کے نیچے بالوں تک چیر دیا پھر اس نے میرا دل نکالا پھر ایک طشت لایا گیا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور ایمان سے بھرا ہوا تھا میرے دل کو دھویا گیا اور اس میں حکمت اور ایمان کو بھر دیا گیا پھر اسے واپس اسکی جگہ پر رکھ دیا گیا پھر ایک جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا تھا اور گدھے سے بڑا تھا اور سفید رنگ کا تھا۔

جارود نے ان سے کہا: وہ براق تھا اے ابوحمزہ! حضرت انس نے جواب دیا: جی ہاں! اس کا ایک قدم اتنی دور پڑتا تھا جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) مجھے اس پر سوار کیا گیا پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے اور یہاں تک کہ آسمانِ دنیا تک آ گئے۔ انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا، دریافت کیا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبریل علیہ السلام دریافت کیا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ پوچھا گیا: کیا ان کی طرف پیغام بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! کہا گیا۔ انہیں خوش آمدید! بہت اچھے مہمان آئے ہیں۔ پھر اس شخص نے دروازہ کھول دیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے۔

جبرائیل علیہ السلام بولے یہ آپ ﷺ کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ انہیں سلام کیجئے! میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا: پھر بولے: نیک بیٹے کو خوش آمدید اور نیک نبی کو خوش آمدید۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر دوسرے آسمان پر آئے دروازہ کھولنے کے لئے کہا' پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل علیہ السلام پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ پوچھا گیا' کیا انہیں بلوایا گیا ہے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: جی ہاں! کہا گیا خوش آمدید کتنے اچھے مہمان ہیں، پھر اس شخص نے دروازہ کھول دیا۔ پھر میں جب وہاں پہنچا تو وہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود تھے یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام بولے یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آپ ﷺ ان دونوں کو سلام کریں! میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتھ لے کر تیسرے آسمان پر گئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو دریافت کیا گیا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل علیہ السلام پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ پوچھا گیا کیا انہیں بلوایا گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! کہا گیا خوش آمدید کتنے اچھے مہمان آئے ہیں۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا میں وہاں پہنچا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام موجود تھے۔ جبرائیل علیہ السلام بولے یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے! میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اور پھر بولے: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔

پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر چوتھے آسمان پر گئے۔ انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل علیہ السلام کہا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ، انہوں نے پوچھا کیا انہیں بلوایا گیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں! کہا گیا خوش آمدید کتنے اچھے مہمان آئے ہیں۔ پھر دروازہ کھول دیا گیا، جب میں

وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبرائیل علیہ السلام بولے یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے! میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور بولے: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر پانچویں آسمان پر گئے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا، پوچھا گیا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل علیہ السلام، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت محمد ﷺ پوچھا گیا کیا حضرت محمد ﷺ کو بلایا گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! کہا گیا خوش آمدید کتنے اچھے مہمان آئے ہیں، جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ہارون علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبرائیل علیہ السلام بولے یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا: اور پھر وہ بولے: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔

پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چھٹے آسمان پر گئے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل علیہ السلام پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت محمد ﷺ پوچھا گیا کیا انہیں بلوایا گیا ہے، جبریل نے جواب دیا: جی ہاں! کہا گیا خوش آمدید کتنے اچھے مہمان آئے ہیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں آپ انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر بولے: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔

جب میں آگے بڑھنے لگا تو وہ رو پڑے ان سے پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ وہ بولے: میں اس لئے رو رہا ہوں کیونکہ ایک ایسے نوجوان جنہیں میرے بعد مبعوث کیا گیا ہے ان کی امت سے تعلق رکھنے والے افراد زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوں گے، اس تعداد سے' جتنے میری امت کے افراد داخل ہوں گے۔

پھر جبرائیل مجھے لے کر ساتویں آسمان کی طرف گئے، جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جبرائیل علیہ السلام پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا حضرت محمد ﷺ ان سے پوچھا گیا کیا ان کو بلوایا گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! اس فرشتے نے کہا: خوش آمدید کتنے اچھے مہمان آئے ہیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبرائیل علیہ السلام بولے یہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں آپ انہیں سلام کیجئے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور بولے: نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ آیا اس کے پھل "ہجر" کے گھڑوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام بولے یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے یہاں سے چار نہریں نکلتی ہیں دو ظاہری ہیں اور دو باطنی ہیں۔ میں نے دریافت کیا: یہ دونوں کون سی قسم کی ہیں اے جبرائیل علیہ السلام! انہوں نے بتایا: باطنی دو نہریں جنت میں ہیں اور ظاہری نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے "بیت المعمور" آیا۔

پھر میرے سامنے شراب کا ایک برتن، دودھ کا ایک برتن اور شہد کا ایک برتن پیش کیا گیا میں نے دودھ کو پکڑ لیا۔ جبرائیل علیہ السلام بولے یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ ﷺ کی امت قائم رہیں گے۔

پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں جب میں واپس آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے دریافت

کیا: آپ کو کس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے جواب دیا: مجھے پچاس نمازیں روزانہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ بولے: آپ کی امت پچاس نمازیں روزانہ ادا نہیں کر سکے گی۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ سے پہلے میں لوگوں کو آزما چکا ہوں۔ اور میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا ہے۔ آپ واپس (اپنے پروردگار کی طرف جایئے اور اپنی امت کے لئے کمی کی درخواست کیجئے، میں واپس آیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف کر دیں۔ میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے یہی بات کی میں پھر واپس آیا، اللہ تعالیٰ نے پھر دس معاف کر دیں میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے پھر یہی بات کی میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف کر دیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے یہی بات کی میں واپس آیا تو مجھے روزانہ دس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ پھر میں واپس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہی بات کی پھر میں واپس آیا تو مجھے روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

جب میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے دریافت کیا: آپ کو کس بات کا حکم دیا گیا ہے میں نے جواب دیا: مجھے روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ بولے: آپ کی امت پانچ نمازیں روزانہ ادا نہیں کر سکے گی۔ مجھے آپ سے پہلے کے لوگوں کا تجربہ ہے اور میں نے بنی اسرائیل کو آزمالیا ہے۔ آپ واپس) اپنے پروردگار کے پاس جائیں اور اس سے مزید کمی کی درخواست کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: میں نے اپنے پروردگار سے کئی مرتبہ سوال کیا ہے اب مجھے حیاء آتی ہے۔ اب میں اس بات پر راضی ہوں اور اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔

جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو کسی نے پکار کر کہا میں نے اپنا فرض نافذ کر دیا ہے اور اپنے بندوں کے لئے تخفیف کر دی ہے۔

377- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ) قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهِ اِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ (وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْاٰنِ) قَالَ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''اور جو خواب ہم نے تمہیں دکھائے ہیں انہیں صرف لوگوں کے لئے آزمائش بنایا ہے''۔

اس سے مراد آنکھوں سے دیکھے جانے والے وہ خواب ہیں جو نبی اکرم ﷺ کو اس رات دکھائے گئے جب انہیں بیت المقدس لے جایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''لعنت کیا گیا وہ درخت جس کا ذکر قرآن میں ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ''اس سے مراد زقوم ہے''۔

حدیث 377: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4439' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث: 3134' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1916' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 56' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 3380' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث: 11291' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 11641

بَابُ وُفُوْدِ الْاَنْصَارِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ

باب **106**: انصار کے وفود کا مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور بیعت عقبہ

378- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ وَّكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ بِطُوْلِهٖ قَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ فِىْ حَدِيْثِهٖ وَلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِىْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِى النَّاسِ مِنْهَا

✧✧ حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہو چکے تھے تو یہ انہیں ساتھ لے کر چلا کرتے تھے، میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' انہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہ جانے کے بارے میں بات بیان کی، اُس کے بعد طویل حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ بیان کرتے ہیں، میں عقبہ کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا، جب ہم نے اسلام پر ثابت قدم رہنے کا عہد کیا تھا اور اس کے مقابلے میں مجھے بدر میں شریک ہونے کی نسبت پسند نہیں ہے اگرچہ لوگوں میں بدر کا ذکر عقبہ سے زیادہ ہے۔

379- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرٌو يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ شَهِدَ بِىْ خَالَاىَ الْعَقَبَةَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَحَدُهُمَا الْبَرَآءُ بْنُ مَعْرُوْرٍ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میرے دو ماموں بھی (بیعت) عقبہ میں شریک ہوئے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں، ابن عیینہ فرماتے ہیں ان دونوں میں سے ایک کا نام "براء بن معرور" تھا۔

380- حَدَّثَنِىْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ عَطَآءٌ قَالَ جَابِرٌ اَنَا وَاَبِىْ وَخَالِىْ مِنْ اَصْحَابِ الْعَقَبَةِ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں' میرے والد اور میرے ماموں اصحابِ عقبہ میں شامل تھے۔

381- حَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِىْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ مِنَ الَّذِيْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَصْحَابِهٖ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ تَعَالَوْا بَايِعُوْنِىْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِىْ فِىْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِى الدُّنْيَا فَهُوَ لَهٗ كَفَّارَةٌ وَّمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَاقَبَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ قَالَ فَبَايَعْتُهٗ عَلٰى ذٰلِكَ

حدیث379: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3678

✧✧ ابوادریس بیان کرتے ہیں' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں غزوہ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کرنے کا شرف حاصل ہے اور آپ کے ان ساتھیوں میں سے ہیں جنہیں عقبہ کی رات میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے یہ بتایا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: اس وقت آپ کے اردگرد آپ کے کچھ اصحاب موجود تھے، تم لوگ آگے آؤ اور میرے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کرو کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، کسی پر جھوٹا الزام نہیں لگاؤ گے، نیکی کے کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے، تم میں سے جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا اور تم میں سے جو شخص اس میں سے کسی بات کا ارتکاب کرے گا اسے اس کی سزا ملے گی اور جوان میں سے کسی ایک چیز کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں اس کی سزا مل جائے تو یہ اس کے لئے کفارہ ہوگی اور جو کوئی ان میں سے کسی ایک چیز کا ارتکاب کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کر دے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا اگر وہ چاہے تو اسے سزا دے گا اور اگر چاہے تو اسے معاف کر دے گا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر یہ بیعت کر لی۔

382- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِى حَبِيبٍ عَنْ اَبِى الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنِّى مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَايَعْنَاهُ عَلٰى اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِىَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِى حَرَّمَ اللّٰهُ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِىَ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ غَشِيْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَآءُ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ

✧✧ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں ان نقباء میں سے ایک ہوں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی: ہم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے، ہم چوری نہیں کریں گے، ہم زنا نہیں کریں گے، کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کریں گے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو اور ہم لوٹ مار نہیں کریں گے اور ہم نافرمانی نہیں کریں گے، اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیں جنت ملے گی اور اگر ہم نے ان میں سے کسی ایک جرم کا ارتکاب کر لیا تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔

بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کا بیان

مکہ مکرمہ میں رہ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ اسلام کے لیے جدوجہد کرتے رہے لیکن قریش کی مخالفت میں کمی نہیں ہوئی جس کی وجہ سے تیرہ سالوں کی شبانہ روز جدوجہد کے بعد تبلیغ کا کام سست تھا۔ ایسی حالت میں اسلام کی تبلیغ کا ایک نیا باب کھلا جس سے اسلام مکہ سے نکل کر مدینہ میں پھیلا۔ مدینہ کے دو قبائل اوس اور خزرج قحطانی نسل کے تھے جو ہر سال حج کے لیے آتے تھے۔ نبوت کے گیارہویں سال ان قبائل کے چند آدمی حج کے لیے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے

حدیث382: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6479' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1709

سامنے دعوت اسلام پیش کی۔ جس پر ان میں سے چھ آدمیوں نے عقبہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اسی مناسبت سے یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔ ان چھ خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں۔

1))عقبہ بن عامر بن نابی۔

2))ابوامامہ اسعد بن زرارہ

3))عوف بن حارث

4))رافع بن مالک

5))قطبہ بن عامر بن حدیدہ

6))جابر بن عبداللہ بن ریاب۔ (مدارج النبوۃ، ج۲،ص ۷۲، شبیر برادرز لاہور)

دوسرے سال یعنی بعثت کے بارہویں سال انہی قبائل کے 12 آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت توحید قبول کی اور اسی مقام پر بیعت ہوئی جو بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔ تیسرے سال یعنی بعثت کے 13 ویں سال 72 افراد کو بیعت کا شرف حاصل ہوا یہ بیعت عقبہ اخریٰ کہلاتی ہے۔ ان لوگوں نے جن باتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ہم خدائے واحد کی عبادت کریں گے

ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے

ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے

ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے

ہم نبی کی اطاعت کریں گے۔ (رحمۃ اللعالمین، جلد اول ص، ۷۷)

اس طرح تین سال تک اوس وخزرج کے افراد نے اسلام قبول کیا اور اسلام مکہ سے نکل کر مدینہ کی حدود میں داخل ہوا۔ اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشہور صحابی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ مصعب بن عمیر کو مدینہ میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور ان کی کوششوں سے مدینہ میں اسلام کافی پھلا پھولا۔ چند ہی دنوں میں قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اسلام لے آئے۔ ایک سردار کے ایمان لانے کا مطلب تھا کہ ان کے پورے قبیلے سے جلد اسلام قبول کرنے کی توقع ہے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا اور مدینہ میں مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوگئی جو اسلام کے سچے شیدائی تھے۔ بیعت عقبہ تاریخ اسلام کا ایک اہم پہلو ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں جہاں اشاعت اسلام کو فروغ حاصل ہوا وہیں مدینے میں اوس اور خزرج قبائل کی صدیوں پرانی دشمنی کا بھی خاتمہ ہوا۔ اسی بیعت کے نتیجے میں مسلمانوں کے لیے بہتر مستقبل کی راہ ہموار ہوئی اور مدینہ پر یہودیوں کے سیاسی، مذہبی اور معاشی غلبے کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ بیعت دراصل تاریخ اسلام کے سب سے عظیم واقعے ہجرت کی تمہید بھی تھی جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے عرب میں پہلی بار تقویت حاصل

کی اور مدینہ پہلی اسلامی ریاست بنا۔

بَاب تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَقُدُومِهَا الْمَدِينَةَ وَبِنَائِهِ بِهَا

باب 407 نبی اکرم ﷺ کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنا، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ منورہ آنا اور ان کی رخصتی ہونا

383- حَدَّثَنِي فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِي فَوَفَى جُمَيْمَةً فَأَتَتْنِي أُمِّي أُمُّ رُومَانَ وَإِنِّي لَفِي أُرْجُوحَةٍ وَمَعِي صَوَاحِبُ لِي فَصَرَخَتْ بِي فَأَتَيْتُهَا لَا أَدْرِي مَا تُرِيدُ بِي فَأَخَذَتْ بِيَدِي حَتَّى أَوْقَفَتْنِي عَلَى بَابِ الدَّارِ وَإِنِّي لَأُنْهِجُ حَتَّى سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِي ثُمَّ أَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ مَاءٍ فَمَسَحَتْ بِهِ وَجْهِي وَرَأْسِي ثُمَّ أَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِي فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے جب میرے ساتھ شادی کی اس وقت میری عمر 6 سال تھی پھر ہم لوگ مدینہ منورہ آ گئے۔ بنو حارث بن خزرج کے محلے میں ہم نے پڑاؤ کیا مجھے بخار ہو گیا میں شدید بیمار ہو گئی۔ میرے بال جھڑ گئے چھوٹی سی چٹیا باقی رہ گئی۔ میری والدہ سیّدہ اُمّ رومان رضی اللہ عنہا میرے پاس آئیں، میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولے میں کھیل رہی تھی۔ انہوں نے بلند آواز میں مجھے بلایا میں ان کے پاس آئی مجھے نہیں پتہ تھا کہ ان کا ارادہ کیا ہے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازے پر مجھے لا کر کھڑا کر دیا میں ہانپ رہی تھی۔ جب میرا سانس تھوڑا درست ہوا تو انہوں نے تھوڑا سا پانی لے کر میرے چہرے اور سر کو صاف کیا۔ پھر وہ مجھے گھر کے اندر لے گئیں، وہاں کچھ انصاری خواتین گھر میں موجود تھیں۔ انہوں نے کہا: خیر و برکت کے ہمراہ آئیں نیک نصیب لے کر آئیں۔ پھر میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انہوں نے مجھے تیار کیا چاشت کے وقت نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے میری والدہ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا میری عمر اس وقت نو برس تھی۔

384- حَدَّثَنَا مُعَلًّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ أَرَى أَنَّكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ وَيَقُولُ هٰذِهِ امْرَأَتُكَ فَاكْشِفْ عَنْهَا

حدیث383: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:4861' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:1422' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث:4933' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحديث:1876' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحديث:2261' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:26440' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:7097

حدیث384: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:4790' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:24188' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:7093' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:13270' اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث:4498' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الكبير" رقم الحديث:43' اخرجه اسحاق بن راهويه فی "مسنده" رقم الحديث:703' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحديث :1638

فَإِذَا هِيَ أَنْتِ فَأَقُولُ إِنْ يَكُ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: خواب میں دو مرتبہ تم مجھے دکھائی گئی ہو میں نے دیکھا کہ تم ریشمی چادر میں لپٹی ہوئی ہو اور فرشتہ یہ کہہ رہا ہے' یہ آپ کی اہلیہ ہوں گی۔ میں نے اس چادر کو ہٹایا تو اس میں تم موجود تھی۔ میں نے یہ سوچا' اگر یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے تو پھر ایسا ہو کر رہے گا۔

385- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ سِنِينَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ ثُمَّ بَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ

✧✧ ہشام اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے تین سال پہلے سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تھا۔ تقریباً دو سال بعد (یعنی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے دو سال بعد) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی جس وقت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

بَاب هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ

وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَّأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْأَنْصَارِ وَقَالَ أَبُو مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ

باب 108: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ہجرت کر کے ایک ایسی سرزمین کی طرف جا رہا ہوں جہاں کھجوروں کے باغات بکثرت ہیں، میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ جگہ ''یمامہ'' یا ''ہجر'' ہو گی لیکن یہ مدینہ یعنی ''یثرب'' تھا۔

386- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُولُ عُدْنَا خَبَّابًا فَقَالَ

حدیث385: اخرجہ الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:4836' اخرجہ الطبرانی فی "معجمہ الکبیر" رقم الحدیث:1095

حدیث386: اخرجہ البخاری فی "صحیحہ" رقم الحدیث:1217' اخرجہ مسلم فی "صحیحہ" رقم الحدیث:940' اخرجہ ابوداؤد فی "سننہ" رقم الحدیث:3155' اخرجہ الترمذی فی "جامعہ" رقم الحدیث:3853' اخرجہ النسائی فی "سننہ" رقم الحدیث:1903' اخرجہ الامام احمد فی "مسندہ" رقم الحدیث:21096' اخرجہ ابن حبان فی "صحیحہ" رقم الحدیث:7019' اخرجہ النسائی فی "سننہ الکبریٰ" رقم الحدیث:2030' اخرجہ البیہقی فی "سننہ الکبریٰ" رقم الحدیث:6474' اخرجہ الطبرانی فی "معجمہ الکبیر" رقم الحدیث:3656' اخرجہ الحمیدی فی "مسندہ" رقم الحدیث:155' اخرجہ عبدالرزاق فی "مصنفہ" رقم الحدیث:6195' اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی "مصنفہ" رقم الحدیث:11068

هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُرِيْدُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى لَمْ يَاْخُذْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ اِذْخِرٍ وَّمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا

✧✧ ابووائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے کے لئے گئے، انہوں نے فرمایا: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی ہمارا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول تھا ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگیا۔ ہم میں سے بعض لوگ گزر چکے ہیں جنہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی وصول نہیں کیا۔ ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو غزوہ احد کے دن شہید ہوئے تھے۔ انہوں نے صرف ایک چھوٹی چادر چھوڑی تھی جب ہم ان کا سر ڈھانپتے تھے تو ان کے پاؤں ظاہر ہوجاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ظاہر ہوجاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ہم نے ان کے پاؤں پر تھوڑی سی گھاس رکھ دی تھی۔ ہم میں سے بعض وہ لوگ ہیں جن کا پھل پک چکا ہے اور وہ اسے توڑ کر استعمال کررہے ہیں۔

387- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: عمل کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے، جس شخص کی ہجرت دنیا کے لئے ہوتا کہ وہ اسے حاصل کرلے یا کسی عورت کے لئے ہوگی تاکہ وہ اس سے شادی کرلے تو اس کی ہجرت اس کی طرف شمار ہوگی جس کی طرف اس نے (نیت) کی ہے جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی۔

388- حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَمْرٍو الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِيْ لُبَابَةَ عَنْ مُّجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ

اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی۔

حدیث387: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:6311' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1907' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:2201' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:1647' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:75' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:4227' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:168' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:4868' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:142' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:4736' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:181' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:40' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:37' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:28

389 - قَالَ يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ وَحَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ فَسَاَلْنَاهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ اَنْ يُّفْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَالْيَوْمَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ حَيْثُ شَآءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ

✧✧ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں' میں عبید بن عمیر لیثی کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے گیا، ہم نے ان سے ہجرت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اب ہجرت باقی نہیں رہی۔ پہلے مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے تھے تاکہ اپنے دین کی آزمائش سے محفوظ رہیں لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کردیا ہے آج کوئی بھی شخص جہاں چاہے اپنے پروردگار کی عبادت کرسکتا ہے، البتہ جہاد اور نیت ابھی باقی ہیں۔

390 - حَدَّثَنِيْ زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجُوْهُ اللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ وَقَالَ اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ اَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا نَبِيَّكَ وَاَخْرَجُوْهُ مِنْ قُرَيْشٍ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی ''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ تھی کہ میں تیری وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ جہاد کروں جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا ہے اور انہیں (ان کے آبائی وطن سے) باہر نکال دیا ہے اے اللہ! میرا یہ خیال ہے' اب تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم کردی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بتایا تھا: انہوں نے یہ دعا کی۔ اس قوم کے ساتھ جنگ کروں جنہوں نے تیرے نبی کو جھٹلایا اور انہیں باہر نکال دیا وہ قوم قریش تھی۔

391 - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ

حدیث389: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:2914' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:17554' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:4867

حدیث390: اخرجه البخاری فی "صحيحه" رقم الحديث:451' اخرجه مسلم فی "صحيحه" رقم الحديث:1769' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث:3101' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث:710' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:24339' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:2027' اخرجه ابن خزيمه فی "صحيحه" رقم الحديث:1333' اخرجه النسائی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:289' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:6379' اخرجه ابو يعلی فی "مسنده" رقم الحديث:4477' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث:5325

حدیث391: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:2110' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:6390' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:11950

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کی عمر میں مبعوث کیا گیا، آپ تیرہ برس مکہ میں مقیم رہے وہاں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا، پھر آپ نے ہجرت کی دس برس (مدینہ منورہ) میں مقیم رہے جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔

392- حَدَّثَنِي مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَكَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیرہ برس قیام کیا جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔

393- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عُبَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهُ وَقَالَ النَّاسُ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ وَهُوَ يَقُولُ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ أَعْلَمَنَا بِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ إِلَّا خُلَّةَ الْإِسْلَامِ لَا يُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے آپ نے فرمایا: ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے، وہ اسے دنیاوی آرائش وزیبائش عطا کردے یا اپنا قرب عطا کردے تو اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے قرب کو اختیار کرلیا ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور بولے: ہم آپ کے عوض میں اپنے ماں باپ فدیہ کے طور پر دینے کے لئے تیار ہیں۔ (راوی کہتے ہیں) ہمیں ان پر بڑی حیرت ہوئی۔ لوگوں نے کہا: ان بزرگ کی طرف دیکھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندے کے بارے میں ذکر کررہے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتوں اور اپنے قرب میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا ہے اور یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کے عوض میں اپنے ماں باپ دے دیں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں، وہ اختیار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں ہم میں سے سب سے

حدیث392: اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2351' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث: 3652' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 3503' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 2956' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 11949' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 11205

حدیث393: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 454' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2382' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث: 3660' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 11150' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 6861

بہتر جانتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے ساتھ اور مال کے اعتبار سے میرے ساتھ سب سے اچھا سلوک ابوبکر نے کیا ہے اگر میں نے اپنی امت میں سے کسی کو دوست بنانا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت باقی ہے۔ مسجد میں ابوبکر کے مخصوص دروازے کے علاوہ ہر دروازہ بند کردیا جائے۔

394- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَىَّ قَطُّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَاْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِىَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ مُهَاجِرًا نَحْوَ اَرْضِ الْحَبَشَةِ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَخْرَجَنِىْ قَوْمِىْ فَاُرِيْدُ اَنْ اَسِيْحَ فِى الْاَرْضِ وَاَعْبُدَ رَبِّىْ قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَاِنَّ مِثْلَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَّا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ اِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَاَنَا لَكَ جَارٌ ارْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ فَرَجَعَ وَارْتَحَلَ مَعَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَطَافَ ابْنُ الدَّغِنَةِ عَشِيَّةً فِىْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَّا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ اَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِى الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَلَمْ تُكَذِّبْ قُرَيْشٌ بِجِوَارِ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِىْ دَارِهٖ فَلْيُصَلِّ فِيْهَا وَلْيَقْرَاْ مَا شَآءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهٖ فَاِنَّا نَخْشٰى اَنْ يَّفْتِنَ نِسَائَنَا وَاَبْنَائَنَا فَقَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِىْ بَكْرٍ فَلَبِثَ اَبُوْ بَكْرٍ بِذٰلِكَ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِىْ دَارِهٖ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِصَلٰوتِهٖ وَلَا يَقْرَاُ فِىْ غَيْرِ دَارِهٖ ثُمَّ بَدَا لِاَبِىْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَكَانَ يُصَلِّىْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَيَنْقَذِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ وَهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَرْسَلُوْا اِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا اَبَا بَكْرٍ بِجِوَارِكَ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِىْ دَارِهٖ فَقَدْ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ فَاَعْلَنَ بِالصَّلٰوةِ وَالْقِرَائَةِ فِيْهِ وَاِنَّا قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ نِسَائَنَا وَاَبْنَائَنَا فَانْهَهُ فَاِنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْتَصِرَ عَلٰى اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِىْ دَارِهٖ فَعَلَ وَاِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ يُّعْلِنَ بِذٰلِكَ فَسَلْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَاِنَّا قَدْ كَرِهْنَا اَنْ نُّخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِاَبِىْ بَكْرٍ الِاسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِىْ عَاقَدْتُّ لَكَ عَلَيْهِ فَاِمَّا اَنْ تَقْتَصِرَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاِمَّا اَنْ تَرْجِعَ اِلَىَّ ذِمَّتِىْ فَاِنِّىْ لَا اُحِبُّ اَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ اَنِّىْ اُخْفِرْتُ فِىْ رَجُلٍ عَقَدْتُّ لَهٗ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاِنِّىْ اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ وَاَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِنِّىْ اُرِيْتُ دَارَ

حدیث394: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:464' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:25667' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6277' اخرجه ابن خزیمه فی "صحیحه" رقم الحدیث:265' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11926' اخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" رقم الحدیث:849' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :588 .

هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِينَةِ وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ قِبَلَ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَهَلْ تَرْجُو ذَلِكَ بِأَبِي أَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ وَهُوَ الْخَبَطُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فِدَاءٌ لَهُ أَبِي وَأُمِّي وَاللَّهِ مَا جَاءَ بِهِ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ قَالَتْ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصَّحَابَةُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِحْدَى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّمَنِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الْجِهَازِ وَصَنَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ نِطَاقِهَا فَرَبَطَتْ بِهِ عَلَى فَمِ الْجِرَابِ فَبِذَلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ قَالَتْ ثُمَّ لَحِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلِ ثَوْرٍ فَكَمَنَا فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ ثَقِفٌ لَقِنٌ فَيُدْلِجُ مِنْ عِنْدِهِمَا بِسَحَرٍ فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ فَلَا يَسْمَعُ أَمْرًا يُكْتَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ حَتَّى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذَلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ وَيَرْعَى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلٍ وَهُوَ لَبَنُ مِنْحَتِهِمَا وَرَضِيفِهِمَا حَتَّى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيتًا وَالْخِرِّيتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ حِلْفًا فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيلُ فَأَخَذَ بِهِمْ طَرِيقَ السَّوَاحِلِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِيُّ وَهُوَ ابْنُ أَخِي سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُرَاقَةَ بْنَ جُعْشُمٍ يَقُولُ جَاءَنَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُونَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَنْ قَتَلَهُ أَوْ أَسَرَهُ فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ قَوْمِي بَنِي مُدْلِجٍ أَقْبَلَ رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى قَامَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ جُلُوسٌ فَقَالَ يَا سُرَاقَةُ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ آنِفًا أَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ أُرَاهَا مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِهِمْ وَلَكِنَّكَ رَأَيْتَ فُلَانًا وَفُلَانًا انْطَلَقُوا بِأَعْيُنِنَا ثُمَّ لَبِثْتُ فِي الْمَجْلِسِ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَأَمَرْتُ جَارِيَتِي أَنْ تَخْرُجَ بِفَرَسِي وَهِيَ مِنْ وَرَاءِ أَكَمَةٍ فَتَحْبِسَهَا عَلَيَّ وَأَخَذْتُ رُمْحِي فَخَرَجْتُ بِهِ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَخَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْأَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهُ حَتَّى أَتَيْتُ فَرَسِي فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِي حَتَّى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِي فَرَسِي فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ فَأَهْوَيْتُ يَدِي إِلَى كِنَانَتِي فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْأَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ

بِهَا اَضُرُّهُمْ اَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِیْ اَکْرَهُ فَرَکِبْتُ فَرَسِیْ وَعَصَیْتُ الْاَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِیْ حَتّٰی اِذَا سَمِعْتُ قِرَائَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا یَلْتَفِتُ وَاَبُوْ بَکْرٍ یُکْثِرُ الِالْتِفَاتَ سَاخَتْ یَدَا فَرَسِیْ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی بَلَغَتَا الرُّکْبَتَیْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَکَدْ تُخْرِجُ یَدَیْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً اِذَا لِاَثَرِ یَدَیْهَا عُثَانٌ سَاطِعٌ فِی السَّمَاءِ مِثْلُ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْاَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِیْ اَکْرَهُ فَنَادَیْتُهُمْ بِالْاَمَانِ فَوَقَفُوْا فَرَکِبْتُ فَرَسِیْ حَتّٰی جِئْتُهُمْ وَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ حِیْنَ لَقِیْتُ مَا لَقِیْتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْهُمْ اَنْ سَیَظْهَرُ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ اِنَّ قَوْمَکَ قَدْ جَعَلُوْا فِیْکَ الدِّیَةَ وَاَخْبَرْتُهُمْ اَخْبَارَ مَا یُرِیْدُ النَّاسُ بِهِمْ وَعَرَضْتُ عَلَیْهِمُ الزَّادَ وَالْمَتَاعَ فَلَمْ یَرْزَآنِیْ وَلَمْ یَسْاَلَانِیْ اِلَّا اَنْ قَالَ اَخْفِ عَنَّا فَسَاَلْتُهُ اَنْ یَّکْتُبَ لِیْ کِتَابَ اَمْنٍ فَاَمَرَ عَامِرَ بْنَ فُهَیْرَةَ فَکَتَبَ فِیْ رُقْعَةٍ مِّنْ اَدِیْمٍ ثُمَّ مَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ الزُّبَیْرَ فِیْ رَکْبٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَانُوْا تِجَارًا قَافِلِیْنَ مِنَ الشَّامِ فَکَسَا الزُّبَیْرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ ثِیَابَ بَیَاضٍ وَّسَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْمَدِیْنَةِ مَخْرَجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّةَ فَکَانُوْا یَغْدُوْنَ کُلَّ غَدَاةٍ اِلَی الْحَرَّةِ فَیَنْتَظِرُوْنَهُ حَتّٰی یَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِیْرَةِ فَانْقَلَبُوْا یَوْمًا بَعْدَ مَا اَطَالُوْا انْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا اَوَوْا اِلٰی بُیُوْتِهِمْ اَوْفٰی رَجُلٌ مِّنْ یَّهُوْدَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِهِمْ لِاَمْرٍ یَّنْظُرُ اِلَیْهِ فَبَصُرَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ مُبَیَّضِیْنَ یَزُوْلُ بِهِمُ السَّرَابُ فَلَمْ یَمْلِکِ الْیَهُوْدِیُّ اَنْ قَالَ بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ یَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّکُمُ الَّذِیْ تَنْتَظِرُوْنَ فَثَارَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَی السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ فَعَدَلَ بِهِمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ حَتّٰی نَزَلَ بِهِمْ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَّذٰلِکَ یَوْمَ الِاثْنَیْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ فَقَامَ اَبُوْ بَکْرٍ لِلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَامِتًا فَطَفِقَ مَنْ جَآءَ مِنَ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ لَمْ یَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحَیِّیْ اَبَا بَکْرٍ حَتّٰی اَصَابَتِ الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَکْرٍ حَتّٰی ظَلَّلَ عَلَیْهِ بِرِدَائِهٖ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِکَ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَیْلَةً وَّاُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِیْ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی وَصَلّٰی فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَکِبَ رَاحِلَتَهُ فَسَارَ یَمْشِیْ مَعَهُ النَّاسُ حَتّٰی بَرَکَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ وَهُوَ یُصَلِّیْ فِیْهِ یَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَکَانَ مِرْبَدًا لِلتَّمْرِ لِسُهَیْلٍ وَّسَهْلٍ غُلَامَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِیْ حَجْرِ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ بَرَکَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهُ هٰذَا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامَیْنِ فَسَاوَمَهُمَا بِالْمِرْبَدِ لِیَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا فَقَالَا لَا بَلْ نَهَبُهُ لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَبٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ یَّقْبَلَهُ مِنْهُمَا هِبَةً حَتَّی ابْتَاعَهُ مِنْهُمَا ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا وَّطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِیْ بُنْیَانِهٖ وَیَقُوْلُ وَهُوَ یَنْقُلُ اللَّبِنَ هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَیْبَرْ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ وَیَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَهْ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ فَتَمَثَّلَ بِشِعْرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یُسَمَّ لِیْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّلَمْ یَبْلُغْنَا فِی الْاَحَادِیْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَمَثَّلَ بِبَیْتِ شِعْرٍ تَامٍّ غَیْرَ هٰذَا الْبَیْتِ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، میرے ماں باپ دین اسلام کے

پیروکار ہیں۔ روزانہ نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ صبح بھی اور شام بھی جب مسلمان آزمائش کا شکار ہوئے تو حضرت ابوبکر ہجرت کرنے کے ارادے سے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے جب وہ ''برک غماد'' کے مقام پر پہنچے تو ان کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی جو بنوقارہ کا سردار تھا۔ اس نے دریافت کیا: ابوبکر تم کہاں جارہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: میری قوم نے مجھے باہر نکال دیا ہے، اب میں زمین میں سفر کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں۔ ابن دغنہ نے کہا: تم جیسا فرد نہ تو باہر جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے باہر نکالا جاسکتا ہے تم کمزور آدمی کی مدد کرتے ہو، رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھتے ہو، پریشان حال شخص کی مدد کرتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو اور ضرورت کے وقت لوگوں کی مدد کرتے ہو، میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ تم واپس چلو اور اپنے پروردگار کی اپنے شہر میں عبادت کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس آگئے، ابن دغنہ بھی ان کے ساتھ واپس آیا۔

شام کے وقت ابن دغنہ قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ان سے کہا: ابوبکر جیسا شخص باہر نہیں جاسکتا اور نہ ہی اسے باہر نکالا جاسکتا ہے کیا تم ایک ایسے شخص کو باہر نکال رہے ہو جو مصیبت زدہ کی مدد کرتا ہے، رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھتا ہے، پریشان حال شخص کی مدد کرتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور ضرورت کے وقت لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ قریش نے ابن دغنہ کی امان کو تسلیم کیا۔ انہوں نے ابن دغنہ سے کہا: تم ابوبکر کو یہ کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کرے۔ گھر میں نماز ادا کرے، جتنی چاہے قرأت کرے، ہمیں اس کے ذریعے اذیت نہ پہنچائے اور اعلانیہ طور پر ایسا نہ کرے کیونکہ ہمیں یہ اندیشہ ہے وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو آزمائش میں مبتلا کردے گا۔ ابن دغنہ نے یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہے۔ انہوں نے اعلانیہ طور پر نماز ادا نہیں کی اور اپنے گھر سے باہر قرأت نہیں کی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی۔ وہ اس میں نماز پڑھا کرتے تھے اور قرآن پاک پڑھا کرتے تھے، مشرکین کی عورتیں اور بچے چھپ کر انہیں سنا کرتے تھے وہ انہیں بہت اچھا لگتا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے، جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رہتا تھا۔ اس بات سے قریش کے مشرک سردار خوفزدہ ہوگئے۔ انہوں نے ابن دغنہ کو بلوایا وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے تمہارے امان دینے کی وجہ سے ابوبکر کو امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کرتا رہے لیکن اب وہ اس سے آگے بڑھ گیا ہے۔ اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے اور اعلانیہ طور پر نماز پڑھتا ہے اور وہاں قرأت کرتا ہے۔ ہمیں یہ اندیشہ ہے وہ ہماری خواتین اور بچوں کو آزمائش میں مبتلا کردے گا، تم اسے روک دو اگر وہ چاہے تو اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کرتا رہے اور اگر وہ انکار کرے اور اعلانیہ طور پر ایسا کرنا چاہے تو تم اس سے فرمائش کرو کہ وہ تمہاری پناہ واپس کردے کیونکہ ہمیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ ہم تمہاری پناہ کی خلاف ورزی کریں اور ہم ابوبکر کو اعلانیہ طور پر ایسا کرنے بھی نہیں دے سکتے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ابن دغنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے لئے کیا عہد کیا تھا، اب اگر آپ اس پر اکتفا کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ آپ میرا ذمہ مجھے واپس کردیں کیونکہ یہ بات مجھے پسند نہیں ہے عرب یہ بات سنیں کہ میں نے کسی شخص کو دی ہوئی پناہ واپس لے لی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں تمہاری پناہ واپس

کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ میں موجود تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے کہا: مجھے تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے اس کے دونوں کناروں کے درمیان میں کھجوروں کے بہت سے درخت ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے پہلے کچھ اور لوگ بھی ہجرت کر چکے تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے بھی بہت سے لوگ مدینہ منورہ کی طرف آ چکے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ جانے کے لئے سامان تیار کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم انتظار کرو مجھے امید ہے' مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا آپ کو بھی یہ امید ہے' آپ بھی ہجرت کریں گے؟ میرے باپ آپ پر قربان ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ٹھہر گئے تاکہ ان کے ساتھ جائیں وہ اپنی دو اونٹنیوں کو' جو ان کے پاس تھیں' کیکر کے پتے کھلاتے رہے چار ماہ تک ایسا ہوتا رہا۔

عروہ بیان کرتے ہیں' سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود تھے۔ دوپہر کا وقت تھا کسی شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ ڈھانپا ہوا تھا اور یہ ایسا وقت تھا جب عام طور پر آپ ہمارے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں اس وقت وہ کسی ضروری کام سے ہی آ سکتے ہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ کو اجازت دی گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آس پاس موجود سب لوگوں کو باہر نکال دو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ سب آپ کے اہل خانہ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نکلنے کا حکم مل گیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا میں آپ کے ساتھ رہوں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں ان میں سے ایک آپ لے لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیمت کے عوض میں لوں گا۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ہم نے ان دونوں کے لئے سامان تیار کیا اور اسے ایک تھیلے میں ڈال دیا، سیّدہ اسماء نے اپنے کمر بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر تھیلے کا منہ بند کر دیا اسی لئے ان کا نام "ذات النطاقین" ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جبل ثور میں موجود غار میں کچھ عرصہ رہے وہ تین دن تک وہاں رہے۔ عبداللہ بن ابوبکر جو نوجوان، سمجھدار اور تیز آدمی تھے۔ وہ رات کے وقت ان کے پاس رہتے تھے اور صبح کے وقت وہاں سے آ جاتے تھے اور قریش کے ساتھ بیٹھ جاتے تھے۔ یوں جیسے رات مکہ میں رہے ہیں وہ جو بھی بات سنتے تھے اسے محفوظ رکھتے تھے اور پھر ان دونوں حضرات کے پاس آ کر انہیں بتا دیا کرتے تھے۔ جب تاریکی پھیل جاتی تھی تو عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے دن بھر بکریاں چرانے کے بعد ان کے پاس بکریاں لے آیا کرتے تھے اور رات کے وقت یہ دونوں حضرات

تازہ دودھ پی لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کے وقت اندھیرے میں عامران بکریوں کو وہاں سے لے جایا کرتے تھے ان تین راتوں میں ہر رات ایسا ہی ہوتا رہا۔

نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنوزید سے تعلق رکھنے والے' راستے کے ماہر شخص کو اجرت پر حاصل کیا اس نے عاص بن وائل کی آل کے بارے میں حلف اٹھایا ہوا تھا یہ قریش کے دین کا پیروکار تھا۔ ان دونوں نے اسے امین بنایا اور دونوں اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں کہ وہ تیسری صبح انہیں لے کر وہاں آجائے عامر بن فہیرہ ان دونوں اونٹنیوں اور اس شخص کو ساتھ لے کر وہاں آ گیا ان حضرات نے ساحلی راستے کو اختیار کیا۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں' عبدالرحمٰن بن مالک نے جو حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں، مجھے بتایا: ان کے والد نے انہیں بتایا کہ انہوں نے سراقہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بتایا: ان میں سے ہر ایک کی دیت اس شخص کو دی جائے گی جو انہیں قتل کرے گا یا قید کرے گا میں اپنی قوم بنو مدلج کے کچھ افراد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک شخص آیا ہمارے پاس آکر کھڑا ہوا ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ بولا: اے سراقہ! میں نے ابھی کچھ دیر پہلے ساحل کی طرف کچھ لوگوں کو دیکھا ہے، میرا خیال ہے وہ محمد اور اس کے ساتھی ہیں۔ سراقہ نے کہا: مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ وہی لوگ ہوں گے، میں نے اس سے کہا: نہیں یہ وہ لوگ نہیں ہوں گے تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا، جو ابھی ہماری آنکھوں کے سامنے یہاں سے گئے ہیں۔ پھر میں کچھ دیر وہاں بیٹھا رہا پھر وہاں سے اٹھا اور گھر آیا میں نے اپنی کنیز سے کہا: تم میرا گھوڑا نکالو اور اسے فلاں ٹیلے کے پیچھے جا کر کھڑا کر دو۔ میں نے اپنا نیزہ نکالا اور گھر کے پیچھے کی طرف سے باہر نکلا میں نے اس کی انی کے ذریعے زمین پر لکیر لگائی اور اس کے اوپر والے حصے کو نیچے کر دیا پھر میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا اس پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگاتا ہوا آن کی آن میں اُن حضرات کے پاس پہنچ گیا میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی میں اس سے گر گیا میں اٹھا میں نے اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اس میں سے تیر نکالے تا کہ اس کے ذریعے فال نکالوں کہ کیا میں ان کو نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں؟ نتیجہ جو نکلا وہ مجھے پسند نہیں تھا میں پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فال کا انکار کر دیا میں جب ان کے قریب پہنچا تو میں نے نبی اکرم ﷺ کے قرأت کرنے کی آواز سنی آپ ادھر ادھر توجہ نہیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بکثرت ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ میرے گھوڑے کے دو پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ وہ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے تھے میں اس سے اترا میں نے اسے ڈانٹا وہ ہنہنایا لیکن پاؤں باہر نہیں نکلے پھر جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے دھوئیں کی طرح کا غبار اوپر کی طرف جانے لگا، میں نے پھر تیروں کے ذریعے فال نکالی تو جواب میری پسند کے مطابق نہیں تھا، میں نے ان حضرات کو امان کے لئے کہا وہ ٹھہر گئے، میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے پاس آیا اس وقت جب میرا گھوڑا ان تک نہیں پہنچ سکا تھا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ عنقریب نبی اکرم ﷺ غالب آجائیں گے، میں نے ان سے کہا: آپ کی قوم نے آپ کے لئے دیت مقرر کی ہے اور میں نے انہیں لوگوں کے بارے میں بتایا: ان کے کیا ارادے ہیں، پھر میں نے کچھ سامان وغیرہ پیش کیا تو انہوں نے اسے قبول

نہیں کیا اور مجھ سے کوئی سوال بھی نہیں کیا، صرف اتنا کہا ہمارے معاملے کو خفیہ رکھنا میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ میرے لئے امن کی تحریر لکھ دیں۔ انہوں نے عامر کو ہدایت کی اس نے میرے لئے چمڑے کے اوپر ایک رُقعہ لکھ دیا پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ان حضرات کی ملاقات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو چند مسلمانوں کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام سے آرہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنائے، مدینہ منورہ میں مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کی مکہ مکرمہ سے روانگی کا سن لیا تھا، وہ روزانہ ''حرہ'' تک آتے تھے آپ کا انتظار کرتے یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انہیں واپس جانے پر مجبور کر دیتی تھی۔ ایک دن طویل انتظار کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے جب وہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو ایک یہودی شخص نے اپنے گھر کے اوپر چڑھ کر کسی چیز کو دیکھنا چاہا، اسے نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھی نظر آئے۔ جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے ان پر سراب کا گمان نہیں ہوتا تھا۔ یہودی نے اونچی آواز میں کہا: اے عربوں کے گروہ! یہ تمہارا نصیب آگیا ہے جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔ مسلمان اپنے ہتھیار لے کر آئے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا ''حرہ'' کے سامنے استقبال کیا۔ نبی اکرم ﷺ دائیں طرف ہو گئے آپ نے عمرو بن عوف کے محلے میں پڑاؤ کیا یہ پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں سے ملنے کے لئے کھڑے ہو گئے نبی اکرم ﷺ خاموش بیٹھے رہے جو بھی انصاری آتا اس نے، نبی اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا ہوتا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتا، جب دھوپ پھیل گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے نبی اکرم ﷺ پر سایہ کر دیا، تو دوسرے لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی پہچان ہوئی، اس کے بعد نبی اکرم ﷺ عمرو بن عوف کے محلے میں دس دن تک رہے اور یہاں اس مسجد (قباء) کی بنیاد رکھی گئی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہاں نمازیں ادا کیں پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور لوگ آپ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے وہ سواری نبی اکرم ﷺ کی مسجد (نبوی) کے قریب، مدینہ منورہ میں آکر بیٹھ گئی یہ وہی جگہ ہے جہاں اب مسلمان نماز ادا کرتے ہیں۔ یہاں کھجور سکھانے کی جگہ تھی جو سہیل اور سہل نامی دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ وہ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر تربیت تھے۔ جب آپ کی سواری بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہیں پڑاؤ ہوگا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں بچوں کو بلایا ان سے اس جگہ کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تاکہ اس جگہ کو مسجد بنادیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ ہم آپ کو بغیر معاوضے کے پیش کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے معاوضے کے بغیر اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا آپ نے ان دونوں سے اس جگہ کو خریدا اور وہاں مسجد بنائی، نبی اکرم ﷺ ان لوگوں کے ساتھ مسجد کی تعمیر کے لئے اینٹیں منتقل کرتے تھے اور یہ کہتے تھے: یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے یہ ہمارے پروردگار کی بارگاہ میں بہت نیکی والا اور پاکیزہ کام ہے۔

آپ یہ بھی کہہ رہے تھے: اے اللہ! اجر صرف آخرت کا اجر ہے تو مہاجرین اور انصار پر رحم کر۔

آپ نے کسی مسلمان کا شعر بھی پڑھا تھا، راوی نے اس مسلمان کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔

395- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ وَفَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا صَنَعْتُ سُفْرَةً لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ حِیْنَ اَرَادَا الْمَدِیْنَةَ فَقُلْتُ لِاَبِیْ مَا اَجِدُ شَیْئًا اَرْبِطُهٗ اِلَّا نِطَاقِیْ قَالَ فَشُقِّیْهِ فَفَعَلْتُ فَسُمِّیْتُ ذَاتَ النِّطَاقَیْنِ

✧✧ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا جب ان دونوں حضرات نے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کا ارادہ کیا، سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، جب میں نے اپنے والد سے کہا مجھے کوئی ایسی چیز نہیں مل رہی جس کے ذریعے میں اسے باندھ دوں صرف میرا کمر بند ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس کے دو حصے کرلو تو میں نے ایسا ہی کیا اسی وجہ سے میرا نام ''ذات النطاقین'' رکھا گیا۔

396- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ تَبِعَهٗ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ قَالَ ادْعُ اللّٰهَ لِیْ وَلَا اَضُرُّكَ فَدَعَا لَهٗ قَالَ فَعَطِشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِرَاعٍ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ فَاَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِیْهِ کُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ فَاَتَیْتُهٗ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ

✧✧ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو سراقہ بن مالک آپ کے پیچھے آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعائے ضرر کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اس نے درخواست کی آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے، میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی راوی بیان کرتے ہیں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس محسوس ہوئی آپ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے ایک پیالہ لیا اس میں تھوڑا سا دودھ دوہ لیا۔ پھر میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے پی لیا یہاں تک کہ میں راضی ہو گیا۔

اسلام میں پیدا ہونے والا بچہ

397- حَدَّثَنِیْ زَکَرِیَّاءُ بْنُ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهٗ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِیْ حَجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِیْ فِیْهِ فَکَانَ اَوَّلَ شَیْءٍ دَخَلَ جَوْفَهٗ

حدیث395: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:2817' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:26973' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:209

حدیث396: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18494' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1710

حدیث397: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:5152' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2146' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:26983' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:6330' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:11927' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:321

رِیقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ تَابَعَهُ خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا هَاجَرَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى

✧✧ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے پیٹ میں تھے وہ بیان کرتی ہیں جب میں (ہجرت کے لیے) نکلی تو میں اپنی (حمل کی مدت) پوری کر چکی تھی میں مدینہ منورہ آ گئی وہاں میں نے قباء میں پڑاؤ کیا۔ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قباء میں جنم دیا پھر میں اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے اسے آپ کی گود میں رکھ دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور منگوائی۔ آپ نے اسے چبایا اپنا لعاب مبارک عبداللہ کے منہ میں ڈال دیا۔ اس کے پیٹ میں جانے والی سب سے پہلی چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھجور کے ذریعے اسے گھٹی دی پھر اس کے لیے دعا کی اور برکت کی دعا کی' یہ اسلام میں پیدا ہونے والا سب سے پہلا بچہ تھا۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جب ہجرت کی تھی اس وقت وہ حمل کی حالت میں تھیں۔

398- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ اَبِي اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ اَتَوْا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً فَلَاكَهَا ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِي فِيهِ فَاَوَّلُ مَا دَخَلَ بَطْنَهُ رِيقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، اسلام میں پیدا ہونے والا سب سے پہلا بچہ عبداللہ بن زبیر تھا۔ لوگ اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور لی۔ آپ نے اسے چبایا پھر اسے اس کے منہ میں داخل کر دیا تو اس کے پیٹ میں جانے والی سب سے پہلی چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھی۔

399- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِينَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اَبَا بَكْرٍ وَاَبُو بَكْرٍ شَيْخٌ يُعْرَفُ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَا يُعْرَفُ قَالَ فَيَلْقَى الرَّجُلُ اَبَا بَكْرٍ فَيَقُولُ يَا اَبَا بَكْرٍ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْكَ فَيَقُولُ هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِينِي السَّبِيلَ قَالَ فَيَحْسِبُ الْحَاسِبُ اَنَّهُ اِنَّمَا يَعْنِي الطَّرِيقَ وَاِنَّمَا يَعْنِي سَبِيلَ الْخَيْرِ فَالْتَفَتَ اَبُو بَكْرٍ فَاِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ لَحِقَهُمْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا فَارِسٌ قَدْ لَحِقَ بِنَا فَالْتَفَتَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ فَصَرَعَهُ الْفَرَسُ ثُمَّ قَامَتْ تُحَمْحِمُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مُرْنِي بِمَا شِئْتَ قَالَ فَقِفْ مَكَانَكَ لَا تَتْرُكَنَّ اَحَدًا يَلْحَقُ بِنَا قَالَ فَكَانَ اَوَّلَ النَّهَارِ جَاهِدًا عَلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرَ النَّهَارِ مَسْلَحَةً لَهُ فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَاءُوا اِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِمَا وَقَالُوا ارْكَبَا اٰمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُو بَكْرٍ وَحَفُّوا دُونَهُمَا بِالسِّلَاحِ فَقِيلَ فِي الْمَدِينَةِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث399: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 13228

فَاشْرَفُوْا يَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ جَآءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَآءَ نَبِيُّ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ يَسِيْرُ حَتّٰى نَزَلَ جَانِبَ دَارِ اَبِيْ اَيُّوْبَ فَاِنَّهٗ لَيُحَدِّثُ اَهْلَهٗ اِذْ سَمِعَ بِهٖ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَّهُوَ فِيْ نَخْلٍ لِاَهْلِهٖ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فَعَجِلَ اَنْ يَّضَعَ الَّذِيْ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فِيْهَا فَجَآءَ وَهِيَ مَعَهٗ فَسَمِعَ مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ بُيُوْتِ اَهْلِنَا اَقْرَبُ فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذِهٖ دَارِيْ وَهٰذَا بَابِيْ قَالَ فَانْطَلِقْ فَهَيِّئْ لَنَا مَقِيْلًا قَالَ قُوْمَا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ فَلَمَّا جَآءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّكَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَقَدْ عَلِمَتْ يَهُوْدُ اَنِّيْ سَيِّدُهُمْ وَابْنُ سَيِّدِهِمْ وَاَعْلَمُهُمْ وَابْنُ اَعْلَمِهِمْ فَادْعُهُمْ فَاسْاَلْهُمْ عَنِّيْ قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ قَالُوْا فِيَّ مَا لَيْسَ فِيَّ فَاَرْسَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَيْلَكُمْ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَّاَنِّيْ جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا قَالُوْا مَا نَعْلَمُهٗ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ فَاَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ يَا ابْنَ سَلَامٍ اخْرُجْ عَلَيْهِمْ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّهٗ جَآءَ بِحَقٍّ فَقَالُوْا كَذَبْتَ فَاَخْرَجَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بوڑھے محسوس ہوتے تھے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جوان محسوس ہوتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں (مدینہ منورہ کے راستے کے دوران) ایک آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ اس نے دریافت کیا، ابوبکر! یہ کون صاحب ہیں، جو آپ کے آگے جارہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا یہ وہ صاحب ہیں جو میری راستے کی طرف رہنمائی کررہے ہیں۔ سمجھنے والے نے یہ سمجھا کہ اس سے مراد (سفر کا) راستہ ہے۔ جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مراد بھلائی کا راستہ تھی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مڑکر دیکھا تو پیچھے کوئی سوار آرہا تھا جوان کے پاس پہنچنے والا تھا۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سوار ہمارے پاس پہنچنے والا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھا آپ نے دعا کی اے اللہ! اسے گرادے تو اس کے گھوڑے نے اسے گرادیا۔ وہ پھر اٹھا اور ہنہنانے لگا۔ اس شخص نے عرض کی اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو اور کسی بھی شخص کو ہم تک نہ پہنچنے دینا۔

راوی بیان کرتے ہیں، دن کے آغاز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوشش کرنے والا دن کے اختتام پر آپ کی حفاظت کرنے والا بن چکا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''حرہ'' کے ایک طرف پڑاؤ کیا پھر آپ نے انصار کو پیغام بھیجا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ان دونوں حضرات کو سلام کیا اور انہوں نے یہ درخواست کی آپ دونوں سوار ہوجائیں اور امن کی حالت میں' جبکہ آپ کی پیروی کی جارہی ہو' چلیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سوار

ہوئے۔ انصار نے ان دونوں حضرات کو ہتھیاروں کے ہمراہ گھیر لیا۔ مدینہ منورہ میں یہ کہا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی آ گئے ہیں۔ لوگ جھانک کر دیکھ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی آ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی آ گئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس آ کر ٹھہرے۔ نبی اکرم ﷺ ان کے گھر والوں کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے۔ اسی دوران حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو آپ کی آمد کے بارے میں پتہ چلا وہ اس وقت اپنے گھر والوں کے باغ میں موجود تھے اور وہاں سے کچھ کھجوریں چن رہے تھے۔ انہوں نے تیزی کے ساتھ ان کھجوروں کو وہاں سے چن لیا پھر وہ آئے ان کی بیوی ان کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا کلام سنا پھر واپس اپنی بیوی کے پاس گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا ہمارے رشتے داروں میں سب سے زیادہ قریبی گھر کس کا ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! میرا یہ گھر ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم چلو اور ہمارے دوپہر کے آرام کا بندوبست کرو۔ انہوں نے عرض کی آپ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کی برکت کے ہمراہ اٹھ جائیں۔ جب نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے عرض کی میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ حق کے ہمراہ آئے ہیں۔ یہود یہ بات جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں۔ ان میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور ان میں سے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ آپ انہیں بلائیں اور ان سے میرے بارے میں دریافت کریں۔ اس سے پہلے کہ انہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں کیونکہ اگر انہیں اس بات کا علم ہو گیا کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں تو وہ میرے بارے میں وہ باتیں کہیں گے جو میرے اندر نہیں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں بلایا وہ لوگ آئے وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا، اے یہودیوں کے گروہ! تم برباد ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ میں درحقیقت اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اور میں تمہارے پاس حق کے ہمراہ آیا ہوں تم لوگ اسلام قبول کر لو۔ انہوں نے جواب دیا ہم یہ بات نہیں جانتے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات کہی اور یہ بات نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ کہی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا تمہارے درمیان عبداللہ بن سلام کی کیا حیثیت ہے۔ انہوں نے جواب دیا وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تمہاری کیا رائے ہوگی۔ انہوں نے جواب دیا، اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بچائے وہ اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تمہاری کیا رائے ہوگی۔ انہوں نے جواب دیا: اللہ نہ کرے وہ اسلام قبول کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابن سلام! ان کے پاس سامنے آؤ! وہ سامنے آئے۔ انہوں نے کہا اے یہودیوں کے گروہ! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ حق کے ہمراہ آئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں باہر نکلوا دیا۔

400- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِى عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ

عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ فِيْ اَرْبَعَةٍ وَّفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَ ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ وَّخَمْسَ مِائَةٍ فَقِيْلَ لَهُ هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهُ مِنْ اَرْبَعَةِ اٰلَافٍ فَقَالَ اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبَوَاهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں ہجرت کرنے والوں کے لیے چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا لیکن انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو تین ہزار پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا یہ بھی مہاجرین میں شامل ہیں۔ اب انہیں چار ہزار سے کم کیوں دے رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: اسے اس کے والدین نے ہجرت کروائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس شخص کی مانند نہیں ہوسکتا جس نے بذاتِ خود ہجرت کی ہو۔

401- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی ہے۔

402- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيْقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ وَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ شَيْئًا نُكَفِّنُهُ فِيْهِ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ فَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهُ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاْسَهُ بِهَا وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنْ اِذْخِرٍ وَّمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا

✧✧ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی۔ ہمارا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول تھا۔ ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے لازم ہوگیا۔ ہم میں سے بعض لوگ (دنیا سے) رخصت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو غزوہ اُحد کے دن شہید ہوئے۔ ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس میں ہم انہیں کفن دیتے۔ صرف ایک چادر تھی اگر ہم اس کے ذریعے ان کے سر کو ڈھانپتے تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے اور اگر ہم اس کے ذریعے ان کے پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر ظاہر ہو جاتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی کہ ہم اس کے ذریعے ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پاؤں پر "اذخر" (گھاس) رکھ دیں جبکہ ہم میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جن کا پھل تیار ہو چکا ہے اور وہ اسے توڑ کر کھا رہے ہیں۔

حدیث402: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1217' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:940' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:3155' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:3853' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1903' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:21096' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7019' اخرجه النسائی فی " سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:2030' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6474' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:3656' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:155' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:6195' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:11068

403- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِي مَا قَالَ أَبِي لِأَبِيكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّ أَبِي قَالَ لِأَبِيكَ يَا أَبَا مُوسَى هَلْ يَسُرُّكَ إِسْلَامُنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتُنَا مَعَهُ وَجِهَادُنَا مَعَهُ وَعَمَلُنَا كُلُّهُ مَعَهُ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقَالَ أَبِي لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيرًا وَأَسْلَمَ عَلَى أَيْدِينَا بَشَرٌ كَثِيرٌ وَإِنَّا لَنَرْجُو ذٰلِكَ فَقَالَ أَبِي لٰكِنِّي أَنَا وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ أَبِي

✧✧ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں؟ میرے والد نے آپ کے والد سے کیا کہا تھا؟ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے جواب دیا: نہیں! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے والد نے آپ کے والد سے کہا تھا، اے ابوموسیٰ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ ہمارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اسلام قبول کرنا، آپ کے ساتھ ہجرت کرنا، آپ کے ساتھ جہاد میں حصہ لینا اور آپ کے ہمراہ ہر طرح کا عمل کرنا وہ ہمارے لیے ٹھنڈک کا باعث ہو اور آپ کے بعد ہم نے جو بھی عمل کیے ان کا نتیجہ برابر ہو اور ہمیں نجات مل جائے؟ تو تمہارے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جہاد کیا ہے۔ نمازیں ادا کی ہیں، روزے رکھے ہیں، نیکی کے بہت سے کام کیے ہیں، ہمارے ہاتھوں پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ ہمیں اس کے (اجر وثواب) کی امید ہے۔ میرے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے تو اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں عمر کی جان ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ (پہلے اعمال) ہمارے لیے ٹھنڈک کا باعث ہوں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جو عمل کیے ہیں۔ ہمیں ان کے حوالے سے برابری کی سطح پر (یعنی کسی ثواب یا عذاب کے بغیر) نجات مل جائے۔

(حضرت ابو بردہ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ کے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) میرے والد (حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے بہتر تھے۔

404- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ أَوْ بَلَغَنِي عَنْهُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا قِيلَ لَهُ هَاجَرَ قَبْلَ أَبِيهِ يَغْضَبُ قَالَ وَقَدِمْتُ أَنَا وَعُمَرُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَاهُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا إِلَى الْمَنْزِلِ فَأَرْسَلَنِي عُمَرُ وَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ هَلِ اسْتَيْقَظَ فَأَتَيْتُهُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَبَايَعْتُهُ ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَانْطَلَقْنَا إِلَيْهِ نُهَرْوِلُ هَرْوَلَةً حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِ فَبَايَعَهُ ثُمَّ بَايَعْتُهُ

✧✧ ابوعثمان بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنا جب ان سے یہ کہا گیا کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی تھی تو وہ غصے میں آ گئے اور بولے: میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکٹھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ہم

حدیث403: اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث:5967' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:12818

حدیث404: اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحديث :367

نے آپ کو آرام کرتے ہوئے پایا تو ہم اپنے گھر واپس چلے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بھیجا۔ انہوں نے فرمایا: تم جا کر دیکھ کر آؤ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو چکے ہیں۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کی بیعت کی پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو چکے ہیں؟ اس کے بعد ہم تیزی سے چلتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے اندر آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی پھر میں نے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔

405- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ يُحَدِّثُ قَالَ ابْتَاعَ اَبُوْ بَكْرٍ مِّنْ عَازِبٍ رَحْلًا فَحَمَلْتُهُ مَعَهُ قَالَ فَسَاَلَهُ عَازِبٌ عَنْ مَّسِيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُخِذَ عَلَيْنَا بِالرَّصَدِ فَخَرَجْنَا لَيْلًا فَاَحْثَثْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ ثُمَّ رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ فَاَتَيْنَاهَا وَلَهَا شَيْءٌ مِّنْ ظِلٍّ قَالَ فَفَرَشْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْوَةً مَعِي ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ قَدْ اَقْبَلَ فِيْ غُنَيْمَةٍ يُرِيْدُ مِنَ الصَّخْرَةِ مِثْلَ الَّذِيْ اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ اَنَا لِفُلَانٍ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ فِيْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لَهُ هَلْ اَنْتَ حَالِبٌ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ فَقُلْتُ لَهُ انْفُضِ الضَّرْعَ قَالَ فَحَلَبَ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّمَعِيَ اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّآءٍ عَلَيْهَا خِرْقَةٌ قَدْ رَوَّاْتُهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ ثُمَّ اَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ ارْتَحَلْنَا وَالطَّلَبُ فِيْ اِثْرِنَا قَالَ الْبَرَآءُ فَدَخَلْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ عَلٰى اَهْلِهٖ فَاِذَا عَآئِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَتْهَا حُمّٰى فَرَاَيْتُ اَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا وَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَا بُنَيَّةُ

✧ ابواسحاق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے ایک پائیدان خریدا میں اسے اٹھا کران کے ساتھ چلا گیا، حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت عازب رضی اللہ عنہ نے ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے پیچھے جاسوس لگادیئے گئے، ہم رات کے وقت نکلے رات بھر چلتے رہے اگلے دن بھی چلتے رہے تو ہمارے سامنے ایک چٹان آئی ہم اس کے پاس آئے اس کا کچھ سایہ تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چادر بچھادی جو میرے پاس موجود تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لیٹ گئے، پھر میں نکلا تا کہ آس پاس کے ماحول کا جائزہ لوں وہاں ایک چرواہا موجود تھا جو اپنی بکریوں کے ساتھ آ رہا تھا وہ بھی چٹان کے سائے میں آنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا تم کس کے غلام ہو اے نوجوان! اس نے جواب دیا فلاں کا میں نے اس سے پوچھا کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! میں نے اسے دریافت کیا! کیا تم دودھ دوہ دو گے اس نے جواب دیا جی ہاں! پھر اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری پکڑی میں نے اس سے کہا اس کے تھن صاف کرلینا، اس نے ایک برتن میں

حدیث405: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3452' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6281' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:3

دودھ دوہ لیا۔ میرے پاس ایک برتن موجود تھا جس میں پانی موجود تھا اس پر کپڑا رکھا ہوا تھا میں نے اسے نبی اکرم ﷺ کے لیے تیار کیا یہاں تک کہ جب اس کا نیچے والا حصہ ٹھنڈا ہو گیا (یعنی وہ پیالہ بھر گیا) تو میں اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ اسے پی لیجئے نبی اکرم ﷺ نے اسے پی لیا یہاں تک کہ میں راضی ہو گیا، پھر ہم لوگ وہاں سے روانہ ہوئے، تعاقب کرنے والے لوگ ہمارے پیچھے تھے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے گھر میں داخل ہوا تو ان کی صاحبزادی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھی انہیں بخار تھا میں نے دیکھا' ان کے والد نے ان کے گال پر پیار کیا اور دریافت کیا: میری پیاری بیٹی کا کیا حال ہے۔

406- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ اَبِىْ عَبْلَةَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ وَسَّاجٍ حَدَّثَهُ عَنْ اَنَسٍ خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِىْ اَصْحَابِهٖ اَشْمَطُ غَيْرَ اَبِىْ بَكْرٍ فَغَلَفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ وَقَالَ دُحَيْمٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ عُبَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ وَسَّاجٍ حَدَّثَنِىْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ اَسَنَّ اَصْحَابِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ فَغَلَفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ حَتّٰى قَنَا لَوْنُهَا

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ' جو نبی اکرم ﷺ کے خادم ہیں بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے ساتھیوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو مہندی لگاتا ہو یا دوسرا رنگ استعمال کرتا ہو یا خضاب لگاتا ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ عمر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تھی جو مہندی اور کتم لگایا کرتے تھے یہاں تک کہ ان کا رنگ انتہائی سرخ ہو چکا تھا۔

407- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنْ كَلْبٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ بَكْرٍ فَلَمَّا هَاجَرَ اَبُوْ بَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا الشَّاعِرُ الَّذِىْ قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةَ رَثَى كُفَّارَ قُرَيْشٍ

وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ... مِّنَ الشِّيْزٰى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ

وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ... مِّنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ

تُحَيِّيْنَا السَّلَامَةَ اُمُّ بَكْرٍ ... وَّهَلْ لِىْ بَعْدَ قَوْمِىْ مِنْ سَلَامِ

يُحَدِّثُنَا الرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا ... وَكَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَآءٍ وَّهَامِ

✧✧ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو کلب سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کے ساتھ شادی کی جس کا نام اُمّ بکر تھا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے لئے جانے لگے تو انہوں نے اسے طلاق دے دی۔ اس کے ساتھ شاید اس کے چچازاد نے شادی کر لی یہ وہ شاعر ہے جس نے کفار قریش کا مرثیہ کہتے ہوئے یہ شعر کہے ہیں۔

حدیث406: اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 546

''اور کنویں والوں کا کیا حال ہوگا بدر کے کنویں والوں کا وہ لوگ جنہیں کوہان کے ذریعے آراستہ کیا گیا اوران گڑھے والوں کا کیا حال ہوگا بدر کے گڑھے والوں کا، جوگانے والی عورتوں شراب کے رسیا تھے، اُمّ بکر ہمیں سلام کہتی ہے ہماری قوم کے بعد کیا ہمیں سلام آسکتا ہے۔ رسول ہمیں یہ کہتے ہیں کہ ہم زندہ ہوں گے ان بے جان ہڈیوں میں کیسے زندگی آسکتی ہے''۔

408- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِأَقْدَامِ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لَوْ أَنَّ بَعْضَهُمْ طَأْطَأَ بَصَرَهُ رَآنَا قَالَ اسْكُتْ يَا أَبَا بَكْرٍ اثْنَانِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں موجود تھا میں نے اپنا سر اٹھایا تو ہم ان لوگوں کے پاؤں کے نیچے تھے جن میں سے کوئی ایک نیچے کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے، میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کوئی ایک نیچے کی طرف دیکھ لے تو ہمیں دیکھ لے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر خاموش رہو ہم ایسے دو افراد ہیں جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

409- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وُرُودِهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے میں دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو ہجرت بہت بڑی چیز ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم انہیں ویسے کسی کی مدد کے لئے دے دیتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم انہیں پانی پلانے کے لئے لے جاتے ہو تو دودھ دوہنے دیتے ہو، اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم سمندروں کے پرے جو بھی عمل کرو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں کوئی چیز نہیں چھوڑے گا۔ (ہر عمل کا اجر دے گا)

حدیث408: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3453' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2381' اخرجه الترمذی فی "جامعه" رقم الحدیث:3096' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:11' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:6278' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:66' اخرجه احمد فی "فضائل الصحابة" رقم الحدیث :179' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:31929' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث:2

حدیث409: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1384' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1865' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:2477' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:4164' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 11120' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 3249' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:7787' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:17543' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1271

بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ الْمَدِيْنَةَ

باب 109: نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی مدینہ منورہ تشریف آوری

410- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنْبَاَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ثُمَّ قَدِمَ عَلَيْنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَّبِلَالٌ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

✧✧ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سب سے پہلے ہمارے ہاں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے، پھر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں آئے تھے۔

411- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّكَانَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَّسَعْدٌ وَّعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ عِشْرِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْتُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَعَلَ الْاِمَآءُ يَقُلْنَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا قَدِمَ حَتّٰى قَرَاْتُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فِيْ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں سب سے پہلے ہمارے ہاں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے یہ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنایا کرتے تھے پھر حضرت بلال، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کے بیس صحابہ کے ساتھ تشریف لائے، پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، میں نے اہل مدینہ کو اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا جتنا نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر وہ خوش تھے۔ بچیاں یہ کہہ رہی تھیں اللہ کے رسول تشریف لے آئے ہیں۔

جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اس وقت مجھے ''سورۃ الاعلیٰ'' یاد ہو چکی تھی۔

412- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّبِلَالٌ قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ يَا اَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَتْ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ اِذَا اَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ

حدیث410: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3710' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:18535' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:4254' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:11666' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:17516' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:1715' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:733' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث:704

حدیث412: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1790' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24405' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3724' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:7495' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:6386' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث:525' اخرجه الامام مالک فی "الموطا" رقم الحدیث:1580

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمَّى يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ وَيَقُولُ

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ فَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ شدید بیمار ہوگئے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں ان دونوں کے پاس آئی، میں نے دریافت کیا: ابا جان! آپ کا کیا حال ہے؟ اے بلال! آپ کا کیا حال ہے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب بخار ہوتا تھا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

''ہر شخص اپنے گھر میں موجود ہوتا ہے لیکن موت اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب ہوتی ہے''۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بخار کا جوش کم ہوتا تھا تو وہ بلند آواز میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

''اے کاش میں اس وادی میں رات بسر کروں جب میرے اردگرد (مکہ کی مخصوص گھاس) اذخر اور جلیل ہوں اور کیا میں کبھی ''حجفۃ'' کے چشموں کا پانی پی سکوں گا اور کیا (مکہ کے پہاڑ) شامہ اور طفیل میرے سامنے آسکیں گے''۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو بھی اتنا ہی محبوب کردے جتنا مکہ ہے بلکہ اس سے زیادہ محبوب کردے اور اس کو صحت مند بنادے اور ہمارے لئے اس کے صاع اور مُد میں برکت دیدے اور اس کے بخار کو یہاں سے منتقل کردے اسے ''جحفہ'' منتقل کردے۔

413- حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَاللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ دَخَلْتُ عَلَى عُثْمَانَ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُبَيْدَاللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ أَخْبَرَهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عُثْمَانَ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَاٰمَنَ بِمَا بُعِثَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَاجَرْتُ هِجْرَتَيْنِ وَنِلْتُ صِهْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهُ وَلَا غَشَشْتُهُ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَابَعَهُ إِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ مِثْلَهُ

✧✧ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' عبیداللہ بن عدی نے انہیں بتایا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا امابعد! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا۔

حدیث413: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 480

میں ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت کو قبول کیا اور نبی اکرم ﷺ جس چیز کے ہمراہ مبعوث کیے گئے تھے اس پر ایمان لائے پھر میں نے دو مرتبہ ہجرت کی۔ مجھے نبی اکرم ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، اللہ کی قسم! میں نے آپ کی کبھی نافرمانی نہیں کی۔ آپ کو کوئی دھوکہ نہیں دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی۔

414- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَّاَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ بِمِنًى فِي اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُ فَوَجَدَنِي فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَغَوْغَائَهُمْ وَاِنِّي اَرٰى اَنْ تُمْهِلَ حَتّٰى تَقْدَمَ الْمَدِيْنَةَ فَاِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ وَالسَّلَامَةِ وَتَخْلُصَ لِاَهْلِ الْفِقْهِ وَاَشْرَافِ النَّاسِ وَذَوِي رَاْيِهِمْ قَالَ عُمَرُ لَاَقُوْمَنَّ فِي اَوَّلِ مَقَامٍ اَقُوْمُهُ بِالْمَدِيْنَةِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس جا رہے تھے اس وقت منیٰ میں موجود تھے یہ اس آخری حج کی بات ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ انہوں نے مجھے پایا تو بتایا: میں نے عرض کی' اے امیر المومنین! حج کے موقع پر ہر طرح کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، میرا یہ خیال ہے' آپ اپنے خطبے کو موخر کرتے اور مدینہ تشریف لے آتے وہ ہجرت کی جگہ ہے، سنت کی جگہ ہے، سلامتی کی جگہ ہے۔ وہاں سمجھدار معزز اور عقل مند لوگ رہتے ہیں۔ آپ ان کے سامنے یہ خطبہ دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں وہاں پہنچ کر سب سے پہلے یہ خطبہ دوں گا۔

415- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ امْرَاَةً مِّنْ نِسَائِهِمْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُمْ فِي السُّكْنٰى حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْاَنْصَارُ عَلٰى سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَاشْتَكٰى عُثْمَانُ عِنْدَنَا فَمَرَّضْتُهُ حَتّٰى تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِي اَثْوَابِهٖ فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ شَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَا اَدْرِي بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ قَالَ اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَائَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ وَمَا اَدْرِي وَاللّٰهِ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا اُزَكِّي اَحَدًا بَعْدَهُ قَالَتْ فَاَحْزَنَنِي ذٰلِكَ فَنِمْتُ فَرِيْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ذٰلِكِ عَمَلُهُ

✧✧ اُمّ العلاء بیان کرتی ہیں' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا ہے۔ حضرت عثمان بن

حدیث414: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 391

حدیث415: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1186' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 2127' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 643' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث: 1401' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 7634' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6502' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 8317' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1593' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 2694

مظعون رضی اللہ عنہ کے حصے میں ان کے گھر کی رہائش آئی۔ جو انصار نے مہاجرین کے بارے میں قرعہ اندازی کی تھی۔ سیّدہ اُمّ العلاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں بیمار ہو گئے، میں ان کی تیمارداری کرتی رہی۔ جب وہ وصال فرما گئے تو میں نے انہیں کفن دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے میں نے انہیں کہا: اے ابوالسائب! (یعنی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ) میں آپ کے بارے میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت عطا کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہیں اس بات کا کیسے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عزت دی ہے۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی: مجھے کیسے پتا چلنا ہے؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اور کون ایسا ہو سکتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس کے پاس یقین آ گیا تھا، اللہ کی قسم! مجھے اس کے بارے میں بھلائی کی امید ہے اگرچہ میں اللہ کا رسول ہوں مجھے یہ بھی نہیں پتا اللہ کی قسم! کہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ وہ خاتون بیان کرتی ہیں، اللہ کی قسم! اس کے بعد اب میں کسی بھی شخص کو نیک قرار نہیں دوں گی۔ وہ خاتون بیان کرتی ہے اس بات سے مجھے بہت غم ہوا میں سو گئی مجھے خواب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک چشمہ نظر آیا جو بہہ رہا تھا، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو اس بارے میں بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کا عمل ہے۔

416- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَاتُهُمْ فِيْ دُخُوْلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ

✧✧ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''یوم بعاث'' ایک ایسا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے پیش خیمہ بنایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے گروہ بکھر چکے تھے ان کے سردار مارے جا چکے تھے یہ ان لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کا پیش خیمہ بن گیا۔

417- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى وَعِنْدَهَا قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاذَفَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّاِنَّ عِيْدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں موجود تھے یہ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن کی بات ہے۔ ان کے پاس دو لڑکیاں بیٹھی ہوئی گانا گا رہی تھیں اور یہ جنگ بعاث کے دن کے بارے میں فخریہ اشعار تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شیطانی آلات؟ انہوں نے یہ بات دو مرتبہ کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حدیث416: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3566' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24365

حدیث417: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:944' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1593' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:24585' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5868' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:1795' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:13305' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:50' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:285

فرمایا: ابوبکر انہیں کرنے دو ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔

418- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح و حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ يُحَدِّثُ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الضُّبَعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ فِیْ عُلْوِ الْمَدِيْنَةِ فِیْ حَیٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ فَاَقَامَ فِيْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى مَلَاِ بَنِی النَّجَّارِ قَالَ فَجَاءُوْا مُتَقَلِّدِیْ سُيُوْفِهِمْ قَالَ وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَاَبُوْ بَكْرٍ رِدْفَهُ وَمَلَاُ بَنِی النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتّٰى اَلْقٰى بِفِنَاءِ اَبِیْ اَيُّوْبَ قَالَ فَكَانَ يُصَلِّیْ حَيْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ وَيُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اِنَّهُ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰى مَلَاِ بَنِی النَّجَّارِ فَجَاءُوْا فَقَالَ يَا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ حَائِطَكُمْ هٰذَا فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ قَالَ فَكَانَ فِيْهِ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ كَانَتْ فِيْهِ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَكَانَتْ فِيْهِ خِرَبٌ وَكَانَ فِيْهِ نَخْلٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ قَالَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ قَالَ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً قَالَ قَالَ جَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ ذَاكَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ يَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةْ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے آپ نے مدینہ منورہ کے بالائی حصے میں بنو عمرو بن عوف کے محلے میں قیام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چودہ دن بسر کئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونجار کی طرف پیغام بھیجا وہ لوگ آئے انہوں نے اپنی تلواریں گردنوں میں لٹکائی ہوئی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' مجھے اچھی طرح یاد ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے موجود تھے اور بنونجار کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد موجود تھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے آئے۔

راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا وقت جہاں بھی ہوتا تھا وہیں نماز ادا کر لیتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑے میں بھی نماز ادا کر لیتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونجار کے افراد کو بلایا وہ لوگ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنونجار! مجھ سے اس باغ کی قیمت لے لو۔ انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں وہ ہوگا جو میں کہوں گا۔

حدیث418: اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحديث:453' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحديث:702' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحديث:13231' اخرجه ابن حبان فی "صحيحه" رقم الحديث:2328' اخرجه الحاكم فی "المستدرك" رقم الحديث:5774' اخرجه النسائی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث:781' اخرجه البيهقی فی "سننه الكبرٰی" رقم الحديث:4093' اخرجه ابويعلى فی "مسنده" رقم الحديث:4180' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الكبير" رقم الحديث:457' اخرجه الطيالسی فی "مسنده" رقم الحديث:2085

راوی بیان کرتے ہیں' وہاں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں کچھ کھنڈر تھے اور کچھ باغات تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت مشرکین کی قبریں برابر کر دی گئیں۔ کھنڈرات کو برابر کر دیا گیا' کھجوروں کو کاٹ دیا گیا اور ان کھجوروں کو مسجد کے قبلہ کی سمت میں لائن میں لگا دیا گیا۔ اس مسجد کے دونوں دروازوں پر پتھر رکھ دیئے گئے۔

راوی بیان کرتے ہیں' لوگ پتھر منتقل کر رہے تھے اور لوگ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے۔

''اے اللہ بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے تو انصار اور مہاجرین کی مدد کر''۔

بَابُ اِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَآءِ نُسُكِهٖ

باب 110: مہاجر کا حج ادا کرنے کے بعد مکہ میں قیام کرنا

419- حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ يَسْاَلُ السَّائِبَ ابْنَ اُخْتِ النَّمِرِ مَا سَمِعْتَ فِيْ سُكْنٰى مَكَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لِلْمُهَاجِرِ بَعْدَ الصَّدَرِ

✧✧ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے السائب سے سوال کیا آپ نے مکہ میں رہائش کے بارے میں کیا سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے حضرت العلاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مہاجر شخص طواف صدر کے بعد تین دن تک یہاں رہ سکتا ہے۔

بَابُ التَّارِيْخِ مِنْ اَيْنَ اَرَّخُوا التَّارِيْخَ

باب 111: تاریخ کا بیان' لوگوں نے تاریخ کا آغاز کہاں سے کیا؟

420- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا عَدُّوا مِنْ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَّفَاتِهٖ مَا عَدُّوا اِلَّا مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ

✧✧ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے تاریخ کا آغاز نہیں کیا انہوں نے مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی تشریف آوری سے اس کا آغاز کیا۔

421- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حدیث419: اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث:949' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:1454' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:173' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث:1511' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:20545' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:3906' اخرجه النسائی فی " سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:1912' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:5237' اخرجه الطبرانی فی " معجمه الکبیر" رقم الحدیث:170

حدیث420: اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4285' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:5910

عَنۡهَا قَالَتۡ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكۡعَتَيۡنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتۡ اَرۡبَعًا وَّتُرِكَتۡ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الۡاُوۡلٰى تَابَعَهٗ عَبۡدُالرَّزَّاقِ عَنۡ مَّعۡمَرٍ

✧✧ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں پہلے نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو چار رکعت فرض ہوگئی اور سفر کی نماز پہلی حالت میں باقی رہی۔

تاریخ کی ابتدا کب اور کس طرح ہوئی؟

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ جب زمین پر انسان کی آبادی وسیع ہونے لگی تو تاریخ کی ضرورت محسوس ہوئی، اس وقت ہبوط آدم علیہ السلام سے تاریخ شمار کی جانے لگی، پھر طوفان نوح علیہ السلام سے اس کی ابتدا ہوئی، پھر نار خلیل سے، پھر یوسف علیہ السلام کے مصر میں وزیر بننے سے، پھر موسیٰ علیہ السلام کے خروج مصر سے، پھر حضرت داؤد سے، ان کے فوراً بعد سلیمان علیہ السلام سے پھر حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے۔ اس کے بعد ہر قوم اپنے اپنے علاقہ میں کسی اہم واقعہ کو سن قرار دیتی تھی، مثلاً قوم احمر نے واقعہ تبابعہ کو، قوم غسان نے سد سکندری کو، اہل صنعاء نے حبشہ کے یمن پر چڑھ آنے کو سن قرار دیا، علامہ عینی مزید لکھتے ہیں کہ جس طرح ہر قوم نے اپنی تاریخ کا مدار قومی واقعات وخصائص پر رکھا، اسی طرح اہل عرب نے بھی تاریخ کے لیے عظیم واقعات کو بنیاد بنایا، چناں چہ سب سے پہلے اہل عرب نے حرب بسوس (یہ وہ مشہور جنگ ہے جو بکر بن وائل اور بنی ذہل کے درمیان ایک اونٹنی کی وجہ سے چالیس سال تک جاری رہی) سے تاریخ کی ابتدا کی۔ اس کے بعد جنگ داحس (جو محض گھڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے آگے نکل جانے پر بنی عبس اور بنی ذبیان کے درمیان نصف صدی تک جاری رہی اور ان دونوں جنگوں کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو العقد الفرید ج3 ص74 وابن اثیر 384 پھر جنگ غبراء سے، پھر جنگ ذی قار سے پھر جنگ فجار سے تاریخ کی ابتدا کی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلاف میں سے ایک بزرگ کعب کے کسی واقعہ سے سالوں اور تاریخ کا حساب لگاتے رہے، پھر اصحاب الفیل کے واقعہ سے، یہاں تک کہ عام الفیل کی اصطلاح ان کے یہاں رائج ہوئی۔ (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری للعلامہ بدرالدین عینی ج17 ص66) لیکن اتنی بات واضح ہے کہ رومیوں اور یونانیوں کے دور، بالخصوص سکندر اعظم کی فتوحات سے تاریخ کا وہ حصہ شروع ہوتا ہے جس نے دنیا کے اکثر ملکوں کے حالات کو اس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا کہ سلسلہ کے منقطع ہونے کی بہت کم نوبت آئی اور عام طور سے یہیں سے تاریخ زمانہ کی ابتدا سمجھی جاتی ہے۔

اسلامی تاریخ (ہجری) کی ابتدا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم 27 صفر المظفر کو مکہ سے ہجرت کر کے غار ثور میں مقیم ہوئے، یکم ربیع الاول کو غار ثور سے آپ صلی اللہ

حدیث421: اخرجه مسلم في "صحيحه" رقم الحديث:685' اخرجه ابوداؤد في "سننه" رقم الحديث:1198' اخرجه النسائي في "سننه" رقم الحديث:455' اخرجه الامام مالك في "المؤطا" رقم الحديث:335' اخرجه الامام احمد في "مسنده" رقم الحديث:26325' اخرجه ابن حبان في "صحيحه" رقم الحديث:2736' اخرجه البيهقي في "سننه الكبرىٰ" رقم الحديث:5228' اخرجه الطبراني في " معجمه الكبير" رقم الحديث:6676' اخرجه اسحاق بن راهويه في "مسنده" رقم الحديث:1337' اخرجه الطيالسي في "مسنده" رقم الحديث:1535

علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ روانہ ہوئے۔ 8 ربیع الاول کو قبا پہنچے اور 12 ربیع الاول کو بروز جمعۃ المبارک (مطابق 27 ستمبر 622ء مدینہ منورہ پہنچے چوں کہ ہجری سال کا آغاز ربیع لاول سے ہوتا تھا، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ربیع الاول سے حساب رکھتے تھے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک ماہ اور دو مہینے کے فصل سے تاریخ متعین کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کا پورا زمانہ اسی طرح گزر گیا، پھر فاروق اعظمؓ نے اس مسئلہ کو مستقل طور پر طے کر دیا۔ اس تاریخی حقیقت کا اشارہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب رسول رحمت میں کیا ہے، بہر حال تاریخ اسلامی کا مسئلہ مستقل طور پر سن 17ھ جمادی الاولیٰ بروز بدھ طے پا گیا۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ابوموسیٰ اشعریؓ عراق وکوفہ کے گورنر تھے، ایک دفعہ انہوں نے حضرت عمر فاروق کے پاس خط لکھا کہ آپ کی طرف سے ہمیں جو احکامات اور ہدایتیں ملتی ہیں ان میں تاریخ نہیں ہوتی، اس لیے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس تاریخ کا حکم نامہ ہے؟ جس کی بنا پر بعض دفعہ ان پر عمل کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس پر غور کرنے کے لیے حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ منعقد کی اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، جن میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ یہ بحث شروع ہوئی کہ سن کی ابتدا کب سے قرار دی جائے۔ حضرت علیؓ نے ہجرت کی رائے دی اور اس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

اسلامی تاریخ کے لیے ہجرت کی ترجیح کی وجوہات

ہجرت کے بعد مدینہ میں ایمان والوں کو ایک مضبوط قلعہ اور مستحکم مرکز مل گیا۔ مسلمانوں کو آزادی سے عبادت کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے جانے کے مواقع مل گئے۔ اہل اسلام نسبتاً چین سے زندگی گزارنے لگے۔ اسلامی طرز معاشرت کے خدوخال نمایاں ہوئے، اسلام کے اقتصادی ومعاشی پروگراموں کے لیے عملی راہ ہموار ہوگئی، تعلیمات اسلام کی نشرواشاعت کے لیے پاکیزہ ماحول مہیا ہوا، ایک اسلامی حکومت قائم ہوئی جس کے سربراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اسلام کی اسی ظاہری او رباطنی شان وشوکت کے پیش نظر ہجرت کی تاریخ سے اسلامی تقویم کا آغاز کیا گیا۔

اسلامی سن کا آغاز محرم الحرام سے کیوں ہوا؟

اس کے بعد مہینے کے بارے میں مشورہ ہوا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے رجب المرجب کی رائے دی، کیوں کہ یہ اول شہر الحرام ہے، حضرت طلحہ نے رمضان المبارک کی رائے دی، بعض حضرات نے ربیع الاول کی رائے دی۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے محرم الحرام کی رائے دی، اس کو فاروق اعظمؓ نے پسند فرمایا۔

تاریخی زمانے

بعض حضرت نے تاریخ کو تین زمانوں میں تقسیم کیا: قرون اولیٰ، جو ابتدائے عالم سے سلطنت روما تک ہے۔ قرون وسطیٰ جو سلطنت روما کے آخر زمانہ سے قسطنطنیہ کی فتح تک ہے۔ قرون آخر وقسطنطنیہ کی فتح سے تا حال ہے۔

تاریخ کی اقسام

تاریخ کی چار قسمیں ہیں: تاریخ عام۔ وہ ہے جس میں ساری دنیا کے آدمیوں کا حال بیان کیا جائے۔

تاریخ خاص۔ وہ ہے جس میں کسی ایک قوم یا ایک ملک یا ایک خاندان کی سلطنت کا حال بیان کیا جائے۔

تاریخ روایتی۔ وہ ہے جس میں راوی کا بیان اس کے مشاہدے کی بنا پر درج کیا گیا ہو۔

تاریخ درایتی۔ وہ ہے جس کو آثار قدیمہ و منقولہ اور عقلی تخمینوں کے ذریعہ ترتیب دیا گیا ہو۔

تاریخ کے ماخذ اور اس کے فوائد

تاریخ کے ماخذ کو عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: آثار مضبوط۔ یعنی تمام لکھی ہوئی چیزیں، مثلاً کتابیں، یادداشتیں، دفتروں کاغذات، پرانے فیصلے، دستاویز وغیرہ۔ آثار منقولہ، یعنی زبان زد عام باتیں مثلاً کہانیاں، نظمیں، ضرب الامثال وغیرہ۔ آثار قدیمہ یعنی پرانے زمانے کی نشانیاں، مثلاً شہروں کے خرابے، قلعے، مکانات، کتبے، تصویریں وغیرہ۔ تاریخ کے فوائد پر نظر ڈالتے ہوئے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ تاریخ ایک ایسی چیز ہے اور ایک ایسا فن ہے جو کثیر الفوائد اور بہترین نتائج پر مشتمل ہے اور تاریخ کا علم ہم کو سابق امتوں کے اخلاق، حالات، انبیاء کی پاک سیرتوں اور سلاطین کی حکومتوں اور ان کی سیاستوں سے روشناس کرتا ہے، تاکہ جو شخص دینی و دنیوی معاملات میں ان میں سے کسی کی پیروی کرنا چاہے تو کر سکے۔ (مقدمہ ابن خلدون) تاریخ کا مقصد اور فائدہ بیان کرتے ہوئے مولانا محمد میاں مصنف تاریخ اسلام لکھتے ہیں کہ جو حالات موجودہ زمانہ میں پیش آرہے ہیں ان کو گزرے ہوئے زمانے کی حالتوں سے ملا کر نتیجہ نکالنا اور اس پر عمل کرنا تاریخ کا مقصد اور فائدہ ہے۔

تقویم کی تحقیق اور اس کی ضرورت

گزشتہ زمانے کے واقعات وحادثات وغیرہ کو محفوظ رکھنے کے لیے اور آئندہ زمانہ کے لین دین، معاملات وغیرہ کی تاریخ متعین کرنے کے لیے کیلنڈر کی نہایت ضرورت ہے، کیوں کہ کیلنڈر کے بغیر ماضی کی تاریخ معلوم ہو سکتی ہے، نہ مستقبل کی تاریخ کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

تقویم کی اقسام

واضح ہو کہ دنیا میں کئی قسم کی تقاویم چلتی ہیں، جن کا دار و مدار تین چیزیں ہیں۔ سورج، چاند، ستارے۔ اس لیے بنیادی تقاویم تین ہیں۔ شمسی، قمری، نجومی۔ پھر شمسی کیلنڈر کی تین قسمیں ہیں۔ ایک عیسوی، جس کو انگریزی اور میلادی بھی کہتے ہیں دوم بکرمی جس کو ہندی بھی کہتے ہیں، سوم تاریخ فصلی۔ ان کے علاوہ اور بھی تقاویم ہیں، جیسے تاریخ رومی، تاریخ الٰہی۔

تاریخ عیسوی

تاریخ عیسوی (جس کو تاریخ انگریزی اور میلادی بھی کہتے ہیں) شمسی ہے۔ یہ تاریخ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے رائج ہے یا نصاریٰ کے بزعم باطل حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے سے شروع ہوتی ہے، اس کی ابتدا جنوری اور انتہا دسمبر پر ہوتی ہے۔

تاریخ ہندی

ہندی سال کو بسنت کہتے ہیں۔ اس تاریخ کا دوسرا نام بکرمی ہے۔ مہینے یہ ہیں، چیت، بیساکھ، جیٹھ، اساڑھ، ساون،

بھادوں، کنوار، کاتک، اگہن، پوس، ماگھ، پھاگن۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سن ہجری سے تقریباً 637 سال پہلے اور سن عیسوی سے 57 سال پہلے سے گجرات کاٹھیاوار میں رائج تھی۔

تاریخ فصلی بنیادی طور پر سال شمسی ہے، یہ سن اکبر بادشاہ کے زمانے میں مال گزاری کی وصولیابی اور دوسرے دفتری انتظامات کے لیے وضع کیا گیا تھا۔

نجومی جنتری شاکھا کے نام سے مشہور ہے، مہینے یہ ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

تاریخ رومی، تاریخ اسکندری اور تاریخ الٰہی

تاریخ رومی اسکندر کے عہد سے مروج ہے، جس پر 1975ء میں 2286ء سال شمسی گزر چکے ہیں، اس کا دوسرا نام تاریخ اسکندری ہے یہ 282 قبل المسیح سے شروع ہوتی ہے۔

تاریخ رومی کے مہینے (جن کی ابتداء مہرجان یعنی کاتک سے ہوتی ہے) یہ ہیں: تشرین اول، تشرین آخر، کانون اول، کانون آخر، شباط، اذار، نیسان، ابار، حزیران، تموز، اب، ایلول۔ رومیوں کا سال 365-4-1 دن کا ہوتا ہے۔ تشرین آخر، نیسان، حزیران، ایلول یہ چار مہینے 30 دن کے باقی سب 31 کے ہوتے ہیں، سوائے شباط کے، جو 28 دن کا ہوتا ہے اور ہر چوتھے سال 29 دن کا ہوتا ہے۔

تاریخ الٰہی کے مہینے یہ ہیں: فروردین، اردی، بہشت، خورداد، تیر، امرداد، شہریو، مہر، آبان ذے، بہمن، اسفندار۔ یہ سن جلال الدین اکبر بادشاہ کے جلوس کی تاریخ (یعنی 3 ربیع الثانی 992ھ) سے شروع ہوا، اس میں حقیقی شمسی سال ہوتے ہیں۔

تاریخ قمری

تاریخ قمری کی ابتدا محرم الحرام سے ہوتی ہے، یہ اسلامی تاریخ ہے، جو دیگر تقاویم سے ہر لحاظ سے ممتاز ہے۔

سنہ شمسی اور قمری میں فرق

جاننا چاہیے کہ سنہ شمسی تین سو پینسٹھ دن اور ربع یوم کا ہوتا ہے، چار سال میں ایک دن کا اضافہ ہوکر ہر چوتھے سال 366 دن کا سال ہو جائے گا۔ سنہ قمری سے سنہ شمسی میں دس دن اکیس گھنٹے زائد ہوتے ہیں۔

قمری تقویم کے فوائد

مروجہ تقویم میں سے جو فوائد قمری تقویم میں ہیں وہ کسی اور تقویم میں نہیں ہیں، نہ ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ رب کائنات نے روزمرہ کے کام کاج اور لین دین کی آسانی و سہولت کی خاطر چاند کا نظام اس طرح بنایا جس سے ہر انسان ہر علاقے میں آسانی سے تاریخ کا تعین کرسکتا ہے۔ مثلاً مغرب کی طرف سے جب چاند پتلا نظر آتا ہے تو ہر انسان (عالم، جاہل، شہری، دیہقانی) معلوم کرسکتا ہے کہ مہینہ کی پہلی تاریخ ہے، اسی طرح چاند جب بالکل مکمل ہو تو اس سے چودھویں تاریخ کا تعین کرسکتا ہے، اسی طرح جب مشرق کی جانب سے چاند باریک طلوع ہوتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ستائیس یا اٹھائیس تاریخ ہے، اسی طرح روز روز واضح طور پر چاند کی

صورت تبدیل ہو جاتی ہے، جس سے ہر انسان معمولی تدبر سے تاریخ کا تعین کر سکتا ہے۔ بخلاف شمسی تقویم (کیلنڈر) کے کہ اس سے تاریخوں کا پتہ نہیں چل سکتا، مثلاً دسمبر کی پندرہ تاریخ ہو تو کوئی آدمی آفتاب دیکھ کر یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ آج پندرہ تاریخ ہے، نہ اس کی ہیئت وصورت میں نمایاں تبدیلی آتی ہے، جس کو دیکھ کر تاریخ کا تعین ہو سکے، نیز شمسی تاریخ آلات رصدیہ اور قواعد ریاضیہ پر موقوف ہے، جس کو ہر شخص آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے احکام وعبادات کا مدار قمری حساب پر رکھا ہے، قرآن کہتا ہے: یسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج (البقرہ:189)

قرآن پاک میں قمری مہینوں کا ذکر

قمری مہینوں کا ذکر قرآن پاک میں صراحتہً موجود ہے، جیسے: شهر رمضان الذی اس آیت میں قمری سال کے ایک ماہ رمضان کا نام صراحتاً ذکر ہے یا ضمناً ذکر ہے۔ جیسے: الحج اشهر معلومات (البقرۃ) اس میں اشہر سے مراد شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔ ایک دوسری آیت میں اسلامی سال کے سارے مہینوں کا ذکر ضمناً آیا ہے وہ آیت یہ ہے: ان عدة الشهور اثنا عشر شهرا عندالله ، یقیناً شمار مہینوں کا کتب الٰہی میں اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اس آیت میں جن بارہ مہینوں کا ذکر آتا ہے ان سے مراد قمری مہینے ہیں، اس کی دلیل بھی یہی آیت ہے، وہ اس طرح کہ ان بارہ میں سے جو چار ماہ ادب کے لیے خاص کر دیے گئے ہیں، وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں۔ جنہیں اشہر حرم کہا جاتا ہے۔ جب یہ چار ماہ قمری کے ہیں تو باقی آٹھ ماہ بھی یقیناً قمری کے ہوں گے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قمری مہینوں کی ترتیب اور ان کے اسماء جو اسلام میں معروف ہیں یہ انسانوں کی بنائی ہوئی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ رب العالمین نے جس روز زمین وآسمان کو پیدا کیا اسی دن سے یہ ترتیب اور یہ نام، ہر ماہ کے ساتھ خاص خاص احکام متعین فرما دیے ہیں، جس کی تعبیر دین قیم کے ساتھ فرمائی ہے تو قمری تقویم اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اسلامی تقویم ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِىْ هِجْرَتَهُمْ وَمَرْثِيَتِهِ لِمَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ

باب 112: نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا! اے اللہ! میرے ساتھیوں کی ہجرت کو برقرار رکھ اور آپ کا اس شخص کے بارے میں افسوس کا اظہار کرنا جو مکہ میں فوت ہو گیا ہو

422- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَادَنِي

حدیث422: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث: 2591' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث: 1628' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث: 2864' اخرجه الترمذی فی " جامعه" رقم الحدیث: 975' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث: 3626' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث: 2708' اخرجه الامام مالك فی "الموطا" رقم الحدیث: 1456' اخرجه الدارمی فی "سننه" رقم الحدیث: 3195' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 1440' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث: 4249' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6318' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث: 6361' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 746' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث: 1147' اخرجه الطیالسی فی "مسنده" رقم الحدیث: 195' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث: 521' اخرجه البخاری فی "الادب المفرد" رقم الحدیث: 499' اخرجه عبد فی "مسنده" رقم الحدیث: 133

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ مَرَضٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قَالَ فَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ الثُّلُثُ يَا سَعْدُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ ذُرِّيَّتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَلَسْتَ بِنَافِقٍ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اٰجَرَكَ اللّٰهُ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ فِيْ امْرَاَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ اللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَمُوْسٰى عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ

✧✧ عامر بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا (حضرت سعد کہتے ہیں) میں بیمار ہو چکا تھا اور موت کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! میری بیماری جتنی ہو چکی ہے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میرے پاس بہت سا مال ہے میری وارث صرف میری بیٹی ہوگی۔ کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں، آپ نے فرمایا' نہیں۔ میں نے دریافت کیا: نصف مال صدقہ کر دوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں ایک تہائی کرو، اے سعد! ویسے ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔ تم اپنی اولاد کو خوش حال چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے زیادہ بہتر ہے' کہ تم انہیں غریب چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے جس کے ذریعے اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسکا اجر دے گا یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالو گے اس کا بھی اجر ملے گا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پیچھے نہیں رہو گے تم جو عمل کرو گے جس کے ذریعے تم اللہ کی رضا چاہتے ہو گے تو اس کے نتیجے میں تمہاری قدر و منزلت میں اضافہ ہوگا۔ تمہارے ذریعے بہت سے لوگ فائدہ حاصل کریں گے اور دوسرے بہت سے لوگ نقصان اٹھائیں گے پھر آپ ﷺ نے دعا کی "اے اللہ! میرے ساتھیوں کی ہجرت کو باقی رکھ اور انہیں ایڑھیوں کے بل پیچھے نہ لے جانا لیکن سعد بن خولہ پر افسوس ہے"۔ (راوی کہتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کیونکہ ان کا انتقال مکہ میں ہوا تھا۔

بَابٌ كَيْفَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَيْنَ اَصْحَابِهٖ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَقَالَ اَبُوْ جُحَيْفَةَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ

باب 113: نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے درمیان بھائی چارہ کیسے قائم کیا؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے میرے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا جب ہم مدینہ منورہ آئے تھے۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا۔

423- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ فَآخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يُنَاصِفَهُ أَهْلَهُ وَمَالَهُ فَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلَّنِي عَلَى السُّوقِ فَرَبِحَ شَيْئًا مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَيَّامٍ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ فَمَا سُقْتَ فِيهَا فَقَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھائی بنادیا۔ حضرت سعد نے اپنا نصف مال اور نصف گھر ان کے سامنے پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور آپ کے مال میں آپ کو برکت دے آپ بازار کی طرف میری رہنمائی کریں۔ انہوں نے وہاں سے کچھ پنیر اور گھی خریدا کچھ دن بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر زرد نشان دیکھا تو دریافت کیا: اے عبدالرحمٰن! یہ کس وجہ سے ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے ایک انصاری خاتون کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے اسے کیا مہر دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ایک گٹھلی کے وزن جتنا سونا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری قربان کرو۔

بَابٌ

باب 114: بلاعنوان

424- حَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ سَلَامٍ بَلَغَهُ مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَأَتَاهُ يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَمَا بَالُ الْوَلَدِ يَنْزِعُ إِلَى أَبِيهِ أَوْ إِلَى أُمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي بِهِ جِبْرِيلُ آنِفًا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالَ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوتِ وَأَمَّا الْوَلَدُ فَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ مَاءَ الرَّجُلِ نَزَعَتِ الْوَلَدَ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ يَا رَسُولَ

حدیث423: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1944' اخرجه الحاکم فی "المستدرک" رقم الحدیث:5346' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8322' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:14140' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3836' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث:5403' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الاوسط" رقم الحدیث:8795' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:1218' اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث:10411

حدیث424: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3151' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:12993' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:7161' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8254' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:3414

اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ فَاسْاَلْهُمْ عَنِّیْ قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِیْ فَجَائَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ رَجُلٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَاَفْضَلُنَا وَابْنُ اَفْضَلِنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَعَادَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ عَبْدُاللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَتَنَقَّصُوْهُ قَالَ هٰذَا كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا پتا چلا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ چیزوں کے بارے میں دریافت کیا: انہوں نے عرض کی: میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا جن کا علم کسی نبی کو ہی ہوسکتا ہے۔

قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟، اہل جنت سب سے پہلے کیا چیز کھائیں گے؟، اور بچہ ماں کے ساتھ یا باپ کے ساتھ کس وجہ سے مشابہت اختیار کرتا ہے؟،

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان چیزوں کے بارے میں ابھی جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے کہا: فرشتوں میں سے ان کو تو یہودی دشمن سمجھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت (قریب آنے) کی سب سے پہلی نشانی وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے اکٹھا کر کے مغرب کی طرف لے جائے گی اور اہل جنت جو چیز سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا اضافی حصہ ہوگا اور جہاں تک بچے کا تعلق ہے تو اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفے پر غالب آجائے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا نطفہ مرد کے نطفے پر غالب آجائے تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے تو انہوں نے کہا: میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہودی الزام تراش لوگ ہیں انہیں میرے اسلام قبول کرنے کا علم ہونے سے پہلے آپ ان سے میرے بارے میں دریافت کریں۔ یہودی آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارے درمیان عبداللہ بن سلام کا کیا مقام ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ ہمارے سب سے بہتر فرد ہیں اور سب سے بہتر فرد کے صاحبزادے ہیں۔ وہ ہم میں سب سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ فضیلت والے شخص کے صاحبزادے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کرلیں تو تمہاری کیا رائے ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بچائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سوال دہرایا تو انہوں نے یہی جواب دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نکل کران کے سامنے آئے اور بولے: میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہودی بولے: یہ ہمارے سب سے بُرے فرد ہیں اور سب سے بُرے فرد کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اسی بات کا اندیشہ تھا۔

425- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ اَبَا الْمِنْهَالِ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ مُطْعِمٍ قَالَ بَاعَ

حدیث425: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1955' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1589' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:4575' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:19336' اخرجه النسائی فی "سننه الکبرٰی" رقم الحدیث:6167

شَرِيكٌ لِي دَرَاهِمَ فِي السُّوقِ نَسِيئَةً فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ أَيَصْلُحُ هَذَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ بِعْتُهَا فِي السُّوقِ فَمَا عَابَهُ أَحَدٌ فَسَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ هَذَا الْبَيْعَ فَقَالَ مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَيْسَ بِهِ بَأْسٌ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَلَا يَصْلُحُ وَالْقَ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ أَعْظَمَنَا تِجَارَةً فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَقَالَ مِثْلَهُ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَقَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ وَقَالَ نَسِيئَةً إِلَى الْمَوْسِمِ أَوِ الْحَجِّ

✧✧ ابومنہال بیان کرتے ہیں' میرے کاروباری شریک نے بازار میں کچھ درہم ادھار فروخت کیے تو میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا یہ جائز ہے؟ اس نے کہا: سبحان اللہ! اللہ کی قسم! میں نے انہیں بازار میں فروخت کیا ہے اور کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ابومنہال کہتے ہیں میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ) تشریف لائے تھے تو ہم اس طرح کی خرید و فروخت کر لیتے تھے۔ آپ نے حکم دیا اس طرح کے نقد لین دین میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ادھار کرنا درست نہیں ہے۔ (حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا:) تم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مل کر ان سے اس بارے میں دریافت کر سکتے ہو۔ کیونکہ وہ بڑے تاجر تھے، میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

سفیان کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں (حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں، مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہم اس طرح کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں' ہم حج (کے مہینے) تک ادھار کر لیا کرتے تھے۔

بَابُ إِتْيَانِ الْيَهُودِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ (هَادُوا) صَارُوا يَهُودًا وَأَمَّا قَوْلُهُ (هُدْنَا) تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ

باب 115: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری پر یہودیوں کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا

''ھادوا'' کا مطلب ہے ''وہ یہودی ہو گئے''۔ ''ھدنا'' کا مطلب ہے ''ہم نے توبہ کی''۔

''ھائد'' توبہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

426- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ آمَنَ بِي عَشَرَةٌ مِنَ الْيَهُودِ لَآمَنَ بِي الْيَهُودُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: یہود سے تعلق رکھنے والے دس (مخصوص) افراد اگر مجھ پر ایمان لے آئیں تو تمام یہودی مجھ پر ایمان لے آئیں گے۔

427- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ أَوْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْغُدَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسٍ

حدیث426: اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث: 9377' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث: 6037' اخرجه الطبرانی فی "معجمه الکبیر" رقم الحدیث: 1388

بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَاِذَا اُنَاسٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ یُعَظِّمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ وَیَصُوْمُوْنَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِصَوْمِہٖ فَاَمَرَ بِصَوْمِہٖ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودی عاشورہ کے دن کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس دن روزہ رکھا کرتے تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس دن روزہ رکھنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ (راوی کہتے ہیں) آپ نے اس دن روزہ رکھنے کی ہدایت کی۔

428- حَدَّثَنَا زِیَادُ بْنُ اَیُّوْبَ حَدَّثَنَا ھُشَیْمٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَجَدَ الْیَھُوْدَ یَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ فَسُئِلُوْا عَنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْا ھٰذَا الْیَوْمُ الَّذِیْ اَظْفَرَ اللّٰہُ فِیْہِ مُوْسٰی وَبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُوْمُہٗ تَعْظِیْمًا لَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ ثُمَّ اَمَرَ بِصَوْمِہٖ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ ان سے اس کی وجہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کے خلاف کامیابی عطا کی تھی۔ ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے مقابلے میں ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں۔ (راوی کہتے ہیں) آپ نے اس دن روزہ رکھنے کی ہدایت کی۔

429- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَسْدِلُ شَعْرَہٗ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یَفْرُقُوْنَ رُءُوْسَھُمْ وَکَانَ اَھْلُ الْکِتَابِ یَسْدِلُوْنَ رُءُوْسَھُمْ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ مُوَافَقَۃَ اَھْلِ الْکِتَابِ فِیْمَا لَمْ یُؤْمَرْ فِیْہِ بِشَیْءٍ ثُمَّ فَرَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاْسَہٗ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بال پیچھے کی طرف سیدھے لے جایا کرتے تھے جبکہ

حدیث428: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:1900' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:1130' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:1734' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2644' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:2835' اخرجه البیهقی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:8198' اخرجه الحمیدی فی "مسنده" رقم الحدیث:515

حدیث429: اخرجه البخاری فی "صحیحه" رقم الحدیث:3365' اخرجه مسلم فی "صحیحه" رقم الحدیث:2336' اخرجه ابوداؤد فی "سننه" رقم الحدیث:4188' اخرجه النسائی فی "سننه" رقم الحدیث:5238' اخرجه ابن ماجه فی "سننه" رقم الحدیث:3626' اخرجه الامام مالك فی "المؤطا" رقم الحدیث:1698' اخرجه الامام احمد فی "مسنده" رقم الحدیث:2364' اخرجه ابن حبان فی "صحیحه" رقم الحدیث:5485' اخرجه الحاکم فی "المستدرك" رقم الحدیث:4199' اخرجه النسائی فی "سننه الکبریٰ" رقم الحدیث:9334' اخرجه ابویعلی فی "مسنده" رقم الحدیث:2554' اخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" رقم الحدیث:25074

مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے۔ اہل کتاب بھی بال پیچھے کی طرف سیدھے لے جایا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کو جس معاملے میں کوئی حکم نہ ملا ہوا آپ اس میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے۔ بعد میں نبی اکرم ﷺ نے بھی مانگ نکالنا شروع کر دی۔

430- حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ هُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّئُوْهُ اَجْزَاءً فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِهٖ وَكَفَرُوْا بِبَعْضِهٖ يَعْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى (اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ)

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' اہل کتاب نے (اپنی کتاب) کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اس کے کچھ حصوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں' ان کی مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تھا: ''انہوں نے قرآن کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا''۔

بَابُ اِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

باب 116: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

431- حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ شَقِيْقٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ اَبِيْ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ اَنَّهٗ تَدَاوَلَهٗ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَّبٍّ اِلٰى رَبٍّ

✧✧ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ یکے بعد دیگرے دس سے زیادہ آقاؤں کے غلام رہے ہیں۔

431/1- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اَنَا مِنْ رَّامَ هُرْمُزَ

✧✧ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ''رام ہرمز'' کا رہنے والا ہوں۔

432- حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ فَتْرَةٌ بَيْنَ عِيْسٰى وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ سِتُّ مِائَةِ سَنَةٍ

✧✧ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درمیانی عرصہ' جس میں کوئی نبی تشریف نہیں لایا، چھ سو برس کا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا بیان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ وسیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کر کے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔

اسی سلسلے میں اُنہوں نے کچھ عرصہ عموریا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ عموریا کا پادری الہامی کتب کا ایک

حدیث431: اخرجه عبدالرزاق فی "مصنفه" رقم الحدیث: 15767

جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ الہامی کتب کے اُس عالم نے بتایا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر عموریا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتادیں کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس شہرِ دلنواز میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کرلیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے عموریا کو خدا حافظ کہا اور سلمان فارسی شہرِ نبی کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاشِ حق کے مسافر کے دل میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتشِ شوق اور بھی تیز ہوگئی، یہ تاجر اُنہیں مکہ لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولد پاک ہونے کا اعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا غلام ظاہر کیا اور اُنہیں مدینہ جو اُس وقت یثرب تھا، کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُنہوں نے یہودی کی غلامی قبول کرلی... یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پالیا۔

عموریا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جو نشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا... ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے اس شہرِ خنک میں تشریف لانے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے، کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ اُنہوں نے سنا کہ اُن کا یہودی مالک کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں آنے والی ہستی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی داعی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاشِ حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحۂ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والیءِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھجوریں واپس کردیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ عموریا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسولِ ذی حشما کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرمالیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحفہ قبول فرمالیا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرمادیں۔

دو نشانیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب مُہرِ نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی۔ تاجدارِ کائنات اجنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دوجہاں کی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نورِ نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا

مظاہرہ کر رہا ہے، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از رہ محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹا لیا تا کہ مہر نبوت کے دیدار کا طالب اپنے من کی مراد پالے۔ پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویر حیرت بن کے آگے بڑھے، فرط محبت سے مہر نبوت کو چوم لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر ہمیشہ کے لئے دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے۔ (حاکم، المستدرک، 3:698، رقم:6544)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایران سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ ایک ایسے غلام تھے جو دس سے زائد مالکوں کے ہاتھوں فروخت ہوئے یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک یہودی سے خریدا اور آزاد کیا۔ جناب سلمان رضی اللہ عنہ کی محبت اخلاص ومودت اور آستان نبوی سے عشق ومحبت انہیں اس مقام پر لے آئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے "سلمان منا اھل البیت" کی سند کے حق دار قرار پائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس سے شب وروز کسب فیض کرنے اور اپنے ایمان کو مستحکم کرنے میں اس حد تک کوشاں رہے کہ ایمان کے کل دس درجات میں سے دسویں درجہ پر فائز ہو گئے۔ ان کی فضیلت میں رسول خدا نے فرمایا: "سلمان ایسا سمندر ہے کہ جو بے کنار ہے اور ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ سلمان ہم اہلبیت میں سے ہے، وہ حکمت بخشتا ہے اور اسے برہان دی گئی ہے۔

جناب سلمان رضی اللہ عنہ کا شمار ان خاص اصحاب میں سے ہوتا ہے جن کی جنت مشتاق ہے۔ منصور بن بزرج نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام صادق سے عرض کیا کہ آپ سے سلمانِ فارسی رضی اللہ تعالیٰ کا تذکرہ بہت سنتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ نہ کہو بلکہ سلمان محمدی کہو اور یہ یاد رکھو کہ میرے ان کو زیادہ یاد کرنے کا سبب ان کی تین عظیم فضیلتیں ہیں جوان میں تھیں۔ پہلی یہ کہ انہوں نے اپنی خواہش پر امیر المومنین کی خواہش کو ترجیح دی۔ دوسری یہ کہ وہ فقراء کو دوست رکھتے تھے اور انہیں صاحبان مال وثروت پر ترجیح دیتے تھے۔ اور تیسری یہ کہ وہ علم اور علماء سے محبت کرتے تھے۔

سدیر صیرفی نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور وہ اپنے نسب کا ذکر اور ان پر فخر ومباہات کر رہے تھے۔ ان میں سلمان رضی اللہ تعالیٰ بھی موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے سلمان کی جانب رخ کر کے پوچھا: اے سلمان! تمہارا اصل اور نسب کیا ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ نے کہا: میں اللہ کے بندے کا بیٹا سلمان ہوں۔ میں گمراہ تھا خداوند عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مجھے ہدایت دی، میں فقیر ومحتاج تھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مجھے تونگر کیا اور میں غلام تھا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب خدا نے مجھے آزاد کیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ نے ۸ صفر ۳۶ھ میں مدائن میں وفات پائی۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب اسی رات ان کے جنازے پر پہنچے اور انہیں غسل وکفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر انہیں وہیں دفن کیا۔ آپ کی قبر شریف اب بھی مدائن میں موجود ہے اور مرجع خلائق بنی ہوئی ہے۔

انتخاب حدیث از بخاری کی شرح کے اختتامی کلمات

الحمد للہ! یہ کتاب آج 26 ربیع الثانی 1437ھ بروز ہفتہ بمطابق 6 فروری 2016ء کو مکمل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مجھ پر حق واضح فرمائے اور مجھے اس کی اتباع نصیب کرے اور مجھ پر باطل واضح کردے اور مجھے اس سے بچائے۔ میں اس کتاب اختتام پر یہ دعا ضرور کروں گا کہ اللہ تعالیٰ سعید ملت علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ کی بخشش فرمائے اوران کے درجات بلند فرمائے۔ گزشتہ کل یعنی 5 فروری 2016ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ ۴ بجے کے قریب کراچی میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں ملک پاکستان کے کثیر علماء ومشائخ سمیت عوام کے جم غفیر نے شرکت کی۔ اور لاکھوں کی تعداد میں ملک بھر کی مساجد میں ان کے ایصال ثواب کے لئے اہتمام کیا گیا۔ علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ کا علمی فیضان پوری دنیا میں موجود ہے۔ اس لئے وہ امت مسلمہ کے عظیم محسن تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی علمی، دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اوران کے درجات بلند فرمائے۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

(چک سنتیکا بہاولنگر)

کتب تخریج

- ''صحیح بخاری'' امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری جعفی'(طبع ثالث) دار ابن کثیر' یمامہ' بیروت' لبنان' 1407ھ 1987ء
- ''صحیح مسلم'' امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری نیشاپوری' داراحیاء التراث العربی' بیروت' لبنان
- ''جامع ترمذی'' امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی' داراحیاء التراث العربی' بیروت' لبنان
- ''سنن ابی داؤد'' امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی' دارالفکر' بیروت' لبنان
- ''سنن نسائی'' امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی' مکتب المطبوعات الاسلامیہ' حلب' شام' 1406ھ' 1986ء
- ''سنن ابن ماجہ'' امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی' دارالفکر' بیروت' لبنان
- ''مسند احمد'' امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی' موسسہ قرطبہ' قاہرہ' مصر
- ''سنن دارمی'' امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی' دارالکتاب العربی' بیروت' لبنان' 1407ھ' 1987ء
- ''صحیح ابن خزیمہ'' امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری' المکتب الاسلامی' بیروت' لبنان' 1390ھ/1970ء
- ''موطا امام مالک'' امام ابوعبداللہ مالک بن انس الاصبحی المدنی: داراحیاء التراث العربی (تحقیق فواد عبدالباقی)
- ''صحیح ابن حبان'' امام ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی بستی' موسسہ الرسالہ' بیروت' لبنان' 1414ھ/1993ء
- ''المستدرک'' امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' دارالکتب العلمیہ' بیروت' لبنان 1411ھ/1990ء
- ''سنن نسائی کبریٰ'' امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی' دارالکتب العلمیہ' بیروت' لبنان' 1411ھ/1991ء
- ''سنن بیہقی کبریٰ'' امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی' مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ' سعودی عرب 1414ھ/1994ء
- ''معجم کبیر'' امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی' مکتبہ العلوم والحکم' موصل 1404ھ/1983ء
- ''معجم اوسط'' امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی' دارالحرمین' قاہرہ' مصر' 1415ھ
- ''معجم صغیر'' امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی' المکتب الاسلامی' دارعمار' بیروت' لبنان/عمان' 1405ھ 1985ء
- ''مسند ابویعلیٰ'' امام ابویعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی تمیمی' دارالمامون للتراث' دمشق' شام' 1404ھ۔ 1984ء
- ''مصنف عبدالرزاق'' امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' المکتب الاسلامی' بیروت لبنان' (طبع ثانی) 1403ھ
- ''مصنف ابن ابی شیبہ'' ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابوشیبہ کوفی' مکتبہ الرشد' ریاض' سعودی عرب' (طبع اول) 1409ھ
- ''مسند طیالسی'' امام ابوداؤد سلیمان بن داؤد بصری طیالسی' دارالمعرفۃ' بیروت' لبنان
- ''مسند اسحاق بن راہویہ'' امام اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ' مکتبہ الایمان' مدینہ منورہ' (طبع اول) 1412ھ/1991ء
- ''ادب مفرد'' امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری جعفی' دارالبشائر الاسلامیہ' بیروت' لبنان' 1409ھ/1989ء
- ''مسند حمیدی'' امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی' دارالکتب العلمیہ' مکتبہ المتنبی' بیروت' قاہرہ (تحقیق حبیب الرحمان اعظمی)
- ''مسند عبد بن حمید'' امام ابومحمد عبد بن حمید بن نصر الکسی' مکتبۃ السنۃ' قاہرہ' مصر' 1408ھ/1988ء
- ''مسند شہاب'' امام ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر القضاعی' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' لبنان 1407ھ/1986ء

* بیضاوی، ابوسعید عبداللہ بن عمر۔ تفسیر بیضاوی۔ بیروت، لبنان: موسسۃ الاعلمی۔
* حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد 321)۔ 405ھ/ 933۔ 1014ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1411ھ/ 1990ء۔
* خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ۔ مشکوۃ المصابیح۔ لبنان، دار الفکر، 1991ء۔
* راغب اصفہانی، حسین بن محمد بن المفضل، (م445ھ)۔ مفردات فی غریب القرآن۔ کراچی، نور محمد کارخانہ۔
* زبیدی، محب الدین ابی فیض السید محمد مرتضی الحسینی۔ تاج العروس من جواہر القاموس۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1414ھ/ 1994م۔
* زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی 1055)۔ 1122ھ/ 1645۔ 1710ء)۔ شرح المواہب اللدنیہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1417ھ/ 1996ء۔
* طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک بن سلمہ 229)۔ 321ھ/ 853۔ 933ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1399ھ۔
* طیالسی، ابوداؤد سلیمان بن داؤد 133)۔ 204ھ)۔ المسند۔ لبنان: دار المعرفہ۔
* قسطلانی، ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر 851)۔ 923ھ/ 1448۔ 1517ء)۔ المواہب اللدنیہ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1412ھ/ 1991ء۔

شرح انتخابِ احادیث

صحیح بخاری

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور